

بِصَنَائِكُمْ مَكَامُ فَضْلٍ خَلَا بِزُفَرِ
بِعَوْنِ شَيْخِ مَكِينِ نَوَلٍ قَتِينِ سَامِ

الحمد لله الذي ربي ثلاث قفا وهي ربي المأم غظم مستند علماء عرب عجم مفيد من عدمهم فزكا

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
مُحَمَّدٌ رَسُولُهُ

سورة الفاتحة من مصحف الشريف المصنف المجلد الثاني من مجموعته المطبوعة في المطبع

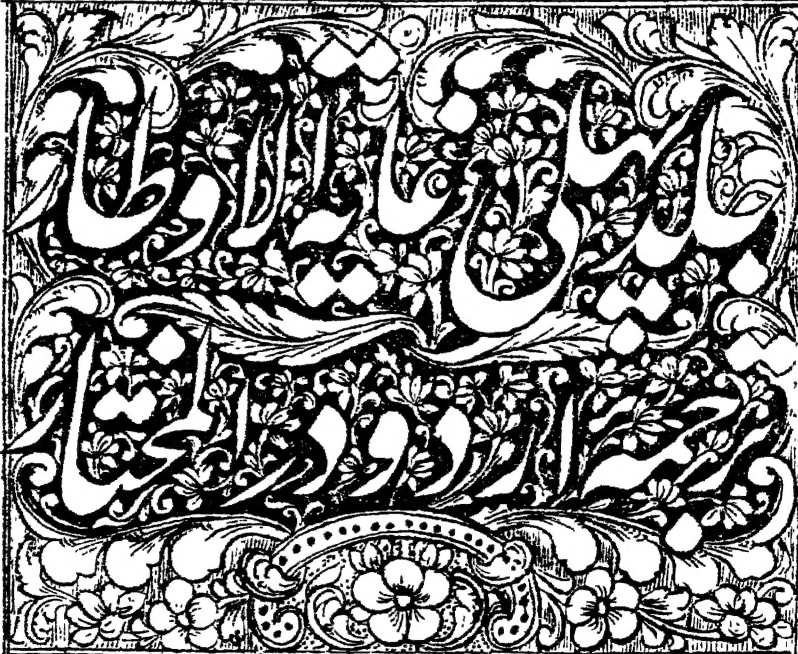
طبع في مطبعته في سنة ١٢٨٠ هـ

اطلاع۔ اس سطح میں بہر علم و فن کی کتب کا ذخیرہ سلسلہ وار فروخت کے لیے موجود ہے جسکی فہرست مطول ہر ایک شائق کو مل سکتی ہے جسکے معاینہ و ملاحظہ سے شائقان اصلی حالات کتب کے معلوم فرما سکتے ہیں قیمت بھی ارزان ہے اس کتاب کے پیل پچھلے تین صفحہ جو سادے ہیں انہیں بعض کتب فقہ اردو فارسی و عربی و اصول فقہ عربی کی درج کرتے ہیں تاکہ جس فن کی یہ کتاب ہے اُس فن کی اور بھی کتب موجودہ کارخانہ سے قدر دانوں کو آگاہی کا ذریعہ مائل ہو۔

کتب فقہ اردو	کتب فقہ اردو	کتب فقہ اردو
راہ نجات۔ از مولوی محمد علی سائل شمارہ روزہ و طریقہ نکاح خوانی مع خطبہ نکاح۔	نور الہدایہ۔ اردو ترجمہ شرح وقایہ جلدین اولیں عبادات میں از مولوی وحید الزمان ایضاً۔ اردو ترجمہ جلدین اخیرین شرح وقایہ معاملات میں۔	کشف الحاجات۔ ترجمہ اردو والا بدینہ از مولوی نور الدین۔
منہاج الحجۃ۔ از مولوی کرامت علی جوہری حقیقۃ الصلوٰۃ مع رسالہ بے نمازان از مولوی عبدالقدیر۔	کثر الذائق اردو و سنسکرت تحفہ الجعم۔ از مولوی محمد سبحان۔ رسالہ چار باب۔ اردو ترجمہ از مولوی کفایت اہنڈ۔	نہار مسئلہ۔ شامل ہفت رسالہ۔ (۱) ہزار مسئلہ ۲۰ مسائل ثنائیہ (۳) صدوی مسئلہ (۴) مناجات بدو گاہ باری تعالیٰ و دعا و طہارت (۵) نور نامہ (۶) چیل مسائل۔ مولانا مولوی عبدالقدیر بن عبد السلام۔
شرح مختصر وقایہ کو میری۔ فارسی از ظلال الدین سمرقندی مسئلات المتقین منظوم۔ علمائے ولایت اسہیل مسائل فقہ حنفیہ کے کارآمد ضروری سندرج کیے ہیں نصفہ مولوی الہامی خاں معارف اس سلسلہ میں مسائل فقہیہ ہیں مصنفہ مفتی محمد نصیر الدین۔	چیل مسائل فقہ اردو و سنسکرت نیگلوری۔ اشرف المسائل مشہور و جاہل اشرف از مولوی اشرف علی خان۔ رسالہ تجرید و تکفین مسیت از محمد عثمان حسن المسائل ترجمہ کثر الذائق۔ جو مسائل ضروریہ فقہ میں بہت مستند ہے کتاب الطہارت سے کتاب الفرائض تک کے لایہدی اور ضروری مسئلے مساف صاف عبارت اردو میں مرقوم ہیں مترجمہ مولوی محمد حسن حدیقی۔	شرح مجموعی منظوم۔ مسائل فقہیہ از محمد خان شہسارسی۔ تبیہ العالمین۔ مسائل دینیہ از مولوی سید محمد و مولوی محمد طیب۔
رسالہ الاسلام فی احکام الصیام امام سید کی کتاب ہے جہانگیر۔ مع ترجمہ و شرح حال التمسول از مطبوعہ کلکتہ جو چند علمائے نامدار نے باتفاق رائے مدون کیا یہ کتاب مختار و کلحا کے لیے مفید ہے خارجہ میں۔ ابجد اول۔ کتاب الطہارت سے کتاب الحج تک۔	ماہ فقہ فارسی جلد دوم۔ کتاب النکاح سے کتاب الوضو تک ابجد اول دوم ثنائی جو مطبوعہ مولانا محمد علی کے کتاب خانہ میں طبع ہو رہا ہے۔	حیرۃ الفقہ مسائل مشککہ فقہ از مولوی محمد امیر ایچ حسین نیگلوری۔ جواب السائلین۔ تصنیفات مسائل جو بہت سادہ و سلیس ہیں مولانا مولوی لال محمد دہلوی نے ان میں از مولوی قربان علی

بِجَوْنِ صَنَائِعِ مَكِينِ نِ وَفَضْلِ خَلَائِقِ زُ وَاَسْمَاءِ

الحمد لله والثناء لله رب العالمین اول نقادی محمد مذہب امام اعظم مستند علماء عرب و جمہور مفید خواص و عوام روحانی



ترجمہ و تفسیر علی حسام حسن طحطاوی دارالحدیث دہلی کے ترجمہ و تفسیر محمد علی حسام حسن دارالحدیث دہلی

طبع میٹھی نوکشی و لکھنؤ ہو کر مطبوعہ
طبع میٹھی نوکشی و لکھنؤ ہو کر مطبوعہ

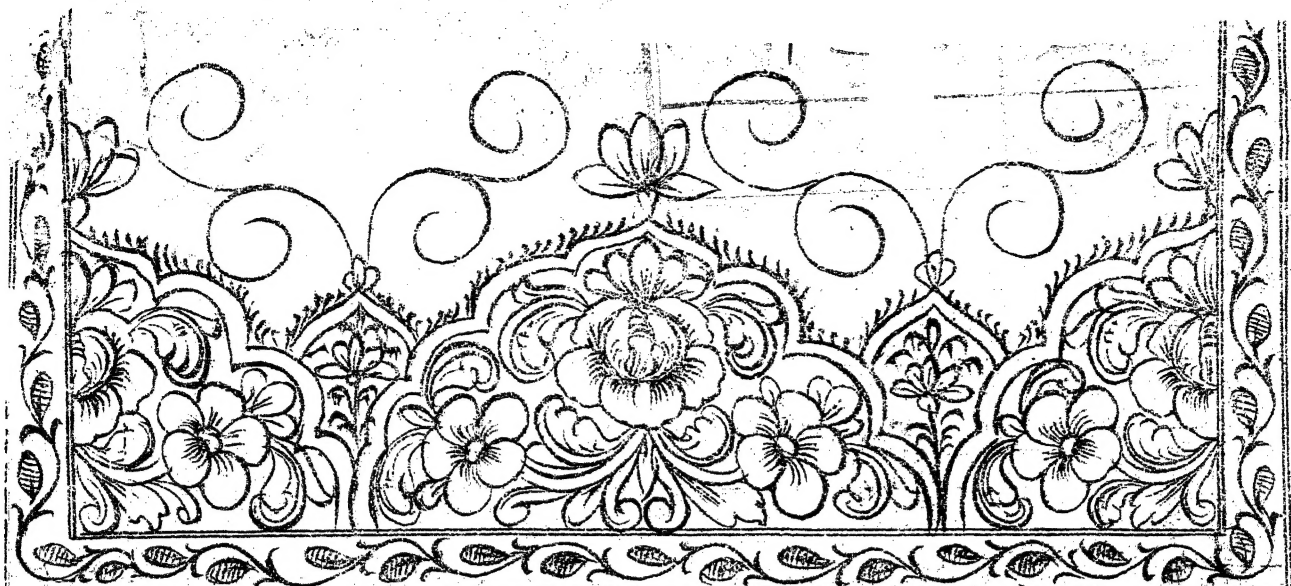
فہرست جلد اول غایۃ الاوطار ترجمہ در المختار

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱	سبحہ کا کوڑا پھینکانے کا حکم جلد میں درست نہیں ہے	۲	دبیاجہ از طرف مطبع
۱۱	باب المیاء یعنی پانیوں کے مسائل	۳	دبیاجہ از طرف مترجم ثانی
۹۸	پانی میں دو روہ کی مقدار کسی محل سے اخذ نہیں	۸	بیان معنیات و اتم
۹۰۶	فصل فی البیو یعنی کنوئوں کے مسائل	۱۲	مقدمہ تعریف اور موضوع اور عرض علم فقہ کے بیان میں
۱۱۰	معنی استحان	۱۵	بیان اسباب جہل و نسیان
۱۱۱	شب باشی کفار بہ سجدہ	۱۵	اسباب مورثہ حفظ
۱۱۳	باب التیمم یعنی تیمم کے احکام	۱۴	تحصیل علم کے احکام کنہ میں کس علم کا سیکھنا ہی اور سجدہ اور کمرہ کسا
۱۱۸	اگر بالکل گارا ہو تو تیمم کیسے کرنا چاہیے	۲۰	فضائل امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ
۱۲۸	باب المسح علی الخنجر یعنی دو نوں موزوں پر مسح کرنا کیا بیان	۲۹	ان علامتوں کا ذکر جس پر فتویٰ دیے کی وقت تک کو کار بند ہونا چاہیے
۱۳۸	باب الحیض یعنی حیض کے احکام و مسائل		در انتساب سبب مجتہد فقید
۱۴۴	اقسام استحاضہ	۳۲	کتاب الطہارۃ
۱۴۹	باب الانجاس یعنی نجاستوں اور ناپاکیوں کے بیان میں	۳۴	یعنی پاک صاف ہونیکے مسائل
۱۵۳	کوئے اور چیل کی مٹی سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا	۴۰	وضو کچھ اور تہیئت مقام میں مستحب ہے
۵۶	دھونے کے بعد بوسے نجاست کا رہنا مستحسن نہیں	۴۲	ارکان وضو
۱۵۷	طریق ہر طرح کے برتن دھونے کا	۵۲	جب ہاتھ ناپاک ہوں اور پانی نہ ملے کے تو کیا کرنا چاہیے
۱۵۸	فصل اس فصل میں استنجاء کے احکام ہیں	۵۳	چار چیزیں انبہائی سنت ہیں
۱۶۲	سکۃ عجیب	۵۷	وضو میں اکیس سنتیں ہیں
	کتاب الصلوٰۃ	۵۸	مستحبات وضو
۱۶۳	یعنی نماز کے احکام اور مسائل	۶۲	مقدار صلاۃ و مذبح و باب وزن
۱۷۶	تعداد اوقات مکروہ نماز	۶۲	نوافل وضو
۱۷۷	جن مکانات میں نماز مکروہ ہے	۸۵	مسائل غسل
۱۷۸	باب الاذان اذان کے بیان میں	۸۹	اقسام غسل
	اور اسی جگہ سے ابتدا ہو مترجم ثانی کے ترجمے کی	۹۰	جس صفت میں پڑھنا جائز ہو سکوفن کیا جائے
۱۸۱	انحضرت معلوم ہے سلاطین و اعداؤں کے احکام میں	۹۰	ترتیب وضع کتب
			تذکرہ نویس دست ہے

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۳۸	باب ۱۸ سرائے الفریضۃ یعنی جامعۃ فریض کے حاصل کرنے کا بیان	۱۸۶	مرد طہ الصلوۃ یعنی نماز کی شرطوں کا بیان
"	نماز کو توڑنا بھی حرام ہو تا ہے کبھی سبب کبھی سبب کبھی واجب	۱۹۸	سجدہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں
۳۳۲	باب قضاء الفرائض یعنی فوت شدہ نمازوں کے قضاء پڑھنے کا بیان	۱۹۹	یعنی کی تشریح
۳۳۸	باب سجود السهو یعنی سہو کے سجود کا بیان	۲۰۵	باب احادیث الصلوۃ یعنی نماز کی کیفیت کا بیان
۳۳۹	حکایت عجیبہ	۲۱۱	اجابات نماز
۳۴۵	باب صلوۃ المریض یعنی بیمار کی نماز کے احکام	۲۲۱	کب جانی کے دفع کی
۳۴۶	باوجود قدرت ٹھوڑے قیام کی بھی نماز پڑھنی چاہیے	۲۲۲	فصل اس فصل میں نماز کے ادا کرنے کا ذکر ہے
۳۴۹	باب سجود التلاوة یعنی سجدہ تلاوت کے احکام	۲۳۴	اس کے اندر کچھ باتوں میں عورت خالفہ ہی مرد سے
۳۵۸	باب صلوۃ المسافر یعنی نماز مسافر کے احکام	۲۴۲	وقات درود پڑھنے کے
۳۶۴	باب الجمعة یعنی جمعہ کے احکام	۲۴۸	فصل اس فصل میں قرات کے احکام ہیں
۳۶۳	دونوں خطبوں کے درمیان دعا مانگنی بدعت ہے	۲۵۴	باب الإمامۃ یعنی امامت کے مسائل
۳۸۳	باب العیدین یعنی دونوں عیدوں کے احکام	۲۶۰	کب چند شخص کسی امر شرعی یا عادی میں فراجم ہوں تو بدو
۳۹۱	باب الکسوف یعنی سورج گمن کی نماز کا ذکر	۲۶۶	اچھ کے کسی کو مقدم کیا جائے
۳۹۳	باب الاستسقاء یعنی طلب باران کے ذکر ہیں	۲۶۸	طہار کا نصف میں ذکر کیا جاوے
۳۹۵	باب الخسف یعنی نماز خف کے بیان ہیں	۲۶۸	باب الاستسقاء یعنی غلیفہ کرنے کے احکام
۳۹۶	باب صلوۃ الجنائز یعنی جنازے کی نماز اور اس کے لواحق کے ذکر ہیں	۲۸۶	باب تراویح صلوۃ متاخرۃ یعنی ان کو کہ بیان میں ہیں
۳۹۹	جن لوگوں سے سوال فیہ ہوگا	۲۸۶	فائدہ کرتے ہیں اور جو اسے اندر کردہ تحریری یا تہری ہیں
۴۰۲	ظاہر علامت مسلمان ہونے کی	۲۸۸	ن لوگوں پر سلام کرنا مکروہ ہے
۴۱۶	قبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اینٹیں نو تھیں	۲۸۸	ن لوگوں پر سلام کا جواب واجب نہیں
۴۲۴	باب الشہید یعنی شہید کے احکام	۲۹۱	شہادت اہل کتاب ہر چیز میں مکروہ نہیں
۴۲۸	باب الصلوۃ فی الکعبۃ یعنی کعبہ کے اندر نماز پڑھنے کی کیفیت	۲۹۴	فائدہ نماز کے فاسد ہونے کا قرات کی غلطی سے
	کتاب الزکوۃ	۳۰۶	احکام مساجد
۴۲۹	یعنی احکام زکوۃ کے بیان ہیں	۳۰۹	باب الزکوۃ النوافل نماز توہر و نوافل کے بیان ہیں
۴۳۱	شوہر پر ہر موبل مانع زکوۃ نہیں	۳۱۲	باج چیزوں میں امام کا اتباع چاہئے اور چار میں نہیں
۴۳۲	باب الساعۃ یعنی چاندی اور دھاتوں کی زکوۃ کے بیان ہیں	۳۱۶	نماز تہجد کی کیفیت ہیں
		"	صلوۃ تہجد کی کیفیت شرح دار
		۳۲۰	مسائل ثمانیہ
		۳۴۳	نماز کا بیان

[illegible]

طبع می نشی که شوق بین طبع این ع



بسم الله الرحمن الرحيم

ویباچہ از طرف مطبع اودھ اخبار

الحمد لله والمنة کبریه اور ترجمہ در مختار حبیبو عالم الہنی فاضل لبو عی مولوی خرم علی صاحب مرحوم نے طحاوی اور حاشیہ مدنی کے ترجمہ کیا تھا لیکن حکم قادر مختار سے کسی کو چارہ نہیں منظور آئی نہ تھا کہ ترجمہ اتمام کو پہنچا تھا نہ وقفہ ایک مہینہ کہ مولوی صاحب نے انتقال اور ترجمہ اتمام پڑا اور تارے مولوی صاحب مرحوم اس مطبع سے خواستگار ہوئے کہ اس ناتمام ترجمہ کا حق تصنیف پہنچا دیں لیکن جو بے غیر مکمل ہوئے ترجمہ مذکور کے یہ تجویز ملتوی رہی الا اس زمانہ میں جناب اکل الفضل افضل اعلیٰ حاجی مولوی محمد حسن صاحب صدیقی ناتاوی مدرس اول بریلی کالج نے معرفت مولوی حاجی الہیار خان صاحب تاجر کتب ملی روہیلکھنڈ کے حق تصنیف خرید کیا اور اپنی سعی و مہنہ اور کوشش تبلیغ سے موقع مناسب جہاں ضرورت تکمیل کی تھی درست فرمایا اور حسن اہتمام اور اشعار سے بہ اعانت جناب مستطاب علی القاب حاجی اکرمین الشرفین نواب محمد کلب علی خان صاحب بہادر فرمان فرما کے طبع آباد ہوئی اس پر سرور حلیہ طبع سے آراستہ و پیراستہ کیا با آنکہ بوجہ عجلت جیسا اہتمام حسب مرضی اور پسند خاطر مبارک مدوح چاہئے تھا عمدہ کاغذ اور طبع کا نہیں ہوا مگر تاہم یہ نسخہ نہایت صحیح چھپا اور قدردانی شاکقان اور برکت اعانت خدام فلک بارگاہ نواب صاحب بہادر مختتم الیہ سے استفادہ جلد فروخت ہو کہ مقامات دور و نزدیک سے اسکی خواستگاری اور تلاش ہوئی جب تجارت کے کاروبار میں اطراف و اکناف سے اس عمدہ ترجمہ کی طلب خواہش ہوئی تو معرفت مولوی حاجی الہیار خان صاحب تاجر کتب متذکرہ بالا کے اس مطبع نے پیشکش فرمایا و معاوضہ لائق کے ساتھ حق تصنیف اس ترجمہ کا خرید کیا۔ امید ہے کہ جب نیاز الوجود ترجمہ اس مطبع سے شائع ہوگا تو صفائی چھاپہ اور عمدگی طبع سے خریداران بخیر و دل ہاتھوں ہاتھ لینگے اور نوبت مکرر ترجمہ کر طبع کی عنایت یزدی سے بروئے کار آئے گی انشاء اللہ تعالیٰ

الجد خاکسار نول کشور عینی عنہ مالک مطبع اودھ اخبار



دیباچہ از طرف مترجم شامی

الحمد لله رب العالمین اتمن الحمد علی کل حال والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا و مولانا محمد بن عبد اللہ و علی آلہ و صحابہ فرج الشرف والکمال و علی من تبعہم باحسان الی یوم الزحف و الزوال بعد صلوة کے احقر العباد محمد اس صدیقی ناما توئی عرض کرتا ہوں کہ کتاب در المختار شرح تنویر الابصار فقہ امام عظیم ابو حنیفہ کو فی رحمۃ اللہ کی جگہ مذہب ہندوستان میں مروج کی اس فن میں نہایت معتبر اس زمانہ کے سب علما اس بات پر متفق ہیں کہ جس طرح کی تصحیح مسائل اور تصحیح دلائل اس کتاب کے مؤلف محمد علاؤ الدین جسکفی علیہ الرحمۃ نے کی ہو دوسری کتابوں میں نہیں پائی جاتی تھے کہ یہ کتاب باوجود فتادی ہونے کے ہمارے مذہب ٹھہر گئی اور سب علمائے اسکی روایات کو مستند جانا اور اسید جو سے بڑے بڑے عالم مثل علامہ جلی اور علامہ طحاوی اور شیخ رحمٰنی اور محمد عابد سندی مدنی اور ابن عابد بن شامی وغیرہم نے اس کتاب پر حواشی لکھے فتاویٰ میں سے اور کوئی اس طرح کا نہیں جیسے اس قدر حاشیہ اول سے آخر تک ہوں یا اسکے مسائل مثل تنویر کے تصور ہوں اس کتاب جلیل الشان کو مولوی خرم علی صاحب رحمہم بلہوری نے حسب فرمائش نواب صاحب بہادر سرور والی باندہ ۱۲۷۵ھ ہجری میں کتاب نکاح سے اردو میں ترجمہ کرنا شروع کیا متواتر تیرہ برس ترجمہ کر کے جب ۱۲۸۵ھ ہجری میں آخر کتاب تک پہنچا دیا پھر خرم ۱۲۸۶ھ ہجری تک کتاب کچھ کا ترجمہ پورا کر کے شروع کتاب سے باب الاذان تک لکھنے پائے تھے کہ یکایک ہر گراے عالم بچا ہوئے اس عاجز نے بنظر فراہ عام ترجمہ مذکورہ کو مندرجہ موصوم کے ورثے لیکر حنفی رہ گیا تھا اسکی تکمیل اسی طرح پر کر کے قصد حقیقہ کرنے کا کیا اور از انجاکہ خود اس قدر مایہ نرکھتا تھا کہ تنہا اسکا مستقل ہوا لہذا چند احباب کو اس میں شریک کیا ایک جلد بھی اسکی چھپنے نہ پائی تھی کہ بعض شرکاء حوادث آسمانی کے باعث شکر سے دست بردار ہوئے اسوقت جو کیفیت میرے دل پر گذرتی تھی اسکو خلا ہی جانتا ہوں دن بجز التجا اور تضرع کے جناب باری میں دوسرا کار نہ تھا اسی عرصہ میں ایک اشتہار اسکے طبع کا نشر کیا کہ شاید اس سے طبع میں کچھ مدد ملے قدرت قادر مطلق کو دیکھئے کہ جب اشتہار مذکور جناب سبط علی القاب اعظم الامراء امیر غلامانہ

ذوہ شہادت و جمالت نقطہ دائرہ امارت و ایالت مؤید مہم سیاست و عدالت مقوی ارکان اہمت و بسالت حامی دین تین ناصر مل یقین لمجاہ العلماء
 ملاذ الفضل ممد قواہد خیر و سخا مفسر قوانین علم و ہدیہ طبعیت قطرہ از لطف اود سرمایہ دریا دکان پر تو سے از راہی او پیرایہ خورشید و ماہ یقینی
 جناب نواب محمد کلب علی خان صاحب بہادر والی لاہور دامت دولۃ خلد انعم و طالت مدتی نشر آثار الکرم کے مسلمان
 فیض شہدائے مشرف ہو اتوا حق کے حاضر ہوئے کا حکم دیا کمترین اسکو تائید عیسیٰ جانکر تہمیل ارشاد شرف ملازمت سے مشرف ہوا بحال قدر دانی
 حال اس کتاب کے طبع کا استفسار فرمایا جانے سے کیفیت مفصل عرض کی اسوقت ارشاد ہوا کہ تم خاطر جمع رکھو کہ اسکے تکمیل کی صورت مابولت
 فرمائیں گے چنانچہ دوسرے ہی روز حیدر کی کمی کہ عاجز نے عرض کی تھی اسکی وہانید کا ارشاد فرمایا غرض کہ صرف ادنیٰ توجہ جناب مدد مرح سے یہ کتاب
 انجام کو پہونچی اس کتاب کا مختار تباہی بس ہے کہ اسکا دیباچہ ایسے امیر کسب کے نام سے فرمیں ہوا کہ یہ کار ساز حقیقی نے یہ محبت جاودانی جناب مہم ایم کے
 واسطے مقرر فرمائی طبعیت ابن سعادت بزور بازو نیست تانا بخشد خدای بخشنده یہ کمترین اسکے شکر میں بجز اسکے کہ صدق دل سے
 دعا کرے اور کیا کر سکتا ہے طبعیت از دست فقیر نے نوانا دیج جز انکہ بصدق دل دعائی کہند اللہم وفقہ لما تحت وترضی
 واعطہ سؤلہ فی الدنیا واجعل سددہ ملتزم اهل النبی و آخرتہ خیرا من کلا ولی یجزمینہ سیدنا محمد المصطفیٰ والہ لمجتبی
 اب چند باتیں معلق اس ترجمہ کے عرض کرتا ہوں اول یہ کہ چونکہ مترجم اول کو مہلت سب کتاب کے پورا کرنے کی بھی ملی اسلئے اس ترجمہ کا
 نزکوئی دیباچہ لکھنے پائے اور زمانہ رکھنے پائے اور از انجا کہ مترجم مرحوم نے ترجمہ کا شروع ۱۲۷۲ھ ہجری میں کیا اور ۱۲۸۲ھ تک سلسلہ ترجمہ کا
 جاری رہا اس لحاظ سے میں نے اسکا نام تاریخی غایتہ الاوطار رکھا جس میں ۱۲۷۲ھ ہجری تک تھے ہیں جو ۱۲۸۲ھ اور ۱۲۸۲ھ کا درمیانی سال ہے
 عجیب نہیں کہ مترجم کی روح کو اس نام سے تازگی ہو دو م یہ کہ عبارت درختار اور تنویر الابصار کی بخط نسخ لکھوائی گئی اور میں نے
 سیاہی کا کھینچ دیا گیا شہوم یہ کہ عبارت نسخ عنوانوں کی جو تلم جلی سے لکھی گئی ہے وہ متن کی عبارت ہی ہاں شاج نے جو فروع ہر باب کے
 آخر میں لکھے ہیں تو لفظ فروع کو بھی قلم جلی سے لکھا ہے اور اس کے بعد ترجمہ میں لکھ دیا ہے کہ یہ مسائل جزئیہ شاج نے اضافہ کئے ہیں اسی طرح
 لفظ فائدہ جو کلام شاج میں کہیں آیا ہے اسکو بھی جلی لکھا ہے اور اگر عبارت عنوان کی قلم جلی سے نہیں لکھی گئی تو مقدار متن پر لکیر کر دی گئی ہے
 چہاں ہم یہ کہ مترجم اول نے جہاں کہیں اقوال مشیدوں کے نقل کئے تھے تو ان کے شروع میں یہ جملہ لکھا تھا مترجم کتاب میں نے اس جملہ کی جگہ
 صرف یہ قلم سے لکھا وادی البتہ ہر جلد کے شروع میں ایک دو جگہ وہ جگہ بھی لکھ دیا ہے تاکہ ناظرین جان جائیں کہ یہ قلم جلی مختصر جملہ کو رکھا ہے
 یہ کہ ترجمہ میں مترجم مرحوم نے اکثر جگہ فرو گذاشت کر دی تھیں اور حاشیہ پر لکھ دیا تھا کہ اس عبارت کا ترجمہ بعد تامل لکھا جاوے گا انکو اس عاجز نے
 پورا کر دیا اور جس وجہ سے انہیں تامل تھا کتب متداولہ کے دیکھنے سے اسکو صاف کر دیا ششم یہ کہ بعض جا عبارت درختار کی بالکل فرو گذاشت
 ہو گئی تھی یا تو سہو سے رہ گئی ہو یا جس نسخہ سے مترجم نے ترجمہ کیا تھا انہیں نو بہر حال میں نے مقابلہ کے وقت ایسی عبارتوں کو داخل ترجمہ کر دیا ہے
 ششم یہ کہ نظر ثانی و تدارو قی مترجم سے نمونے پائی اسوجہ سے بعض جا خود ترجمہ غلط ہو گیا تھا ایسے مقامات کو اکثر میں نے بدل دیا ہے اور بہا
 نہیں بدلا وہاں حاشیہ پر اشارہ کر دیا ہے کہ مترجم اول سے اس جگہ تسامح ہوا ششم یہ کہ مترجم موصوف نے اکثر جا محاورہ اردو کے
 لحاظ سے تذکیر و تانیث میں غلطی کی تھی اور کہیں الفاظ غیر مانوس داخل ترجمہ کر دئے تھے ان سب کو میں نے حال کے بول چال کے موافق صحیح کر دیا ہے
 ششم یہ کہ انشاء ترجمہ میں جو عبارت عربی کی یا الفاظ مشکل نظر آئے ان کے معانی حاشیہ پر یا لفظوں کے نیچے لکھ دئے ہیں
 و ششم یہ کہ انشاء ترجمہ میں کوئی آیت قرآنی یا کوئی دعا یا خط نسخ آگئی ہے تو اس کے دونوں طرف خط مقوس کھینچ دیا ہے اس طرح (۲) تاکہ

اور اس کے عبارت و درختار کی نیچے پانچ سو ^{۱۱} قسم یہ کہ ہم دونوں مترجموں نے اس بات کا التزام کیا ہے کہ عبارت اردو کا محاورہ بھی سمجھنا چاہئے پائے
 اور فی الوسع الفاظ عربی کی رعایت بھی ملحوظ رہے اسی جہت سے بیشتر تقدیم و تاخیر کرنی پڑی ہے مثلاً شارح نے مبتدا اور خبر ماضی فعل اور فاعل کچھ بیان میں
 لائی قید پڑھا دی تو ہم نے ترجمہ میں اول پورے جملہ کا ترجمہ کیا ہے اس کے بعد شارح کی تفسیر کو بیان کیا ہے اور جس مقام پر ایک مبتدا کی کئی خبریں
 یا ایک شرط کی کئی خبریں واقع ہوئی ہیں تو ان مقاموں میں ترجمہ کے اندر لفظ مبتدا یا شرط کو فہم مطلب کے لئے مکرر لکھا ہے اسی طرح مقدر
 اور محذوفات کو اکثر ترجمہ میں ظاہر کر دیا ہے جسے کہ ضمیروں کی جگہ کے مرجع لکھ دے ہیں تاکہ عبارت کا مطلب بخوبی سمجھ میں آوے اور
 کسی طرح کی گھٹک مسئلہ میں باقی ترجمے یا دوسرے دو اور ^{۱۲} قسم یہ کہ حواشی کی پوری عبارت کا ترجمہ ہم نے نہیں کیا بلکہ اتنی باتوں کا لحاظ رکھا ہے
 ۱۱ توضیح مطلب مسئلہ ۲ ترکیب نحوی اور اشتقاق کلمات اگر شکل ہو تو شارح کا تسلیح معجب و آفرین ہوا ہوا ہم کسی بیان کی تفصیل جس کو شارح نے
 نقل بیان کیا ہے ۵ جن مسائل کا حوالہ شارح نے دوسری کتابوں پر کیا ہے ان کا نقل کرنا بشرطیکہ کہ فی خاص فائدہ اس لئے متعلق تصور کیا ہے کہ اگر
 شارح نے کسی مسئلہ میں قول ضعیف لکھ دیا ہے تو اس میں روایت قوی کتب موجود ہے ۶ جس جگہ شارح نے لکھ دیا ہے کہ اس مسئلہ کا حکم میں نے
 نہیں دیکھا اس کی تصریح کتابوں سے ۷ تطبیق شارح کے قول میں اگر بیضا ہر مختلف علوم ہوئے ۸ عنوان باب کے مناسب کوئی مسئلہ ضروری
 جو حواشی میں نظر پڑا ۹ دلیل مسائل کی کتاب اور سنت اور اصول سے خواہ دلیل عقلی ۱۱ اختلاف نسخوں کا ذکر ۱۲ جس مسئلہ کو شارح نے اصح
 اور اصح لکھا ہے اس کا مقابل نقل کیا ہے اور اس کی صحت یا مرجع ہونے میں فقہاء کے قول نقل کئے ہیں ^{۱۳} نیز وہ ہم یہ کہ کہیں کہیں ایسا بھی ہوا ہے کہ
 حواشی میں ایک عبارت دوسرے مقام کے نتیجے لکھی ہوئی تھی اور ہم نے اس کو اور مقام پر ترجمہ کرنا مناسب جانا اس لئے ہم نے یہ التزام نہیں کیا کہ ہر قول کا
 حاشیہ ہمیں کے ذیل میں رہے دوسری جگہ نہ چھپا رہے ہم یہ کہ اتنا سے ترجمہ میں اگر کوئی قید ہم نے زیادہ کی ہے تو جس کتاب میں وہ قید
 نظر آئی ہے اس کا حوالہ اتنا سے ترجمہ میں کر دیا ہے مثلاً اگر بحر الرانی سے نقل کیا تو اس قید کے بعد کذا فی البحر لکھ کر باقی عبارت کا ترجمہ کیا ہے
 یا نزد ^{۱۴} قسم یہ کہ جس حاشیہ سے ہم نے نقل کیا ہے آخر کو اس کا نام اور حوالہ کر دیا ہے جیسے کذا فی انشامی یا قالہ انشامی اور کذا فی المطاوع
 اور ان محبتوں نے جن کتابوں سے نقل کیا ہے بعض جاں کا بھی حوالہ کر دیا ہے مثلاً کذا فی انشامی عن کلمی اور کہیں صرف ان کتابوں کے نام پر
 اکتفا کیا ہے مثلاً کذا فی المعنی اور کذا فی السدایہ شارح ^{۱۵} قسم یہ کہ عبارت حاشیہ کی اگر ہم نے طویل دیکھی ہے تو اس میں سے بقدر اپنے التزام
 لکھ کر حوالے کے بعد مختصر لکھ دیا ہے اور کسی جگہ اور قسم کا تصرف بھی کرنا پڑا ہے تو وہ ان حوالے کے بعد تصرف یا مقتطع پڑھا دیا ہے اور بعض جاں کا بھی
 ہوا ہے کہ صورت مسئلہ یا تحقیق کو سوائے حواشی کے اور کتابوں میں پایا ہے تو وہ ان کتابوں کا نام لکھ دیا ہے مفقود ^{۱۶} قسم یہ کہ بعض موضع میں
 جن کتابوں سے محبتوں نے کوئی مضمون لیا ہے ہم نے بدون رجوع اصل کتاب کے بتبعیت محبتوں کے حوالہ لکھا ہے ^{۱۷} قسم یہ کہ جس
 عبارت میں شارح کی کوئی مضمون محبتوں نے بیان کیا ہے اس کا ترجمہ ہم نے ان لفظوں کے لحاظ سے کیا ہے جن کو محبتوں نے تصحیح فرار دیا ہے اور
 جماعاً اس کی تصریح بھی کر دی ہے کہ لفظ غلط کو چھوڑ کر ہم نے صحیح لفظ کا ترجمہ کیا ہے ^{۱۸} قسم یہ کہ مترجم اول نے اکثر اقوال حاشیہ
 مطحاوی اور مدنی سے لئے ہیں اگر کسی جگہ سہو کا تب سے حوالہ دیا گیا ہو تو نظر میں جان لیں کہ یہ مسئلہ انھیں دو حاشیوں میں سے کسی میں
 ہو گیا اور ترجمہ ثانی ترجمہ کے وقت اکثر پیش نظر حاشیہ شامی رکھتا تھا تو میرے ترجمہ میں جس جاں الہیہ شامی ہو اس کو قول شامی کا تصور میں
 اکثر حکم ایسی ہیں جہاں ہم نے اپنی طرف سے کچھ لکھا ہوا اور جس جگہ لکھا ہے حیات عبارت با و از بلند کہ رہا ہے یہ جاری بحث ہے نہ محبتوں کا
 قول ^{۱۹} قسم یہ کہ بعض جاں کا بھی ہوا ہے کہ ایک تقریر کو شامی نے اور طرح لکھا ہے اور مطحاوی نے دوسری طرح تو میں نے اس تقریر کا

ترجمہ الہی طبع کیا ہو کہ دونوں حاشیوں کی تحریر کو شامل ہو اور ایسی جگہ حوالہ میں دونوں کتابوں کا نام لکھ دیا ہو اور اس طرح جو سنا
دونوں میں یکساں نظر آیا ہو اس کے حوالہ میں بھی دونوں کا نام مندرج کر دیا ہو **بست و یکم** یہ کہ جو مسائل مفید اور فوائد
عجیب کتاب میں نظر پڑے ہوں ان کا اشارہ حاشیہ پر **لکھ کر دیا ہو** اور نیز ایسے مسائل کو فہرست میں بھی لکھ دیا ہو تاکہ ناظر
ان کی تلاش میں وقت نہ بربست **دوم** یہ کہ اس کتاب کی تکمیل میں مجھ کو میرے بڑے بھائی جناب مستطاب علی القابچہ لانا مولو
محرم مظهر صاحب نے بہت سی مدد دی اللہ تعالیٰ ان کی اور میری سچی کو مشکور فرماوے **بست و سوم** یہ کہ حتی التبع تصحیح کتاب
اور تصحیح مسائل میں میں نے بہت جان فشانی کی ہے اور با اہتمام اپنی قلت بضاعت کا معترف ہوں اگر کسی جگہ غلطی ہوتی ہو
ناظرین عالی حسم سے راجی کرم ہوں **بدیت** تنازعہ برائے فضل خویش + بدر بونہ آورن ام دست پیش + اور ان
تعالیٰ سے توقع رکھتا ہوں کہ جیسے اُسے اہل کتاب کو عرب و عجم کے باشندوں میں مقبول اور مختار فرمایا ایسے ہی اس ترجمہ کو پس
اربابین اور اصحاب یقین فرمائے اور ہمارے لئے اس کو باقیات صالحات میں کرے

مَرْبَابًا تَقْبَلُ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ فَأَخَذَ عُونَانِ الْحَمْدِ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَى خَيْرِ خَلْقِهِ مُحَمَّدٍ
وَالِهِ وَرَضَا بِهِ وَأَشْيَاءَهُ وَحَبَّيْهِ أَجْمَعِينَ إِلَى يَوْمِ الدِّينِ آمِينَ ۝





بسم الله الرحمن الرحيم

شروع کرتا ہوں میں اللہ تعالیٰ کے نام پاک سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

ترجمہ کہتا ہوں شارج نے در المختار کو شروع تبسم کیا یا تابع کلام مجید و نبو اے حدیث شہور کہ جو امرویشان شروع بسم اللہ الرحمن الرحیم نمودہ اتر اور نے برکت و جحد لک یا من شریعت صد و نیا انواع الہدایہ سابقاً ہم تیری ستایش کرتے ہیں اودہ ذات مقدس کہ تو نے ہمارے سینوں کو اول کثا و ازیالہ طرح کی ہدایت سے و نوریت بصائرنا بنور الابرار کا حقاً اور بعد اسکے ہمارے باطن کی بنیادوں کو نورانی کر دیا طاہر کی انجمن روشن کر کے و افضت علینا من اشعة قمرہ علیک المطہرۃ بخار ائفا اور تو نے اپنی پاک شریعت کی شاعون سے ہر صاف غیر مکدر دریا ہلادیا و اعدفت لک دنیا من بحار منحک الموفورۃ منہ ائفا اور تو نے اپنی بخشش کے بہت بھرے دریاؤں سے ہمارے نزدیک نہر عالیقدر کو بکثرت روان کر دیا ہم شارج نے حمد الہی میں براعت استدلال کے کتب فقہ کو ذکر کیا یعنی ہدایہ اور تنویر الابصار جو متن در المختار کا اور بحر الرائق اور بحر الفائق جو کثر الدقائق کی شرحین ہیں اور منہ الغفار شرح تنویر الابصار ہاتن کی شرح باحکام اگر انکے معانی لغویہ نظر کیجئے تو بھی مطلب صحیح و چنانچہ ترجمہ میں مذکور ہو چکا اور اگر کتاب میں مراد لیجئے تو بھی مدعا درست ہو کہ اُن سے خلق اللہ کو ہر ا فیض حاصل ہوا تو اس نعمت کا شکرو واجب ہو گیا و اقممت نعمتک علینا حیث کسرت ابتداء تبییض ہذا الشرح المختصر تجا و وجہ منہم الذمیر والدرا اور تو نے اپنا احسان پورا کیا ہر اس واسطے کہ اس شرح مختصر کی ابتداء تبییض تو نے آسان کر دی ذات مقدس منبع شریعت اور درر کے سامنے یہی مدینہ طیبہ و مدینہ مطہرہ کے سامنے شارج نے در المختار کو مسودے سے صاف کرنا شروع کیا ہم عرف مولفین میں تبییض اس سے عبارت ہو کہ کتاب محمد مر قوم ہو غیر محسور لکھنے کے بعد غالباً اور در یعنی متون سے مراد احکام فقہیہ میں اور اسمین اشارہ ہو اس کتاب کا جسکا نام درر کی کئی اخطاوی و صحیحہ الجلیلیں ابی لکھ دعوہ اور رسول کریم کے دو ساتھ لیئے واسطے جلیل القدر کے سامنے یعنی ابی بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما بعد الاذین منہ صلی اللہ علیہ وسلم در المختار کی تبییض شریعت ہوئی رسول کریم کے اذن کے بعد حق تعالیٰ اس ذات مقدس پر رحمت خاص نازل کرے اور سلام ہم در المختار کی منقبت میں اس قدر کافی ہو کہ باذن نبوی مولف ہوئی اور یہ کتاب لائق ہو روح کے اس واسطے کہ اہل مذہب سے اس طرح کی کتاب نہیں ہوئی بعض مصنفین نقل خلاف و اقوال پر ہیں ہیں اور قول ضعیف کو قول قوی سے ممتاز نہیں کرتے اور بعض اقوال اہل مذہب و رائے مخالفین کے استدلال پر مائل ہیں اور بعضوں نے عبارت میں کمال بسط کر دیا کہ افراط تک فہم ہو چکی اور اس کتاب میں شارج علامہ نے اختصار غیر مخل کا اثر کتاب کیا اور اقوال معتدہ کا التزام کیا یا تو ایک ہی قول پر اختصار کیا یا ایک دو قول پر جو دونوں صحیح ہیں اور کثرت استدلال سے اسمین تعرض نہیں کیا کیونکہ مقلد پر دلیل کا مطالب نہیں اس واسطے کہ دلیل قائم کرنا عہدہ کا کام ہے اور اس طرح

حکمت کو تفسیر علم فرمایا ہے جو فقہ کا علم ہے۔ وَخَيْرُ عُلُومٍ عَلَّمَ فَقِيهٌ لَّانَّهُ بِكَوْنِهِ اِلَى كُلِّ الْمَعَالِي تَوْسِلَةً ۖ فَانَّ فِقْهًا وَاحِدًا مُمْتَرِعًا ۖ
 عَلَى الْفَذَى زَيْدًا تَفْضِيلًا وَاعْتِلًا ۖ اور اسی جگہ سے کسی نے کہا ہے علم میں دو سب علموں سے بہتر فقہ کا علم ہے اسلئے کہ وہ سب بات عالیہ کی طرف سیلہ ہوتا ہے کیونکہ ایک
 فقہ سے ہزار ہا دہوں بزرگ اور عالیقدر ہوتا ہے اور یہ کہ فقہ ان زائدین سے افضل ہے جو فقہ کو نہیں جانتے ہیں وَهَذَا مَا اخَذَ اَن تَحَاقِلَ لِلْهَامِ مُحَمَّدٌ ۖ
 تَفَقَّهُ فَاَنَّ الْعَقْدَ الْفَضْلُ قَائِدٌ ۖ اِلَى الْبِرِّ وَالْتَقْوَى وَاعْدَلُ قَاصِدٌ ۖ وَكُنْ مُسْتَفِيدًا كُلَّ يَوْمٍ زِيَادَةً مِّنَ الْفِقْهِ وَاسْتَبْهِمْ فِي تَجْوِيزِ الْقَوَائِدِ ۖ
 فَانَّ فِقْهًا وَاحِدًا مُمْتَرِعًا ۖ اسْتَدَّ عَلَى الشَّيْطَانِ مِّنَ الْاَلْفِ عَابِدًا ۖ اور وہ دونوں شہرین جو گزشتہ میں اس نظم آئندہ سے جو امام محمد کی طرف منسوب ہے
 وہ یہ کہ فقہ کو سیکھ اسلئے کہ فقہ افضل کھینچنے والا ہے نہ کسی اور بزرگاری کی طرف اور عندل ترزویہ مقصد ہی یعنی اعدل طریق مقرب مقصود ہے اور وہ تو ہر روز حال کر یہ
 زیادتی کا فقہ سے اور تیرا کروائد کے دریاؤں میں اس واسطے کہ ایک فقہ سے سخت تر شیطان پر نیرار عابد سے ہم نظم سابق اور نظم امام محمد کا اس حدیث مرفوع سے مانو کہ
 عَنْ اَبِي سَلَمَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا بَكْرٍ الصِّدِّيقِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُولُ ۖ وَاحِدٌ اَشَدَّ عَلَى الشَّيْطَانِ مِّنَ الْاَلْفِ عَابِدٍ ۖ اَخْرَجَهُ التِّرْمِذِيُّ ۖ چنانچہ اسکا ترجمہ مقرب کور ہو چکا وہ کہ
 عَلَيَّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَا الْفَضْلُ اِلَّا مَلْجَأُ الْعِلْمِ اَنْتَهُمْ ۖ عَلَيَّ الْهَدْيُ لَيْسَ اَسْتَفِيدَ اِلَّا دَلَاوَةً ۖ اور علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے کلام سے یہ نظم ہو کہ بزرگی
 نہیں مگر اہل علم کی واسطے کیونکہ وہ ہدایت پر ہیں اور طالب ہدایت کے رہا ہیں وَوَرْنُ كُلِّ اَمْرٍ مَا كَانَ يُحْسِنُهُ ۖ وَالْجَاهِلُونَ لَا هَلَّ الْعِلْمُ اَعْدَاؤُهُ ۖ
 اور وزن یعنی قدر اور خوبی ہر مرد کی ملوث اسکی خوب کرداری کے ہے اور جہاں لوگ اہل علم کے دشمن ہیں ہم تو صلح کی قدر اسکی حسن صنعت کی مقدار پر ہے اور جسے
 علوم آداب خوب سیکھے تو اسکی قدر انھیں کی مقدار پر ہوگی اور جسے علم فقہ کا خوب حاصل کیا تو اسکی قدر عظیم ہوگی بسبب عظمت فقہ کے لاجل جو شخص کسی چیز کو
 خوب حاصل کر گیا تو اسکا مرتبہ اسکی مقدار پر ہوگا لہذا فی الخطاوی فَمَنْ يَعْلَمُ وَلَا يَتَحَدَّثُ بِهِ اَبَدًا ۖ اِنَّ النَّاسَ مَوْتٌ ۖ وَاهْلُ الْعِلْمِ اَحْيَاءُ ۖ ہر روز گار و ظفر باب ہر علم کے
 سبب سے اور علم سے جاہل نہ رہو ہمیشہ یعنی اسباب جاہل سے اجتناب کیونکہ وہی مروے ہیں و علم و اندے ہیں ہم معنی جاہل مردوں کے اند میں لائق شمار تھے
 نہیں اور گئے کچھ فائدہ نہیں اور اہل علم زندہ ہیں یعنی انکی زندگی سے انکو اور لوگوں کو فائدہ حاصل ہوتا ہے تو علماء دین کا وجود رحمت و نور ہے کیونکہ وہ وارث ہیں
 انبیاء علیہم السلام کے اور جملہ جمالت کے اسباب جاہل اور نسیان کا ارتکاب ہے چنانچہ جمالت کا بڑا سبب جاہل ہے اور کمالی ہدایت کی کثرت بلغم کی
 ہوتی ہے بہت پانی پینے سے اور پانی بہت پینا موتا ہے بہت کھانے سے تو مبداء فساد کثرت اکل مضر اور تغلیل اکل کا طریقہ یہ کہ کثرت اکل کے منافع کو آدمی غور کرے
 اور اجمال ایک فائدہ یہ کہ آدمی تندرست رہتا ہے اور زیادہ کھانا لاگراں تن اور اکثر بیمار ہو جاتا ہے اور یہ کھانے والا حقیقتاً ہی کو ناپسند ہے اور دوسرا فائدہ قلت
 اکل کا یہ ہے کہ کھانے میں غیر کو مقدم رکھنا اور بہت کھانے والے کو دوسرے کھانا دینا و شوار ہوتا ہے اور منجملہ اسباب نسیان کے معاصی اور کثرت نوب ہے اور امور
 دنیا کی تشویشات و کثرت اشتغال و زیادتی علاق کے دوسرا دھنیا کھانا اور مصلوب کو دیکھنا اور التواح قبول کو پڑھنا اور اونٹوں کی قطار میں چلنا اور زندہ جو
 زمین پر لٹا اور گدی پر بچھنے لگانا اور منجملہ اسباب مورثہ حفظ و حافظہ کوشش کرنا ہے اور ہمیشہ اگر وہ کھنا اور کھانا اور تہجد کی نماز پڑھنا اور قرآن کو دیکھنا پڑھنا اور بہت
 درد پڑھنا اور شہد کا پینا اور کندر کو شکر کے ساتھ کھانا اور کس مونیہ سے کھانا نہ کھانا اور جو چیز بلغم اور طویبات کو کم کرے وہ حفظ کرنا زیادہ بخیر ہے مگر کرنا
 چاہئے کہ طالب علم کو علم نہیں آتا اور نہ اس سے فائدہ حاصل ہوتا ہے جب تک کہ علم کی اور اہل علم کی اور استاد کی تعظیم اور توقیر نہ کرے اس واسطے کہ کوئی کمال نہیں
 پہونچا مگر حرمت کرنے سے اور کوئی نے نصیب نہیں ہا مگر ترک حرمت سے علی مرتضیٰ نے فرمایا کہ میں اسکا غلام ہوں جسے مجھ کو ایک حرف بتایا چاہے بیچ لے لیا چاہے
 آزاد کرے ہا رن شہداء و شہداء نے فرزند کو آدمی کے پاس بھیجا تاکہ وہ علم اور ادب سیکھے تو پادشاہ نے لیکر دیکھا کہ آدمی غلام ہے اس نے فرمایا ہوا بانی التاب تو پادشاہ نے
 اس پر عتاب کیا اس امر میں اور کہا کہ میں نے اسکو اس واسطے بھیجا ہے کہ آپ اسکو علم اور ادب سکھائیے آئے اس سے یوں کیوں نفرمایا کہ ایک ہاتھ سے بانی دے
 اور دوسرا ہاتھ سے آپکا پاؤں ہو و اور منجملہ تعظیم علم کے کتاب کی تعظیم ہے تو طالب علم کو لائق ہے کہ کتاب کو ہاتھ نہ لگا دے بدوین طہارت کے منسل لاندہ

بہت پانی پینے سے اور پانی بہت پینا موتا ہے بہت کھانے سے تو مبداء فساد کثرت اکل مضر اور تغلیل اکل کا طریقہ یہ کہ کثرت اکل کے منافع کو آدمی غور کرے

نہیں ہو کہ جو کہ میں جتنی مذہب ہوں اسکی مغفرت ہو جائے کذا فی الخطاوی مختصراً وقیل لابی حنیفہ بمر بلغت ما بلغت قال ما تجلت بالآ فادۃ و ما
استنفلت لا شقاقاً اور امام ابو حنیفہ سے کہا گیا کہ کس چیز سے تم اس مرتبہ کو پہنچے کہ کہ میں نے نکل نہیں کیا غیر کے بتانے سے اور نہ عار کی سیکھنے سے ہم امام
کسی نے ایک بار پوچھا کہ یہ علم کیونکر حاصل ہوا جواب یکا محنت اور شکر گذاری سے حاصل ہوا جب میں نے کسی حکمت اور فقہ کو سیکھا تو میں نے کہا الحمد للہ یعنی خدا کا
شکر ہے جس نے مجھ کو اس نعم کی توفیق دی تو میرا علم اس محنت و شکر گذاری سے بڑھتا گیا یعنی اس واسطے کہ شکر فرمنا نعمت کا باعث ہو قال مسعر بن کدیم من
جہل ابی حنیفہ بنیدہ و بین اللہ رجوت ان لا یخاف اور مسعر بن کدیم نے کہا کہ جو امام ابو حنیفہ کو درمیان اپنے اور درمیان حق تعالیٰ کے کرے یعنی
انکو وسیلہ کرے اور انکے مذہب پر چلے میں امید رکھتا ہوں کہ اسکو کچھ خوف نہ ہو قال فیہ صحیحہ من الخبوات ما اعد دتہ یوم القیۃ فی رضی الرحمن
وین الیہ یحییٰ خیر الوری = نعمۃ اعتقادہ من ہب النعمان اور مسعر بن کدیم نے امام کی مدح میں کہا کفایت کرتی ہے مجھ کو قیامت کے دن کیونکہ جو چیز
جو میں نے طیار کر رکھی ہے رحمن کی رضا مندی میں سو وہ چیزیں ہی ہیں مجھ کا جو تمام خلق سے بہتر ہیں پھر بعد اسکے میرا اعتقاد نعمان کے مذہب کا یعنی ابو حنیفہ ہم
مقدمہ غزوی میں یہ دونوں بہتین ابو یوسف کی طرف منسوب ہیں تو مسعر نے یہ کہا بلکہ روایت عن اخیر کذا فی الخطاوی مسعر بن کدیم استاد ہیں سفیان ثوری اور
سفیان بن عیینہ کے کذا فی القاموس اور یہ دونوں بزرگ و مجتہد استاد المحدثین ہیں رحمۃ اللہ علیہم و عنہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ان آدم افتخر بی وانا افتخر
بجہن امتی اسمہ نعمان وکنیتہ ابو حنیفہ ہو سراج امتی اور روایت ہے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہ مقرر آدم نے میری سبب فخر کیا اور میں فخر کرتا ہوں
ایک مکر و سبب جو میری امت میں ہی نام اسکا نعمان ہے اور کنیت اسکی ابو حنیفہ ہے وہ میری امت کا جری ہے و عنہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ان سائر الابدیاء
یفتخرون بی وانا افتخر بابی حنیفہ من احبہ فقد احببت من ابغضہ فقد ابغضت کذا فی التقدیمۃ شرح مقدمۃ ابی اللیث اور نبی علیہ الصلوٰۃ
و السلام سے روایت ہے کہ تمام انبیاء میرے سبب فخر کرتے ہیں اور میں ابو حنیفہ کے سبب فخر کرتا ہوں جو اس کے ساتھ مجھے ہو مقرر اسے میرے ساتھ محبت رکھی
اور جو اس کے ساتھ دشمنی رکھے سوالبت اسے میرے ساتھ دشمنی رکھی اسی طرح یہ دونوں شیخین مقدمہ میں مذکور ہیں شرح یہ مقدمہ ابو الیث کی ہم خطاوی نے کہا اگر کوئی
کہے کہ صحیحہ پر کرام یقیناً افضل ہیں ابو حنیفہ سے تو وہ حضرات حق بالاتفاق ہیں اسکا جواب یہ کہ ابو حنیفہ اس زمانہ میں موجود ہو گئے کہ صحابہ کا زمانہ منقطع ہو گیا تھا اور
سنت میں کچھ غمٹ طاری تھا تو انکا وجود خلق کے واسطے رحمت ہو گیا اور احکام دینی کے فہم میں نفع عظیم حاصل ہوا قال فی الضیاء المعنوی و قول ابی
البحر رحمۃ اللہ علیہ موضوع نقص لا یدری بطریقاً مختلفۃ ضیاء معنوی میں کہا اور ابن جوزی کا یہ قول کہ حدیث مذکور موضوع ہے یعنی دروغ بستہ ہے تصدیق نا انصاف
ہو اسلئے کہ روایت اسکی اسناد مختلفہ سے ثابت ہے ہم ضیاء معنوی مقدمہ غزوی کی شرح ہے یعنی جبکہ روایت حدیث کی اسانی متعددہ سے ہوئی تو اسکو
موضوع کہنا نا انصاف ہے زیادہ برین نسبت کہ ضعیف بھی نہ کہ موضوع علاوہ یہ ہے کہ جب ضعیف حدیث کے طرق متعدد ہو تو وہ مرتبہ جس کے قریب جاتی ہے کذا فی الخطاوی
ذریعۃ الجرح جاتی فی مناقبہ بسند لا یسہل بن عبد اللہ السنوی اللہ لو کان فی امۃ موسیٰ وعلیٰ مثل ابی حنیفہ لما ہودوا واولما انتصروا
اور جو جانی نے مناقب ثمانیہ میں اپنے سند کے ساتھ سہل بن عبد اللہ تسری سے روایت کی کہ اگر امت موسوی اور عیسوی میں ابو حنیفہ کے مانند عقل و یاس میں
کوئی عالم ہوتا تو وہ لوگ یہودی اور نصرانی نہ ہوتے یعنی دین کی تحریف اور تبدیل نہ کرتے و مناقبہ المؤمنین ان محقق اور امام عظیم کے مناقب و فضائل جبر
کرنے سے زیادہ تر ہیں یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہم جلال الدین سیوطی شافعی نے تبضیع لہ جیف میں کہا کہ علمائے ذکر کیا ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امام مالک کی بشارت ہی
اس حدیث میں جسکا خلاصہ طلب ہے کہ غریب لوگ سفر طویل اختیار کرینگے علم کے حاصل کرنے واسطے تو مدینہ کے عالم سے کسیکو عالم تر پنا دیں گے اور امام شافعی کی بشارت
وہی اس حدیث میں جسکا خلاصہ طلب ہے کہ قریش کو برا نہ کہلو واسطیکہ قریش کا عالم طبقہ زمین کے علم سے بھر دیا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امام ابو حنیفہ کی بشارت
دی اس حدیث میں جسکا خلاصہ طلب ہے ابو ہریرہ سے روایت کی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو کان العلم بالشرائع لسا ولہ لجال من ابنا و فارسی یعنی حضرت نے فرمایا

ایک نسخہ میں
ابو حنیفہ کی روایت
کہ امام مالک کی بشارت
کہ امام ابو حنیفہ کی بشارت
کہ امام ابو حنیفہ کی بشارت

کہ اگر علم شریعت نہ ہوتا تو البتہ حنیفہ و اہل بنو فارس کے اُسکو پاجانے اور حدیث ابو ہریرہ کی صحیح بخاری اور مسلم میں ان الفاظ سے کہ لو کان لعلم عند النبی لکن لہ رجال من فارس اور صحیح مسلم میں یوں کہ لو کان لعلم عند النبی لکن لہ رجال من فارس حتی انکنا وکنا اور اسی صحت کی حدیث شیرازی نے القاب میں اور محمد بن ابی بکر بن کبیر میں روایت کی ہے تو یہ اصل صحیح معتد علیہ بشارت و فضیلت میں اسکے ہوتے خبر موضوع کی کچھ حاجت نہیں انتہی اقبال السیوطی اور منہجہ مناقب امام وہ روایت ہے جو خطیب بغدادی شافعی نے روایت کی ابو یحییٰ حمادی سے کہ میں نے ابو حنیفہ سے سنا کہ تھے کہ میں نے ایک خواب دیکھا سو اُس نے مجھ کو بہت پریشان کیا میں نے دیکھا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کو کھودتا ہوں سو میں بصرہ میں گیا میں نے ایک شخص سے کہا کہ محمد بن سیرین سے اس خواب کی تعبیر دریافت کرے تو انھوں نے کہا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو نشر و تشویر کرے گا۔ خطیب نے ابی وہب بن مراحم سے روایت کی کہ میں نے عبد اللہ بن مبارک سے سنا کہ تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ میری فریاد پس نہ کرتا ابو حنیفہ اور سفیان کے سبب تو میں بھی اور آدمیوں کے مانند ہوتا اور خطیب نے حجر بن عبد الجبار سے روایت کی کہ قاسم بن معین بن عبد الرحمن بن عبد اللہ بن معمر و رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ تم ابو حنیفہ کے شاگردوں میں داخل ہونے سے راضی ہو انھوں نے کہا کیا مجلس لوگوں کو ابو حنیفہ کی مجالس سے زیادہ ترافع نہیں اور روح بن عبادہ سے روایت ہے کہ میں ابن جریج کے پاس تھا سنا کہ سحر بن یحییٰ کہ ابو حنیفہ کی موت کی خبر آئی تو اس طرح طع کیا اور کہا ائی علم ذہب یعنی بہت بڑا علم جا تا رہا اس شخص کے مرنے سے اور خطیب نے ابن الوزیر مروزی سے روایت کی کہ عبد اللہ بن مبارک نے کہا کہ جب سفیان اور ابو حنیفہ یکجا ہوں تو اُنکے آگے کون شخص فتویٰ دے سکتا ہے اور کہتے تھے کہ جب یہ دونوں بزرگ ایک سنی پر اتفاق کریں تو وہی حق ہے اور عبد اللہ بن ابن ابی اویس نے کہا کہ جب آثار یا حدیث کا قصد کرے تو سفیان ہوا و جبکہ وہ ان وقایع اور مشاکیفوں کا ارادہ کرے تو ابو حنیفہ ہوا خطیب نے محمد بن عبد کاس سے روایت کی کہ میں نے عبد اللہ بن داؤد سے سنا کہ تھے کہ اہل اسلام پر اپنی نماز میں ابو حنیفہ کی واسطے دعا کرتا واجب ہے کہ انھوں نے لوگوں کو اس واسطے سنسن اور فقہ کو محفوظ کر دیا اور خطیب احمد بن محمد بن یحییٰ سے روایت کی کہ میں نے شدا بن حکیم سے سنا کہ تھے کہ میں نے ابو حنیفہ سے زیادہ تر عالم نہیں دیکھا اور اسمعیل بن محمد فارسی سے روایت کی کہ میں نے ابی بن ابراہیم سے سنا کہ تھے کہ ابو حنیفہ اپنے اہل زمانہ میں سب سے زیادہ تر عالم تھے اور خطیب نے یحییٰ بن معین سے روایت کی کہ میں نے یحییٰ بن سعید قطان سے سنا کہ تھے کہ ہم دروغ نہیں کہتے ہیں کہ ابو حنیفہ کی رائے سے بہتر نہیں سنا اور اُنکے اکثر اقوال کو ہم نے لیا ہے اور خطیب نے سلیمان بن بکر سے روایت کی کہ میں نے ابی بن ابراہیم سے سنا کہ تھے کہ میں علماء کو فدی کی مجلس میں بیٹھا سونہیں سے کسی کو دور یعنی متقی تر ابو حنیفہ سے نہیں دیکھا اور خطیب نے علی بن حفص بن ابراہیم سے روایت کی کہ حفص بن عبد الرحمن تجارت میں امام کے شریک تھے سو انھوں نے حفص بن عبد الرحمن کے پاس کپڑے میں بیٹھا کو بھیجا یعنی تھانوں کی گٹھری بھیجی اور اطلاع کی کہ فلاں فلاں کپڑے میں نقصان ہے جب بچا تو شتر کی کوسکا عیبتا دینا جو حفص نے اُسکو بچا اور شتری سے اُسکا عیبتا باہول گئے جب ابو حنیفہ کو خیال معلوم ہوا تو تمام مال کی قیمت خیرات کر دی کہ انی الطحاوی عن السیوطی ہم عبد اللہ بن مبارک اور ابن جریج اور عبد اللہ بن داؤد اور شدا بن حکیم اور یحییٰ بن سعید و ابی بن ابراہیم وغیرہم اہل جہاد اور اہل حدیث اور محدثین کے استاد ہیں اُنکے اقوال سندہ مذکورہ زیادہ پر بزرگ ہوتا اپنے وقت میں امام ابو حنیفہ کا ثابت ہوا تو بالیقین معلوم ہو گیا کہ صحیحین کی حدیث مذکور لو کان لعلم عند النبی لکن لہ رجال من فارس کا محل صحیح امام عظیم اور اُنکے اصحاب ہیں کیونکہ اہل فارس میں اُن سے زیادہ تر کوئی عالم عالی فہم و فہم نہیں ہوا تو امام کے واسطے بشارت و فضیلت عظیم الشان ہو و صنف فیہا سبط ابن الجوزی جلیل بین کتبہ و دستاۃ الاقتصار کا امام ائمۃ الامصار اور ابن جوزی محدث کے پوتے نے مناقب امام عظیم میں جو مجلہ ہے بڑے تصنیف کئے اور اسکا نام تھا الانتصار لا امام الا انتصار یعنی پیشوایان بلاد کے پیشوے کے لئے انتقام لینا ہم امام کو امام اللہ کے واسطے کہا کہ اُنکا اجتہاد سب مجتہدین شہوس سے مقدم ہے اور اجتہاد کا دروازہ انھیں نے کھول دیا کمال اللہ علی العلماء و صنف عبدہ الکوفی ذلیل اور اُسکے سوا اور علمائے اُنکے فضائل اور مناقب میں اس سے زیادہ ہے کچھ تصنیف کیا بعض شخص نے اور بعضے بسو و الحاصل ان بالحنیفۃ النعمان من اعظم معجزات المسیطر بعد القرأت اور حال کلام یہ ہے کہ بیشک

ترجمہ اردو درمنا حسب احوال
ابن جریج کے پاس تھا سنا کہ سحر بن یحییٰ کہ ابو حنیفہ کی موت کی خبر آئی تو اس طرح طع کیا اور کہا ائی علم ذہب یعنی بہت بڑا علم جا تا رہا اس شخص کے مرنے سے اور خطیب نے ابن الوزیر مروزی سے روایت کی کہ عبد اللہ بن مبارک نے کہا کہ جب سفیان اور ابو حنیفہ یکجا ہوں تو اُنکے آگے کون شخص فتویٰ دے سکتا ہے اور کہتے تھے کہ جب یہ دونوں بزرگ ایک سنی پر اتفاق کریں تو وہی حق ہے اور عبد اللہ بن ابن ابی اویس نے کہا کہ جب آثار یا حدیث کا قصد کرے تو سفیان ہوا و جبکہ وہ ان وقایع اور مشاکیفوں کا ارادہ کرے تو ابو حنیفہ ہوا خطیب نے محمد بن عبد کاس سے روایت کی کہ میں نے عبد اللہ بن داؤد سے سنا کہ تھے کہ اہل اسلام پر اپنی نماز میں ابو حنیفہ کی واسطے دعا کرتا واجب ہے کہ انھوں نے لوگوں کو اس واسطے سنسن اور فقہ کو محفوظ کر دیا اور خطیب احمد بن محمد بن یحییٰ سے روایت کی کہ میں نے شدا بن حکیم سے سنا کہ تھے کہ میں نے ابو حنیفہ سے زیادہ تر عالم نہیں دیکھا اور اسمعیل بن محمد فارسی سے روایت کی کہ میں نے ابی بن ابراہیم سے سنا کہ تھے کہ ابو حنیفہ اپنے اہل زمانہ میں سب سے زیادہ تر عالم تھے اور خطیب نے یحییٰ بن معین سے روایت کی کہ میں نے یحییٰ بن سعید قطان سے سنا کہ تھے کہ ہم دروغ نہیں کہتے ہیں کہ ابو حنیفہ کی رائے سے بہتر نہیں سنا اور اُنکے اکثر اقوال کو ہم نے لیا ہے اور خطیب نے سلیمان بن بکر سے روایت کی کہ میں نے ابی بن ابراہیم سے سنا کہ تھے کہ میں علماء کو فدی کی مجلس میں بیٹھا سونہیں سے کسی کو دور یعنی متقی تر ابو حنیفہ سے نہیں دیکھا اور خطیب نے علی بن حفص بن ابراہیم سے روایت کی کہ حفص بن عبد الرحمن تجارت میں امام کے شریک تھے سو انھوں نے حفص بن عبد الرحمن کے پاس کپڑے میں بیٹھا کو بھیجا یعنی تھانوں کی گٹھری بھیجی اور اطلاع کی کہ فلاں فلاں کپڑے میں نقصان ہے جب بچا تو شتر کی کوسکا عیبتا دینا جو حفص نے اُسکو بچا اور شتری سے اُسکا عیبتا باہول گئے جب ابو حنیفہ کو خیال معلوم ہوا تو تمام مال کی قیمت خیرات کر دی کہ انی الطحاوی عن السیوطی ہم عبد اللہ بن مبارک اور ابن جریج اور عبد اللہ بن داؤد اور شدا بن حکیم اور یحییٰ بن سعید و ابی بن ابراہیم وغیرہم اہل جہاد اور اہل حدیث اور محدثین کے استاد ہیں اُنکے اقوال سندہ مذکورہ زیادہ پر بزرگ ہوتا اپنے وقت میں امام ابو حنیفہ کا ثابت ہوا تو بالیقین معلوم ہو گیا کہ صحیحین کی حدیث مذکور لو کان لعلم عند النبی لکن لہ رجال من فارس کا محل صحیح امام عظیم اور اُنکے اصحاب ہیں کیونکہ اہل فارس میں اُن سے زیادہ تر کوئی عالم عالی فہم و فہم نہیں ہوا تو امام کے واسطے بشارت و فضیلت عظیم الشان ہو و صنف فیہا سبط ابن الجوزی جلیل بین کتبہ و دستاۃ الاقتصار کا امام ائمۃ الامصار اور ابن جوزی محدث کے پوتے نے مناقب امام عظیم میں جو مجلہ ہے بڑے تصنیف کئے اور اسکا نام تھا الانتصار لا امام الا انتصار یعنی پیشوایان بلاد کے پیشوے کے لئے انتقام لینا ہم امام کو امام اللہ کے واسطے کہا کہ اُنکا اجتہاد سب مجتہدین شہوس سے مقدم ہے اور اجتہاد کا دروازہ انھیں نے کھول دیا کمال اللہ علی العلماء و صنف عبدہ الکوفی ذلیل اور اُسکے سوا اور علمائے اُنکے فضائل اور مناقب میں اس سے زیادہ ہے کچھ تصنیف کیا بعض شخص نے اور بعضے بسو و الحاصل ان بالحنیفۃ النعمان من اعظم معجزات المسیطر بعد القرأت اور حال کلام یہ ہے کہ بیشک

امام ابو حنیفہ نعمان بن حجاز مصطفویٰ میں سے قرآن کے بعد بڑا مجتہد ہے جو معجزہ کا امام کو اس واسطے کہ انکی خبر دے قبل انکے وجود کے ان احادیث میں جو مذکور ہیں جو عیسیٰ
 اس واسطے کہ احادیث علم شریعہ امام اعظم پر قطعاً محمول ہیں بخلاف عالم قریش کی حدیث کے کہ اسکو بعضوں نے اس پر محمول کیا ہے اور عالم مدینہ کی حدیث کو اور
 علماء مدینہ پر محمول کیا ہے بخلاف حدیث مدنیہ کے کہ اسکا کوئی محل واقعی صحیح نہیں سوا ابو حنیفہ اور انکے اصحاب کے اور یہاں مجتہد حضرت حنفیہ نہیں ہیں
 اس واسطے کہ معجزہ وہ ہے جو مقررین تجدیدی ہو بلکہ معجزات کے مراد کرامات ہیں کذا فی الطحاوی دَحْسُکَ مِنْ عَمَّا نَبِیْہِ اسْتَفْہَامَہُ مِنْ عِبْدِہٖ مَا قَالَ قَوْلًا اِلَّا اَخَذَ
 بِہٖ اِمَامٌ مِنْ اَلَاٰئِمَّةِ الْاَوَّلَیْمِ اور امام کے مناقب سے بھلو کرنا ہی انکے مذہب کا مشہور ہونا امام نے کوئی قول ایسا نہیں کیا جسکو کسی امام نے ائمہ
 اعلام نے لیا ہو ہم اخذ سے مراد موافقت ہے اجتہاد میں تقلید اس واسطے کہ ایک مجتہد دوسرے مجتہد کی تقلید نہیں کرتا وَقَدْ جَعَلَ اللّٰہُ الْحُكْمَ لَا حَظَّ اِیْہِ وَاتِّبَاعِہِ
 مِنْ زَمَنِہِ اِلٰی ہَذَا الْیَوْمِ اِلٰی اَنْ تُحْکَمَ عَنْ عِبْدِہِ عِیْسَیْ عَلَیْہِ السَّلَامُ اور البتہ حق تعالیٰ نے ٹھہرایا ہے حکم شریعت اور سیاست کا تصرف میں امام کے اصحاب
 اور اتباع کے امام کے ماننے سے ان نون تک ایسا کہ امام کے مذہب کے موافق عیسے علیہ الصلوٰۃ والسلام حکم کریں گے ہم یعنی احکام مذہب حنفی کے وہم اور دوران کی سلطنت میں
 تا زمانہ شایع بلکہ اب تک جاری ہیں اور جو کہ حضرت عیسیٰ بھی اسی مذہب کے موافق عمل کریں گے سو جلیبی بخشی نے اسکا مطلب بیان کیا ہے حضرت مسیح اجتہاد کریں گے
 اور انکا اجتہاد ابو حنیفہ کے اجتہاد کے موافق ہو گا لیکن شافعیہ توافق اجتہاد شافعی کے مدعی ہونگے انتہی اور یہ خطاطوی حنفی نے بعد نقل کلام جلیبی کے کہا میں کہتا
 ہوں کہ جماعت حنفیہ کو ایسے الفاظ موافقہ بولنا ہرگز لائق کہ ایسے امور سے منقبت نہیں ہست قابل کی ثابت ہوتی ہے وہ خانہ ہمارے مصنف نے صاحب اشاعت سے نقل کیا
 کہ بعض جہاں حنفیوں نے دعویٰ کیا کہ عیسے اور ممدی دونوں بزرگ مذہب حنفی کے تعلق ہونگے اور ملا علی قاری حنفی نے اپنی کتاب المشرع ابو موسیٰ فی مذہب الہدیٰ میں
 اسکو خوب لکھا ہے اور امام ممدی کو مجتہد مطلق کہا ہے لیکن صاحب فتوحات انکے اجتہاد کے منکر ہیں کیونکہ انکو احکام شریعت کے خدا کی طرف سے تعلیم ہونگے واسطہ ملک اور جملہ
 دلائل استحالة تقلید ان حضرات کے یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نبی معصوم ہیں مطلقاً اور امام ممدی معصوم ہیں احکام میں اور ابو حنیفہ مجتہد ہیں اور مجتہد تقلیدی و عیبیہ ہند
 انکے صاحبین اکثر میں ثلث احکام سے انکا خلاف کیا ہے تو کیونکر تقلید کرے وہ شخص جو معصوم ہے کبھی خطا نہیں کرتا اس شخص کی جسکی صفت خطی و عیبیہ ہیں مطلقاً
 جاہلوں کا فرط تعصب اور غلو سے کچھ نہیں مگر ابو حنیفہ کی تفصیل اگرچہ نے اصل چیز سے ہو گو وہ کلام موسیٰ اے الکفر ہو اور ان جاہلوں کو علم میں امام اعظم رحمہ کے
 ان فضائل جمیلہ کا جن علماء محققین نے کتابین تصنیف کی ہیں ولہذا انھوں نے اس کذب اور افتراء کو پسند کیا ہے جس سے اللہ اور اسکا رسول اسی ہرگز
 بلکہ خود ابو حنیفہ راضی نہیں اور اگر ابو حنیفہ ایسے افتراء کو مستحق قاتل کے کفر کے قاتل ہوتے امام کے دوستوں کو انکے فضائل اچھے کافی ہیں اثبات تفصیل
 کیواسطہ ایسے افاضل کا ذہب کی حاجت نہیں جسے تفقیص انبیاء علیہم السلام کی لازم آوے فَاَنَّا نَبِیُّہٗ وَآنَا لَیْرَاجِعُوْنَ تَوَاہِیْہِیْ خَاطِبِہٖ تَوَاہِیْہِیْ اور اتباع سنت
 غر لازم کر کوہ پناہ ہے ہوا پرستی سے اور سر پر سیاہ شیطانی سے اور چھوڑ تعصب و راجحی جانہ اری کو کہ وہ باب عظیم ہے ابواب شیطانیہ سے کذا فی الطحاوی
 مستقام حاشیہ خطاطوی عن محمد بن ابی جوری ایک حکایت طویل نقل ہے خلاصہ اسکا یہ ہے کہ احکام شرعی کو حضرت علیہ السلام نے ابو حنیفہ سے تیس برس میں حاصل کیا
 پھر تین سال میں ابوالقاسم قشیری کو تعلیم کیا انھوں نے مذہب حنفی میں ہزار کتابیں تصنیف کیں اور صندوق میں بند کر کے ہر جنوں میں امانت رکھیں جب عیسیٰ علیہ السلام
 قرب قیامت کے نزول کریں گے تو انکی کتابوں کو نکال کر انکے موافق عمل کریں گے ملا علی قاری اور صاحب اشاعت نے اس واقعہ پر غور فرمایا کہ تفصیل کام ہو کیا ہے خون طویل سے
 اسے پر اختصار کیا جو اسکی تفصیل کا طالب ہو وہ خطاطوی کی طرف رجوع کرے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الْاُفْرَاطِ وَالْمَقْرَیْبِ مع دوستی سے خود خود دینی مت دھڑا
 یَدُلُّ عَلٰی اَمْرِ عَظِیْمٍ اَخْصَصَ بِہٖ مِنْ بَیْنِ سَائِرِ الْعُلَمَاءِ الْعِظَامَہِ اور یہ نبی و نور مناقب مذکورہ اس اعظم برکات کرتا ہے جو مخصوص امام ہی بانی
 علماء عظام کے ماہرین سے کیف لادھو کا نصیب بق رضی اللہ عنہ لہ اجرہ و اجر من دون الفیضہ واللہ و فخر الحکامۃ علی اصولہ
 العظام میرا یقین ہے التحفیر والمغنیہ امام میں العلماء کیونکر مخصوص باعظم نمو حالانکہ امام تو صدیق کے مانند ہر اسکو اپنی ذات کے عمل کا ثواب ہر اور

ساختہ دعویٰ بہت
 ہو یا خطاطوی بہت
 مقابلاً انکا مطلب
 ہو یا خطاطوی بہت
 میں دعا ہے کہ
 ہرگز خطاطوی بہت
 ہو یا خطاطوی بہت
 ہو یا خطاطوی بہت
 ہو یا خطاطوی بہت
 ہو یا خطاطوی بہت

طریقہ حقیقت میں انکساری میں اور جہات کہ ان بزرگوں کی سمجھ و وجہ کے مخالفت پر وہ مردود اور ابطال و ناپسند ہے یا بحکمہ ظاہری ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ و وجہ یہاں
 و علیہ و فیہ غمنا و کلام حاصل کلام و قول مجاہد کہ امام ابو حنیفہ کے زہد و تقویٰ اور عبادت اور علم اور فہم میں وہ سرکاری شریک نہیں یعنی نے نظیر نہیں
 و قہا قال فیہ ابن المبارک **لقد کان البلاء و من علیہا امام المسلمین ابو حنیفہ** اور مجاہد کہ جو عبد اللہ بن مبارک نے امام کی وجہ میں کہا
 یہ بات میں البتہ زہد و تقویٰ و شہرہ و النور و النور و النور کے امام ابو حنیفہ نے **یا حکام و انما فیہ فقیر** کایات المزبور علی الصیغہ فی سبب حکام
 شرعی ادا حدیث فقہ کے جیسے زہد کی آیات و روایات پر مبنی ہیں **فما فی المشرفین لہ نظیر** و **کذا فی المعرفین** و **کذا لکوفہ** و **سومین** پر دونوں
 مشرق میں اسکا نظیر اور دونوں مغرب میں اور نہ کو فہم دونوں مشرق یعنی ایک باڑی کی مشرق اور دوسری گرمی کی مشرق اس طرح دو مغرب کو دریافت کرنا یا
 معلوم اس تمام دنیا پر **بیت شہداء اللہ** و **وصام نکاحہ لہ خیفہ** رات کا تہہ امام دہن چھانے یعنی مستعد عبادت اتون میں جاگنا
 اور دن میں روزہ رکھنا یا اللہ کے خوف ہم چاہیں سب تمام رات کی بیداری کی اور اس سے پہلے نصف شب کی اور سب س برابر روزہ رکھنا کذا فی المطہار
من کانی حنیفہ فی علوہ امام الخلیفہ و الخلیفہ ہو کو یزید ابو حنیفہ کے کاندہ بلند رہی میں امام حنفی کا اور بادشاہ کا **سایت العالمین** کہ
سقاہا خلاف الخی مخرج صنیفہ : و یکھا میں اسکے عیب کرنے والوں کو موقوف امر حق کے مخالفت دلائل ضعیفہ کے ساتھ **ولیفہ یحل ان یودی**
تقیہ کہ فی الارض انما شریفہ : اور کو مکر حلال ہو اس فقہ کا ایذا دینا جسکا تاثر فی زمین میں ثابت ہے **فقد قال ابن ادریس** عا کا صحیح
النقل فی حکم لطیفہ : سوا البتہ محمد بن ادریس شافعی نے ایک صحیح نقل کہا کہ لطیف حکمتوں میں **بان الناس فی فقہ عیال** : علی فقہ الامام
 ابی حنیفہ : امام شافعی کا وہ قول یہ کہ تمام لوگ فقہ میں عیال ہیں یعنی بال بچے ہیں امام ابو حنیفہ کی فقہ کے ہم خطیب نے بیع سے روایت کی کہ میں شافعی
 سنا کہتے تھے **الناس عیال علی ابی حنیفہ فی الفقہ** یعنی لوگ ابو حنیفہ کے عیال ہیں فقہ میں اور خطیب نے حرمین بھی سے روایت کی کہ میں محمد بن ادریس
 شافعی سے سنا کہتے تھے کہ لوگ ابو حنیفہ کے عیال ہیں فقہ میں ابو حنیفہ میں ہی جسکو فقہ کی توفیق دی گئی کذا فی المطہار و عن تبصیر لضعیفہ السیوطی
الشافعی **نکحہ ربنا اعداہ** و علی من رآہ قول ابی حنیفہ و سونست ہمارے سب کی بقدر شمار ہے کہ اس جو ابو حنیفہ کے قول کو روکرے
 ہم چاہی کہ اس کو روکرے جو ابو حنیفہ کے قول کو روکرے اسکو حقیر نہ کہ ان کے اجتہاد کا منکر ہو اس واسطے کہ ائمہ اجتہاد و مجتہدین کے قول کو نہایت روکرے رہے ہیں اور
 وہ اس پر متقی ثواب میں اسوجہ سے کہ انھوں نے نصرت حق کی اپنے گمان کے موافق تو ناظر کو یوں کہنا اہم تھا علی بن خطہ قد رانی حنیفہ انتہی خطاوی نے کہا
 جو امام کے قول کو روکرے بصفہ مقدمہ تو اسکا غایت تہیہ یہ کہ وہ حرام کا قلمب ہوا لکن اگر ملک اس پر انتہی میں بلکہ کا و مخصوص پر بھی لعنت جائز نہیں کہ شائد
 اسکا خاتمہ خیر ہوا ان جملہ کفار پر لعنت جائز انتہی میں کہتا ہوں بوقت ملتوم میں زکریا قزوینی کی کتاب ثار البلاۃ سے آیات عبد اللہ بن مبارک نقل کی ہیں
 لیکن لعنت کے بیت ان میں نہیں تو اغلب کہ بعض متعصبین کے طعنات ہی اس واسطے کہ علم اور ورع ابن مبارک سے اس قدر بیباکی نہایت مجہدی و اللہ اعلم
وقد ثبت ان ثابنا و لای الامام ادرک الامام علی بن ابی طالب قد عا لہ و لای تریتہ بالکوفہ اور تقریبات ثابت ہے کہ امام اعظم کے والد ماجد
 یعنی ثابت بن امیہ المؤمنین علی بن ابیطالب کرم اللہ وجہہ کو پایا یعنی انکی خدمت میں حاضر ہوئے سوئے ثابت اور انکی اولاد کو واسطے برکت کی دعا کی اہم حافظ
 حال الدین کتاب بیب الکمال فی اسماء الرجال میں محمد بن عبد اللہ بن شادان جو زہی سے روایت کی کہ میرے والد اپنے والد سے روایت کی کہ میں اسمعیل
 بن حاد بن ابی حنیفہ سے سنا کہتے تھے کہ میں اسمعیل بن حاد بن نعمان بن ثابت بن نعمان بن مرزبان بن مرزبان بن افراسیہ بن حارثہ بن کفر و زہد و عن قسم خدا کی
 ہم ہر بقی یعنی کسی کا لوگ نہا و حق نہیں ہوا میرا جد یعنی امام اعظم کرم اللہ وجہہ اجدی امیر ہیں اور اسکا باب اسکو لایا علی ابن ابیطالب کرم اللہ وجہہ کے
 پاس اس قدر غیر تہمت ہونے والی برکت کی اسکو واسطے اور انکی اولاد کو واسطے اور ہم اس عا کی قبولیت کی امید رکھتے ہیں کذا فی البیاقیت الملتئمہ فی مناقب الامام

ترجمہ روز و رات جلد اول

الامام ابو حنیفہ کی وفات سے تمام سیکرہ نقل کیا اور اس میں خلل نہ ہو کہ ولادت امام کی سترہ ہجری میں ثابت ہو اور وفات علی
 مرتضیٰ کی تیس سال سے پہلے ہوئے ہیں کہ سابقہ میں تو امام کا لیجانا حلیہ قرضوی میں ہم کسی نوی کا ثابت کا جانا اور انکی اولاد کے واسطے حاکم راہ الشیخ
 وصحہ ان ابی حنیفہ سیم الحدیث من سبعة من الصحابة کما یسطی أو أخر حنیفہ المفقی زادہ رت یا المسیح نحو عشرین صحابہ الامام
 بن ابی العقیل اور بنو قول صحیح کہ ابو حنیفہ نے سات صحابیوں سے حدیث سنی چنانچہ اوخر زبہ المفقی میں شرح ہو اور میں صحابیوں کا زمانہ یا عمر کے ساتھ
 چنانچہ فیضیہ معنی کے اوائل میں مذکور جو ہم سبھی نے متفقین صحیفہ میں کہا امام ابو حنیفہ عبد الکریم بن عبد الصمد طبری مفری شافعی نے ایک خبر ثابت کیا
 امام ابو حنیفہ کی روایت میں چار صحابیوں کی انتہی ابن حجر نے کہا اس واسطے کہ ابو حنیفہ پیدا ہوئے کو فہ میں سترہ ہجری میں اور وہ ان وقت عبد اللہ بن ابی
 صحابی موجود تھے بالاعتقاد اور بصوبہ ان میں شافعی تھے اس واسطے کہ وہ سترہ ہجری میں باوجود اسکے مرسے اور اس سبب کے بسند قابل اعتبار روایت کی کہ ابو حنیفہ
 انس کو دیکھا اور ان دونوں صحابیوں کے سوا اور صحابہ شہود میں نہیں تھے تو ابو حنیفہ اس اعتبار سے طبقہ تابعین میں داخل ہیں اور الحمد للہ بعض اصحاب
 ابو حنیفہ کو یہ اعتراف ثابت نہیں چنانچہ اذاعی کو شام میں اور حمادی کو مصر میں اور ثوری کو کوفہ میں اور مالک مدینہ میں آدم سلم بن خالد زنگی کو کوفہ میں ولایت
 بن سعد کوفہ میں بنی ماقال السیدی الشافعی اور خوارزمی حنفی نے سند امام میں کہا کہ علامہ متقی بن کہ امام نے اصحاب رسول اللہ صلعم سے روایت کی لیکن
 ان کے عد میں اختلاف ہے بعضوں نے کہا چھ مرد اور ایک عورت سے روایت کی اور بعضوں نے پانچ مرد اور ایک عورت سے اور بعضوں نے کہا سات مرد اور ایک عورت
 سے پہلے قول پر انس بن مالک اور عبد اللہ بن اُمیس اور عبد اللہ بن جابر بن عبد اللہ اور عبد اللہ بن ابی اوفی اور واثاب بن سبیح
 اور عائشہ بنت جحش و رضوان اللہ علیہم اوترا لث قول معقل بن یسار زائد ہیں اور ثانی قول پر جابر اور معقل داخل نہیں اور ہر قول میں ابو اظہر بن کثیر
 کذا فی الطوطوی شیخ عبد الحق دہلوی نے شرح سفر السعادت اور اسکے حاشیہ نمبر میں کہا کہ عبد اللہ بن ابی اوفی نے کوفہ میں سترہ ہجری میں انتقال کیا اور اس
 میں لکھے بصرہ میں ۹۱ یا ۹۲ یا ۹۳ ہجری میں وفات پائی اور سہل بن سعدی نے مدینہ میں ۹۱ یا ۹۲ میں انتقال کیا اور ابو اظہر بن سبیح مدینہ میں وفات پائی حنفی
 جامع الاصول میں تو صاحب طبع الاصول نے کہا کہ ابو حنیفہ کی ملاقات اصحاب سے اور حدیث کی روایت ان سے اسباب نقل کے متعدد ثابت نہیں اور ابو حنیفہ رحمہ کے
 اصحاب کہتے ہیں کہ ابو حنیفہ نے چند اصحاب کو پایا اور ان سے روایت کی انتہی میں کہتا ہوں افع میں عقل کے حساب سے یہ بات بہت دور ہو کہ رسول کریم کے
 اصحاب امام کے زمانہ میں موجود ہوں اور وہ انکی ملاقات کا قصد نہ کریں یا جو دیکھنا امام کا اور جانا امام کا ان شہود میں چنانچہ اصحاب ثابت ہو اور میں
 برس کی مدت امام کی زندگی سے زمانہ اصحاب میں گذری اس واسطے کہ سو برس کے آخر تک جو صحابہ کا ثابت ہو تو اصحاب ابو حنیفہ کا قول حق ہو کہ میں
 کہ امام نے جامع صحابہ کو پایا انتہی ماقال دہلوی ہم حق پر حنیفہ سے روایت اور روایت کی راہ سے اس واسطے کہ حنیفہ ملاقات اور روایت کثرت میں اور ایک صحابہ
 ثانی حاکم جامعہ اہل علم میں مسلم کی کثرت کا قول ثانی پر مقدم ہو اور ثبات بھی فقط حنیفہ میں نہیں بلکہ طبری شافعی اور ابن حجر شافعی بشمارت جلال الدین
 سیدی شافعی کے بیان ثابت یا تجزیہ میں نہ بجا نہ لکھا روایت علم تو امام کا تابعی ہونا اعتبار زمانے کے بالاتفاق ثابت ہو اور اعتبار ملاقات و روایت کے
 عند المتحقق وقد ذکرہ العلامة شمس الدین محمد ابو النصر بن عرب شاہ الانصاری الحنفی فی منظومہ اللالیۃ المسماة بخواجہ الحنفی
 القلائد غانیۃ من الصحابة میں یروی عنہم الامام الاعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ وعلیہم اجمعین او کتب ذکر کیا علامہ
 شمس الدین محمد ابو النصر بن عرب شاہ انصاری حنفی نے اسے منظوم الفہرین کا نام دیا ہے عقائد اور درر ظہری ان صحابیوں کو جسے روایت کی امام علم ابو حنیفہ
 خلی کے ساتھ اس پر اور ان میں کثرت قالہ سفید مذہب عظیم الشان ابی حنیفہ المفقی النعمان التایبی سابق لایۃ بالیہ وکذا
 سر لایۃ بجماع اصحاب النبی اذ رکبوا اثرہم قد اتفقوا سلكا وطریقہ دافعتہ الملوک سالیامین الصلک الداجی

علامہ مذکور نے جس مقام میں یہ کہا ہے کہ میں کہتا ہوں حقہ کو عظیم الشان کے نزدیک لائے ابو حنیفہ جو کہ جو نعمان کا جوتالی ہی مقدم سب امتوں سے علم اور دین میں اسے محمدی کا چیل ایک طاعت کوئی کے اصحاب نے کیا بیشک ان کا پیرو ہو گیا اور جلاوہ طریقہ جسکی اہل کلی سے امامیہ کی ایک سگری سے

سوی حق انیس و جابر بن ابی اوفیٰ کناعی عاصم اور حنیف روایت کی امام نے نفس اور عبداللہ بن ابی اوفیٰ سے اور اس طرح عام سے

تم بعض اصحاب میں عام کے بدلے بعض بن یزید کو یہ قرار می نے کہا کہ عام سے روایت کرنے میں کام ہی واسطہ کہ عام کا انتقال ہوا معاویہ کی ریاست میں ہوا تھا

انتقال ہوا سند حری میں یہ کہ کوئی ان کی روایت متصوہ کو کذا فی الخطاوی ۵ اعنی ابی الطیف خاتون وائلہ و ابی انیس النقی و وائلہ مراد عام سے

وہ ابی الطیف جو والدہ کا بیٹا اور روایت کی علامہ بن ابی اسحق سے ۵ عین ابن خیرہ قد روی الامام + بنت حجاج فی التمام

روایت کی امام نے عبداللہ بن خالد بن خیز زبیدی سے اور عائشہ بنت عجر سے اسی پر اٹھ کا شمار تمام ہوا ام ابن خیز زبیدی جو سکون زاد و عجمہ و عمرہ و عبداللہ

بن حارث بن خیز زبیدی و امام عظیم سے مروی کہ میں نے اپنے والد کے ساتھ ۹۹ ہجری میں حج کیا تو میں نے قریب کہ جملہ دیکھا میں نے والد سے کہا کہ کیا یہ جواب یا

الامین ایک صحابی ہو کر اللہ صلی اللہ علیہ آلاہم کا وہ حدیث بیان کرتا ہے تو میں نے جا کر سنا کہ تھا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عائشہ خیرۃ علی کل مسلم

یعنی صحابی ابن خیز زبیدی تھے اور امام کے مسند میں خود زنی نے ابن جریر سے اس حدیث کی روایت کی ہے من تقی نقی و ابن اللہ کفاه اللہ ثمہ و رزقہ

من حیث لا یحسب ابن شامہ نے کہا سماعت امام کی جابر بن عبداللہ سے صریح و ہم یہ کہ کیونکہ جابر اتفاق روایات شہر و چند سال میں مر گئے اور اسی تک نہ

نہیں ہے جس میں امام پیدا ہوئے تھے اس کا جواب یوں ممکن ہے کہ بعض اہل تاریخ کے نزدیک امام کی ولادت شہر حری میں ہو تو لو جب اس قول کے مات یانو

برس کی عمر میں عام حدیث ممکن ہو کذا فی الخطاوی لم یصادق فی بعد اذ قیل فی السیح لیس القضا و لہ سبھون سنۃ بئار یحییٰ خیرین و معاہدہ

اور امام نے وفات پائی بغداد میں ایک سو پچاسویں سال ہجری میں اور ان کی عمر شہر میں کی تھی بعضوں نے کہا باندی خانہ میں انتقال کیا اس واسطے محبوس ہوئے تھے کہ

عہدہ قضا کو قبول کرین ہم ابن خلکان وغیرہ مؤرخین نے کہا ابو حنیفہ شہر حری میں پیدا ہوئے اور شہر میں نہ رہے اور شہر حری میں وفات پائی اور بعضوں نے

کہا شہر میں نہ ہو بعضوں نے کہا اکثر میں پیدا ہوئے لیکن پہلا قول صحیح تر ہے پیدا ہوئے صحابہ کرام کے زمانہ میں اور قریب ہوئے تابعین کے زمانہ میں جب یا شعبان میں

انتقال ہوا قید خانہ میں اور قضا کا منصب قبول کیا اور قریب خیز زان میں فن ہوئے کذا فی البیوا قیہ شہرستانی کے محل اور محل میں مذکور ہے کہ مقصور

و دانقی نے امام کو اس واسطے قید کیا تھا کہ انھوں نے محمد بن عبداللہ بن حسین بن حسن بن علی سے بیعت کی تھی یعنی حسن بن علی بن ابی طالب کے

پر تو کئے بیعت کی تھی طحاوی نے کہا ممکن ہے کہ عدم قبیل قضا اور بیعت اہل بیت دونوں سبب ہوئے ہوں محبوس کر کے قیل دیوم توفی و لکن

الامام الشافعی رحمہ اللہ عنہ بعد من متنا قیہ بعضوں نے کہا کہ حسن امام ابو حنیفہ نے وفات پائی اسی میں امام شافعی پیدا ہوئے تو یہ جملہ ناشائستہ

بیان قیہ میں شامل کیا امام عظیم کی نسبت اس واسطے ہوئی کہ حق تعالیٰ نے اس جوان کو ایسے امام کے مانند سے خالی نہ رکھا کذا فی الخطاوی اور شافعی کی نسبت

یہ بھی کہ ایسے کامل کے حلیہ ٹھہرے قیل القلمۃ فی محافلہ ثلاثہ میندہ اندہ لای صبیبا لیس فی الطین یخذ منہ عن السقوط ما جاہد

یان احد راقت من السقوط فان فی سقوط العالم یسقط العالم یسقط فان لا صحابہ ان توجہ لکم دلیل یقولوا یہ فکان کل یاخذ

بواحد عنہ و توجھا و ہذا من احبنا طہ و منہ و علم بان الاختلاف من آثار الرحمۃ فہما کان اکثران المرحمۃ لو فکا قال ابو

نور الدین کا کیا کہنا اگر ان امام کے مخالفت میں کجست ہو کہ امام عظیم نے ایک لڑکا کھیلے دیکھا کچھ میں سو اسکو تو ریا کرتے تھے یہ سوار لڑکے نے امام کو جواب دیا

کہ تم ریا کرتے تھے مجھ اس واسطے کہ عالم کے رہنے سے تمام جہان کا بیٹا ہو تو اسوقت امام نے اپنے شاگردوں سے کہا کہ اگر تمہارے سامنے دلیل آئے یعنی اگر دلیل شرعی آئے

اور نہ تمہارے غیر ظاہر ہو تو اس پر عمل کرو تو ہر شاگرد امام کی ایک وایت کو لیتا تھا اور اسکو ترجیح دیتا تھا یعنی اسکو قوی کرتا تھا اول دلیل سے اور یہ اجازت خلاف کرنے کی

ابن خیرہ اور ابن شامہ
بن ان اشعار یکدیگر
شہر مذکور ہے
خیز زبیدی
عظم الشافعی امام
عظم و عن ابی الطیف
یعنی اللہ تعالیٰ راضی ہو
انے ہمیشہ اور سب اچھا
کہا ہے ۱۲

عظیم الشافعی امام
خیز زبیدی کا بیٹا
و لکن نہ کہ سلطان کا
رضی بن سلطان پر
عظیم الشافعی امام
کذا فی التمام
انتقال امام عظیم
چھڑا ہی اور اسکی بیعت
سے زبیدی کا کہ اسکو
معلوم ہو ۱۲

قاضی خان کے فتاویٰ میں یہ کہ در صورت اختلاف اگر امام کے ساتھ ابو یوسف اور محمد بن تودونون کے مستحق قول پر فتویٰ دیا جائے تو نہ وہیں فتویٰ صادر اور اگلے
 جواب کا استماع ہو اور اگر صاحبین کا قول امام کے مخالف ہو تو اگر ان کا اختلاف ہو یا اختلاف عصر اور زمان کے ہو چنانچہ قضا بطا سہ عدالت تو صاحبین کا قول مفتی
 لے اور عزارت اور معاملات میں اور اسکے مانند میں بھی صاحبین کے قول کو اختیار کرے کیونکہ متاخرین کا اس پر اجتماع ہے اور اسکے سوا میں بعضوں کے کہ امام مفتی
 مجتہد مختاری اور عبد اللہ بن مبارک نے کہا کہ فقط امام کا قول لے اور مجتہد یعنی مجتہد مقید کی تعریف میں اختلاف ہے بعضوں کے کہ امام کے جودس سوالات کے
 جواب میں آٹھ سوال کا جواب ٹھیک ہو اور دو جوابوں میں جو کہ سچا ہو مجتہد ہی اور بعضوں کے کہ اگر اجتہاد کیلئے خط مبسوط اور معرفت ناسخ اور نسخ اور حکم اور
 مآول کی اور لوگوں کے عادات اور عرف کا علم ضروری انتہائی مامی انجانیہ دیکھنے کی اور حدیث القدسی و قولہ اللہ و حدیث اور حدیث قدسی میں قول لیس کی تصحیح کی کر
 ہم درک بصیغہ اسم مفعول یعنی دلیل سے اور یہ قول ترتیب سراجیہ کے مخالف ہے طحاوی نے کہا یعنی جس قول کی دلیل قوی تر ہو یعنی امام کا قول ہو یا ابو یوسف یا مجتہد کا
 وہی قول مقدم ہے اور جو توفیق ان دونوں مختلف قولوں میں یہ کہ جس شخص کو قوت دلیل کی اور اک کی طاقت ہو وہ قول قوی الہد کے فتویٰ دے اور نہیں تو
 ترجیح کی ترتیب یہ ہے فتویٰ وسعدی و حنفی البیرونی و غیرہ مبنیٰ کان فی المسئلة فی کلا مکتوبات جاز القضاء بالاعتناء بالحدھا اور کتاب الوقف بحر الرائق
 وغیرہ میں یہ کہ جب ایک مسئلہ میں دو قولوں کی تصحیح واقع ہوئی تو ان دونوں قولوں میں ایک قول پر قاضی کو حکم دینا اور فتویٰ دینا جائز ہے ہم طحاوی کے کہ ظاہر
 عبارت اس پر دلالت کرتی ہے کہ جب دو قول کی تصحیح ہوئی خواہ تصحیح بلفظ صحیح کی ہو تو نہیں بلفظ صحیح کی یا ایک میں صحیح کا لفظ ہو اور دوسری میں صحیح کا ہر صورت ایک
 قول پر قضا اور قضا جائز ہے و فی اول المصنرات اما العلماء مات لہ قضا فقولہ و علیہ الفتویٰ وہ یفتی و بہ نأخذ و علیہ الاعتقاد و علیہ عمل الیوم و علیہ
 عمل الامة و هو الصحیح و الاصل و الاظهر و الاکثر و الاشد و الاجداد و المختار و نحوھا اما ذکر فی حاشیۃ البزدری انتھی او مضمرات اول میں یہ کہ فتویٰ دیکھنے
 علامات بارہ الفاظ میں علیہ الفتویٰ سے مختار ایک درمندان الفاظ کے جو حاشیہ بزدری میں مذکور ہیں انہی مافی المضمرات ہم الفاظ مذکورہ کا ترجمہ یوں ہے و علیہ الفتویٰ
 اور اسی قول پر فتویٰ ہے و یفتی اور اسی قول کا فتویٰ دیا گیا وہ نأخذ اور اسی قول پر اعتماد اور اسی قول پر اعتماد و علیہ عمل الیوم اور اسی پر عمل کرنا چاہیے
 و علیہ عمل الامة اور اسی پر امت کا عمل ہے و هو الصحیح اور یہی قول صحیح ہے و الاصل صحیح ہے و الاظهر و الاکثر و الاشد و الاجداد و المختار و نحوھا یا مستحب
 ہو اور ان الفاظ کے مانند و علیہ عمل الیوم و بہ جری العرف و ہوا المتعارف و بہ أخذ العلماء اما قال شیخنا الرملی فی فتاویہ و بعض الافاظ الکن من بعض فلفظ الفتویٰ
 لکن من لفظ الصحیح و الاصل و الاکثر و الاشد و الاجداد و المختار و نحوھا اما رے استاذ خیر الدین ملی نے اپنے فتاویٰ میں کہا اور بعضی الفاظ فتویٰ کے موکر ہیں بعض سے تو فتویٰ کا لفظ موکر ہے صحیح
 اور صحیح اور اشد و غیرہ کے الفاظ سے چنانچہ خطوط و ابھر سے ہم وجہ تاکید یہ کہ فتویٰ جاری نہیں ہوتا مگر اس امر کے سبب جو مقتضی ہے فتویٰ کا چنانچہ اسانی یا الکتب
 اور لفظ فتویٰ کے حروف سلیقہ اور میں کسی صیغہ میں پاجائیں کہ انہی لفظ طحاوی دلفظ بہ بفتی الکن من الفتویٰ علیہ اور بفتی کا لفظ موکر ہے فتویٰ
 علیہ کی لفظ سے اس واسطے کہ تقدیم مفعول سے ضرورت ہوتا ہے اور اس طرح لفظ علیہ الفتویٰ کا الفتویٰ علیہ سے موکر ہے و الاصل الکن من الصحیح
 و الاحوط الکن من الاحتیاط انتھی اور صحیح کا لفظ موکر ہے صحیح کے لفظ سے اور احوط کا لفظ موکر ہے احتیاط کے لفظ سے انتھی قول الرملی ظاہر اس تفصیل کے
 سبب میں کہ یہی حکم یقول لکن فی شرح المینۃ للخلی عند قولہ لا یجوز ہر الصحیف لا یبذل فیہ اذا تعارف من امامان معدودان و غیرہ لحدھا بالصحیح
 و الاصل و الاکثر و الاشد و الاجداد و المختار و نحوھا اما رے استاذ خیر الدین ملی نے اپنے فتاویٰ میں کہا اور بعضی الفاظ فتویٰ کے موکر ہیں بعض سے تو فتویٰ کا لفظ موکر ہے صحیح
 اور صحیح اور اشد و غیرہ کے الفاظ سے چنانچہ خطوط و ابھر سے ہم وجہ تاکید یہ کہ فتویٰ جاری نہیں ہوتا مگر اس امر کے سبب جو مقتضی ہے فتویٰ کا چنانچہ اسانی یا الکتب
 اور لفظ فتویٰ کے حروف سلیقہ اور میں کسی صیغہ میں پاجائیں کہ انہی لفظ طحاوی دلفظ بہ بفتی الکن من الفتویٰ علیہ اور بفتی کا لفظ موکر ہے فتویٰ
 علیہ کی لفظ سے اس واسطے کہ تقدیم مفعول سے ضرورت ہوتا ہے اور اس طرح لفظ علیہ الفتویٰ کا الفتویٰ علیہ سے موکر ہے و الاصل الکن من الصحیح
 و الاحوط الکن من الاحتیاط انتھی اور صحیح کا لفظ موکر ہے صحیح کے لفظ سے اور احوط کا لفظ موکر ہے احتیاط کے لفظ سے انتھی قول الرملی ظاہر اس تفصیل کے
 سبب میں کہ یہی حکم یقول لکن فی شرح المینۃ للخلی عند قولہ لا یجوز ہر الصحیف لا یبذل فیہ اذا تعارف من امامان معدودان و غیرہ لحدھا بالصحیح
 و الاصل و الاکثر و الاشد و الاجداد و المختار و نحوھا اما رے استاذ خیر الدین ملی نے اپنے فتاویٰ میں کہا اور بعضی الفاظ فتویٰ کے موکر ہیں بعض سے تو فتویٰ کا لفظ موکر ہے صحیح
 اور صحیح اور اشد و غیرہ کے الفاظ سے چنانچہ خطوط و ابھر سے ہم وجہ تاکید یہ کہ فتویٰ جاری نہیں ہوتا مگر اس امر کے سبب جو مقتضی ہے فتویٰ کا چنانچہ اسانی یا الکتب
 اور لفظ فتویٰ کے حروف سلیقہ اور میں کسی صیغہ میں پاجائیں کہ انہی لفظ طحاوی دلفظ بہ بفتی الکن من الفتویٰ علیہ اور بفتی کا لفظ موکر ہے فتویٰ
 علیہ کی لفظ سے اس واسطے کہ تقدیم مفعول سے ضرورت ہوتا ہے اور اس طرح لفظ علیہ الفتویٰ کا الفتویٰ علیہ سے موکر ہے و الاصل الکن من الصحیح
 و الاحوط الکن من الاحتیاط انتھی اور صحیح کا لفظ موکر ہے صحیح کے لفظ سے اور احوط کا لفظ موکر ہے احتیاط کے لفظ سے انتھی قول الرملی ظاہر اس تفصیل کے

اور اس میں بھی
 فتح اصحابی کا فتویٰ
 و فتویٰ ابو یوسف
 و فتویٰ ابو حنیفہ
 و فتویٰ ابو حنیفہ

اور اس میں بھی

انکشاف

المفتی اذ ذلک رآیة فی کتاب یغنیہ بالاصحاح اولی الاولاد دفع رخصھا فلا ینفی بھا و ینحالفھا ایضا یا شاع بھرمین و یجھا رسالہ ادب المفتی میں کہ جب کسی معتدین سے واجب قبل الیوم ہو یعنی روایت کے بعد لکھا ہو کہ یہ صبح یا اولی یا وقت ہو اور مانند اسکے چنانچہ وجہ و راحوط تو مفتی کو اختیار ہے کہ اس روایت کا فتویٰ دو اسکے مخالف دوسری روایت کا بھی فتویٰ دے جس کا چاہے دونوں میں ہم اس واسطے کہ ہم تفضیل سے دلالت کرتا ہے کہ مقابلہ تفسیل کا بھی مرجع ہے لہذا فی الخطاوی و اذ ذلک بالاصحاح اول الخ و بہ وہ یفتی و علیہ الفتوی لم یفت بھما لفظہ اور جبکہ واسطے بعد صحیح یا ماخوذ بہ یا بفتی یا علیہ الفتوی لکھا ہو تو اسکے مخالف روایت کا فتویٰ نہ دے اس واسطے کہ صحیح کا مقابل نہایت اور ماخوذ بہ اور بفتی اور علیہ الفتوی کا مقابل غیر بفتی ہے بلکہ ایضا فی الہدایہ مثلاً وہ الصبیح فی الکافی بھما لفظہ وہ الصبیح فیجاء و ینحالف اول الخ و عندہ ولا ینفی ولا ینحالف انھی اخلی حفظا مگر جبکہ یہ میں روایت کے ذیل میں ہو صحیح ہو اور کافی میں اسکے مخالف روایت کی ذیل میں ہو صحیح ہو تو مفتی غیر ضروری و ردہ اس روایت کو اختیار کرے جو اسکے نزدیک تیر اور لائق تر اور صالح تر ہوئے انانی الرسالہ تو اسکو یاد رکھنا چاہئے کہ قوی تر کا اختیار کرنا حاوی تدریسی کی عبارت سابقہ میں ہی ہے نہ صورت اختلاف قوت دلیل کا اعتبار ہے لہذا فی الخطاوی حاصل ما ذکرہ الشیخ قاسم فی تصحیحہ لہذا لفظہ بین المفتی القاضی ان المفتی یجوز عن حکمہ والقاضی ملزم بہا و رجوع قاسم نے اپنی تصحیح میں ذکر کیا ہے اسکا حال مطلب یہ ہے کہ کچھ فرق نہیں در میان مفتی اور قاضی کے یعنی ہر جہ تفضیل مذکور کو مفتی بھی نہیں علامات تباہ عمل کرے مفتی کے مانند مگر تباہ فرق ہے کہ مفتی حکم شرعی کا تباہ والا اور قاضی حکم مذکور کا لازم کرنے والا ہے حکومت جس اور تغیر ہے اگر کوئی عمل کرے اور اسکو اختیار ہے قاسم حدود و اقصا کا لفظی الخطاوی ذات الحکمہ والفتی بالقول المرجوح حدث و خرف لکھ جماع اور یہ کہ قاضی کا حکم کرنا اور مفتی کا فتویٰ دینا مرجح قول پر جمالت و راجع کا پھارنا ہے یعنی حرام اور باطل مرجح قول مرجح چنانچہ صاحبین کے قول پر عمل کرنا حالانکہ اس قول کی تصحیح نہیں ہوئی یا اسکی وجہ کی تقویت نہیں ہوئی اور اولی یا بطلان بظاہر روایت کے مخالف فتویٰ دینا بلا ثبوت تصحیح اور اسی طرح قول مرجع عنہ بفتویٰ دینا لفظی کلمہ و ان الحکمہ الملقی باطل بالاجتماع اور یہ حکم مفتی بظاہر اجتہاد اسب ایک حکم مرکب کرنا بالاجماع باطل ہے چنانچہ وضو میں ایک سر کے بال کا مسح کیا یہ مذہب شافعی ہے مقتدی ہو کر نماز پڑھی فاتحہ چھوڑ کے بوجہ سبب امام عظمیٰ کے لہذا فی الخطاوی شافعی مذہب پر نماز اس واسطے نہ ہوئی کہ فاتحہ پڑھنا واجب تھا سو اسنے ترک کیا اور حنفی مذہب پر اس واسطے نہ ہوئی کہ منو کا فرض ترک ہو یا یعنی جو کھائی سر کا مسح تو کسی مذہب پر نماز درست نہ ہوئی ذات المرجع عن التقلید بعد العمل باطل اتفاقاً و ہوا المختار فی الذہب اور یہ کہ بھرا تفتیہ عمل کر چنے کے بعد بالاتفاق باطل ہے اور یہی قول مختار ہے مذہب میں ہم مثلاً قاضی حنفی نے ثبوت نکاح غیر شہو میں امام مالک کی تقلید کی بھرا تفتیہ رجوع کرنا قصید کیا یعنی چاہا کہ اپنے مذہب کے موافق نوح پر عدم لزوم مہر کا حکم کرے تو اسکو جائز نہیں معلوم کرنا چاہئے کہ یہ طلب نہیں ہے کہ یہاں حواذ تقلید کی مطلقاً نفی ہے بلکہ اسی صورت مذکورہ میں اس واسطے کہ یہاں تقلید مذکور کے پھرنے سے غیر کا ضرر لازم آتا ہے اور اسکو دریافت کرنا چاہئے کہ حنفی کو مثلاً شافعی کی تقلید کرنا ایک مسئلہ میں عبارت ہے شافعی کے قول پر عمل کرنے سے باوجود باقی رہنے کے اپنے مذہب پر اسی مسئلہ میں یہاں تک کہ اگر اسی مسئلہ خاص میں جہن حنفی نے شافعی کی تقلید کی ہے رسول کرے بطریق استفتاء کے تو جواب ہے مگر اپنے امام کے مذہب کے موافق اور بقا علی مذہب کا مطلب ہے کہ اس مسئلہ میں عمل کے وقت مذہب شافعی اپنے امام کی متابعت کے اعتقاد پر مبنی ہے یعنی اگر زمان مستقبل میں کسی صورت جیسے عمل کر چکا ہے مذہب شافعی پس آدگی تو اپنے امام کے مذہب عمل کر لگا اگر کوئی کہہ کہ اپنے مذہب پر باقی رہنا اور جواب مستفتی کو نہ دینا مگر اپنے امام کے قول پر بھرجانا ہے شافعی کی تقلید سے مستفتاء نہیں تو اسکا جواب ہے کہ اسی واقعہ مخصوصہ سے رجوع کرنا منع ہے نہ اس واقعہ سے جو بعد اسکے ہی جنس کا حادث ہوا اور تقلید مذکور کے جواب میں دو قول ہیں قول مختار ہے کہ تقلید جائز ہو اور وجہ اسکی یہ ہے کہ تباہ کفایت کرتا ہے جس مجتہد کے قول کی تقلید کی وہ اسکے نزدیک صواب اور رجحان ہے احتمال خطا اور یہی بعینہ جواب ہو سکتا ہے اس سوال کا کہ حنفی کو تقلید شافعی میں عمل بالخطا لازم آتا ہے اس واسطے کہ حنفی شافعی کے مذہب کو خطا و تحمل الصواب حائز ہے ریاضہ و یحییٰ بن سبغ اللہ میں ہے حنفی کے جواب کا

ترجمہ درود و درخشاں جلد اول

اور ہمتیان صبر بھی اس پر اتفاق کیا ہے اور اس تقریر سے کلنا یہ کہ تقلید واجب ہے ایک امام کی یا بعض اور امام کی تقلید یا نہی جائز نہیں اس طرح کہ حنفی اور حنبلی ایک ان میں ہو اور اسکو دور رکھنا چاہئے کہ جب حنفی شلا شافعی کی تقلید کرے مسئلہ خصوصاً میں تو اس پر واجب ہے کہ اس مسئلہ کی حجج متعلقات میں نہ شبہ شافعی کی رعایت کرے تاکہ تلیق باطل لازم نہ آوے کذا فی الخطاوی عن شیخ الاسلام ابی سحر و مختصر اذات الخلاف خاصاً بالقاضی المجدد اور یہ خلاف مخصوص بقاضی مجتہد یعنی امام اور صاحبین کا خلاف ہمیں کہ جب قاضی اپنے مذہب کے سوا اور مذہب سے حکم کرے تو اسکا حکم نافذ ہوگا یا نہیں نہیں صاحبین نے کہا اسکا حکم نافذ ہوگا اور امام کہ اگر مذہب کے مخالف بھول کر حکم کرے تو نافذ ہوگا اور عمیدین امام سے دور و آئین میں اور برتری نے کہا کہ صاحبین نفاذ حکم میں امام کے ملوک میں اور قاضی خان کہ امام مخالف میں کذا فی الخطاوی دامت المقلد فلا یفقد قضاءه بخلاف مذہبہ اصلہ لما فی القیئہ اور مقتاضی کا حکم تو بر خلاف مذہب ہے اصل نافذ نہیں ہو چنانچہ قیئہ میں یہ شرح خطاوی وغیرہ کی عبارت قیئہ کے صریحاً مخالف ہو کافی الخطاوی قلت ولا یستقام فی رہا تائمات السلطان یسیر منشور علی ہدیہ عن انفساء بلہ قول الضعیفہ فکیف بخلاف مذہبہ فیکون مخرجا بالنسبۃ بخیر المعتقدین مذہبہ فلا یفقد قضاءه فیہ دین فیض کما یسقط فی قضاء الفقہ والیوم الفقہ من کتابوں اور خصوصاً ہمارے زمانہ میں حکم مخالف مذہب نافذ ہوگا اسلئے کہ بادشاہ اپنے فرمان میں صریح کر دیتا ہے قاضی روک کر یا پھر اقوال ضعیفہ کے ساتھ حکم کرنے سے بھر خلاف مذہب حکم کرنا کیونکر درست ہوگا تو قاضی نسبت قول غیر متد اپنے مذہب کے معقول ٹھہرے گا تو اسکا حکم کرنا یا مذہب کے غیر عمیدین نافذ ہوگا اور وہ حکم تو راجحانہ کا چنانچہ فتح القدیر اور بحر الرائق اور سر الفائق کی کتاب القضا میں قول شرح مذکور قال فی البیروہان و ہذا صریح علی الذی بعض علیہ بالتواجد علامہ طبرسی نے برہان شریعہ صوابہ لرحمن میں کہا اور قول ان کو روہ حق صریح ہے جسکو انتوں کے بغیر ناجائز ہے امر کہ امتیاز صدقہ فصلوحدان فیہ لفظ امر کے ہاں حکم کا حکم فصل مجتہد کی ایک یعنی مختلف فیہ صریحاً جہت مجتہدین کو گنجائش ہے حکم کا حکم صلا تو جو حکم نافذ ہو جائیگا کما فی سید التاخرانیہ و شرح السید الکیو فی الحفظ اس طرح مذکور ہوتا تاخرانیہ کی کتاب السیر اور سیر کبریٰ کی شرح میں تو اسکو یاد رکھنا چاہئے وقد ذکرنا ان المجتہد المذہبی قد فسد اور اللہ علما نے ذکر کیا ہے کہ مجتہد مطلق یعنی جو اصول و قواعد میں دوسرے مجتہد کا پیرو نہ ہو وہ مفقود ہو گیا یعنی اس کوئی مجتہد نہیں ہے یہ خطاوی نے کہا مجتہد مطلق جائز الوجود ہے یعنی ہو سکتا ہے اسلئے کہ اللہ تعالیٰ کا فضل کسی زمانہ میں مقید اور مختصر نہیں انتہی حافظ شیرازی فرمایا فیض روح القدس را باز مدد فرماید و دیگران ہم کہند انچہ سیحا میگوید و اما المقتد فبغی سیدم مرا تیب مشہور ہے اور مجتہد فقید کے توسات شہر مشہور ہم مرتبہ کا یوں بیان ہے کہ پہلا طبقہ مجتہدین شرع کا ہے چنانچہ چاروں امام اور انکے مانند جنھوں کے اصول و قواعد کو توسس اور مقرر کیا اور احکام فروغ کو دلائل راجحانہ کتاب و سنت و اجماع اور قیاس سے مستنبط کیا اور وہ اس میں کسی تعلق نہیں میں دوسرے طبقہ مجتہدین فی الذہب کا چنانچہ ابو یوسف اور محمد وغیرہ ہیں اصحاب اربعینہ جنھوں کے احکام کو نکالا اولہ رجب سے بموجب ان قواعد کے جو امام عظیم نے ٹھہرائے اگرچہ صاحبین غیر ہمارے بعض احکام فروغ امام کا خلاف کیا لیکن قواعد اور اصول میں اتفاق ہیں اور اسلئے کہ امام شافعی وغیرہ سے مستتاز میں غیر طبقہ مجتہدین فی المسائل کا چنانچہ خصاف اور خطاوی اور ابو الحسن گرخی اور شمس اللہ خراسانی اور فخر الاسلام نبوی اور فخر الدین قاضی خان اور مانند انکے اور علما جو امام کی مخالفتی تادوین اصول میں نہ فروغ میں لیکن وہ ان احکام و مسائل کا استنباط کرتے ہیں امام کے قواعد سے نہیں امام سے روایت نہیں چوتھا طبقہ اصحاب پنجہ کا مقلدین چنانچہ ازی وغیرہ یہ لوگ جہتاد پر اصلاً قادر نہیں لیکن حاظ اصول و ضبط ماخذ سے امام یا اصحاب امام کے قول یا قول مجتہدین اور حکم مجتہدین الامامین سے پیروی اور قول کی تفصیل پر قیاد میں اسلئے انشال و زطر اس پر قیاس کر کے یہ امین جو بعض موافق میں مخرج رازی کا ذکر آیا ہے سوا اسکا یہی مطلب ہے یا جو ان طبقہ اصحاب پنجہ کا مقلدین ہے چنانچہ ابو الحسن قزوینی اور صاحب ایاد و مانند انکے انکار یہ ہے کہ ایک روایت کو دوسری روایت پر تفصیل دینے میں اس طرح کہ یہ قول اولیٰ ہوا ہے یہ روایت کی راہ سے یا اضعیٰ روایت کی راہ سے و ہذا وفق للقیاس نہ ارفق للنیاس چھٹا طبقہ ان مقلدین کا ہے جو امین اسکا اور قوی اضعیٰ

در بیان احوال مذہب
چون قیاس مشہور
سین سالہ ہے
علوم کے لئے

مِنْ قَطْعَتِهَا بِأَنْ يَرْتَدَّ وَبِحُجَّتِهِ جَرَّاحَةً يُصَلِّي بِلَا ضَوْءٍ لَا يَنْتَهِى إِلَّا بِطَرَفِهَا وَطَرَفَاتِهَا حَالِ تَوْبَةٍ كَيْفَ تَطِيرُ غَيْرَ مَعْنٍ بِكَ جَسَدُ شَيْءٍ كَرِهَ وَنَوَافِلُ وَنَوَافِلُ بَلَوْنِ كُنْ
 مَوْنِ وَكُنْ جَرَّاحَةً بِأَنْ يَرْتَدَّ وَبِحُجَّتِهِ جَرَّاحَةً يُصَلِّي بِلَا ضَوْءٍ لَا يَنْتَهِى إِلَّا بِطَرَفِهَا وَطَرَفَاتِهَا حَالِ تَوْبَةٍ كَيْفَ تَطِيرُ غَيْرَ مَعْنٍ بِكَ جَسَدُ شَيْءٍ كَرِهَ وَنَوَافِلُ وَنَوَافِلُ بَلَوْنِ كُنْ
 اس صورت میں طہارت ساقط ہوگئی ظہیر میں سکاؤ کر کے سکوت کیا اس واسطے کہ اکثر احضار مخرج ہیں تو ایسی رت میں تیمم کا حکم کیلئے تیمم بھی ساقط ہوگا
 ہاتھوں کے ہونے سے واما فانما الطهورين ففي الفيض وغيره الله يشبه بالمصليين عند هاد اليه صرح جرح الامام وعليه الفتوى او فاذا الطهورين کا
 تو حال یہ کہ فیض غیر میں یہ کہ فاذا الطهورين نمازوں کے افعال قیام قعود رکوع سجود کرے صاحبین کے نزدیک بکینی بوجہ حرمت وقت اور اسی قول
 کی طرف امام اعظم کا رجوع کرنا صحیح ہے اور اسی قول پر فتویٰ ہم یہ جواب عوی ثانیہ کا ہے ان افعال کو نماز نہ کہ مشابہ نماز کے کہا اس واسطے کہ جب یا فی بلیگا تو نماز
 نماز کا واجب کا تو حقیقت میں یہ جواب نہیں ہو سکتا اس واسطے کہ یہ نماز کی صورت یہ حقیقت نماز کی اگر حقیقت میں نماز ہو تو نماز کا واجب کا قلت و بطلان
 بعد الصلوة بظہر غیر مکلف کصلوته لغیر القبلة او صر ثوب نجس ہو ظاہر المذهب کما فی المختار من کتابہوں اور ظہیر کے مضمون
 گذشتہ سے یہ ظاہر ہو کہ دون طہارت قصد نماز کا پڑھنا آدمی کو کافر نہیں کرتا جیسے غیر کہ طہارت پاک کپڑے کے ساتھ نماز پڑھنا کافر نہیں کرتا اور یہی یعنی ہم
 کفر ظاہر مذہب ہے چنانچہ خانیہ یعنی قتاوی قاضی خان میں ہم میں صورتوں میں عدم کفر مشروط بعدم استحلال عدم استخفاف ہے اور مسئلہ ظہیر پر یہ طہارت
 بظاہر ت کو قیاس کرنا صحیح نہیں اس واسطے کہ ظہیر کا مسئلہ ضرورت میں مفروض ہے تو حالت اختیار کو اس پر قیاس کرنا کیونکر صحیح ہوگا و فی سید انوہا نیہ
 ۵ و فی کفر من صلی بغیر طہارتیہ مگر العد خلف فی الذایات یسطر اور وہ بیان یہ کہ کتاب السیر میں ہے اور اس شخص کے کفر میں جو بدن طہارت کے قصد نماز پڑھے
 اختلاف ہے درایات میں کہ کتابوں میں مرقوم ہے عمار مذہب کا ہمیں اختلاف ہے اور عدم کفر کا قول معتد ہے چنانچہ یہی ظاہر مذہب ہے بلکہ فقہانہ فرمایا ہے کہ اگر
 مشرک و کافر متفق پائی جائیں ایک مومن کے کفر پر اور ایک دایت عدم کفر کی ہو اگر وہ ضعیف روایت ہو تو نفی اور قاضی اسی ضعیف روایت پر عمل ہے
 نہ اور قوی روایتوں پر کذا فی لبطحاوی ثم هو مرکب اضافی پھر ہم کہتے ہیں کہ کتاب الطہارۃ کا لفظ مرکب اضافی ہے یعنی دونوں لفظوں مرکب ہے پہلی لفظ
 مضاف کہنے اور دوسری کو مضاف الیہ عربی زبان میں مضاف مقدم ہوتا ہے مضاف الیہ پروردہندی میں مضاف الیہ مقدم ہوتا ہے مضاف پروردہندی کا لفظ
 دونوں کے بیچ میں آتا ہے چنانچہ کتاب الطہارۃ یعنی طہارت کی کتاب اور غلام زید یعنی زید کا غلام مبتدا او خبر و مفعول لفعیل معنی دعت کتاب الطہارت مبتدا
 یا خبر یا مفعول کا مفعول ہم جملہ اور غلام دوقسم ہے جملہ اسمیہ و فعلیہ اگر پہلا جز اسم ہے تو وہ اسمیہ ہے اور اگر فعل ہے تو فعلیہ ہے سو اسمیہ پہلے جز کہ مبتدا کہتے ہیں وہ سرے
 جز کو خبر چنانچہ زید قائم زید مبتدا ہے اور قائم اسکی خبر اور جملہ فعلیہ کے پہلے جز کو فعل کہتے ہیں اور دوسرے کو فاعل اور جس پر فاعل کا فعل واقع ہو وہ مفعول ہے تو اگر کتاب الطہارۃ
 مبتدا قرار دیجے تو خبر کی مفعول ہے یعنی کتاب الطہارۃ ہذا اور اگر اسکو خبر کہے تو مبتدا مفعول ہے یعنی کتاب الطہارت اور اگر اسکو مفعول فرض کیجے تو فعل اور فاعل اسکا
 مفعول ہے چنانچہ کتاب الطہارۃ یا کتاب الطہارۃ یعنی کتاب الطہارۃ کو یا پڑھے اسکو مبتدا اور خبر ہونے کی صورت میں آخر کتاب پر رفع یعنی پیش ہوگا
 او مفعول ہونے میں نصب یعنی زیر ہوگا یہ سب اس تقدیر پر ہے کہ کتاب الطہارۃ کو بولنا کہام قرار دیجے فَإِنْ أَرَادَ بِهِ النُّعْدَادُ بَعِيَ عَلَى الشُّكُوفِ پھر اگر
 کتاب الطہارۃ کی لفظ سے شمار کا ارادہ کیا جائے تو آخر کتاب کا حرف یعنی تے پر سکون اور جزم ہوگا م یعنی جو کتاب میں تے میں مذکور ہیں انکو کوئی شخص طہارت عدا
 تو حرف ظہیر کتاب کا مبنی علی السکون ہوگا کیونکہ وہ حرف کا مشابہ پھر عدم اعراب میں و کس تختصاص الیہ الینی اور اسی حرف اخیر کو شمار کی صورت میں کسرہ
 یعنی زیر دیا جائے گا لکن مختص محل ہو پھر اسکن بار موحده ہے اور دوسرا اسکن طار اولی مشدودہ و اضافۃ لامینہ لامینہ اور کتاب الطہارۃ کی
 اضافت لام والی تے میں والی ہم اضافت تین قسم ہے اس واسطے کہ مضاف الیہ مضاف کا مابین ہے اعمین ہر باطوف اگر مابین ہے تو وہ ان اضافت یعنی لام ہے جو
 اختصاص پر دلالت کرتا ہے چنانچہ غلام زید یعنی وہ غلام جو زید کے ساتھ خصوصیت رکھتا ہے اور اگر مابین ہے مضاف کا تو وہ ان اضافت یعنی مبنی باریہ کہ ہوتی ہے

یعنی وقت نماز نہ ہو
 اگر نماز کے وقت میں
 افعال کے ساتھ
 اور مذکور
 کتاب الطہارۃ میں
 یہ کتاب الطہارۃ

چنانچہ خاتم فقہ یعنی جاندی کی انگوٹھی اور اگر ظرف ہو تو وہاں اضافت یعنی فی ظرفیہ کے ہوتی ہے چنانچہ منوم البوم یعنی روزہ جو دن کے اندر واقع ہو تو جبکہ اضافت کتاب الطہارۃ کی لائی ہوئی تو تقدیر یوں ٹھہری کہ کتاب فی معنی لیسان مسائل الطہارۃ یعنی وہ کتاب جو بیان مسائل طہارت کی واسطے موضوع ہے اور چونکہ طہارت عین کتاب نہیں لہذا شائع نے اسکی نفی کی اس طرح کہ یہ اضافت من والی نہیں ہے اور اوقات کی شرح میں جبکہ منخ الغار نام ہے کہا ہے کہ بیان اضافت یعنی فی جو ترجمہ تو مطلب ہو گا کہ یہ کتاب ہے مسائل طہارت کے بیان میں وھل یتوقف حدۃ لقیاً علی معرفۃ مفہمہا اور کتاب الطہارۃ کی تعریف جبکہ وہ نام اور لقب ہوا ان مسائل کا اسکے دونوں مفروضی کتاب اور طہارت کی شناخت پر موقوف ہے یا نہیں ہم یہ سوال یہ شارح اسکا جواب اگے دیتا ہے المراجع نعم قول راجح یہ کہ یہاں موقوف ہم مرکب جبکہ نام ہو کسی چیز کا تو اس میں وقول ہیں قول ضعیف مرجوح یہ کہ اسکی تعریف اس کے اجزاء کے معلوم ہونے پر موقوف نہیں اس واسطے کہ نام رکھے سے اس کے معنی افرادی میں ملوث ہو گئے چنانچہ عبد اللہ کہ کیا نام رکھا اور قول راجح قوی یہ کہ البتہ اجزاء کے علم پر مرکب کا علم موقوف ہے فردی توضیح کی وجہ سے علی الخصوص جبکہ نام میں معنی وصفی کا ہوا ہے چنانچہ عمدہ باغ کا کوئی بہشت نہ بنا نام رکھے اب اگے شارح قول راجح پر تہنی کر کے دونوں مفروضی معنات اور اضافت کا بیان شروع کرتا ہے ہذا الكتاب مصدر مفعول الجمع لختہ تو کتاب کا لفظ لغت عرب میں مصدر ہے مجھے جمع یعنی ملانا ایک چیز کا دوسری چیز کے ساتھ اور صاحب بحر وغیرہ نے جو کتاب کے معنی جمع حروف کے ہیں تو خصوصیت مقام کا کا ط کیا ہے نہ لغوی معنی کا اور جیسے کتاب مصدر ہے کتب کا ویسی ہی کتابت اور کتب بھی اسکا مصدر ہے کذا فی الخطا وی مصدر ہے جس سے ہماری مضارع امری وغیرہ مشتقات نکلیں اور اس کے ہندی معنی میں تاکا لفظ چنانچہ جلوس ٹھیکہ قیام کھڑا ہونا جیل نہر علیہ انا لیسائل مستقلة معنی المكتوب اور المراجہ اس شرح میں کتاب کو مسائل مستقلة کا سرنامہ اور لقب دیا ہے مجھے مجموعہ ہم یعنی جمع کرنا ان الفاظ کا جو مسائل مجموعہ پر دلالت کریں یہی مراد ہے کتابت اور استقلال مسائل کا مطلب یہ کہ ان مسائل کا تفصیل کرنا موقوف نہیں اس شے پر جو اس سے پہلے اور پیچھے ہے سو کتاب الطہارۃ باین معنی مستقل ہے یعنی کتاب الصلوٰۃ پر اسکے مسائل کا فہم موقوف نہیں اور استقلال کا یہ مطلب نہیں کہ وہ اصل ہے کسی کا تابع نہیں کیونکہ مطلب بھی نہیں اس واسطے کہ طہارت تابع صلوٰۃ کی مسائل کی قید سے ان حروف و رکعات کا جمع کرنا خارج ہو گیا جو مسائل نہیں ہیں اور استقلال کی قید سے کتاب کی حقیقت باب و فصل نکلی کیونکہ دونوں مستقل نہیں ہر کتاب کی تحت میں داخل ہیں تو فصل و صنف ہر دو داخل ہیں اس صنف کے تحت میں جبکہ ابانام ہے اور باب اس صنف کے تحت میں ہے جبکہ انام کتاب ہے اور کتاب اس صنف کے تحت میں ہے چنانچہ اعلم یہ تو علم مدون صنف عالی ہے اور کتاب دریا ہے فصل اسکے اصناف سافہ میں درجہ درجہ اور تعریف کتاب کی شامل ہے اسکو جبکہ مسائل کی ایک ہی نوع ہے چنانچہ کتاب اللقطہ اور اسکو جبکہ بہت انواع ہیں چنانچہ کتاب البیوع اور کتاب کو جو شائع نے معنی مکتوب کہا تو اسوجہ سے کہ مصدر یعنی مفعول ہے یا کفعال کا صیغہ ہے مجھے مفعول آتا ہے جیسے لباس یعنی طبوس کذا فی نہر القافی و خطاط و طقطا منہما و الطہارۃ مصدر مطلق یا الفتح و بضمتہ معنی النظافۃ کفۃ اور لغت میں طہارت یعنی پاکیزگی مصدر ہے طہر کا جو فعل مضارع مفتوح العین ہے اور مفعول غیر بھی آیا ہے بقیات ہم صاحب قلموں میں عین کا فتح اور ضمہ برزہ کو رکھا ہے اور طہارت کو ضد نجاست کہا ہے دلینا اتودھا اور ماتن نے اس واسطے طہارت کو مفرد ذکر کیا ہے یعنی چونکہ طہارت کا لفظ مصدر ہے اور اصل صمدین افرادی لہذا مصنف اسکو مفرد لایا جمع اگر طہارت کے انواع بہت ہیں چنانچہ وضو اور غسل و تیمم اس واسطے کہ مصنف قلیل اور کثیر سے متعلی ہوتا ہے و نہر علیہ النظافۃ عن حیث او خبیثہ اور شرح میں طہارت پاک صاف ہونا ہے نجاست حکمی یا نجاست حقیقی سے دو حق جمع نظر کا تو لقیاً اور جو طہارت کو بصیغہ جمع لایا یعنی جس صنف نے کتاب الطہارۃ کہا اسے طہارت کے اقسام پر نظر کی وجہ کثرت اور اقسام طہارت کے بہت ہیں چنانچہ وضو اور غسل باقی سے یا مٹی سے اور کپڑے یا مکان کی طہارت و حکم کثرت و طہارت کی حکمتیں مشہور ہیں یعنی جن امور کو واسطے طہارت مشروع ہوئی وہ اہل دین میں مشہور ہیں از انجاء گناہوں کا جھڑنا اور شیطان سے محفوظ رہنا و حکم استباحۃ مالا یجوز بدنیاً اور حکم طہارت کا یعنی وہ اثر اور اثر جو طہارت پر مرتب ہوتا ہے مصلح کر لینا ہے اس عمل کا جو حلال نہیں بدون طہارت چنانچہ نماز کا پڑھنا اور مصحف کا چھونا ہم تو اب طہارت کا حکم نہ کہا اس واسطے کہ طہارت میں

ترجمہ اردو درختِ طہارت

اردو ترجمہ

ثابت نہیں ہوتا واجب ثابت ہوتا ہے تو جو شخص کہتا ہے کہ میں صحت کیواسطے طہارت فرض ہے تو مراد اس کی یہ ہے کہ فرض علیہ کی کذا فی الطحاوی یا بیضاوی دستة للمومنین اور وضو صحت ہی سے ہے کیونکہ ہم فتاویٰ قاضی خان میں یہ کہ جب نہ کرے تو وضو کرنا مستحب ہے اور شراح نے اس کو سنت کہا ہے وضو واجب فی سبب وثبتین موضعاً ذکر فی الحکام منہا بعد کذب وعبیة وحقیقہ وشرعاً اکل وجود و بعد کل خطیئة وللحدیث درج من خلاف الطحاوی اور وضو مستحب ہے تیس اور کئی مقام میں جنگو میں خزان میں مذکور کیا ہے از انجملہ بعد کذب و رغبہ اور قہر مار کے سننے اور شرع خوانی اور اونٹ کے گوشت کھانے کے بعد اور بر گناہ کے بعد صغیر ہو یا کبیرہ اور عالموں کے اختلاف سے بچنے کے واسطے ہم وہ شرع خوانی مراد ہے جو حکمتوں سے اور مع نبوی سے خالی ہے اور بعضوں کے نزدیک اونٹ کے گوشت کھانے سے وضو کرنا واجب ہے ظاہر حدیث کی دلالت سے اختلاف علما کی مثال چنانچہ مسافر کو اور مس عورت نام شافعی کے نزدیک وضو کا ناقض ہے لیکن سہرزدیک ناقض نہیں تو اگر تہم وہاں لگھا رہے تو مستحب ہے کہ پھر وضو کرے تاکہ بالاتفاق نماز ادا ہو کذا فی الطحاوی صاحب دلائل الاسرار کے کہ میں نے خزان کی طرف رجوع کیا وہاں فقط وضو کی ہدایت اور وضو پر وضو کرنا مذکور ہے لیکن شہر نیانی نے مستحبات مذکور کیا ہیں نقل کیا ہے کہ مستحب ہے سونے کے بعد بیدار ہو کر اور وضو پر ہدایت اور وضو کرنا جبکہ مجلس بدلے اور میت کے غسل دینے کو اور اس کے اٹھانے کو اور نماز کے بعد وقت میں وضو کرنا اور حجاب کے غسل سے پہلے وضو کرنا اور کھانے اور پینے اور سونے اور جماع کی وقت اور عہد کر نیکی سبب اور قرآن اور حدیث کے پڑھنے کیواسطے اور حدیث کی روایت اور علم کے درس کے لئے اور اذان اور اقامت اور خطبہ پڑھنے کیواسطے اگرچہ کما حقہ کا خطبہ ہو اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کیواسطے اور دوق عرفات و سعی کیواسطے اور کتب شریعہ کے پھونکنے کے لئے ان کی تعظیم کی وجہ سے اس لئے اور نہ الفائق میں ہے اور عورت کے محاسن کو کھینکنا اور مطلق ذکر کیواسطے اور ہر نماز کیواسطے اگرچہ وضو موجود ہو کہ شاید غیبت و رکوع یا در ہوا ہو سو اگر وضو نہ ہو سکے تو تیمم ہی کرے اور گناہ دور ہونے کی نیت کرے البتہ یہی فتاویٰ صیرفیہ میں نوید شراح کی مذکور ہے ساتھ میں اور کئی مقام میں جن میں وضو مستحب ہے انتہی مافی دلائل الاسرار و دکنیا غسل و مسح و دوائی نجس اور طہارت کا رکن و ہونا ہے اور مسح کرنا اور نجاست کا دور ہو جانا ہم بحر الرائق میں یہ کہ طہارت کے ارکان حدیث اصغر میں تین عضو کا دھونا اور چوتھا فی سر کا مسح کرنا اور حدیث اکبر میں سارے بدن کو دھونا اور نجاست میں سارے بدن کا دھونا اور نجاست حقیقی میں جو نظر آتی ہو تو اس کے جسم کو دھونا اور کرنا اور جو نظر نہ آتی ہو تو اس کی جگہ کو تین بار دھونا اور ہر بار پچوڑنا اور اگر اس کا پچوڑنا ممکن نہ ہو تو ہر بار دھونا کرنا کہنا انتہی شراح کے بیان میں یہ سب گیا اور پچوڑنے اور خشک کرنے کو شراح نے اس واسطے بیان کیا کہ وہ دونوں رکن طہارت کے نہیں ہیں بلکہ طہارت کی شرطیں ہیں کذا فی الطحاوی والقیاماء و نواب نحوہما اور طہارت کا ہتھ پیر یعنی جس سے طہارت حاصل ہو وہ پانی اور مٹی ہے اور مانند ان کے چنانچہ زمین کا خشک ہونا اور موزہ رگڑنا چنانچہ آگے اس کا ذکر آگیا و دلایا اید اذ اقمتم الی الصلوۃ اور جو طہارت کی دلیل اذ اقمتم الی الصلوۃ کی آیت ہے ہم پوری آیت ہوں یہ یا ایہا الذین امنوا اذ اقمتم الی الصلوۃ فاغسلوا وجوہکم وایدیکم الی المرافق وامسحوا برؤسکم وارجلكم الی الکعبین وان کتم جبناً فاطہروا وان کتم موضیاً فامسحوا بوجہکم وارجلکم وایدیکم مینہ ما ید الله لیجعل علیکم من حرج و لکن تربید لیطہرکم لیسلم علیکم علیکم لعلکم تشکرون یعنی اگر ایمان والو جب تم اٹھو نماز کو تو دھو لو اپنے چہرے اور ہاتھ کہیں تک و رمل اپنے سرو تک اور پاؤں کو ٹخنوں تک اور اگر ٹکوجنابت ہو یعنی غسل کی حاجت ہو تو خوب طرح پاک صاف ہو اور اگر تم بیابا ہو یا مسافر یا کوئی شخص تم میں سے آبی جاے ضرور ہے یا ہاتھ لگایا تم سے عورت کو یعنی اس سے صحبت کی پھر پاؤ پانی تو قصد کرو زمین پاک کا اور رمل لو اپنے چہرے اور ہاتھ وہاں سے اٹھ نہیں چاہتا کہ تم پر کچھ مشکل ہے لیکن چاہتا ہے کہ تم کو پاک کرے اور اپنا احسان پورا کیا چاہتا ہے تم پر شاید کہ تم احسان مانو تو یہ آیت مقدسہ طہارت ہے صغریٰ اور کبریٰ یعنی وضو اور غسل کو اور طہارت نبی اور خاکی سب کو شامل ہے وہی حدیث جماعاً اور وہ آیت مدنی ہے یعنی مدینہ منورہ میں

نازل ہوئی بہ اتفاق مفسرین یہ آیت سورہ مائدہ میں ہے اور وہ سورت قرآن میں پیچھے نازل ہوئی ہے سیوطی نے اتفاق سے کہا کہ یہ وہ ہے جو ہجرت کے بعد
 نازل ہوئی اگرچہ غیر مذہب میں اسکا نزول ہوا ہو اور کئی وہ ہے جو ہجرت سے پہلے نازل ہوئی اگرچہ غیر مکہ میں اسکا نزول ہوا ہو یہی قول صحیح ترین کذا فی الخطا و
 واجہہ اہل السیرات الوضوء والغسل فرضاً بملکہ مفعول فی الصلوۃ بنعلیم جبریل علیہ السلام اور اہل سیرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و احوال
 کے بیان کرنے والوں نے اتفاق کیا ہے اس پر کہ وضو اور غسل مکہ معظمہ میں فرض ہوئے نماز کے فرض ہونے کے ساتھ جبریل علیہ السلام کی تعلیم سے دانہ
 علیہ الصلوٰۃ والسلام بصلیٰ تطہیراً بوضو اور اس پر اتفاق کیا ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کبھی نماز بدون وضو کے نہیں پڑھی ہم یہ جواب ہر اس سوال کا
 کہ شاید آنحضرتؐ بدون وضو کے نماز پڑھی ہو بوجہ عدم فرضیت وضو بل ہوا شریعت من قبلنا بل ہذا رضوی وضو کا بنیاء من قبلہ بلکہ وضو کا شریعت
 ہم سے پہلے لوگوں کی اس حدیث کی دلیل سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے وضو کر کے فرمایا کہ یہ میرا وضو ہے اور ان پیغمبرؐ کا جو مجھ سے پہلے تھے وہ
 بقدر قہ فی کلاصول ان شریعت من قبلنا شریعت اللہ تعالیٰ و رسولی غیر انکارہ بل بظہر بخوار البتہ اصول علم کے علم میں یہ امر ثابت ہو چکا ہے کہ
 اگلوں کی شریعت ہماری بھی شریعت ہے یعنی اہل اسلام کو بھی اس پر عمل کرنا چاہیے نیز طحاوی نے فرمایا کہ رسولؐ نے حدیث میں اسکا بیان کر دیا
 ہو بدون انکار کے یعنی ناپسند کیا ہوا اسکو اور اسکا منسوخ ہونا ظاہر ہوا ہم شریعت سابقہ کا بیان قرآن میں کہو کہ تعالیٰ و کتبنا علیہم ان النفس
 بالنیفس اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان فرمانا احادیث میں چنانچہ موصوم عاشورہ بیان کرنا چاہئے کہ یہاں آیت ال وارہ ہوتا ہے تقریباً کسی یہ کہ جب وضو
 ہو چکا کہ مظهر میں نماز کے ساتھ جبریل علیہ السلام کی تعلیم سے اور یہ شریعت سابقہ غیر مفسوخہ بھی کہ تو مدت کے بعد مذہب منورہ میں آیت وضو کے نازل کر دینا کیا فائدہ
 ہے اسکا جو شایع نے اگلے قول میں دیا فقائنا فنزل الایۃ تغیر الحکمہ التاب و تالی اختلاف العلماء اللہ کھو حجتہ توفائدہ نزول آیت وضو کا جو ثابت کر دینا
 اس حکم کا جو قبل نزول کے ثابت تھا اور دوسرا فائدہ حاصل ہونا عالموں کے اختلاف کا جو رحمت ہر امت کیواسے ہم چونکہ وضو و عبادت مستقل نہیں بلکہ تابع نماز
 تو احتمال تھا کہ امت کے لوگ اسکی شان کا اہتمام نہ کریں اور اسکی شرط اور ارکان کی مراعات میں تساہل کریں طول خدا و انفرافض یا علیین بوجہ سے برخلاف
 اس کے جبکہ اثبات وضو کا اس نص متواتر سے ہوا جو ہر زمانے میں اور ہر زبان میں باقی ہے تو احتمالات مذکورہ کی گنجائش نہوگی اور علما کا اختلاف ہی آیت مذکورہ کے
 عدد و ارض میں سو بعض عالم کہتے ہیں کہ فرض چارہیں اور بعض زیادہ کہتے ہیں اور بعض اسے جمع پر عمل کرتے ہیں اور بعض فقط ہاتھ لگانے پر اور بعض وضو کے
 مسح کرنا حکم ہے انہیں اختلاف ہے کہ کل عضو کا مسح ہرادی یا چوتھائی کا یا اس سے بھی کم کذا فی الخطا و ای اور اختلاف علما کا رحمت ہونا دوسرا کتاب میں
 مذکور ہو چکا کہ فی قد اشملت علی بنیف و سبعین حکماً مبسوطة فی نیم الصلیاء عن فوائد الہدایۃ کیونکہ فائدہ نہو آیت طہارت کے نزول میں
 حالانکہ وہ آیت شامل ہے ستر اور کئی حکم پر وضو کے باب الیمیم میں فوائد بدایہ سے مشروحاً مذکور ہیں کے ثمانیۃ امور کلہا مشتملہ و حالانکہ آیت مذکورہ
 شامل ہے آٹھ چیزوں پر کہ ہر ایک ان سے دو دو ہیں یعنی ہر واحد میں دو شے ہیں تو سب سولہ ہوئے طہارتین الوضوء والغسل شامل ہے و طہارت پر
 کہ وضو اور غسل ہر مطہرین الماء والصعبین اور دو پاک کرنے والیوں پر کہ بانی اور خاک ہر حکمین الغسل والمسح اور دو حکم پر کہ دھوا اور مسح
 کرنا ہر دو واجبین الحدث والنجاسة و طہارت کے دو موجب ہر کہ حدث اور نجاست ہر دو واجبین الموضع السفسا اور مسح کے دو مباح کرنا و نحو الوکر
 کہ بیاری ہے اور سافر میں تلکین التفصیل فی الوضوء والاحوال فی الغسل اور دو و لیا ویر و لیل تفصیلی ضمیمہ میں اور دلیل اجماعی غسل میں ہر وضو
 میں دھوئے اور مسح کرنا اعضا میں تفصیل آیا اور غسل میں سیدہ محل فرمایا کہ فاطر و یعنی طہارت کرو اعضا کی تفصیل فرمائی و کتابتین الغائط والملا مسۃ
 اور دو کتابت پر کہ غایت اور ملا سہ ہے ہم کہنا یہ وہ لفظ ہے کہ معنی ہر اصرحاً دلالت نہ کرے سو غایت لغت میں بہت مکان کو کہتے ہیں بیان قضاء حاجت
 بشری مراد ہے اس کے کہ عرب قضیاً حاجت کا ارادہ کرتے تو بہت مکان کی طرف جاتے اور ملاست لغت میں ہاتھ لگانے کو بولتے ہیں بیان مراد جماع سے ہے

۴۰
 ہاتھ لگانے کا حکم

اسلئے کہ جو محل کا ارادہ کرتا ہے تو وہ ہوس کنار سے شروع کرتا ہے کذا فی الطحاوی وکرامتین تطہیر الذنوب اعم النعمۃ ای بموتہ شہید محدث من
 داوم علی الوضوءات شہیداً ذکوۃ فی الجہنم اور وہ بزرگیوں پر یعنی حق تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو طہارت میں طرح کی بزرگی عطا کی ایک تو گناہوں سے پاک
 کرونانی قولہ تعالیٰ لیطہرکم یہ اور نعمت کو پورا کر دینا فی قولہ تعالیٰ لیسلم نعمتہ علیکم تمام نعمت ہر اسکے شہید ہو کر مرنے سے اس حدیث کی دلیل سے کہ جو
 کرنے پر ہنگامی کر گیا وہ شہید ہو گیا ایسا ذکر کیا ہے جو ہر مین قدروری کی شرح ہوا غا قال امنوا بالعبیۃ دون اھتم بعم کل من من الی یوم القیمۃ
 قالہ فی الضیاء دکان صیغۃ علی آن فی الایۃ التقاتل والنقیق خلافہ اور میں فرمایا امنوا غائب کے صیغہ سے نہ اتم مخاطب کے صیغہ سے مگر اسو سطلیک
 خطاب مل ہے ہر ایک اس شخص کو جو ایمان لانا جائے قیامت تک بن کہا ہے ضیاء میں اور شاید کہ یہ قول سپرینی ہے کہ آیت وضو میں التفات ہے حاضر سے
 غائب کی طرف اور قول محقق اسکے مخالف ہے ہم التفات اسکو کہتے ہیں کہ غائب بولنے کے مقام پر حاضر بولا جائے اور حاضر کے موقع پر غائب سو بعض عالم
 ابوالدین امنوا کالتفات کے قبیل سے سمجھتے ہیں اسو اسلئے کہ امنوا غائب کا صیغہ ہے اور اتم حاضر کا صیغہ ہے اور حق منادی کا مخاطب ہونے کی وجہ سے
 یہ ہے کہ اسکی تعبیر حاضر کی ضمیر سے ہو اور قول صحیح یہ ہے کہ بیان التفات نہیں ہے اسلئے کہ امنوا صیغہ ہے الذین کا اور موصولات بمنزلہ غائب ہیں اور جو ضمیر کہ اسلئے
 راجع ہوتی ہے موصول کی طرف وہ نہیں ہوتی ہے مگر غائب کذا فی العینی شرح الہدایۃ خلاصہ ہے کہ صنعت التفات اسوقت ہوتی کہ حاضر کے محل میں غائب کا
 صیغہ ہوتا ہو یا نہ غائب کا صیغہ اپنے محل میں ہر دانی فی الوضوء اذا التحقیقۃ فی الجنایۃ بان المتشککۃ لا لاشارة الی ان المصلوۃ ملکہ
 الا لزمہ الجنایۃ من الامور العارضۃ اور حق تعالیٰ وضو کے بیان میں اذ کا لفظ لایا جو محقق اور ثابت ہو پر دلالت کرتا ہے اور جنابت میں ان
 لفظ لایا جو مشکوک و مردود ہونے پر دلالت کرتا ہے تاکہ اسکی طرف اشارہ ہو کہ قیام الی المصلوۃ امور لازمہ سے ہے اور جنابت امور عارضہ سے ہم
 اذا اور ان شرط جزا پر آتے ہیں تو اگر وقوع شرط کا یقین ہو یا امید قوی ہو تو وہ ان اذ کا لفظ بولتے ہیں اور اگر وقوع شرط کا یقین نہ ہو یعنی
 تردد ہونے اور نہ ہونے میں تو وہ ان ان کا لفظ بولتے ہیں جب یہ معلوم ہو تو دریافت کرنا چاہئے کہ وضو میں حق تعالیٰ نے اذ اتم الی المصلوۃ
 فرمایا اسو سطلیک نماز کی واسطے اھتمنا امور لازمہ سے ہے اور نظر دیانت مسلم غائب الوجود ہے کہ رات دن میں بائج بار نماز فرض ہے اسو اسلئے کہ اذ کا
 لفظ جو اقربا پر دلالت کرتا ہے مذکور کیا اور جنابت میں ان اتم جناب فرمایا کہ وہ نسبت نماز کے خلیل الوجود ہے اور امور عارضہ مردودہ سے ہے کہ ہو یا نہ ہو اسوج سے کہ
 ان کا لفظ جو شک و تردد پر دلالت کرتا ہے ارشاد کیا کذا فی العینی وصرح بذکر الحدیث فی الغسل والیتیم دون الوضوء لیحللن الوضوء کسۃ و فرض
 والحدیث شرط الثانی لا دل فیکون الغسل علی الیتیم علی الیتیم عتبا والوضوء علی الوضوء کذا علی الحدیث حقیقی نے حدیث کو صحیحاً ذکر کیا غسل و تیمم میں وضو
 میں ماسلوم ہو کہ البتہ وضو سنت ہے بدون حدیث کے اور فرض ہے حدیث کے ساتھ اور حدیث ثانی کی شرط ہے نہ اول کی یعنی فرض وضو کی شرط نہ سنت وضو کی تو ایک
 غسل مردودہ غسل کرنا اور ایک تیمم مردودہ تیمم کرنا عتبا اور بقائدہ ہوگا اور ایک وضو مردودہ وضو کرنا نو کھلی ہو تو ہم طحاوی نے کہا تاج کے کلام
 کہتا ہے کہ تیمم و غسل نہیں ہوتے مگر فرض میں خلل یہ ہے کہ غسل چند موضع میں مستحب ہے تاہی اور چند موضع میں سنت اور اسطرح تیمم کے وضو کے قائم مقام
 ہوتا ہے یعنی عدم فرضیت میں چنانچہ سب کو وقت اور مسجد میں جانے کی واسطے تو غسل اور تیمم کا فقط فرض ہونا ثابت ہوگا ان الوضوء اربعۃ وضو کے
 رکن چار ہیں لغت میں رکن رکھتے ہیں ہر چیز کی جانب قوی کو اور وضو ماخوذ ہے وضاعت سے جو معنی لطافت اور حسن کے ہے اور وضو بضم مصدر ہے اور الفتح
 وہ بابی جو جس سے وضو کرتے ہیں اور اصطلاح شرع میں وضو عبارت ہے اعضا و ملکہ کے ہونے اور سر کے مسح کرنے سے عتبا بلا سر کان لا مذافین
 معصفتے ارکان کہا فرض نہ کہا اور مصنفون کے مانند اسو سطلے کہ رکن کہنا مفید تر ہے ہم اسلئے کہ رکن انھیں فرض ہے اور تاکہ معلوم ہو کہ جن
 کتابوں میں وضو وضو مذکور ہو وہ ان فرض سے ارکان مراد ہیں کذا فی شرح المصنف رکن فرض ہے اسلئے خاص ہوا کہ رکن اس فرض کو کہتے ہیں جو

یعنی شکی حقیقت میں داخل ہو بر خلاف فرض کہ داخل اور خارج مابین کو یعنی رکن اور شرط دونوں کو فرض بولتے ہیں ہم سلا مہ عیال ان اریس
 بالفرض القطع برکة قد بر السمع بالبرهان العلی علی وجود سلا مہ اس تعبیر کے اس اعتراض سے جس کا بیان یوں ہے کہ جن کتابوں میں تفسیر فرض و غیر
 اگر فرض سے فرض قطعی مراد ہو تو اعتراض وارد ہوتا ہے چوتھائی مقدار معین کرنا عضو مسطح میں کیونکہ یہ قطعی نہیں و لہذا اس میں اختلاف ہے اہل اجتہاد کا اور اگر فرض سے
 فرض عملی مراد ہو تو عضو منقول کا اعتراض وارد ہوتا ہے اس واسطے کہ اعضاء منقولہ کا ہونا قطعی ہے نہ عملی دان لجیب عندہ بما لخصنا کافی شرح الملتفہ اگرچہ اس
 اعتراض کا وہ جواب ہے یا کیا ہے جسکو میں نے خلاصہ کر کے ملحق الاخر کی شرح میں ذکر کیا ہے ہم منجملہ جو بشرح ملحق کے ایک جواب ہے کہ قطعی فرض مراد ہو اور اعتراض مسطح کا
 یہ جواب ہے کہ اصل مسح فرض قطعی ہے کہ قرآن مجید ثابت ہے اگرچہ اسکی مقدار میں اختلاف ہے کہ ذاتی الطحاوی نے ذکر کیا ہے ماکلون فرضاً داخل الماہیۃ
 و اما ان شرطاً لیکون خارجاً لافضلہ کما یحکمہ سلا مہ معلوم کرنا چاہئے کہ کن فرض ہے جو مابین میں داخل ہوا و شرط تو وہ فرض ہے جو مابین خارج و حقیقت سے خارج ہو تو فرض رکن
 اور شرط دونوں سے عام ہے یعنی دونوں کو شامل ہے ہم لفظ نظم کا یہاں ترتیب بخاری میں مستعمل ہے اور فرض لغت میں تیس اور کئی معنی کیواسطے آتا ہے کہ ذاتی الطحاوی
 عن ہایہ النہایہ اور منجمہ معانی فرض کے قطع اور تقدیر افضل اور تہید اور تحریر ہے و ہوما قطع بلو مدحتی بکفر جاحدہ کا اصل مسلمہ الرکن اور فرض قطعی وہ عمل ہے
 جس کا لازم ہونا قطعی اور یقینی ہو اس درجہ تک اسکا سنکر کا فرض ہو جائے یا اسکا سنکر منسوب بکفر ہو جائے یا چنانچہ نفس مسح سر بلا تعیین مقدار ہم فرض قطعی کو
 فرض اعتقادی بھی کہتے ہیں اسواسطے کہ عمل کے ساتھ اسکا اعتقاد بھی فرض ہے علامہ عینی نے شرح ہدایہ میں کہا کہ فرض اصطلاح شرع میں وہ ہے جو ایسی دلیل قطعی
 سے ثابت ہو جس میں کچھ شبہ نہیں چنانچہ قرآن مجید اور حدیث متواتر بشرطیکہ قرآن اور حدیث میں خصوص للاحق نہ ہو گیا ہوا و چنانچہ اجماع بشرطیکہ بطریق احاد و متقول
 نہ ہو و چنانچہ قیاس مخصوص علیہ اشیاء اور نہ اطلاق میں نہ کہ لاولیٰ قسم پر ہیں ایک تو وہ ہے جسکا ثبوت قطعی اور دلالت مراد بھی اسکی قطعی چنانچہ
 نصوص متواترہ و دوسری یہ کہ ثبوت تو اسکا قطعی ہے مگر دلالت مراد بھی ہے چنانچہ آیات اولہ یعنی جن میں تاویل کو دخل ہے تیسری وہ ہے جسکا ثبوت ظنی ہے اور کئی
 دلالت قطعی چنانچہ وہ اخبار احاد جسکا مفہوم قطعی ہے چوتھی وہ ہے جسکا ثبوت اور دلالت دونوں ضعیف ہیں تو ضعیفوں نے اول قسم سے فرض ثابت کیا ہے اور قسم ثانی
 اور ثالث سے واجب کو اول قسم رابع سے سنت اور استحباب کو ثابت کیا ہے اور واجب اسکا ارادہ کیا ہے جو فرض عملی کو بھی شامل ہے اسبجہ بعض متاخرین نے
 کہا کہ فرض عملی واجب کی دونوں قسموں سے قوی تر ہے اور فرض کی دو قسموں سے ضعیف تر ہے شکی و قد یطلق علی العلوی و ہوما نفوت الصلۃ بقوۃ کالمقدار
 الاجتناب فی الفرغ فلا یکدر جاحدہ اور کبھی فرض بولتے ہیں فرض عملی کو اور فرض ظنی وہ ہے جسکے فوت ہوجانے سے عمل کی صحت فوت ہو چنانچہ فرض ظنی کی
 وہ مقدار جو اجتہاد سے ثابت ہے تو فرض عملی کا سنکر کا فرض ہو گیا اسکو منسوب بکفر نہ کرینگے ہم شارح نے اپنے بیان سے ارشاد کیا کہ فرض کا اطلاق فرض قطعی پر حقیقی ہے
 اور فرض ظنی پر مجازی اسواسطے کہ عند الاطلاق وہی قیادری اور تبادری حقیقی کا علاقہ ہے فرض ظنی اسواسطے کہ عمل کرنا اس پر فرض ہے اعتقاد فرض نہیں اسلئے کہ
 آدمی کے اعتقاد کو پناہ ہم سر کے مسح کے اتر فرض کا فرض نہیں اور فرض کی مقدار اجتہادی چنانچہ مسح چہارم سر کا اور دھونے میں داخل ہونا کنیون و کونو کا
 لذانی الطحاوی غسل الوجه ای سائل الماء مع التقاطر و قطرة و فی فیض اقلہ قطرانہ الا صحتہ بہا فرض صلو کا چوکا دھونا ہے یعنی پانی کا بہانا شکی کے
 ساتھ اگرچہ ایک ہی قطرہ شکی اور فیض میں ہے شکی کا کمتر تہ یہ کہ وہ بوند شکیں صحیح قول میں ہم غسل بفتح عین لغت میں سبیل کے دور کرنے کو کہتے ہیں جس خیر سے
 اسپرانی بہا کر اور غسل بغیر عین تمام بدن کے دھونے کو بولتے ہیں اور اس پانی کو بھی کہتے ہیں جس سے نہانے میں غسل کسب عین ظنی وغیرہ کو کہتے ہیں جس سے سرد ہو یا جاتا ہے جب
 پانی بہا نہ ہوئی حقیقت میں داخل ہوا تو اگر پانی نہ بہا اس طرح کہ سبیل کے مانند چیر لیا تو ظاہر الروایہ میں جائز نہ ہوگا اور اگر برکت وضو کیا اور نقاط نہوا تو جائز نہیں اور
 فیض کا مصنف شیخ بران الدین کرکی ہے کہ ذاتی الطحاوی صلوۃ لانی الا ہو لا یقتضی التمسک ایک بار دھونا فرض ہے اسواسطے کا غسلا کا اسکر کر کرنے کا
 مقتضی نہیں یعنی اتنا مال ہر ایک بار کرنے سے اور ہو گیا بار بار کرنا ضروری نہیں و لہذا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا ہے ایک ایک بار اعضاء دھو کر دھو کر اور چاہے

۴
 اس کا جواب ہے
 صحت میں اس کا جواب ہے
 فقہ کوئی فرق نہیں
 یہ صحت میں نہیں
 ہے اس کا جواب ہے
 صحت میں اس کا جواب ہے

وودعبار اور گاہے تین تین بار چنانچہ کتب حادثہ میں مذکور ہے اور یہ نہایت تہذیبیہ و تعلیمیہ کتابیں ہیں زیادہ کرنا اسرار سے وہ مشتق من الموجدینا شتاقی القاد
 حبیب المرید اذ اکانا اشھار المعنی شائم کاشتقاق الوعد من لکاد نحد والیم من الیم وروہی وجہ کاللفظ مشتق یعنی نکایا مولجہ سے اور اشتقاق ثلانی مجرد
 ثلانی فردیہ جبکہ غیر متشدد و تہذیبیہ و مجرد سے راجع اور شہسوی حبیب اشتقاق رعد کا ارتعاد سے اور ہم کا ہم سے ہم ارتعاد یعنی اضطراب شہسوی استواء کہا کہ حذر ارتعاد
 نکایا کہ کیونکہ عدلی برین صراطیہ عتباری اور ہم بعض قصد کے شہسوی لہذا ہم معنی دیا کہ کہ ہم سے مشتق ہی اسلوبیکہ دریا مقصود خلایق کی کثافتی کجی علامہ عینی نے
 شرح ہدایہ میں کہا اگر کوئی کہے کہ وجہ ثلانی مجردی اور مواجہہ ثلانی فردیہ اور مجردیہ سے مشتق نہیں ہوتا تو اسکا جواب یہ ہے کہ اشتقاق صغریٰ شرطی اور
 اشتقاق کبریٰ اور اشتقاق اکبریٰ یہ شرط نہیں بلکہ نقطہ تناسب ہونا لفظ اور معنی میں کافی ہے ورنہ اشتقاق صغیر کے کہ وہاں تناسب وفاق و ترتیب کا اور
 مناسبت لفظی اور معنوی مع تغایر و صفی شرطی اور اشتقاق کبریٰ میں ثلانی مجرد کا مشتق ہونا فردیہ سے جائز ہے جیسے جی بولکا اشتقاق ابقان یعنی استعارے استواء
 کہ اہل لغت کی عرض اس اشتقاق سے اس لفظ کے معنی کی حقیقت کا بیان کرنا ہی جو جائز ہے کہ غیر شہسوی کثرت ہوتا ہے اور اشتقاق اکبریٰ میں مخرج حروف کی
 مناسبت ہونا کافی ہے چنانچہ فقہ کو کہتے ہیں کہ نطق سے شہسوی اتنی شخصان عبد سلط جہدہ رای المتبعی بقونہ المقام الی السفلۃ قنہ بسمت اسناد
 الشفطۃ کا علیہ شرعاً جہدہ کا و ہونا فرض ہے پیشانی متبعضی کی سطح کے سر سے اٹکی ٹھڈی کہ یعنی جہان نیچے کے است جہت میں یہ حدی باعتبار طول جہرہ کے
 خواہ پیشانی پر بال ہون یا ہون وہاں کا دھونا فرض ہے شرع نے ضمیر پیشانی کی مخرج متونی کو زار ہونا تمام خصوصیت قرینہ سے عدلیہ معنی قول میں قصاص شرعاً لکھ کر
 علی الغالب الی المطرد یعنی لا یقعد ولا یصلح ولا یزعم مصنف نے اور مصنفوں نے من قصاص شرعہ کے قول سے جو جاری تھا بنا بر حالہ حال کے عدول کیا اس
 قول مذکور کی طرف جو شامل ہے بہر حال و ہوں کو تا کہ عم اور اصم اور انزع کو بھی شامل ہے ہم تفصیل اس حال کی یہ کہ لہذا اور کثرت وغیرہ میں جہ کی حد میں من قصاص
 شرعاً لفظ واقع ہے یعنی سر کے بال جہت نہایت سے اسفل فن تک جہرہ کی طولانی حدی سو اس پر انعم اور اصم اور انزع کا اعتراض اور ہوتا ہے انعم وہ ہے جبکہ بال
 سر سے اتر کر پیشانی پر جمے ہوں اور اصم وہ ہے جبکہ مقدم سر پر بال ہوں اور انزع وہ ہے جبکہ پیشانی کے دونوں جانبیں بال سے خالی ہوں تو بدایہ وغیرہ کی حد کے
 ملوق لازم آتا ہے اصم اور انزع کو سر کا دھونا اور انعم کی پیشانی کا دھونے سے ساقط ہونا لہذا مصنف نے اس قول کو چھوڑا اور ابتداء اصم پیشانی کو اختیار کیا
 تاکہ انعم اور اصم اور انزع کو یہ حد شامل ہے یعنی انعم پر پیشانی کے بال دھونا فرض ہوگا اصم اور انزع کو پیشانی کے دیر لازم نہ ہو گا و مابین شخصیت
 اللذان عکضاً اور دونوں کانوں کے دونوں لو کے مابین منابر عرض کے یعنی اس نرمہ گوش سے اس نرمہ گوش تک عرض میں جہرہ کی حد پر جنسین
 فیجب غسل المانی وما یظہر من الشفۃ عند الضماھما اور جبکہ جہرہ کی طول اور عرض کی معلوم ہوئی تو واجب ہوگا یعنی فرض ہوگا کو یوں کا دھونا اور
 اس طرح رلب کا کہ جنہا کھلا رہتا ہے شہسویہ ہو کہ وقت ہم اکثر نسخوں میں ماتی مذکور ہے جو جمع ہوا باق اور موق کی بمعنی گوشہ چشم جسکو ہندی میں کو یا کہتے ہیں وہ
 یہی نسخہ مناسبت مقام ہے اور بعض نسخہ میں ماتی کا لفظ ہی اور جلی اور طحاوی و شیبون نے ملائی کا لفظ لیا ہے اور اس سے دائری حوالہ ماتی وجہ ہے میں
 کہتا ہوں ماتی کا نسخہ ملائی سے اوئی ہے اس واسطیکہ انہی توبہ لا استقلال کے متن میں کہ کو ہو کہ اللہ اعلم وما بین العذار والاذن لدخول فی الحدیہ بے یقینے
 اور واجب ہے دھونا اس سفیدی کا جو دائری اور کان کے بیچ میں ہے سبب اخل ہونے آٹھ کے جہرہ کی حد لو میں اور بھی قول مفتی بہ ہم عذار عبارت ہے دائری کے
 خط سے یعنی اسکا کنارہ قاسوس میں نصیر ہے کہ عذار نام ہی دائری کے دونوں جانبوں کا مترجم نے سہولیت فہم کیواسے حاصل مطلب کا ترجمہ کیا امام اور محدثی
 مذہب ہی لکھ لکھ کا دھونا وضو میں فرض ہے اور ابو یوسف نے نزدیک دائری والے کو اسکا دھونا فرض نہیں لیکن عورت و راعہ اور کھوسے کو اسکا دھونا بالافاض
 فرض ہے کثافتی الطحاوی لا غسل باطن العینین واللفظ والضم و اصول شعر ایجاب علیہ اللہ والشکوب دینم ذباب الحجج اور فرض نہیں آٹھوں اور
 ناکل و ریشہ کے اندر کا دھونا اور ہون اور دائری اور وجہ کے بالوں کی جڑوں کا اور کھسی کے گوہ کا دھونا فرض نہیں جرح اور شفت کے سبب ہم بالوں کی جڑوں کا دھونا اس وقت فرض

مخرج اول من بین ریشہ
 فی حدیہ و انہی کی اسناد
 بین اسلوب لکھ ہون لکھ ہون
 صغیر اسلوب لکھ ہون لکھ ہون
 اور مشتق نہیں لکھ ہون
 ترتیب میں لکھ ہون
 سبب جہدہ کا علیہ شرعاً
 لکھ ہون اور اشتقاق
 ہون کہ دونوں کانوں کے
 معنی کی مناسبت ہوگا
 ترتیب میں لکھ ہون
 اشتقاق اکبریٰ
 اور اشتقاق کبریٰ
 کہ مابین منابر عرض کے
 اور غفلت کے خلاف
 ایک سے ہون چھوٹے
 ترتیب سے لکھ ہون
 سبب لکھ ہون
 لکھ ہون

مخرج

ہتھیلی بھی لگائے تو مسح درست ہو گا یا کھینچا نہ ہو اٹھے اور شدادت کی انگلی کو ان کے مابین کے ساتھ تو بھی مسح درست ہو گا مٹھاؤ کی گمان شاید یہ قول ثلث تھا
 کی روایت پر مفرغ ہو والا اس قدر سے چارم شراب نہیں ہوتا اگر یہ کہ دوا و رفع میں تفرق کیا جائے گئے تھے سے چارم سر ہو سکتا ہے نہ رکھ دینے سے ایک
 یا چند بار پانیوں سے مسح کرے تو درست ہے یہ مسئلہ دونوں روایتوں پر مفرغ ہو سکتا ہے یعنی اگر ایک انگلی سے تین بار پانی لیکر مسح کیا محل کو بدل کر تو ثلث
 اصابع پر مفرغ ہو اور اگر زیادہ کیا بعد چارم سر کے تو بیع اس روایت پر مفرغ ہو و لو اذخل راسہ الا ناء او خفیہ او جبیرتہ و هو محث اجزاء و لہ
 بصرا لما مستعمل وان نوی نقا فانہ الصبح کما فی البجہ البدر اور اگر سر کو پانی پھرے برتن میں خل کیا یا اپنے دونوں نوزوں کو یا مسح کی پٹی کو یا
 اسکو غروب میں ہو تو سطح کا مسح کفایت کرتا ہے اور اس فعل سے برتن کا پانی مستقل ہو جاوے گا بالاتفاق اگر اس نے نیت مسح کرنے کی ہو قول صحیح پر حین نیچ
 یوالرئین میں بلع سے منقول ہے ہم نے محمد کے نزدیک اگرچہ نیت پانی مستقل ہو جانا ہو مگر پانی مستقل ہوا اسلئے کہ مستقل ہونے میں پانی کا ہنا شرط نہ پانی کا لگ جانا
 سنون پانی کا لگنا صادق آیا نہ ہنا کذا فی الطحاوی عن النجاشی فی وجوب السجۃ فرض یجوز علیہ ایضا علی المذہب الصحیح المفتی بہ المرجع الیہ ما عد ہذا
 الروایۃ مروجہ عند کافی البدایہ اور تمام داری کا یعنی بقدر محاذات وقت ہونا بھی فرض ہے بنا براس نہیں کہ جسکو محقق عالموں نے صحیح کہا ہے اور جب کافری
 دیا ہے اور سی قول پر نام عظم نے آخر کار رجوع کیا ہے اور اس روایت کے سوا اور روایتیں متبرک ہیں چنانچہ بدائع میں کور بنی شراح نے کہا بیان فرعون سے
 مراد فرض علی ہو نہ فرض اعتقادی ممان نے اپنی شرح میں کہا چونکہ دھونا داری کا نہ صحیح معتقد تھا لہذا اس نے اسی پر اعتماد کیا اس مختصر میں اور تعجب ہے اصحاب
 ستون مذہب رجوع غنیہ کے ذکر کر نہیں اور مذہب صحیح الیہ صحیح مفتی اب کے چھوڑ دینے میں وجود کی داری کا دھونا داخل ہے وجہ کی اس حد میں جو انھوں نے اپنی
 کتابوں میں بیان کی ہے اسلئے طحاوی کا لہ داری میں روایات متروکہ غیر معتد ہیں ایک روایت تمام داری کا مسح ہوا چوتھائی کا مسح تمام داری کا مسح تمام چوتھائی
 کا دھونا تمام داری کا دھونا بعد نہ دھونا مسح کرنا انتہی نہر الفائق میں کہا منجور روایات غیر صحیحہ ایک روایت یہ کہ جبکہ داری ملاقی بشرہ یعنی جہی حال سے ہے
 اسکا مسح فرض ہے قاضی خان نے سبکی صحیح دی ہے جامع صغیر کی شرح میں تمہد خلافت المسترسل لا یجب غسل ولا مسح بل لیس بھرا میں اختلاف نہیں کہ
 ٹھڈھی سے لٹکی داری کا نہ دھونا واجب ہے نہ اسکا مسح کرنا اسکا مسح کرنا سنون ہے ہمتی میں یہ کہ مترسل مراد یہ دائرہ چھوٹی ہوئی اور بیچ میں صریحاً مذکور ہے کہ
 لیس مترسل کا مسح سنون کی کذا فی الطحاوی و ان الحقیقۃ التي تری بشریتہا یلزم غسل ما تحتها کذا فی النہر اور اس میں اختلاف نہیں کہ جو کسی ملکی داری ہو
 جبکہ نیچے کی کھال نظر آتی ہو نو اس کے ماتحت کا دھونا لازم ہے ایسا ہے نہر الفائق میں ہم تو خلاف سابق کا محل کچھ کثیفہ ہے فی البزھان یجب غسل بشوہ لم
 یستھوا الشعر کما جت شارح عقیقۃ فی المختار اور برہان میں یہ کہ اس کھال کا دھونا واجب ہے جسکو بالون نے نہیں چھایا یا ماند بھون اور مویجہ
 عقیقہ کے قول مختار میں جو بال لب اور ٹھڈی کے درمیان میں انکو عقیقہ کہتے ہیں اور بعض اہل ہند اسکو کٹی بوتے ہیں ولا یعاد الوضوء بل
 ولا بل الحیل یجلی راسہ و یحیتہ اور وضو دوسری بار لیا جاوے اور داری کے نمونڈے سے بلکہ کسی جگہ کا تر کرنا بھی ضرور نہیں اگرچہ وہ خشک نکلے
 کھال بعد الغسل للمحل ولا الوضوء یجلی شاربہ و حاجبہ و فم طفلة و کشطہ علی جیسے مویجہ اور بھونے نمونڈے سے اور ناخن تراشے اور کھال کھانے سے
 اس جگہ کا دھونا دوسری بار لازم نہیں اور نہ وضو کرنا وکن الوکان علی اعضاء وضوہ قرعہ کا امد ملہ و علیہ اجلتہ رقیقۃ فنوضا و فقا صرا لہ
 علیہا نہ ترعہ لا یلزمہ اعادۃ الغسل علی ما تحتہا وکن تالہ بالترع علی الاشیہ لعدم البید لہم بخلاف نوع الخف اور اس طرح اگر وضو کے اعضا پر
 رخم ہو چنانچہ چوڑ اور اس پر باریک کھال ہو پھر اسے وضو کیا اور اس کھال پر پانی بہایا اور کھال کو نیچ ڈالا تو اس شخص پر لازم ہو گا دھونا کھال کے ماتحت کی طہارت
 رد ہوا ہو نو چنے سے بنا براس قول کے جو اشبہ بحق ہے عدم بدلیت یعنی دوسری بار دھونا اس واسطے لازم نہوا کہ کوئی کھال اپنے ماتحت کی بدلا نہ بھی
 برخلاف نمونہ تارنیک کے پانوں کا دھونا لازم ہو گا اس واسطے کہ نمونہ کا مسح بدلایا یا لٹکی دھو کا ہم قادی ہند میں یہ کہ بعضوں کے نزدیک اگر کھال نوچنے سے درون ہو

ترجمہ اردو در مختار جلد اول
 میں اس پر کسی فرق
 ظاہر نہیں اور نہ طہارت
 سبب نہ کسی سویداری
 خود مفرغ ہو گا یا کسی
 نوز میں یا کسی
 پانی کا لگ جانا
 کیا یا اور کسی
 ہوئی اور جو کسی
 ۱۱۱۱۱۱۱۱
 ٹھڈی کے کھال

جو رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے توکل افضل سے ثابت ہو اور نہ وہ واجب ہو نہ شب لیکن یہ مطلق سنت کی تعریف ہر چیز میں ہو کہ وہ اور غیر ہو کہ وہ جو حکم
مستحب ہے یا نہ شامل ہو شایع اس سندرک میں صاحب کا تابع ہو حالانکہ سنت غیر سکرہ کو شمعنی نے خارج کر دیا ہے بقولہ "ما فیہ من شایع فیہ من شایع" اور فیہ من شایع
فی الملوکۃ مواظبتہ مع ترکہ و حکما اور سنت ہو کہ وہ کی تعریف میں شرط ہے حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہمیشہ کرنا چھوڑ دینے کے ساتھ یعنی گاہے ترک بھی کیا اگرچہ
ترک کی ہو یا اگرچہ ملاومت کی ہو ہم ترک حکمی سے عداوت عدم انکار ہی تارک پر تو عدم انکار نیز ترک حقیقی کے ہوا و عشرہ اخیرہ عثمان کا اعتقاد سنت میں داخل ہا اگرچہ نہ ترک
بعید الصلوٰۃ والسلام نے ہمیشہ اعتقاد کیا اور گاہے ترک نہیں کیا اور یہ اسکا متفقہی کی کہ عکاف واجب ٹھہرے لیکن ہر گاہ کہ اعتقاد نہ کرے و لو نہ انکار نہ فرمایا تو عدم
انکار نیز ترک کے ٹھہر گیا اور اگر ملاومت حکمی ہوا ہے تو تراویح سنت میں داخل ہوگی اس لئے کہ ان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عدم شمار تراویح کا عند بیان فرمایا یعنی
الہین امت پر تراویح فرض ہو سکا کذا فی الطحاوی عن ابی السعد و لکن تبارک اللہ و طمان لا تہک کہ فی النہایہ ان ہر شرط کا حال یہ ہے کہ انکا ذکر تو نہایت
میں نہ ہم اسلوبیکہ تعریف ہوتی ہو یا ہمیت و جہت کے بیان کیلئے اور شرط نہ ہر ایک خارج ہوتے ہیں تو شیعہ کی تعریف مذکور شیخ محمد سری: و در عدم ذکر
مواظبت قاضی و تعریف سنت کا اس واسطے کہ مواظبت سنت ہو کہ کی شرط ہے اور شرط کا ذکر تعریف میں مناسب نہیں داود علیہ السلام فی الملبس
المباح بناء علی ما هو المتصور من ان الاصل فی الاشیاء التوقف اور شیعہ کی تعریف مذکور ہر بحر الرائق میں مباح کا اعتبار من وارد کیا ہے تبارک اس
قول کے جو منصور اور مؤید دلائل سے وہ قول یہ کہ اصل اشیا میں توقف کرنا ہے یعنی بدون حکم شرع کے کوئی چیز حلال ہے نہ حرام ہے ہم اس میں اختلاف ہے کہ اشیا میں اصل حالت
ہی یا حرمت یا توقف اقل قول ہر شافعیہ بعض خفہ کا اور ثانی قول کو شافعیہ امام ابو یوسف و حنفیہ سب سے کہتے ہیں اور ثانی یعنی توقف کا قول ہی مذکور ہے
اکثر خفیو کا تو اعتراض کی بنا اسی قول پر ہے یعنی جب اصل توقف ٹھہر تو مباح کی اباحت ثابت ہوگی بدون شارع کے تو سنت کی تعریف ہر شیعہ کی ہے
وہ مباح ہر صادق آئی الا ان الفقہاء کثیرا ما یحبون بان الاصل الاباحۃ فالعرف بدلہ علیہ مگر یہ کہ فقہاء حنفیہ بکثرت بولتے ہیں کہ اصل اشیا میں
اباحت ہی تو تعریف مذکور کی اسی پر بنا ہے یعنی تو مباح کی اباحت اصل سے ثابت ہے نہ شارع سے ہم بحر الرائق میں سنت کی دو چیزیں بدعتی ہیں اول تعریف
یہ ہر شیعہ ہی الطریقۃ المسلمون فی الذین من غیرہم علی سبیل المواظبۃ یعنی سنت وہ طریقہ ہے جو دین میں ہر جاری ہے ہر طریق ملاومت بدعتی اس بات کے کہ وہ لازم اور
واجب ہو اور باتن نے اپنی شرح میں اسی پر اقتصار کیا ہے دوسری تعریف خود صاحب بحر الرائق کی ہے وہ یہ ہے کہ سنت وہ ہے جس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
مواظبت کی لیکن اگر مواظبت لایع ترک ہے تو بدعتی ہی سنت ہو کہ وہ کی اور اگر ترک ہے اچاننا تو یہ دلیل ہی سنت غیر ہو کہ وہ کی اور اگر مواظبت کے ساتھ تارک ہے
انکار پر قرینہ دلیل ہے وجوب کی کذا فی الطحاوی مختصر شیخ الاسلام عینی نے شرح ہدایہ میں سنت کی چند تعریفات کو ذکر کر کے انکا نقصان بیان کیا پھر کہا کہ
خبر ہر زادہ کی تعریف حسن تعریفات ہو وہ یہ ہے شیعہ مافق علیہ السلام علی سبیل المواظبۃ و یوجہر باتنا و یام علی ترکہا یعنی سنت وہ کام ہے جس پر رسول کریم
علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کیا بطریق ملاومت کے اور اسکے کرنے میں ثواب یا جائے گا اور نہ کرنے میں ملامت ہوگی المبدایۃ بالنبیۃ ای بندہ عبادۃ لا یصح الا
بالطہارۃ کو ضو اور دفع حدیث ادا متناہی امور سنت ہے وضو کا شروع کرنا سنت کے ساتھ یعنی اس عبادت کا ارادہ کرنا جو بدعتی طہارت کے صحیح نہیں چنانچہ
وضو کی نیت کرنا یا حدیث دو رکہ کی نیت کرنا یا بجا آوری حکم شارع کا قصد کرنا ہم لغت میں نیت عبادت ہے غرض قلب کسی پر یا وہ مطلق شرع میں نیت عبادت ہے
ایجاد فعل میں طاعت اور قرب الی اللہ کے قصد کرنے سے اور ایجاد فعل میں منیات بھی داخل ہیں اس واسطے کہ منیات سے جمی کاہل و نایہ بھی فعل ہر نفس کا فتح القدر میں ہے
کہ دفع حدیث کی نیت وضو کی نیت کرنا بہتر ہے اس لئے کہ حدیث چند قسم ہے تو طہارت مخصوصہ کی نیت نہ ٹھہری کذا فی الطحاوی فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ وضو کی
یون نیت کرے نوکث ان التوضوء للصلوٰۃ تقریباً الی اللہ تعالیٰ یعنی میں نے وضو کا ارادہ کیا تاکہ لے اللہ تعالیٰ سے نزدیکی حاصل کرنے کو وضو حوالہ
بدل لہا البس لعیادہ اور فقہوں نے اسکی تصریح کر دی ہے کہ وضو بدعتی نیت کے عبادت ہی نہیں ہم جب وضو بدعتی نیت کے عبادت نہ ٹھہر تو ابھر

ڈالنے سے پہلے تاکہ یہ سید انہو کہ ہاتھ دھوئیے سبجا جت کی وقت کے ساتھ مخصوص ہے یعنی اگر یوں کہنا تو گناہ ہوتا کہ دونوں ہاتھوں کا دھونا سنت نہیں
 حاجت سے مراد تو ہم نجاست ہے و صورت تحقق طہارت ہاتھ دھونا مطلوب نہیں حالانکہ ایسا نہیں جلی نے کہا وہ قول اصح جیسے اکثر فقہاء میں یہ کہ ہاتھ دھونا سنت ہے مطلقاً
 لیکن اگر نجاست کا تو ہم ہوا سطح کہ بدو استنجاسو گیا ہو یا بدن پر نجاست ہو تو دھونا سنت ہو کہ وہ اور عدم تو ہم نجاست میں یعنی ظاہر ہو کر سونے میں یا نہ سونے میں
 سنت غیر ہو کہ وہ اور نجاست کی حالت میں تو دھونا فرض ہوگا تو مصنف رح کا قول یعنی غسل میں کامنوں میں مخصوص نہیں نجاست ہے اور سنت مراد وہ ہے جو ہو کہ وہ
 اور غیر ہو کہ وہ دونوں کو شامل ہے کہ ذی الطحاوی کان مفاہیم الکتاب حجتہ قبل ادخال کی قید اس واسطے لگائی کہ کتابوں کے مفہوم مخالف حجت کتابین
 ہم مفاہیم جمع ہے مفہوم کی طحاوی نے کہا المفعول ما یفہم من اللفظ لانی محل لفظ انتہ یعنی جو لفظ سے بوجھا جا کہ بدو نصیح کے یعنی مفہوم مخالف ہے کہ
 کہ مذکور کے حکم سے غیر مذکور کا حکم مفہوم بوضف یا شرط کے بیان سے چنانچہ قرآن مجید میں فرمایا جسکو آزاد مسلمان عورتوں سے نکاح کرنے کی استطاعت ہو وہ
 مسلمان تو بیہوں سے نکاح کر لے امام شافعی رحم اس سے سمجھے کہ استطاعت الے کو نوٹنی سے نکاح کرنا جائز نہیں امام عظیم رح کہتے ہیں کہ غیر مذکور کا حکم اس کلام
 معلوم نہیں ہو سکتا بخلاف اکثر مفاہیم المخصوص کذا فی السنن برخلاف اکثر مفہومات نصوص کے کذا فی السنن یعنی کتاب اور سنت کے اکثر مفہوم مخالف
 حنفیوں کے نزدیک حجت اور دلیل نہیں ہیں اس واسطے کہ نصوص سے وہ احکام لینا مقصود ہے چون پرہیز کا نصوص لالت کرتے ہوں اور اکثر کی قید اس واسطے لگائی کہ حجت کا
 مفہوم نصوص میں معتبر ہے چنانچہ قستانی سے آگے مذکور ہوگا و فیہ من الحج المفعول معتبر فی الروایات اتفاقاً اور نہ الفائق کی کتاب کج میں ہے کہ مفہوم
 مخالف معتبر ہے روایات میں بالاتفاق یعنی امام عظیم رح اور ان کے اصحاب جو روایات کتابوں میں منقول ہیں انکی اکثر مفہومات معتبر ہیں خواہ مفہوم مخالف ہو یا موافق
 و عند احوال الصحابہ قال دینخہ نقیدہ بما بدلت بالوای کاملا لیدرک بہ لقی اور اسی قسم سے صحابہ کرام کے اقوال میں کہ انکا بھی مفہوم بالاتفاق معتبر ہے
 نہ الفائق کے مصنف نے کہا لائق یہ ہے کہ اقوال صحابہ میں قید لگائی جائے دراک قیاس کی نہ قول جو قیاس سے نہ بوجھا جائے انتہی مآتی التہرم یعنی اگر کسی کا قول
 ایسا ہے کہ ہمیں عقل کی مجال ہو سکتی ہے تو اسکا مفہوم بھی حجت ہے اور اگر ایسا قول ہے کہ عقل و قیاس کا انہیں دخل نہیں تو اسکا مفہوم بھی معتبر نہیں اس واسطے کہ وہ غیر
 نص مرفوع کے ہو گیا اور نص کا مفہوم معتبر نہیں کذا فی الطحاوی و فی الفہستانی عن حدود النبیۃ المفعول معتبر فی نص العقول کما فی
 قولہ تعالیٰ کلام انہم عن ربہم کو متذکرہ کجی اور قستانی میں نہایت کی کتاب محدود سے منقول ہے کہ مفہوم معتبر ہے عقوبت اور خدا کے نص میں چنانچہ حجت علی
 اس قول میں کہ البتہ کفار اپنے پروردگار سے اسدن یعنی قیامت کے دن محبوب و مستور ہونگے یعنی دیدار خدا سے محروم رہیں گے اس سے معلوم ہوا کہ اہل ایمان
 اپنے پروردگار کے دیدار سے مشرف ہونگے بلا حجاب و اما اعتبار کافی الروایۃ فاکثری لا کفی اور روایت فقہ میں تو مفہوم کا معتبر ہونا اکثری ہے
 ہر مقام میں نہیں انی السعین بالضم مفصل لکف بعین الکوع والکرسوع واما البوع و فی الرجل قال ۵ و عظم بلایا بعام کو ع و پایا
 بخصوص الکرسوع والرسع ما وسط و عظم بلایا بعام رجل ملقب ببعوع فخذ بالعلم واحذر من الحطی ابدانہ غسل میں دونوں پٹھوں تک
 سنت ہے بیخ بضم را و ہلو سکون میں ہلو جوڑی چھیلی کا دو بیان کو ع اور کرسوع کے اور جس پٹھے کا نام بوع ہے وہ تو پانچویں چھٹی شاعر نے کہا ہے اور وہ
 انگوٹھے سے ملی ہے اسکا نام کو ع ہے اور جوڑی چھلی سے ملی ہے وہ کرسوع اور جو کہ ان دونوں پٹھوں کے درمیان جوڑی اسکا نام بوع ہے اور جوڑی کی پانچویں
 انگوٹھے سے ملی ہے اسکا لقب بوع ہے سوا کی خاطر علم کو اور پرہیز کر خط فہمی سے نشانہ لہم یکن فخذ لہ ذاء ادخل اصابعہ لیسوا مضمونہ وصبت علی الیمینی
 لاجل التیاضین پھر معلوم کر کہ اگر برتن کا اٹھانا ممکن نہ تو اپنے بائیں ہاتھ کی انگلیاں ملا کر برتن میں ڈالے اور پانی لیکر دابھنے ہاتھ پر ڈالے تاکہ وہ اپنی طرف
 سے طہارت شروع ہو یعنی پھر دابھنے ہاتھ سے پانی لیکر بائیں ہاتھ دھو کہ ہم بحر الریق میں پورا بیان یوں ہے کہ ہاتھوں کے دھونے کا طریقہ یہ ہے کہ اگر چھوٹا برتن
 ایسا ہو کہ اٹھانا اسکا ممکن ہو تو آئیں ہاتھ نہ ڈالے بلکہ آئیں ہاتھ سے اسکو اٹھاوے اور دابھنے ہاتھ پر پانی ڈالے اور میں بار بار اسکو دھو دے پھر برتن کو

حق تعالیٰ دس نیکیاں لکھیں گاروایت کیا اسکو بوداود اول بن ماجہ اور بیہقی اور ترمذی نے ہر چند بعضوں نے اسکو ضعیف کہا ہے لیکن دفع ضعف کا جواب
 شافعی بھی موجود ہے شرح صینی میں حدیث فقد تعدی مَحْمُولٌ عَلَیْہِ کہ جہتقاد اور وہ حدیث صحیحین فقہ تصدی فرمایا ہے وہ اعتقاد پر محمول ہے ہم بحر الرقی
 میں حدیث مذکور یوں مذکور ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایک بار وضو کیا اور فرمایا کہ یہ وہ وضو ہے کہ اللہ تعالیٰ نوازے بدون اس کے قبول نہیں کرتا اور
 وہ وہ بار وضو کیا اور فرمایا کہ یہ وضو ہے اس شخص کا جسکو دوناؤاب عطا ہوتا ہے اور تین تین بار وضو کیا اور فرمایا کہ یہ میرا وضو ہے اور مجھ سے پہلے کے انبیا کا وضو ہے
 سو شخص کا سپر زیادہ کرے یا کم کرے فقد تعدی غلط یعنی اس نے حد سے تجاوز کیا در صورت زیادت اور ظلم کیا در صورت کمی بدلتے میں ہر کسے صحیح تر قبول ہے ہر
 کہ زیادت سے گنہگار نہ ہوگا مگر جبکہ یہ اعتقاد کرے کہ وضو جائز نہیں مگر تین بار سے زیادہ کرنے میں تین کہتا ہوں کہ زیادت سے گنہگار نہ ہوگا اسراف کی جہت سے
 اگرچہ فقط تین بار دھونے کے سنون ہو گیا مستفید ہو کذا فی الطحاوی تھری لعلی کہ اہتمام تکرار سے مجلس فتینہ ہتھیل بل فی القہستانی صغیرا للجوہر
 الاسراف والاعجاز جاتی جائز ہے غیورہ غیورہ فتاویٰ و شایہ کہ نہ تھا کا مکروہ کہنا تکرار وضو کا ایک مجلس میں مکروہ کہنا بہت تنہی ہے یعنی تکرار اولیٰ ہر گناہ
 نہیں بلکہ ہتھستانی میں جواب ہر سے بقول ہے کہ اسراف جاری پانی میں جائز ہے سو اسطے کہ شخص پانی کا ضائع نہ کرے والا میں ہر اسکو تامل کریم یہ جواب ہے اس سوال فقہ
 کا لاگزین بار سے زیادت تکین دل اور وضو پر وضو کرنے میں جائز ہے اور عید حدیث مذکور کا مستفید کے حق میں ہے تو فقہانے تکرار وضو کو مجلس واحد میں کیوں کر
 کہا ہے جو اب دیا کہ گرامت تنہی ہے جسکو لا باس بہ کہتے ہیں بلکہ ہتھستانی نے اسپر بھی ترقی کی کلاب جاری میں مطلقا زیادت کو جائز رکھا طحاوی نے کہا خلاصہ
 میں ہے کہ تکرار وضو ایک مجلس میں جائز ہے اور سراج میں ہے کہ مکروہ ہر نہر الفائق میں ہے کہ دونوں روایتوں میں اختلاف نہیں اسواسطے کہ خلاصہ کا جواب از اعادہ وغیرہ
 محمول ہے اور سراج کی گرامت چند بار کرنے پر محمول ہے چنانچہ سراج میں چند بار کا لفظ صریح اسپر ولات کرتا ہے از شعی نو اگر شارح کے کلام کو چند بار تکرار پر محمول
 کیجیے چنانچہ طحاوی نے کہا ہے تو بلاشبہ اسراف ہے اور اسراف مکروہ تحریمی ہے نہ تنہی ہے اور ہتھستانی کا کلام اب جاری پر قاصر ہے اور شارح کا کلام سابق عام ہے اور ہتھستانی نے
 جو کلام اب جاری میں اسراف جائز ہے ضعیف قول ہے بلکہ وہ مکروہ ہے مطلقا بلا حاجت اور شارح نے بلفظ تامل اسکی توہین اور ضعیف کی طرف اشارہ کر دیا اتھی
 مافی الطحاوی مخلصا ہتھستانی کا کلام عباد کے قابل نہیں کہ صیح حدیث کے مخالف ہے سو اسطے کہ احمد مدو رہن ماجہ میں مروی ہے کہ آنحضرت صلعم سعد بن ابی وقاص پر
 گذرے اور وہ وضو کرتے تھے تو فرمایا کیا تو میں اسراف متکرر سے کہ کیا پانی میں بھی اسراف ہے فرمایا نعم وان کنت علی نہر جار یعنی ہاں پانی میں بھی اسراف ہے
 اگرچہ تو جاری نہر پر ہو کذا فی شرح سفر السعاده للہادی و مستحکم کل را سبہ ہرقہ مستحکم اور سنت ہے اپنے تمام سکو اس طرح کرنا کہ بار بار اسطے کہ باکل سپرد و نون
 ہاتھ پھر جاوین اندک بھی باقی نہ رہے صحیحین میں عبداللہ بن زید سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سہراک کو مسح کیا دونوں ہاتھوں سے سو دونوں
 ہاتھ آگے سے پیچھے لیگئے اور پیچھے سے آگے کو لائے کیا بار آور مجھ میں حسن کی سوطا میں عبداللہ بن زید بن عاصم سے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وضو کی حکایت میں
 مروی ہے کہ مسح کیا مقدم سر سے تا نیکہ دونوں ہاتھوں کو تفانگ لیگئے پھر دونوں ہاتھوں کو پھیلائے اس مکان تک جہاں سے مسح کرنا شروع کیا تھا اور جو کیفیت مسح
 کی اس حدیث میں مذکور ہے وہی مشہور ہے اور اسکے سوا جو شارحین ہدایہ نے کیفیت مسح کی بیان کی ہیں وہ کسی حدیث سے ثابت نہیں کذا فی العینی طحاوی نے کہا کہ نظر
 کیفیت مسح کی یہ کہ دونوں ہاتھ تھیلیاں اور انگلیاں مقدم سر پر رکھے اور انکو تفانگ کھینچ لیا اسطے کہ تمام سر پر شہاب ہو جائے پھر دو انگلیوں سے دونوں کو نکاح کرے
 اور پھر سے پانی سے تھیلیاں جھانڈنی الجرجن الزلیجی اور جو بعضوں نے کہا کہ دونوں کف کو اوپر باہر اور باہر کو علیحدہ رکھے اسکی تضعیف کی ہے سحر الزلیج میں خلوت کر دواؤا
 علیہ السلام اور اگر تمام سکو مسح کر گیا اور ترک استیعاب پریشکی کی تو گنہگار ہو گیا یعنی اسواسطے کہ سنت ہو کہ ہنزلہ واجب ہے و ان ذلک معک ولو بماء ائیم اور سنت ہے و وضو
 کا نون کا ساتھی مسح کرنا یعنی یہاں تقییم یہی وجہ نہیں اگرچہ کا نون کا مسح سر کے مسح پانی سے ہم شارح نے اس کلام سے خلاف شافعی کی طرف اشارہ کیا یعنی امام شافعی
 کے نزدیک کا نون کے مسح کیواسطے پانی ضروری ہے ماری دلیل یہ حدیث ہے کہ لا ذناب من اللباس یعنی دونوں کان سر میں داخل ہیں تو سر کے ساتھ اکھا بھی مسح چاہیے

علامہ عینی نے اس حدیث کو شرح ہدیین اٹھواچھایوں سے نقل کیا اگرچہ کثرت طرق اس حدیث کے ضعیف ہیں لیکن ابن عباس کی حدیث جو دقطنی میں ہے اہم قاطع اسکو صحیح اور زبردستی اسکو جیکر کہا جاتا ہے لیکن کوئی مشعش عجماء متفاد بدستور مابعد جدید لیکن اگر مسح سر کے بعد پگھلنے کو ہاتھ لگا یا تو باپانی کا نون کے مسح کیواسے لینا ضروری ہے والذرتیب المذكور فی النص سنت ہے وہ ترتیب جو نص قرانی میں مذکور ہے یعنی اول چہرہ دھونا پھر دونوں ہاتھ کہنیوں تک چھینے سر کا کرنا پھر پاؤں دھونا تنہوں تک وعند الشافعی رضی اللہ عنہ فرض ہو مطلقاً لیس الیس اور امام شافعی رضی اللہ عنہ کے نزدیک ترتیب فرض ہے اور آئینہ دلیل خضیت کا مطالبہ ہم بحر الرائق میں بعد دلائل اور بحث کے کماخذ مسہ یہ کہ عدم افراض پر قاضی دلیل کی حاجت نہیں کیونکہ وہ یعنی عدم افراض اصل ہے اور اس کے معنی سے دلیل کا مطالبہ ہم والکوا بکسر اللوا وغسل انتا حرا ومسحہ نبل جفا کا لاقول بلا عذر چھینے کو قوتی عاقبت غصہ اطلالہ بلا سوج اور سنت ہے ولا بکسر واونی پورہ و قنوم کرنا عبادت ہے عضو متاخر کے دھونے سے با مسح کرنے سے عضو اول کے خشک ہو جانے سے پہلے ہر اون حذر کے یعنی اگر عذر سے خشک ہو جائے ہواے گرم اور تیز سے تو کچھ مضائقہ نہیں یہاں تک کہ اگر درمیان وضو کے پانی چھل گیا سو وہ اس کے لینے کو گیا اور وضو خشک ہو گیا تو پورہ دینے کی سنت فوت نہ ہوگی اس عذر سے ہم موالات میں حراوی نے اعتدال جو اور اعتدال بدن اور عدم عذر کی قید لگائی ہے کہ لانی الطحاوی تو اگر کوئی گرمی یا سردی یا بدن کی گرمی اور سردی خشکی طاری ہوگی انبار وضو میں تو یہ مانع نہیں اور پانی کی سنت ادا ہونے کو و مثلاً الغسل والنبہم اور وضو کے مانع غسل تو یہ چیز کے کئے افعال بھی پورہ مسنون ہیں اور اگر کسی عذر سے متعلق فوت ہو جائے تو کچھ وضو نہیں طحاوی نے کما یحکم میں بحث ہے کہ نہ لکھتے کی کو انمولاتہ قرار دینا مستحسن نہیں وعندنا لک فرض اور ایام مالک کے نزدیک مولاتہ یعنی وضو کو پورہ کرنا فرض ہے ومن المشائین الذکات وترک الاشراف وترک لظہم الوضوء بالماء وغسل فرجھا الخاج وزجھہ سنون کے عضو مغسول کا ملنا اور پانی کا اسراف چھوڑنا یعنی زیادہ خرچ نہ کرنا اور ہم پر پانی سخت غارنا اور عذر کو باہر کی شرکاء کا دھونا مسنون ہم علی کے کما کہ عورت کی شرکاء وہیں کے مانع ہے تو جیسے وہیں بھی نہ کا دھونا وضو میں مسنون ہے اور اصل میں وجہ ہے اس طرح شرکاء کا دھونا انتہی اور ظاہر شرکاء کا دھونا فقط حالت تنجائے سنون نہ وضو کرنے کی قوت لیکن ظاہر بیان شراح اس کے مخالف ہے کہ لانی الطحاوی متمم مصنف تیسرے سنتین کو کہیں اور شراح نے چار زیادہ کہیں کتب فقہ میں کہ پوشش کو کرنا یعنی بعضے تنجاء کو سن میں اور بعضے سن کو تنجاء میں شمار کرتے ہیں تنجاء میں کیسے سنتیں وضو کی مذکور ہیں اس طرح کہ تنجاء کرنا ہیوں اور تنجاء اور غسل میں الیٰ ربغین اور تنجاء کرنا پانی سے اور وہ زمانہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں آداب سے تنجاء اور کچے زمانہ کے بعد سنت ہو گیا باجماع صحابہ تراویح کے مانند اور مضمحلہ اور تنجاء شاق اور دونوں میں ترتیب اور سر پر کس کیواسے جہاں پانی لینا اور مضمحلہ و تنجاء شاق میں مبالغہ کرنا مکر صوم کی حالت میں اور سوک کرنا مضمحلہ کی قوت اور ترتیب اور موالات اور تلبیث غسل عضو مضمحلہ اور دھونے سے غسل شروع کرنا اور ونگلیوں کے سرے سے غسل شروع کرنا ہاتھ پاؤں میں اور تحلیل اصابع اور تنجاء تمام سر کا اور شروع کرنا مقدم سر سے اولیٰ کبار مسح کرنا اور تلبیث مسح کو ترک کرنا اور کانوں کے ظاہر و باطن کو مسح کرنا سر کے پانی سے اب جدید سے اور تحلیل لیس ابو یوسف کے نزدیک اور صحیح گردن میں اختلاف ہے وضو کے نزدیک سنت ہے اور وضو کے نزدیک اب کہ لانی یعنی وضو کے بعد وضو سند و باؤاد باؤ فضیلتہ وھو ما فعلہ علیہ الصلوٰۃ والسلام مرقہ و ترکہ اخری والحبہ السلف اور وضو کے مستحب تیس میں اور صحیح میں اور تنجاء کو سند و باؤاد باؤ فضیلت بھی کہتے ہیں اور تنجاء وہ عمل ہے جو جو رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کبھی کیا کبھی نہیں کیا اور وہ عمل جسکو سلف صاحبین نے دوست رکھا اور پسند کیا ہم مولیوں کے نزدیک تنجاء اور مذہب ایک چیز ہیں اور فقہاء کے نزدیک تنجاء وہ جو جو رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے گاہے کیا گاہے ترک کیا اور مذہب وہ جو جو کواکین بار کیا ہوا کی تعلیم کیواسے ایسا اور شرح نقایین لیکن اس تعریف میں قصور ہے اسواسطے کہ فعل میں شارع نے ترغیب دی اور نہ دیکھا وہ اس خارج ہوا تھا اور محیط میں نہ دیکھا کی وہ تعریف کی ہے جیساں تنجاء کی تعریف ہے کہ لانی الجوزہ لفاق میں کہا صاحب کثر اکثر مذہب کہتا ہے اور اس سے تنجاء کا ارادہ کرتا ہے اور یہی قول ہے اصولیوں کا اسوجہ تنجاء میں کہا ہے کہ جب یہ مطلب نہیں ہے وہ مذہب اور تنجاء ہے اگرچہ اسکو کیا ہو ترغیب کے بعد اسی الذی ائمن فی الیدین والرجلین تنجاء ہے وہی طوں سے شروع کرنا ہاتھ

وہذا احد المسائل الثلاثة المستثناة من قاعدة الفضل فصل من النفل لان الوضوء فكل الوقت مندوب وبعده فوضوء اور یعنی تقدیم وضو کا مسئلہ ایک ہون میں تین مسئلوں سے مستثنی ہیں اس تاعد سے کہ فرض افضل ہو نفل سے اس واسطے کہ وضو وقت سے پہلے مستحب ہو اور وقت کے بعد فرض تو ہم قاعدہ مذکورہ سے تین مسئلے خارج ہیں اس واسطے کہ ان میں نفل یعنی مستحب اول ہو فرض سے الثانیۃ ابراہیم المعمری وفضل وکذا الفصل الثالث من الطہارۃ الواجب دوم مسئلہ یہ کہ مفلس کو دین چھوڑ دینا مستحب ہو وہ افضل ہو مفلس کی مصلحت دینے سے کہ وہ واجب ہو مفلس میں یوں کی مصلحت دینا واجب ہے ہر وجہ سے اس بات کے رد انکار کا ذکر عند سیرۃ فتنہ سیرۃ الی مکتبہ یعنی اگر دیوان نگہداشت ہو تو اسکو مصلحت دینا چاہیے کشادگی تک تو دیکھو یہاں چھوڑ دینا مستحب تھا افضل تھا ہر مہمت دینے سے جو واجب ہو البتہ الا بتدبر بالسلام سئلہ افضل من رتبه وهو فرض تبسلسلہ یہ کہ سلام کرنا سنت ہو سو افضل ہو سلام کے جواب میں سے اور جان لے جواب دینا فرض کنا یہ و لفظ من فال صلاۃ الفرض افضل من طوع عابدان حتی ولو قد جاء منه بالثبوت الا انظر صرف قبل وقت وابتداء للسلام کذا ابراہیم معمر اور مسائل کثرت کو نظم میں بیان کیا ہے جس میں ملنے یوں کہا ہے کہ فرض اول ہو عابد کے نفل سے اگر چہ نفل کو اسنے زیادہ کر لیا ہو فرض سے مگر طہارت کرنا وقت سے پہلے اور بعد اسلام اس طرح مفلس کو دین چھوڑ دینا افضل ہے وقت کے پہلے طہارت اور جواب دینے اور مصلحت دینے سے وقت کے بعد خاتمہ الواجب اور مستحب ہر کشادہ انکو بھی کا گھانا اور پھیرنا وضو کے وقت و مسئلہ الفطر اور یہی حال کان کی ہاں کا یعنی غسل کی وقت اسکا بھی پھیرنا مستحب ہو تاکہ پانی سورنخ کے اندر پہنچ جائے کذا الضیق ان علم وصول الملک والافوض اور اس طرح ممکن کو ٹھیک کی حرکت مستحب ہو اگر اس کے نیچے پانی کا پھونچنا معلوم ہو گیا ہو اور اگر پانی کا پھونچنا معلوم نہ ہو تو اب حرکت کی فرض ہو مستحب و عدم الاستعانة بغيره والا فدلہ اور غیر سے مدد چاہنا وضو میں مستحب ہو مگر غرض کو استعانت مخالفت ہے جواب میں ہر حد یہ کہ بہتوں بھاری ہوا شخص میں ملنا تاکہ وضو کرنے والا بجا و ضرعی ہو کذا فی الطحاوی و اصال استعانة علی الصلوة والسلام بالمغيرة قل تعذر النجاس او ریحل کی علیہ الصلوة والسلام کا مدد چاہنا وضو میں غیر یوں شیعہ صحابی سے ہون استعانت کی تعلیم تھی ہم یہ جواب ہر اس سوال قدر کا کہ اگر استعانت غیر سے خلاف ہے جواب ہاں تو ضرورت سے واقع نہ ہوتی جواب ہاں تاکہ تعلیم جواز کے واسطے تھا اور شریع کو تعلیم فضل ہو مستحب کذا فی الطحاوی وغیرہ بن شعبہ کی حدیث میں ہے کہ میں حضرت کے ساتھ نہریہ میں اور آپ شامی جبہ تکستین کا پائے تھے تکی تین سے ہاتھ نہکل سکا اپنے سفلی تین سے ہاتھ نکالا سو میں پانی ڈالا آپ وضو کیا اور دونوں پر مسح کیا سلام و بخاری بھی اس حدیث کو روایت کیا ہوا امام غزالی نے کہا کہ تکی تین کی وجہ سے استعانت تھی اور بیضوں نے کہا سفر کی ہمت سے کذا فی بعضی و عدم التکلیف بکلام الناس الا لاحتیاجہ تقوۃ اور مستحب ہو وضو میں بونا آدین کی سی بات کہ اگر اس حاجت کی واسطے بولنا خلاف استعانت نہیں جو بدون مولے فوت ہوتی ہو و انجلوس فی مکان مرتفع یخرج من الماء للستل اور مستحب ہو وضو کرنے کو اونچے مکان پر بیٹھنا غسل پانی سے بچنے کو یعنی اگر چہ مع قول میں غسل پانی طہر ہو لیکن بیٹھنا سے بچنے میں احتیاط ہے وعبارة الکمال وحفظ تباہ عن النفاطر وھی اسئلہ اور شیخ کمال الدین صاحب فتح القدیر کی عبارت یوں ہے کہ بچا پھر رکوع کا قاطر مستحب ہو اور عبارت نسبت ماثر زیادہ تر صورتوں کو شامل ہو اس واسطے کہ کبھی وضو کرنے والا اونچے مکان پر ہو تو ہوا اور چھٹیوں سے نہیں بچتا کذا فی الطحاوی والجمع بین نية القلب وفعل اللسان اور مستحب ہر جمع کرنا دل کی نیت میں اور زبان کے لفظ میں یعنی دل کی نیت کے ساتھ زبان سے بھی کہے کہ وضو کرتا ہوں رفع حرث یا استعانة مصلوۃ یا امثال مکر یہ واسطے ہذہ رتبہ وسطے بین من سن التلقظ بالکنية ومن کرہہ لعدم نقلہ عن المسائل اور یعنی نابانی قول کہ مستحب کہنا یہاں نہ روی ہو و قول میں ایک قول اس شخص کا جو سنت کہتا ہو نابانی نیت کر کے چاہا چاہا نام شافعی و رد و سرقواں سکا جو نابانی نیت کر کے کہتا ہو کہ ہوا کہ نیت کو زبان سے کہنا سلف سے یعنی صحابہ و تابعین سے منقول نہیں ہے یہی احتجاج تہہ ہر سنت کہنے و کر وہ کہنے کے درمیان میں جمع کرنا نیت الی او لفظ زبان کی تو متوطن شہر و خیال الامور و مطا و التسمیۃ کما مر عند غسل کل عضو و کذا المسیح اور ہم کہنا چاہا چاہا کہ ہر عضو کے دھونیکے وقت مستحب ہو اس واسطے کہ مسیح کر کے وقت ہم ابتداء وضو میں ہم کہنا سنت ہو اور ہر عضو کے دھونے اور مسح کر کے ساتھ مستحب ہو والد عا ربک الوار عند ای عند کل عضو اور وہ عا ربک و اربا و

یعنی وقت نہیں
دوسرا جواب یہ ہے
جو کبھی وضو میں نہ
مکمل ہو جائے
کے بعد وضو میں نہ
مکمل ہو جائے
کے بعد وضو میں نہ
مکمل ہو جائے
کے بعد وضو میں نہ
مکمل ہو جائے

پھر کہ جہانک الملکم و حکم الملک لا اله الا انت استغفرک و اتوب الیک تو کہیا جاوے گا و حق میں پھر اس پر مہر ہوگی اور نہ تو یہی قیامت کے دن تک اس روایت کے رفع اور نفس میں اختلاف ہو لیکن نسائی اور طبرانی نے اس کے موقوف ہوئے کی تصحیح کی ہو اور وہی نے جو اوکار اور شرح حدیث میں مرفوع اور موقوف ہوئے کی تصحیح کی ہو غلط ہو اس لیے کہ موقوف کے صحیح ہونے میں شک نہیں کذا فی العینی شیخ عبدالحق دہلوی نے شرح سفر سعادت میں نسائی اور ابن ابی شیبہ سے ابو موسیٰ شمری کی روایت کی کہ میں نے یصلیٰ علیہ السلام کو اسطے وضو کا پانی لایا اپنے وضو کیا پھر بیٹھ گیا کہ آپ فرماتے تھے اللہم اغفر لی ذنبی ووسع لی فی داری وبارک لی فی رزقی دان کثیرت بعدک من فضل وضو کے بعد مضموم مستقبل للقبلة قایما و قاعدا اور سبب ہو وضو کے بعد کچھ وضو کا پانی پانی یا نیا مضموم کے پانی کے مانند قبلہ رکھ کر یا بیٹھ کر و قیما عدا اھما یکرا قاعدا کذا فی القاموس اور وضو اور مضموم کے پانی کے سوا اور پانی کھڑے ہو کر یا نہ کہ وہ وضو ہی ہو یعنی اس واسطے کہ اس میں طہر کی راہ سے وضو نہ دین کی رو سے کذا فی الطحاوی و عن ابن عساکر ناقل علی عہد البتیس علیہ السلام و فی تفسیر و کثیرت من قیام و علی بن عمر رضی اللہ عنہ مروی ہو کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت میں کھاتے تھے چلنے کی حالت میں اور بیٹھے تھے کھڑے ہو گئے ہم شارح نے اس روایت سے ثابت کیا کہ کھانا چلتے ہوئے اور بیٹھا کھڑے ہوئے جائز ہو وخص المسلمان فی شرب ما شربوا اور جائز ہو مسافر کو پانی پینے کی چلتے ہوئے و من الا کتاب تھاکد موفہ و تعذیر و ذکر فو فی غیرہ و الخ صیدہ و استجابات سے ہو کر گہری اپنی دونوں آنکھوں کے کو یوں کی اور دونوں ٹخنوں کی اور دونوں ایویوں کی اور دونوں تلووں کے اندر کی اپنی وضو کے اندر ان مقاموں میں پانی پینا اور اسے غافل نہ رہنا سبب ہو اس واسطے کہ انچھپے ہوئے سبب ان مقامات میں کبھی ٹھہری نہ ہو باقی ہوائی ہو و اندر یہ صحیح بخاری و طبرانی و دیگر کہ و فی الاعتقاد میں انسانی میں ٹھہری ہو یا ٹھہریوں کے واسطے و فوج کی آگ سے یعنی جن اٹیروں میں شکی رہی ہو وضو کر میں غفلت سے و احاطہ لغیرہ و تحصیلہ اور دیگر و ازکرنا چہرہ اور ہاتھ پاؤں کے وضو کیا یعنی اعضا مفسولہ کے حدود و حدیث سے زیادہ دھونا سبب ہو محمد بن ابی ہریرہ سے روایت ہو کہ حضرت علیہ السلام نے فرمایا کہ میری امت غر جلیں کوینگے وضو کے آثار سے جس سے ہو سکا پناغ و بھانا وہ کرے اور دوسری روایت میں ہو کہ ابو ہریرہ نے وضو کیا سو اپنا چہرہ دھویا اور دونوں ہاتھوں کو دھویا یہاں تک کہ قریب تھا کہ دونوں منڈھوں تک پہنچا پھر دونوں پاؤں دھوئے پس میں تک پھر حدیث مذکور چہرہ کو دھوئے پنا گھوٹے کے چہرہ کی سفیدی کو اور تحصیل ہوئے ہیں اسکے ہاتھ پاؤں کی سفیدی کو اور نہ رشتہ کو گھوٹے کے حق میں تجدید میں خرد او شجیلہ استقامت رہے ہر انسان کیواسطے وضو کے آثار میں کذا فی التفسیر یعنی توفی کا چہرہ اور ہاتھ پاؤں روشن ہونگے وضو کے آثار سے تو حدود و حدیث سے زیادہ کہ سبب شہر احطوا وی نے علی زادک شرح شریعہ سے نقل کیا کہ دونوں ہاتھوں کا وضو نصف از ذوق اور پاؤں کا وضو نصف ساق تک سبب ہو وضو غسل ارجلیہ بیسارہ اور سبب ہو دونوں پاؤں کا وضو نابین ہاتھ سے و با وضو عند ابتداء الوضوء فالشستاء اور سبب ہو دونوں پاؤں کا پانی سے چھڑنا ابتداء وضو میں جیسے کہ موسم میں ہم قنای علیگیری میں بذاتہ سے تھیمہ اعضا مذکور ہی اس طرح کہ خلف بن ایوب نے کہا کہ لائق یوں ہو کہ سر میں اعضا کو پانی سے چھڑے تیس بلکہ کبھی پھر سر پانی روان کرے اس واسطے کہ سر میں پانی عضو پھر نہیں پھیلتا ہو کذا فی الطحاوی و التمسک جلد اول اور سبب ہو اعضا کو پونچھنا روال سے ہم یعنی موضع آنجا کو کپڑے سے پونچھنا سبب ہو ایسا ہر فتح القدر میں اور علیگیری میں ہو کہ باقی اعضا وضو نہ پونچھے اس کپڑے سے جس سے موضع آنجا کو پونچھا تو او کپڑے سے پونچھنا درست ہو اور معراج میں ہو کہ لائق یہ ہو کہ بمبالغہ نہ پونچھے کذا فی الطحاوی عینی نے کہا کہ بعد وضو کے روال وغیرہ سے پونچھنے میں علما کا اختلاف ہو سو ہمارا مذہب یہ ہو کہ لباس یعنی کچھ ضابطہ نہیں اور ترک افضل ہو اور امام شافعی کے نزدیک صحیح قول یہ ہو کہ نہ نہیں لیکن اسکا کہ سبب ہو وضو نہ نے کہا کہ موسم گرما میں کوڑا ہو اور سرمایہ سردی کے عذر سے مکر وہ نہیں اور ابن شاہین نے جو اسخ و اسخ میں عدم مسح کی حدیث روایت کی ہو او ترمذی نے جو حدیث آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پونچھنے کی روایت کی ہو سو دونوں حدیثیں ضعیف ہیں اتنی مافیٰ یعنی ختم و عدم نقص یکہ اور سبب ہو ہاتھ کا چھنا اس واسطے کہ چھنا طہارت کی کراہت اور بیزار ہی پر دلالت کرتا ہو کذا فی الطحاوی و ذکرہ کذا فی التفسیر انما انزلنا کا پڑھنا وضو کے بعد شایع نہیں ہے

یہ روایت صحیح ہے
 و فی الاعتقاد میں انسانی میں ٹھہری ہو یا ٹھہریوں کے واسطے و فوج کی آگ سے یعنی جن اٹیروں میں شکی رہی ہو وضو کر میں غفلت سے و احاطہ لغیرہ و تحصیلہ اور دیگر و ازکرنا چہرہ اور ہاتھ پاؤں کے وضو کیا یعنی اعضا مفسولہ کے حدود و حدیث سے زیادہ دھونا سبب ہو محمد بن ابی ہریرہ سے روایت ہو کہ حضرت علیہ السلام نے فرمایا کہ میری امت غر جلیں کوینگے وضو کے آثار سے جس سے ہو سکا پناغ و بھانا وہ کرے اور دوسری روایت میں ہو کہ ابو ہریرہ نے وضو کیا سو اپنا چہرہ دھویا اور دونوں ہاتھوں کو دھویا یہاں تک کہ قریب تھا کہ دونوں منڈھوں تک پہنچا پھر دونوں پاؤں دھوئے پس میں تک پھر حدیث مذکور چہرہ کو دھوئے پنا گھوٹے کے چہرہ کی سفیدی کو اور تحصیل ہوئے ہیں اسکے ہاتھ پاؤں کی سفیدی کو اور نہ رشتہ کو گھوٹے کے حق میں تجدید میں خرد او شجیلہ استقامت رہے ہر انسان کیواسطے وضو کے آثار میں کذا فی التفسیر یعنی توفی کا چہرہ اور ہاتھ پاؤں روشن ہونگے وضو کے آثار سے تو حدود و حدیث سے زیادہ کہ سبب شہر احطوا وی نے علی زادک شرح شریعہ سے نقل کیا کہ دونوں ہاتھوں کا وضو نصف از ذوق اور پاؤں کا وضو نصف ساق تک سبب ہو وضو غسل ارجلیہ بیسارہ اور سبب ہو دونوں پاؤں کا وضو نابین ہاتھ سے و با وضو عند ابتداء الوضوء فالشستاء اور سبب ہو دونوں پاؤں کا پانی سے چھڑنا ابتداء وضو میں جیسے کہ موسم میں ہم قنای علیگیری میں بذاتہ سے تھیمہ اعضا مذکور ہی اس طرح کہ خلف بن ایوب نے کہا کہ لائق یوں ہو کہ سر میں اعضا کو پانی سے چھڑے تیس بلکہ کبھی پھر سر پانی روان کرے اس واسطے کہ سر میں پانی عضو پھر نہیں پھیلتا ہو کذا فی الطحاوی و التمسک جلد اول اور سبب ہو اعضا کو پونچھنا روال سے ہم یعنی موضع آنجا کو کپڑے سے پونچھنا سبب ہو ایسا ہر فتح القدر میں اور علیگیری میں ہو کہ باقی اعضا وضو نہ پونچھے اس کپڑے سے جس سے موضع آنجا کو پونچھا تو او کپڑے سے پونچھنا درست ہو اور معراج میں ہو کہ لائق یہ ہو کہ بمبالغہ نہ پونچھے کذا فی الطحاوی عینی نے کہا کہ بعد وضو کے روال وغیرہ سے پونچھنے میں علما کا اختلاف ہو سو ہمارا مذہب یہ ہو کہ لباس یعنی کچھ ضابطہ نہیں اور ترک افضل ہو اور امام شافعی کے نزدیک صحیح قول یہ ہو کہ نہ نہیں لیکن اسکا کہ سبب ہو وضو نہ نے کہا کہ موسم گرما میں کوڑا ہو اور سرمایہ سردی کے عذر سے مکر وہ نہیں اور ابن شاہین نے جو اسخ و اسخ میں عدم مسح کی حدیث روایت کی ہو او ترمذی نے جو حدیث آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پونچھنے کی روایت کی ہو سو دونوں حدیثیں ضعیف ہیں اتنی مافیٰ یعنی ختم و عدم نقص یکہ اور سبب ہو ہاتھ کا چھنا اس واسطے کہ چھنا طہارت کی کراہت اور بیزار ہی پر دلالت کرتا ہو کذا فی الطحاوی و ذکرہ کذا فی التفسیر انما انزلنا کا پڑھنا وضو کے بعد شایع نہیں ہے

اس پر بہت ثواب لکھا گیا ہے کہ انی الطحاوی وصلوۃ رکعتین فی غیر وقت کر اھنہ اور تحب ہی بعد وضو کے دو رکعت کا پڑھنا سو وقت کر بہت کم اس نماز کو
تحتہ الوضو کہتے ہیں صحیح مسلم وغیرہ میں عنبہ بن عامر سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں کوئی ایسا مسلمان جو وضو کرے اچھی طرح پھر کھڑا ہو
اور دو رکعت نماز پڑھے دونوں رکعتوں پر توجہ ہو کر اپنے دل اور جہ سے گرنے کے واسطے جنت واجب ہو گئی کہ انی تیسیر الوصول الی جامع الاصول یعنی جنوفا ہی
اور باطنی پر جنت کا وعدہ ہو مگر وہ لطمہ الوجہ اور غیرہ بالکمال تنزیہاً اور مکروہ تنزیہی ہی جہرہ وغیرہ پانی کو زور سے مارنا والی تقییر و اسلاف
اور حاجت سے کم و بیش کرنا ہم کمی کی صورت یہ ہے کہ غسل اعضا میں تیل کے ماتہ پانی چھیرے بلکہ اچھی طرح اعضا پر تین بار پانی کو روانہ کرے ومنہ الزیادۃ
علی الثالث اور بلا اسراف کے تین بار سے زیادہ دھونا لیکن لیکن دل یا وضو پر دوسرے وضو کے قصد سے زیادت و رست ہی چنانچہ مذکور ہو چکا ہم چاہا
اور مسلم اور ابو داؤد اور ترمذی اور نسائی میں حدیث صحیح آیت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک مدت سے وضو کرتے اور ایک صاع سے غسل فرماتے تھے
اور بے روایت یہ کہ ہم ویش بھی آیا ہے اور صاع چار رکھتا ہے اور مرد و رطل کا اور رطل بیس استار کا ہسد استار ساڑھے چار شقال کا اور مرد و رطل ہی
ایک ہی جہرہ ہی چھیرہ ہی حدیث علیہ الصلوۃ والسلام خود پانی وضو کا کم صرف کرتے اور بہت پانی بہانے سے منع فرماتے اور فرماتے کہ میری امت میں وہ
لوگ پیدا ہونگے جو وضو میں تعدی اور تجاوز حد سے کریں اور فرماتے تھے کہ وضو کا ایک شیطان ہے نام اسکا دھماں ہے تو پانی کے وسوسے سے یہ نہ کرنا کہ انی
سفر السعاده و شرحہ آب چونکہ شقال ساڑھے چار ماشے کا ہوتا ہے تو مذکور میں شرعی لفظ کے سیر کے حساب سے تخمیناً تین پاؤں چھتر کا ہوا اس واسطے کہ لفظ کا بختہ
سیر ۱۹ روپے کا ہے اور ہر روپے گیارہ ماشہ کا اور صاع جس شے سل سنت تین ہر قدر سے لگتا ہوا عادت ہو گئی ہے پانی کے سیراف کی لہذا اکثر لوگ اس قدر پانی
میں تھوڑے سے تین اگر تک ٹوٹی کے ٹوٹے سے باقی ماند وضو کریں اس طرح سے کہ بدن پر پانی گرنے زمین پر پھیلا نہ گرنے تو تین پاؤں پانی سے بخوبی وضو ہو سکتا ہے
اسکا ضرور اہتمام کرنا چاہیے تاکہ سنت پر عمل کر لیا تو اب حاصل ہوا اور اسراف مکروہ سے اجتناب فیہ علی جماعاً لوجاء اللہ و المملوک لہ پانی میں اسراف
مکروہ تحریمی ہے اگر نہر کے پانی سے اپنے ملک پانی سے وضو ہو مگر وہ تحریمی نہیں کے نزدیک حرام نہیں حرام سے قریب ہے اور مجر کے نزدیک مکروہ تحریمی حرام نہیں
اقلاً الموقوف علی من یتطہر ومنہ ماء المدارس من حقہم اور وہ پانی جو طہارت کرنے والوں پر وقف کیا گیا اور وقف کی قسم سے ہر دینوں کا پانی
سویں تو اسراف کرنا حرام ہے بالاتفاق و ثبتت المسئۃ بما ہے جلیل اور تین بار سچ کرنا پانی سے مکروہ ہو اما جماعاً و احداً فمندی و اب و مسون
اور ایک ہی پانی سے تین بار سچ کرنا تو مستحب ہے اسنون چنانچہ بیخ الغفایین فیہی شے شقل ہم ہدایہ میں اسکو شروع کہا ہے اور ویشی نے کہا کہ سنون ہونکی بھی
امام سے روایت ہے اور سچ قول امام سے ترک ثلث کا ہے اتھی درمضہ ہیکلہ التوضی فی فضیل مکراکرا و اور وضو کی منوعات سے عورت کے وضو غسل کے
باقی رہے پانی سے وضو کرنا ہم اس واسطے کہ شاید اس سے مرو کہ کچھ تلذذ حاصل ہو یا یہ وجہ ہو کہ اکثر عورتوں کو نجاست سے محافظت کتر ہوتی ہے اور بیکراہت تنزیہی پر دل
کرتا ہے کہ انی الطحاوی اور فوضیہ نجس لہ الماء الوضو حرام یا مکروہ ہے وضو کرنا پاک مکان میں ایسے کہ وضو کے پانی کی کچھ حیرت ہی طحاوی نے
کہا اور یہ بھی وجہ ہو کہ وہاں نجاست کی چھینٹوں کے پڑیکا خوف ہو اگر فی المسجداً لا فرائد چاہا مکروہ ہے وضو کرنا مسجد کے اندر مگر مسجد میں برتن کے اندر
وضو جائز ہے اور فی موضع عام لہذا یا وضو جائز ہے مسجد کے اس مکان میں جو وضو کرنا پاک مکان میں ایسے کہ وضو کے پانی کی کچھ حیرت ہی طحاوی نے
والقاء الغاصۃ والاصفاط المساع اور مکروہ ہے وضو کرنا پاک مکان میں ایسے کہ وضو کے پانی کی کچھ حیرت ہی طحاوی نے
کرنے کو سجدات میں شاکا ہے وینقصہ خروج کل خارج نجس بالقتل ویکسیر منہ ای من المتوضی لکتر اور وضو کو تو تیار ہو کر کھانا پاک چیز بکھنے والے کا
زندہ وضو کرنے والے سے شاکا ہے کہ نجس ہے اور کبھی ہم کو گسرویشی زیر بھی دیا جاتا ہے ہم نجس بقیع ہم میں نجاست کا نام ہے اور کبھی ہم اسکا نام ہے جو پاک نہ ہو تو علم
میں تو تین میں دونوں طرح ہو سکتا ہے مگر فقہیم کا الیق ہے کہ کلف سے دو ہوا روشت کی راہ سے دونوں میں کچھ فرق نہیں چنانچہ نہ الفاتی میں ہے زندہ کی قید سے مروہ

مقدار صاع اور
بحساب وزن ۱۱

بیرقصہ

صحیح

بالرجح لان خروجه الدود احصاؤه منہم کما فی الجہود ووضعت فی ریح کی قید نہیں لگائی مگر اس واسطے کہ کثرت اور پتھری کا
تکلف فرج اور ذکر سے وضو کا توڑنے والا ہو بالاتفاق چنانچہ جو ہر مین مذکور ہر مین اسطرچ خانیہ میں صرح ہوا و اسطرچ و حاج میں اس پر اجماع نقل کیا ہے لیکن
زلیعی نے اس کثرت میں جو فرج سے نکلا ہو خلاف نقل کیا ہے اور اسطرچ شایع و قایہ نے کذا فی الخ و کذا فی الخ دودۃ من حیج او اذین و الف
او غیر و کذا حکم سقط منه لظہار قہما و عدم السیلان فیما علیہما و هو مناط النقص اور وضو کو نہیں توڑتا نکلتا کثرت کا
زخم سے یا کان سے یا ناک سے یا منہ سے اور اسطرچ ناقص وضو نہیں وہ گوشت جو گرڈ زخم سے سبب پاک ہونے کثرت کے اور نہ بنے
اس طہرت کے جو ان دونوں پر ہو و اسیلان ہی مدار ہو وضو توڑنے کا یعنی غیر سیلین میں زخم کا کثیر پیدا ہوا ہو گوشت سے اور گوشت پاک ہو خلاف اس کثرت
کے جو قعد سے نکلا کہ وہ نجاست سے پیدا ہوا ہو اور گوشت کی طہارت اس شخص کے حق میں اس واسطے کہ قہمانے کہما کہ جو چیز زندہ سے جدا ہوئی وہ مردار
مانند ہو مگر کسی زندگی ذات کے حق میں یہاں تک کہ اگر اسکو وہ لیے ہیگا تو نماز اسکی فاسد ہوگی تو جلی کا یہ اشکال ساقط ہو گیا کہ گوشت یعنی ساقط گوشت
نجس ہو نہ طہر کذا فی الطحاوی و الجرح بعض و الخارج بنفسہ سیکان فی حکم النقص علی المختار کما فی الذاریۃ قال لان و کذا خراج جرح
فصار کالقصید و فی الفتح عن الکاف انہ الاصل و اعتمدہ القہستان فی وفی القنیۃ و جامع الفتاوی و الاشبہ و معنی انہ الاصل
با المنصور و رایتہ و الدراج ہدایۃ فی حکم الفتوی علیک و جو خون و غیرہ زخم اور سچوٹے سے نکالا گیا دابنہ او بچوٹے سے
اور جو آپ سے نکلا دونوں برابر ہیں وضو توڑنے کے حکم میں بنا بر قول مختار کے چنانچہ برازیہ میں ہر اسکے مصنف یعنی برازی نے کہا اس واسطے کہ نکالنے میں نکلتا بھی جاتی ہے
یعنی خروج اخرج کولام ہو تو نکلتا فصد کے مانند ہو گیا یعنی فصد بالاتفاق ناقص ہو باوجود اخرج کے و فتح القدر میں کافی سے منقول ہے کہ مخرج کا ناقص ہونا
صحیح تر قول ہے اور اس پر قستانی شایع نقایہ نے اعتماد کیا ہے اور قفیدہ و جامع الفتوی میں ہے کہ یہی قول ہے اور شبہ کا مطلب یہ ہے کہ قول مذکور زیادہ تر شہادت
رکھتا ہے اس قول سے جو مخصوص ہو روایت کی راہ سے یعنی فصد سے اور اس قول سے جو باج ہو اور رکعت کی راہ سے تو بموجب قول مذکور کے اسی پر قوی ہوگا
مخرج کا ناقص ہونا عالمگیری میں و جز کروری اور شرح منہ سے منقول ہے اور حسن طبری کے حاشیہ شرح و قایہ میں بھی نقل تملہ و خلاصہ و کافی اویس اللامہ
سرخسی سے مذکور ہو حجت و فصد و رخص طن پقیاس کرنے سے اگرچہ ششی مذکور نے قیاس مذکور کو غیر مستقیم کہا ہے اور خارج بنفسہ و مخرج بالحصصین تفرقہ ثابت کیا
لیکن بقول علامہ عینی کے باب عبادت میں مخرج کے ناقص ٹھہرنے میں امتیاز ہے اگرچہ صاحب ہایہ اور شایع قایہ اور طہرہ کا مصنف اسکو ناقص نہیں کہتے
وینقصہ و قیاس کا ہاں یضبط بتکلف اور ناقص وضو ہو چھ بھر کے سطح پر کہ بہت تکلف سے سمجھ کے اندر تھم سکے ہم او یا بیع میں کہما کہ قول
صحیح ہے کہ چھ بھر کے قوہ ہو چکے روکنے پر قدرت نہ ہو کذا فی الطحاوی ص ۱۶۲ بالکسر ای صفر اء و علق ای سہل اء و مذکور ناقص ہو صفر سے ہو یا سود سے
مرہ کہ سیم و تشدید عبارت ہو صفر سے یعنی زرد کر و پانی او علق یعنی عین و لام عبارت ہو سود سے ہم قاسم میں ہے کہ تعلق بالتحریک خون ہو مطلق یا نہایت
سرخ یا غلیظ یا تنخون طحاوی نے کہا یہاں خون بستہ مراد ہو خون بست کی قید اسلئے لگائی کہ اگر خون سائل ہو تو ناقص ہے اگرچہ سمجھ کے قوہ نہ ہو اتنی قوہ
شایع نے علق کو سود کا حالانکہ یہاں علق سے خون بستہ مراد ہے اس واسطے کہ خون بستہ نہیں ہوتا مگر احتراق سے ہر غلط سودا ہو جائے تو علق خون جعی نہ اسودا
ہو گیا کذا فی یعنی و اما العلق النازل من الداء فغیر ناقص اور جو خون بستہ کہ سر سے اوڑھا وہ وضو کو نہیں توڑتا و طعام او صا و اذا وصل
الاصعدان لم یستقی یا تو ہو کھانے یا پانی کی جبکہ کھانا یا پانی پیٹ تک پہنچ گیا اگرچہ زمین نہ ٹھہر فوراً اگرچہ ناقص ہو وضو کا ہم اور اس کا قول یہ ہے
کہ اگر طعام اور پانی فوراً اگرچہ ناقص نہیں مگر ہر اسکو مختار کہا ہے اور خارج الدلیہ میں اسکی تصحیح کی ہے تو یہاں دونوں قول مختلف کی تصحیح واقع ہوئی کذا فی الطحاوی و مخرج
معلق و لو من صبیحۃ ارتضاعہا لصلی لھا الطہرۃ النجاستۃ ذکر و الکھلی اور وہ قوہ مذکور نہیں غلط ہے اگرچہ شمر خوارزمی نے قوی ہو دیکھا

خواری بھی قول صحیح ہے سبب لمجانے نجاست معدے کے ایسا ذکر کیا ہے چلی نے یعنی کھانا اور پانی اور دودھ ہونو تو ہو گیا وہ پاک ہو گیا ہی پیٹ کی نجاست سے
مختلط ہو کر و لکھو فی المریء فلا یقطن تفتا کھی حیتہ او د و دکنہ لطفی کہہ نفس او کھا لیا پانی یا دودھ عمری میں ہی طعام او شراب کے مجزی ہیں
تھا ہیٹ تک نہیں پہنچا اور تو ہو گیا تو وضو کا توڑنا بالاتفاق ثابت نہیں جیسے کچھ سے یا بہت سے کیڑوں کی ذرات سے نہیں سبب پاک ہونے ہر معدے کی ذات
میں ہی اور بقدرہ نجاست نہیں چھلے ہر معدے کے نہیں کذا فی الطحاوی کما فی التاجم فائدہ ظاہر مطلقاً ہے جیسے سونے آدمی کی رال ناقض نہیں ہے
کہ وہ پاک ہی ہر طرح ایک قوی ہر رال مطلقاً پاک ہو خواہ سر سے اور تری یا پیٹ سے چڑھے خواہ زرد رنگ بدبودا ہو یا نہ ہو اور اس اخلاق کے مقابل وہ
قول ہر الوضو کا مختار کہ جو رال پیٹ سے زرد رنگ بودا ہو وہ دھو کے مانند ہی اور جو سر سے اوترے وہ پاک نہیں ہے کہ رال پاک ہی کی سیطرہ کلی ہو اور
اسی قول پر قوی ہے کذا فی الطحاوی بخلاف ماء فو المیست فائدہ نجس کھی کھی خیر و بول و ارجہ یقطن لعلہ نجاستہ بالاصالہ
بالجاء ذکر خلاف میت کی رال کے اس واسطے کہ وہ نجس ہو جیسے نفس شراب یا پیشاب کے تو اگرچہ وہ ناقض نہ ہوتے کی وجہ سے سبب ناپاک ہونے شراب یا پیشاب
کے اپنی اصل میں ہیٹ کی نجاست لمجانے سے برخلاف او چیزوں کے کہ وہ اعتدالاً نجاست سے ناپاک ہو جاتی ہیں ذات کی ناپاکی میں لا ینقضہ فی من پاک نہم
علی المعتدال احکامات نہیں توڑتی وضو کو بلغم کی تو مطلقاً بنا بقول معتد کے بلغم خواہ سر سے اوتر خواہ پیٹ سے چڑھا نہ تھو کے ہو یا کہ مختلط طعام ہو یا نہ ہو مگر کچھ طعام سے
نہم بھریا ایسا ہی ہر اور نجس میں اور شراب کا قول علی اعتدال بلغم کی طرف راجع ہے جو پیٹ سے چڑھا سیکے کہ وہ بلغم سر سے اوتر آسمان اتفاق ہو چکی اس کذا فی الطحاوی اکابر
المخلوط بطعام فیعتبر الغالب مگر وہ بلغم طعام کے ساتھ مخلوط کھلا تو غالب کا اعتبار ہوگا یعنی اگر بلغم غالب ہو تو ناقض وضو نہیں و اگر طعام غالب ہو تو ناقض
ہم بہتر یہ تھا کہ شراب طعام کی پری دہن کا اعتبار کرتا جیسا صاحب بحر الرائق نے کیا تاکہ اس صورت کو شامل ہوتا جیسا طعام مغلوب ہو اور باوجود اسکے نہم کو بھرتا
لہذا صاحب بحر نے طعام کو اصرح بیان کیا کہ حالت انفراد میں نہم کو بھرتے سو اسکو یاد رکھنا چاہیے کہ کذا فی الطحاوی ولو استویا فکل علی حدة اور اگر بلغم یا طعام
۱۰ و نون برابر ہیں تو ہر ایک کا اعتبار جہدا یعنی اگر طعام بقدر پری دہن کے ہو تو ناقض ہے اور نہیں تو ناقض نہیں و ینقضہ دم مارع مریجوف و غیر غلبہ
بکرات حکمہ للغالب اور وضو کو توڑتا ہے وہ پلا خون پیٹ یا نہم کا جو غالب ہو گیا تھو کہ ہر اس واسطے کہ غالب پر حکم ہوتا ہے و سا و الا احتیاطاً بانوں
برابر ہو تھو کہ کے تو بھی ناقض ہوگا احتیاط کی راہ سے ہم خون کے غالب ہونے یا برابر ہونے کی یہ علامت ہے کہ تھو کہ سرخ ہوگا اور غلبہ ہو نیکی نشانی یہ ہے کہ تھو کہ نہ
ہوگا کذا فی شرح الوقایہ واجز ولا ینقضہ المغلوب لبراق اور وہ خون وضو کو نہیں توڑتا جیسا تھو کہ سے کم ہے والقیہ کالدہم اور یہ خون کے مانند ہر وضو توڑنے
کے حکم میں یعنی اگر پیٹ تھو کہ سے غالب ہو یا برابر ہو تو ناقض ہے اور اگر کم ہو تو ناقض نہیں و لا ینقضہ بالمخاط کالبراق اور خون اور پیٹ کا ریت سے ملنا تھو کہ
کے ملنے کے برابر ہو کہ مذکور میں یعنی غالب اور مساوی ناقض ہے اور مغلوب ناقض نہیں و لکن ینقضہ علقہ مضت عضواً و امثلہ من الدہم و مثلہا القراد
ان کان کثیراً لکنہ حیث یدبرج منہ دم مسفوح سائل اور اس طرح وضو کو توڑتا ہے وہ کثیر اور چونکہ جسے عضو کو چوسا اور خون سے پر ہو گیا اور
چھری چونکہ کے برابر ہو وضو توڑنے میں شرطیکہ طبری چھری سے دم سفوح یعنی روان خون نکلتا ہے چونکہ کے مانند کذا فی النخانیہ و الا تکتل العلقہ والقراد
کذلک لا ینقض کبعوض و ذباب کما فی النخانیۃ لعدہم الدہم المسفوح اور اگر چونکہ اور چھری ایسی نہ ہو کہ اس سے خون جاری نہ ہو تو وہ ناقض وضو
نہیں مگر اگر کھی کے کانٹے کے مانند چانچہ غانی یعنی فتاویٰ خانی میں منکر ہو کہ وضو نہیں توڑتا خون سائل کے ہونے سے و القیستہ لا ینقض
مالم یتجاوزا لورام اورستانی میں ہو کہ خون ناقض نہیں جب تک ورم سے تجاوز نہ کرے ہم بحر الرائق میں شیخ الاسلام کے مسبوط سے منقول ہے کہ مسرغ
ورم کر گیا پھر اس سے پیپ وغیرہ کچھ ظاہر ہوا تو ناقض نہ ہوگا جب تک ورم سے تجاوز نہ کرے اس واسطے کہ موضع ورم کا دھونا واجب نہیں تو تبا و زینوا
اس موضع کی طرف جسکو تطہیر کا حکم لاق ہے طحاوی نے کہا حکم اس صورت کو خصوصاً ہر جہاں ورم کو ضرر کرتا ہے اور اگر ضرر نہیں کرتا تو دھونا

و دم کا واجب ہو گا اتنی قوت تو اس صورت میں تجاوز دم سے بھی وضو ٹوٹ گیا کہ لا ینقصی ولو شد بالربا طان نقد المبال للواجب لنقص اور اگر خمر کو پی سے باندھا اگر ثروت باہر کی طرف توڑائی تو وضو ٹوٹا نقص پر خمر فقہ القدر میں ہوا اس کا مطلب یوں سمجھنا واجب ہے کہ وہ خمر ایسا ہو کہ اگر تڑی نہ تو ہوتا اس واسطے کہ اگر خمر خمر پر پھر سے سوتا ہو جائے یا پاک نہیں ہوا جب تک ویسا نہ ہو کیونکہ وہ حد نہیں گذائی طحطاوی و یحییٰ منفرق القوی و یجعل قوت واحد لا تخاد السبب وهو الغنیان عند محمد وهو لا یصح لکن اصل اضافہ الاحکام لاسبابها لالامانع کما لیس فی الدنکائے و منفرق کو جو خمر پھر کے نہیں اکل سے بچے و رباک تو اسکو پھر سے سبب سمجھ ہوئے سے اور جو نہ کاتلی پر محمد کے نزدیک یعنی اگر رباک ہی تھی سے چند بار تھری تھری تڑی اور مجموعہ کرنے سے پری دم کو پونجی ہو تو وضو ناقص پر محمد کے نزدیک وری قول صحیح ہے سو اسلئے کہ بہت کرنا احکام کا انکسار سبب کی طرف نہ ہو مگر یہ اسباب کی طرف بہت کرنے سے کوئی حیران ہو تو اس سبب کی طرف بہت نہ ہو کی چنانچہ کئی شیعہ کافی ہیں خمر مانع کی مثال چنانچہ سجدہ تلاوت ہر جگہ کا سبب مگر ہر مجلس و حدین تک یہاں سبب متبر ہو تو مدخل فوت ہوتا ہو سو اسلئے کہ ہر بار کی تلاوت سبب ہر سجدہ کا اور غیر صحیح قول ہے ابویوسف کا یعنی میں متلفذ ہوں اسلئے کہ نزدیک اتنا جو جس سے ہر دکل مالکین بحدث اصلا بقونہ زیادۃ الباء کفر عقل و دم لورث لیس لہیں انھیں عند الشافی اور چہرہ حدین یعنی ناقص وضو کی نہیں کی طرف سے چنانچہ تھری تو زور خون جو اسکو چھوڑے تو سائل نہ ہو تو وہ پاک نہیں ابویوسف کے نزدیک شائع نے کہا حدین میں اصلا قید نہیں لگائی بار بار کے زائد ہو چکے تیرہ سے ہم اس واسطے کہ بار بار کی زیادت خمر کے عموم نفی ہر دلاست کرتی ہو علم خود کے قاعدہ سے تو اصلا کی قید لگانے سے اس حدیث سے احتراز ہو جو معذور سے خارج ہوتا ہو وقت نماز کے خارج ہونے سے پہلے اس واسطے کہ شلا معذور کے پیشاب کا جاری ہونا معذور کے حق میں حدین نہیں لیکن وہاں پاک ہوا اس واسطے کہ پیشاب غیر معذور کے حق میں حدین ہو تو اصلا کی قید لگانے سے وہ دخل نہ اس کلیہ کے تحت میں باجمہ کلیہ مذکور صحیح ہے کہ بولسی وجہ سے ناقص وضو نہیں وہاں پاک نہیں اور اس کا عکس درست نہیں یعنی جس میں وہ حدین نہیں اس واسطے کہ نوم اور غما اور بیخ نہیں نہیں اگر حدین ہیں یعنی ناقص وضو کی گذائی طحطاوی درین ہر کہ قلیل اس واسطے کہ نہیں کہ علامہ محد سے خارج ہوتی ہو اور وہ نجاست کا مکان نہیں ہر اول قلیل خون غیر سطح پر یعنی سائل نہیں تو بھوسے آگے کریمہ اور باسفلو حادیم نہو انھیں بھی نہو گا اور آدمی کا غیر سطح خون حرام ہو تو وہ یعنی ہر اس کے گوشت کی حرمت پر تو نجاست کا موجب نہو گا اس واسطے کہ حرمت بزرگی کے سبب نہ نجاست کی وجہ سے تو آدمی کا خون غیر سطح اپنی جلی طہارت پر ہو اگرچہ وہ حرام ہو وھو الصبیحہ بر فکایا صحابہ القریح خلافا للحدید اول قلیل تو اور خون کا نجس نہو نہی قول صحیح ہے خیموں کی آسانی کیو اسلئے بظراف محمد کے یعنی آگے نزدیک تو قلیل و خون قلیل ناپاک ہو و فاجوہرہ یقین بقول محمد لو المصاب مائعا اور جو ہر نہو نہو وری کی شرح میں ہر کہ محمد کے قول پر فتویٰ دیا جاے اگر سائل چیز میں قلیل تو یا خون مل گیا یعنی گرانی وغیرہ میں تھوڑا خون مل گیا تو اسکو ناپاک جانیے اور اگر گہرے وغیرہ خشک چیز میں لگے تو اسکو پاک سمجھیں فی قصہ حکما کوئم ازید وضو کو توڑ لی ہر حکم شیعہ کی راہ سے ہم شائع کے حکم کے لفظ کو زیادہ کر کے اشارہ کر دیا کہ مصنف نے ناقص حقیقہ کے بیان کے بعد اب ناقص حکم کو شریعتیہ لیا یہی مسئلہ اسی قوتہ المساکتہ بھیجے تزلزل مقعدہ منہا کلام مرض وہ حدین ناقص وضو ہر آدمی کی قوت ماسکہ کو یعنی جس قوت سے آدمی سچ کو روکتا ہو زائل کر دے اسلئے کہ اسکی مقعدہ زمین سے مجاے ہم صحیح قول ہے ہر کہ نوم فی نفسہ ناقص نہیں بلکہ تمام مروج سچ وغیرہ کا ناقص ہوا سلیے کہ جب زمین سے مقعدہ کا زوال ہوا تو باعتبار عادت کے مروج شر سے خالی نہیں اور جو ثابت ہو عادت سے دشمن کے مانند ہر وہو النوم علی محل جنبہ او وری کیہ او قفاہ او دھم و نوم ناقص ہوا ہر ایک کو روٹ پڑا ایک ہر میں ہر ایک و یک یا پخت یا پخت یعنی یہ چار طرح کی حدین ناقص وضو کی قوت ماسکہ کے زائل ہوجانے سے والا ای وان لورثل مسکتہ لا ینقص دان قعدہ فی الصلوۃ او غیرہا علی المختار اور اگر دینی حدین یعنی اسکی قوت ماسکہ زائل نہیں کیا تو وہ حدین ناقص وضو کی نہیں اگرچہ آدمی قعدہ استویا ہو نماز میں

یا غیر نمازین بنا بر قول مختار کے ہم علی التماس صلوٰۃ کی طرف راجع ہوا اور غیر مختار ابو یوسف کا قول ہے کہ جب نمازین عمدہ سو دیکھا تو وضو نہ بیگا کذا فی الطحاوی
 کا لکھنا قاعداً ولو مستنداً الی ما لو انزل لست قط علی الماء بمسکوم غیر ناقض حیثیہ دونوں میں سے پہلے پر بیٹھ کر سونا اگرچہ ایسی چیز کے ساتھ سے سو گیا ہو کہ اگر
 اسکو نہ مایجیے تو سونے والا کرپ سے بنا بر دست نہ رہے کہ ہم شارح نے نیند کی آن قسام کی التفصیل شروع کی جس سے وضو نہیں ہوتا تاہم یہاں ہمارے کی نیند مذکور کو
 ناقص میں شمار کیا ہوا اس کے شارحوں نے کہا کہ طحاوی نے اسکو اختیار کیا ہو بسوط کی اصل روایت میں نہیں ہے اور محیط میں ہے کہ اگر زمین پر مستقر ہو تو ناقص ہے
 اور اگر مستقر ہو تو ناقص نہیں ہی قول اصح ہے کذا فی الدرر اسناد علی الہیۃ المستنویۃ ولو فی غیر الصلوٰۃ علی المعتقد ذلک الحلیۃ یا سونا سجدہ کرنے
 میں سنت کے طور پر اگرچہ نماز کے سوا میں اس طرح سو گیا ہو وضو نہیں جاتا قول مختار پر ایسا ذکر کیا ہے جو حلی نے ہم سجدہ سنون کی صفت یہ کہ کہ بیٹ اوچا رکھے
 بانوں سے اور بازو اٹھائے ہوں پہلو سے اس واسطے کہ سطح میں مسک ہائی ہو اور استطلاق منعدم ہو اور بعضوں نے کہا کہ نمازین ہر طرح کا سجدہ ناقص نہیں اور غیر نمازین
 سجدہ مسنونہ ناقص نہیں کذا فی الطحاوی درمیں ہر اور سطح قیام اور رکوع کی حالت میں سونا وضو کا ناقص نہیں اگرچہ مسک یا سیرین پر سونا اس طرح کہ دونوں
 بانوں ایک جانب کو پھیلائے اور دونوں سرین زمین پر جائے اور مٹھنیاں درمے سے اٹھائی جائیں یا سونا اور کھڑکھڑا کر سطح کے دونوں ہڈیاں جھٹکی سے
 ملجائی وین کپڑا پیٹ کر یا دونوں ہاتھوں سے تمام کر اور سر و دونوں گھٹنوں پر ہر طحاوی نے کہا اگر گھٹنوں پر نہ ہو تو بطریق اولیٰ ناقص نہیں اور شب بیکہ لکھنا
 یا سونا اوندھے کے مانند اس طرح کہ دونوں سرین رکھے اثر یوں پر اور پیٹ رازن پر اور بیگیا اوندھے کے شب بیکہ ذکر کیا ہے بحر الرائق میں اور ہمیں لکھنا کہ کذا فی الطحاوی
 اوفیٰ فحلی اوسمیع اوکا کتب یا سونا عمارت یا میں یا میں یا بالان ہم طحاوی نے غاصہ سے نقل کیا کہ حمل میں کھڑے یا بیٹھے سونا ناقص نہیں اشیٰ خانیہ میں ہے کہ
 اگر جانور کی پٹھیر پر زمین یا بالان میں سو گیا وضو نہیں ٹوٹا کیونکہ غاصہ اوجھیلے نہیں ہو گئے اور اگر دونوں سرین کو اثر یوں پر رکھ کر سو گیا سطح کنا کر تاہو تو اس پر وضو
 ابو یوسف کے نزدیک اور بعضوں نے کہا کہ نام کے نزدیک بھی ولو الذ ابۃ عریا کا فان حال الہبوط نقض واسطہ کا اور ہر سوار جو اس حال میں کہ
 جانور کی پٹھیر پر نہ ہو تو اگر وہاں پر چڑھنی بلندی سے نشیب کو تاہو تو ناقص وضو پر ورنہ ناقص نہیں ہم اس لیے کہ نیچے اترتے ہو سوار کے کو جھکتا ہے تو سرین اٹھ جاتے
 ہیں تو ہتھک جو مانع خروج ریح تھا باقی نہ رہا اور برابر زمین پر یا بلندی پر چڑھنے میں یہ بات نہیں تو وضو قائم ہو گیا ولو کا م قاعداً یتماثل فسقط التلیب
 حین سقط فلا نقض بفتہ کنا عریفہم اکثر ما قیل عندہ اور چھٹے سورما تھا مجموعہ مجموعہ کہ چھگر ڈرا اگر کرتے ہی جاگ پڑ تو ناقص
 وضو نہیں ہی قول فقہی ہے جیسے وضو نہیں ٹوٹتا اس وقت تک کہ جو چھٹا جاتا ہو اکثر ان باتوں کو جو اسکے پاس ہو بھی ہیں کذا فی النخایہ ہم خانیہ میں ہے کہ اگر چار دونوں
 سوا کسی چیز پر بیٹھ کر ٹیک کر شمس الاکمل علو الیٰ لے کہا کہ یہ ناقص نہ ہوگا اتنی مافی الخانیہ حاصل مقام ہے کہ اگر استخراہ غاصہ میں ہوا اور عدم زوال قوت ماسک
 کی دلیل قائم ہے چنانچہ قیام اور قعود اور رکوع اور سجدہ مسنونہ وغیرہ فلک میں المذكورات میں تو وضو قائم ہے ورنہ قائم نہیں والعنہ لا ینقض او اختلال عقلی اور
 اختلال کلامی ناقص وضو نہیں ہم عتقہ نتیجہ اول و سکون ثانی آفت ہے موجب اختلال عقل اس طرح کہ شخص مختلف الکلام فاسد لہ تدبیر ہو جاتا ہو مگر وہ کسی کو نہیں مارتا ہو
 اور نہ کالی دیتا ہو ایسا مذکور ہے بحر الرائق میں اور حشوہ کا وضو اس واسطے صحیح ہو کہ فقہانے اسکی صحت عبادت پر حکم کیا ہو اگرچہ وہ عبادت کا سکھت نہیں جیسے طفل
 عاقل کی عبادت صحیح ہو گو وہ سکھت نہیں کذا فی الطحاوی ملخصاً کثوم الا بنیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام جیسے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بلند وضو
 کو نہیں ٹوڑتی ہم فقہ میں ہے کہ ناقص وضو نہ ہونا نوم کا حضرات انہما کی خصوصیات سے ہے و ہذا ہمچین میں وارد ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر ہر شخص تک کہ
 سونے کی آواز معلوم ہوئی پھر اٹھے اور نماز پڑھی بدون وضو کے اس واسطے کہ دوسری حدیث میں ملایا ہو کہ میری آنکھیں سوتی ہیں اور پہرہ دل نہیں سوتا اور اس پر حضرت
 نہیں لگتا اس حدیث کا لیدلہ انعمیس میں حضرت سونگے تھے یہاں تک کہ خائب کل آیا تھا اس واسطے کہ دل مبارک جاگتا تھا احادیث ہوں سے آگاہ تھا اور طبع افکار
 کا ادراک دل سے تعلق نہیں لکھ کا یہ کام ہے سونا لکھ تو سوتی تھی ایسا مشہور ہے محدثین اور فقہا کی کتابوں میں علامہ ابو حنیفہ نے کہا علاوہ یہ کہ ہم کی کچھ خصوصیات ہیں

۱۰
 ۱۱
 ۱۲
 ۱۳
 ۱۴
 ۱۵
 ۱۶
 ۱۷
 ۱۸
 ۱۹
 ۲۰
 ۲۱
 ۲۲
 ۲۳
 ۲۴
 ۲۵
 ۲۶
 ۲۷
 ۲۸
 ۲۹
 ۳۰
 ۳۱
 ۳۲
 ۳۳
 ۳۴
 ۳۵
 ۳۶
 ۳۷
 ۳۸
 ۳۹
 ۴۰
 ۴۱
 ۴۲
 ۴۳
 ۴۴
 ۴۵
 ۴۶
 ۴۷
 ۴۸
 ۴۹
 ۵۰
 ۵۱
 ۵۲
 ۵۳
 ۵۴
 ۵۵
 ۵۶
 ۵۷
 ۵۸
 ۵۹
 ۶۰
 ۶۱
 ۶۲
 ۶۳
 ۶۴
 ۶۵
 ۶۶
 ۶۷
 ۶۸
 ۶۹
 ۷۰
 ۷۱
 ۷۲
 ۷۳
 ۷۴
 ۷۵
 ۷۶
 ۷۷
 ۷۸
 ۷۹
 ۸۰
 ۸۱
 ۸۲
 ۸۳
 ۸۴
 ۸۵
 ۸۶
 ۸۷
 ۸۸
 ۸۹
 ۹۰
 ۹۱
 ۹۲
 ۹۳
 ۹۴
 ۹۵
 ۹۶
 ۹۷
 ۹۸
 ۹۹
 ۱۰۰

بلکہ دم کے سوا اور ہوا و آتش کا بھی حکم ہو تو اس وقت میں حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا دستور یا امتوں کی تشریع کی واسطے تھا مگر نخل و اقض کے انما اور غشی غشی سے متعلق یہ کہ انہی لفظوں میں غسل ینقض اعماؤہم وغشیہم ظاہر کلام اللہ علیہم الصلوٰۃ والسلام کا انما وغشی ناقض وضو ہے یا نہیں جواب کا ظاہر کلام مبسوط سے یہ ہے کہ ان ناقض ہر دم اعمالی ہی ہوتی ہے بیماری کی ایک قسم جو جس سے قوت طلیف ہو جاتی ہو اور عقل اکل نہیں ہوتی بلکہ عقل کو چھپا دیتا ہے اور صفات جنوں کے کہ وہ عقل کو زائل کر دیتا ہے اور غشی یہ ہے کہ قوت محرکہ اور سادہ عقل ہو جائے بسبب قلب ضعیف ہو جائے کہ رنگی وغیرہ سے اپنا پختہ ستانی میں آج تو غشی نوم کے برابر ہر زمان اختیار و قوت قدرت میں بلکہ نوم سے زائد ہو اس واسطے کہ تاہم جگانے سے ہوشیار ہو جائے اور غشی جو انما کی ایک قسم ہے اسکا صاحب ہوشیار کرنے سے بھی ہوشیار نہیں ہوا کہ انہی لفظوں میں ینقضہ اعماؤہم وغشیہم اور وضو کو توڑتا ہے اور انما اور اسکی قسم سے ہر غشی یعنی انما وغشی دونوں ناقض ہیں و جنوں یعنی دیوانگی ناقض وضو ہے جنوں عبارت ہر حال عقل سے اسکا ناقض ہونا ظاہر ہے ہر اعتبار عدم مبالغات کے اور عدم تمیز حدیث کی غیر حدیث سے کیونکہ جنوں سلوک العقل ہو جائے انما انما انما علیہم الصلوٰۃ والسلام پر جنوں کا ہونا صحیح نہیں اور غما صحیح ہر واسطے العقل سمین مغلوب ہر نہ سلوک کذا فی بعضی و سکر کذا فی بعضیہ تامل و لوبا اکل الحشیشۃ اور ناقض وضو ہے وہ نشا کہ ست اپنی چال میں دھڑلہ بھٹکا جائے ہو اگرچہ جنگ کے کھانے سے نشا حاصل ہو ہر نشا اکھیتی عبارت ہے اس سرور سے عقل پر غالب ہو جائے بعض مسکرات کے استعمال سے تو آدمی عقل کے موافق عمل نہیں کر سکتا مگر عقل زائل نہیں ہوتی اس واسطے کہ وہ خطاب شرع کے لائق باقی رہتا ہے جو یہی قول تحقیق ہے اور جنوں نے کہا کہ سنی کا سر عقل کو زائل کر دیتا ہے اور زوال عقل کے اسکا تکلف ہوا بلکہ زجر اور توبیخ کے ہر کذا فی لفظوں میں و قد کففتہ او قوتہ یعنی ٹھٹھا مار کے ہمنسا ناقض ہر بشرط آئندہ ہم قیاس اسکو چاہتا ہے کہ قوتہ ناقض ہوا اس واسطے کہ وہ قانع شخص نہیں اور یہی مذہب ہے شافعی اور اہل اکت اور محمد و غیرہم کا اور بارے مذہب کی دلیل وہ حدیث ہے جو چھ صحابیوں سے منوع مروی ہے اور بخلاف ایک طریق ہے جو محمد بن ابی بن ابوالعالیہ موسیٰ اشعری سے راوی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے کہ ایک منفر دہی آیا اور اس گڑھے میں گر پڑا جو میں تھا پس بہت لوگ جہاز میں تھے اس سے کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہنسنے والوں کو فرمایا کہ وضو اور نماز کا اعادہ کریں اور یہی نے خلافیات میں مانند اسکے روایت کی پھر اس حدیث کو معلول کہا اس طرح یہ کہ ثقات کی جماعت نے اس حدیث کو عن ابی العالیہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مرسل روایت کیا یعنی تابعی نے صحابی کا نام نہیں لیا میں کہتا ہوں یہی قیاس اس حدیث کے رد کرنے پر قادیان اس واسطے مرسل کہنے کے اور حدیث مرسل ہمارے نزدیک حجت ہے اور مرسل ابوالعالیہ کا صحیح ہے اور عجب ہے احمد بن حنبل سے اس واسطے کہ انکا مذہب یہ ہے کہ حدیث مرسل اور حدیث ضعیف کو تقدیم دیتے ہیں قیاس پر سو یہاں انھوں نے قیاس کو حدیث مرسل پر مقدم کیا کذا فی بعضی مختصر و تمام العلم فیہ ما لیسع جیدانہ مقدمہ وہنسی ہر جسکو پاس کے گون سنیں اور خجک وہنسی ہر جسکو پاس آدمی سے اور کوئی نہ سے اور خجک کا حکم یہ ہے کہ وہ وضو کا ناقض نہیں نماز کا بطل ہے اور ہم وہنسی ہر حسین مطلق اور از منہ بلکہ فقط وانت کمل باورین اسکا حکم یہ ہے کہ نہ وضو اس سے ہوتا ہے نہ نماز یا لیس ولو امرأۃ سہلوا یقظان مقدمہ جاگتے جہان کا ناقض ہے اگرچہ عورت ہو گو سہل مقدمہ کیا ہو فلا یبطل وضوء صبر و نا ئیم بل صلوٰۃ تہمابہ لفتے توڑ کے اور یونے کا مقدمہ وضو کو بطل کر گیا بلکہ دونوں کی نماز کو باطل کر گیا اسی قول کا فتویٰ ہے فیضیہ ولو حکما کالبانی ناقض وضو ہے مقدمہ اس جاگتے جہان کا جو نماز پڑھتا ہے خواہ افعال نماز کے بالفعل لاکر یا ہر نمازی کا حکم کہنا ہر بانی کے مانند بانی وہ شخص ہے جسکا وضو نماز میں ٹوٹا پھر وضو کر لیا گیا اس قصد سے کہ وضو کے بعد نماز کو کو تمام کر دینا سو وضو کر کے بعد مقدمہ اس کے ہنسا وضو ٹوٹ گیا کذا فی فتاویٰ حاضیان بطیار صغری ولو ینسجما مستقلۃ نماز پڑھتا ہو اس طہارت صغری کے ساتھ جو بالاستقلال کی ہے وضو غسل اگرچہ ہم طہارت صغری عبارت ہے وضو و تیمم سے اور طہارت کبری عبارت ہے غسل سے فلا یبطل وضوء فی غسل غسل تو باطل نہ ہو گا وہ وضو مقدمہ سے جو تمام بدن کے دھونے کے ضمن میں ہر دم اور اگر اول وضو کر کے غسل کر گیا

مس جب متعارف ہو عورتوں سے توجہ حاصل ہو تو ہوتا ہے اور صحیح مسلم میں حضرت عائشہ کا چہرہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں کا نماز کے اندر ثابت ہے اور صحیحین میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ عائشہ صدیقہؓ کے پاؤں کا نماز میں ثابت ہے لیکن یٰٰنْدُبُ لِلْخَوْصِ مَنْ اخْلَافَ سِمْكَالًا مَامَ لیکن وضو کر لینا مس کر کے عورت سے مستحب ہے تاکہ باتفاق مجتہدین کے طہارت حاصل ہو خصوصاً امام کے حق میں بغیر اس واسطے کہ امام کے پیچھے موافق اور مخالفت سب سے بڑھتے ہیں تو مقتدیوں کی رعایت کرنا خوب بات ہے لیکن یہ شرط عدم لزوم از کتاب ملکہ فیہ لیکن بشرطیکہ اگر کبار مکروہ کا اپنے مذہب میں لازم نہ آوے ہم شایع نے استدراک کیا اس مفہوم سے جو اس کلام سے سمجھا گیا کہ امام کو مرعات مقتدیوں کے مذہب کی مستحب ہے خواہ اس سے میں یا اس کے غیر میں والہ اس مسئلے میں تو اپنے مذہب کے مکروہ کا کچھ بھی از کتاب نہیں گذانی اخطا وی عن اکتبی کما لا ینتفص لوجہ میں ذہن و نحوہا کعبیہ و تذبذب قیہ و نحوہ کصدید و ماء متبرک و غیرہ لا بوجہ جیسے وضو نہیں تو تواتر اگر متوضی کے کان سے اور یا اندر کے چنانچہ اسکی انگلیہ یا پسنا سے ہر دوں درد کے پپ نکلا اور اس کے مانند چنانچہ زرد آب اور آفت کا پانی وغیرہ یعنی ناف کا پپ اور زرد آب نکلا ناقض نہ ہو گا بدوین درد کے وان خرج بہ اسی بوجہ نقص لانہ دلیل الجرح اور اگر پپ وغیرہ درد کے ساتھ نکلا تو وضو کا ناقض ہو گا اس واسطے کہ درد کے ساتھ نکلنا وجود زخم کی دلیل ہے بوجہ سحر الریق میں کہا کہ پانی میں تفصیل البتہ خوب ہے اور پپ اور زرد آب تو بدوین زخم کے نہیں ہوتا نہ الفائق میں اس کا جواب دیا کہ ممکن ہے کہ زخم چنگا ہو پپ نکلا ہو اور درد کا نہ ہو یہی صحت کی علامت ہے فتاویٰ عالمگیری میں ماتن کی تفصیل کے موافق محیط شمس الاممہ جلوانی کا فتویٰ نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ اس طرح وضو باطل ہے اور سراج و فیج میں مذکور ہے تو صاحب بکرا شہبہ لائن التفات کے نہیں رہا فذم مع من یعینہ رعداً و تمسک فاقض فان استمر صار ذالاً عند ربی و عند الناس عن غافل لکب معلوم ہو کہ جو درد کے ساتھ خارج ہو وہ ناقض ہے تو اس واسطے شخص کا جسکی انگلی ٹھنڈی اور کٹی ہو یا ایسی چوڑھے اور چپڑے کے اکثر پانی بہا کر تاہذا ناقض وضو ہے اور اگر انسوس ہوا بھی ہو گیا تو شخص مسند زبولیا اور عذو کا حکم باب بحیض میں معلوم ہو گا ایسا مذکور ہے جو جنبی میں اور لوگ اس مسئلے کے حکم سے غافل ہیں یعنی اس انسوس کو ناقض وضو نہیں جانتے ہیں ہم فقہانے کہا ہے جسکی انگلی سے رمد یا عیش سے انسوس جاری ہو اسکو ہر وقت نماز کے وضو کرنے کا امر کا جاوے صاحب بحر نے کہا یہ تعلیل اسکی مقتضی ہے کہ یہ استحباب کا امر ہے صاحب نہر نے کہا بلکہ وجوب کا امر ہے بقرنیہ مرض اسے طرہ فتح القدیر میں ہے اور مجتبیٰ میں اسکی وجہ بیان کی ہے کہ شاید ملکوں کے زخم سے انسوس آتا ہو کہ فی الخطا وی کما ینقض لوجہ شاحلیلہ بقطنہ و ابطل الطرہ الطارہ ہذا لولقطنہ عالیہ اوحادیۃ لدراسر الاحلیل ان متسقطۃ عنہ لایقض جیسے ناقض وضو ہے اگر مرد نے پیشاب کے سورخ میں روئی بچھ دی ہے اور روئی کی ظاہر طرف تر ہو گئی یہ نقض وضو کا حکم اس صورت میں ہے کہ اگر روئی سورخ کے سرے سے اونچی ہو یا برابر ہو اور اگر سورخ کے سرے سے نیچی ہو اور طرف ظاہر تر ہو جائے تو تر ہونا ناقض نہ ہو گا اس واسطے کہ خرج تحقق نہ ہو لکن الحکم فی الذکر والفرج الداخل اور سراج کا حکم ہے معتدل فرج داخلی کی روئی کا یعنی اگر وہ ان کی روئی وغیرہ اونچی یا برابر ہو تو طرف ظاہر کے تر ہونے سے وضو ٹوٹ گیا ورنہ وضو قائم ہے ہم منیۃ اصلی میں ہے کہ اگر روئی یا کپڑا فرج خارج میں ہو اور تر ہو گیا تو وضو ٹوٹا نا فذہو یا نہ ہو کہ فی الخطا وی وان ابطل الطرف الداخل لایقض او یکررونی وغیرہ کی اندر کی طرف تر ہو گئی تو ناقض وضو نہیں ولو سقطت فان طبتہ ینقض لکلا کہ اگر روئی وغیرہ ساقط ہوئی یعنی گر پڑی تو اگر تر ہو تو وضو ٹوٹا اور اگر تر نہیں تو نہیں ٹوٹا لکن داخل صلبۃ فی ذکرہ ولم یصلہا اور سراج کا حکم ہے اگر انگلی مقعد میں داخل کی اور ساری انگلی غائب نہیں کی یعنی اگر تر نکلی تو وضو ٹوٹا اور اگر شکم کی تو نہیں ٹوٹا فان غلبہا او دخلها عند الاستنجاء بطل وضو و وضو و وضو پھر اگر انگلی تمام غائب کر دی یا پانی سے استنجا کر تے داخل کی تو وضو اور روزہ اسکا باطل ہو گیا ہم شایع کے کلام میں لغت و شمر مرتب ہے تو بطلان وضو کا انگلی غائب کرنے سے متعلق ہے اور بطلان صوم او خال حالت استنجا سے متعلق ہے اس واسطے کہ جب انگلی غائب ہوئی تو ملوث نجاست سے نکلیں گی تو وضو باطل ہو گا اور جبکہ استنجا کرنے میں

بائیں پانوں کو دھو لے اس واسطے کہ وہ پچھلا عمل جو وضو میں نوسیان کی طرف وہی اقرب رہی یہ بات اگر گڑبچھلے پانوں کے دھونے کا یقین ہو
 صورت مذکور میں تو ظاہر اسکے اقبل عضو کا اعتبار ہوگا و ہذا کما فی الخطا وی دلوا یقیناً بالبطحاً و شکتاً بالحدیث و بالعکس انحدلاً بالیقین اور
 اگر طہارت کر چکے کا یقین ہو اور وضو کے ٹوٹنے میں شک پڑے یا اسکے ہلکس یعنی وضو ٹوٹنے کا یقین ہو اور طہارت کرنے میں شک پڑے تو یقین کرنے اور شک کو چھوڑ
 یعنی پہلی صورت میں طہارت کو اعتبار کرے اور دوسری صورت میں زوال طہارت کو معتبر جانے اس واسطے کہ یقین شک سے عین ٹل سکتا کیونکہ یقین قوی جمہوری
 اور شک ضعیف قوی ضعیف سے کیونکہ ٹل سکے دلوتنقہ فہما و شکتاً فزلت بق فہو متطہر اور اگر طہارت اور حدث دونوں کا یقین ہو اور سائلین میں شک
 پڑے یعنی یہ یا نہیں رہا کہ دل طہارت تھی یا حدث تو وہ شخص شرعاً باطہارت ہو اس واسطے کہ غالباً طہارت بعد حدث کے ہوتی ہو کذا فی الخطا وی متدل اللہ تعالیٰ
 اور بعضی کے حکم میں یم کرنے والا ہی یعنی اگر تمیم کا یقین حاصل ہو اور یہ وضو سونے میں شک واقع ہو یا حدث کا یقین ہو اور تمیم میں شک ہو یقین پر عمل کرے
 اور جو دونوں کا یقین ہو اور تقدم اور تاخر میں شک ہو تو شخص باتیمیم ہو ولو شکتاً فی سجاسة مآجہ او ثوب او طلاق احتیجاً لم یعتد بزوال شک لا شکیا
 اور جو شک پڑے پانی یا پڑے کی سجاست میں یا زوج کی طلاق میں شک پڑے کہ طلاق دی یا نہیں دی یا نوڈمی غلام کے آزاد کرنے میں شک واقع ہو تو اس
 شک کا کچھ اعتبار نہیں پانی کو پڑے کو پاک جانے اور عورت کو اپنی زوجہ اور نوڈمی غلام کو مملوک سمجھے و رسائل شک کا پورا بیان شہادہ و نظائریں ہو یقین و
 لا یرول بالشک کے قاعدہ میں ہم مجتبیٰ میں کہ خون اور پیپ اور زرد و اسباب و زخم کا پانی اور لکھا و رخیسی اور لکھا و رکان کا پانی بیماری کی جہت سے سب برابر ہیں
 بنا بر قول اصح کے جو ناقض وضو نہیں چنانچہ قلیل فی یا غون وہ ظاہر ہو مگر خون استحاضہ اگر خون غیر رسائل سے کثیر الملوٹ ہو گیا تو حذر نماز کا مانع نہیں جیسے اصحاب
 الفروج کے پڑے بار بار خون بلا سیلان اور ہاتھ اور کمر کے نکلنے سے بھر جاتے ہیں مانع نماز نہیں عندہ کے سبب اگرچہ خون کثرت ہو اسی پر فتویٰ ہو گیا ہے میں ہر کہ
 تیل والا اعلیل میں پھر وہ نکل آیا وضو نہیں ٹوٹا امام کے نزدیک خلاف الصاحبین محیطین ہر کہ وضو کیا پھر ذکر سے تراویح سائل دیکھ تو پھر وضو کرے اور
 اگر معلوم ہو کہ وہ گھبراہٹ تو اتفاک کرے نماز پڑھے کہ وہ شیطانی وسوسہ ہو اور شرکاء کو پانی سے چھڑک دے دفع وسوسہ کی واسطے اور اگر فریق جمہور مانع تک
 پہنچی ناک کے سرکنے سے یا اسکے اندر پکڑنے سے پھر وہ ناک سے اوڑھ لے تو ناقض وضو نہیں اس واسطے کہ وہ پاک مکان سے خارج ہوئی اور اگر سوئی چھائی ہائی ہاتھ
 میں اور خون ظاہر ہو سوئی کے سرے سے زیادہ تو ناقض نہیں اور محمد بن عبداللہ اسکو سائل جان کر نقض وضو کی طرف مائل ہو جسے روٹی یا پھل کھایا اور گھن
 خون کا اثر دیکھا مسطوروں سے تو چاہیے کہ وہ ان انگلی کے اگر انگلی میں خون کا اثر یا وے تو وضو ٹوٹا اور اگر اثر خون کا مسوڑھے پر ہاتھ رکھنے سے شپا یا تو
 وضو قائم ہو اکل من یعنی شرح البدایہ و فرض الفصل ارا دہ ما یعمم العمل لکما اھتاتن لے کہا اور فرض غسل مضمضہ و استنشاق اور باقی بدن کا
 دھونا ہی شارح نے کہا ماتن نے فرض سے اسکا ارادہ کیا جو فرض عملی کو بھی شامل ہو چنانچہ وضو میں گذر گیا ہم یعنی فرض سے یہاں وہ صبی مراد ہو جو فرض عقاب
 اور فرض عملی دونوں کو شامل ہو فرض عملی وہ ہر جسے فوت ہو جانے سے جواز فوت ہو جائے وضو مضمضہ و استنشاق قطعاً نہیں ہیں کیونکہ امام شافعی
 ان دونوں کو غسل میں سنون کہتے ہیں کذا فی الجلبی و بالغسل المفروض کما فی الجھر تہ اور غسل سے مراد غرض غسل ہو چنانچہ جو ہر وہ میں مذکور ہو یعنی جناب
 اور فی اور نقاس کا غسل کذا فی النہ وظاہر عدم شرطیۃ غسل فہم و انقہ فی السنون کذا فی البحر یعنی عدم فرضیتہ ما فیدہ و الاھما انطفا
 تحصیل السنون و جو ہر وہ کا ظاہر کلام اس پر دلالت کرتا ہے کہ نہ زناک کا دھونا غسل سنون میں شرط نہیں ایسا مذکور ہے بحر الرائق میں مراد صاحب بحر
 یہ ہر غسل سنون میں مضمضہ و استنشاق فرض نہیں ہیں اور اگر یہ مراد کہیے تو صحیح نہیں اس واسطے کہ سنت کے حاصل کرنے میں مضمضہ و استنشاق دونوں شرط ہیں
 غسل کُل فہم غسل میں فرض ہر سب تمہ کے اندر دھونا ہم شارح نے بتقدیر لفظ کل اشارہ کیا کہ اضافت عموم کی واسطے ہو اور ہر اکل فہم اور کل انہ کے دھونے
 مضمضہ و استنشاق ہو ویکفی الشرب عبالان البحر لیس لشرط فی کلاھما اور اس فرض کے ادا ہونے میں پانی بنیائے بھر کے کفایت کرتا ہے

بہن شد
 سائیں
 و ہوا
 ۱۰

نہ

یہ کہ اگر دھواں قلعہ کا نسل میں دھونا واجب نہیں باوجود چھینٹہ بانہ اندر راگ تو اسکو داخل جان کہ حکم زیادہ تر میں پیشاب کے قفسہ سے آنے سے بدین ضرورت ہمارے
 فعل سے پریشان افسوس کی وجہ یہ کہ عدم وجوب غسل نفع دینے کی وجہ سے نہ ہوا سوا اس کے کہ نہ خانا بدین نہیں ہو فی المسعودی من ان الحکمین قفسہ القلفة
 بلاہ شکتہ واجب الاکامہ اور سعودی میں یہ کہ اگر کھونا قلعہ کے بدن شکتہ کے ہو سکے تو اندر کا دھونا واجب ہو ورنہ واجب نہیں ہے اسی قول کو شریعتی نے
 پسند کیا ہے اور اسی کی طرف فتح القدیر کا کلام شیراز سوا اس کے سقوط کو قید جرح کیا ہے تو درجہ ان جرح نہیں و یا نہ دھونا بھی ساقط نہیں کہ کافی الخطاوی دیکھی کہ ان
 اصل سے بغیر تھا اسی سے انرا المصنفون للحریر اور کفایت کرتا ہو کر نا اور بھگونا عورت کی گوندھی چوٹی کی جگہ کا ایسی گوندھے بابوں کا دھونا عورت پر
 واجب نہیں بڑوں کا ترک کرنا کفایت کرتا ہو کفایت و شکتہ کی وجہ سے ضعیفہ سے مراد عورت کے گوندھے بال ہیں ہم صحیح مسلم میں حضرت ام سلمہ سے روایت ہے
 امین سے کہ رسول اللہ میں وہ عورت ہوں کہ اپنے سوا گوندھی چوٹی خوب بھڑو کر کے باندھتی ہوں کیا حیض و نہایت کے غسل کے واسطے اسکو کھوا کر دن
 نہ دے میں بگو تو تین بار دھو و لون ہاتھوں میں پانی لیکر سر پر ڈالنا کفایت کرتا ہو چھڑنے اور پانی بہانا نہ پاک ہوتا ہے اور اس میں ٹو اٹھ سے زیادہ ہونے پر کون
 غسل اسوایہ مسلم غسل جنابت کا سوال ہوا تو فرمایا کہ مرد تو اپنے بال کھول دے اور بابوں کو دھو دے یہاں تک کہ بالوں کی جگہ پاک ہو نیچے اور عورت پر تو بابوں کا
 نہ نہیں انکو تو تین بار دھو کر کے پانی سر پر ڈالنا کفایت کرتا ہو کفایت تسبیحاً المفقوض فیغرض غسل کافہ اتفاقاً اور عورت کو کھلے بابوں کا تو بالکل دھونا
 واجب ہے نہ اتفاق نہیں یہاں فقط بڑوں کا ترک کرنا کافی ہو گا کلام یکتل اصلہا یجب نقضہ بامطلقاً ہوا الضعیفہ اور اگر گوندھی چوٹی کی جگہ نہایت تو چوٹی کا
 گوندھا واجب ہے ہر طرح سے یہی قول صحیح ہے ہر طرح کھونا واجب ہے خواہ وہ میں تکلیف ہو یا نہ ہو اور غیر صحیح وہ قول ہے کہ بابوں کا پھڑنا دھونے کے بعد ضروری ہے خواہ بال
 نہ ہوں نہ ہوں یا کھلے کدافی الخطاوی دلو ضوھا غسل ماسرہا تکرار اور اگر سر کا دھونا عورت کو ضرر کرتا ہو تو سر کا دھونا چھڑ دے یعنی وہ عورت ہر سر کا دھونا
 اور صحیح ہے اگرچہ غسل جنابت وغیرہ میں ساقط ہو سر کو چھڑ کے باقی بدن دھو دے پاک ہو جاوگی وقیل یستسحبہ اور بعضوں نے کہا کہ سر کو سمجھ کر دے اگر دھونا ضرر کرتا ہو و لا
 اتعبر بوجہ آو سیحی فی التیمم و نہ منع کرے اپنے زنجیر کو جماع سے اور کا ذکر کرے آو گیا تیمم کے مسائل میں ہم یعنی اگر عورت کو سر کا دھونا ضرر کرتا ہو اس عند سے اسکو
 اپنے شوہر کا دھونا ہیہا سے نہیں پہنچتا ہو سوا اس کے کہ وہ شوہر کا حق ہے اور اس کے دفع ضرر کا علاج یہ کہ بقل اول غسل و لون کو کھٹ کرے یا بقول ثانی سر کو
 سمجھ کر کے کدافی الخطاوی ولا یکنی بل ضعیفہ فیہ فیضہ کا دھونا و لو علویاً او ترکاً لا مکان حلقہ کفایت نہیں کرتا ہر مرد کی گوندھی چوٹی کا بھگونا
 تو واجب یعنی فرض ہے اسکا کھونا اگر مرد ملوی یا ترکی ہو سوا اس کے کہ سر کو سر کا دھونا یعنی مردن قباحت و بدنامی کے ممکن ہو بظاہر عورت کے ہم علوی یعنی
 اس وقت ضرورت ہو اگرچہ عورت کی عادت یہاں کہنے اور چوٹی گوندھنے کی سوا اس کے کہ وہ شخص ذکر کیا ولا یمنع الظہار من دینہ و انہ یخرج ذباہ بر غوث
 لہ یصل الماء تحتہ و بطارت کا مانع نہیں بھی اور چھڑ کا وہ گوندھ سکے نیچے پانی نہیں پہنچتا ہو سوا اس کے کہ اس سے جینا ممکن ہو کدافی الخطاوی و حیثا و لو
 بوجہ بہ یفتی اور نہ خدی طہارت کی مانع ہے اگرچہ شخص کا جسم لگا ہو یا کافوی ہر ایک کو شخص کا جسم ہو گا تو اسکے نیچے پانی نہ پہنچتا ہو ورنہ اگرچہ پہنچے
 طہارت حاصل نہوگی و اندر اگرچہ میں کہا ہے کہ عورت نے اپنے سر پر شیوہ چکائی ہو اس کے پانی بابوں کی جڑوں میں نہ پہنچتا ہو تو اس پر واجب ہے اسکا دھونا
 نہ کدافی الخطاوی و دس لگا و دستہ عطف نفسہ و کذا دھونے و دس و سوسہ اور نیل بدن کا مانع طہارت ہے اور اس پر غسل و کدافی مانع طہارت کی نہیں
 تسبیح نے کہا و یمنع عطف تفسیری ہو یعنی بدن اور رخ و لون بہت ہی میں ذرا آب و طین دلو فی خطہ و صفا ای تو بگاڑ دینا فی الاصح
 و خشک شئی یا نیل مٹی مانع طہارت کی نہیں اگرچہ ناخن کے اندر ہو خواہ وہ شیشہ کنوا ہو یا شیشہ کا رہنے والا و لون برابر میں قول اصح میں ہم از
 چھیر سج قول یہ کہ شہری گے حق میں ناخن کی مٹی مانع طہارت ہے نہ کنوا کے حق میں اسو اس کے کہ شہری کا بدن پہنا ہوتا ہو یا نہ پانی لغو نہیں کہ ناخن کا
 نہ کہا قول اصح کی وجہ یہ کہ ہر صورت پانی لغو ذکر طہارہ بخلاف نچو چھین بڑھلاٹ گوندھے آنے کے مانند کے وہ طہارت کا مانع ہے

ملک ساری
 و تقوی
 کدافی
 و طہارت
 مٹی
 و لادین
 سوا
 طہارت
 و لادین

عدم نفوذ کی وجہ سے گوند سے آٹے کے مانند وہ چیزیں بہت کم ہوتی ہیں۔ پانی سرایت نہیں کرتا چنانچہ چھڑائی ہوئی روٹی اور بیل کی پیر سے ناک میں اوکھل مچھلی کی کھانہ
 فی الجملہ منع صاعلی اظفر صباغ اور مانع طہارت کی نہیں اور چیز جو رنگ برنگ کے ناخن پر چمکی ضرورت کی وجہ سے دیکھنے کے نزدیک مانع ہو نہ ہو
 میں کہا کہ اول قول پرفتنوی یہ کہ نہ پانی اسخ ہم عورتیں ہندوستان کی جو سی نکاتی ہیں اگر فقط تکبہ ہوں جرم کے تو طہارت منہدی کے مانند مانع طہارت
 نہیں اور اگر جرم ہر جسکو دھری کہتے ہیں تو طہارت ہر عین کے مانند مانع طہارت ہے اور اسد عالم و کلا طعمائے دہلی کشادہ اور فی سببہ المجاہد بہ یفتی
 وقیل ان صلباً منع وهو لا یمس طہارت کا نہیں وہ کھانا جو دانتوں کے اندر رہتا ہے اور نپولے و انت کے بعد گھس جاتا ہے اور قول
 کا فتویٰ ہے اور بعضوں نے کہا کہ اگر وہ سخت اور خشک ہو تو طہارت کا مانع ہے یہی قول صحیح ہے ہم یہ فتویٰ میں مذکور ہو گیا کہ فتنوی منہدی جرم و غیرہ سے
 طعام ما بین الاسنان اس واسطے مانع طہارت نہیں کہ پانی لطیف چیز جو ہر جگہ غالباً سرایت کرتا ہے اور ایسا مذکور ہے چنانچہ میں بجز الرائق میں فقہیہ بوالیث اور
 فتاویٰ فیضی سے نقل کیا کہ احتیاط یہ ہے کہ اسکو نکال کے پانی اسپرہا سے کڈانی لٹھا دی ولو کان خافہ حیثاً آخریہ او مکر وجوباً کف دست
 اور اگر غسل کرنے والے کی انگلی بھی تنگ ہو تو واجب ہے کہ اسکو نکال دے یا بلادے جیسے کان کی بالی کا نکالنا یا گھمانا واجب ہے یعنی انگلی اور بالی کا اتنا ہلانا اور
 گھمانا چاہیے کہ وہ پانی پہنچ جائے گا گمان حاصل ہو ولو لم یکن ینقیب اذ نہ فوط قد دخل الماء فہ اسی الذقب عند ضرر و جعل اذ نہ اخریہ
 اور اگر اس کے کان کے سوراخ میں بالی ہو سو پانی پہنچ گیا سوراخ میں کان پر پانی بہنے کے وقت تو غاسل کو غایت کثرت سے کہہ دے کہ تو اذن داخل الماء
 جیسے ناف اور کان میں پانی داخل ہو گیا انہر سائل ہونے سے تو غایت کثرت سے کہہ دے یعنی انگلی وغیرہ داخل کرنا ضرور نہیں والا ینا حلی ادخلہ ولو اکیصم
 ولا ینکلف نجسہ ونحوہ المعتبر علیہ ظنہ بالوصول و اگر سوراخ میں پانی گیا تو قصد داخل کرے اگرچہ اپنی انگلی سے اور کٹری اور
 مانند اس کے سیک وغیرہ سے پانی داخل ہونے کے لیے تکلف کرے اور پانی پہنچنے میں اپنے گمان کا غلبہ معتبر ہے یعنی جب اپنی انگلی میں گیا کہ پانی
 وہاں پہنچ گیا ہو گا تو زیادہ تکلف اور وسوسہ کرے فہرہم مسائل لمحہ شارح کے نسبی المقتضیہ لوجوہ من بیدار فصلی ثلوث ذکر
 فلو نفلاً لم یعد لعدم صحۃ شرع نہانے والا کلی کرنا یا کچھ بدن کا دھونا جملہ گیا پھر اسے نماز پڑھی پھر سکھایا یا اگر وہ نماز نہیں پڑھی تو اسکا
 اعادہ نہ کرے شروع نماز کے صحیح ہونے سے یعنی سبب ناپاکی کے نماز کا شروع کرنا صحیح نہ تھا تو نماز اسپر لازم ہوئی تو اسکا اعادہ بھی لازم ہو گا علیہ
 غسل وغیرہ رجال لا یعد لان اذ وہ مرد و عینل کرنا واجب ہے اور وہاں لوگ ہیں تو نہانے کو نہ چھوڑے اگرچہ لوگ اسکو دیکھیں ہم یہ اس صورت
 میں کہ پردہ وہاں نہیں ہو سکتا اور نماز کے وقت ہو جائے گا تو مرد اور جو مرد اسکو دیکھ گیا وہ گنہگار ہو گا نہانے والا سفر و ہجر والمرأة بائین رجال و
 رجال و نساء تو خورہ لایین نساء فقط و عورت در میان مردوں کے یا در میان مردوں اور عورتوں کے نہانے میں تاخیر کرے اور تاخیر
 کرے فقط عورتوں میں ہم اس واسطے کہ نظر کرنا جنس کا جنس کی طرف خفیف تر ہے برضات غیر جنس کے واختلاف فی الذجل بین رجال و
 و نساء و نساء فقط کما یستلزم بالشیخہ اور اختلاف ہے اس مرد کے غسل کرنے میں جو در میان مردوں اور عورتوں کے یا فقط در میان
 عورتوں کے واقع ہے چنانچہ ابن شحنہ شارح و بہانیہ نے اسکو مشروع و با بیان کیا ہے ہم ظاہر کلام شارح اسکا مقتضی ہے کہ یہ مسئلہ مذہب میں نہیں
 ہے اور ہمیں اختلاف واقع ہے حالانکہ ایسا نہیں اس لیے کہ شارح و بہانیہ نے تصریح کی ہے کہ میں اس مسئلہ کی نقل پر واقع نہیں ہوا مگر قیاس یہ چاہتا ہے
 کہ مرد عورتوں میں یا مردوں اور عورتوں میں غسل کو تاخیر کرے اور خشی کسی صورت میں کشف عورت جائز نہیں کڈانی لٹھا دی مختصر و مبذع لہا
 ان یتعمروا و تصلیح ما شکر عا عن المساء و عورت کو چاہیے کہ تمیم کرے اور نماز پڑھے اس واسطے کہ عورت مرد میں شرعاً پانی کے استعمال سے
 عاجز ہے و اما الاستنجاء فیتراک مطلقاً والفرق لا یخفی اور پانی سے استنجا کرنا تو ہر طرح چھوڑا جائے خواہ مرد یا عورت مردوں یا عورتوں میں

یا دلوں میں ہوا و فریق غسل اور استنجائیں جیسا نہیں ہم وجہ فرق یہ ہے کہ نجاست حقیقی کے ساتھ نماز صحیح ہوتی ہے اور نجاست حکمی کے ساتھ اصل صحیح نہیں
منہ اور اسکی شرح میں ہے کہ کثیف عورت کا کسے کسی کے سامنے ہر اسے کہ حرام ہے اور پانی سے استنجا کرنا افضل ہے اگر بلا کثیف ممکن ہو اور اگر ممکن نہ ہو تو
دھیلوں پر کفایت کرنا واجب ہے کہ کذا فی الطحاوی و المستطاب فی الوضوء سوی الترتیب اور غسل کی سنتیں وضو کی سنتوں کے مانند ہیں
چنانچہ غرض کرنا اور ہم کہنا سو اسے ترتیب کے معنی اسونے کے وضو کی ترتیب اور غسل کی ترتیب یکساں نہیں وادابہ کا دابہ سوی استقبالی لقبلہ
ہا نہ یکون غالباً مع کثیف العورۃ اگر غسل نہ مستحبات وضو کے مستحبات کے مانند ہیں سو اسے استقبال قبلہ کے واسطے کہ غسل اکثر بہنہ ہوتا ہے ہم
منجملہ مستحبات غسل اعتنا کرنا چھوٹکی کان کے سورن میں ڈالنا پانی پہنچانے کے لئے و تجریک خاتم واسع اور بیت زبان سے کرنا اور نیچے مکان میں بیٹھکر نماز
تاکہ چھینٹیں بدن پر نہ چرین آوے وہ مستحبات اور حکم کلام اس نکدا اور جس کے مکروہات وضو کے مکروہات کے مانند ہیں یعنی منہ پر پانی زور سے مارنا اور قدر
ضرورت سے پانی کم کرنا حاجت سے زیادہ پانی بکالہ ذی الطحاوی و المستطاب فی الوضوء و کذا فی ما عجا را و کوض کبیر و مطلق قد لا لوضوء و العسل
قد اکل المشدہ و قہمانے کہا کہ اگر گرجا ہی پانی یا برے خوش یا منہ میں بقدریت وضو اور غسل کرنے کے ٹھہرنا تو البتہ سے پوری سنت والی یعنی وہ سنت جو اسے
لائق ہو کامل ہوگی چنانچہ تثلیث اور ولک وغیرہ کی سنت اور ہوگئی مگر تفذیت کا فقط ٹھہرنے سے اور انوکھا البداءہ یغسل یدہ و فرجہ دان لم یکن بہ
خُذْتُ التَّابَعًا لِلْحَدِيثِ اور سنت ہر غسل میں دونوں ہاتھوں اور شنگاہ کے دھونے سے شروع کرنا اگرچہ پیشاب کی جگہ پر کچھ نجاست نہو حدیث کی
پیروی سے خبث بد نہا سکان علیہ خبث لیسلا شیع و شروع کرنا بدن کی نجاست دھونے سے اگر اسکے بدن پر نجاست ہو تاکہ باقی بدن پر نجاست
نہ چھینے تو یہ وضو اذناہ نہ فائدہ صرف الی الکامل فلا یخرج قد یجہ ولو فی جمع الماء لمان ان المعتقد کھا راء الماء المستعمل پھر وضو کی مصنفین
وضو کی مطلق بل تیکہ اس واسطے کہ جب بولتے ہیں اسکا فروکھل مراد ہوتا ہے تو یہاں پورا وضو مراد ٹھہرنا تو دونوں قدموں کے دھونے کو تاخیر نہ کرے اگرچہ نہایا ہو
پانی جمع ہونے کے تمام میں اس واسطے کہ نہیب معتبر ہے کہ مستعمل پانی پاک ہے ہم جب وضو کامل مراد ہوا تو اس میں اشارہ ہے کہ سر کا مسح کرے اور یہی قول صحیح ہے اور یہ بھی
اشارہ ہے کہ جمیع سنن اور تحیات وضو کے بجا لاوے ایسا کہا ہے صاحب سحر نے اور عدم تاخیر غسل قد میں بعض شایخ کا قول ہے اور یہی صحیح ترین نہیب شافعی میں
اور بہن نے کہا ہے کہ اسے مطلقا اور فضول نے کہا کہ اگر وہاں پانی جمع ہو تو تاخیر کرے یہی قول مذکور ہے ہر مہر سوط اور ہر یہ میں کذا فی الطحاوی علی اندک لا یوصف
لا استعما لا بعد الفصالہ من کل البدن لکن لا بد من الفسل لکوض واحد علاوہ یہ کہ پانی مستعمل نہیں ہوتا اگرچہ جدا ہونے کے تمام بدن سے اس واسطے کہ
غسل میں تمام بدن ایک عضو کے مانند ہے ہم تجزیہ حدث میں دو روایتیں ہیں ایک روایت یہ ہے کہ حدث متجزی ہے یعنی جو عضو منسول ہوگا وہ پاک ہوگا اور باقی ناپاک
اور دوسری روایت یہ ہے کہ حدث متجزی نہیں یعنی بعضہ من بعض منسول ہوگا نہ ہوگا سارا بدن نہ ہوگا تو یہ قول شایع کا مبنی ہے عدم تجزیہ حدث متجزی
میں کہا کہ عدم تجزیہ کی روایت پر یہ پانی مستعمل نہ ہوگا مگر بعد جدا ہونے پانی کے تمام بدن سے جو پانی کہ دونوں قدم کو لگا ہو وہ مستعمل نہیں ہے اس واسطے کہ تمام بدن
غسل میں ایک عضو کے مانند ہے یہاں تک کہ غسل میں ترات کا فضل کرنا ایک عضو سے دوسرے عضو کی طرف جائز ہے نہی فحیدل لا حاجۃ الی غسل اثنائیک
تو اس وقت میں جبکہ معلوم ہو کہ یہ پانی مستعمل نہیں ہے تو دونوں قدم کے دھونے کی دوسری بار حاجت نہیں ہے مگر بطریق پاکیزگی اور افضلیت کے دھونا بہتر ہے بطریق
لزم کے تو تفصیل ہر ایسے میں ہوا اسکو معتبی میں آج کہا ہے وہ مجمل ہے ہر مستعمل کی نجاست ہر اور ہمارے مذہب کے علما کے بہت فروع اسی قول پر مبنی
ہیں لیکن ہم نے بعض شایخ کے قول کو اختیار کیا اس واسطے کہ طہارت اور استعمال کی معتمدی للذہب ہے کذا فی المنع منقطع الا اذا کان بدنہ خبث مگر جبکہ اسکے
بدن پر نجاست حقیقی ہو تو قدموں کو دوسری بار دھو ڈالے لالہ نجاست کے واسطے نہ ازالہ حدث کے واسطے کہ وہ تو زائل ہو گیا کذا فی الطحاوی ولعل
التاکلین بتاخر غسلہما انما استجوبہ لیلون الی الخ لکوض واحد علاوہ شایکہ وہ فقہا جہاں نے جو نکل تاخیر کے قائل ہیں فقط سیواسطے تاخیر کو

من یؤی
عورت پر پانی
بہن پر پانی
تاکہ چھینٹیں
بدن پر نہ چرین
آوے وہ مستحبات
اور حکم کلام
اس نکدا اور جس
کے مکروہات وضو
کے مکروہات کے
مانند ہیں یعنی
منہ پر پانی زور
سے مارنا اور قدر
ضرورت سے پانی
کم کرنا حاجت سے
زیادہ پانی بکالہ
ذی الطحاوی و
المستطاب فی
الوضوء و کذا
فی ما عجا را و
کوض کبیر و
مطلق قد لا
لوضوء و العسل
قد اکل المشدہ
و قہمانے کہا
کہ اگر گرجا ہی
پانی یا برے خوش
یا منہ میں بقدریت
وضو اور غسل
کرنے کے ٹھہرنا
تو البتہ سے پوری
سنت والی یعنی
وہ سنت جو اسے
لائق ہو کامل
ہوگی چنانچہ
تثلیث اور ولک
وغیرہ کی سنت
اور ہوگئی مگر
تفذیت کا فقط
ٹھہرنے سے اور
انوکھا البداءہ
یغسل یدہ و
فرجہ دان لم
یکن بہ
خُذْتُ
التَّابَعًا
لِلْحَدِيثِ
اور سنت ہر
غسل میں
دونوں ہاتھوں
اور شنگاہ کے
دھونے سے
شروع کرنا
اگرچہ پیشاب
کی جگہ پر
کچھ نجاست
نہو حدیث کی
پیروی سے
خبث بد نہا
سکان علیہ
خبث لیسلا
شیع و شروع
کرنا بدن کی
نجاست دھونے
سے اگر اسکے
بدن پر نجاست
ہو تاکہ باقی
بدن پر نجاست
نہ چھینے تو
یہ وضو اذناہ
نہ فائدہ صرف
الی الکامل
فلا یخرج
قد یجہ ولو
فی جمع الماء
لمان ان
المعتقد
کھا راء
الماء
المستعمل
پھر وضو کی
مصنفین
وضو کی
مطلق بل
تیکہ اس
واسطے کہ
جب بولتے
ہیں اسکا
فروکھل
مراد ہوتا
ہے تو یہاں
پورا وضو
مراد ٹھہرنا
تو دونوں
قدموں کے
دھونے کو
تاخیر نہ
کرے اگرچہ
نہایا ہو
پانی جمع
ہونے کے
تمام میں
اس واسطے
کہ نہیب
معتبر ہے
کہ
مستعمل
پانی پاک
ہے ہم جب
وضو کامل
مراد ہوا
تو اس میں
اشارہ ہے
کہ سر کا
مسح کرے
اور یہی
قول صحیح
ہے اور یہ
بھی
اشارہ ہے
کہ جمیع
سنن اور
تحیات
وضو کے
بجا لاوے
ایسا کہا
ہے صاحب
سحر نے اور
عدم تاخیر
غسل قد میں
بعض شایخ
کا قول ہے
اور یہی
صحیح ترین
نہیب
شافعی میں
اور بہن نے
کہا ہے کہ
اسے مطلقا
اور فضول
نے کہا کہ
اگر وہاں
پانی جمع
ہو تو تاخیر
کرے یہی
قول مذکور
ہے ہر مہر
سوط اور ہر
یہ میں کذا
فی الطحاوی
علی اندک
لا یوصف
لا استعما
لا بعد
الفصالہ
من کل
البدن
لکن لا بد
من
الفسل
لکوض
احد
علاوہ یہ
کہ پانی
مستعمل
نہیں ہوتا
اگرچہ جدا
ہونے کے
تمام بدن
سے اس
واسطے کہ
غسل میں
تمام بدن
ایک عضو
کے مانند
ہے ہم
تجزیہ
حدث میں
دو روایتیں
ہیں ایک
روایت یہ
ہے کہ
حدث
متجزی ہے
یعنی جو
عضو
منسول
ہوگا وہ
پاک ہوگا
اور باقی
ناپاک
اور دوسری
روایت یہ
ہے کہ
حدث
متجزی
نہیں
یعنی
بعضہ
من
بعض
منسول
ہوگا
نہ ہوگا
سارا بدن
نہ ہوگا
تو یہ
قول شایع
کا مبنی ہے
عدم
تجزیہ
حدث
متجزی
میں
کہا کہ
عدم
تجزیہ
کی
روایت
پر یہ
پانی
مستعمل
نہ ہوگا
مگر
بعد
جدا
ہونے
پانی
کے
تمام
بدن
سے
جو
پانی
کہ
دونوں
قدم
کو
لگا
ہو
وہ
مستعمل
نہیں
ہے
اس
واسطے
کہ
تمام
بدن
غسل
میں
ایک
عضو
کے
مانند
ہے
یہاں
تک
کہ
غسل
میں
ترات
کا
فضل
کرنا
ایک
عضو
سے
دوسرے
عضو
کی
طرف
جائز
ہے
نہی
فحیدل
لا
حاجۃ
الی
غسل
اثنائیک
تو
اس
وقت
میں
جبکہ
معلوم
ہو
کہ
یہ
پانی
مستعمل
نہیں
ہے
تو
دونوں
قدم
کے
دھونے
کی
دوسری
بار
حاجت
نہیں
ہے
مگر
بطریق
پاکیزگی
اور
افضلیت
کے
دھونا
بہتر
ہے
بطریق
لزم
کے
تو
تفصیل
ہر
ایسے
میں
ہوا
اسکو
معتبی
میں
آج
کہا
ہے
وہ
مجمل
ہے
ہر
مستعمل
کی
نجاست
ہر
اور
ہمارے
مذہب
کے
علما
کے
بہت
فروع
اسی
قول
پر
مبنی
ہیں
لیکن
ہم
نے
بعض
شایخ
کے
قول
کو
اختیار
کیا
اس
واسطے
کہ
طہارت
اور
استعمال
کی
معتمدی
للذہب
ہے
کذا
فی
المنع
منقطع
الا
اذا
کان
بدنہ
خبث
مگر
جبکہ
اسکے
بدن
پر
نجاست
حقیقی
ہو
تو
قدموں
کو
دوسری
بار
دھو
ڈالے
لالہ
نجاست
کے
واسطے
نہ
ازالہ
حدث
کے
واسطے
کہ
وہ
تو
زائل
ہو
گیا
کذا
فی
الطحاوی
ولعل
التاکلین
بتاخر
غسلہما
انما
استجوبہ
لیلون
الی
الخ
لکوض
احد
علاوہ
شایکہ
وہ
فقہا
جہاں
نے
جو
نکل
تاخیر
کے
قائل
ہیں
فقط
سیواسطے
تاخیر
کو

مستشفی علی فوق الخیار اذ من اجتناب من یحییٰ فی الدنیا والنزول واذ لم ینظر لها خصوصاً الاصلی کما فی البیع ویرسل فی وضو آدمی کے تمام ششفہ داخل کرنے کے وقت انہماک میں ششفہ اسکا نام ہو جو تہہ کرنے کے مقام سے اوپر ہو جو سکو سپاری کہتے ہیں آدمی کا ششفہ کہنا احتراز میں کے ششفہ سے یعنی اگر تہہ عورت متباعد کرے اور اسکے سامنے آدمی کی صورت پر ظاہر نہ ہو اور جبکہ عورت کو انزال نہ ہو چنانچہ بحر الران میں ہو تو عورت غیر غسل نہیں ہم جب عورت نے کہا کہ میرے ساتھ ایک جن ہو خواب میں آیا ہو یا نہ ہو مجھ کو وہ لذت حاصل ہوتی ہو جو میرے زوج کے جماع سے حاصل ہوتی ہو تو اسے غسل نہیں بدون انزال کما و اگر انزال ہوا تو غسل واجب ہو گیا وہ احتلام ہو اور اگر عورت آدمی کی صورت پر ظاہر ہو تو فقط ادخال ششفہ سے غسل واجب ہو گا انزال ہو یا نہ ہو اس واسطے کہ مذکور احکام کا ظاہر یہ ہے کہ انزال بوجہ اوایل جماع قدر ہوا ہے مقطوع ہوا یا وقت داخل کرنے بقدر ششفہ کے اس شخص سے جسکا ششفہ نہ ہو لولم یؤتمنہ کہ قدر ہا قال فی الاستبہاء لم یعلق بحکمہ لولم اور بقدر ششفہ کے ذکر سے باقی نہ رہا شبہ میں کہ کہا کہ کوئی حکم اسکے ساتھ متعلق نہ رہا اور میں نے اسکو کسی کتاب میں نہیں دیکھا ہم یعنی جو احکام کہ ششفہ داخل کرنے سے متعلق رکھتے ہیں چنانچہ وجوب غسل اور طہارہ ہونا مطلقہ کا اور جماع کی قسم میں حائث ہونا یا نہ ہونا اس صورت میں باقی نہیں ہے تیسری قسمی نے کہا کہ قدر ششفہ کی تعلیل کے مفہوم سے نکلتا ہے کہ اسکے ساتھ کچھ متعلق نہ رہا اور عند السؤال ہو کا فتویٰ دیا جا کے کہ انزال لوطی فی حیاء سبیلہ آدمی سبب جماع مثلاً سببے مختل و غسل فرض ہوتا ہے ششفہ داخل کرنے سے ایک اہلین دور رہوں سے کہ قبل اور بعد اس زندہ آدمی کی کہ قوسی کا جماع ہو سکتا ہے اور قیود ثلثہ میں سے ہر قید کا محترز آگے دیکھا یعنی آدمی کی قید سے جانور سے احتراز ہوا اور زندہ کی قید سے مردہ کا کیا اور قابل جماع کے قید سے صغیر غیر قابل جماع خارج ہو اہم اور بوجہ غائب ہونے ششفہ بدون انزال کے غسل کے واجب ہونے پر بہت احادیث دلیل ہیں انما یجوز البوہرہ کی حدیث صحیح بخاری اور مسلم میں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مرد و عورت کی چار شاخوں میں اور چھو ایک نشان یعنی ختنہ گاہ نے دوسرے نشان کو تو البتہ غسل واجب ہو گیا مسلم کی روایت میں اتنا زیادہ ہے اگرچہ اسکو انزال نہ ہوا ہو اور جو مسلم کی حدیث ہے کہ انما لایزال الا بسوا احتلام پر محمول ہے چنانچہ جامع ترمذی میں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے تصریح مروی ہے کہ ان فی المعنی علیہما ای الفاعل والمفعول لو کان مکلفاً فکفایت دونوں غیر فرض یعنی فاعل اور مفعول پر شرط کی فاعل اور مفعول دونوں مکلف ہوں یعنی عاقل بالغ مسلمان ہوں ولو احدهما مکلفاً فعلیہ فقط و اگر دونوں میں سے ایک مکلف ہو یعنی دوسرے صغیر یا مجنون تو صرف مکلف پر غسل واجب ہو دون المراقق لیکن یتمتع من الصلوة حتی یغتسل غسل فرض نہیں مراہق پر لیکن وہ نماز پڑھنے سے روکا جائیگا یہاں تک کہ نہاؤں ہم مراہق و صغیر کو کہ ہنوز بالغ نہیں قریب باختلام ہو و یؤخر بہا بن عشر نأدیباً اور دوس برس کے لڑکے کو غسل کرنے کا امر کیا جائے ادب سکھانے کو تا بلوغت کی احکامات ہو چسے نماز کا اسکو امر کیا جائے ہم و نل برس کے صغیر نے جماع کیا عورت البتہ کا تو عورت پر غسل ہو صغیر نہیں لیکن عادت پڑنے کے واسطے اسکو غسل کرنے کا امر ہو گا کہ ان فی العالمگیری میں لایزال و وصیۃ لم یکنزل فیکتب بالاجماع ادخال ششفہ سے مکلف پر غسل فرض ہے بالاجماع اگرچہ سنہ سنہ نہیں پکائی ہم عالمگیری میں محیط سے منقول ہے کہ یہی مذہب ہے ہمارے علماء کا اور یہی صحیح ہے چنانچہ فتاویٰ کاظمی خاں میں ہے یعنی لونی ذیر غیرہ اما فی بر نفسہ فوجہ فی الہر عدم الوجود الا بالانزال یعنی وہیں ششفہ داخل کرنے سے اسوقت غسل فرض ہوتا ہے کہ غیر شخص کی وہیں داخل کرے اور اگر اپنی وہیں ششفہ داخل کیا نہ الفائق میں عدم وجوب غسل کو ترجیح دی ہے مدین انزال کے ہم نہ الفائق میں کہا کہ اعمام کے لائق عدم وجوب ہو گا انزال اس واسطے کہ وہ اولیٰ ہو صغیرہ اور بہت سے تصورات میں دکلا یرد الختہ المشکل فانما لا غسل علیہ با بلایہ فی قبل و ذکر ولا علی امر جماع الا بالانزال لان الکلام فی ششفہ و سبیلین تحقیق اور مصنف پر خوشی شکل کا اعتراض وارد نہیں ہوتا اس واسطے کہ اسے غسل واجب نہیں ششفہ داخل کرنے سے قبل یا وہیں اور اس شخص پر خوشی شکل سے جماع کرے مگر انزال سے البتہ غسل ہے اس واسطے کہ مصنف کا کلام ششفہ واقعی اور اس قبل اور وہیں ہے جو بلاشبہ محقق اور ثابت ہیں ہم یعنی مصنف کے اس قول پر کہ ششفہ داخل کرنے سے اصحاب سبیلین میں مکلف پر غسل واجب ہوتا ہے خوشی شکل کے فاعل اور مفعول ہونے سے عدم وجوب غسل کا اعتراض اور نہ ہو گا اس واسطے کہ خوشی شکل کا ششفہ و فرج مشکوک ہو جو دہر

صحاہ لایزال
سبب جماع
سبب انزال
سبب طہارہ

یہ کھینکا و کذا المرأۃ مثل الرجل علی المذہب اور سبط عورت کا حکم یہ مرد کے مانند بنا بر مذهب کے کہ یعنی بدون دیکھنے طہارت کے احتلام یا دھو سے عورت غسل نہیں جیسے مرد غسل نہیں طحاوی نے کہا یہی مذهب محمدی ہے جبکہ نزدیک اور وہ جو محمد سے روایت ہے عورت کے وجوب غسل کی وہ اعتماد کے لائق نہیں شمس الائمہ حلوائی نے کہا کہ ہم اس روایت کو نہیں لیتے ہیں اتنی صنف نے اپنی شرح میں کہا اور اس مسئلہ کی دلیل وہ حدیث ہے جو بخاری اور مسلم بن ام سلمہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ام سلمہ ابولہب کی عورت بنی علیہ علیہ سلم کے پاس آئی اور کہا کہ مجھ کو احتلام ہوا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں جبکہ وہ پانی کو دیکھے یعنی جبکہ منی نظر آوے نودہی نے شرح مہذب میں یہاں پر جامع نقل کیا ہے اگر کوئی کہے کہ تمہارے مذہب میں مفہوم شرط کا معتبر نہیں ہے جواب دینے کہ حکم غسل کا مطلق بشرط ہے تو غسل کا حکم مقدم ہوا عدم مطلق سے اور یہ نہیں کہ عدم شرط کو عدم حکم میں اثر ہے انتہی مافی المنع مخصصاً ولو وجد بین الزوجین ماء ولا مُمِیَّز ولا ذکراً ولا کافاً قبلہما غیر دھما احتسلاً اور اگر در میان زوجہ اور نہج کے پانی یعنی سنی یا مذہبی پانی گئی یعنی بستر پر ننگے سوتے تھے جب بیدار ہوئے تو بستر پر سنی یا مذہبی پانی اور تیسری کوئی وجہ نہیں جس سے مرد و عورت کی سنی ممتاز ہو اور نہ دونوں کو احتلام یا دھوا اور نہ ان دونوں سے پہلے کوئی اور شخص اس بستر پر سویا تھا تو دونوں پر نہانا واجب ہے احتیاطاً کذا فی النسخانیم وجہ تیسری یہ کہ مرد کی سنی سفید اور گارھی ہوتی ہے اور عورت کی سنی تلخی اور نہ داور مرد کی سنی طول میں واقع ہوتی ہے اور عورت کی عرض میں تو جسکی علامت پائی جاوے اسے غسل لازم ہوگا اور مسکوا احتلام یا دھو کا اسے غسل لازم ہوگا اور جو اس بستر پر اول کوئی سویا ہوگا اور سنی خشک ہوگی تو ظاہر کسی پر نہ جو میں سے غسل واجب نہ ہوگا کذا فی البحر شفاء الذہب حشفۃ او قد رھا کما لفقوۃ بخرقۃ ان وجد لذۃ انجماع وحبب الغسل والا لعلہ الا حرمہ والاکھوط الوجود حشفۃ کثرے میں پیشا ہو قبل یا دبر میں داخل کیا یا بقدر حشفہ منقطعہ حشفہ نے اسی طرح داخل کیا اگر لذت جماع کی پائی تو نہ مانا واجب ہوا اور اگر لذت اور گرمی کذا فی المنع نہیں پائی تو غسل واجب نہیں بنا بر اصرح قوں کے اور زیادہ ترا حیاتا و غسل کے واجب ہونے میں دونوں صورتوں میں لذت حاصل ہو یا نہ ہو کذا فی البحر وعند انقطاع حیض و نفاس لھذا وما قبلہ من اضافۃ احکم الی الشرط ای یحب عند کلابہ بل بوجوب الصلوۃ و اذۃ فلا یجوز کما اھل و عسل فرض ہے حیض و نفاس کے منقطع ہونے کے وقت شائع نے کہا یعنی انقطاع حیض و نفاس اور جو اس سے پہلے مذکور ہو چکا یعنی خروج سنی اور داخل حشفہ اور روایت مستفیظ ہے بل نسبت کرنے حکم کے ہر طرف شرط کے یعنی غسل واجب ہے خروج سنی اور داخل حشفہ اور روایت مستفیظ اور انقطاع حیض اور نفاس کے اوقات میں ان اشیاء کے سبب بلکہ غسل واجب ہے سبب واجب ہونے نماز کے یا سبب ارادہ کرنے اس فعل کے جو بدو و غسل کے حلال نہیں چنانچہ تلاوت قرآن مثلاً جیسا کہ مسائل و ضوین گذر گیا یعنی فقہ کی جن کتابوں میں خروج سنی وغیرہ کو غسل کا سبب کہا ہے تو وہاں حکم کو شرط کی طرف نسبت کیا ہے کیونکہ امور مذکورہ سبب غسل کے نہیں ہیں بلکہ غسل کی شرط ہیں اور غسل کا سبب تو فی الحقیقہ وجوب صلوۃ ہے یا ارادہ تلاوت قرآن مثلاً لا عند صدیق و دوسرے غسل فرض نہیں مذہبی اور ودی کے نکلنے کے وقت اور مستفیظ کو جو مذہبی کے دیکھنے سے غسل لازم ہوتا ہے تو اس احتمال سے کہ جن کی یا ہوا کی گرمی سے سنی قریق ہو گئی بل الموضوۃ منہ ومن البول جیعا علی الظاہر بلکہ وضو لازم ہے ودی اور بول دونوں سے بنا بر ظاہر الروایۃ کہ ہم اور اسکا نظیر رعات بعد البول ہی یا بول بعد الرعات تو اگر قسم کھائی وضو نہ کرے گا رعات سے پھر اسکو رعات ہوئی پھر شیباب کیا یا اسکے بالعکس تو وضو دونوں سے ثابت ہوگا اور وہ شخص جائز ہوگا اگر کوئی کہے کہ کیا فائدہ ہے ودی سے وضو کے واجب کہنے میں اور حالانکہ بول سابق سے تو وضو واجب ہو گیا اسکے اسکے پانچ جواب سحر الرائق میں مذکور ہیں از انجملہ ایک جواب یہ ہے کہ جسکو سلس البول کی بیماری ہو تو اسکا وضو ودی سے ٹوٹ گیا نہ شیباب سے اور اگرچہ یہ ہے کہ جس نے وضو کیا بعد بول کے ودی نکلنے سے پہلے تو اب ودی سے وضو واجب ہوگا اور از انجملہ وہ جواب ہے جو شائع نے ذکر کیا کہ اے

میں کہتا ہوں اور اعتراض کو تمام نہ ہوگا مگر حکایت خدیجہؓ کی مانع ہوا اور حالانکہ بر خلاف اسکے ثابت ہوا سوا سوا کے حیض اسی محل سے خارج ہوتا ہے
تو تفسیر طحاوی و دیگر اسی یقیناً علیٰ احیاء المسلمین کھانیہ اجماعاً ان یغتسلوا بالتحقیق بالثبوت المسلم الاخذتہ المتکثر
فیہ صحتہ اور واجب یعنی فرض ہر زندہ مسلمانوں پر بطور فرض کفایہ اجماع کی دلیل سے یہ کہ نہلاؤین مردہ مسلمان کو سوائے اس مردہ کے جو حنفی مشکل ہو تو اسکو
نہ کیجئے بلکہ اسکو غسل کے عوض تمیم کروائیے مہ شایع نے وجوب کی تفسیر فرض کی تا معلوم ہو کہ یہاں وجوب اصطلاحی مراد نہیں جیسے اگلے مسئلے میں بھی وجوب
سے فرض مراد ہر صفت نے اپنی شرح میں فتح القدیر سے نقل کیا کہ یہ فرضیت اجماع سے ثابت ہے اور غسل میت کی صحت میں نیت شرط نہیں ہاں
وہ کہ کفایت سے استقاط فرض کا نہ ہو گا بدون نیت کے تو غرض کو بھی تین بار غسل دینا زندوں پر لازم ہوگا مگر خانہ میں زندوں پر بھی نیت کو لازم نہیں کہا
انہی شایع نے بغیر اس میں تخفیف کی قید لگائی حالانکہ تخفیف و تشدید دونوں متعدی ہیں کذا فی القاموس تو ترجمہ کے ذہن ناقص میں آتا ہے کہ بالتحقیق کالفاظ
بعد لفظ میت کے ہوگا شاید کہ کاتب سے تقدیم واقع ہوئی اسلئے کہ طحاوی وغیرہ نے تصریح کی ہے کہ میت بالتحقیق وہ ہے جو مرگیا اور میت بالتشدید وہ ہے جو
زندہ ہو مگر مرگیا کما یجب علی من اسلم حبلاً واحداً نفساً و نفساً ولو بعد الاقطاع علی الاصل کما اذ التبرئ لایلتزم عن البرہان و علی لک
ابن الکمال بقضاء الحدیث الحکمہ جیسے واجب یعنی فرض ہر نہانا اس شخص پر جو مسلمان ہو حالت جنابت یا حیض یا نفاس میں اگرچہ میرا و نفاس کے
سوقوت ہو جانے کے بعد اسلام قبول کیا بنا صحیح تر قول کے چنانچہ شریعت لایہ میں برہان سے منقول ہے اور ابن کمال نے وجوب غسل بعد الاقطاع کی دلیل بیان
کی جو حدیث حکمی کے باقی رہنے سے یعنی جبکہ حدیث باقی رہا تو وہ زائل نہ ہوگا بدون غسل کے کو بلکہ لا یتستل بل بانزال حیض او وکدت ولم تردھا
او اخذت بالکل بدنہ نجاسة او بعضہ فحنفی مکاتھا یا جوان ہوا آدمی عمر کے حساب سے نہیں بلکہ انزال یا حیض کے آنے سے یا کہ عورت حبی اور اسے
خون کو نہ دیکھا یا آدمی کے تمام بدن پر نجاست لگی یا تھوڑے بدن پر نجاست لگی اور نجاست کا مکان مخفی رہا تو ان پانچوں صورتوں میں غسل کرنا لازم ہوگا مگر اور
اگر بلوغ عمر کے حساب سے ہوگا تو غسل واجب نہیں ہے چنانچہ عقیدہ تہا ہے اور بلوغ کی عمر لڑکا ہوا لڑکی چندرہ برس ہیں اسی قول پر فتویٰ ہونی الاصلہ مراجع للجمع
غسل لازم صحیح تر قول میں شایع نے کہا صحیح ہونا سب پانچوں صورتوں کی طرف راجع ہے و التذکرۃ خانیۃ معرباً و المختار وجوبہ علی مجنون افاق
ذلت و هو نجاسۃ مایاتی متناً الا ان یحتمل انہ رأی متنبیاً و تانا راغیہ میں عباسی کی طرف منسوب ہے کہ قول مختار وجوب غسل کا ہر اس مجنون پر چڑھتا
ہے گیا میں کہتا ہوں یہ قول مخالف ہر اس قول کے جس میں آویگا یعنی استحباب غسل کا مگر یہ کہ وجوب غسل کو اس پر محمول کیجئے کہ مجنون نے بعد افاقہ اپنے بدن یا
کپڑے پر ہرنی دیکھی اور استحباب کے قول کو عدم زہدیت پر محمول کیجئے تو اب خلاف باقی نہ باوہل المتکران المغنی علیہ مکذبات کما یجمع اور کیا ست
اور صاحب غشی کا حکم اس طرح مجنون کے مانند ہو ہوشیار ہونے کے بعد کتابوں میں اسکا حکم دیکھنا پتا ہے یعنی ہننے اسکا حکم نہیں دیکھا تو تلاش کرتا چاہیے
ہم ہوا اربع میں مذکور ہے کہ ست جب ہوش میں آیا اور اسے ملی کو دیکھا تو اس پر اتفاقاً غسل نہیں تو اگر ملی نہ دیکھا تو بطریق اولیٰ اس پر غسل لازم نہ ہوگا اور
صاحب غشی کو تو خود شایع نے مستحبات میں غرر لا ذکر سے نقل کیا ہے کذا فی الطحاوی و الا بان اسلم طاکھرا و بالغ بالسن فمکذوب
اور اگر ویسا نہیں یعنی جنابت یا حیض یا نفاس سے پاک صاف مسلمان ہوا یا عمر کے حساب سے جوان ہوا تو غسل کرنا مستحب ہے و فیہ نہیں و سن لصلوۃ
جمہ و لصلوۃ عید و الصبیحہ کما فی غرر لکذا فی حدیث و غسل کرنا سنت ہے جمیع کی نماز کے واسطے اور عید کی نماز کے واسطے ہی قول صحیح ہے چنانچہ غرر لا ذکر
و غیرہ میں ہم ابو یوسفؒ کے نزدیک جمعہ کا غسل نماز کے واسطے ہے اور جس بن زیاد کے نزدیک جمعہ کے دن کے واسطے ہے اور شہرہ و اختلاف کا ظاہر ہے ہاں اس شخص
میں تین جمعہ کے دن غسل کیا پھر اسکا وضو ٹوٹا اور اسے وضو کیا اور جمعہ کی نماز پڑھی تو ابو یوسفؒ کے نزدیک سنت نہ ادا ہوئی اور جس کے نزدیک ادا ہوئی
کذا فی نسو و فی الخانیۃ لو اغتسل بعد صلوۃ الجمعۃ لایعتد اجماعاً اور خانہ میں ہو کہ اگر بعد نماز جمعہ کے غسل کیا تو وہ غسل مستحب نہیں اتفاقاً ابو یوسفؒ

میں کہتا ہوں اور اعتراض کو تمام نہ ہوگا مگر حکایت خدیجہؓ کی مانع ہوا اور حالانکہ بر خلاف اسکے ثابت ہوا سوا سوا کے حیض اسی محل سے خارج ہوتا ہے
تو تفسیر طحاوی و دیگر اسی یقیناً علیٰ احیاء المسلمین کھانیہ اجماعاً ان یغتسلوا بالتحقیق بالثبوت المسلم الاخذتہ المتکثر
فیہ صحتہ اور واجب یعنی فرض ہر زندہ مسلمانوں پر بطور فرض کفایہ اجماع کی دلیل سے یہ کہ نہلاؤین مردہ مسلمان کو سوائے اس مردہ کے جو حنفی مشکل ہو تو اسکو
نہ کیجئے بلکہ اسکو غسل کے عوض تمیم کروائیے مہ شایع نے وجوب کی تفسیر فرض کی تا معلوم ہو کہ یہاں وجوب اصطلاحی مراد نہیں جیسے اگلے مسئلے میں بھی وجوب
سے فرض مراد ہر صفت نے اپنی شرح میں فتح القدیر سے نقل کیا کہ یہ فرضیت اجماع سے ثابت ہے اور غسل میت کی صحت میں نیت شرط نہیں ہاں
وہ کہ کفایت سے استقاط فرض کا نہ ہو گا بدون نیت کے تو غرض کو بھی تین بار غسل دینا زندوں پر لازم ہوگا مگر خانہ میں زندوں پر بھی نیت کو لازم نہیں کہا
انہی شایع نے بغیر اس میں تخفیف کی قید لگائی حالانکہ تخفیف و تشدید دونوں متعدی ہیں کذا فی القاموس تو ترجمہ کے ذہن ناقص میں آتا ہے کہ بالتحقیق کالفاظ
بعد لفظ میت کے ہوگا شاید کہ کاتب سے تقدیم واقع ہوئی اسلئے کہ طحاوی وغیرہ نے تصریح کی ہے کہ میت بالتحقیق وہ ہے جو مرگیا اور میت بالتشدید وہ ہے جو
زندہ ہو مگر مرگیا کما یجب علی من اسلم حبلاً واحداً نفساً و نفساً ولو بعد الاقطاع علی الاصل کما اذ التبرئ لایلتزم عن البرہان و علی لک
ابن الکمال بقضاء الحدیث الحکمہ جیسے واجب یعنی فرض ہر نہانا اس شخص پر جو مسلمان ہو حالت جنابت یا حیض یا نفاس میں اگرچہ میرا و نفاس کے
سوقوت ہو جانے کے بعد اسلام قبول کیا بنا صحیح تر قول کے چنانچہ شریعت لایہ میں برہان سے منقول ہے اور ابن کمال نے وجوب غسل بعد الاقطاع کی دلیل بیان
کی جو حدیث حکمی کے باقی رہنے سے یعنی جبکہ حدیث باقی رہا تو وہ زائل نہ ہوگا بدون غسل کے کو بلکہ لا یتستل بل بانزال حیض او وکدت ولم تردھا
او اخذت بالکل بدنہ نجاسة او بعضہ فحنفی مکاتھا یا جوان ہوا آدمی عمر کے حساب سے نہیں بلکہ انزال یا حیض کے آنے سے یا کہ عورت حبی اور اسے
خون کو نہ دیکھا یا آدمی کے تمام بدن پر نجاست لگی یا تھوڑے بدن پر نجاست لگی اور نجاست کا مکان مخفی رہا تو ان پانچوں صورتوں میں غسل کرنا لازم ہوگا مگر اور
اگر بلوغ عمر کے حساب سے ہوگا تو غسل واجب نہیں ہے چنانچہ عقیدہ تہا ہے اور بلوغ کی عمر لڑکا ہوا لڑکی چندرہ برس ہیں اسی قول پر فتویٰ ہونی الاصلہ مراجع للجمع
غسل لازم صحیح تر قول میں شایع نے کہا صحیح ہونا سب پانچوں صورتوں کی طرف راجع ہے و التذکرۃ خانیۃ معرباً و المختار وجوبہ علی مجنون افاق
ذلت و هو نجاسۃ مایاتی متناً الا ان یحتمل انہ رأی متنبیاً و تانا راغیہ میں عباسی کی طرف منسوب ہے کہ قول مختار وجوب غسل کا ہر اس مجنون پر چڑھتا
ہے گیا میں کہتا ہوں یہ قول مخالف ہر اس قول کے جس میں آویگا یعنی استحباب غسل کا مگر یہ کہ وجوب غسل کو اس پر محمول کیجئے کہ مجنون نے بعد افاقہ اپنے بدن یا
کپڑے پر ہرنی دیکھی اور استحباب کے قول کو عدم زہدیت پر محمول کیجئے تو اب خلاف باقی نہ باوہل المتکران المغنی علیہ مکذبات کما یجمع اور کیا ست
اور صاحب غشی کا حکم اس طرح مجنون کے مانند ہو ہوشیار ہونے کے بعد کتابوں میں اسکا حکم دیکھنا پتا ہے یعنی ہننے اسکا حکم نہیں دیکھا تو تلاش کرتا چاہیے
ہم ہوا اربع میں مذکور ہے کہ ست جب ہوش میں آیا اور اسے ملی کو دیکھا تو اس پر اتفاقاً غسل نہیں تو اگر ملی نہ دیکھا تو بطریق اولیٰ اس پر غسل لازم نہ ہوگا اور
صاحب غشی کو تو خود شایع نے مستحبات میں غرر لا ذکر سے نقل کیا ہے کذا فی الطحاوی و الا بان اسلم طاکھرا و بالغ بالسن فمکذوب
اور اگر ویسا نہیں یعنی جنابت یا حیض یا نفاس سے پاک صاف مسلمان ہوا یا عمر کے حساب سے جوان ہوا تو غسل کرنا مستحب ہے و فیہ نہیں و سن لصلوۃ
جمہ و لصلوۃ عید و الصبیحہ کما فی غرر لکذا فی حدیث و غسل کرنا سنت ہے جمیع کی نماز کے واسطے اور عید کی نماز کے واسطے ہی قول صحیح ہے چنانچہ غرر لا ذکر
و غیرہ میں ہم ابو یوسفؒ کے نزدیک جمعہ کا غسل نماز کے واسطے ہے اور جس بن زیاد کے نزدیک جمعہ کے دن کے واسطے ہے اور شہرہ و اختلاف کا ظاہر ہے ہاں اس شخص
میں تین جمعہ کے دن غسل کیا پھر اسکا وضو ٹوٹا اور اسے وضو کیا اور جمعہ کی نماز پڑھی تو ابو یوسفؒ کے نزدیک سنت نہ ادا ہوئی اور جس کے نزدیک ادا ہوئی
کذا فی نسو و فی الخانیۃ لو اغتسل بعد صلوۃ الجمعۃ لایعتد اجماعاً اور خانہ میں ہو کہ اگر بعد نماز جمعہ کے غسل کیا تو وہ غسل مستحب نہیں اتفاقاً ابو یوسفؒ

اسکو حسن اور صحیح کہا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یقر احدنا بوضو ولا اجنب شیئاً من القرآن یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ پٹھے حائض اور نہ جنب کچھ قرآن کو تو یہ اطلاق آیت اور حکمت دونوں کو شامل ہوا ہے یہی قول ہے کہ کئی کا اور صاحب ہدایہ نے اسکو تجنیس میں اور فاضل خان نے شرح جامع غیر میں اور دلوائی نے اپنے فتاویٰ میں صحیح کہا ہے اور سیوطی مصنفی اور کافی میں ہر دو صاحب ہدایہ نے اسکو عامۃً مشائخ کی طرف منسوب کیا ہے صحیح کے ساتھ اس دلیل سے کہ عادیث میں قلیل اور تشریح کی تفصیل نہیں اور طحاوی کی روایت میں آیت سے کم قرآن کا پڑھنا صباح ہوا اور صاحب خلاصہ اسکو صحیح کہا اور فخر الاسلام نے شرح جامع صغیر میں اور ذہبی نے اکثر مشائخ کی طرف نسبت کیا صاحب بحر الرائق نے بعد حکایت مذکورہ کے کہا الحاصل کثر از آیت میں صحیح مختلف ہے لیکن منع تلاوت کا قول راجح ہے اس واسطے کہ عادیث میں تفصیل نہیں اور تعلیل نص کے مقابلہ میں مردود ہے اس واسطے کہ لفظ شیئاً کا چنانچہ کافی میں ہے مگر ہر سیاق نفی میں تو اسے عموم کا فائدہ دیا اور کثر از آیت بھی قرآن ہی تو اسکی بھی قرأت ممنوع ٹھہری ہو یہی آیت کے مانع کذا فی نسخ الفقار بقصدہ فلو قصدنا الدعاء أو الثناء أو افتتاح أمر أو التعلیل أو تقریر کلمۃ کلّہ خَلَّی فی الکاحجہ قرآن کا ارادہ کر کے جنب وغیرہ کو تلاوت کرنا حرام ہے تو اگر آیات قرآنی سے دعا کرنے کا قصد کیا یا ستائش کا یا شروع کرنا کسی کام کا یا تعلیم کا اور ایک ایک کلمہ جدا جدا تعلیم کیا تو اس طرح حلال ہے صحیح ترجمہ م عیون میں ہے کہ اگر سورۃ فاتحہ کو پڑھا بطریق دعا کے یا اور آیات کو جنہیں دعا کے معنی ہیں اور تلاوت کا قصد کیا تو لا باس بہ انتہی اور سیوطی نے مختار کہا ہے اور صاحب غایتہ البیان نے اور بیہ نے کہا کہ میں اسکا فتویٰ نہیں دیتا اگرچہ امام سے مروی ہے کہ کذا فی الخطاوی حتی لو قصد بالکفاۃ الثناء فی الجنازہ لکرمی کلمۃ یا نہ کہ کہ اگر فاتحہ سے ستائش کا قصد کرے نماز جنازہ میں تو مکروہ نہیں یعنی قرآن کا پڑھنا اگرچہ نماز جنازہ میں جائز نہیں لیکن اگر بعد سبحانک اللہ کے سورۃ فاتحہ بقصد ثناء پڑھ لیا تو جائز ہے یہ فیفسیح ہے لو قصد الثناء پر الا اذا اقرا المصلی قاصداً للثناء فانها تجزئ یہ کہ انہا یہ فیحاشا شکا ینکحیر حکم ہا بقصد کلمہ جبکہ نماز گزار اپنی نماز میں سورۃ فاتحہ پڑھے ثنائی کی نیت کر کے تو وہ قرأت اسکو کافی ہے اس واسطے کہ قرأت کا تحویل مناسب مقام میں ہے تو اسکا حکم نہ بدلے گا اسکے قصد کرنے ثناء سے یہ استثناء کلام محذوف سے مرتبط ہے تقدیر کلام یون ہے کہ نہ نماز جنازہ میں فاتحہ مکروہ نہیں اس واسطے کہ قصد ثناء سے فاتحہ قرأت نیت سے خارج ہوئی مگر اس صورت میں خارج نہیں اور یہ جواب ہے اس سوال بقصد کلمہ کہ اگر سورۃ فاتحہ کا اخراج قرآنیت سے بقصد نہ صحیح ہو تو چاہیے فاتحہ پڑھنا ثناء کے قصد سے نماز کامل میں کفایت نہ کیے حالانکہ وہ کافی ہے شایع نے اسکا جواب دیا کہ نماز کامل میں سورۃ فاتحہ اپنے محل پر تو بابت ثناء کا قصد کرنا اسکے حکم کو بدل نہیں سکتا کذا فی الخطاوی عن الزہری اور نماز جنازہ میں فاتحہ خوانی بے محل تھی تو وہاں بقصد ثناء کے حکم کو بدل دیا و مثلاً مضمون مستدرک ہما بعد ہو وہو وما قبلہ ساقط من نسخہ التخریم و کذا ذکرہ فی النجیض اور حدیث اکبر سے حرام ہے چھوٹا صحیفہ مجید کا اخراج نے کہا کہ اس صحیفہ کا مسئلہ زائد ہے حاجت ہے اس واسطے کہ بعد اسکے یہی مسئلہ مذکور ہے اور وہ اور قابل اسکا یہی نہیں اس صحیفہ اور تلاوت قرآن مصنف کی شرح کے نسخوں سے ساقط ہے اور شاید کہ مصنف کا ساقط کرنا شرح سے اس واسطے ہے کہ اسکو حیض کے مسائل میں مصنف نے ذکر کیا ہے و یحرم بہ طواف لوجوب الطہارۃ و حدیث اکبر سے بیت اللہ کا طواف کرنا حرام ہے بسبب واجب ہونے طہارت کے طواف میں صمیمین میں مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حالت حیض میں طواف بیت اللہ سے منع کیا اور بانی افعال حج کی اجازت دی اور صاحب ہدایہ نے داخل مسجد کو علت قرار دیا طواف کی حرمت کا فتح القدیر میں کہا کہ اس تعلیل پر اقتضار اولیٰ نہیں بلکہ طواف میں طہارت واجب ہے تو اگر وہاں مسجد نہ تھی تو بھی طواف جنب پر حرام ہے کذا فی النسخ و یحرم بہ ہاں بآل کبیر و بلا خلاف صحیفہ مضمون ہاں صافیدایہ کہ ماہم دجل ایہ و حرام ہے تو ہاں حدیث اکبر اور حدیث صغیر سے چھوٹا صحیفہ کا صحیفہ بیان مراد ہے نیز جہنم قرآن شریف کی

آیت مرقوم ہو چنانچہ پیر اور دیوار میں چھوٹا حصہ ہر ایک کے لیے لکھا ہو تو صحیح ہے باتفاق امام اور صاحبین کے
چنانچہ نہیں ہر ایک سے اور حیرت میں موضع کتابت اور غیر موضع کتابت دونوں برابر ہیں اور حضور نے کہا غیر مرقوم کا چھونا درست ہے اور محل غلاف
صحیف مجید میں اور غیر صحیف میں اگر آیت لکھی ہو تو اس میں حرام نہیں مگر مرقوم کا چھونا کافی باب صحیح میں الجہد محل منقول التوراة کے خلاف
نظارہ کلام ہم لا اور تورات اور مانند اسکے چنانچہ انجیل اور زبور کا چھونا بھی صحیف کے مانند حرام ہے یا نہیں فقہا کا ظاہر کلام اس پر دلالت کرتا ہے کہ انکا
چھونا حرام نہیں ہم اس طرح ہر اتفاق میں مذکور اور کتابت میں ذخیرہ سے منقول ہے کہ تورات وغیرہ میں جہاں تحریریں واقع نہیں ہوئی اسکا
چھونا بدول طہارت کے مکروہ ہے کہ کافی الطحاوی الا بفلاف صحیف خدیو مشرکینا و بصرت بہ یفتی مگر جدا گانہ غلاف کے ساتھ کہ صحیف
چمکا نہیں اس صحیف حرام نہیں بلکہ حرام کی شبہی کے ساتھ اس ورم کا چھونا جس پر آیت لکھی حرام نہیں اسکا فتویٰ ہے ہم غلاف جدا گانہ چنانچہ صحیف کا جزو
اور غلاف ملحق اور چمکا چنانچہ صحیف کی چلی تو جزو ان کے ساتھ چھونا جائز ہے چلی کے ساتھ جائز نہیں اس پر فتویٰ ہے سراج میں اور کافی میں چلی
کے ساتھ بھی چھونے کو صحیح کہا ہے تو یہاں دونوں قولوں کی تصحیح واقع ہوئی اور مسندین کے ساتھ چھونے میں اختلاف ہے تو بموجب کافی کے جائز ہے
اور بموجب سراج کے جائز نہیں ہا میں ای کو صحیح کہا ہے اور خلاصہ میں ہے کہ اسی پر اکثر شایع ہیں اور کراہت سے مراد کراہت تحریری ہے کہ کافی الطحاوی
عن النہر وحل قلبہ بعود اور لہنا مصحف کے ورق کا لکھنے سے منقول ہے وَحَدَّثَنَا فِي مَسْئَلَةِ بَغْدَادِ اَعْضَاءِ اَنْطَهَارَاةَ وَبِمَا عَسَلْ صَهْبَا وَ
فِي الْقُرْآنِ بَعْدَ الْمَضْمُونَةِ وَالْمَنْعِ اَصْلُهُ اور علمائے اخلاف کیا صحیف کے چھونے میں غیر اعضا طہارت سے اور انہیں سے جسکو دھولیا اور جنب کے
قرآن پر حشر میں لکھی کرنے کے بعد اور جائز نہ تھا صحیح تر قول ہے ہم اعضا طہارت سے اعضا و رضو مراد ہیں اسواسطیکہ حدیث کبریٰ میں تمام اعضا طہارت
کے ہیں ولا یکرہ النظر الیہ ای القرآن لکھنے و حائض و نفساء لان الجنابة لا تحل العین اور قرآن کا دیکھنا جنب اور حوض اور
انفاس والی عورت کو مکروہ نہیں اسواسطے کہ ناپاکی آنکھ میں نہیں گسجالی کما لا تکرہ ادعیۃ اسی سے عینا جیسے دعاؤں کا پڑھنا بے طہارت
مکروہ نہیں یعنی مکروہ بکراہت تحریری نہیں دالافا لوضوء لمطلق الذکر مندوب و ترکہ خلاف اولی و هو مخرج کراہۃ
التذریہ اور اگر تحریری کراہت مراد نہ لیجیے تو صحیح نہیں اسواسطے کہ مطلق کر کے واسطے دعا ہو یا غیر دعا وضو مستحب کا ترک کرنا خلاف اولی ہے اور
خلاف اولی مال کا ہر کراہت تنزیہی کا ہم اور حضور کے نزدیک کراہت تنزیہی تو سنت مکروہ کے مقابلہ میں ہوا اور خلاف اولی میں تو اصل کراہت
نہیں کہ کافی الطحاوی ولا یکرہ مسیۃ صبیۃ لمصحف ولو شح اور مکروہ نہیں چھونا لڑکے بے وضو کا مصحف و اس شتی کو جس پر قرآن لکھا ہو و لا
باسر یک قیوم الیک و طلبہ منہ بجز ضرورت و اد الحفظ فی الضغیر کالنفس فی النحر اور کچھ بڑ نہیں باغ با وضو کو مصحف کے دینے میں بی وضو
ار کے کو اور مصحف کے نکلانے میں اس سے چنانچہ سحر الزائق میں ہے مصحف کا دینا لینا جائز ہے اسباب ضرورت کے اسواسطے کہ یاد کرنا لو کہیں میں جیسے
نقش تھیں ہم چونکہ لوگوں سے وضو کر دینا ہر وقت مشقت ہے اور ہر اور تاہم منع تاخیر کرنے میں حفظ قرآن کی تعلیل ہے تو اس ضرورت سے آنکو
سن مصحف اور اسکا دینا لینا جائز ہے واداکر کہ کتابہ قرآن والضحیۃ اولی و اولی الاخر عند النانی خلافا للحمید وینبغی ان
یقال ان وکتم علی الضحیۃ ما یحول بینہما و بین کلامہ یؤخذ بقول لثانی واد بقول الثالث قالہ اکلہ اور مکروہ نہیں بی وضو کو
لکھنا قرآن کا اس طرح کہ کاغذ یا شتی جس پر لکھتا ہے زمین پر ہوا بی وضو کے نزدیک ہر خلاف قول محمد کے اور یوں کہنا مناسب ہے کہ اگر کاغذ پر وہ چیز لکھی جا
ہو وہاں کاغذ اور ساتھ کے مائل ہو تو ایو بیضت کا قول لیا جائے اور اگر زمین پر محمد کا قول لیا جائے ایسا کہا ہو طہی نے ہم اور دوسری وجہ توفیق
ہے کہ ابو یوسف کا قول کراہت تحریری کی نفی پر معمولی ہے اور محمد کا قول تنزیہی پر دلیل قول محمد احب الی ان لا یتب یعنی میرے نزدیک پسندیدہ ہے

اسمین پڑھنا سنا سے تو دفن کیا جائے سلمان میت کی طرح یعنی بطور بحد یا شوق کے و منع الکافر من متہ اور کافر تو منع کیا جائے مصحف کے چھونے سے
 و جوازہ محمد اذا اغسل اور کافر کو اسکا چھونا محمد بن حسن نے جائز کہا ہے جبکہ کافر نے غسل کیا ہو ہم ظاہر یہ قول معتبر نہیں کہ شیخین کے مخالف ہر کذا فی
 الطحاوی ولا بأس بتعلیم القرآن والفقہ عسی ان یجتہد سنے اور مضائقہ نہیں کافر کو قرآن اور فقہ کے سکھانے میں شاید کہ راہ راست
 آجائے یعنی سلمان ہر علم ہو کہ تعلیم قرآن کافر کو بتوہج ہدایت جائز ہو تو اس زمانہ میں جو بعض نام کے مسلمان نصاریٰ کو قرآن پڑھاتے ہیں نوکری کی
 طبع سے سو جائز نہیں بلکہ بالیقین حرام ہے اس واسطے کہ نصاریٰ مسلمانوں کے الزام دین کے واسطے سمجھتے ہیں اور قرآن مجید کے رد کرنے میں اپنے
 گمان فاسد میں کتابیں تصنیف کرتے ہیں حق تعالیٰ اہل اسلام کو عبرت دے کہ مزید طبع اور حرص سے ایسی بغیرتی اور بے دینی اختیار نہ کریں و مکر و وضع
 المصحف تحت رأسہ لکھ لفظ والمقلد علی الکتاب الا لکذا کہ اور مکر وہ ہر مصحف کا کھنا اپنے سر کے نیچے مگر حفاظت کی نیت سے درست ہے اور
 قلمدان کا کھنا کتاب پر مکر وہ ہے مگر لکھنے کے واسطے جائز ہے یعنی کتابت کی حالت میں دیو وضع الخوف فوق اللعین ثم الکلام ثلث الفقہ ثم الاخبار ثم الموطع
 ثم التفسیر اور صندوق وغیرہ میں اول رکھی جائے علم نحو کی کتابیں پھر علم ادب و علم تعبیر کی کتابیں پھر علم کلام یعنی عقائد کی کتابیں پھر علم اہل
 فقہ کی کتابیں پھر احادیث اور ہند کی کتابیں پھر تفسیر کی کتابیں ہم لغت کی کتابیں نحو کے مانہ میں چنانچہ فقہ میں ہے اور مصحف کا ذکر نہیں کیا اس واسطے کہ وہ
 فوق کل ہر تکرہ اذا نہ درہم علیہ آیۃ الا اذ اکسہ مکر وہ ہے پھر کھانا اور گلاب اس دم کا جسپر تیرت قرآنی کا سکھ ہے مگر جبکہ دم ٹوڑا جائے تو اب دیت ہے
 ہم ٹوڑنے سے حروف تفرق ہو گئے تو اب گلانے میں امانت نہیں اور اگر تیرت سے کستر ہو تو بدول ٹوڑنے کے بھی گلانا درست ہے کذا فی الطحاوی رقیۃ
 فی غلاب نتائج لم ذکرہ دخول الخلاء بہ الا احتراز افضل جو تعویذ جدا گانہ غلاب میں ہے یعنی تعویذ پر قرہا نہ تو اسکا لیجانا یا خاندین مکر وہ
 تحریری نہیں اور پر ہیز کرنا یعنی باہر رکھنا یا ہتھ پڑھنا علامہ غزالی کی شرح جامع صغیر میں ہے کہ عالموں کا اجماع ہے اسپر کہ تعویذ اور فسوں میں شیطون
 کے ساتھ جائز ہے ایک یہ کہ تعویذ اور فسوں کلام السور کے صفات سے ہوا و بد دوسری یہ کہ عربی زبان میں ہو یا اس زبان میں جسکے معنی معلوم ہوں تیسری
 یہ کہ یہ اعتقاد ہو کہ افسوں بالذات تاثیر نہیں بلکہ تقدیر الہی اثر کرتا ہے اور قطبی نے کہا کہ ترقیہ یعنی افسوں میں قسم ہر ایک قسم وہ جسکا مطلب اور معنی معلوم
 نہیں تو اس سے پرہیز کرنا واجب ہے کہ سہادۃ اسمین شکر ہو دوسری قسم یہ کہ کلام الہی اور صفات ربانی ہو تو جائز ہے پھر اگر احادیث میں مقبول ہے
 تو وہ مستحب ہے تیسری قسم یہ کہ اسم ربانی کے سوا فرشتہ یا ولی یا جلیل القدر مخلوقات چنانچہ عرش کے نام سے ہو تو اس سے پرہیز واجب نہیں اور
 نہ اسکا شمع میں حکم ہے تو اسکا تیک کرنا ہتھ پڑھنا مکر یہ کہ متضمن تعظیم ہو چنانچہ حلف بغیر السور تو اب پرہیز کرنا لائق ہے کذا فی الطحاوی مختصا بجورحی
 برآیۃ القلم البجدید و کاترمی برآیۃ القلم المستعمل احترام تہ تشیش المسجد و کتائبہ ولا تلک فی موضع یحل بالنعوذ عظیم
 اور جائز ہے قلم کا تراشنا چمکنا اور نہ چمکنا جائے مستعمل قلم کا تراشنا اسکی حرمت اور تعظیم کی وجہ سے جیسے مسجد کی گھاس اور کوڑہ اور نہ والا جائے یہ تمام میں
 کہ غسل ہوا اسکی تعظیم کا ہم لکھنے والے قلم کی تراشے کی تعظیم اس بہت سے کہ قلم سے اسم ربانی اور دنیا اور دلاکہ علیہم اسلام کے اسم مبارک لکھے جاتے ہیں
 علاوہ یہ کہ حروف کو بذات خود احترام ہے اور قلم جدید کے تراشے میں یہ بات نہیں کذا فی الطحاوی ولا یجوز لکث شیء فی کاخذ فیہ فقہ دینی
 کذب لطلب یجوز ولوقیہ اسم اللہ تعالیٰ والرسول فیجوز فحوق لیفت قیہ ثانی اور جائز نہیں بیٹنا کسی چیز کا اس کا فاد میں ہیں فقہ کے مسائل
 لکھے ہوں اور طب کی کتابوں میں بیٹنا جائز ہے اگر اسم اللہ تعالیٰ اور رسول کریم کا نام ہو تو اسکا مٹانا کسی چیز کے بیٹنے کے واسطے جائز ہے و نحو بعض لکنا تہ
 بالرفیق یجوز اور بعض لکھے حرفوں کا مٹانا عاب دہن سے جائز ہے ہم بعض کی قید سے اللہ تعالیٰ کا نام پاک اور قرآن خارج ہو گیا چنانچہ اسکی تصریح مذکور ہے
 وقد ذکرہ اللہ فی حق اسم اللہ بالبراق و ربہ نبی وادہ اللہ تعالیٰ کے نام مٹانے میں شحوک سے وعنه علیہ الصلوٰۃ والسلام القرآن احب

بہترین کتاب

بہترین کتاب

بہترین کتاب

الی اللہ تعالیٰ من المستعوات والارض من فیہمق اور رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مروی ہے کہ قرآن محبوب تر ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک آسمانوں اور زمین سے اور ان اشخاص سے جو ان کے درمیان میں ہیں شاید کہ اس حدیث سے اسکا اشارہ کیا کہ قرآن بھی اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ ملحق ہے مٹانے کی نہی میں کذا فی الخطا بجوز قربان المرآۃ فی ینب فیہ مضحک مستنویہ سے قربت کرنا اس کو ٹھہری میں جائز ہے جو میں مصحف درپردہ ہر سبباً طاً وغیرہ کتب علیہ الملک اللہ یکرہ لکے طہ واستعمالہ لا تعلیقہ للزنیۃ وقرش یا سواہ اسکے تکیہ وغیرہ درجہ الملک لکھا ہو اسکا بچانا اور اسکا استعمال کرنا مکروہ ہے اور لکھنا اسکا آرایش کے واسطے مکروہ نہیں وینبغی لکیر کلام الناس مطلقاً وقیل لیکرہ مجرد الحروف والاول او سمع وعمال فی البحر کے بیعتہ القنیۃ اور لائق یہ ہے کہ مکروہ نہ ہو اسے اویوں کا کلام لکھا ہو ہر طرح کے استعمال میں اویوں نے کہا کہ فقط حروف کا ابتزال مکروہ ہے اور قول اول میں زیادہ تر وسعت ہے اور اسکا پورا بیان بجا ہے کہ اس آیت فیہمق کتاب لکرتہ میں ہر ذلک وظاہرہ انتقاء الکراہۃ مجرد تعظیہ وحفظہ علیہ انک لا تین بہ اول اور ظاہر کلام سحر لائق نہ ہوا ہے کہ ثابت کامرہ اسکی غیظہ اور حفاظت کرنے سے بہر الملک لکھا ہو خواہ اسکو لکھا سے یا نہیں آیت آرایش کیجیے یا نہیں وہی یا لکھتے علی المراح ویکرہ انجو ارجع کذا لکھیں اور جو کہ لکھوں اور جو کہ مسجد کی دیواروں پر لکھا جائے وہ بھی ش کی نوشت کے مانند ہے یا نہیں جواب اسکا لکھا جائے یا نہی باب الوتر والنوازل سے پہلے شراح نے فروع میں لکھا ہے کہ مسجد کی دیوار پر لکھنا لائق نہیں اور نہ یامین ہے کہ قرآن کا لکھنا محراب اور دیواروں پر خوب نہیں سقوط کتابت اویا یوں نے کے خوف سے کذا فی الخطوط فی سبیل الوتر

باب الحمیۃ

یہ باب ہر یانیوں کے مسائل میں ہم اب اسکا بیان شروع کیا جس سے طہارت حاصل ہوتی ہے مطلق میں باب عبارت ہے ان مسائل فقہ سے جسے انکام ماقبل اور مابعد سے جدا گانہ ہیں اور وہ ترجمہ کتاب فصل نہیں کذا فی المنہ جمع مرء بالمذیہ یقفہ اصلہ مؤثقتہ لئوالفا ولہاء ہم مکرہ سیاہ جمع ہر مکرہ کے ساتھ تہ کے یعنی جسمین الف کے بعد ہمزہ ہو اور گاہے اسکو بے ہمزہ بھی ہوتے ہیں اصل مکرہ مؤثہ ہو اور الف سے بدلہ اور یا۔ ہوز کو ہمزہ سے دھو جسم لطیف سیال بہ حیاء کل نام اور پانی جسم لطیف ہے یعنی غالباً بصایت کا حاجب نہیں اور ہنہ والا ہے جس سے ہر چہ چیز کی زندگی ہر یعنی حیوان اور نبات کی ہر فہم احدث مطلقاً جماء مطلق دھو ما یتب ادر عند الا طلاق مطلق حدیث یعنی حدیث کبر اور صغر دور کیا جائے مطلق پانی سے اور مطلق پانی وہ ہے جو شتابی دہن میں آجائے جبکہ پانی کا لفظ بولاجا سے بدون اضافت کے مٹنح النظارین ہے کہ مطلق پانی وہ ہے جو باقی ہر اپنے پیدائشی اوصاف پر اور زمین شجاست نہیں ملی اور نہ کوئی اور چیز اسپر غالب ہو گئی نہی اسکا اور شراح کی تعریف کا ایک ہی مطلب ہے کہ کما سحر واد دیر و حیون و ابار و بحار و تلہ مذاب بحیث یتقاطر و یرد و جمد و شکا مطلق پانی جیسے آسمان کا پانی اور روون کا اور چرمون کا اور نوون کا اور دریا وون کا پانی اور بھلا ہر ٹپکتا اور او لے اور پانی پالا اور اس ہم آسمان کے پانی میں اگرچہ اضافت ہے مگر یہ اضافت تشریفی ہے بر خلاف مقید پانی کے اسواسطے کہ اس میں قید لازم ہے یعنی بدون قید وہ نہیں بولا جاتا چنانچہ مارلور یعنی گلاب کا پانی کذا فی البحر اور سبط طرح تربوز کا پانی آدو یہ جمع ہے وادی کی اور وادی لغت میں اس کسادگی کا نام ہے جو پہاڑوں اور ٹیلوں کے درمیان ہو اور بیان مراد بگل کا پانی ہے جو بارش کے پانی سے سائل ہو کر جمع ہو جائے جیسے ندی اور نالہ و جمیل کا پانی فارسی میں اسکو روکتے ہیں لہذا تقسید یا اعتباراً یسأھد و الا فی کل من السماء بقولہ تعالیٰ انزل من السماء ماء الا یہ والنکر و کو مٹبہ فی مقام الامتنان ہے و تقسیم یانیوں کی ظاہر نظر کے اعتبار کرنے سے ہے اور اگر ظاہر نظر کا اعتبار کیجیے تو سب پانی حقیقت میں آسمان سے اترے ہیں حق تعالیٰ کے اس قول کی دلیل سے کہ تو نے کیا نہیں دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے پانی اوتا را الی آخر لایہ اور نکرہ اگرچہ ثبت ہو احسان جتانے کے مقام میں عام ہو جاتا ہے

الحیۃ
مکملہ فی سبیل
سیاہ واد دیر

تو وضو کرنا منغیر حضور میں جائز ہے جب تک استعمال کا برابر ہونا آب طہور کے ساتھ معلوم ہو یہ قاعدہ ہے بنا برائے تحقیق کے جو بحر الرائق اور شریعہ الفائق اور
منہج الفقہاء میں مذکور ہے یہ تفسیر ہے اس قول متقدم پر کہ وضو جائز ہے اگر مطلق پانی اکثر ہو والا جائز نہیں بحر الرائق میں کہا اور اسپر دلیل وہ ہے جو شیخ
سرہج الدین قاری ہدایہ نے اپنے فتاویٰ میں جسکو ان کے شاگرد صاحب فتح القدیر نے جمع کیا ہے کسی نے اسے سوال کیا فتویہ صفیرہ سے حسین گوٹہ ضو کر کے
پانی اور مسکین استعمال پانی گرتا ہے اور ہر در مسکین نیا پانی نازل ہوتا ہے مسکین وضو کرنا جائز ہے یا نہیں تو جواب دیا کہ جب اس حوض میں سوائے پانی مذکور کے اور
کوئی چیز واقع نہیں ہوئی تو کچھ ضرر نہیں اتنی یعنی اگر مسکین نجاست پڑ گئی تو وہ ناپاک ہو جائیگا صفیرہ نے اس کے سبب کذا فی الطحاوی قلت لکن الشرع بطلانی
فشرع الوضوء بآبہ فرق بینہما لاجل امتداد الیکین شرعاً لانی نے وہاں یہ کی شرح میں ملتی اور طاقی میں تفرق کیا ہے تو اسکی طرف رجوع کر غور و زماں کے ساتھ ہم
خلاصہ کلام شرح وہاں یہ ہے کہ تحلیل استعمال کے لئے سے شریعت مستعمل نہیں ہوجاتا اور بدن کی ملاقات سے تمام پانی حاکم استعمال ہو جاتا ہے انتہی لیکن اس توہم کو
صاحب بحر نے ذکر کیا اور اسکی طرف التفات نہیں کیا سو یوں کہا کہ جب سمجھو کہ معلوم ہو انو ظاہر ہو گیا اس شخص کے قول کا ضعیف ہونا جہاں ہمارے زمانہ میں کتاب
کہ آب استعمال جب والا جاے آب مطلق میں اور حالانکہ مطلق غالب ہو تو وضو سارے پانی سے جائز ہے اور جبکہ وضو کیا فتویہ یعنی صفیرہ میں تو سب استعمال ہو گیا اسلیے کہ
دونوں مسئلوں میں کچھ فرق نہیں اور یوں فرق کرنا کہ وضو میں استعمال سارے پانی میں شامل ہو جاتا ہے یا نہ ہو خلاف ذلک کے مرفوع ہے اس طرح کہ شیوع اور اختلاف دونوں
صورتوں میں برابر ہو تو من حیثہ حکم دونوں صورتوں میں کچھ فرق نہیں معلوم ہوتا اصل فساد فی صفیرہ یعنی چھوٹے حوضوں سے وضو کرنا جائز ہے جب تک اسکا گمان غالب نہ ہو
کہ آب استعمال کثیرا مساوی ہے اور وقوع نجاست کا گمان غالب نہ ہو انتہی اسکی بقایا اور طاقی میں کچھ فرق ظاہر نہیں ہوا سبیلے شائع نے اسکی طرف ملاحظہ فرمائی اشارہ کر دیا کہ لفظ طحاوی
و یجوز کرفع الخشب بما ذکر فان مات فیہ امی الماء ولو فلیس الاخذ بحد موی من ذنور و حفر ببق ای بعوض و قیل ببق الخشب اور جائز ہے
و ذکرنا حدیث کا مطلق پانی کے ان قسم سے جسکا بیان گذر گیا اگرچہ وہ پانی تحلیل ہو کہ اگر مسکین مر گیا ہو وہ جانور حسین خون سائل نہیں چنانچہ بمشورہ اور بچھو
و بقی یعنی چھوٹے حوضوں نے کہا بقی سے مراد گھڑی کا پانی اور فی المجتبہ الا حکم فی عکائی مصلی الدم ان یفسد فیہ علم حکم بقی و قدر و حکم و بچھو میں صحیح تر
حکم اس جو تک کا جسے خون کو چھوٹا تحلیل پانی میں مگر یہ ہے کہ وہ پانی فاسد ہوتا ہے یعنی ناپاک ہو جاتا ہے اور اسی نتیجہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حکم چھوٹے حوضوں چھوٹی چھوٹی
اور بڑی چھوٹی چھوٹی کا یعنی اگر چھوٹے چھوٹی خون پیکر تحلیل پانی میں مچاے تو پانی ناپاک ہوگا جیسے خون کی چھوٹی ہوئی جو تک کے مرنے سے ناپاک ہوتا ہے تو ان صحیح میں
اسلیے کہ جو تک اور چھوٹے خون ذاتی نہیں مستعار کرنا فی لہصر فی الوضوء بآبہ دود القرماء و دوبرعاً و حرمہ طاهر کذا مستولڈ منہج استہ اور
وہاں یہ نہیں ہے کہ رشیم کا کثیر اور جسکا جو شیدہ پانی اور اسکے اندرے اور خال پاک ہے جیسے نجاست کا پیدا ہوا کثیر پاک ہے پانی سے وہ پانی مراد ہے رشیم کے کثیرے
اوتائے جاتے ہیں رشیم کے نکالنے کے وسط کذا فی الجلی و مائی مؤلڈ و لو کلب الماء و خنزیر و کسمک و سکر طکر و صفیرہ اور اگرچہ آب مطلق
تحلیل میں وہ جانور مر گیا ہو کسی پیدائش کا مکان پانی ہے چنانچہ چھوٹی اور کیکڑا اور میٹھک اگرچہ پانی کا کتا اور سورہوم مصنف نے صاحب ہدایہ کی پیروی کر کے دو
مسئلہ بیان شہر کے ایک اس جانور کا حسین خون سائل نہیں دوسرے وہ جانور جو پانی میں پیدا ہوتا ہے اور کھنکھری طرح یوں کہ کہا کہ موت والا دم اخ اسو اسطیکم
کنز پر اعتراض لگتا ہے اس جانور کا جو پانی میں پیدا ہوتا ہے اور وہ میں رہتا ہے اور حسین خون سائل ہے اسو وسط کذا ملاحظہ فرمائیے اسکی موت میں پانی نجس نہیں ہوتا لہذا
مصنف نے دونوں صورتوں کو جمع کر دیا بحر الرائق میں کہا کہ پانی کے کتے میں شائع کا اختلاف ہے ملائحہ چنانچہ معراج الدرایہ میں ہے لیکن خلاصہ میں ہے کہ پانی کا
کتا اور پانی کا سور جب پانی میں مر جائے تو اسے فقہاء کا اجماع ہے کہ پانی فاسد نہیں ہوجاتا تو شاید کہ قول ضعیف کا اعتبار نہیں کیا کذا فی
الطحاوی الا بآبہ مالہ دم اسطیکم و هو مالا استولڈ بید اصباحہ فیفسد فیہ کذا ہے کچھ تدریث ان لہ آدم الا کلا مگر جنگلی میٹھک
میں خون سائل ہوتا ہے اور جنگلی وہ ہے جسکی انگلیوں کے درمیان میں پردہ نہیں ہوتا بطوریکہ مانند تو اسکی موت سے پانی فاسد نہیں جس ہوجاتا ہے

پانی مانا کہ اس
سے نقل کیا کہ
بحر الرائق میں
کچھ فرق ہے
میں اور وہ
کچھ فرق ہے

۱۱

صحیح ترقول میں جیسے شکل کے سانپ کی موت سے پانی نجس ہو جاتا ہو اگر تھیں غل سائل ہو اور اگر غل نہ ہو یا غل سائل نہ ہو تو ناپاک نہیں ہوتا و کذا المحکمہ
لوفات ما ذکر خارجہ والقی فیہ فی الاصل فلو تفتت فیہ نحو ضغف جاز الوضوء بہ لا شربہ لمحرمۃ محمد اور اس طرح کا حکم ہے یعنی
پانی ناپاک نہیں ہوتا اگر مر گیا وہ جانور جو نہ کور ہو یا پانی سے باہر اور پانی میں ڈالا گیا صحیح ترقول میں تو اگر پانی میں ہینڈک کی مانند جانور زہرہ زہرہ ہو گیا تو وضو
اس سے جائز ہو پنا اسکا جائز نہیں اس کے گوشت کے حرام ہونے سے ہم ہینڈک کے مانند وہ جانور جو ناپاک نہیں مگر اسکا کھانا حرام ہے و تحسن الماء القلیل
بموت مائی معائیر تری مولد فی الاصل کبط وادہ اور ناپاک ہو تا ہو تھوڑا پانی صحیح ترقول میں اس جانور کے مرنے سے جو پانی میں رہتا ہو خشکی میں پیدا
ہو تا ہو چنانچہ بطا و چینی بطہم پانی کی چریوں میں صحیح مختلف ہو کیس طرح جامع صغیر قاضی خان کی تصحیح موجب تہی لہذا میں نے اسی پر عمل کیا کذا فی نسخ
و حکم سائر المآثبات کالمافی الاصل اور پانی کے سوا باقی سائل اور روان چیزوں کا حکم پانی کے مانند صحیح ترقول میں یعنی وقوع نجاست سے
خلیل فاسد ہوتا ہو کثیر حلو و قہم بولہ فی عصیر عسیر فی عسیر لم یفسد یہاں تک کہ اگر آدمی کا پیشاب پڑا اس حوض میں چھین وہ دھو دھو کر کسی چیز کا
تو وہ فاسد یعنی ناپاک نہ ہو گا جیسے آنا پانی ناپاک نہیں ہوتا و لو سائل دم جلد مع العصیر لا یفسد کما فی النسخ و فیہ اور اگر پانی
کا خون بہا رس کے ساتھ یعنی جاری رس کے ساتھ کذا فی الطحاوی تو وہ ناپاک نہ ہو گا برخلاف محمد کے ایسا ذکر کیا ہو شمی وغیرہ ہم انگور وغیرہ کا پانی
سے داب کر پس چوڑے میں تو اگر پانی کا خون جاری رس کے ساتھ ہو گا جیسے آب روان کے ساتھ خون کا بہنا ناپاک نہیں کرتا و بتیغیر
احدا و صافہ من لون او طعمہ او یغیر اکثرہ اور ایک وصف کے بدلے سے پانی کے تین اوصاف میں سے کہ رنگ اور ذرا اور بو ہو ناپاک
ہو جاتا ہو بہت پانی اور اس طرح رس ہم شاح نے کثیر کا لفظ ذکر کر کے اشارہ کیا کہ یہ نجس کا لفظ فعل مضارع سے اکثر اسکا فاعل ہو سو یہ بات ٹھیک نہیں
بلکہ حق یہ ہے کہ قولہ و یغیر عطف ہے بموت مائی پر تو وہ متعلق ہے نجس بموت مائی کا جسکو شاح مضارع سمجھتا ہو وہ جا مجرور یعنی بلیہ جارہ ہو نہ یا سے
شخصانیہ اور یہ جار مجرور متعلق ہو بتغیر کا تو مطلب یہ ہے کہ ناپاک ہو جاتا ہو پانی ایک وصف کے متغیر ہونے سے سبب واقع ہونے نجاست کے اور شاح
کے بیان میں غل ہو کذا فی الطحاوی کا حذف کرنا بدون قیر نہ جائز نہیں اور یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ پانی کا تغیر کس چیز سے ہو ناپاک چیز سے یا ناپاک سے کذا فی
الطحاوی مختصر الدو جازاً اجماعاً ایک صفت کا بدلنا نجاست سے پانی کو نجس کرتا ہو اگرچہ جاری اور بہتا ہو پانی ہو بالاتفاق ہم علما کا اس پر
اجماع اور اتفاق ہے کہ جب پانی کا ایک وصف بھی نجاست سے بدل گیا اس سے طہارت جائز نہیں خواہ پانی قلیل ہو یا کثیر جاری ہو یا غیر جاری اس طرح
منقول ہے ہم خفیہوں کی کتابوں میں اور امام نووی شافعی نے بھی شرح مہذب میں اس طرح نقل کیا ہو اور اگر نجاست سے تغیر نہیں ہوا تو اتفاق ہو عام علما
کا اس پر قلیل ناپاک ہو جاتا ہو کثیر لیکن خلیل اکثر میں اختلاف ہے چنانچہ آگے معلوم ہو گا کذا فی البحر والمنہج القلیل و فیہ تحسن وان لم یغیر
خلافاً لما لا یغیر پانی ناپاک ہو جاتا ہو نجاست کے واقع ہونے سے اگرچہ پانی کا رنگ یا مزہ یا بو نہ بدلے برخلاف امام مالک کے مذہب کے
ہم امام مالک کا یہ مذہب ہے کہ وقوع نجاست سے قلیل پانی میں نجس نہیں ہوتا جب تک کہ رنگ یا مزہ یا بو اسکی متغیر نہ ہو لیکن اس پر اعتراض وارد ہوتا ہو
کہ جو پانی متغیر نہ ہو وہ کثیر ہو امام مالک کے نزدیک قلیل کذا فی البحر لا یغیر بطول محکم ناپاک نہیں ہوتا پانی اگر اسکا مزہ وغیرہ بدل گیا زیادہ
ٹھہرنے سے فلو علمتہ بنجاست لہذا کثیر ہو اگر اسکی گندی معلوم ہوئی نجاست کے سبب سے طہارت جائز نہیں و لو شربہ کذا فی
الطہارۃ اور اگر گندی میں شک ہے معلوم نہیں کہ زیادہ ٹھہرنے کے سبب سے ہو یا نجاست کے سبب سے تو اصل طہارت ہو تو اصل ہی کا اعتبار کرنا
چاہیے لوگوں سے اسکی تحقیق اور تشریح ضرور نہیں کذا فی المنہج والتوضیح من التوضیح افضل من التوضیح لہذا اور دیکھو یا حوض سے تہی
نہر سے غزلہ کے ٹوپی ہم معتد ایک فرقہ ہے اسلام میں اہل سنت کے مخالف میں اصول اور فروع میں متغیر میں مگر اس مسئلہ میں مخالف ہیں یعنی

انکے نزدیک حیض کیسے ہو تو نجاست سے نجس ہوتا ہے اگرچہ نجاست قلیل ہو بجز الرائق میں فتح القدر سے نقل کیا کہ انکے مخالفت اس صورت میں ہے
 جبکہ معتزلہ موجود ہوں اور جان وہ لوگ نہیں تو وہ جان وضو کرنا نہ سے ہر طرحی حیض سے وکذا ایچو زبما خالطہ طاهر جامد مطلقا کاشنان
 و زعفران اور ہر طرح طہارت جائز ہے اس پانی سے جسکے ساتھ مخلوط ہو گئی پاک چیز بے غیر سائل ہر طرح کی چنانچہ اشنان اور زعفران ہم طہا ہر غیر سائل
 کا ملنا ہر طرح مانع طہارت نہیں خواہ چیز زمین کی چاہے سے ہو چنانچہ مٹی اور چوہ یا لہو نہ تطیف تخلیط ہوئی چنانچہ اشنان اور جانوں یا کوئی اور چیز
 ہو چنانچہ زعفران امام کے نزدیک کذا فی المنع نکرتے البیہ عن القذیۃ ان ممکن الصلغ بہ لویہ کذبہ لکن بجز الرائق میں قذیہ سے منقول ہے کہ اگر
 زعفران کے پانی سے رنگنا کپڑے وغیرہ کا ممکن ہو تو طہارت اس سے جائز نہیں جیسے شربت خرباز سے جائز نہیں وفاقا کہ زعفران و زعفران غیر رنگ
 اور صافہ فی الکاحلہ اور جیسے پھل اور دخت کے پتوں کے پانی میں مل جانے سے طہارت جائز ہے اگرچہ پتی سے پانی کے تمام اوصاف بدل گئے ہوں صحیح تر
 قول میں ہم نمایاں ہیں ہر استادوں سے منقول ہے کہ وہ وضو کیا کرتے تھے ان حوضوں سے جنہیں وضو نہ کی تھی واقع ہوتی تھی باوجود ہتھیہ مرد جانے
 تمام اوصاف کے اور کوئی کسیکو منع نہیں کرتا تھا۔ یہ سائل اصح کے محمد بن ابراہیم مدینی کا قول ہے کہ اگر اس پانی کی رنگت تبدیل میں آجائے ہے
 معلوم ہو تو اس سے وضو درست نہیں اسکا پانیہ درست ہے ان بقیۃ الفتاوی واسئلہ کہ اگر بشرطیکہ اس پانی کا پتلہ پن اور نام اسکا باقی رہ جائے
 گزریا آب مغلوب کے بیان میں ہم اور جبکہ پانی کا نام زائل ہو چنانچہ زعفران کا پانی اس صورت میں کہ کپڑے وغیرہ رنگا ہوتا ہو تو اس سے وضو جائز
 نہیں کیونکہ عربی زبان میں اسکا نام طبع ہو گیا چنانچہ غیر مکرر فی الطحاوی و یحیو زبما و وقعت فیہ سبھا سکہ اور طہارت جائز ہے اس پانی سے
 سے جمیع نجاست پڑی ہم خواہ نجاست نظر آتی ہو پانی میں یا نظر نہ آتی ہو آب جاری میں سے ناپاکی نہیں ہوتا خود محل وقوع نجاست وضو درست
 ہے ابو یوسف کے نزدیک اور یہی مختار ہے شافع بخارا کا نصاب میں کہ اگر اسی قول پر فتویٰ ہو کذا فی الطحاوی والجاری ہو کعبہ بخاریا عرفا
 اور جاری پانی وہ جسکو روان اور متاعوت میں شمار کرتے ہیں وقیل ما یذہب ببتیۃ الاول اظہر الثانی اشدھرا ووضو نہ کیا جائے
 پانی وہ جسکو شیکہ کو بہا لجاے اور پہلا قول ظاہر تر ہے اور وہ سر قول مشہور تر ہے کذا فی الجردان صلیۃ لویہ کعبہ یا نہ بجکد فی الکاحلہ اب روان
 ناپاکی نہیں ہوتا اگرچہ اسکا ہنا اوپر کے پانی کی مدد سے نہ صحت تر قول میں یعنی اگرچہ میدا و نسا اسکا چشمہ یا جھیل یا نہ نہ نہ وہم عدم اشتراط مددی تصحیح
 صاحب باج اور صاحب نجس نے کی ہے اور مقابل اسکے فتح القدر کہ قول ہے کہ جاری ہونے میں پانی کی مدد ضروری چنانچہ چشمہ اور کنواں ہی قول مختار ہے وہاں
 دونوں قولوں کی تصحیح واقع ہو کذا فی الطحاوی فلو سئل النضر من فرتی فتوضأ رجل بما یجری بہ لکھد حاک کہ جاری ہو اگر نہ پڑے گی اوپر سے
 اسطرح کہ بند سے مطلقا پانی نہیں رستا ہے پھر کسی مرد نے وضو کیا اس پانی سے جو بہتا ہے وہ مرد کے توجا ہے اس واسطیکہ وہ جاری پانی ہے وکذا ابو حنظل
 غفرلہ من حوض صغیر اوصبت رفیقہ الماء فی طرف مینا ب توضأ فہ عند طرفہ الاخر افاعہ لجمع الماء جاز توضیۃ بد ثانیاً و ثم و ثم و تمامہ فی البحر
 اور اسطرح اگر نہ کھودی چھوٹے حوض سے اور اس میں پانی بہا حوض کا یا ایک شخص کے فریق نے پانی کو الایہ نالے کے ایک کنارے پر اور اس شخص نے وضو
 کیا نہ پانی نالے کے روان پانی میں اور پانی کے دوسری طرف کوئی برتن ہے جمیع وہ روان پانی جمع ہوتا جاتا ہے تو دوسری بار اسی پانی سے وضو
 کرنا جائز ہے اور پھر دوسری بار اسطرح اور پھر چوتھی بار اسطرح پانی بہا کر وضو جائز ہے اور اسکا پورہ بیان بجز الرائق میں ہے ہم یعنی حوض صغیر سے پانی بہا یا نہ پڑے
 اور بہنے کی حالت میں وضو کیا پھر وہ پانی جمع ہوا ایک مکان میں سو دوسرے آدمی نے اس مکان سے نہ کھودی اور اس میں پانی بہا یا اور وضو کیا جاری ہو
 کی حالت میں پھر وہ پانی جمع ہو گیا اور مکان میں پھر کھودی نے اسطرح کیا تو سب شخصوں کا وضو درست ہے اس واسطیکہ ہر ایک نے پانی بہنے کی حالت میں وضو کیا اور
 جاری پانی نجس نہیں ہوتا جب تک تغیر نہ ہو جاوے چنانچہ بجز الرائق میں ہے اور جو پانی جمع ہوا وہ طہا ہر طرحی یعنی پاک کرنے والا ہے اس واسطیکہ اسکا استعمال جاری ہو کی حالت میں

ہو اور جاری پانی استعمال میں ہو استعمال کرنے سے اس بطور قبول ہو شیخ زہرا ابو الحسن تنقیزی سے علامہ فوج نے کہا کہ یہ فرع مبنی ہے آب استعمال کے شخص
 ہونے پر قریبی ہے آب استعمال کے طہارہ ہونے پر کذا فی الطحاوی دان لیکن کسی تعلیم اثر نہ توفیہ جیفہ اولیٰ فیہ رجل فتوضا آخر من اسفل
 جازا کم لک فی اسفل اس سے آب جاری وقوع نجاست سے شخص نہیں ہوتا جب تک نجاست کا اثر نہ معلوم ہو تو اگر آب جاری میں مردار ہو تو پیر ہونا یا سمین
 کسی مرد نے پیا شاب کیا سو دوسرے مرد نے اسی جانب نشیب میں وضو کیا تو جائز ہو جب تک کہ جانب نشیب میں اسکا اثر معلوم نہ ہو مگر شارب نے مردار و پیا شاب
 کی مثال دیکر اشارہ کیا کہ نجاست مرنی اور غیر مرنی میں کچھ فرق نہیں دھوا قاطعہ ۲ ولون اور پیر اور وہی نجاست کا اثر نہ مرنے پر یا رنگ یا بو یا حرارت
 یعمد بجیفہ وغیرہا و هو ما رتجہ الی کمال وقال تلذذہ فاسم انہ الحاد و قوہ فی الخضر قریہ المصنف و فی القریہ مستأجر المصنفات
 عن النصاب علی القنوی او ظاہر کلام مصنف کا مردار اس کے غیر دونوں کو شامل ہے یعنی آب جاری میں بدون ظہور اثر کے نجاست نہیں ہوتی نجس چیز مردار
 ہو یا غیر اس کے اور اسی قول کی تہجج دی ہے محقق کمال کے اور ان کے شاگرد قاسم نے کہا کہ یہی قول مختار ہے اور اسکو قوی کیا ہے نہر الفائق میں اور اسی کو
 ثابت رکھا ہے مصنف نے اپنی شرح منہ الخفایہ میں اقرستانی میں مضمرات سے اور سمین نصاب سے منقول ہے کہ اسی قول پر قوی ہے و قبل ان جو لے
 علیہا نصفہ فا ک شلم یخرد و حوا و قول دوسرا یہ ہے کہ اگر پانی جاری ہو مردار کے نصف بدن پر یا زیادہ ہو تو اس سے طہارت جائز نہیں اور یہ قول زیادہ
 احتیاط والا ہے اور اکثر فقاہون میں یہی مذکور ہے و الحقوا بالجارئی حوض الحمام لو الماء ناکد و العرف متدارکاً او فقہانے آب جاری کے ساتھ طہارہ
 حمام کے حوض کو نجس ہونے میں بدون اثر کے بشرطیکہ حوض میں اوپر سے پانی نازل ہو اور حوض سے پانی کا پلنا پڑ رہا ہو اس طرح کہ باہرین سطح پانی کا
 ساکن نہ ہو گیا ہو تو اگر ناپاک ترین یا ناپاک ہاتھ اس حوض میں ڈالا جاوے گا تو وہ ناپاک نہ ہوگا بدون ظہور اثر کے کذا فی ابی کھو حوض صغیر یک دخل الماء من حیث
 دیگر من الخیر یحوز التوضیۃ من کل الجوانب مختلفاً بقیۃ اس چھوٹے حوض کے مانند سمین پانی داخل ہوتا ہے ایک طرف سے اور خارج ہوتا ہے
 دوسری طرف سے تو وضو کرنا جائز ہے اسکی ہر طرف سے ہر طرح اسکا فتویٰ ہے ہم ہر طرح یعنی وہ حوض چار چار ہو یا کم یا زیادہ اس سے او قول ضعیف یہ ہے
 کہ اگر چار چار سے زیادہ ہو تو وقوع نجاست سے ناپاک ہوگا کذا فی ابی کھو حوض کما چاہیے کہ حوض مذکور کا مسئلہ مبنی ہے آب استعمال کی نجاست پر اور فتویٰ یہ قول
 ہے کہ آب استعمال پاک ہے تو وضو طہارہ و سب سے کہہ دینا کہ مستعمل غلوب ہو اور ہر طرف غلبہ کعبین خمس فی خمس بدم الماء منہ بدیفۃ قریہ شمساً معنی کاللقمۃ
 اور مانند اس شمسہ کے کہ وہ پنج پنج ہے سمین سے پانی جوش مار کے نکلتا ہے اس کے ہر طرف سے وضو جائز ہے اسکا فتویٰ دیکھا ہے چنانچہ قستانی نے اسکو تھمکہ طر
 منسوب کیا ہے ابی کی قید اس واسطے لگائی کہ یہی تو محال نزع ہے اور اگر پانچ ہاتھ سے حوض یا چشمہ کم ہے تو بالاتفاق وضو جائز ہے وجہ اختلاف یہ ہے کہ چھوٹے
 حوض یا چشمہ میں آب استعمال جائز ہے اور بڑے حوض میں گوشوں میں ٹھہر جاتا ہے اور یہ مسئلہ بھی آب استعمال کی نجاست پر تفرع ہے اور قوی اس کے خلاف ہے و کذا
 یحوز انہ لکن کذا لک ای قریہ فیہ نجس لکیر اثرہ و لو فی موضع وقع علیہ عینہ بدیفۃ حوض در ہر طرح وضو جائز ہے اس سبب سے کہ پانی سے جو اس طرح کا ہوتی
 جبین اسی نجاست پری جسکا کچھ اثر نہ دوا نہیں اگرچہ نجاست مرعبہ کے مکان وقوع میں وضو کیا اسی قول کا فتویٰ ہے بحر الرائق میں ہم ابو یوسف نے یہ قیہ
 کیا کہ کل کرے سو اگر کل زمین یا اس کے نجاست خالص نہیں ہوتی تو وضو کرے یعنی موقع نجاست میں درہ وضو نہ کرے ابن امیر حاج نے کہا یہی صحیح ہے اور
 کہی وغیرہ قریہ میں کی تہجج دی ہے بلکہ میں کہنا کہ یہی نجاست بر الرواۃ ہے اور مطلب اسکا یہ ہے کہ موضع نجاست کو چار چار چھوڑ کر وضو کرے اور شارب نہ چار اور
 ماوراء نہ چار کہ کہ غیر مرنی نجاست میں منیع وقوع نجاست سے بدیفۃ و مہا صیح تو معلوم ہوا کہ سب قول کی تصحیح واقع ہوئی ہے مگر فتویٰ سی ہے جو شارب نے نہ کہ کیا یعنی اگر
 بے ست مرنی کا اثر معلوم نہ ہو تو موضع وقوع سے وضو جائز ہے قریہ القنوی میں کہتا ہے قول کی تصحیح لا کون ہے ایسا نہ کہ ہے نہر الفائق میں کذا فی الطحاوی و المعتبر فی مقدار الرکعات
 الیٰ ذلک فہذا فیہ عدم خلوص منہ و وصول النجاسۃ الی الجانک خروجا و لا لاہذا ظاہر الراۃ عن الامام الیہ جمہور دھوا قاطعہ

یعنی اگر کسی نے
 مردار سے اس کے
 پانی کی ہر طرف
 چار چار سے زیادہ
 حوض یا چشمہ
 میں وضو کیا
 تو اس سے طہارت

ان کے فتویٰ میں
 کہ اگر چار چار
 سے زیادہ ہو تو
 وقوع نجاست سے
 ناپاک ہوگا کذا
 فی ابی کھو حوض
 کما چاہیے کہ
 حوض مذکور کا
 مسئلہ مبنی ہے
 آب استعمال کی
 نجاست پر اور
 فتویٰ یہ قول
 ہے کہ آب
 استعمال پاک
 ہے تو وضو
 طہارہ و سب
 سے کہہ دینا
 کہ مستعمل
 غلوب ہو اور
 ہر طرف غلبہ
 کعبین خمس
 فی خمس بدم
 الماء منہ
 بدیفۃ قریہ
 شمساً معنی
 کاللقمۃ اور
 مانند اس
 شمسہ کے کہ
 وہ پنج پنج
 ہے سمین سے
 پانی جوش
 مار کے نکلتا
 ہے اس کے ہر
 طرف سے وضو
 جائز ہے اسکا
 فتویٰ دیکھا
 ہے چنانچہ
 قستانی نے اسکو
 تھمکہ طر
 منسوب کیا
 ہے ابی کی قید
 اس واسطے
 لگائی کہ یہی
 تو محال نزع
 ہے اور اگر
 پانچ ہاتھ
 سے حوض یا
 چشمہ کم ہے
 تو بالاتفاق
 وضو جائز
 ہے وجہ
 اختلاف یہ ہے
 کہ چھوٹے
 حوض یا
 چشمہ میں
 آب استعمال
 جائز ہے اور
 بڑے حوض
 میں گوشوں
 میں ٹھہر جاتا
 ہے اور یہ
 مسئلہ بھی
 آب استعمال
 کی نجاست
 پر تفرع ہے
 اور قوی اس
 کے خلاف ہے
 و کذا یحوز
 انہ لکن کذا
 لک ای قریہ
 فیہ نجس لکیر
 اثرہ و لو فی
 موضع وقع
 علیہ عینہ
 بدیفۃ حوض
 در ہر طرح
 وضو جائز
 ہے اس سبب
 سے کہ پانی
 سے جو اس
 طرح کا ہوتی
 جبین اسی
 نجاست پری
 جسکا کچھ
 اثر نہ دوا
 نہیں اگرچہ
 نجاست
 مرعبہ کے
 مکان وقوع
 میں وضو
 کیا اسی قول
 کا فتویٰ ہے
 بحر الرائق
 میں ہم ابو
 یوسف نے
 یہ قیہ کیا
 کہ کل کرے
 سو اگر کل
 زمین یا اس
 کے نجاست
 خالص نہیں
 ہوتی تو وضو
 کرے یعنی
 موقع
 نجاست میں
 درہ وضو
 نہ کرے ابن
 امیر حاج
 نے کہا یہی
 صحیح ہے اور
 کہی وغیرہ
 قریہ میں
 کی تہجج دی
 ہے بلکہ میں
 کہنا کہ یہی
 نجاست بر
 الرواۃ ہے
 اور مطلب
 اسکا یہ ہے
 کہ موضع
 نجاست کو
 چار چار
 چھوڑ کر
 وضو کرے
 اور شارب
 نہ چار اور
 ماوراء نہ
 چار کہ کہ
 غیر مرنی
 نجاست میں
 منیع وقوع
 نجاست سے
 بدیفۃ و
 مہا صیح
 تو معلوم
 ہوا کہ سب
 قول کی
 تصحیح واقع
 ہوئی ہے مگر
 فتویٰ سی ہے
 جو شارب نے
 نہ کہ کیا
 یعنی اگر
 بے ست مرنی
 کا اثر
 معلوم نہ
 ہو تو موضع
 وقوع سے
 وضو جائز
 ہے قریہ
 القنوی میں
 کہتا ہے
 قول کی
 تصحیح لا
 کون ہے
 ایسا نہ کہ
 ہے نہر
 الفائق میں
 کذا فی
 الطحاوی و
 المعتبر فی
 مقدار
 الرکعات
 الیٰ ذلک
 فہذا فیہ
 عدم خلوص
 منہ و
 وصول
 النجاسۃ
 الی الجانک
 خروجا و
 لا لاہذا
 ظاہر
 الراۃ عن
 الامام
 الیہ جمہور
 دھوا
 قاطعہ

یہ روایت درود کا فقہی ہے

تکلیف آتی ہے ورنہ حقیقۃً فی الجہت نہ المذہب وجہ حصول اور اس آیت مستغنیہ عبادت کی مقدار میں جو تا پاک نہیں ہو جاتا بلا طہارت نجاست
 کہ تجویز غائب نہ ہو تہا یہ کہ یعنی اس شخص کی جسکو طہارت کے واسطے پانی کی حاجت پڑی تو اگر اس کے گمان میں عدم خلوص یعنی نہ پونچنا نجاست کا دوسرا
 طہارت غائب ٹھہر گیا تو وہ آپ شیعہ اس آیت سے وضو و غسل جائز ہو اگر گمان غالب نہیں ہوتا تو وہ قلیل پانی جو طہارت اس سے جائز نہیں ہی طہار
 الیہ یہ ہوا امام اعظم سے اور یہی قول کی طرف محمد نے جسے وہ درود کا قول منقول ہو جمع کیا ہو اور یہی قول صحیح تر ہو چنانچہ غایۃ البیان وغیرہ میں ہر دو کلام
 میں ثابت کیا ہے کہ یہی قوی مذہب ہو اور اسی پر عمل کرنا چاہیے ہم ہر اثنی عشر میں دس روایات سے اسکو مذہب ثابت کیا ہے پھر یوں کہا ہے کہ یہ جو ہمارے اکثر
 بلکہ تمام علمائے زہدین نے وہ درود کو آپ شیعہ قرار دیا ہے وہ ہمارے اصحاب کا مذہب نہیں اور محمد نے اگرچہ اسکی تقدیر کی ہر گز اس سے جمع کیا ہو اور اگر جمع بھی
 ثابت نہ ہوتا تو یہ تقدیر لازم نہیں مگر انھیں کے حق میں اسواسطے کہ جبکہ یہ حاجت مند کے استکثار کا اعتبار ہو تو ایک شخص کا شیعہ سمجھنا دوسرے پر لازم نہیں بلکہ ہر
 مختلف ہو چکے دل میں پیسے سپردہ عمل کرے اور ایمان امور سے نہیں بڑھتا عامی مجتہد کی تقدیر واجب ہو چنانچہ فتح القدیر میں ہر کلامی اصطلاحی مصنف نے اپنی
 شریعت میں کہا ہے کہ حداب کثیر میں ظن غالب ظاہر روایت تھا اور اسکی تصحیح اکثر کتاب معتبرہ میں واقع تھی لہذا ہم نے اس متن میں اسی پر عمل کیا اور متاخرین نے جو وہ
 درود کو اختیار کیا وہ ظن ملکی روایت نہیں اور نہ ہمارے علمائے متقدمین کا مذہب ہے اگرچہ صاحب کفر نے اسیقین کیا ہے اور یہ صاحب ہدیہ نے اسے قوی ٹھہرا ہے تو جو مذہب
 میں صحیح قول ہو اسی پر عمل کرنا تعین ہوا تھی و ان التقدیر بعشر فی عشر لایحکم الی اصل بعد علیہ ثلث احادیث محمد ز لیسر بعدہ و بقر اللہ میں ثابت کیا ہے کہ آپ
 شیعہ میں اندازہ ٹھہرا وہ درود کا اصل مستند علیہ کی طرف راجع نہیں ہوتا اور جو ثبوت اس کا جواب دیا ہے بعد الشریعہ نے شرح ذلایم اسکو روایا ہم صدر الشریعہ
 دو درود کی یہ حدیث دلیل ٹھہرائی کہ جو کنوان بھروسے تو سکا حق کنوین کے گرد اگر وہ ہم نہ ہو تو اس کے گرد چاروں طرف سے اگر کہوے تو اگر دوسرا شخص دس گز کے اندر
 یا بویعینی نہ پاسٹ ڈالنے کا کھٹا کھوڑ گیا تو رو کیا جائیگا اسواسطے کہ پیکر کوئین کی طرف نجاست سریت کرگی اور گز دس گز کے بعد کھوڑ گیا تو رو کیا جائیگا تو معلوم
 ہوا کہ شرع نے وہ درود کو حدیث میں اعتبار کیا ہے صاحب کفر نے اسکو متن وجہ سے رو کیا ہے اور انجیل ایک وجہ ہے کہ یہ حدیث چاہے کہ اگر ہوا بعض کا قول ہے اور صحیح قول ہے
 کہ اسکا حدیث ہر طرف سے ہم گز دو دوسری وجہ یہ کہ میں ہر کتاب سنت ہر پانی سے تو پانی کوئین پر قیاس کرنا عدم سیرت میں صحیح نہیں کلامی اصطلاحی مختصر اعلامی نے شرح
 ہادیہ میں لکھا ہے کہ حدیث سیرت یا حدیث دو درود کی سند ہو سکتی ہے یہاں اسکا یہ کہ محمد بن حسن سے جب آپ شیعہ کا سوال ہوا تو کہا کہ اگر مصری مسجد لے برابر ہو تو وہ شیعہ ہے جب اسکو پاتا تو
 مسجد اندر سے شہت و شربت تھی اور باہر سے درود تھی اور یہ وضاعت یہ کہ وہ درود دروازہ تھی اور یہ وضاعت کی مسافت شہت و شربت تھی و دلیل اس پر بود و شربتانی صاحب
 سنن کا نقل ہے کہ میں نے ہر وضاعت کو پایا اپنی چادر سے تو غرض اسکا چھ گز تھا اور میں نے وہاں پہنچا کہ زبان سہاقت سے اس میں کچھ نہیں ہوا ہے جواب دیا کہ میں چھ گز اسکا عرض
 چھ گز کا ہوا تو طول اسکا زیادہ ہو گیا اسواسطے کہ اکثر طول زیادہ ہوا ہے عرض سے اور اگر وہ کنوان درود ہوتا تو کہے کہ اسکا دور چھ گز کا تھا تو جبکہ طول کی زیادہ عرض کے ساتھ طائی
 جاوے تو مقدار اسکی شہت و شربت یا زیادہ ٹھہر گئی تو محمد نے اس تقدیر کو لیا لیکن باب عبادت میں احتیاط لازم ہوتا کی مسجد علی کے خارج کو یعنی وہ درود کو اعتبار کیا
 انہی لکھنے لکھنے و انت خبیروا ان اعتبار العشر اضبط ولا یتما فی حق من لا کے ائی لہ من العوام فلذا اکتفے بملکنا خور و لا عاکم لیکن ہر لائق میں ہو
 کہ یہی مخاطب تھا تاہم کہ قرار اعتبار زیادہ درود کا ضبط اور بند و بست کی بات ہو خصوصاً عوام لوگوں کے حق میں جنکو ظن غالب اور تجویز محال نہیں اسواسطے علماء کرام
 متاخرین نے وہ درود کا قوی دلیل صاحب ہر اثنی عشر کے کلام میں ہوا ہے کہ تو صاحب ہر دو و فون کے کلام پر بخوبی آکا ہو تو چھ گز کا تعین محال ہو جاتا
 اور جو کہ صاحب ہر نے مذکور کیا اسکو صاحب ہر نے بھی کر کیا اور اسکو قابل التفات کے نہ کیا کلامی اصطلاحی اسی فی المسکت بعد از بعض فی اللز و بست و ثلثین فی
 المثلث من کل جانب خمس عشر گز و خمسہ بعد مراع اندھ سے رہا ہے یعنی متاخرین کا قوی ہر عرض مربع میں ہر گز پانچ و عرض درود میں ۳۱ گز پانچ اور
 عرض مثلث میں ہر طرف سے پندرہ گز اور چوتھائی اور پانچواں حصہ گز پانچوں صورتوں میں کپڑے پانچ گز اور دھرم یعنی چوس کہ یہ جواب جاتی کے مانند نجاست کے چوتھ

بدون حضور شرکے ناپاک نہیں ہو سکتا اسکی مقدار بموجب تنوای متاخرین کے اگر وہ مربع ہو تو وہ درہ یعنی ہر طرف سے دس گز اور پانی کے چاروں طرف سے گم گز وسیع پانی کا
 طے و عرض میں سو گز اور عرض درہ میں ۲۶ گز کی ترجیح مذکور ہے برہین ۲۷ گز محیط میں گمانہ ۸۸ گز اعتبار میں یا وہ تر احتیاداً جو گمانی پہنچاؤ گز عرض ثلث ہر چھ گز
 فینون کو نے معتدل ہیں تو ہر طرف سے پندرہ گز اور چار گز اور شام نے جو چھ گز زیادہ کیا ہو اسکی کچھ حاجت نہیں ایسے کہ اس قدر سے مساحت پانی کی سو گز ہو جاتی ہو تو
 فی الطحاوی نہر الفائق میں ہر کہ معتبر ذراع کر اس ہو یا ذراع مساحت یا ہریان اور کان کا گز جس سے یا پیش کرتے ہیں فینون قولوں کی ترجیح واقع ہو اور پچھلا قول مناسب
 تر ہے اسی ہر اور شش میں ذراع کر اس کو اختیار کیا ہو علامہ عینی نے کہا مساحت کا گز سات مشیت یعنی سات شعی کا اور شہری ہر ایک کشری انگلی اور ذراع کر اس
 یعنی کپڑے اپنے کا گز فقط سات شعی کا ہو اور شہری ہر ایک کشری تا کم نہیں اور دوسرا قول یہ ہر کہ ۲۴ انگلی کا گز لا الا محمد رسول اللہ کے حرمت کے شام کے فوق
 ولکہ طول لا عرض لکنہ یبلغ عشرين فی حین ان یسبوا اور اگر عرض یا خندق کا طول ہو اور بہت عرض نہیں لیکن اگر اسکو کمتر کر کے حساب کیجیے تو اوہ درہ
 یعنی سو گز تک ہو چکا ہو تو وضو کرنا اس سے جائز ہر فلق اسکی آسانی کے واسطے نذانی انہر و نوا غلا عتدہ و تفضلہ فاقا جاحد یبلغ الا کل و اگر ایک
 عرض اوپر سے وہ درہ ہو اور نیچے سے کم وہ درہ سے تو وضو اس سے باوجود وقوع نجاست جائز ہو تا تو فیکہ پانی کمتر کو پہونچے یعنی جب کتک پانی پہونچ جائیگا
 تو وقوع نجاست سے ناپاک ہوگا وضو جائز ہوگا ولو بعدک فوقع فہ خسن لم یجرح یبلغ العشر اور چرا کے بالعکس ہو یعنی عرض اوپر سے تنگ ہو وہ درہ
 وہ سے کم اور نیچے سے کشادہ بقدر وہ درہ کے سو اس میں نجاست پڑی تو وضو جائز نہیں بلکہ کہ اوپر کا پانی فنا ہو کہ وہ درہ کو پہونچے یعنی جب وہاں پہونچا
 تو اب وضو کرنا اس سے جائز ہوگا کذا فی النہر عن السراج النہدی ولو بعدک ما وجہ فقیہ ان لاء منفصل عن الجذع لانه کالتشقیق ان متصلا کا کذا
 کالتصغیر اور اگر عرض کبیر کا پانی برت کی سردی سے بھر تختہ کے مانند ہو گیا پھر زمین سوراخ کیا گیا اگر پانی جبر آب بستہ سے تو وضو جائز ہو سو اسطیکہ
 وہ پانی اسکے مانند ہو چھت ہر یعنی اگرچہ سوراخ وہ درہ سے کم ہو اور اگر پانی حوض کا آب بستہ سے لاہو ہو تو وضو اس سوراخ سے جائز نہیں سو اسطیکہ وہ
 طاس او طخاری کے مانند ہو یعنی وہ پانی ظہین ہر جیسے طاس کا پانی کہ وقوع نجاست سے ناپاک ہوگا کذا فی الطحاوی و فی قاضی خان میں ہر کہ وضو اس
 اس سے جائز نہیں مگر شوق جائز ہو کہ نقب وہ درہ ہو جتنے تو دلغ فیہ کے کتب تجسب یہاں تک کہ اگر کتے نے زمین پانی بہا یعنی اس نقب سے جس سے
 حوض کا پانی متصل ہو پانی یا تو وہ ناپاک ہوگا لا و دفع فیہ فأت لتسفل ناپاک ہوگا وہ حوض اگر کتا زمین گر پڑا اور گر گیا اسکے نہ نشین ہونے کی وجہ سے
 یعنی ہا میں تو پانی کشیدہ نہ کی نشین ہونے سے ناپاک ہوگا مگر جبکہ وصاف ثلثہ سے کوئی وصف تغیر ہو کذا فی الطحاوی و فی المختار طرہ رقة المتنجس کذا
 جریانہ پھر معلوم کرنا چاہیے کہ مختار اول پسندیدہ مذہب میں پاک ہو جائے یا ناپاک پانی کا اس کے جاری ہونے کے ساتھ ہر ہم یعنی اگر ناپاک حوض یا تالاب میں پاک
 پانی داخل ہوا اور عرض یا تالاب جاری ہو تو یہ بجز جاری ہونے کے وہ پاک ہو گیا اور قول ضعیف یہ کہ جب سب پانی ناپاک حوض کا کلی گائب پاک ہوگا اور بعض
 نے کہا جبکہ چند پانی کلی گائب ناپاک ہوگا اور یہ مطلب شام کا نہیں کہ بدون داخل ہونے پاک پانی کے گزالی نہا کر اسکو جاری کیجیے تو وہ پاک ہو جیسا کہ قول میں
 کہا طہارت کا حکم مسوق ہوگا جبکہ نکلتا پانی کا پاک پانی کے داخل ہونے کے وقت ہو کذا فی الطحاوی و کذا البیرونی حوض الحکم ہذا وہی حکم ہر کنوئین اور
 حمام کے حوض کا یا دیگر اسکو یعنی اگر کنوان نجاست کے گرنے سے ناپاک ہوا اور جاری ہو پاک ہو گیا اس کے جاری ہونے کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ پاک پانی کو
 داخل ہوا کنوان باب ہر جاری ہو گیا دوسری صورت یہ ہر کہ شہمہ چاؤ نے جوش مارا اور اندر سے بطریق کاریز کے بہاؤ فی القہستانی و المختار ذراع الکد یا س
 و هو سبب قبضات فقیہ کو نہ سبب آفتان بذراع زماننا عثمان قبضات فقیہ اصابع علی القول المنفی بہ بالعمدہ فی لولہا لیسیم ما اطلو
 بلا عرض فی الاہم و کذا البیرونی عتدہ و تفضلہ فاقا جاحد یبلغ الا کل و اگر ہر اور دو نقطہ
 سات شعی کا ہو تو وہ درہ کا حوض مشیت و شہادت کا ہونا ہر ہمارے زمانہ کے گز سے جو شعی اور زمین انگلیوں کا ہر یہ قول ہر بنا بر فتویٰ متاخرین کے وہ درہ کے

کثیر ہونے میں یعنی اگرچہ وہ درودہ حقیقہ نمو بلکہ ہو یہ اس واسطے کہ جسے کما ناکہ درودہ شامل ہو جائے اس حوض طویل کو جسمین طویل ہیروہ ان عرض کے صحیح تر قول میں اور سطح شامل رہے اس کنونین کو جب کا عمق یعنی گہرا و دس لنگر کا جو صحیح تر قول میں ہم طول بلا عرض میں اختلاف ہے ایک ذرا بڑا اگر اسکا پانی بقدر وہ درودہ کے ہر تودہ وقوع نجاست سے ناپاک نہیں ہوتا چنانچہ سابق میں گذار اور مخول مذابب اور محیط اور اختیار وغیرہ مابین کی اتھیم کی ہر دور و سر قول یہ ہے کہ وہ کھل ہو جانا ہر قاضی خان نے اسکو عامۃ مشائخ کی طرف نسبت کیا ہے اور فتح القدیر میں ایکو اختیار کیا ہے اور قاسم نے اسکو مع کہا ہے تو دونوں قول مصحح ہیں کذا فی الطحاوی وحید فلو کا وہا بقدر العشر لم یغصب كما فی المنیة اور سوت میں بھی جبکہ عمق کا اعتبار ہوگا اگر اسکا پانی وہ درودہ کے برابر ہو تو نجاست کے پڑنے سے وہ کنوان ناپاک نہ ہوگا چنانچہ منیۃ المصلیٰ میں ہم یہ قول ضعیف ہے چنانچہ شایع عن قرب اسپر اگاہ کر گیا وجعل فی فضل خمس اصابع تقریباً ثلثه الا وفقلت ما کثر منا من الماء الصافی والیسع عذراً کل ضلع منه طولاً وعرضاً وعمقاً قد حار وثلاثة ارباع ذراع ونصف صبیح تقریباً کل ذراع ربع وعشرون اصبعاً انتجع اور سوت میں بھی جبکہ عمق کنوان حوض کبیر کے امتداد ہو تو پانچ انگلیوں کا عمق وہ درودہ کے حوض میں ۳۱۲ سیر صدات پانی کا ہے اور گنجایش کرتا ہے اس قدر پانی کو وہ حوض جسکی ہر جانب طول اور عرض اور عمق میں دو گز اور یوں گزار آدھی انگلی ہے چنانچہ ہرگز ۲۰ انگلی کا اب تمام ہو گا کلام قسمستانی کافی قلت وفيه كلام اذ المتعدد عدم اعتدار المتعلق حکم اقتصر من کتا ہوں اور قسمستانی کے اس کلام میں کلام میری سلم نہیں اسواسطے کہ فقط عمق کا اعتبار کرنا بدون طول اور عرض کے معتبر قول نہیں تو اسی مخاطب ہو شمار رہیں بحر الرائق میں فتح القدیر سے منقول ہے کہ عمیق تنگ جوانب کو آب کثیر قرار دینا موجب نہیں اسواسطے کہ مدار کثرت اسپر کہ دوسری جانب کو نجاست نہ پہنچے اور تقارب جوانب میں بلا شک وصول غالب ہو اور پانی کا استعمال تو اوپر کی سطح سے ہوتا ہے نہ عمق سے کذا فی الطحاوی مخصوصاً فائدہ بڑا تالاب ہے کہ ایام گرما میں خشک ہو جاتا ہے اور چونکہ آسمین لبیکرتے ہیں پھر آسمین پانی آیا اور بھگیا تو نظر کرنا چاہیے اگر نجاست ہو پانی کے داخل ہونے کے کمال میں تو سب پانی خسر ہو اور اگر وہ پانی بستہ ہو گیا وہ بھی ناپاک ہو گا اسواسطے کہ جو پانی اس راہ سے آیا وہ ناپاک ہو گیا تو اب وہ ناپاک ہو گا اور اگر نجاست موضع تحول آب میں نہیں پھر وہ پاک پانی جمع ہو یا یک مکان میں جو وہ درودہ پھر وہاں سے بڑھا موضع نجاست تک تو سب پانی پاک ہو گا جو بہت اس سے ہے وہ بھی ظاہر ہے چونکہ آسمین نجاست کا اثر ظاہر نہ ہو اور سطح جس تالاب کا پانی کم ہو کر جا رہا ہے ہو گیا اور آسمین نجاست پوری پھر نیا پانی آیا اگر نیا پانی وہ درودہ ہو گیا جس پانی کے ملنے سے پہلے تو سب پانی پاک ہے کذا فی النسخانی یعنی فتاویٰ قاضی خان ولا يجوز بناء بالمدخل طبعاً وهو السيلان والا رواه الامام بنات بسبب طبع کثرت وماء باقوله الاتجا مقيد به التظييف كاشناني كما يولي فيجوز ان يقضى وقتها ويراجز نہیں طهارت وضوء غسل کی اس پانی سے کلی طبیعت یعنی آنکس پیدا شدنی صفت کہ ہٹا اور پیاس کا کھونا اور نباتات کا اوگانا ہوا نائل ہو گیا پکانے کے سبب سے چنانچہ شوربا اور آب یا قللاً یا مطبوخاً مگر وہ پانی جو پکا گیا اس چیز کے ساتھ جس سے میل کامات کرنا مقصود ہے چنانچہ اشتنان اور صلابون تو اس سے طہارت جائز ہے اگر اسکی رقت باقی ہو یعنی گاڑھا نہ ہو ہو چنانچہ سابق ذکر ہو گیا اور بماء استعملی لا یجوز فی بابہ ۱۶ قواعد دوم رفع حدث یا جائز نہیں طہارت اس پانی سے جسکو استعمال کیا تو نجاست یعنی تواب حاصل کرنے کو اگرچہ ہو قریب رفع حدث کے ساتھ معلوم کرنا چاہیے کہ استعمال پانی میں کلام واقع ہوتا ہے چار مقام میں اول استعمال کے سبب صوفیت اسکو بیان کیا بقولہ تقریر اور رفع حدث تمام ثانی ثبوت استعمال کے وقت میں سو صنف نے اسکا اشارہ کیا بقولہ اذا انفصل مقام الثالث استعمال کی صفت میں ہو اسکو بیان کیا بقولہ طاهر مقام الرابع استعمال کے حکم میں سو اسکو ذکر کیا بقولہ غیر مطهر قریب کے واسطے وضو کرنے سے باتفاق شیخین و محدث کے استعمال ثابت ہے خواہ فقط طہر یا برز قریب رفع حدث کے ساتھ نہ کذا فی الطحاوی فقط قریب بل ازالہ حدث کی یہ صورت ہے کہ غیر محض شیخ یا با وضو آدمی رو سرو وضو نیت کے ساتھ کرے یا با غسل پسے اور فقط ازالہ حدث یا قریب کی یہ صورت ہے کہ محض آدمی وضو آدمی وضو کرے بدون نیت کے تو یہاں ازالہ حدث تو ہو اگر قریب یعنی تو زنبیل اسواسطے کہ نیت

کے ثواب نہیں ہوتا محمد کے نزدیک سبب استعمال کا فقط قرب ہو اور امام اعظم اور ابو یوسف کے نزدیک قرب بھی سبب ہے اور ازالہ حدث بھی بلکہ اسقاط فرض بھی ومن ثمینا و احقرنا حدیث چنانچہ یا ہوا استعمال پانی کا نابالغ صاحب نیر یا الفس عبادت کی عادت باقی رہنے کے واسطے یعنی نابالغ جو وضو کرے ثواب کی نیت سے یا حیض والی عورت وضو کرے چنانچہ اشکو مستحب ہے کہ نماز کے وقت وضو کر کے جائے نماز پر بیٹھ کر تسبیح اور تملیل کرے تاکہ نماز کی عادت بچھوٹے وہ پانی بھی مستعمل ہو تقرب کے سبب اس متعل سے بھی وضو جائز نہیں وغسل میت یا ہوا استعمال پانی کامیت کے نہانے سے یعنی میت طاہر ہو اگر اسکے بدن پر نجاست نہ ہو ہوالاصح اور دوسرا قول یہ ہے کہ نجس ہو نجاست خیم تو انکا غسل الحائض ہوگا اور اس قول کی بھی تصحیح واقع ہو اور محدث جو عنانہ میت کو مطلقاً نجس کہا ہے تو اس وجہ سے کہ غالباً نجاست خالی نہیں ہوتا کذا فی البحر او لیکل اکل ادم من بیتہ النسیۃ یا استعمال ہوا ساتھ کے دھونے سے کھانیکے واسطے یا کھانے سے فراغت کر کے ادا سنت قصد سے ہم حدیث میں وارد ہے کہ کھانیکی برکت ہے پہلے اور بعد کھانے کے ہاتھ دھونا تو اگر اس نیت سے ہاتھ دھوئے ثواب حاصل ہو پانی مستعمل ہو گیا اور اگر نیت نہیں چنانچہ میل صاف کرنے کے واسطے دھونے سے پانی مستعمل ہوگا کیونکہ نہ ازالہ حدث ہو نہ اقامت قرب کذا فی الطحاوی او کاجل دفع حدث ولو لم یقرب کو ضرر ملے ولو للتبرج یا استعمال ہو پانی ازالہ حدث کے سبب سے اگرچہ ازالہ حدث قرب کے ساتھ مجمع ہو چنانچہ بے وضو شخص کا وضو کرنا اگرچہ ایسے سر دھونے کے واسطے وضو کیا ہو ہم جبکہ بے وضو نے وضو کیا قرب کی نیت سے تو بیان دو سبب استعمال کے جمع ہو گئے یعنی ازالہ حدث بھی اور قرب بھی اور اگر فقط گرمی کے رفع کرنے کو وضو کیا تو فقط ازالہ حدث ثابت ہوا نہ قرب بہر صورت پانی مستعمل ٹھہرا فلا تو ضا وضو ضعیف لتیسرے اذ تعلیم ولطیب جید لریصہ مستعمل انتفاقا ور اگر با وضو شخص نے وضو کیا سر دھونے کو یا تعلیم وضو کے واسطے یا میٹی دھونے کے واسطے اپنے ہاتھ سے تو وہ پانی باتفاق نجس ہو اور محدث کے مستعمل ہوگا ہم نے تفسیر میں اس فقہ پر کہ استعمال ثابت ہوتا ہے قرب سے یا ازالہ حدث سے سوال صورتوں میں کوئی سبب استعمال کا نہیں قرب تو اسواسطے نہیں کہ نیت نہیں کیونکہ ثواب بدو نیت کے نہیں ہوتا اور ازالہ حدث بھی نہیں اسواسطے کہ وہ شخص یا وضو ہو اگر کوئی کہے کہ تعلیم مقصود میں بلاشبہ ثواب ہے پھر کیا وجہ ہے کہ تعلیم قرب نہ ہو اسکا جواب یہ ہے کہ قرب تو فقط تعلیم میں ہے نہ پانی کے استعمال میں ولہذا اگر تعلیم قوی کرے تو اس تعلیم فعلی کی کچھ حاجت نہیں رہی کذا بدیع علی الثالث بالایۃ فہیہ چنانچہ پانی مستعمل نہیں ہوتا تین بار دھونے پر زیادہ کرنے سے بدو ن قصد کرنے ثواب کے لیے بلارادہ وضو تین بار سے زیادہ دھونے سے مستعمل نہیں ہوتا ذاکم کل شخص غلیظ اذوب طاهر اذابہ تو کحل او جیسے پانی مستعمل نہیں ہوتا مثل ان کے یا پاک کپڑے یا حلال جو پائے کے دھونے سے مشل ران سے مراد اعضا غیر وضو ہیں لیکن اگر غیر جنب اپنی ران دھوے تو وہ پانی مستعمل ہوگا بنا بر قول اصح کے کافی البحر اسواسطے کہ اس میں نہ قرب ہے نہ رفع حدث نہ اسقاط فرض اور کپڑے کے مانند پاک برتن ہو اد کاجل اسقاط فرض یا مستعمل ہو پانی اسقاط فرض کے سبب سے ہم خلاصہ کلام بحر الرائق میں ہے کہ پانی مستعمل ہو جانے پر تین چیزوں میں سے ایک سبب سے یا ازالہ حدث سے خواہ اسکے ساتھ تقرب ہو یا نہو یا اقامت قرب سے خواہ اسکے ساتھ ازالہ حدث ہو یا نہو یا اسقاط فرض کے سبب سے یہ دلیل قول فقہاء کے جو اپنے ہاتھ کمینوں تک یا ایک پاؤں تغاری میں ڈالے تو پانی مستعمل ہوگا اور اس صورت میں نہ ازالہ حدث ہوا اور نہ قرب کی نیت پانی گئی فقط فرض ثابت ہو گیا عضو مغشول سے صاحب نہرنے کہا کہ اسقاط فرض کو زیادہ کرنا یعنی برخلاف اور کتا لون کے اسقاط فرض کو استعمال کا سبب ثالث قرار دینا اس تقدیر میں تمام ہوگا جبکہ اسقاط میں ثواب نہو نہ قرب ثابت ہوگی انتہی اسکا جواب یہ ہے کہ فرض ساقط ہو جائے ہی تکلف کے فعل سے اگرچہ نیت نہو اور جبکہ نیت نہیں تو ثواب نہیں تو اب اسقاط فرض کو نہ کر قرب ہوگا کذا فی الطحاوی ہذا کا حصول فی الاستعمال الکمال یہی ہے یعنی فرض کا ساقط کرنا اصل سبب ہے پانی کے مستعمل ہونیکا چنانچہ اسپر آگاہ کہ دیباہر کمال الدین محقق نے ہم نے رفع حدث میں حقیقت اور قرب میں حکماً اسقاط فرض موجود ہے اسواسطے کہ قرب بمنزلہ اسقاط ہے دوسری بار کذا فی الطحاوی بان لا یغسل بخص الخضا ئیر لو یکحل بک اذ یخله فحبت بغیر اعتناء و دفعا کفر کونی فانہ یصلی مستحلاً لفسوط الغرض لفقہاء اسقاط فرض کا اسطرح ہے کہ دھوے عرض

۱۰۰

معلوم ہو تو وہ ناپاک ہو اور اگر شک واقع ہو یعنی معلوم نہ ہو کہ پاک چیز سے وباغت ہوئی یا ناپاک سے تو اسکا دھونا بہتر ہے یعنی واجب نہیں و شغل المیتۃ غیس
المختلج علی المذہب اور بال مردار جانور کے پاک ہیں سوائے سور کے مذہب درست ہے ہم بال وغیرہ کی طہارت پانی کی بحث میں اسواسطے بیان کی تاکہ معلوم
ہو کہ اسکے پانی میں واقع ہونے سے پانی ناپاک نہیں ہو جاتا پھر جب مردہ جانور کے بال وغیرہ پاک ٹھہرے تو زندہ کے بطریق اولے پاک ہیں اور خوک کے تو
بال اور ہڈی اور تمام اجزاء اسکے ناپاک ہیں ابو یوسف کے نزدیک اگر قلیل پانی میں واقع ہوں ناپاک ہو گا کذا فی المططاوسی و محکم دہا و عبدہا علی التسلیم
اور مردار کی ہڈی اور ٹیچا پاک ہے مذہب کے مشہور قول پر ہم عصب یعنی پٹھ میں دو روایتیں ہیں سراج و بلج میں کہا کہ اسکی نہایت صحیح ہے مگر صاحب
فتح القدیر بدل الخ کا تابع ہوا ہے اسکی طہارت میں اور یہی قول مشہور ہے اور وقایہ اور درمیں اسی پر یقین کیا ہے کذا فی المنہج و حافظ ہا و قرینہ کمالیۃ
علی السوۃ اور مردار کا سم اور سینگ خالی چکناٹی سے پاک ہے ہم نے بال اور ہڈی اور ٹیچا اور سم اور سینگ اسوقت پاک ہیں جبکہ انہر چکناٹی نہ لگی ہو
اور اگر چکناٹی ہوگی تو ناپاک ہیں یہ ناپاکی ذاتی نہیں بلکہ چکناٹی کے لگنے سے ہو کذا کل مالا تخلہ المحبۃ حنہ لا لخصۃ فاللہ علی التراجیح
اور اسی طرح پاک ہے مردار کی ہر ایک وہ چیز جس میں زندگی نہیں سماتی یعنی جاندار کے بدن میں وہ چیزیں بچان میں چنانچہ بال اور ہڈی اور ہر چیز جس میں تک کہ پتیرا
لیجے چتا اور مردار کا دودھ بنا بر قول راجح کے ہم الفحیہ کبیرہ و فحیہ قاوۃ دودھ جو شیر خوار بچے کے پیٹ میں ہوتا ہے لیجے پتیرا یہ جسکے ڈالنے سے دودھ قہا ہے
وہ امام کے نزدیک پاک ہے جبکہ مردار سے نکلے خواہ لبتہ خواہ سائل اور صاحبین کے نزدیک سائل بچس ہے اور ببتہ دھونے سے پاک ہو جاتا ہے اور اگر مذہب جافہ
سے خارج ہوا تو بالاتفاق پاک ہے کذا فی المططاوسی و شعر اکہ شسان غیر الملتوث اور انسان کا بال جو اکٹھا ٹرائین پاک ہے لیجے اکٹھا رے بال ناپاک
ہیں اور اسکی بیج کا بنا بر منونا تعظیم کے سبب سے نہ نہایت کی وجہ سے و عظمہ و سئلہ مطلقا علی الذہب اور آدمی کی ہڈی اور دانت مطلقا پاک ہیں
مذہب درست پر ہم ملتا خواہ اپنا دانت ہو یا غیر کا و اختلیف فی ذلک فی الدائم بحسبہ فی الخالیۃ کذا اور اختلاف ہے آدمی کے کان میں سو بدلے میں ہے کہ
وہ ناپاک ہے اور خانیہ میں ہے کہ ناپاک نہیں ہوتا کذا فی التفسیر فی الخالیۃ کذا فی حق صاحبہ قطا ہر دیکھو اور شہادہ میں ہے کہ جو چکر زندہ شخص
سے جدا ہو گئی وہ مردار کے مانند ہے مگر اسی شخص کے حق میں جبکہ وہ خبر ہے پاک ہے اگرچہ قدر وہ ہم سے زیادہ ہو ہم مفصل سے مراد وہ عضو ہے جس میں جان ہے تو جن
اور بال مفصل ہونے سے پاک نہ ٹھہریں گے اور یہ جو کہا کہ مفصل اسیکہ حق میں پاک ہے لیجے بالخصوص نماز میں اسکا عمل درست ہے نہ پانی وغیرہ میں اسواسطے کہ
پانی فاسد ہوگا اسکے تقدیر ناخن کے پڑنے سے کذا فی المططاوسی عن ابی السعود و یفسد الماء بوقوع فذلک الظفر من جللہ لا یالینفس اور ناپاک ہو جاتا ہے
قلیل پانی تقدیر ناخن کے آدمی کی کھال کے گرنے سے نہ ناخن کے گرنے سے ہم نے آدمی کی کھال یا اسکا چھلکا پانی میں گرے اور زیادہ شمار میں آیا پانی ناپاک
ہوگا اسواسطے کہ کھال اور چھلکا آدمی کے منجملہ گوشت کے ہے اور ناخن کے گرنے سے ناپاک ہوگا اسواسطے کہ ناخن عصب لیجے پٹھا ہے کذا فی البحر و دھم سئلہ
طاہر اور خون مچھلی کا پاک ہے ہم اسواسطے کہ مچھلی کا خون حقیقت میں خون نہیں ہے اسواسطے کہ جب وہ خشک ہوتا ہے تو سفید ہو جاتا ہے کذا فی المنہج و علیہ
لیسوا لکلب بنحس العینی عند کما م و علیہ لفتویٰ ان رجح بعضہم النجاستہ کا بسط بل الشیخ تہا و اسکو جان رکھ کہ کتا بنحس العین نہیں لیجے اسکی نجاست
ذاتی نہیں خوک کے مانند امام اعظم کے نزدیک اور اسی قول پر فتوے ہو اگرچہ بعض علماء نے چنانچہ زاہدی اور فقیہ ابو الیث نے بنحس العین ہونے کو ترجیح دی ہے
چنانچہ ابن شحنہ شراح و ہبانیہ نے اسکو مشرح بیان کیا ہے ہم کتے سے حفاظت اور شکار کرنا شرعاً درست ہے اگر وہ بنحس العین ہوتا تو اس سے نفع حاصل کرنا
درست نہوتا خوک کے مانند بنحس العین میں ہے کہ کتے کی ہڈی اور بال اور عصب و رجحہ کہ ماکول نہیں وہ پاک ہے اور گوشت اسکا ناپاک ہے قیاساً و وجہاً و
فی تخیلہ صلی و دوا جبکہ کتا بنحس العین ہوتا تو اسکا میچنا اور جارہ دنیا اور اسکے تلغ کرنے والے پیرا و ان لازم ہونا اور اسکی کھال کا جاننا
اور ڈول بنانا جائز ہے و لو اخرج جبا و لہ یصیب فہم الماء لا یفسد فام البشر لا التوبیہ یا تفتا حذہ لا یجتمہ فامہ بہ تعہم اور اگر کتا نویں میں سے

زندہ نکالا گیا اور اس کا منہ پانی میں نہ لگا تو کنوئین کا پانی ناپاک بنوگا اور نہ کپڑا ناپاک ہوگا بھیجے گئے کی چھٹیوں سے اور نہ اس کے کاٹنے سے جب تک اس کی رال کا
گتس بدن پر معلوم نہ ہو یعنی اگر کنوئین میں کتا نہ ڈالا گیا یا کاٹنے سے اس کی رال بدن پر لگ گئی تو پانی اور نہ ناپاک ہوگا اس واسطے کہ رال پیدا ہوتی ہے گوشت
سے اور گوشت اس کا ناپاک ہوگا حلالہ و کبیرا ورنہ فاسد ہوگی ناز اس کی جو تازہ تر ہے میں گئے کو لیے رال اگرچہ بڑا کتا ہو یعنی اس واسطے کہ ظاہر اس کا
ناپاک نہیں اور باطن کی نجاست نماز کی مانع نہیں مثلاً نہ لپٹو نہ نوکیر انکار کیا کہ یہ جو یعنی روایت میں کتب غیر کی قید رہے سو اتفاق قید نہ اصراری
و شرط الحلوۃ شد فہم اور شمس لا یخیر جلوان سے کہ کاغذ پتہ رالینا شرف کیا ہے یعنی حامل سنگ کی نماز اس شرط سے فاسد نہیں کہ اس کا منہ بند ہوتا کہ اس کا لعاب
مصلی کے بدن پر اور کپڑے کو نہ لگے اس واسطے کہ ظاہر بدن بہر حال ناپاک ہو تب تک نہیں ہوتا بدون موت کے اور اس کے باطن کی نجاست اپنے معدن میں قائم ہو تو
اس کا حکم ظاہر نہیں ہوتا جیسے باطن مصلی کی نجاست کا کذا فی الجرح و اختلاف فی نجاستہ لعم و ہمداء شعبہ اور امام اور صاحبین کا اختلاف نہیں گئے کہ
گوشت کے ناپاک ہونے میں اور اس کے بال کے پاک ہونے میں ہم بعضوں نے وہم کیا کہ جب کتا نجس العین ہو تو اس کا نجس خوردہ کیونکر ناپاک ہوگا حالانکہ وہ بالاتفاق
حرام ہے اس کا جواب یہ ہے کہ طہارت میں اس کی مستلزم نہیں کہ اس کا ہر جز پاک ہو پس خوردہ اس کا اس وجہ سے ناپاک ہے کہ اس کے ساتھ لعاب اس کا مختلط ہے اور لعاب پیدا
ہوتا ہے گوشت سے اور گوشت ناپاک ہے و دم مسفوح کے اختلاف سے و المینک طاهر کلالہ و کل لکل حال اور مشک پاک حلال ہے و ماکول ہے و سر حالت میں یعنی خواہ
غذا میں خواہ دوا میں خواہ ضرورت ہو یا نہ ہو ظاہر کے بغیر حلال کا لفظ اس واسطے زیادہ کیا کہ طہارت کو حالت اکل و نہ نہیں اس واسطے کہ ناپاک ہے مگر اس کا کھانا
حلال نہیں و کذا فاجتہ طاهر مطلقاً علی الاصح فیم و کذا الزباد اسماء لا سیۃ اللہ الطیبۃ اور اسی طرح مشک کا نامہ پاک ہے مطلقاً یعنی خواہ پانی
لگنے سے فاسد ہو یا نہ ہو بنا بر قول صح کے کذا فی الفتح اور اسی طرح زباد پاک ہے کذا فی الاشباہ و بسبب خوشبو ہو جائے ہر ایک مشک اور زباد کے ہم یعنی ہر جنہ مشک
اصل میں خون تھا اور زباد غیر ماکول کا پسینہ ہے لیکن اسے تحلیل و تجزہ ہو گیا حقیقت اس کی بدل گئی و دونوں پاک ہیں اور غیر اصح زیلعی کا قول ہے کہ اگر نافع
مشک پانی لگنے سے فاسد نہ ہو تو پاک ہے اور یہ اختلاف مردار جانور کے نافع میں ہے اور زندہ غزال کا نامہ بالاتفاق پاک ہے زیادہ بڑا و معجمہ و یا و موحدہ و برون
صاحب خوشبو و دیر چیرے یعنی ایک قسم کی بلی کا پسینہ اور بیل کے کہ اس کے دم کے نیچے خرچ کے پاس جمع ہو جاتا ہے اس کو بکڑے کھڑکھڑ لیتے ہیں قاموس میں ہے
کہ جسے زیادہ کی قسیر جانور کی اس سے غلط کیا کذا فی الطحاوی و بول ماکول اللحم نجس نجاسة مخففة و طہرہ و کھینڈا اور ماکول اللحم یعنی جس جانور کا گوشت
کھانا حلال ہے چنانچہ بکری اور اوت اس کا پیشاب نجس ہے و نجاست خفیہ اور محمد بن حسن نے اس کو پاک کہا ہے و لا یشرب بولہ اصلاً لا لشداد و لا لبقیر
ہذا ابی حنیفہ و اور ماکول اللحم کا پیشاب نہ پیا جاوے ہرگز نہ دوا کے واسطے اور نہ سوا سے دوا کے امام ابو حنیفہ کے نزدیک ہم اور محمد بن زکریا
مطلقاً جائز ہے و ابو یوسف کے نزدیک دوا کے واسطے جائز ہے و فی مسند طحاوی شراح کا اختلاف فی التلذذ بالکھرم و ظاہر المذہب المذہب
کافی و صناع البحر لکن نقلاً المصنف ثلثہ و ہذا عن الحادی و قیل یرخص اذا اعلی فیہ الشفاء و لم یعلم واد آخر کار خصہ بالاصط
و علیہ لفتویٰ حرام چیرے دوا کرنے میں علما کا اختلاف ہے اور ظاہر مذہب یہ ہے کہ درست نہیں ہے چنانچہ بحر الرائق کی کتاب الرضاع میں ہے لیکن مصنف
اپنی شیعہ میں وہاں لکھے کتاب الرضاع میں اور بیان حاوی قدسی سے نقل کیا ہے یہ مسئلہ اس طرح اور بعضوں نے کہا کہ حرام ہے دوا کر نیکی رخصت و بیکاتی جو حکم
معلوم ہو کہ حرام میں شفا ہو اور کوئی دوسری دوا معلوم نہ ہو جیسے نہایت پیاسے کو شراب پینے کی رخصت دی گئی ہے اور اسی قول پر فتوے ہر ہم خانیہ میں ہو قال
علیہ الصلوۃ والسلام ان اللہ تعالیٰ لم یجعل شفاکم فیما حرم علیکم یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے تمہارے واسطے نشانہیں ٹھہرائی
انہی چیز میں جو حرام کی یہ حضرت نے ان چیزوں کے حق میں فرمایا جنہیں شفا نہیں ہے اور جنہیں شفا ہے اس کے دوا کرنے کا کچھ مضائقہ نہیں کیا تو نہیں جانتا کہ بیکاتی
کو شراب کا پینا حلال ہے و ضرورت کے سبب اشتی اور اسی قول کو اختیار کیا ہے صاحب ہدایہ نے تجنیس میں اس واسطے کہ حرمت ساقط ہے شفا حاصل ہونے کے وقت

شامی صاحب کا کہنا ہے
عین کا وک و دبی
پاک اور حلال ہے و ک
اس کو بعض نافعند

کتا کو رال کا کتبہ
نہایت میں کتبہ
یہ کتبہ و از قلم
نہایت درجہ کی ہے

اور حاوی قدسی میں ہر کہ جب خون آدمی کی ناک سے روان ہوا اور بندہ نبویاں تک کہ اسکے مرجانیکا خوف ہوا اور تجربہ اور امتحان سے یہ بات معلوم ہو کہ فاتحہ الکتب
یا سورۃ اخلاص اس خون سے اسکے ماتھے پر لکھنے سے خون بند ہوگا تو ایک قول میں رخصت نہیں ہوا اور دوسرے قول میں رخصت ہر جیسے شرب خمر کی رخصت ہر پیاسے کو
اور مردار کھانے کی نہایت گرسنگی میں اور یہی فتوے کو کذا فی مخ المصنف مختصر **فصل فی البیہر** یہ فصل ہر کنوئین کے مسائل میں اذا دقت
تحت است لیست بجوان ولو عصفه او قطرة بول او دم او ذنب فان لم یثلم فلو شتم فیه ما ذل فیہ جب گری وہ نجاست جو جاندار نہیں اگرچہ
نجاست مخفف ہو یا ایک قطرہ پیشاب یا خون کا یا جو ہے کی ایسی دم کہ محل قطع موم سے بند نہیں سوا اگر محل قطع موم سے بند ہوگا تو اسکے گرنے سے اٹنے ڈول نکلے
جائینگے جتنے جو ہے کے گرنے سے نکلے جاتے ہیں یعنی ۲۔ ڈول ہم عدم حیوانیت کی قید اس واسطے لگائی کہ جاندار کے احکام اسکے مذکور ہونگے اور نجاست مخفف کو
اس واسطے ذکر کیا کہ پانی میں نجاست مغلطہ اور مخففہ کیسیان ہر کچھ فرق نہیں فی بئر دون القدر اکثر علی ما س نجاست مذکورہ گری اس کنوئین میں جو
کم ہر مقدار کثیر سے بنایہ کلام گذشتہ کے ہم سابقیت یہ مذکور ہو چکا کہ یہ کثیر ترین مبتلا یہ کائنات غالب معتبر ہوا و تاخرین کے فتوے پر وہ مردہ کثیر ہو تو اگر
کنوان وہ مردہ ہوگا تو نجاست مذکورہ کے گرنے سے ناپاک نہ ہوگا و قتیلا اسکا رنگ یا مزہ یا بو متغیر نہ ہوگا احتساب بالعق علی المحدث اور کچھ اعتبار
نہیں کنوئین کے عمق کا بنابر قول محمد کے یعنی کثرت میں طول اور عرض کا اعتبار ہر عمق کا تو عمق اگرچہ دس گوا ہو وقوع نجاست سے ناپاک ہوگا کذا فی البحر
ادوات فیہا ادخالہا والحق فیہا ولو خافہ یا یسے علی المعتدل الشیخ الطیفاء المسلم المفسر ما الکاف فیہ نجس مطلقا کسقط
یا امر کنوئین میں یا امر کنوئین سے باہر اور ڈال گیا اس میں اگرچہ مردہ خشک جو ہر معتدل قول پر گروہ شیعہ کہ پاک صاف ہر خون وغیرہ سے اور وہ مردہ مسلمان جو
مغلا یا گیا کہ ان دونوں کے کنوئین میں گرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا ہر لیکن کافر مردہ تو کنوئین کو ناپاک کرتا ہر طرح یعنی مفسول ہو یا غیر مفسول جیسے اسقاط محل کا
بچہ ناپاک کر دیتا ہر حیوان دھوی غیر ماکلا مہر جاندار روان خون والہ جو کہ آبی نہیں بدیل گذشتہ ہم مذکور ہو چکا کہ غیر دموی کی موت سے پانی نجس نہیں ہوتا
اگرچہ بھول یا بھٹ گیا ہو یا پانی کا جانور اگرچہ خون والا ہو اسکے مرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا کذا فی الطحاوی استغفار او فقط لا یفسد فیہ شئ خا رجنا فیہا
ذکرہ الوالے جانور دموی مرے بھول گیا یا اسکے بال جھڑ گئے یا پارہ پارہ ہو گیا اگرچہ کنوئین کے باہر بھٹ گیا بھل سمین گرا الیسا ذکر کیا ہر علامہ دانی
محشی ورنے ینزح کل ما تھا الذی کان فیہا وقت الوقوع ذکرہ ابن الکمال نکالاجائے کنوئین کا و سبب پانی جو اس میں تھا نجاست
اور جانور مذکورہ کے گرنے کے وقت الیسا ذکر کیا ہر ابن کمال نے یعنی تو اگر پانی نکلنے سے پہلے کچھ پانی زیادہ ہوگا تو اس قدر کا نکالنا لازم ہوگا بعد لہجاء الا اذا تعذر
لکثرتہ او خرقۃ متنجسة ینزح الماء لاجلہ لایملاء نصف الدلو یطرح کل تبعثا پانی نکالاجائے نجاست اور جانور کے نکال دینے کے بعد دیگر حکم
اسکا نکالنا نموس کے چنانچہ لکھی کا لکرایا ناپاک کپڑا اگر ناسب ہو گیا تو اس قدر پانی نکلنے سے کہ آٹھا ڈول نہ بھرے یہ سب چیزیں پاک ہو جائیں گی کنوئین پاک ہوئیے ساتھ ہم
ڈول اور سی اور گھرنی اور کنوئین کے گرد پیشاب و پانی نکلنے والے کا ہاتھ اس واسطے کہ ان چیزوں کی نجاست کنوئین کے ناپاک ہو جائیے سبب تھی تو اسکے پاک
ہو جانے سے یہ بھی پاک ہوگی جیسے شراب کا ٹکا پاک ہو جاتا ہر جبکہ شراب سرکہ نجاسے اور استنجائی کرنے والے کا ہاتھ ظاہر ہو جاتا ہر محل کی طہارت سے کذا فی البحر ولو نزح
بعضہ ثم زاد فی الخدر نزح قدر الباقی فی الصحیح خلاصہ اور جو تھوڑا پانی آج نکال گیا بھل گئے دن زیادہ ہو گیا تو اسی قدر نکالاجاے جتنا باقی رہا تھا قول
صحیح میں کذا فی الخلاصہ ہم یعنی اس واسطے کہ علی الاتصال پانی نکالنا شرط نہیں تو دوسرے دن سارا پانی نکالنا ضرور نہیں قید بالموت لانہ لو خرج حیوانا
یخس الخلق فلا یہ حدث و خیف لم ینزح شئ الا ان یدخل فہم الماء فیعتبر لسوء فان یجسأ نزح لکل واکلا فی الصحیح مصنف نے
کنوئین کے پانی نکالنے میں موت حیوان کی قید لگائی اس واسطے کہ اگر جاندار زندہ نکال گیا اور حالانکہ وہ نجس العین نہیں مانند سور کے اور نہ اس پر نجاست حکمی یا سبب
حقیقی ہو تو کچھ پانی نکالنا نہ ہوگا مگر اس وقت جبکہ اسکا منہ پانی میں داخل ہو تو اس وقت اسکے جھوٹے کا اعتبار ہوگا سوا اگر اس حیوان کا جھوٹا ناپاک ہو تو

لیا بركذا فی الجوف کما یحییٰ استقامت من وقت الوقوع ان یسیر اور کنوئین کی نجاست مٹانے کا حکم کیا جاتا ہو جانور کے گرنے کے وقت سے اگر وقت معلوم ہو ورنہ قنڈیہ و یسارین و یسارین و یسارین اور اگر جانور کے گرنے کا وقت معلوم نہ ہو تو ایک رات اور ایک دن پہلے سے ناپاکی کا حکم ہوگا بشرطیکہ بھول نہ گیا ہو یعنی اور نہ بھٹا اور نہ بال جھرا ہو کذا فی الطحاوی و هذا فی حق الوضوء والغسل و ما یجوز فی یسارین و یسارین و یسارین اور یہ حکم یعنی کنوئین کا ناپاکی ہونا ایک رات اور دن سے وضو اور غسل کے حق میں ہوا اور اس کے گرنے کے حق میں جو گوند یا گیا اس پانی سے تو وہ کھلایا جائے کنون کو اور بعضوں نے کہا کہ شافعی مذہب کے ہاتھ نیچا جائے یعنی اس واسطے کہ شافعی کے مذہب میں یہ پانی ناپاکی میں آتا ہے فی حق غیث کھنسل ٹوپ فی حق نیچا کستہ فی الحال اور وضو اور غسل کا مسواک کے حق میں چنانچہ کپڑا دھونے کے حق میں تو پانی کی نجاست کا حکم کیا جاوے گا فی الحال یعنی بیان ایک رات دن کا اعتبار نہ ہوگا الحاصل وضو اور غسل میں حکم نجاست کا بطریق ہتھکڑی کے ہوا اور ان کے مسواک میں بطریق اقتدار کے دھلاؤ لطف من حدیث و غسل من خبیث الا لیلیم شیء لجماعا جو ہو اور یہ حکم یعنی وضو اور غسل میں ناپاک ہونا بطریق استناد اور کپڑے میں بطریق اقتدار کے اس وقت ہو کہ وضو اور غسل کیا ہو حدث اصغر اور کپڑے یا کوئی چیز دھوئی ہو نجاست حقیقی کے دور کرنے کو اور اگر ایسا نہ ہو یعنی وضو یا غسل کیا ہو حدث کے یا کپڑا دھویا ہو دن نجاست کے تو کوئی چیز لازم نہیں یہ انفاق امام اور صاحبین کے کذا فی الجوف یعنی نماز کا اعادہ اور دھونا کپڑے کا لازم نہیں اس واسطے کہ مقتضی صحت نماز کا پاپا گیا یعنی طہارت سالقہ اور مانع میں شک ہو اس واسطے کہ پانی کا طہارت اور نجاست مشکوک ہو اور نماز مشکوک ہو باطل نہیں ہوتی بخلاف پہلی صورت کے اس واسطے کہ اس میں تو مانع بالیقین ثابت ہو یعنی حدث اصغرا اکبر اور کپڑے کی نجاست اور مریض میں شک ہو کذا فی الطحاوی و من ثلثة ایام یلیا لیلها ان یتنہا و تقسمہ استقامت اور تین رات دن سے نجاست کا حکم کیا جاوے اگر جانور بھول لایا بھٹا ہو استحسان کی رو سے ہم استحسان عبارت ہوا حسن امر کے طلب کرنے سے اور بعضوں نے کہا عبارت ہوا قیاس کے ترک کرنے اور اس امر کے لینے سے جو لوگوں کو آسان تر ہو اور بعضوں نے کہا عبارت ہوا احکام میں آسانی کے طلب کرنے سے اور خلاصہ ان عبارتوں کا یہ ہے کہ استحسان سختی کا چھوڑنا اور آسانی کا لینا قال مدقعاے ربی ینذ اللہ عنہ الذی یرید الذی یرید الذی یرید الذی یرید کذا فی الطحاوی اور بعضوں نے کہا کہ استحسان اس قیاس کو کہتے ہیں جسکی وجہ غنی ہو لیکن قیاس حلی سے قوی تر ہو نہ الفائق میں ہو وجہ استحسان یہ ہو کہ پانی میں حیوان دھوی کا واقع ہونا اسکی موت کا سبب ہو تو اسی پر موت کا حوالہ ہوگا وہ مومن سبب ہوا اور بلا شک وجود پر زمانہ وقوع کا سابق ہو تو انتقال میں تین دن کی تقدیر ہوگی اور اسکے غیر میں ایک دن رات کی بنا پر اکثر عادت کے دفاکامین وقت العکوف فلا یلزم حکم منی قبل قبل دبیفیہ اور صاحبین نے کہا کہ پانی کی نجاست کا حکم ہوگا حیوان کے معلوم ہونے کے وقت سے تو لوگوں کو معلوم ہونے سے پہلے کوئی چیز لازم نہ ہوگی بعضوں نے اسی قول کو نفی کر دیا کہ ہم صاحبین کا قول ہی قیاس ہے اس واسطے کہ یقین یعنی طہارت کا یقین ہونا زمانہ گذشتہ میں زائل نہیں ہوتا تک سے یعنی نجاست سے اس واسطے کہ احتمال ہو کہ حیوان کنوئین سے باہر ہو بھڑاسکو سخت ہوانے یا کسی نادان یا بطلیلے کنوئین میں ڈال دیا ہو فہر الفائق میں ہو کہ غایۃ البیان میں کہا کہ امام کا قول حوطی اور صاحبین کا قول لوگوں کو آسان تر ہو فتاویٰ عتبات میں ہو کہ صاحبین کا قول مختار ہو اور شیخ قاسم نے اسکو رد کیا ہو کہ اکثر کتب کے مخالف ہو اس واسطے کہ امام کی دلیل کی اکثر کتب میں ترجیح واقع ہو اور وہ احوط بھی ہو انتہی طحاوی نے کہا شائع کو یوں کہنا بہتر تھا قبل وہو المختار اس واسطے کہ اختیار کو اقتلازم نہیں **فمن** منہ لطفہ شائع کا حدیث ہے مینا او کذا ما اعد من اخر احتلام دجلہ دغا ف اپنے کپڑے میں مٹی یا پیشاب یا خون کو پایا تو نماز کا اعادہ کرے بچھلے احتلام یا پیشاب یا نکسیر بچھٹنے سے ہم تو اور بن رستم میں امام سے منقول ہے کہ خون میں نماز کا اعادہ نہیں اور اسکی محیط میں اختیار کیا ہو کذا فی الفخر غلامہ عدم اعادہ کی وجہ یہ ہو کہ غیر شخص کا خون شاید لگ گیا ہو دلو دجلہ فی جنتہ فانی مینۃ فان لا یتب فیما اعد و قد مضى القطر دلا کثرتہ ایام او منتهیۃ او ناسفۃ دلا فیوم و لیکن اگر اپنے جیب میں مردہ جو یا یا تو اگر جیب میں سوراخ ہو تو نماز کا اعادہ کرے

استناد اور اقتدار کی تفصیل جلد ہمام میں مذکور ہو پیمان استقامت معلوم کر لینا چاہیے کہ استناد اسکو کہتے ہیں کہ بون حکم زمانہ پیش سے منسوب اور اقتدار یہ حال کے زمانہ سے واقع ہو جائے یعنی نجاست کی دور نموداری چیز

یعنی استحسان

الاخذ اسكلها عاجزة كوتيم كرس ان سب غدره من لي ميل بجره باق في دور بونا يا جاري يا سروي يا خوف دشمن يا خوف تشنگي يا عدم الماء كشي هو واحد
 علت مستقلة يجوز تيمم كحسب لوي قسم لعدم الماء ثم من مضى عليه التيمم لم يقبل يدك اليه لان اختلاف اسباب الرخصة يمنع الاحتسا
 بالرخصة الا في التصديق لا في كمالها كمن لم يجد ماء في موضع الفصول فليغتسل او اگر ايك شخص نے تيمم کیا پانی کے نمونے سے پھر اسکو الیسی بیماری ہوگئی جس کے سبب سے تيمم کرنا
 اسکو مباح ہو گیا تو اس تيمم سے نماز نہ پڑھے اسواسطے کہ رخصت کے اسباب کا تيمم ہونا اور بدلنا پہلے رخصت کی شمار کرنے اور کفایت کرنے کو مانع ہوتا ہے اور پہلے رخصت
 اسطرح ہو جاتی ہے گو یا کہ وہ وجودی نہ تھی ایسا مذکور ہے جامع الفصولین میں تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم رخصت سے مراد یہاں تيمم ہے اور اسباب سے مراد بعد
 اور مرض اور خوف مدد اور عطش و فقدان آله و جماع الفصولین سے مراد وہ کتاب ہے جو فصول عمادی اور فصول سرودشی کی جامع ہے مستوحيا و جمعہ
 لو تولا شرا وادی كحضرة سعد بن جبریم تيمم جائز نہوگا کذا فی المطاوی ذیلہ فیخرج الخاوند السواد ویرك برفقہ مع مین فقیہ فی مسند الاقطع اور پورا مسح کرے
 اپنے دونوں ماتحتوں کا تو انکو ٹھکی اور لنگن کو نکال ڈالے مسح کے وقت تاکہ مسح سے وہ مقام باقی نہ رہے یا اسکو حرکت دے لیجئے اپنے مقام سے ہٹا دے ایسا فتویٰ ہے
 لیجئے وضو کی طرح یہاں فقط تحريك کافی نہیں بدون مسح کرنے ماتحت کے ہاتھوں کا مسح کرے دو کہنیوں کے ساتھ تو حیکما ہاتھ کٹا ہے اور کچھ کہنی باقی ہے تو انکا
 بھی مسح کرے بعض بتاتے ہیں غدر تيمم کرے دو بار مٹی پر ہاتھ مارے اگرچہ ضربتین تيمم کی غیر سے صادر ہوں لیجئے اگر کوئی دوسرے کو تيمم کر دے اسکو
 بھی ضربتین کافی ہیں اسطرح کہ ایک بار سے انکے چہرے کو مسح کرے اور دوسری بار ایک ہاتھ سے ایک ہاتھ کو مسح کرے اور دوسری بار دوسرے ہاتھ کو مسح کرے
 اور طہرائی اور وارفتنی نے جابر سے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا التيمم ضربتان ضربة للوجه وضربة للذراعین الی المرقتین لیجئے اہل حدیث
 اس حدیث کو ضعیف کہتے ہیں لیکن حاکم نے اسکی تصحیح کی ہے اور وارفتنی نے کہا کہ اسکے راوی سب ثقات ہیں معلوم کرنا چاہیے کہ تيمم میں احادیث مختلفہ اور
 متعارض ہیں لیجئے حدیث میں ضربتین ہے اور لیجئے میں ضربتین اور لیجئے میں مین یمن الی المرقتین اور لیجئے میں
 بیدین مطلق اور لیجئے احادیث ضربتین اور مرقتین کو چنانچہ امام اعظم کا مذہب ہے اقرب بہ احتیاط اور عمل بہ احادیث طرفین ہے اسواسطے کہ ضربتین میں ضرب
 واصل ہے اور مسح ذراعین نامرقتین میں مسح تاکفین داخل ہے دونوں الحس کذا فی شرح سفر السعادة للدهلوی وما يقدم مقامها کما فی الخلاصة وغیرھا
 لو حرک رأسه وادخله فموضع الجنابة بینة التيمم جائز الشرط وجوب الفعل منہ یا تيمم کرے اس فعل سے جو قائم مقام ہے ضربتین کے یہ تيمم ہونے
 اسواسطے کی کہ خلاصہ وغیرہ میں ہے کہ اگر تيمم کرنے والے نے اپنے سر کو ہلایا لیجئے سر کو چہرے کے ساتھ گرد و غبار کے اندر کھڑے ہوے ہلایا یا اپنا سر غبار کے مقام
 میں داخل کر دیا تيمم کی نیت سے تو جائز ہے اور جواز شرط کی شرط وجود فعل کا ہے تيمم کرنے والے سے خواہ وہ فعل مسح ہو یا قرب یا غیر ضرب کذا فی البحر ثم تو اس
 تقریر سے معلوم ہوا کہ قرب تيمم کا رکن نہیں معلوم کرنا چاہیے کہ اکثر کتابوں میں ذکر ضرب کا واقع ہے اور اصل لیجئے سبوط میں وضع مذکور ہے نہ ضرب تو ابن شجاع
 کہہ کہ ضرب رکن ہے تو اگر بعد ضرب کے حدث واقع ہوا یا بعد ضرب کے نیت کی تو کافی نہیں اور اسبیحانی نے کہا کہ ضرب رکن نہیں تو اگر بعد ضرب کے حدث واقع ہوا یا بعد
 اسکے نیت کی تو کافی ہے فتح القدیر میں ہے کہ بغير دليل کے ضرب کا اعتبار نہیں اسواسطے کہ قرآن مجید میں فقط مسح مامور ہے اور یہ جو حدیث میں آیا ہے کہ التيمم ضربتان
 تو یا اعم من المسحین مراد ہے یا بغير غالب عادت کے ہے تو شائع ہے اس مقام میں فتح القدیر کی تحقیق کو اختیار کیا کذا فی المطاوی ولو جنباً او حائضاً طهرت
 لمعاد فیکاد و نفسہ تيمم کرے اگرچہ تيمم کرنے والا جنب ہو یا وہ حائض ہو یا کہ ہوگئی اپنی عادت کے موافق یا زچا ہو ہم جنب کو تيمم جائز ہے ہمارا سر کی حدیث
 کی دلیل ہے جو صحاح ستہ میں مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو تيمم کرنے کا حکم کیا حالانکہ وہ جنب تھے اور حائض اور زچا لحن جنب میں جواز تيمم
 میں کذا فی المنہر ص ۱۸ جنب منہر منہر انکو تيمم علیہ نفع اسی غیبا کہ تيمم کرے اس پاک کرنے والی چیز سے جو زمین کی جنس ہے اگرچہ اس پر گرد وغبار ہو

تيمم دو بار ہونا چاہیے
 ہاں اگر ایک بار ہوتا ہے
 ہاں نہ ہوتا ہے
 اور ایک بار ہونا چاہیے

دونوں ہاتھوں
 کے لیے کہنیوں
 تک

تیمم کرنا جائز نہیں۔ فلان کل ما یجوز التیمم علیہ کحطہ وجوخہ فی حفظ اور مثل معاون کے ہر ایک وہ چیز جو جہر تیمم جائز نہیں مانند گیون اور بانات کے تو انکو یاد رکھنا چاہیے کہ یہ خوب بات ہے کہ زانی النہر ہر وقت اسے عالمگیری میں عید سے منقول ہے کہ غبار سے تیمم کرنے کی یہ صورت ہو کہ اپنے دونوں ہاتھ مارے کپڑے یا منہ یا تکیر میں اور مانند اسکے اعیان طائرین جنہر غبار ہو چکر غبار اسکے ہاتھوں پر پڑے تو تیمم کرے یا اپنا کپڑا بھارتے تاکہ غبار نکلے پھر اپنا ہاتھ اٹھاوے غبار میں ہو کہ اندر سو جبکہ غبار ہاتھوں پر پڑے تو تیمم کرے والہ حکم الغالب او اختلط تراب بغیرہ کذب و خفیہ دلو مسنیو کین اور حکم پر غالب جہر کلمہ غلب جہر کا اعتبار ہو اگر مٹی ملی ہو دوسری چیز سے جہر تیمم جائز نہیں چنانچہ سوا اور چاندی اگرچہ دونوں گداختہ ہوں اور مٹی سے صاف ہو گئے ہوں م شاع اس تعلیم میں شرح مصنف کا تابع ہوا۔ مصنف نے اسکو کج الرائے عن محیط نقل کیا لیکن میں نے جو کج الرائے کو دیکھا تو اس میں مجاہد سے یہ تفصیل مذکور ہے کہ اگر تیمم کیا سونے یا چاندی سے اگر وہ مسبوک ہے گداختہ ہوں تو جائز نہیں اور اگر گداختہ نہیں اور مختلط ہیں مٹی سے اور غلبہ مٹی کو ہو تو جائز ہے اور یہ اس میں مذکور نہیں کہ جب گداختہ ہوں اور مٹی کے ساتھ ہوں اور زیلعی میں ہے کہ تیمم جائز ہے سونے اور چاندی اور لوہے اور تانبے سے اور مانند انکے جب تک کہ وہ زمین پر ہیں اور انکے کوئی چیز نہیں بنائی گئی اور بعد گداختگی تیمم جائز نہیں کذا فی الطحاوی وارہن محترقہ فلولا الغلبۃ لرب جانا والا کلا خانیۃ اور جلی مٹی را کہ سے ملے تو اگر مٹی غالب ہو کر کہ سے تو تیمم جائز ہے اور اگر غالب نہیں یعنی مغلوب یا برابر ہو تو تیمم جائز نہیں کذا فی النانیہ ہم یعنی زمین پر کا حجاز لوٹا جل گیا اور اسکی مٹی سے مل گیا تو غالب کا اعتبار ہے اور اگر مٹی جلی ہو تو اختلا کسی چیز کے یہاں تک کہ سیاہ ہو گئی تو اس سے تیمم جائز ہے اس واسطے کہ اخراق سے مٹی کا رنگ بدل گیا نہ اسکی ذات کذا فی الطحاوی ومنہ علو حکم انسادی اور خانیکی نقیبا نکتہ تراب سے معلوم ہو گیا برابر کا حکم یعنی اگر مٹی برابر ہو دوسری چیز سے تو تیمم جائز نہیں اس واسطے کہ مٹی غالب نہیں و جاذب فی الوقت و کثرت من فضض جانی لغیرہ کالفضل لا بد لہ مطلق عندنا کہ احقر قد اور تیمم جائز ہونے کے وقت پہلے اور ایک تیمم چند فرضوں کے واسطے اور تیمم جائز ہے غیر فرض کے لیے چنانچہ نقل کے واسطے اس واسطے کہ تیمم مطلق بدلایں وضو اور غسل کا ہمارے نزدیک نہ ضروری بدلایں یعنی جبکہ پانی نہ ہو تو تیمم بدل مطلق ہو یا اس سے حد مرفوع ہو جائے یا باوجود آب اور یہ نہیں کہ وہ نماز کو مباح کر دیتا ہو باوجود قائم ہونے حدت کے اور شائع کے نزدیک تیمم بدل ضروری ہے اور بیع نماز ہی حالانکہ حدت حقیقہ موجود ہو تو انکے نزدیک قبل وقت کے جائز نہیں اور اسل یک فرض سے زیادہ نماز جائز نہیں اور ہمارے نزدیک فرض اور نقل جو چاہے پڑھے کذا فی المنع و جاذب لحدوت فوت صلوۃ جنازہ ای کے مکمل تکبیر اٹھا دلو جبنا او حادثا اور تیمم جائز ہے نماز جنازہ کی فوت ہو جانے کے خوف سے یعنی تمام تکبیروں کے فوت ہونے کے ڈر سے اگرچہ تیمم کرنے کا جنب یا حائض ہو ہم اور اگر فوت ہو نیکا خوف منو اسطرح ہے کہ ایک ہی شخص نماز جنازہ کا واقع ہو اور جبکہ وضو کرنے جا یا کہ تو اسکا انتظار ہو گا تو اسکو تیمم جائز نہیں اور اگر معلوم کرے کہ وضو کرنے میں بعض تکبیرات میں شریک ہو گا تو بھی تیمم جائز نہیں اس واسطے کہ باقی او اگر ناٹھا اسکو ممکن ہے کہ زانی العجر عن البدائع و لوجہ یا خیر ان امکنہ المصنوعی بہ بلینہما شذال فمکنہ اھاد التیمم واکلا بدیضے اور جو ایک جنازہ کی نماز کے بعد دوسرا جنازہ لوگ لائے تو اگر اس تیمم کو مابین ان دونوں کے وضو کرنا ممکن ہو پانی ملے اور فرست پائے سے پھر یہ قدرت زائل ہو گئی تو پھر تیمم کرے دوسرے جنازہ کے واسطے بالاتفاق اور جو مابین میں وضو پر قدرت نہ ہو تو تیمم کا اعادہ نہیں شیخین کے نزدیک اسی قول اخیر پختوی ہے کذا فی البحر المحسن المصنفی و فوت عید بفرام لھام او نہ دالی مشکوٰۃ اور جائز ہے تیمم نماز عید کی فوت ہو جانے کے ڈر سے بسبب فراغت کرنے امام کے یا ڈھلنے آفتاب کے ہم یہ حکم جو کل نماز عید کے فوت ہونے کا اور اگر مقتدی وضو کر کے شریک ہو یعنی نماز میں تو تیمم جائز نہیں کذا فی الطحاوی عن البحر و لو کان یبے بنا بعد شریحہ متوضعا و سبق حدیث اگرچہ خائف فوت نماز جنازہ یا عید تیمم کر کے بنا کر تا ہو بعد شریع کر کے نماز کے وضو سے اور غالب ہونے حدت کے لیے وضو کر کے نماز جنازہ یا عید شریع کی پھر وضو ٹوٹ گیا اور خوف ہو کہ اگر وضو پھر کر لیا تو نماز فوت ہو جاو گی تو امام کے نزدیک تیمم کر کے بنا کر تا جائز ہے

خلافا للصاحبین کذا فی البحر بالاضافۃ یدک علیہ امانا اذ کافے الا صحیح بدون فرق کے درمیان ہونے اس پانی کے ایام یا غیر ایام صحیح تر قول میں لینے
جب فوت نما عید یا جائزہ کا خوف ہو تو ایام اور غیر ایام دونوں کو تیسیم جائز ہے لان المناط خوف المفقود لا المیثل اس واسطے کہ جواز تیسیم کا مدار اس وقت
میں خوف پر فوت ہونیکا بلا عوض لینے جواز خوف فوت ہوتی ہو اور اشکا بدلہ نہ ہو سکتا ہو قضا کرنے سے تو اسکے فوت ہو جانے کے ڈر سے تیسیم جائز ہے بخلاف کسوف
و سکنی و واقفہ لو سئل فی خلاف خوفہا و حلا حیب جواز تیسیم کا خوف فوت پر مدار ہوتا تو تیسیم جائز ہے سوچ گمن اور اسی طرح جائز گمن کی نماز کے واسطے
اور موکہ و سنون کے واسطے اگرچہ پھر فجر کی سنت کہ ڈرا ہو فقط اسکے فوت ہونے سے بدون فرض کے ہم یہ بحث ہے چلی شائع منیۃ المصلیٰ کی کذا فی الطحاوی
لینے اگر خوف ہو کہ پانی کے پاس جانے تک سوچ گمن ہو چکے گا یا نہ اور مغرب کا فرض ادا کر چکا اور وضو لوٹ گیا اور پانی تک جانے میں وقت فوت ہوتا ہو
تو تیسیم کر کے سنین پڑھے اور فقط سنت فجر کی فوت ہونے کے بدون فرض کی صورت یہ ہو کہ پانی میں بھرے کم پر خادم پانی لینے گیا ہو لیکن اسکے آگے تک
فقط وضو کرنے اور فرض پڑھینا وقت پانی رہیگا تو تیسیم کر کے فجر کی سنین پڑھے پھر جب پانی آوے تو وضو کر کے فرض ادا کرے طحاوی نے کہا فقط فوت
سنت فجر کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر سنت کا فرض کے ساتھ فوت ہو چکا خوف ہو تو تیسیم نہ کرے اس واسطے کہ سنت کو فرض کے ساتھ قضا کر لیکھا دینوم و سلام
ورقہ دان لم یحضر الصلوۃ اور جائز ہے تیسیم سونے اور سلام کرنے اور سلام کے جواب دینے کے واسطے لینے باوجود پانی کے ہونے کے اگرچہ اس تیسیم سے نماز پڑھنا جائز
نہیں ہم اس تیسیم سے نماز اس واسطے جائز نہیں کہ نماز کے تیسیم کے واسطے قضا ان کی حقیقت یا حکما ضروری اور یہ کہ اس عبادت مقصودہ کی نیت کرے جو حلال
نہیں بدون طہارت کے قال فی البحر و کذا لکل ما لا یشتغلہ الطہارۃ کما فی المبتغی و جاز لدخول مسجد مع وجوب ذکرہ و سلام فیہ و اذیۃ المصنف
بحر الرائق میں کہا اور اسی طرح تیسیم جائز ہے لینے باوجود پانی کے ہر ایک اس عمل کے واسطے حسیکے لیے طہارت شرط نہیں بدلیل اس قول کے جو یقینی میں یون ہے
اور جائز ہے تیسیم مسجد میں جانے کے واسطے باوجود پانی نہ ہونے کے اور مسجد میں سونے کے واسطے اور مصنف نے اپنی شرح میں اسکو ثابت کیا ہے لینے اس پر نہیں
کیا لکن فی النہر اظہار مراد المبتغی للجنب فسقط الذلیل لیکن نہر الفاعل میں ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ متبغی کی مراد جنب ہے تو بحر الرائق کی دلیل ساقط
ہو گئی ہم لینے جب متبغی کے کلام سے جنب مراد ہو تو صاحب بحر کا کلیہ ثابت نہ رہا کیونکہ جنب کو طہارت شرط ہے لیکن جلی متبغی نے کہا کہ کلام متبغی سے ارادہ کرنا
جنب کا مسلم نہیں اس واسطے کہ دو حال سے خالی نہیں کہ پانی مسجد کے باہر ہو یا اندر اگر باہر ہو تو وہ باطل ہے کیونکہ جنب کا داخل ہونا مسجد میں باوجود ہونے
پانی کے خارج میں بہ اتفاق ہمارے علماء کے جائز نہیں اور اگر مسجد کے اندر ہو اور یہی احتمال صحیح ہو مگر یہ احتمال متبغی کی عبارت سے بعید ہے بدلیل قولہ و نوم
فیہ کذا فی الطحاوی و قلت و فی الخلیۃ و نشرہا بقصدہ لدخول مسجد و متصفح مع وجوب ذکرہ و سلام فیہ بل ہو علیہ لیس علیہ اذیۃ المصنف
خو تسامین کتابوں اور فیۃ المصلیٰ اور اسکی شرح میں ہے کہ شخص کا تیسیم کرنا مسجد کے داخل ہونے اور مصحف کے چھونے کے واسطے باوجود پانی
کے کوئی چیز نہیں بلکہ وہ معدوم لینے کرنا نہ کرنے کے برابر ہے اس واسطے کہ دخول مسجد اور مصحف کا مس وہ عبادت نہیں ہے حسیکے فوت ہو جانے کا ڈر ہو ہم
یہ تاہم ہے صاحب نہر کی اور اگر دخول مسجد کو جنب پر محمول کیجیے تو کلام متبغی کے مخالف نہیں ہے لکن فی القیستہ عن المختار المختار جوازہ مع الماء
للسجدۃ الثلاثہ لیکن قسمستانی میں مختار سے منقول ہے کہ پسندیدہ قول جواز تیسیم کا ہے پانی ہونے کے ساتھ مسجد تلاوت کے واسطے ہم سیدہ راہ ہے
منیۃ المصلیٰ کی دلیل ہے کہ جس عبادت کے فوت ہونے کا کچھ خوف نہ ہو اسکے واسطے تیسیم جائز نہیں لینے مسجد تلاوت میں طہارت شرط ہو اور اسکے فوت ہونیکا
خوف نہیں باوجود اسکے تیسیم جائز ٹھہرا جلی نے کہا کہ یہ نفل ضعیف معصوم ہے قاعدہ کے کیونکہ مسجد تلاوت میں طہارت مشروط ہے اور فوت ہوتی ہے
خلیفہ اپنا چھوڑ کر لکت سبحان تعقیدہ بالسفر کا الحضر لیکن غفریب فروع میں آو گیا مقید کرنا جواز تیسیم کا مسجد تلاوت کے واسطے سفر کے ساتھ لینے
یہ سفر میں درست ہے نہ حفر میں ہم اس کی گفتگو فروع میں مذکور ہوگی نہ اذیت فی الشرعہ و نشر دھما مایع بد کلام البحر پھر علامہ ابو بکر بخاری

یعنی اگر ایک کو کبھی اتھن سے ضرر ہو تو عدم طلب مباح ہوا نہ غلط تھا تو آخرت میں اس کا عذر نہ ملے گا۔ تلاش فرض ہے اگر گناہ تو می و
 بانی کے پاس ہونیکا ایک میل سے کم کسی علامت سے یا ایک تفریق آدمی کے خبر دینے سے ہم ظن میں اور ظن غالبیت یہ فرق ہے کہ اگر احد الطہرین قوی اور راجح ہو
 دوسرے سے اور دل نہ جے راجح ہو اور نہ چھوڑے دوسرے کو تو اسکا نام ظن ہو گا۔ اگر ایک احد الطہرین دل میں تم جیسا ہے اور دوسری جانب کو چھوڑ دے
 اسکا نام اکثر ظن اور غالب اسے ہر میل کی قید اس واسطے لگائی کہ میل اور مافوق میل بعد ہر اسکی طلب واجب نہیں قرب بانی کی علامت یہ ہے کہ سبب نظر
 آوے اور چہ بانی کھوتی ہوں کذا فی الطحاوی کہ اگر کسی نے غلبہ علی ظنہ شد بہکے سبب بل بند بانی زجاء واکلا اور اگر بانی کے نزدیک ہونیکا اسکو ظن
 غالب ہو لینے شک ہو یا غیر قوی ظن ہو تو تلاش واجب نہیں بلکہ سبب ہر اگر اسید ہو نہ تیری کی اور اگر امید ہو تو تلاش مستحب بھی نہیں ولو حصل یتیمہ
 ثم لم یسقط ظنہ عندہ بالماشاء اللہ واکلا اور اگر نماز پڑھی تیمم سے بدو نہ چھینے کے اور حالانکہ وہاں وہ شخص تھا جس کے پوچھنا بھی نماز کے بعد اس
 شخص نے بانی کے نزدیک ہونیکا خبر دی تو نماز کو پھر پڑھے ورنہ اعادہ نہ کرے کذا فی الزیلعی ہم مجرأ لمرأیہ میں سرخ سے منقول ہے کہ تیمم کیا ہے وہ طلب کے
 اور طلب واجب تھی اور نماز پڑھی پھر تلاش کی سو بانی نہ پایا تو اعادہ واجب ہر طرفین کے نزدیک مطلقاً خواہ بانی کے یا کوئی خبر دے یا نہ دے
 خلافاً لابی یوسف کذا فی الطحاوی وشرطہ ای لایہم فی حق جواز الصلوۃ لایہ عبادۃ وشرطہ ہر تیمم کے واسطے نماز جائز ہونیکا حق میں عبادت
 کی نیت کرنا ہم جواز نماز کی قید اس واسطے لگائی کہ نماز کے سوا چنانچہ سلام یا جواب سلام کے واسطے فقط تیمم کی نیت کفایت کرتی ہو اور عبادت کی نیت
 مانند طہارت یا استیاحت نماز یا رفع حدث یا رفع سیمائیت کی نیت ہر کذا فی العبد ولو حصولہ جنائزۃ ودرجۃ ثلاثہ کا شک فی کما ہے اگرچہ عبادت
 نماز جنازہ ہو یا سجدہ تلاوت کا نہ سجدہ شکر کا امام کے صحیح تفرق میں یعنی اگر نماز جنازہ یا سجدہ تلاوت کی نیت سے تیمم کیا تو اس تیمم سے مطلق نماز جائز ہو
 اور اگر سجدہ شکر کے واسطے تیمم کیا تو اس سے نماز پڑھنا درست نہیں کیونکہ وہ عبادت نہیں امام کے نزدیک جلی تک اما کہ صاحبین کے نزدیک سجدہ شکر
 مستحب ہے اور اسی پر فتوے پڑھنا سجدہ تلاوت کے یا بین نہ کو ہو گا تو جب عبادت ہو تو اس تیمم سے نماز صحیح ہوگی مقصود ہے تیمم کے واسطے
 اس عبادت کی نیت مشروط ہو جو مقصود بالذات ہو یعنی دوسری عبادت کا وسیلہ نہ ہو خارج دخول مسجد و مسجداً و مسجدین عبادت مقصودہ کی قید سے
 مسجد کا داخل ہونا اور مسجد کا چھوٹا نکل گیا یعنی دخول مسجد اور مسجداً و مسجدین خود عبادت مقصودہ نہیں بلکہ نماز اور قرآن پڑھنے کے وسیلہ ہیں اگر کوئی
 کے کہ دخول مسجد قطع نظر نماز کے اعتکاف کے واسطے ہوتا ہے اسکا جواب یہ ہے کہ عبادت تو اعتکاف ہے اور دخول مسجد اسکا تابع ہے تو عبادت مقصودہ پھر
 اور قرأت کی نیت سے تیمم کرنے میں تفصیل حق ہے چنانچہ بدائع میں ہے کہ اگر جنب نے قرأت کے واسطے تیمم کیا تو اسکو اور نماز پڑھنا جائز نہیں کذا فی
 الطحاوی کا تھوڑا ہی کا تھوڑا لیعم قرآن القرآن للجنب بدو نہ طہارۃ تیمم کے واسطے وہ عبادت مقصودہ مشروط ہو جو صحیح نہیں یعنی حلال نہیں ہوں
 طہارت کے لائق کی تفسیر لا تخل اس واسطے کی تاکہ عبادت مقصودہ جنب کی قرآن خوانی کو بھی شامل ہو جائے ہم زلیعی اور سراج و ہج وغیرہ میں
 مطلق مذکور ہے کہ صحیح تر یہ ہے کہ قرآن خوانی کے تیمم سے نماز پڑھنا درست نہیں لیکن بدائع اور غایۃ البیان اور مجتبیٰ میں کہا کہ اطلاق صحیح نہیں تفصیل حق
 یہ ہے یعنی اگر جنب قرآن خوانی کے واسطے تیمم کرے تو اور نماز پڑھنا درست ہیں چنانچہ مجرأ لمرأیہ میں ہے کہ شرط یہ ہے کہ مشروط عبادت مقصودہ ہو یا عبادت
 مقصودہ کا خبر ہو اور وہ حلال ہو بدو نہ طہارت کے تو قرآن خوانی عبادت مقصودہ یعنی نماز کا خبر ہو لیکن اگر قرآن خوانی جنب ہو تو شرط اخیر یعنی عدم قطع فعل الا
 بالطہارۃ بانی گئی تو تیمم کی شرط پوری ہو گئی تو نماز اس سے درست ہوئی اور اگر قرآن خوانی جنب نہیں بلکہ بے وضو ہو تو شرط اخیر نہ پائی گئی تو اس تیمم سے نماز جائز نہیں
 کذا فی المنہاج شامخ نے لائق کی تفسیر لا یحل کی تاکہ اشارہ ہو افس فی تحقیق کی طرف خرج السلام وشرطہ کا شرط اخیر سے سزا ملے اور سلام کے جواب میں کا تیمم خارج ہو گا
 یعنی سلام اور جواب اگرچہ عبادت مقصودہ ہیں لیکن بدو نہ طہارت کے بھی صحیح ہیں تو ان کے تیمم سے نماز پڑھنا جائز نہیں فلما یتیمہ کا ذکر لا وضوء

اجازت

نماز کی نیت میں
 تیمم کی نیت میں
 حلال نماز کے
 تیمم کی نیت میں

[illegible]

[illegible]

ع
پیچیدگی
حسب
کمیکیا اور
جبارت پیر
مؤلف ہوا

۱۶

سوا کا تب سے کفارہ ساقط ہو گیا تو بحر الرائق کے موافق عبارت اسطرح مناسب تھی ولایین القصاص الکفارة لیجہ اجتماع نہیں در میان قصاص اور کفارہ کے
 اس واسطے کہ قصاص ہوتا ہی قتل عمد میں اور اس میں کفارہ نہیں اور کفارہ ہوتا ہی شہید اور خطا اور اس کے جاری حرام میں اور اس میں قصاص نہیں یہاں ہی مانی الطحاوی
 اور بعض نسخوں میں یون عبارت پر اور قصاص دوتہ لیجہ جمع نہیں در میان قصاص و ردیت کے والد اعلم کذا حقا کہ قطع او لچرا و اجتماع نہیں
 تاوان اور قطع میں یا تاوان اور اجرت میں لیجہ جبرائیل کا ہاتھ کاٹا گیا تو اسپر مال مسروقہ کا تاوان نہیں اور جس مرد پر مال کے تلف کرنے سے تاوان ہو
 اس کے واسطے مردوری نہیں اور جس کی مردوری لازم ہو اسپر تاوان نہیں کذا جگرہ عنہم دیکھ ادنیٰ اور نہ مردہ مارنا سنگساری اور تعزیکے ساتھ لیجہ اخرج از
 وطن ہم اس واسطے کہ گنہگار سے کی حد دینا بین اور بیلے کی حد سنگساری اور مردہ مارنا تعزیکے ساتھ جمع نہیں ہوتا مگر تعزیر حاکم لیکن مردہ مارنا قیہ کر نیکی سے تا
 جمع ہو سکتا ہے کذا فی الطحاوی کذا حکم جمعہ او حیل ادحاک ان قصاصا او موتھا موتھا جمعہ اور اجتماع نہیں مہر اور تعزیر میں اس واسطے حد میں یا
 اور عورت کی ضمان افتضایا اس کی موت میں نوح کے اجماع سے ہم مہر اور تعزیر میں اس واسطے اجتماع نہیں کہ مطلقہ قبل از دخول اگر مہر ہی ہو تو نصف مہر واجب ہو اور
 اگر مہر ہی نہیں تو نصف واجب ہو یہاں جمع سے مراد کرتی اور اوڑھنی اور چادر مہر ہی اور مہر اور حدس عدم اجتماع کی وجہ یہ کہ اگر وطی صحیح یا شہید ہے تو مہر واجب ہو
 اور حد نہیں اور اگر وطی زانی ہو تو حد ہو اور مہر نہیں اور افتضایا حقیقت یہ کہ نوح کے جماع سے عورت کی بول و برابر کی دونوں راہیں بچھ کر ایک ہوئیں
 تو یہاں نوح بر ضمان ہو نہ مہر اور اسی طرح اگر اس کے جماع سے زوجہ گئی تو تاوان ہو نہ مہر و کذا حکم مثل دیکھتے ہیں اور اجتماع نہیں مہر مثل اور مہر میں
 میں اس واسطے کہ اگر مہر جائز کا تعین ہو گیا تو وہی واجب ہو اور اگر مہر کا ذکر نہ ہوا یا غیر جائز کو معین کیا چنانچہ شراب یا سحر تو مہر مثل واجب ہوگا کذا حدیث
 و میراث اور اجتماع نہیں وصیت اور میراث میں لیجہ وارث کے واسطے وصیت کرنا صحیح نہیں الا باجارت باقی ورنہ کذا فی الطحاوی وغیرہا
 لیجہ فی محل ان سئلہ اللہ تعالیٰ اور ان اشیا و مذکورہ کے سولے اور چیرین عدم الاجتماع ہیں چنانکہ ذکر آگے آوینا اپنے موقع پر اگر حق تعالیٰ نے چاہا صریح
 و جمعہ رأیہ کہ یستطیع مسکحہ محمد ثانی کذا غسل حیثا ففی الفیض عنہ عیسیٰ المرادیہ بتیمم وافتی قادی الصلایہ انه یسقط طعنہ فرض مسحہ
 جبکہ سر من الیسا ورنہ یہ کہ اس کے ساتھ مسحہ نہیں کر سکتا ہے وضو ہونے میں اور نہ اشکو و مسکحہ ہی نہانے کی حاجت میں توفیق میں ظاہر الروایہ کے خلاف غریب الروایہ سے
 نکو رہی کہ وہ شخص تیمم کرے لیجہ وضو اور غسل کے عوض و قلمی ہلایہ نے اسکا فتوے دیا ہے کہ اس شخص سے مسحہ سر کی فرصت و وضو میں ساقط ہو و لو علیہ
 جبکہ فی مسحہ حقہ کت اور اگر سر پر کچھ پاچون کی ٹی ہو تو اس کے مسحہ میں دو قول ہیں مسحہ کرنا اور نہ کرنا ہم اور وجوب مسحہ کا قول ظہر کذا فی الطحاوی
 دکن الیقظ غسلہ فی مسحہ و لو علیہ ان لم یغسل کذا لا یسقط اصلا فجعل ہاد کذا لک العوض حکما کذا فی المعتمد حقیقتہ
 اور اسی طرح غسل میں دھونا ساقط ہوتا ہی تو سر کو مسحہ کہے اگرچہ ٹی پر مسحہ ہو شہر بلکہ مسحہ اشکو ضرر کرتا ہو اور اگر ضرر کرتا ہو تو دھونا اور مسحہ کرنا دونوں
 بالکل اقطر ہیں اور یہ شخص حکم شرع میں بدون اس عضو کے ظہر آیا گیا گویا اس کے سر ہی نہیں جس طرح فی الحقیقہ معدوم العضو سے دھونا اور مسحہ کرنا ساقط ہوتا ہی

تقریب
جملہ
میں

باب المسح علی الخفین

باب المسح علی الخفین

یہ باب ہر دونوں موزوں پر مسحہ کرنا احسن ہے لیکن ہذا فی المسئلہ مصنف نے موزوں پر مسحہ کرنا تیمم کے بعد ذکر کیا بسبب ثابت ہونے مسحہ کے حدیث سے اور تیمم
 قرآن مجید سے دھونا لغیر اضر الیک علی الشیء اور مسحہ لغیر عرب میں ہا جھکا پھیرنا کسی چیز پر خواہ وہ چیز موزہ ہو یا عضو یا دیور و نش عا اجابۃ البیہد
 مخصوص ہے لیکن مخصوصہ اور شریع کی اصطلاح میں مسحہ عبارت ہے تراوت کے پہنچانے سے خاص موزے کو زمانہ خاص میں م خاص موزہ حسین
 شروط ائمہ موجود ہوں اور زمانہ خاص سے مراد ایک دن اور ایک رات ہی تعین کے واسطے اور تین رات اور دو دن مسافر کو و الحظ شرکاء الشراش
 للکعبین فلو من حیثہ و محمد اور شرع میں موزہ اسکا نام ہی جو دھکے دونوں ٹخنوں کو پھر زیادہ تر کو نہا ہو چڑھے اور اس کے مانند اوپر چڑھا ہو

الی الخفین حتی یاسح کرے جرابوں پر اگرچہ وہ جون سوت سے یا بال سے اسطرح کی کاڑھی جرابوں پر مسح جائز ہو کہ انگو پیر کے تین کوس آدمی چلے
اور وہ پٹلی پر آپ سے ٹھہرے رہیں بدین باندھنے کے اور اسکے اندر کی چیز نظر نہ آوے اور پانی اسٹین نہ چھنے مگر اسوقت مسح جائز ہو کہ پانی نود کر کے اسکے نیچے
موزے تک پہنچ جائے بقدر فرض کے ہم ہر چند خفوف لغت میں یعنی رقت لوب پر لیکن میان مراد پانی کا نود ہر بدل لیا شدنا اور تاکہ تکرار لازم نہ آوے کذا فی
الطحاوی مختصر دلوئی عجمی و فیہ احادیث مسیحہ خفیفہ و اگر اگر آثار سے دونوں جرموق موزوں پر سے تو مسح کرے دوسری بار اپنے موزوں پر دلوئی عجمی
لحدّ ہا مسیح الخفین لیسوا فی و اگر اگر ایک جرموق آثار سے تو مسح کرے موزے کو اور باقی جرمون کو لیجئے اسواسطہ کہ ایک کے ٹالنے سے دونوں کا مسح
جائز ہا دلوئی عجمی و فیہ احادیث مسیحہ خفیفہ و اگر اگر اپنا ہاتھ دونوں جرموق کے اندر داخل کیا اور اندر کے موزوں کو مسح کیا تو جائز نہیں لیجئے
اسواسطہ کہ حدیث کا محل جرموق خارج ہو نہ حنفی داخل و للعلیٰ یسکون علی اسفلاہ جلد اور محل جرابوں پر مسح جائز ہو نہ محل سکون نون
وہ جراب پر جبکہ نیچے چڑا گیا لیجئے اسکے ٹوے پر فقط چڑا ہو نہ مکتون پر و جلد ہا اور چڑا آدمی جرابوں پر مسح جائز ہو نہ الفائق میں ہر جراب مجلد
وہ ہو جسکے اوپر اور نیچے چڑا ہوا ہو مسح کرنا ہی ایک بار لیجئے دو تین بار مسح کرنا خلاف مسنون ہے کذا فی المنع و احادیث و خفیفہ مسح جائز ہو اگرچہ ہو
محدث عورت یا خفی ملبوسا علی طہر مسح جائز ہو اس حالت میں کہ موزے یا جرموق یا جرابین پہنی گئی ہیں طہارت پر فلو احداث و مسیح
بجفیفہ اولہ مسیح فلبس جرموق علیہ تو اگر لابس تحت کا وضو ٹوٹا اور اسٹے اپنے موزوں پر مسح کیا یا لکھا پھر اسٹے جرموق کو پہنا تو جرموق پر مسح
مکرم لیجئے اسواسطہ کہ جرموق کو اسٹے طہارت پر نہیں پہنا بلکہ موزوں پر مسح کرنا متعین ہوگا کیونکہ انگو طہارت پر پہنا ہو کذا فی الطحاوی تام خرید المناقص
حقیقہ کلک ہا و معنی کلیم محلہ موزے طہوس ہون طہرام لیجئے پوری طہارت پر تمام کی قید سے ناقص حقیقی یا ناقص منوی طہارت خارج ہوگی تاہر
حقیقی چنانچہ اعضاء وضو میں سے قدرے خشک رکھیا اور ناقص منوی چنانچہ تیم کرنے والے اور معذور کی طہارت ہم صورت تیم کی یہ کہ پانی کے نونے سے
تیم کیا اور موزہ پہنا تو اسکو اس طرح کرنا پانی لینے کے وقت جائز نہیں اور اگر وضو کیا اور موزہ پہنا پھر وضو ٹوٹا اور پانی نہ پانے سے تیم کیا پھر بعد اسکے
پانی یا یا تو اسکو مدت کے اندر مسح کرنا درست ہے کذا فی الطحاوی فائدہ مسیح فی الوقت فقط اسواسطہ کہ معذور تو فقط وقت میں مسح کرتا ہے لیجئے معذور نے
عذر کے موجود ہونے سے مثلاً نظر کو وضو کیا اور موزہ پہنا پھر وضو کسی اور سبب سے ٹوٹا جب تک نظر کا وقت باقی ہے مسح جائز ہے لیجئے عذر کے وقت مسح جائز نہیں
الا بعد تجدید وضو کامل رکھا اذا وضو فلبس علیہ لافضاح مگر جبکہ معذور نے وضو کیا اور موزہ پہنا الفظ عذر پر تو وہ صحیح سالم کے مانند ہے
لیجئے اگر وضو اور موزہ پہننے کے وقت عذر قطع ہو تو ناقصے مدت مسح اسکو تندرست کے مانند جائز ہے عند الحدیث طہرام چاہیے وضو ٹوٹنے کے وقت لیجئے
مسح کے واسطے موزہ پہننے کے وقت طہارت کامل ہونا ضروری نہیں بلکہ حدیث کے تحت ضروری فلو تحفف الحدیث ثم خاص المائۃ فابتل قدامہ ثم ثم وضو
تم احداث جازا عیسیم تو اگر بے وضو شخص نے موزہ پہنا پھر وہ پانی کے اندر گھس گیا سو دونوں ہاتھوں اسکے ترمو گئے پھر اسٹے باقی اعضاء وضو کو پورا کیا پھر
وضو ٹوٹا تو اسکو مسح کرنا جائز ہے لیجئے اسواسطہ کہ حدیث کے وقت طہارت شرط ہے اگرچہ موزہ پہننے کے وقت نہ وہی طہر اسی طرح اگر اسٹے دونوں ہاتھوں کو دھویا
پھر موزوں کو پہنا پھر وضو کو پورا کیا یا کہ وضو کیا اور ہاتھوں نہ دھوئے پھر ایک ہاتھوں دھویا اور موزہ پہنا پھر دوسرا ہاتھوں دھویا اور دوسرا موزہ
پہنا ان صورتوں میں بھی مسح جائز ہے بدلیل مذکور یومنا و لیلة المقیم و ثلثة ایام و لیلا لیسوا فی مسح کرنا جائز ہے مقیم کو ایک رات دن اور ساغر کو
تین رات دن و ابتداء الملاقاة فی وقت الحدیث اور اس مدت کی ابتدا وضو کے ٹوٹنے سے ہے لیجئے ایک رات دن یا تین رات دن کا شروع و نہی
ٹوٹنے سے ہے نہ موزے کے پہننے سے اور نہ وضو کرنے سے فحدیم المقیم یستأجب یہ معلوم ہوا تو مقیم گاہے مسح کرتا ہے چھ نماز میں ہم صورت اسکی
یہ کہ مثلاً ظہر کی تاخیر کی آخر وقت تک یا وضو موزہ پہنے ہوئے پھر وضو ٹوٹا اور مسح کر کے آخر وقت میں نماز ظہر کی پڑھی پھر ظہر کی نماز دوسرے دن

طہر
پہننے والا

پہلی اول وقت میں کذا فی القستانی وقد لا یتمم مسح اربع اور کبھی آٹھ قادر نہیں ہوتا مگر چار سے کم تو حنا و تخفیف قبل الفجر قلنا طلم صلا قلنا تشقذ احدث چنانچہ ایک شخص نے وضو کیا اور موزہ پہنا صبح ہونے سے پہلے پھر لوہے کے طلوع فجر کے نماز پڑھی پھر جب التیمات پڑھ چکا و وضو لٹ گیا ہم اس شخص کو انکی خبر کی نماز پڑھنا مسح کے ساتھ ممکن نہیں اس واسطے کہ حدیث واقع ہوا اسکے آخر نماز میں کذا فی القستانی یعنی طہر عصر مغرب عشا جا نماز کے واسطے یہ شخص مسح کر لیا اور دوسرے دن کی فجر کے واسطے اگر مسح کرے تو نماز سے خارج ہوگا نہ گذرنے کے ساتھ اور یہ مقصد نماز پڑھنا بھی غسل عینا ملة و قلنسوة و برقع و قفاز یکے بعد اہم الحج جائز نہیں مسح کرنا بکڑی اور ٹوپی اور بیقع اور دستانوں پر سبب نمونے مشقت اور تکلیف کے ہم اور دوسری وجہ عدم جواز کی یہ کہ مسح موزے کا ثابت ہوا حدیث سے برخلاف قیاس تو اوپر چہرہ کا قیاس موزے پر نہیں ہو سکتا و فرض نہ حمل قدر ثلث اصابع الید اصغرھا طولا و عرضھا من کل یحکم من الخف اور مسح کا فرض عملی ہاتھ کی تین چوٹی انگلیوں کے برابر ہی طول و عرض میں ہر پانچوں سے نہ ہر موزے سے ہم یعنی فرض مسح اسی قدر ہو خواہ ابتدا مسح کی پانچوں کی انگلیوں سے ہو خواہ پینڈی سے خواہ دہنے بائیں سے اور مستقیم ہم پہلے مذکور ہو چکا کہ انگلیوں سے ہر پینڈی تک ہر پانچوں کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر ایک پانچوں پر بقدر چار انگلی کے مسح کیا اور دوسری پر بقدر دو انگلی کے تو فرض ادا نہ ہوگا اور اسی طرح اگر موزہ زیادہ ہو پانچوں سے اور اس پر وہاں مسح کیا جو پانچوں کے محاذی نہیں تو بھی فرض ادا نہ ہوگا مثلاً فیہم علیک صدم جب فرض بقدر تین انگلی کے مسح ہوا تو فقیہوں نے مسح میں ایک انگلی کا کھینچنا منع کیا ہے لہذا اگر ایک انگلی کو ایک بار تر کر کے بقدر تین انگلی کے مسح کیا تو جائز نہیں اور اگر ایک انگلی سے تین بار مسح کیا اور ہر بار نیل پانی لیا اور چوبیس مرتبہ مسح کیا تو جائز ہے کذا فی البحر فلو مسح برؤسا جابجا و جافا صولیا لم یجز سو اگر انگلیوں کے سروں پر مسح کیا اور انگلیوں کی ٹروں کو موزے سے جدا رکھا تو مسح جائز نہو لہذا اس واسطے کہ مستعمل پانی سے مسح ہوا اگر ان یبتل من الخف عند الوضع قد اختلفوا فی المصنف مگر یہ کہ انگلیوں کے رکھنے کے وقت بقدر فرض کے موزہ تر ہو گیا تو مسح جائز ہے ایسا کہ ہر مصنف نے اپنی شرح میں ہم اس واسطے کہ فرض حاصل ہو گیا بدو مستعمل پانی کے کذا فی الخطاوی شم قال فی الذخیرۃ ان الماء متطافرا جانا واکلا سمحہ مصنف نے شرح میں کہا اور ذخیرہ میں ہے کہ اگر انگلیوں کے سروں سے پانی نہ لگتا ہو تو مسح جائز ہے لہذا اس واسطے کہ فرض حاصل ہو اور غیر مستعمل پانی سے اور اگر لگتا نہیں ہو تو مسح جائز نہیں ولو قطع قد مر ان یقرب من الخف قد اختلفوا فی المصنف واکلا خصل کس قطع کہیں اور اگر ایک آدمی کا بائوں کاٹ گیا تو اگر نسبت قدم بقدر فرض کے یعنی بقدر تین انگلیوں کے باقی ہو تو موزوں پر مسح کرے اور اگر بقدر فرض باقی نہیں تو دونوں پانچوں کو دھو دے مانند اس شخص کے جس کا بائوں ٹخنوں سے کاٹ گیا یعنی ٹخنوں کے نیچے سے سو اسکو بھی مسح کرنا جائز نہیں کیونکہ مسح کا محل باقی نہیں رہا مگر غسل کا محل باقی ہے ولو کہ رجل واحد مسح اور اگر ایک آدمی کے ایک ہی پانچوں پر پیدائشی یا ایک پانچوں ٹخنے سے اوپر کاٹ گیا تو اسی ایک پانچوں کو لینے اسکے موزے کو مسح کر و جائز نہیں خف مضروب خلا فالحنابلہ اور جائز ہے مسح کرنا چھینے موزے پر برخلاف حنبلی نہیں کیونکہ ہم ہر چند غضب کرنا گناہ کبیرہ ہے لیکن مسح کی نماز ادا ہوگی کما جاز غسل رجل مخصوبہ اجماعا جس طرح جائز ہے دھونا مضروب پانچوں کا بالاتفاق ہم اطلاق غضب کا سبب ہر اور اسکی صورت یہ ہے کہ کسی شخص کا پانچوں سبب ہر قریبا قصاص کے مستحق قطع ہوا سمجھو وہ بھاگ گیا اور وضو کر کے اسٹے پانچوں دھوا کذا فی الخطاوی و الخرف الکبیر یوحی حدیث او مثلاً وہ قد ثلث اصابع القدم الا صاغر بکمال لہذا مطلقاً باعتبار یا صاحب مماثلہ بمنہم اور موزے کا پڑا یا بہت سوراخ لینے قدم کی چوٹی پانچوں تین انگلیوں کی سہا ہر بالغ ہر مسح کر لیا اور جس شخص کی سب انگلیاں کٹی ہیں تو اسکے مائل دوسرے شخص کی انگلیوں کا اعتبار کیا جاوے گا جیلجیل سے لے لہذا لفظ کبیر کا بار موصدہ یا ثلثہ دونوں سے ہو سکتا ہے خطاوی نے شرح منیہ المصلی سے نقل کیا کہ بار موصدہ کی روایت صحیح ہے اگرچہ ثلثہ بھی بتاویل مقصود ہے اگر ان یکون فوقہ خفا اخر اخرجہ عن فیہم علیہم مگر یہ کہ بچے موزے پر دوسرا درست موزہ یا جرموق تو اس پر مسح کر

دولون کا لون کے سوراخوں کے جمع کرنے میں اختلاف واقع ہو لینے ایک قول یہ کہ جمع کرنے سے سو اگر ایک کان کی تسائی سے زیادہ ہونے کو قربانی جائز نہیں اور سدا
قول یہ کہ جمع کرنے سے سو اگر ایک کان کے سوراخوں میں موزے کے مانند اور جمع کرنے کو ترجیح دینا لائق ہو احتیاط کی راہ سے یا بعبادت میں کذا فی المعنی وکذا فی
ناخذ من صلوٰۃ کذا بعضہا و مسح کالوڑنے والا وہ ہر جو وضو کا لوڑنے والا ہر اس واسطے کہ مسح لیکن ہر وضو کا لینے جو کامل کا ناقص ہو وہ لیکن کچھ ناقص
ہوگا و نیز خفّ ذل و احلا اور مسح کا ناقص ہر موزہ اُتارنا اگرچہ ایک ہی موزہ اُتارنا ہو و مضمی اللہ وان لم یستسہم اور مدت کا گزر جانا کچھ
ناقص ہو اگرچہ اچھے مدت میں مسح کیا ہو ان لم یستسہم بخلیۃ الخلق ذکاب رجلہ من یزید یستسہم گزرت نادت کا ناقص ہو بشرطیکہ اسکو لیکن غالب
خوف نہوانے پاؤں کے جانے رہنے کا سردی سے یہ شرط ہوئی ضرورت کے سبب ہم ظاہر اس کلام کا اس پر دلالت کرتا ہے کہ مسح نہیں ٹوٹتا ہر مدت کے گزرنے
خوف نہ کور کے وقت پر اس میں خلل یہ ہر کہ سردی کے خوف کو سرایتِ حدیث کے منع میں کچھ اثر نہیں غایتہ الامر یہ ہر کہ موزہ نہ اُتارے لیکن مسح کرے بلکہ تمیم
کرے کذا فی ابی السعد مگر اس میں یہ خلل ہر کہ فضائے وضو کا تمیم منع کیا ہر سردی کے خوف میں کذا فی القدر میں ہر کہ لائق یہ ہر کہ فتوے دیا جائے مسح کے
ٹوٹنے کا مدت گزرنے سے اور دوسرے مسح کے استیناف کا چٹی کا مانند تبلیح نے اس کی طرف اشارہ کیا ہر اور یہی قول اجماع کے لائق ہر کذا فی الطحاوی فی صیو
کالجیر فیستسہم عیدہ بالکعبۃ کالیتق قف تو خوف مذکور میں موزہ ہو جائیگا چٹی کے مانند تو سارے موزے کو پورا مسح کرے اور اس مسح کی مدت نہیں
ہٹی کے مسح کی مدت نہیں لینے جتنک خوف باقی ہر مسح کرنا ہے ہم پورا مسح کرنا افضل ہو اور اگر اکثر موزے کا مسح کر لیا تو صحیح ہو اور یہ جو صاحب نہرتے مزاج
و جوب استیجاب کا بیان کیا ہر ابو سعید نے اسکو رد کیا ہر اس طرح کہ عبارت مزاج کی افضلیت کا احتمال رکھتی ہر کذا فی الطحاوی و لیلۃ قالوا لومتت
الحدۃ دھو فی فصلک و کلامہ مضمون کا چھ اور اسی واسطے لینے ضرورت میں مدت کے گزر جانے سے مسح نہیں ٹوٹتا فقہانے کہا ہر کہ اگر مسح
کی مدت تمام ہو گئی اور مسح کرنے والا نماز میں ہر اور پانی موجود نہیں تو نماز پڑھتا رہے صحیح تر قول میں اس واسطے کہ موزہ اُتارنے میں کچھ فائدہ
نہیں کیونکہ پانی نہیں جو پاؤں کو دھوے و قیل نفسہ دیتھم وھو کاشبکہ لوی جنھون نے کہا کہ شخص مذکور کی نماز فاسد ہو جاتی ہو اور
وہ تمیم کرے اور یہی قول مناسب تر ہر روایت کی راہ سے اور راجح تر ہر فہم کی راہ سے ہم وجہ اس کی یہ ہر کہ مدت کے گزر جانے سے حدیث نے پاؤں میں
سرایت کی اس واسطے کہ پانی کا نہونا مانع سرایت کا نہیں تو تمیم کرے اور نماز پڑھے جس طرح ہر شخص کہ اس کے اعضاء وضو میں کچھ شک باقی رہا اور
پانی نہیں ہو جو اسکو دھوے تو اسکو تمیم کرنا چاہیے کذا فی الطحاوی و بعدھا اھا المنزع و للیضۃ غسل المصوح فی جلیہ کاعید لحوال الحد
المسابق قد میکہ اور موزہ اُتارنے اور مدت کے گزر جانے کے بعد با وضو شخص دھوے اپنے دولون پاؤں کو نہا اور اعضاء وضو کو بسبب
سرایت کرنے اگلے حدیث کے اس کے دولون پاؤں کو لینے حدیث سابق کے بعد باقی اعضاء دھو لے گئے فقط قدم باقی رہے تو اس پر کچھ واجب نہیں قدم دھونے
کے سوا کذا فی الجرح الا مانع کیکرہ فیتمیم جینٹل مگر کسی مانع کے ہونے سے قدموں کو نہ دھو و چنانچہ نہایت سردی سے تو اب تمیم کرنے میں حلیٰ محشی نے کہا کہ
اس وقت میں تمیم صحیح نہیں اس واسطے کہ مفر کے خوف سے مسح کرنا چاہیے مگر پڑی کی مانند اور تمیم تو اس وقت ہر جبکہ مفر کا خوف ہو اور پانی نہ ہو کذا فی الطحاوی
وخر وجہ اکثر قدم صحت الخف الشیخی وکذا الخراج نسخ فی کلامہم اعتبارا لکثر اور کثنا اور کثنا اؤس قدم سے زیادہ شرعی طور سے کثا لثنا ہر
موزے کا صحیح تر قول میں اکثر کے اعتبار کرنے سے لینے اس واسطے کہ لاکثر حکم اکل ہم قدم عبارت ہر سفین سے تاسر اصالیح اور شرعی موزہ ہوتا ہو گئے سے سر
اصالیح تک کا جبکہ بخیر عقیقہ و دخولہ اور کچھ اعتبار نہیں ایڑی کے خروج اور دخول کا لینے اگر بلا قصد موزے کی کشادگی سے خروج اور
دخول عقب کا مقبر نہیں و ما زاد من النقص لندوال عقبہ فمقتلہما اذا کان بنیۃ نزہ الخف اور یہ جو فقہ میں ایڑی کے ٹل جانے
سے مسح کا ٹوٹ جانا مردی ہر سو مقید اس صورت کے ساتھ جبکہ اسکا ٹلنا ہو موزہ اُتارنے کی نیت سے اما اذا لم یکن ای دخول عقب بنیۃ

کتابخانه عمومی
مکتبہ اسلامیہ
لاہور

بل سعة او غيرها فلا ينقض بأكمله كما يعلم من البرجندی صخریہ کلمنا یتر وکذا الفقه مستان لکت یا خصا رحی فیهم بعضهم
 انه خرف الا جماع فنیس لیکن جبکہ ایڑی کا لمبا نا اپنے محل سے قصہ سے نہو بلکہ موزے کی کشادگی یا اس کے سوا اور وجہ سے ہو تو مسح نہیں ہوگا
 باتفاق روایات چنانچہ برجندی سے معلوم ہوتا ہے یہ قول نہایت کی طرف منسوب ہوتا اور اسی طرح متسانی شائع نقایہ نے بیان کیا مگر اختصار عبارت کے
 ساتھ بیان تک کہ بعض لوگوں نے گمان کیا کہ متسانی نے اجماع کو بھڑا لیا یعنی مخالف اجماع کے بیان کیا سو خبر دار ہو کہ اس کا قول جماع کے مخالف نہیں ہے
 ویستقتضی فیہ لکث الرجل فیہ لوادخل الماء خفیہ غیر واحد اور موزے میں اکثر پائون کے دھو جانے سے بھی مسح ٹوٹتا ہے اگر اس نے اپنے
 موزوں میں پانی کو داخل کیا اور اس قول کو بہت فقیہوں نے صحیح کیا ہے مگر علم نے کہا اور اسی طرح کا حکم ہے اگر پانی خود موزوں میں داخل ہو گیا و حیل
 لا ینتقض وان بلغ الماء الركبة فهو لا یطهر كما فی البحرین المسالیم لان استتاد القدر بالحق فینهم سرایة الحدیث الی الرجل فلا یقیم
 غسله معتبرا فلا یوجب بطلان المسح فی غیره فانما بعد الوضوء والزعیم من اور بعضوں نے کہا کہ موزے میں پانی کے داخل ہونے سے مسح نہیں ٹوٹتا ہے
 اگرچہ پانی زانو تک پہنچا ہوا ہو یہی قول ظاہر تر ہے چنانچہ بحر الرائق میں ہے سے منقول ہے اس واسطے کہ چھینا قدم کا موزے سے منع کرتا ہے حدیث کے پہونچنے کو پاؤں
 تک تو اس طرح کا دھو جانا مقید و مہونا نہ ٹھہرے گا تو بطلان مسح کا موجب نہو گا چنانچہ نہر الفائق میں ہے تو دونوں قدموں کو مدت اور اتارنے کے بعد دوسری بار
 دھو لگا چنانچہ مذکور ہو چکا و بقی من لواقض الخف وخرج الوضوء لئلا یورسح کے لواقض میں سے باقی رہا موزے کا پھٹنا اور مہذو کے حق میں
 نماز کے وقت کا ٹکڑا مسح مقیم بعد حدث المسافر قبل تمام یوم ولیدہ خلو بعد کسب مسح مقیم لیس مسح کیا وضو ٹوٹنے کے بعد پھر اس نے سفر کیا
 ایک رات اور دن کے تمام ہو جانے سے پہلے تو دین رات اور دن مسح کرے تو اگر مدت کے تمام ہو جانے کے بعد سفر کرے تو موزہ اتارے ہم تین دن مسح
 کرے یعنی مسح کی مدت کو پورا کرے اس طرح ہر یکہ مجموع تین دن ہو جاوین اور یہ راویین کہ سروسے تین دن تک مسح کرتا رہے کذا فی الطحاوی لوقام مسافر
 بعد منة مقیم تنزع وکذا اعتقادہ صلا مقیم اور اگر مسافر مقیم ہو گیا مدت مقیم یعنی ایک رات دن کے بعد تو موزہ اتارے اور پاؤں دھوے اور
 اگر ایک رات دن میں گزرا تو مقیم کی مدت کو پورا کرے اس واسطے کہ مسافر مقیم ہو گیا و حکم مسح جبکہ اھی عیادت یحیر فیکس و خفہ فتر حقه فم
 قصد وکی وحق ذلک لقصایہ مبراحة ولو برأ وکس لما تقطعا ووسج جبکہ کا حکم اور زخم کے پھانے کا حکم نہو اور ذلک کے مکان کا اور مانند اسکے چنانچہ زخم کی
 ہٹی کا اگرچہ زخم سر میں ہو اسکے ماتحت کے دھونے کے مانند ہے یعنی بل نہیں ہیں شائع نے کہا جیرہ وہ لکریان میں جسے ٹوٹی ہڈی باندھی جاتی ہے ہو سکتا
 یعنی عملیاً لیسو نظی هذا قولنا و الی جمع الامام و خلاصة وعلی الفتوی شام لجم جبکہ مسح جبکہ وغیرہ کا ماتحت کے دھونے کے مانند ہو تو مسح کرنا
 فرض ہوگا یعنی فرض علی نہ فرض اعتقادی بسبب ثابت ہونے مسح کے دلیل ظنی سے اور یہ یعنی مسح مذکور کو فرض کہنا صاحبین کا قول ہے اور اس کی طرف امام نے
 آخر کو رجوع کیا چنانچہ خلاصہ میں ہے اور اسی فرض پر فتوے ہے چنانچہ مجمع کی فتح میں ہے ہم جو از مسح جبکہ کی دلیل یہ ہے کہ علی مرتضیٰ کے ہاتھ کی ہڈی
 جنگ احد یا جبکہ میں ٹوٹ گئی تھی سو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اکبر مسح علی الجبہ لکرا و فرمایا اگرچہ یہ حدیث ضعیف ہے لیکن متعدد طرق سے
 قوی ہو گئی ہے امام اول مسح جبکہ کو واجب کہتے تھے پھر فرض ہونے کے قائل ہوئے قلنا ان لفظ الفتوی کذا فی الصحیح من الخلاف والاحکم
 و الصحیح اور ہم نے دیباچہ کتاب میں پہلے فکر کر دیا ہے کہ فتوے کا لفظ تصحیح میں موکہ تر ہے مختار اوصاف اور صحیح کے الفاظ سے ہم یعنی برجندی بعضوں نے
 وجوب مسح کی تصحیح کی ہے لیکن فرضیت میں فتوے کا لفظ واقع ہوا ہے تو فرضیت موکہ تر ہے مگر ہم نے انہ مخالف مسح الخف من وجوب خفیہ
 ششہ ششہ پھر معلوم کرنا چاہیے کہ مسح جبکہ کا مخالف ہے مسح موزے کی کئی وجہوں سے انہیں سے مصنف نے تیرہ وجہوں کو بیان فکر
 کیا ہے فقال فلا یتوعد لانه کالغسل حتی یوم الا صحیحہ سو مصنف نے کہنا تو مسح کا وقت یعنی مدت معین نہیں اس واسطے کہ وہ

یعنی اقل مدت طہر کا کہ پندرہ دن میں اگرچہ طہر حکمی ہو مگر طہر حکمی کی دو صورتیں ہیں ایک تو عورت مستحاضہ کہ بعد ایام حیض کے وہ طہر ہو حکماً اگرچہ خون بہا کرے
 دوسری وہ عورت جسکو اول بار حیض نمود ہوا تو یہ بیان بھی لکھا ہے طہر کا مقدم ہونا حکماً ہو و عدم نقصان عن اقلہ اور شرط حیض کی کم ہونا ہو کثرت حیض
 یعنی تین دن سے وادوم بعد المسح اور حیض کا زمانہ نو برس کے بعد ہر وقت بیوقوفہ بالیہ و ذیہ تکرار الصلوٰۃ و الوضوء و لو مبتلا فی کاحیض ہاں اصل
 الصلوٰۃ و الوضوء صحیح متفق اور حیض کے ثابت ہونیکا وقت اس کے خارج ہونے سے ہر اس وقت میں عورت نماز کو چھوڑ دے اگرچہ اسکو پہلے پہل حیض آیا ہو
 صحیح تر قول میں اس واسطے کہ صحیح سالم ہونا اصل ہر اور حیض صحت کا خون ہر کذا فی الشمنی ہم غیر اصح یہ قول ہے کہ جسے اول بار خون دیکھا وہ تین دن کے
 بعد نماز چھوڑ دے کہ شاید وہ خون استحاضہ کا ہو نہ حیض و اصح قول اکثر مشائخ بحکمہ کہ حیض سنے حالت بلوغ میں خون دیکھا تو بجز و دیکھنے کے
 نماز ترک کرے اس واسطے کہ صحت اجسام اصلی ہر اور مرض متفق استحاضہ عارض ہو تو بقصد اصالت اس خون کو حیض قرار دینا چاہیے نہ استحاضہ و اقلہ ثلثہ
 ایام کم یلیکاً الثلث اور کثرت حیض کی تین دن میں تین راتوں کے ساتھ خواہ انھیں دنوں کی راتیں ہوں یا دنوں فاکہ صاف تکیا
 لعدد المفترد بالثلاث الفلکیکہ کلاختصاصی تو اضافت اور نسبت لیا لی کی ایام ضمیر کی طرف اس زمانہ کے شمار کے واسطے ہر جگہ اندازہ ساعات فلکیہ یعنی
 نجومی گھڑیوں سے کیا گیا ہے نہ خصوصیت کے بیان کے واسطے یعنی ہر اور نہیں کہ انھیں ایام مخصوصہ کی تین راتیں ہوں ہم ساعت دو قسم ہر ساعت فلکی اور
 ساعت زمانی ساعت فلکی پندرہ درجہ کی ہوتی ہر اسکو ساعت معتدہ بھی کہتے ہیں ایک رات اور دن کی ہم گھڑیاں ہوتی ہیں تو اقل مدت حیض کی تہ گھڑیاں
 ہوئیں اور ساعت زمانی رات یا دن کے بارہویں حصے کا نام ہر اسکو ساعت متوجہ بھی کہتے ہیں تو ساعت فلکی کی قید سے ساعت زمانی سے احتراز ہوا اور طہر
 ساعت لغوی اور ساعت شرعی سے کہ عبارت ہر زمانہ کے ہر ایک خیر سے اگرچہ وہ قلیل ہو تو اگر عورت کو اول بار خون آیا جبکہ نصف قرص آفتاب کا طالع تھا اور جو
 دن منقطع ہوا جبکہ چہارم قرص طالع تھا تو وہ استحاضہ ہے حیض نہیں کیونکہ اقل مدت اسکی پانچ نہیں گئی اور اگر نصف قرص کے طلوع ہونیکے بعد خون منقطع ہوا تو
 البتہ حیض ثابت ہوگا کذا فی الطحاوی عن القسستانی ترمذی فلا یلزم کونیہا لیا لی ثلاث کا یا جبکہ اضافت مذکورہ بیان عدد کے واسطے ٹھہری اختصاص کے
 واسطے تو راتوں کو انھیں دنوں کی راتیں ہونا لازم نہیں ہم رات مقدم ہوتی ہر دن پر تو اگر مجموعہ دن سے حیض شروع ہوا تو یہ لازم نہیں کہ جو دن کی رات میں
 بھی ہو بلکہ مطلقاً تین راتیں لازم ہیں جیسے یہ لازم نہیں کہ تین دن پورے ہوں آفتاب کے طلوع سے بلکہ مقدار تین دن کے زمانہ گزرنا چاہیے و کذا اقلہ و اکثرہ
 حشرہ بعشر لیا لی کلا سہ الذار قطعی غیہ اور اسی طرح نصف کا یہ قول ہے کہ کثرت حیض کی دس دن میں دس راتوں کے ساتھ مطلقاً خواہ انھیں
 دنوں کی راتیں ہوں یا دنوں الیسا روایت کیا ہے اقل اور کثرت کو دارقطنی وغیرہ نے یہ حدیث طرق متعددہ سے مروی ہے تو مرتبہ حسن کو ہر پنج لائق احتجاج
 کے ہو گئی کذا فی النہر و المناقص عن اقلہ و الزائد علی اکثرہ و اکثر النفاست علی الحاجة و جاوز اکثرہا و ما تراء صغیر دون تسع علی التغل
 و ایست علی ظاہر للذہب حامل و لو قبل خیرہ اکثرہا استحضار اور جو خون کے حیض کی اقل مدت یعنی تین رات و تین دن سے کم ہوا اور جو کثرت حیض
 سے یا کثرت نفاس سے زائد ہو یا زائد ہر حیض اور نفاس کی عادت سے جو مقرر تھی اور بڑھ گیا کثرت حیض اور نفاس سے اور جو خون کے تو برست کم عمر کی لڑکی
 دیکھی بنا یہ قول مقدم کے اور جو خون کے وہ بدمعہ عورت دیکھے جسکو حیض نہامیدی ہو گئی بنا یہ ظاہر نہ ہو کہ اور جو خون کے حاملہ عورت دیکھے اگرچہ وہ اکثر و کم دیکھے
 پہلے ہو یہ سب استحاضہ ہے مگر اقل اور کثرت سے ناقص زمانہ ہونا استحاضہ ہے اگرچہ کئی روز یا دو تین یا تین دن سے کم ہو تو اگر عورت کو پانچ دن کی مثلاً عادت ہو
 اور اسکا خون جاری ہوا پہلی تاریخ جبکہ نصف قرص آفتاب کا طالع ہوا اور گیارہویں تاریخ منقطع ہوا جبکہ دو ثلث قرص طالع ہوا تھا تو جو پانچ دن سے
 زیادہ ہو وہ استحاضہ ہے اس واسطے کہ دس دن سے بعد سندس کے زائد ہو گیا کذا فی الطحاوی عن القسستانی و اقل الطہر یکن للحيضین و النفاستین
 و الحيض خمسہ عشرین ما دلایا لخصائص اور کثرت طہر کی یعنی پاک رہنے کی دو حیض کے درمیان یا نفاس و حیض کے درمیان پندرہ

ترجمہ اردو در مختار جلد اول
 کتاب الطہارۃ باب الحيض
 حیض و نفاس کی حد
 حیض تین دن یا تین راتوں کے ساتھ
 نفاس دس دن یا دس راتوں کے ساتھ
 اگرچہ طہر حکمی ہو مگر طہر حکمی کی دو صورتیں ہیں
 ایک تو عورت مستحاضہ کہ بعد ایام حیض کے وہ طہر ہو حکماً اگرچہ خون بہا کرے
 دوسری وہ عورت جسکو اول بار حیض نمود ہوا تو یہ بیان بھی لکھا ہے طہر کا مقدم ہونا حکماً ہو و عدم نقصان عن اقلہ اور شرط حیض کی کم ہونا ہو کثرت حیض
 یعنی تین دن سے وادوم بعد المسح اور حیض کا زمانہ نو برس کے بعد ہر وقت بیوقوفہ بالیہ و ذیہ تکرار الصلوٰۃ و الوضوء و لو مبتلا فی کاحیض ہاں اصل
 الصلوٰۃ و الوضوء صحیح متفق اور حیض کے ثابت ہونیکا وقت اس کے خارج ہونے سے ہر اس وقت میں عورت نماز کو چھوڑ دے اگرچہ اسکو پہلے پہل حیض آیا ہو
 صحیح تر قول میں اس واسطے کہ صحیح سالم ہونا اصل ہر اور حیض صحت کا خون ہر کذا فی الشمنی ہم غیر اصح یہ قول ہے کہ جسے اول بار خون دیکھا وہ تین دن کے
 بعد نماز چھوڑ دے کہ شاید وہ خون استحاضہ کا ہو نہ حیض و اصح قول اکثر مشائخ بحکمہ کہ حیض سنے حالت بلوغ میں خون دیکھا تو بجز و دیکھنے کے
 نماز ترک کرے اس واسطے کہ صحت اجسام اصلی ہر اور مرض متفق استحاضہ عارض ہو تو بقصد اصالت اس خون کو حیض قرار دینا چاہیے نہ استحاضہ و اقلہ ثلثہ
 ایام کم یلیکاً الثلث اور کثرت حیض کی تین دن میں تین راتوں کے ساتھ خواہ انھیں دنوں کی راتیں ہوں یا دنوں فاکہ صاف تکیا
 لعدد المفترد بالثلاث الفلکیکہ کلاختصاصی تو اضافت اور نسبت لیا لی کی ایام ضمیر کی طرف اس زمانہ کے شمار کے واسطے ہر جگہ اندازہ ساعات فلکیہ یعنی
 نجومی گھڑیوں سے کیا گیا ہے نہ خصوصیت کے بیان کے واسطے یعنی ہر اور نہیں کہ انھیں ایام مخصوصہ کی تین راتیں ہوں ہم ساعت دو قسم ہر ساعت فلکی اور
 ساعت زمانی ساعت فلکی پندرہ درجہ کی ہوتی ہر اسکو ساعت معتدہ بھی کہتے ہیں ایک رات اور دن کی ہم گھڑیاں ہوتی ہیں تو اقل مدت حیض کی تہ گھڑیاں
 ہوئیں اور ساعت زمانی رات یا دن کے بارہویں حصے کا نام ہر اسکو ساعت متوجہ بھی کہتے ہیں تو ساعت فلکی کی قید سے ساعت زمانی سے احتراز ہوا اور طہر
 ساعت لغوی اور ساعت شرعی سے کہ عبارت ہر زمانہ کے ہر ایک خیر سے اگرچہ وہ قلیل ہو تو اگر عورت کو اول بار خون آیا جبکہ نصف قرص آفتاب کا طالع تھا اور جو
 دن منقطع ہوا جبکہ چہارم قرص طالع تھا تو وہ استحاضہ ہے حیض نہیں کیونکہ اقل مدت اسکی پانچ نہیں گئی اور اگر نصف قرص کے طلوع ہونیکے بعد خون منقطع ہوا تو
 البتہ حیض ثابت ہوگا کذا فی الطحاوی عن القسستانی ترمذی فلا یلزم کونیہا لیا لی ثلاث کا یا جبکہ اضافت مذکورہ بیان عدد کے واسطے ٹھہری اختصاص کے
 واسطے تو راتوں کو انھیں دنوں کی راتیں ہونا لازم نہیں ہم رات مقدم ہوتی ہر دن پر تو اگر مجموعہ دن سے حیض شروع ہوا تو یہ لازم نہیں کہ جو دن کی رات میں
 بھی ہو بلکہ مطلقاً تین راتیں لازم ہیں جیسے یہ لازم نہیں کہ تین دن پورے ہوں آفتاب کے طلوع سے بلکہ مقدار تین دن کے زمانہ گزرنا چاہیے و کذا اقلہ و اکثرہ
 حشرہ بعشر لیا لی کلا سہ الذار قطعی غیہ اور اسی طرح نصف کا یہ قول ہے کہ کثرت حیض کی دس دن میں دس راتوں کے ساتھ مطلقاً خواہ انھیں
 دنوں کی راتیں ہوں یا دنوں الیسا روایت کیا ہے اقل اور کثرت کو دارقطنی وغیرہ نے یہ حدیث طرق متعددہ سے مروی ہے تو مرتبہ حسن کو ہر پنج لائق احتجاج
 کے ہو گئی کذا فی النہر و المناقص عن اقلہ و الزائد علی اکثرہ و اکثر النفاست علی الحاجة و جاوز اکثرہا و ما تراء صغیر دون تسع علی التغل
 و ایست علی ظاہر للذہب حامل و لو قبل خیرہ اکثرہا استحضار اور جو خون کے حیض کی اقل مدت یعنی تین رات و تین دن سے کم ہوا اور جو کثرت حیض
 سے یا کثرت نفاس سے زائد ہو یا زائد ہر حیض اور نفاس کی عادت سے جو مقرر تھی اور بڑھ گیا کثرت حیض اور نفاس سے اور جو خون کے تو برست کم عمر کی لڑکی
 دیکھی بنا یہ قول مقدم کے اور جو خون کے وہ بدمعہ عورت دیکھے جسکو حیض نہامیدی ہو گئی بنا یہ ظاہر نہ ہو کہ اور جو خون کے حاملہ عورت دیکھے اگرچہ وہ اکثر و کم دیکھے
 پہلے ہو یہ سب استحاضہ ہے مگر اقل اور کثرت سے ناقص زمانہ ہونا استحاضہ ہے اگرچہ کئی روز یا دو تین یا تین دن سے کم ہو تو اگر عورت کو پانچ دن کی مثلاً عادت ہو
 اور اسکا خون جاری ہوا پہلی تاریخ جبکہ نصف قرص آفتاب کا طالع ہوا اور گیارہویں تاریخ منقطع ہوا جبکہ دو ثلث قرص طالع ہوا تھا تو جو پانچ دن سے
 زیادہ ہو وہ استحاضہ ہے اس واسطے کہ دس دن سے بعد سندس کے زائد ہو گیا کذا فی الطحاوی عن القسستانی و اقل الطہر یکن للحيضین و النفاستین
 و الحيض خمسہ عشرین ما دلایا لخصائص اور کثرت طہر کی یعنی پاک رہنے کی دو حیض کے درمیان یا نفاس و حیض کے درمیان پندرہ

ان الفاظ کی تفسیر

五

اور اگر تردد ہو حیض اور طہرین اور طہر کے داخل ہونے یعنی حیض سے خارج ہونے میں تو ہر نماز کے واسطے غسل کرے اس واسطے کہ شاید حیض سے خارج ہوئی اور طہر میں داخل ہوئی یا بیک وقت ہو سکے اور مسجد آجائے اور چھوٹے نماز غیر مکہ کو اور مسجد کے جانے کو اور جماع کو لینے زوج کو اپنے اوپر قادر نہ ہونے دے کہ شاید حیض میں جماع واقع ہو مگر طہر میں حیض نہ لے کہ اگر یہ دوسری صورت سے متعلق ہو تو حیض میں رمضان کے تقصیر عیسیٰ ثم رمضان ثم تقصیر عیسیٰ یوماً کان علیک بدایتہم لیکرہ اور سارے رمضان میں روزہ رکھے کچھ روزہ دن قضا کرے اگر جانتی ہو شروع ہونا حیض کا اس بیماری سے پہلی رات کو ہم اس واسطے کہ اگر حیض رات سے شروع ہوا تو رات پر ختم ہوگا تو اگر روزہ رمضان میں سوار دس دن کے فاسد ہوا اور دس دن قضا کے فاسد ہوئے کذا فی الحالی قضا کے دن فاسد ہوئے حیض کے احتمال سے تو یہ دن کے قضا کرنے میں دس روزہ یا یقین طہر میں واقع ہونے والا خاندان و عشرین ورنہ بائیس دن قضا کرے یعنی اگر ابتدا حیض دن سے جانتی ہو تو ۲۲ دن قضا کرے اس واسطے کہ اگر حیض دن سے شروع ہوا تو دن میں ختم ہوگا کیا رموزین دن تو گیارہ روزہ اسکے فاسد ہو گئے اور اسی قدر قضا میں کذا فی الحالی تو ۲۲ دن کی قضا میں گیارہ روزہ یا یقین طہر میں واقع ہونے و تحلف لو کن شہید بعد حشرۃ اور طواف کرے فرض ہو طواف الزیادہ کتنے میں پھر اسکا اعادہ کرے دس دن کے بعد یعنی اس واسطے کہ طواف الزیادہ میں طہارت واجب ہو اور شاید کہ وہ طواف حیض میں واقع ہو یا ہو و بعد سے دلائل بعد اور طواف الصدر کرے یعنی کہ یہ رخصت ہو نیک طواف اور اسکو اعادہ کرے اس واسطے کہ حالف پر طواف الصدر ساقط ہو و تعد بطلاق یسبغہ اشہر علی المفقۃ اور عدت کرے طلاق کی وجہ سے سات مہینے مفتی یہ قول پر لینے مفضلہ اور اسی طرح معتادہ مستمرۃ الذی بقول حاکم شہید سات مہینے کی عدت کرے کذا فی الحالی اسلیے کہ تین حیض کے تین دن اور چھ مہینے کے تین طہر چنانچہ سابق میں گذرنا کہ اکثر طہر اسکا دو مہینے کا ہو و ما تزل من لو ن ککثرۃ و تریب فی حدیثہ المتشددۃ اور حیض کی مدت معتادہ میں جو رنگ کہ دیکھے چنانچہ تیرگی اور خاکستری و حیض ہو مگر جبکہ تیرا اور خاکستری خون حیض ٹھہرا تو سرخ اور سیاہ اور زرد اور سرخ لہریق اول حیض ہوگا سو ہیبا حق خالص قبل حدیثی یسبغہ خطا کہ حیض سفیدی خالص کے سوا کہ وہ حیض نیست ہر بعضوں نے کہا کہ یہ خالص ایک چیز ہے سفید دھاکے کی مانند یعنی بعد اختتام حیض کے وہ گدے پر ظاہر ہوتی ہو لیکن تحقیق یہ کہ یہ خالص سے الفطام ظہر مراد کذا فی نہر الفائق ولو المکرئی طہراً محضاً لا یکن اللہ میثقی فیما حیض اگرچہ مدت کے اندر دو خونوں کے درمیان طہر معلوم ہو وہ بھی حیض ہی لینے حیض کے دس دن کی مدت میں اول خون نظر آیا اور آخر میں بھی نمود ہوا اور بائیں میں خشکی معلوم ہوئی تو یہ طہر متخلل بین الدین بھی حیض میں داخل ہو لائن العینۃ کذا فی داخراً و علیہ المتفق فیلحفظ طہر متخلل اس واسطے حیض ٹھہرا کہ اسکے اول و آخر کا اعتبار ہو اور اسی قول پر بتوں فقہ کا اتفاق ہو تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم لینے جیسے وجوب زکوٰۃ میں ابتدا و انتہاء سال میں نصاب کا ہونا کافی ہر اگرچہ سال کے اندر پوری نصاب باقی نہ رہی ہو اسی طرح حیض میں مدت اول و آخر کا اعتبار ہو درمیان کی خشکی ساقط الاعتبار ہے شائع نے اس قول سے صاحب بحر کے اس کلام کو مد ہونے پر اشارہ کیا کہ اگرچہ اس روایت کو اصحاب متون اختیار کیا ہو لیکن اصحاب شروع نے اسکی تصحیح نہیں کی اس واسطے کہ نصاب پر قیاس صحیح نہیں کیونکہ یہاں خون انتہاء مدت میں قطع ہو اور زکوٰۃ میں نصاب انتہاء سال میں مشروط ہے صاحب نہ الفائق نے اسکو یوں رد کیا کہ یہ قیاس نہیں ہے نصاب پر بلکہ اسکا نظیر بیان کیا ہو شمس ذکر احکامہ ہجرت علی مطلقاً و لو سجد مشکن سچ مصنف نے احکام حیض کے بیان کیے اپنے اس قول سے کہ حیض منع کرتا ہر نماز کو مطلقاً یعنی خواہ رکوع سجود والی نماز ہو خواہ جنازہ کی اگرچہ سجدہ شکر کا ہو و صوماً وجائاً اور حیض بالغ ہر روزہ اور جماع کو و تقصیدہ لہ دماً و دماً للحرج اور عورت روزہ کو قضا کرے ضرورت نہ نماز کو بسبب حج اور شقت کے ہم نماز ہر سال ہر روز فرض ہو اور روزہ سال بھر میں ایک مہینا تو قضا صوم میں خیر نہیں اور نماز کی قضا میں وقت ہی اول شریعت طوطا فیہما فصاحت قضاہہ کجلاً فالتمس ان عمہ صدق الشریعہ بعد اور اگر عورت نے لفل نماز روزہ شروع کیا پھر وہ حالف ہو گئی تو نماز روزہ دونوں قضا کرے بخلاف اس قول کے جو صدر الشریعہ نے گمان کیا ہو کذا فی البحر یعنی شائع و قایہ کہ ہر

کہ روزہ قضا کرے نہ نماز دینی فیض لکھنا نہ تھا کہ حیض تھا مگر قاضی نے کہا اگر عورت سوئی پا کر اور اٹھی حیض
 کی حالت میں تو اس کے نبوت حیض حکم ہو گا جب سے کہ وہ اٹھی ہم یہ حکم نظر با احتیاط ہو تو اگر عشاء کے وقت بیرون نماز پڑھے سو گئی اور صبح کو اٹھی تو عشاء کو قضا
 کرے اس واسطے کہ منافات حوادث کی اقربا و فترات کی طرف ہوتی ہے و بعکس مذکور احتیاط اس کے بالعکس پہنچے سوئی حائض اور اٹھی طاهر تو اس کی طہارت کا
 حکم ہو گا سونے کے وقت سے احتیاط کی راہ سے ہم بعضوں نے کہا کہ قول احتیاط عکس کی علت ہے مین کتا ہوں کہ وہ دونوں صورتوں کی معاشرت ہے خیال
 غریب مذکور ہو گیا اور اس پر دلیل خبر الیقین کا کلام ہے کہ اگر عورت نے گدتی رکھی رات کو اور فجر کو پاکی اٹھی تو عشاء کی نماز قضا کرے پھر اگر وہ طاهر تھی سو اسے
 تراویح دیکھی صبح کو تو بھی عشاء کو قضا کرے اگر نماز نہ پڑھی ہو گدتی رکھنے سے پہلے اس کو پاک قرار دینے کے وجہ سے پہلے صورت میں گدتی رکھنے کے وقت سے
 حائض قرار دینے کی علت سے دوسری صورت میں گدتی کے بعد کرنے کے وقت سے نظر با احتیاط دونوں صورتوں میں کذا فی الطحاوی فی صیغہ جملہ دخول مسجد
 اور منع کرنا حیض دخول مسجد کے حلال ہو کہ ہم اسے معلوم ہوا کہ جبکہ بدن پر نجاست لگی ہو وہ مسجد میں نجاست کی مسجد کی قید سے عید گاہ خارج ہے اور اسی طرح خانقاہ
 اور مدرسہ اور جبکہ سپین گھومی وہ اس کے خارج کرنے کو باہر مسجد کے ٹھکانے سے ہی قول صح ہے اور اگر مسجد میں کسی کو احتلام ہو وہ تمیز کر کے باہر نکالے اگر خوف نہ ہو
 دشمن یا جانور کا اور اگر خوف ہو تو تمیز کر کے وہیں ٹھہرے اگر مسجد سے جلد نکلے تو تمیز کرنا جائز ہے اور اگر خوف سے وہیں ٹھہرے تو واجب ہے کذا فی الطحاوی
 مختصر آدھل الطہارۃ دلو بعد دخول المسجد و شرب و حیضہ اور حیض حلت طواف کا مانع ہے اگرچہ حیض بعد داخل ہونے سے الحرام کے اور طواف میں
 شروع کر کے بعد عارض ہوا ہو و ہر بیان ما تحت کذا تراد یعنی ما یکتفئہ و کذا تراد کذا شکوہ اور منع کرنا حیض تہ بند کے نیچے کی نردیکی سے
 لینے اس بدن کی قربت سے جنات اور گھٹنے کے درمیان ہے اگرچہ قربت بدو شہوت کے ہو لینے جاع کرنا اور زان و ہان لگانا اور بدو شہوت کے ہاتھ
 لگانا سب حرام ہے ہم یہ حرمت استمتاع ماتحت الازار کی وصورت عدم حیلولت کے ہے اور اگر بدو شہوت کے استمتاع ماتحت الازار حیلولت کے ساتھ لینے کیلئے
 درمیان میں حائل ہو تو جائز ہے اگرچہ خون سے لودگی ہو اور حائض کا کھانا پکانا اور اس کے اٹنے اور پانی چھونے کو استعمال کرنا مکروہ نہیں اور حائض کے
 بچھونے سے علیحدہ رہنا لائق نہیں کہ یہ بیہودوں کا فعل ہے کذا فی الطحاوی عن الجرجانی ما عدلہ مطلقاً اور قربت مذکورہ کے سوا ہر فعل حلال ہے مطلقاً
 ہم ماسوائے قربت مذکورہ نظر ماتحت الازار اور استمتاع بقیہ بدن پر مباح ہے خواہ نظر کرنا اور استمتاع شہوت کے ساتھ ہو یا بدو شہوت اور یہی مطلب ہے
 اطلاق کذا فی العلوی دحل یحل النظر مباشراً لکذا فیہ شذوذ اور کیا نظر کرنا عورت کی ماتحت الازار کو اور بدو شہوت بدن لگانا عورت کا مرد کو حلال ہے
 یا نہیں جواب اس کا یہ ہے کہ اس میں تردد ہے ہم شہوت کو یہ تردد پیدا ہوا ہے صاحب ہجر کے متردد ہونے سے لیکن تحقیق یہ ہے کہ نظر کے حلال ہونے میں کچھ تردد نہیں
 اس کی تحریر پر کوئی متحدہ دلیل نہیں وہ داخل ہے اس قول کے تحت میں وجہ مطلقاً کذا فی الطحاوی وی ذکر آتہ قرآن بقصدہ اور حیض منع کرتا ہے قرآن
 پڑھنے کو قرآن کی نیت سے ہم حائض کو قرآن پڑھنا ممنوع ہے خواہ پوری آیت ہو یا کم ہی قول ہے کرخی کا اور اکثر کتب میں سیکی تصحیح ہے کذا فی البحر لیکن اگر
 قرآن پڑھا بہ قصد تنبیہ یا افتتاح امر یا قصد دعا تو اصح روایت میں ممنوع نہیں اور ہم اندر پڑھنا بالاتفاق ممنوع نہیں اور اذکار کا پڑھنا مباح ہے مطلقاً
 اور ذکر کے واسطے حائض کو وضو کرنا مستحب ہے اور ترک اس کا خلاف اولی ہے کذا فی الطحاوی طحاوی دلو مشقہ دلو مکتوبہ یا لفاذ شیتہ فی کما و حیض
 منع کرتا ہے قرآن کے چھونے کو اگرچہ قرآن فارسی خط میں لکھا ہو صحیح تر قول میں ہم مس قرآن حنیف و حائض کو جائز نہیں خواہ لوح پر لکھا ہو خواہ در
 یا دیوار پر مصحف کا جس کسی طرح جائز نہیں نہ حوض کا نہ حاشیہ کا یہی قول محدث ہے برخلاف غیر مصحف کا مس جائز نہیں اور غیر مکتوب
 کا مس جائز ہے کذا فی البحر لا بغلافہ المسفصل کما مس مگر قرآن کا چھونا حد سے غلافہ سے جائز ہے خیال ہے کذا فیہ خیر دان کے ساتھ چھونا اور
 ہر چولی کے ساتھ درست نہیں ہم قرآن کے مانند توبیت اور انجیل و زبور میں جن میں تہلیل اور تحریف واقع نہیں ہوئی فقہائے کتب اسے

نہ جائز ہے
 نہ تہلیل
 نہ تہلیل

کہ ایسے وقت میں پاک ہو کہ خروج وقت تک اس قدر باقی ہو کہ نہانا اور کپڑے پہننا اور تحریمہ یا نہ نہنا ہو سکتا ہو اور یہ مراد نہیں کہ نماز کے اول وقت میں پاک ہو اور اس قدر زمانہ گزر جائے جیسا کہ بعض غلط سمجھتے ہیں ہر چند مصنف کی عبارت عام ہے لیکن مراد یہی ہے جو مذکور ہو گیا اور جماع کو اس واسطے مخصوص کر کے ذکر کیا تا معلوم ہو کہ حیض اور نفاس کی طہارت وقت مذکور کے گزر جانے سے جماع کے حق میں ہے نہ قرآن پر ہٹنے کے حق میں کذا فی الطحاوی عن الحموی عن البر حنبلی وریضین کہ اگر حیض نہ ہو اور دش دن کے بعد تو وہ پاک ہو گئی اور غسل واجب ہوا اور اگر تین دن سے کم میں خون بند ہوا یا تین دن زیادہ عادت کم یا عادت کے موافق تین دن اور کچھ جاری ہو اس دن کی مدت میں تو اس کی طہارت کا حکم باطل ہو گیا خواہ وہ مبتداء ہو خواہ مقادہ استہی وھل تعین الحریۃ فی الصلوٰۃ لا صحیح لا اور کیا صوم میں بھی تحریمہ غیر ہے یا نہیں جواب یہ ہے کہ صحیح تر قول میں متبرنین یعنی اگر قبل فجر کے طہر ہوئی تو وجوب صوم کے واسطے اس قدر زمانہ شرط ہے رات کا جسمین نہانا اور کپڑے پہننا ممکن ہو تو نماز اور صوم میں کچھ فرق نہیں سمجھو تحریمہ کے تو نماز میں تحریمہ معتبر ہے اور صوم میں معتبر نہیں وہی من الطہر مطلقا اور وہ یعنی تحریمہ طہر اور پاک میں داخل ہے نہ حیض میں ہر صورت سے خواہ انقطاع اکثر مدت سے ہو اور خواہ اقل سے کذا فی الجلی ذلکا الغسل لولا کذا ولا ھن من الحيض فتحت مطلقا ان بقدر الغسل الخیرۃ ولا حشرۃ فحد من الخیرۃ فقط لئلا تزیدا یا علی عشر فیلخصا اور اسی طرح غسل بھی طہر میں داخل ہے اگر حیض منقطع ہوا ہو اکثر مدت پر اور اگر ایسا نہیں تو وہ حیض میں داخل ہے تو عورت نماز تصاکرے مطلقا اگر زمانہ بقدر غسل اور تحریمہ کے باقی ہو تاکہ حیض کے ایام دش سے زیادہ ہو جائیں ہو اس کو یاد رکھنا چاہیے یعنی اگر اکثر مدت میں انقطاع ہوا ہو تو غسل کا زمانہ حیض میں شمار ہوگا ورنہ ایام حیض کے دش سے زیادہ ٹھہرنے اور یہ شرع سے ثابت نہیں وہ طہر یا کفر مستقل کجا جو ہم بد غیر واحد اور جماع کہ باحالیہ سے کافر ٹھہرنا ہمارے اسکے حلال سمجھنے والے کو چنانچہ اس تکفیر پر ایک نے نہیں بہت فقہانے یقین کیا ہے اور انجاء صاحب سوط اور صاحب اختیار اور صاحب فتح القدیر کہ کذا فی الطحاوی ذلکا مستحلی و علی الذی عند المجتہدین مجتہد اور اسی طرح و علی ذہب کا حلال سمجھنے والا کافر ہے اکثر علماء کے نزدیک کذا فی المجتہدین ہم حلال عورت کی و مجبرادہ اور غلام وغیرہ کی و مجرمین ظاہر ایک کفر کا خلاف جاری نہیں کذا فی الطحاوی ذیل کایک فی المسئلتین وھو الصیغۃ خلاصہ من علی المعقول کہ نہ حرام کا اخیر و ملاک صیغۃ فی العتد انہ لا یفید بتکفیر من صلیہ کذا فی کفر و خلاف ولو دایۃ ضعیفہ اور یحیون لکما کہ حلال سمجھنے والے کو کافر کرنا چاہیے دونوں مسئلوں میں اور یہی قول صحیح ہے کذا فی الخلاصۃ اور اسی قول پر اعتماد ہو اس واسطے کہ وہ اپنے غیر کے سبب حرام ہے یعنی حیض اور ریا کی نجاست کے وجہ سے اور ایسے کہ بالبرترین آویکا کہ فتوے نہیں دیا جاتا اس مسلمان کی تکفیر کا جسے کفر میں عالموں کا خلاف واقع ہے اگرچہ ضعیف ہے روایت ہو ہم حرام لغیرہ کے مستحل کی تکفیر پر فتوے نہیں بلکہ اگر لغیرہ کے مستحل ہے فتویٰ ہے جب اس کی حرمت دلیل قطعی سے ثابت ہو سو اگر حرام لغیرہ دلیل قطعی سے ثابت ہو یا حرام لغیرہ اخبار احاد سے تو اس کی حرمت کا عقیدہ کافر نہیں کذا فی الطحاوی عن البر حنبلی ھو کبیرۃ لو عاملا مختلا علیہ لکفرہ بکفرہ معلوم کرنا چاہیے کہ جماع کرنا حیض میں گناہ کبیرہ ہے اگر دانستہ ہو اپنے اختیار سے حرمت کو جان بوجھ کر کجا کھلا اور مکھلا دنا یا گناہ کبیرہ نہیں اگر اس کی حرمت کو نہ جانتا ہو یا بے اختیار ہو کسی چیز کرنے سے یا حیض کو بھول کر جماع کیا ہو خللۃ التوبۃ جب گناہ کبیرہ ہو تو اس کے فاعل کو توبہ اور استغفار لازم ہے دیندب تصدیق بدینا و نصف اور سبب ہر اسکو صدقہ دنیا ایک دنیا یا نصف دنیا کا ہم دنیا سارے چار ماٹھے سونے کا ہوتا ہے یا صحابہ بن کی ابن عباس سے ایک روایت یوں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب نے حلق سے جماع کیا اول خون نزل اور حالانکہ خون سفید ہو تو ایک دنیا صدقہ کرے اور اگر انقطاع خون میں جماع کیا اور حالانکہ خون رد ہو تو نصف دنیا خیرات کرے کذا فی تفسیر جامع الاصول ص ۱۶۷ مکن کذا اور صرف اس دنیا اور نصف دنیا کا کفوتہ کی مانند ہے و علی المرأۃ نصف ذلک فی العتداء الظاہرہ لا اور کیا عورت پر بھی خیرات کرنا مستحب ہے ضیاء میں لکھا کہ ظاہر عورت پر یہ حکم نہیں ہے و کما استخاضہ حکم کس عاقبہ دائم و قضا کا صلا اور استخاضہ کے خون کا حکم کسیر داعی کی مانند ہے کہ نماز کے پورے وقت میں جاری ہو ہم خون استخاضہ چھ قسم کے ایک وہ ہے جو اقل حیض سے کم ہو نہ کہ اکثر حیض سے

علم
بہتر یہ تھا کہ مزاج
اول یوں کہنا کہ
کافہ ہو جاتا ہے
اس کا حلال سمجھنے والا

بہتر یہ تھا کہ مزاج

اور محمد کے نزدیک فی مدت تصدیق کے آٹھ دن اور انکی ساعت نفاس کی اور آٹھ دن طہر کے اور تین حیض آٹھ دن کے اور باقی کثرت طہر کے ۲۰ دن کذا فی الطحاوی
والکثرۃ اربعون یوما کذا قال الترمذی وخیرہ دلائل اکثرہ اربعۃ امثال اکثر الخیض اور اکثریت نفاس کی یہ دن ہیں اسی طرح ترمذی وغیرہ
محمد ثن نے روایت کی ہو اور اس واسطے کہ اکثر نفاس اکثر حیض کا چار چند ہر دم اکثر حیض و ثن دن کا ہو تو اسکا چو گنا یہ دن ہوئے چار چند ہونگی یہ وجہ ہے کہ چار میں
کے بعد بچے میں جان پڑتی ہو تو اسوقت سے حیض کا خون اسکی غذا ہوتا ہے اور پہلے چار میں سے خون بند رہا وہ نفاس ہو کر نکلتا ہے و اسدا علم والمزائد علی
الکثرۃ استخاضہ کویت لاء اور جو خون کہ زیادہ ہو اکثر نفاس یعنی یہ دن سے وہ استخاضہ ہو اگر وہ عورت متباعد ہے یعنی پہلے پہل جنی ہو اسکی عادت تھریز
تھوئی اما المعتادۃ فترۃ یعاد تیدا اور عادت والی نہ چا تو اپنی عادت کی طرف پھیری جاوے گی یعنی اگر اسکی عادت یہ دن کے نفاس کی ہو اور خون
۲۰ دن جاری ہو تو یہ دن نفاس کے ہیں اور باقی استخاضہ ہے کذا الحاشی اور اسی طرح حائضہ کا حکم ہے یعنی اگر متباعد میں دن سے زیادہ خون برسی
ہو تو رائد استخاضہ ہے اور عادت والی تو اپنی عادت کی طرف پھیری جاوے گی کذا فی الطحاوی فان انقطع علی الذہا او قبلہ فالکل نفاس کذا
حیضان دلیہ طہس تا کم پھر اگر خون بند ہو گیا نفاس اور حیض کی اکثریت پر پہلے اسکے تو سارا خون نفاس میں نفاس ہے اور حیض میں تمام حیض ہے اگر
ہر ایک نفاس اور حیض کے بعد پوری طرح نچے بند رہے دن کا اتصال ہو ادا کثافتا تھا اور اگر ایسا نہیں ہے یعنی اگر اس خون کے بعد ۱۰ دن کا طہر ہو تو
عادت کے موافق نفاس اور حیض ہے اور عادت سے زیادہ استخاضہ ہے ہم حیض کی صورت یہ ہے کہ عورت کی عادت تہی ہر مہینہ میں مثلاً پانچ دن کی سوا شکوچون
خون آیا تو چھٹا دن حیض کا ہے پھر اگر اسکے بعد ۱۰ دن طہر ہو پھر خون آیا تو اپنی عادت کی طرف پھیری جاوے گی اور رائد استخاضہ ہوگا اور اگر ۱۰ دن
طہر رہا تو اب ۶ دن کی اسکی عادت ٹھہری اور نفاس کی صورت یہ ہے کہ اسکی عادت تہی ہر نفاس میں ۲ دن کی پھر اسکو ایک بار ۳ دن خون آیا پھر ۱۲ دن طہر
پھر خون آیا تو اپنی عادت کی طرف پھیری جاوے گی اور یوم نائیدہ ۱۰ دن کے طہر میں شمار ہوگا کذا فی الطحاوی وھل تثبت وبتنقل وبتساقط فیضہ اذ تعام
فیما خلقناہ علی الملتقی اور عادت ثابت ہوتی ہے اور بدل جاتی ہے انکی بارے اسی قول پر فتویٰ ہے اور اسکا پورا بیان ملتقی الاجز کی ہماری شرح میں ہے
ہم مثلاً سیدۃ کو چار دن خون آیا یہ اسکی عادت ٹھہری پھر جبکہ پانچ دن مثلاً خون آیا تو اب یہی عادت ٹھہری پہلی عادت بدل گئی دو بار ایک طرح پر انکشافات اور
انتقال عادت میں بلویوسف کے نزدیک شرط نہیں اسی قول پر فتویٰ ہے اور طرفین کے نزدیک عادت ثابت نہیں ہوتی بدون دوبار کے والنفاست کا حکم تہ امین
جو کہ اول حمل دلائل میں تھا ۲ دن نصف حون اور دو جوڑوان بچوں کی مان کا نفاس پہلے بچے کے پیدا ہونے سے ثابت ہوتا ہے تو امین وہ دو بچے میں
جبکہ مابین میں آدمی ہر سب سے کم زمانہ ہے یعنی اس واسطے کہ ولدا اول سے انتقاح ہم ظاہر ہوا تو اسکی بعد کا خون نفاس ٹھہریگا کذا الثلثۃ ولویس کا دل والثلث
الکثرۃ فی الاصحہ اور اسی طرح کا حکم تین بچوں کا ہے اگر چہ مابین ولدا اول و ولدا ثلث کے نصف سال سے زیادہ زمانہ ہو گیا ہو صحیح تر قول میں
اول اور ثانی میں اور ثانی اور ثالث میں نصف سال سے کم ہو تو اول و ثالث کے زیادہ ہو نیکا اصح قول میں کچھ اعتبار نہیں نصف نے اپنی شرح میں کذا فی
سے نقل کیا کہ جو خون کہ ولدا ثانی کے بعد آیا اگر وہ دن سے پہلے ہو تو وہ ولدا اول کا نفاس ہے پھر یہ دن نکال کر وہ دن کے بعد استخاضہ ہے تو عورت غسل کرے
اور نہ بیٹھے پھر دو دفعہ ثانی کے ولویس صحیح انتہی والقضاء العلق من الحیض فاما التعلق بالفرغ اور عورت کا متقنی ہونا پچھلے بچے سے یہ بالالتحاق بسبب
متعلق ہونے النفا اور اضماتہ کے رحم کے خالی ہو جانے سے وسقط مثل السین ای مسقوطا ظہر بعض خلقہ کیدا ورجل واصبیح اذ ظہر
ادشیرہ کہ جب تین خلقہ کا بعد کما مہترین یوما ولہ حکما ورسقط یعنی جو بیٹ سے ایسا بچہ نامم گر پڑا جبکی بعض خلقت ظاہر ہو گئی چنانچہ ہاتھ یا
پاؤں یا انگلی یا باغ یا بال تو وہ بچہ ہر حکم شرح میں شائع ہے کما کہ سقط کے سین میں ٹیوں حرکات زبر زبر پیش لخت میں جائز میں اور بعض مسقوط
کے ہر اور ظہور اعضا نہیں ہوتا مگر انکی سو میں ان کے بعد صبح سحر الرانی میں ہے کہ سقط کی بغیر ساقط کے ساتھ حق ہے لفظا و معنی اس واسطے کہ

نقط لازم ہوا کہ مفعول سنن آتا اور مقصود تو سقوط ولد ہو خواہ آپ کر جائے یا اسکو کوئی گراوے فقیر ان کے بقا بقا نفساء کا مہر ام دلیل و محدث یہ ہے
تعلیقہ و تنقیض بلحاظ جبکہ ساقط ولد ٹھہر تو عورت اس کے سبب نفاس والی اور لونڈی ام ولد ہو جاوے گی اور مرد اس کے سبب اپنے تعلیق میں قسم توڑنے والا ٹھہرے گا
اور اس سے عدت تنقیض ہو جاوے گی ہم لونڈی اس وقت ام ولد ٹھہرے گی جبکہ اسکا مولیٰ دعویٰ کرے کہ یہ میرے لطف سے ہے اور تعلیق کی یہ صورت ہے کہ طلاق یا عتاق
وغیرہ کو عورت کی ولادت پر معلق کیا تو طلاق اور عتاق واقع ہوگی ساقط کے پیدا ہونے سے اور حاملہ کی عدت آخر ہوگی خواہ وہ بی بی ہو یا لونڈی یا اسکا شوہر
مر گیا ہو کہ ان فی الطحاوی فان لم یطهر لہ ثقی قلیس شیئ سیمہ اگر حمل ساقط میں کچھ اعضا سے ظاہر ہو تو وہ کوئی چیز نہیں اپنے نفاس وغیرہ کا حکم اس سے معلق نہیں
والمرئی حیضان دام لثنا و تفتحة طحش کما کہ اور جو خون کہ اس کے بعد دیکھا جائے وہ حیض ہے اگر جاری رہا تین دن اور اس کے پہلے پورا ٹھہر کر اپنے پندرہ دن
کا داکا مستحاضہ اور اگر ایسا نہیں اپنے تین دن جاری رہا اور پورا ٹھہر مقدم ہوا یا تین دن جاری رہا اور پورا ٹھہر مقدم نہیں ہوا تو وہ خون استحاضہ ہے
ولو لم یجد رجالم فکعدہ ایام حملہا و دلم الدم تلخ الصلوات ایام حیضہ ایقین شیئ یقتل فیہ یقتل فیہ ایام حیضہ ایقین شیئ یقتل فیہ ایام حیضہ ایقین شیئ یقتل فیہ ایام حیضہ
خالق ظاہر ہوئی یا تین مثلاً اندھیرے میں گرا اور بچینک دیا گیا اور نہ حمل کے دنوں کا شمار اور یافت رہا اور خون ہمیشہ جاری ہو گیا تو نماز کو چھوڑے اپنے حیض کے
ایقینی دنوں میں پھر نہاوے پھر نماز پڑھا کرے معذور کے مانند دیکھا یا اس بعد بل حوات تبارع من السرسیمہ حیض مثلاً فیہ فاذا باطلہ
فانقطع دمہ بحکم یا یا سیدہ اور محدود نہیں ناامیدی حیض کی سہری کی وجہ سے کسی مدت میں کچھ ساتھ بلکہ ایسا اپنے ناامیدی ہے کہ عورت اتنی عمر کو پہنچے کہ وہی
عورت کو اس عمر میں حیض نہ آتا ہو پھر عورت جبکہ اس عمر کو پہنچے اور خون اسکا بند ہو گیا تو اس کے ایسا کہ حکم ہوگا ہم طبی محشی نے کہا کہ یہ امام سے روایت ہے اور حکم
ایسا کا قاعدہ یہ ہے کہ اسکی عدت مہینوں ٹھہرے گی اگر انار عدت میں خون نمود ہو تو آتا بعد کا نقطاع حیض فیہ بطل کا اعتداد یا کہ شہد نفسہ
کا حکم ہے پھر جو خون کہ دیکھا اسنے انقطاع کے بعد وہ حیض ہے تو باطل ہوگا عدت کا شمار مہینوں سے اور نکاح فاسد ہو جائیگا ہم طلاق کی عدت تین حیض سے
منقضي ہوتی ہے اور ایسا میں تین مہینوں سے پھر جب بعد انقطاع کے حیض آیا تو مہینوں کی عدت باطل ہوگئی اب حیض سے عدت کرنا چاہیے اور نکاح اس واسطے
فاسد ہو کہ عدت کے اندر نکاح واقع ہوا وہ جائز نہیں و قبل یحل بحسب سیدہ و علیہما معلول الفتوی فی زمانہ اجماعی و خیر و تیسرا اور بعضوں نے
کہا کہ ایسا کی مدت تہہ برس کے ساتھ محدود ہے اور اسی قول پر اعتماد ہے اور اسی پر فتویٰ ہے ہمارے زمانہ میں چنانچہ مجتہدی وغیرہ میں ہر آسانی کے واسطے وحدہ
فی العلقہ بخیر قتال فی النساء و علیہما اعتماد اور مصنف نے باب العدة میں تہہ برس کی حد ایسا بیان کی ہے ضیاء میں کہا اور اسی قول پر اعتماد ہے
وما رآہ بعدہ ای بعد الطلاق لکونہ فلیس بحیض ظاہر ملہا ہا اذ کان دماً خالواً فحیض حق یبطل بہ کا اعتداد دیا کہ شہر الکفر
قبل تمام ہا کا بعدہ حتی لا تقبل کا حکم وھی المختار للفتویٰ جوہرہ و غیرہا و متحققہ فی العدة اور جو خون کہ عورت دیکھے کی مدت مذکور کے بعد
یعنی تہہ یا تہہ برس کے بعد وہ حیض نہیں ہے ظاہر نہیں مگر جبکہ خون خالص ہو تو وہ حیض ہے تو باطل ہوگا و کیا خون خالص کے ٹکٹے سے عدت کا شمار کرنا مہینوں
سے لیکن قبل تمام ہونے عدت کے بطلان ہے بعد تمام ہونیکے تو نکاح فاسد نہونگے بعد عدت کے خون خالص کے ٹکٹے سے اور یہی قول فتویٰ کے واسطے مختار ہے چنانچہ
جوہرہ و غیرہ میں ہے اور ہم ان کے اسکی تحقیق مذکور کریں گے یا باعدہ میں و صاحب حدیث میں یہ سلسلہ بطل کا یہ ممکنہ مسالک اور استطلاق بطل
و انفلات زہاد استحضار و بعدہ مذکور و تمشی و غیرہ کذا کل ما یخرجہ من رحم و من اذن و تہہ سترہ اور صاحب عذر اپنے معذور وہ
شخص ہے جسکو سلس البول کی بیماری ہے اپنے جسکا پیشاب ہر وقت جاری ہے اس طرح کہ اسکو روک نہیں سکتا یا کہ اسکا پیٹ چلتا ہے یعنی دست آتے ہیں یا رنج ہوتا
تھمتی یا استحاضہ ہے یا اسکی انگلی میں جوش ہے یعنی درد کے ساتھ یا انگلی چونکہ ہے کہ پھر رہتا ہے یا گوشہ چشم میں ناسور ہے اور اسی طرح جو پیپ یا پانی بدن سے
نکلے درد کے ساتھ اگرچہ کان اور پستان اور ناف سے نکلے وہ معتد ہے ہم جوش چشم اور ناسور وغیرہ میں استواء پانی کا نکلنا درد کے ساتھ شرط ہے عذری

ان استوعب في هذه تمام وقت صلوة مفردة منة بان لا يجد في جميع وقتها منة يتوضأ ويصلي فيه خاليا عن الحدث بشرط ان لا يكون عند اسكان
 نماز فرض کے تمام وقت کو اسطرح پر کہ نماز کے سارے وقت میں ایسا زمانہ پایا نہ جائے جس میں وضو کرے اور نماز پڑھے حدث سے خالی ہو کہ ولو حکما کان الا انقطاع
 اليسير ملحق بالعدم اگرچہ استیعاب اور احاطہ عند حکمی ہو نہ حقیقی اس واسطے کہ تھوڑا سا منقطع ہو جانا عذر کا عدم القطع کے ساتھ ملحق ہو ہم استیعاب حکمی
 کی یہ صورت ہو کہ اس قدر انقطاع تلیل ہو کہ اس میں ادائے نماز اس سے خالی ہو کہ نہ نو سکے کذا فی الطحاوی و هذا بشرط العذر في حق كل مبتدأ و اور یہ یعنی استیعاب
 عذر کا نماز کے تمام وقت میں شرط ہو عذر کے شروع ہونے کے حق میں یعنی ثبوت عذر والا اسی طرح ہوتا ہو در فی حق البقاء کفی وجودہ فی جزیء من الوقت ولو مرة
 اور عذر باقی رہنے کے حق میں عذر کا پایا جانا وقت نماز کے کسی جز میں کفایت کرتا ہو اگرچہ ایک ہی بار ہو یعنی ایک بار کا وجود کافی ہو نہ استیعاب و فی حق الزوال البتہ
 استیعاب کا انقطاع تمام الوقت حقیقہ کا نہ کہ انقطاع الحکامی اور عذر جاتے رہنے کے حق میں استیعاب انقطاع عذر کا تمام وقت میں
 حقیقہ بشرط ہوا اس واسطے کہ انقطاع کامل ہی ہو ہم انقطاع حقیقی کہ تمام وقت میں اصلا عذر کا اثر معلوم نہ ہو پھر اگر انقطاع کامل کے بعد دوسرے وقت میں موجود رہا
 تو وہ پھر صاحب عذر ٹھہرے گا اور نہیں تو نہیں کذا فی الطحاوی و حکمہ الوضوء کا غسل ثوبہ و خنجر لکل فرض اور حکم معذور کا وضو کرنا ہر نماز فرض کے وقت
 نہ وضو کرے گا اور مانند اسکے یعنی بدن اور مکان کا ہم وضو سے مراد طہارت ہو خواہ وضو سے ہو خواہ تیمم سے اور فتویٰ اسپر ہو کہ اگر یہ حالت ہو کہ جو کپڑا دھویا جا
 تو نماز کے فراغت ہونے سے پہلے وہ ناپاک ہو جائے تو اب کپڑا دھونا لازم نہیں اور اسی طرح بدن اور مکان کا نہ کذا فی الطحاوی اللام للوقت کما فی حلقہ الشمس
 حرف لام کا کھل فرض میں وقت ہو چنانچہ قرآن مجید میں کہ لوک الشمس کا لام وقت کے واسطے ہو یعنی نماز کو قائم کر سورج ڈھلنے کے وقت چونکہ کھل فرض سے
 وضو کرنا ہر نماز فرض کے لیے نکلنا تھا اگرچہ ایک وقت میں چند فرض ہوں لہذا شائع نے جواب دیا کہ حرف لام کا یہاں وقت کے واسطے ہو نہ یہاں فیہ
 فرضا و نفلا بذلک الواجب بالاولیٰ پھر نماز پڑھے اس وضو سے وقت کے اندر فرض اور نفل تو واجب نماز بطریق اولیٰ داخل ہو یعنی جبکہ نفل
 یا وجوب دیکر فرض نہیں جائز ہو تو واجب بطریق اولیٰ جائز ہو فان خرج الوقت بطلت ای غلط حدث المسابوق حتی لو تضرعا علی انقطاع و دام الی
 حرمہ لم یبطل بالخروج مالم یطرق حدث اخر و یسئل پھر جبکہ وقت گیا تو وضو باطل ہو گیا یعنی اگر حادث ظاہر ہو گیا یعنی طور حدث سابق بطلان
 کا سبب ہو خرج وقت سبب نہیں تو اگر معذوریہ وضو کیا عذر کے منقطع ہو جائیکہ وقت پھر وہ انقطاع دائم بنارہا وقت نماز کے نکل جانے تک تو وضو
 باطل نہ ہوگا وقت کے خارج ہونے سے جب تک کہ دوسرا حدث اس وضو پر طاری نہ ہو یا عذر سابق جاری نہ ہو ہم اس صورت میں خروج وقت سے اس واسطے وضو
 باطل نہ ہو کہ سیلان کے وقت وضو نہیں کیا اور نہ سیلان اسکے بعد پایا گیا کسئلہ صمیم خفہ یہ مسئلہ مانند مسئلہ مسح کرنے موزہ معذور کے ہو یعنی اگر عذر
 کے وقت وضو کر کے موزہ پہنا تو وقت کے اندر مسح کرنا جائز ہو اور خروج وقت سے بدون نزع خف مسح روا نہیں اور اگر انقطاع عذر میں وضو کیا اور موزہ
 پہنیا تو غیر معذور کے مانند ایک رات دن مقیم کو اور تین رات دن مسافر کو مسح جائز ہو و اما لو تضرعا بعد الطلوع ولو بعد او اضحیٰ لم یبطل الا بحدوث
 و قنت الا طمس اور وقت کے قید نے اسکا قانہ و یا کہ اگر بعد طلوع کے وضو کیا اگرچہ عید یا چاشت یا عید اضحیٰ کا وضو ہو تو وضو باطل
 ہوگا مگر ظہر کے وقت کے خارج ہوجانے سے یعنی یہ جو صنف نے کہا کہ خروج وقت مطلق ہو وقت سے مراد نماز چمکانہ کا وقت ہو اور طلوع کے بعد تا نصف النهار
 کوئی نماز فرض کا وقت نہیں تو بعد من خروج وقت ظہر بطلان وضو ثابت ہوگا و ان سال علی ثوبہ فوق درہم جائزہ ان لا یفسلہ النکان
 لو غسلہ یغسل قبل الفراغ منہا ای الصلوة ولا یغسل قبل فراغہ فلا یجوز ثلث غسلہ ہوا المختار والاعتوانے اور اگر معذور کے
 کپڑے پر درم سے زیادہ نہجاست روان ہوئی تو اسکو اشکاف دھونا جائز ہو جو اسطرح ہو کہ اگر اسکو دھوے تو کپڑا نجس ہو جائے نماز کے غرت
 ہونے سے پہلے اور اگر ناپاک نہ خارج ہونے سے پہلے تو دھونا ترک کرنا جائز نہیں یہی قول سپند ہو فتویٰ دینے کے واسطے و کذا فی بعض کلامیستونیا

لا یتنجس خوله لہ تکلیف اور اسی طرح وہ مریض ہے کہ نہیں بچتا ہے کہ چسپے کو مگر خونا پاک ہو جائے تو اسکو ترک و فرج جائز ہے ہم صورت اسکی یہ کہ زمین پر پاک مکان نہیں پاتا ہے مگر اس کے واسطے اور اگر اپنا پاک کپڑا بچتا ہے تو اسکی زخمون کی نجاست مانع قبل انما زنا پاک ہو جائے تو اب اسکو ترک بجا نہیں ہے اور اگر اسے مراد ظاہر قبل تمام نماز پر کذا فی الطحاوی واللہ عندہ ما تبتہ طہارتہ فی الوقت بشرط ان اذا اتوضا لہ لعدوہ ولم یصل علیہ حدث آخر اور معذوں کی طہارت باقی نہیں رہتی وقت میں مگر دو شرطوں سے ایک یہ کہ جب وہ نہ کہ اپنے مذکر کے سبب اور دوسرے یہ کہ اس پر اور حدث طاری ہوا ہو اما آخری تو عند الحدیث آخر و عندہ منقطع ثم سالی و توضا لعدوہ ثم طہر علیہ حدث آخر یا یک سال احد سخیہ او حر حیدہ او فر حیدہ ولو لم یصل ثم سالی اخری فلا یصح طہرہا بل یکن جبکہ وضو کیا معذو رہے کسی اور حدث کے سبب اور اسکا نذر مابین نذر بچہ کا عذر روان ہوا یا وضو کیا اپنے عذر معلوم کے سبب پھر اس وضو پر کوئی اور حدث طاری ہوا اس طرح پر اسکا کیا تھا یا ایک نغم یا ایک قد جاری ہوا اگرچہ وہ چپک کا ہو پھر دوسرا تھا یا دوسرا زخم یا دوسرا قرحہ جاری ہو گیا تو طہارت اسکی باقی نہیں رہی صورت میں نفق وضو عذر سے اس واسطے ہوا کہ وضو مذکر کی وجہ سے ہوا تھا بلکہ اور وجہ سے واقع ہوا تھا چنانچہ دنیا اور اسکی شیعین ہیں اور اگر دونوں تھے یا دونوں زخم ساتھ ہی جاری ہوئے پھر ایک بند ہو گیا تو اسکا وضو باقی ہے جب تک کہ وضو نماز کا باقی ہے کذا فی البحر فروع مسائل لمعہ شراح کے عذر سے او تقلیلہ بقدر قدرۃ ولو بصلوۃ مویا واجب ہر شانا اور روکنا اپنے عذر کا یا اسکا کم کر دینا بقدر انہی طاقت کے اگرچہ اشارہ کر کے نماز پڑھنے سے عذر موقوف ہو سکے ہم لینے اگر عذر ہٹ سکتا ہو تو اسکو ہٹا دے نہیں تو کم کر دے بجز الرائق میں ہے کہ جب معذوقا در ہورد سیلان پر پٹی باندھنے یا روئی اندر کرنے سے یا اگر بیچ کر پڑھے تو سیلان بند ہو تو رد کرنا واجب ہے یعنی فرض ہے تو بیچ کر اشارہ سے نماز پڑھے اگر سیلان سے سیلان تھا ہی اس واسطے کہ ترک سجدہ آسان تر ہو حدث کے ساتھ نماز پڑھنے سے ڈیڑھ کا بیٹے صاحب عذر اور عذر کے روک دینے سے وہ شخص معذور باقی نہ رہیگا لینے تندرست کا حکم پیدا کر لیا بخللاف الحائض بر خلاف حیض والی عورت کے لینے اگر حائض حیض کا سیلان روک دے کسی تدبیر سے تو وہ حائض ہی باقی رہیگی اور مستحاضہ میں اختلاف ہے ابنون نے کہا کہ وہ معذو کی مانند ہے اور بعضیوں نے کہا انہی کی مانند طحاوی نے کہا کہ اسکا عذر عذرات میں داخل ہے تو قول ثانی منعیف ہو ولا یصل من یہ انقلاط ریح مختلف من سلیس بول کا تم مع حدث و نجس اور نماز نہ پڑھے وہ شخص جسکی ریح جاری ہے پھر اس شخص کے جبکا پیشانی نہیں تھمتا اس واسطے کہ امام میں دو عذر ہیں ایک حدث اور دوسرا نجاست لینے مقتدی میں ایک ہی عذر ہے حدث کا کہ نجاست کا

باب الانجاس

یہ باب ہے نجاستوں اور ناپاکیوں کے احکام میں ہم جبکہ نجاست حکم کے بیان سے فرغت ہوئی تو نجاست حقیقہ اور اسکے پاک کر نیکیا بیان شروع ہوا اور حکم کو اس واسطے مقدم کیا کہ وہ تو ہی تر ہے کیونکہ نجاست حکم غلیل بھی نماز کی مانع ہے بالاتفاق اور اسکا وجوب از ان کسی عذر سے ساقط نہیں بر خلاف نجاست حقیقہ کے جم نجس بختی و دھو لغتہ یعم الحقیقۃ والحکمۃ و غیر ذلک حتی عدل انجاس جمع ہے نجس کی بفتح نون و جم اور وہ لغت عرب میں شامل ہے ناپاک حقیقی اور حکمی کو اور عرف میں اول لینے حقیقی کو خاص ہے ہم نجس جمع ہے مخصوص نجاست ذاتیہ ہے اور نجس کسیر جم ذاتیہ اور عینیہ دونوں میں مستعمل ہیں تو وہ عام ہے مطلقا تو گوہ اور شیشاب کو نجس ہا لفتح اور اگر نجس کے ساتھ نجس من نجاست لگ گئی اسکو نجس بفتح جم نہ کہنے بلکہ اسکو نجس کسیر جم بولیں گے اور حیثہ لفظ نجاست حقیقی کے ساتھ اور حدث نجاست علی کے ساتھ مخصوص ہے بختی حقیقی کا بدن اور کپڑے اور مکان سے فرض ہے اگر بقدر مانع صلوات ہو اور اسکا ازالہ بلا ارکاب امر عند ممکن ہو تو اگر ازالہ بلا کثرت عورت ممکن ہو تو نجاست کے ساتھ نماز پڑھے کیونکہ کثرت عورت شدید تر ہے تو اگر کثرت عورت تو گون میں کر لیا تو نجاسق ہوگا اس واسطے کہ جو شخص وہاں ریح میں مبتلا ہو وہ آسان تر کو اختیار کرے کثرت عورت مختصر آچتی ہے نجاست حقیقہ مع محل یا وانا واما کو لا علمہ محلہا ولا ہما و لو مستصلا بہ یفعل جائز ہے وورکہ نجاست حقیقی کا اگر

اور اگر نجس
دوسرا زخم یا دوسرا
قرحہ جاری ہو گیا تو طہارت اسکی باقی نہیں رہی

مقام سے لینے جان و لوگی ہر اگرچہ محل نجاست برتن یا کھانے کی چیز جو چنانچہ روٹی یا لکڑی خواہ محل انکا معلوم ہو یا نہ ہو پانی سے دھو کر اگرچہ مستعمل پانی ہو اسی کا فتویٰ دیا گیا ہے ہم طحاوی میں خلاصہ سے منقول ہو کہ کپڑے کا ایک کتا رو نجس ہو گیا سو یا دنہا کہ کو سنا ہو سوائے کوئی کتارہ دھو ڈالا بدون انگل کے تو کپڑا پاک ہو گیا یہی قول مختار ہے ویکل ماہ طاهر قالہ للنجاسۃ منہ حص یا العصر کحل و ماء و برحق لایزید فتمطیر احیم و نذ یختص للنجس ثلثا اور جائز ہے رفع نجاست ہر ایک بہنہ عالی پاک نجاست اکھارنے والی چیز سے کہ پڑ جائے پڑنے سے چنانچہ سرکہ اور گلاب میان تک کہ منجھ کی رال بھی تو جو انگلی اور لیستان کہ ناپاک ہوئی پاک ہو جاتی ہے تین بار کے چاٹنے سے ہم گلاب اور سرکہ کی مانند آب باقلا اور آب زعفران اور اشجار اور انار اور ترنوز کا پانی بھی نجاست کو دور کرتا ہے اور لیستان نجس ہونے کی چیز خوار کی قریب سے پھر اسکے تین بار چاٹنے اور ازالہ اثر سے پاک ہو جاتی ہے بخلاف نخلین کدیت کاتہ غیر فاکہ بخلاف مثل دودھ کے چنانچہ تیل سوا سطل کہ وہ نجاست کو نہیں دور کرتا یعنی اپنی چکنائی کے سبب سے وما فیہ لان اللہ بن دبول مایوکل منہ لیل بخلاف المختار اور یہ جو انصاف نے کہا ہے کہ دودھ اور حلال مالورہ پیشاب نجاست کا دور کرنے والا ہے سو قول مختار کے مخالف ہے ہم یہ قول غیر مختار ابو یوسف کا قول ہے دیکھ خفہ خفہ لکن یفحص یدہ جرم ہو کل ما یروی بعد الجفاف ولو من غیرہا کچھ دبول احیا یہ ثواب یہ یفحص یدہ لکن یزول یہ اسرہا

اور موزہ اور اس کے مانند چنانچہ جو ناپاک ہو گیا جسم والی نجاست سے پاک ہو جاتا ہے ایسے رگڑنے سے کہ اثر اسکا اس سے دور ہو جائے جسم دار وہ نجاست ہے جو نظر اور خشکی کے بعد اگرچہ اور پیر سے ملکر خشک ہونے کے بعد نظر پڑے چنانچہ شراب اور پیشاب جسکو مٹی لگ گئی اسکا فتوے دیا جاتا ہے ہم موزہ کی قید اس واسطے لگائی کہ بدن اور کپڑا رگڑنے سے پاک نہیں ہوتا مگر مٹی کے رگڑ ڈالنے سے کپڑا پاک ہو جاتا ہے شراب اور پیشاب اگرچہ بعد خشکی کے نظر نہیں آتا مگر مٹی سے ملکر حرم دار ٹھہر لگا تو وہ بھی رگڑنے سے پاک ہو جائیگا اثر سے مراد اوصاف ثلثہ ہیں یعنی رنگ اور مزہ اور بو تو اگر کوئی بھی باقی رہیگا تو پاک نہوگا رگڑنا خواہ زمین پر خواہ ناخن اور لکڑی اور تپس سے کذا فی الطحاوی و الا جرم لکن فی غسل اور اگر نجاست کا حرم نہ ہو تو موزہ اور مانند اسکے دھویا جائے یعنی تین بار خشک کر نیکی ساتھ الیسا ہے بحر الرائق میں لیکن جلی میں تمستانی سے منقول ہے کہ قول مختار یہ ہے کہ تین بار اسپر پانی ڈالے اور چھوڑ دے یہاں تک کہ ٹپکنا بند ہو جائے دیکھ صقیل کا مسام لہ کمرۃ و ظفرہ عظیم و دحاح و ائینہ من حوتہ و خراجی و صفا فی فضہ غیر منقوشہ بتسمیر یزول بلہ اثرہا مطلقا یہ یفقی اور پاک ہوتا ہے صقیل دار یعنی گھونٹ والا حسین مسام نہیں چنانچہ آئینہ اور ناخن اور ہڈی اور شیشہ اور روغنی برتن چنانچہ رکابی اور پیالہ چینی اور خراوی سخت لکڑی چکنی اور بے نقش چاندی کے چرلو چھنے سے اسطرح کہ اثر نجاست کا باقی نہ رہے خواہ نجاست تر ہو یا خشک اسکا فتویٰ دیا جاتا ہے ہم پونچھنا صقیل چیز کا قول مقدمین متکلم ہو خواہ مٹی سے پونچھے خواہ کپڑے اور صوف سے خواہ نجاست تر ہو یا خشک کذا فی الطحاوی و منظر ارضی بخلاف حو بساط یسبھا آی جفا فہا دلو سرخ اور پاک ہو جاتی ہے زمین اسکے خشک ہو جانے سے اگرچہ حرارت ہو اسے خشکی حاصل ہو بخلاف فرش اور اسکے مانند کہ وہ پاک نہیں ہوتا بدون پانی جاری کر نیکی ہم اگر زمین تر ہو تو بدون دھونے کے پاک ہوگی پھر اگر ایسی نرم زمین ہو کہ پانی کو سوکتی ہو تو اتنا پانی اسپر ڈالے کہ اسکے پاک ہو جائیگا ظن غالب حاصل ہو اور اگر سخت ہو اور ڈھالو ہو تو اسکے اسفل میں پتھر کھودے اور زمین پر پانی ڈالے جب پتھر میں پانی جمع ہو تو اسکو مٹی سے توپ دے اور اگر سخت زمین برابر ہو تو اسکا دھونا ممکن نہیں بلکہ اسکو کھود کر نیچے کی مٹی اوپر اور اوپر کی نیچے کر دے اور گچ کی زمین ہو تو اسپر پانی ڈالے پھر اسکو رگڑے اور کپڑے یا صوف سے پانی اسکا خشک کر لے تین بار اسطرح کرے اور اگر بیت سا پانی اسپر ڈالے کہ نجاست کا بالکل اثر باقی نہ رہے پھر اسکو چھوڑے کہ خشک ہو جائے تو پاک ہو جائیگا وکی کذا فی الطحاوی عن السراج و الخلاصۃ و المیط و ذہاب اثرہا کلدین و دیمہ کاجل صلوة علیہا کالتیمم لہا اور نجاست کا اثر جانا زمین پر نماز پڑھنے کے واسطے ہر نہاس سے تیمم کر نیکی لیے ہم نجاست کا اثر چنانچہ رنگ اور بو اور اسی طرح مزہ کان المشروط

مسافت پر بعضوں نے دم کے وزن کا اعتبار کیا مطلقاً اور بعضوں مساحت کا بندہ دانی نے دولان قولون میں توفیق دی اٹھ کر اگر سنجاست کا طرحی ہو تو دم کے وزن کا اعتبار ہو اور اگر تیلی ہو تو مساحت دم کا اعتبار ہو بلکہ میں کہتا ہوں کہ سنجاست کے نزدیک سنجاست پر اور زہریلوں اور زہریلوں نے اسکو صحیح کہا ہوا امام اعظم کے نزدیک سنجاست غلیظہ حسین و دوفض متعاض بہوں صاحبین نے کہا اور اسکے ساتھ مجتہدین معاصرین اور انکے سابقین کا میں اختلاف نہ ہوا اور سنجاست حقیقہ امام کے نزدیک یہ جو میں دوفض متعاض بہوں صاحبین نے کہا اور اسکے ساتھ مجتہدین کا اختلاف بھی ہوا اور غلیظہ کی تعریف میں ایسا زائد اور یہ کہ اسکے اجتناب میں بلوی یعنی حرج واقع نہ ہو کہ انانی الطحطاوی مختصر اذکل اکل مخرج منہ صوبہ کو ضوہ او ضل مطلقاً اور اسطرح جو چیز کہ آدمی کے بدن سے نکلے وضو یا غسل کی وجہ ہو کہ وہ سنجاست غلیظہ ہو ہم چنانچہ پیشاب اور منی اور دم اور پے اور تہہ جو کہے اور خون جن میں کایہ سنجاست سنجاست غلیظہ میں لیکن اس کلیہ پر سنجاست کا اعتراض وارد ہوتا ہو کہ باوجودیکہ ناقص ضوہ پر پطابہ پر زہریلوں بول پٹیرہ اکوہ و دوفض متعاض بہوں صاحبین نے کہا کہ بول الخفاشہ جزوہ فضا ہے اور چنانچہ جاننا غیر باکول کا پیشاب آدمی ہو یا غیر آدمی اگر چہ شیر خوار بچے کا پیشاب ہو یا کچھ دیگر کا پیشاب اور انکی بیٹ پاک ہو کہ لا بول الفلکۃ لتعدنہم عنہ و علیہ الفتویٰ کا ماضی القاتل خانہ اور اسطرح جو ہے کا پیشاب پاک ہو یعنی معاف ہو بسبب نہ ہونے کے بچاؤ کے اسطرح اور اس پر فتویٰ ہو چنانچہ تاتار خانہ میں ہر دم علی کے کہایہ معانی کیرون اور طعام میں ہر نہ پانی میں ہر زہریلوں و قنادی قنادی خان میں جو ہے کی سنجاست کو طہاہر لاوائہ ہر لیکر طہاہر لاوائہ پر فتویٰ مقدم ہو کہ انانی الطحطاوی دسیحی آخر الکتاب نہ حراہ کہ نفسہ ملکہ لظہر اشہ اور آخر کتاب میں آویگا کہ جو ہے کی سنگینی ناپاک نہیں کرتی چنانکہ اسکا اثر طہاہر نہ یعنی رنگا بوم روٹی کے اندر جو ہے کی سنگینی بکلی اگر وہ سخت ہو تو اسکو کالٹے اور روٹی کو کھانے کو وہ پاک ہو کہ انانی ابوہ و الاکتبا کہ بول السنو فیہ و اولی الماء عنہ و علیہ الفتویٰ اور اسبابہ میں ہر کہ بلی کا پیشاب پانی کے برتنوں کے سوا معاف ہو اور اسی پر فتویٰ ہر دم دم مسفقہ من سائر الحيوانات کا دم شہید مادہ علیہ طریقہ فی لحم عذوق و دغیر و کبیرہ طحطاوی و قلب و دماغ و سائرہ قیل و غیر غریب و جوت اور سنجاست غلیظہ ہر خون روان تمام حیوانات کا کلمر شہید کا خون پاک ہو جب تک اسکے جسم پر ہو اور جو خون کہ دیکھ کوشت اور رگون اور کھچے اور تلی اور دل میں باقی رہا یعنی فیج کے بعد اور جو خون کہ جاری نہیں ہو چکی اور جو ان اور پسو اور پچر کا خون کہ یہ پ پاک ہیں ہم جو خون کہ کھچے وغیرہ میں باقی رہتا ہو وہ جاری نہیں تو وہ دم سفوح کی قید سے خارج ہو گیا تو تشنگا کی کچھ حیات نہیں لڑا فی المسراج و کتلان دھی کہا فی القاموس کہ من دھبۃ کھلا تساءلہ اور سراج و دھج میں ہر اور خون کتان برفون رمان کا چنانچہ قاسوس میں چھوٹا سا کٹر ہر سرج رنگ بسیار گزندہ شاید کہ کتان مذکور کھٹل ہو و انہ اعلم فالمستشفیٰ انشأ حشر توجیوانات سے بارہ خون مذکور تشنگا میں کہ وہ ناپاک نہیں ہر دم و فی باقی الاشرارہ روایات الغلیظہ و النقیضہ و الطہارۃ و جہ و الفحشہ اول و فی النیر کا وسط اور جیسے عمر یعنی شہر اب نگوری کہ وہ نجس مطلق ہو اور باقی مسکثر بولون میں غلیظہ اور تخفیف اور طہارت کی روایات مختلف ہیں بحر الرائق میں اول یعنی غلیظہ کی طہارت کی ترجیح ہر اور نہ الفائق میں دوسیاں یعنی تخفیف کی ترجیح ہر ہم صاحب نہر نے فیہ کے اس سلسلہ سے استدلال کیا ہو کہ اگر نماز پڑھے اور اسکے کپڑے میں شہر اب مسکثر فاحش نہیں تو قول اصح میں وہ کافی ہو چلی کے کہایہ نص ہر تخفیف سنجاست میں تو صاحب نہر ہی کا قول ہو اسواسطے کہ رفع مخصوص کی طرف رجوع ہو اور صاحب بحر کی ترجیح تو فقط بحث کی راہ سے ہو و خصوصاً کل حکم لایدرہم فی الدعاء کبطاھا و دجاج اور سنجاست غلیظہ جیسے خیال ہر ایسا ہر بندہ کی جو ہوا میں نہیں اڑتا چنانچہ خانگی بالو بطا اور غری نیاچا بونرق فہ فلیکک کا خطا ہر کا مخفف لیکن جو پر بندہ کہ ہوا میں اڑتا کرتا ہو تو اگر وہ حلال ہو جیسے کہ تو زور و خشاک تو اسکی سیٹ پاک ہو اور اگر دم ہو تو اسکی پچاں پاک ہر سنجاست تخفیف ہر چنانچہ بازو شکر اور چیل لیکن انکی بیٹ سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا عام بلوی کی حجت سے یعنی اس سنجاست شکل ہو کہ انانی الطحطاوی و جہ و جہ اور سنجاست غلیظہ جیسے لید اور کوہم بحر الرائق میں ہر کہ فضلہ فرس افرحار کوہم بدین و ث یعنی لید کہتے ہیں افرحار سے پہلے پیش گوئی یعنی کوہ کہتے ہیں ہر فضلہ و ث کوہ یعنی سنگینی اور فضلہ انسان کو غلط یعنی کہ وہ بڑے ہیں افادہ چنانچہ استخرہ کل حیوان غلیظہ الطیور مصنف نے لید اور کوہ کے لفظ سے ہر حیوان

سنا ہے کہ سنجاست غلیظہ میں شہر اب مسکثر ہر دم

فصل کی نجاست کو بتا دیا سو اسے چڑیوں کے ہم بہتر تھا کہ شام کتا کہ غلیظ نجاست پر گنا کر دیا و جا فادہ یہ کہ غلیظ نجاست علانی اور کے فضل میں ثابت ہوئی تو حرام
 جانور میں بھی ثابت ہوئی بلکہ بطریق اولیٰ کہ انی الحطای و ذلک لا یجوز۔ اور صاحبین نے کہا کہ لید و کو بخر نجاست خفیفہ میں ہم صاحب بھرنے کا فی سے نقل کیا ہے کہ اور کو
 جانوروں کے گوشت کی نجاست غلیظ ہونے میں امام اور صاحبین کا اتفاق ہے تو اختلاف نہیں بلکہ یہ لید و کو بخر نجاست غلیظہ و ذلک لا یجوز بتلا لیتہ قولہما اظہر اور غلیظہ
 میں ہو کہ صاحبین کا قول ظاہر تر ہو سو اسلئے کہ علما کا اختلاف ہے نجاست اور طہارت میں تو یہ اختلاف نجاست کا صورت ہے اور عموم بابوے کے سبب سے بھی کہ میں
 اس سے پرہیز میں بر خلاف حار و غیرہ غیرہ ماکول اللحم کے پیشاب کے کہ زمین اسکو سوک جاتی ہے کہ انی از زمین طہرہا ہے لآخر للبطون و قد قال
 صلات اور محمد بن حسن نے لید اور کو بخر کو آخر حال میں پاک کہا عموم بلوی اور فریشتہ کی وجہ سے اور یہی قول ہے امام مالک کا ہم جبکہ امام محمد غلیظہ کے ساتھ
 سے میں داخل ہوئے اور تکلیف اور شقت کو کوئی دیکھی کہ میں اور میں اس سے پرہیز ہو مجبور ہو کر خفیفہ کا پہلا قول ترک کر کے طہارت کے قائل ہوئے دلو امامہ میں
 نجاستہ لیمظہر نجاستہ خفیفہ جعلت الخفیفہ تبعا لغلظہ احتیاطا کما فی الطحطاوی و اگر بدن پاک ہے کہ نجاست غلیظہ اور نجاست خفیفہ لگ گئی تو
 خفیفہ بالغ غلیظہ کے ٹھہرائی جا دگی احتیاط کی وجہ سے چنانچہ طہیر میں ہے کہ خفیفہ اس صورت میں بہتر ہے غلیظہ کے ہوگی تو اگر دونوں ملکر قدر دم سے زائد ہوں تو نماز
 بائز نہ ملے مگر مٹی اطلقوا نجاستہ فظاہر التعلیظ یہ جاننا چاہیے کہ جب فقہا نجاست کو مطلق بلا قید بولیں تو ظاہر اطلاق کا تعلیل نجاست پر
 ولالت کثرہ و عفوہ و عدم جمیع بدین و توبہ و کبیرہ و الحذر ذکر الجلیہ و دجہ و الفجر علی التقدير بوجہ المصداک ذیل کما و ان قل فی الحقاویق
 علیہ الفتویٰ اور نجاست خفیفہ طہارت ہے تمام بدن اور کپڑے کی چوتھائی سے کم اگرچہ اثر ہو چنانچہ جامہ اور کپڑے ایسا ذکر کیا ہے جو طہری نے اور اس قول کو
 نہ الفائق میں راجع کہا ہے جس کی چوتھائی تقدیر ہے جسکو نجاست لگ گئی ہے چنانچہ وامن اور اس میں اگر چہ حقائق میں کہا ہے و علیہ الفتویٰ یعنی بدن پاک ہے
 کے جس ثابہ کو نجاست لگی اسکی چوتھائی سے کم ہونے کے معانی پر فتویٰ ہے حقائق میں نہ تمام بدن اور جمیع توبہ کی چوتھائی پر فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ
 قول کو صاحب تحفہ اور محیطا و ربائع او متنبی اور راجح و راجح نے صریح کیا ہے چنانچہ در المختار نے کہا کہ فتویٰ کا لفظ مقدم ہے مختار اور راجح کے لفظ پر منجاستہ
 خفیفہ کیوں ماکول و منہ الفرس و طہرہ محمد بن محمد لکھنوی کی معانی پر نجاست خفیفہ سے جیسے جانور ماکول اللحم کا پیشاب و اس قسم سے ہر کوٹھے کا
 پیشاب اور ماکول اللحم کے پیشاب کو محمد بن پاک کہا ہے چنانچہ کہ نزدیک گھر سے کے پیشاب کی نجاست خفیفہ ہے اور امام نے اسلئے گوشت کو مکروہ جو کہا ہے تو ہوا
 کہ وہ جہاد کا سامان ہو نہ اسواسلئے کہ اسکا گوشت ناپاک ہے چنانچہ طہارۃ من النبیۃ ادغیرھا غدا کول اور چنانچہ خیال غیر ماکول اللحم چڑیوں کی خفیفہ نجاست
 خواہ وہ چڑیاں درندہ ہوں مثل بانجڑہ یا درندہ نہون و فیہل طہارہ و صحیحہ اور بعضوں نے اسکو پاک کہا ہے اور اسکی تصحیح بھی بعضوں نے کی ہے شہ الحنفیہ
 انما ظہر فی غیر الماء فلیحفظ یہ جاننا چاہیے کہ نجاست کی نجاست میں پانی کے غیر میں ظاہر ہوتی ہے تو اسکو با درکھنا چاہیے یہی نجاست خفیفہ کے
 پڑنے سے پانی ناپاک ہو جاتا ہے چلی ہے کہ ماکولہ غیر ماکول کی بیٹ سے کنواں جس میں ہوتا تو یہ نشانی ہے چنانچہ سائق مذکور ہے چکا و غفہ دم سمع لعابہ
 پلہ حار و المذہب طہارۃ تھا او معاف ہو مخم مچلی کا اور رال خیر اولیہ کی اور صحیح مذہب اسلئے ظاہر ہو گیا ہے کہ بول اسفند کر دے پس بس الامعاف ہے پیشاب
 چھٹین ہو کر لگا سونہوں کے سروں کی مانند یعنی ہر چھینٹ سونے کی لوک کی برابر ہو اگرچہ بیکڑوں ہوں دکانا جاپنا کا آخر اور اسطرح ہر سروں کے مانند ہو
 کی دوسری طرف ہے جو حد سونے کا ناکا ہوتا ہے و ان الکث یا صابۃ الماء للعض و ذلک اگرچہ پیشاب کی چھٹین بہت ہو جاوے پانی یا لگائے سے یہ معافی ہے ضرورت کے
 اپنے اس چنانچہ شوارہ لیکن لود قع فی ملاء قلیل بحسب فی کما حرمہ طہارۃ الماء کما جو ہرۃ لیکن اگر پیشاب کی چھینٹ تھوڑے پانی میں پڑ گئی تو نہ کونا یا
 کر گئی چھینٹ قول میں اسواسلئے کہ پانی کی طہارت میں زیادہ تر تالیہ ہو کہ انی الجورۃ ہم پانی اس صورت سے جس ہوگا جبکہ چھینٹ کا اٹھ پانی پر ظاہر ہو
 اسطرح کہ کرنے کے وقت پانی میں فریب ہو جاوے یا پانی پہلجے ورنہ اسکا کچھ اعتبار نہیں چنانچہ قستانی نے شراشی سے نقل کیا باوجود اسلئے اگر

اکثر من بین عیشاب کی چھینٹ کر لی تو ناپاک نہوگا کذا فی مجلس و فی القتیۃ لو انضد البسط و ناد علی قد الدھ یمنع ان یمکن کالدھن الغس
 ان البسط او قتیۃ من ہر اگر عیشاب کی چھینٹیں باہر نکلیں تو پھیل گئیں اور دم کی مقدار سے لڑ نہ ہر گز نہیں تو جابہ یہ کہ ناپاک تیل کے مانند مانع نماز ہوں جبکہ
 و ذیل جہل جاست ہم یا نہ صورت میں ہر جب گرنے کے وقت لپٹے پر نمودار ہو جہاں نہ چھتانی میں ہر کرانی سے کذا فی الطحاوی عن اہلبی طین شام
 و بخلاف جہل عیشاب میں و جہل کلاب استنضاح غسائیر کا یہ ظہر واقع قطر ہائے اکا نامہ عصفی او کچھ طیارے عام یعنی بڑے ستہ
 اور ناپاک چیز کی بجائے اور گوبر کا ستارہ کہتے ہیں کہ مقام او چھینٹیں وضو یا غسل کے پانی کی کڑا نکلے قطرات کے مقامات نمودار نہیں بہترین میں سب معافیہ
 یعنی ضرورت کی وجہ سے صحیح قول ہر اگر سمیت کے بدن پر نجاست نہو تو اسکا غسل ناپاک نہیں ہر مگر چھینٹے جو جس کہ ہا ہر تو اسوجہ سے کہ غالباً سمیت کا
 بدن نجاست سے خالی نہیں ہوتا اگر پانی سے استنجا کیا اور اسکو نہ پونجا اور کچ کا اخراج ہو تو اسکی نجاست میں اختلاف ہے لیکن اکثر علماء کے نزدیک وہ ناپاک
 نہیں ہوتا اور نجاست کا دعوان اگر کپڑے میں لگا یا بدن میں اس میں بھی اختلاف ہے صحیح یہ ہے کہ وہ ناپاک نہیں کہ نکلے انی الطحاوی عن ابی ہر صا و النکدہ و
 حق علی غصہ جھکی اذا درجہ کلہ او اکثرہ و نواقلہ کثرتہ و فیہ نجاستہ غصہ سہل لکن قد متنا ان العیوۃ للامشس اور جہاں
 کہ وارد ہو ایسی جاری ہو ناپاک ہو وہ ناپاک ہو شہر طیکہ سالار پانی یا اکثر نجاست پر گزرا ہو اور اگر تھوڑا پانی نجاست کو دگا اور بہت طہیرہ اس سے گزر گیا
 تو وہ ناپاک نہیں چنانچہ دار جالو نہر میں تر یا ہو یا نجاست جہت پر ہو یا پانی بہتا جانا ہو تو یہاں تھوڑا پانی نجاست کا ملاتی ہوگا تو ناپاک نہوگا لیکن
 چنے باب المیاء میں مقدم ذکر کیا ہو کہ اکثر نجاست کا اعتبار ہے یعنی جبکہ تھوڑا پانی نجاست پر گزرے ہم و رد عام ہر بیان اور سبب غلی سے اور یہاں حکم عام
 تو بہترین حکم شراح و رد و فی القیۃ جہاں نکرتا متن کو عام رہتا ہے پانی کا گزرنے سے نجاست پر اس طرح ہر کہ ساری زمین ناپاک ہو یا یہ نالہ کے پاس نجاست
 پڑی ہو جو الرائق میں ہر کہ آب باران جبکہ نجاست پر گزرا ناپاک نہیں ہر جہاں تک کہ نجاست پاک ہیں زیادہ تر نہو یا یہ نالے کے پاس ہو کذا فی الطحاوی
 لکھنوی ای اذا درجہ نجاستہ علی الماء فتجس الماء لجماعہ لکن کا یہ کہ نجاستہ اذا کا فی التخصیص الماء یفصل فی حفظ جہے کے
 عکس میں ناپاک ہوتا ہے یعنی جبکہ نجاست پانی پر پڑے تو پانی ناپاک ہو جاتا ہے باجماع حنفی و شافعی لیکن اسکے نجاست کا حکم نہیں کیا جاتا جبکہ ناپاک چیز اسکو ناپاؤنیک
 نجاست سے جدا نہیں ہوتا اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم سحر الرائق میں ہر کہ قیاس اسکا مقتضی ہر کہ پانی ناپاک پانی ہو جائے نجاست کی اول ملاقات ہو لیکن ہم
 قیاس ضرورت کے سبب سے ساقط الاعتبار ہو گا جس کپڑے اتارے میں ہو اور پانی اس پر ڈالا جائے یا پانی تنارے میں ہو اور ناپاک کپڑے اس میں ڈالا جائے ہم
 حنفیوں کے نزدیک تو وہ اپنے محل میں طہر ہو اور جس پر جبکہ وہاں سے جابہ ہو اور ناپاک کپڑے دھونے میں بہتر ہو ہر کہ کپڑے تنارے میں رکھے بدن پانی
 کے پھر پانی اس پر ڈالے نہ یوں کہ پانی تنارے میں اول کچھ پھر ناپاک کپڑے اس میں ڈالے تاکہ باہر شافعی کے خلاف نہو اسے اسطے کہ ان کے نزدیک پانی میں ناپاک
 کڑا ڈالنے سے ناپاک ہو جاتا ہے اسنی مختصرہ کا یہ کہون نجاستہ ما و قد ردہ الا لزم نجاستہ الخیر فی سائر الامور کذا ناپاک نہیں ہوتی نجاست کی ہم
 چنانچہ گوبر اور لید اور گندگی آدمی کی رنہ لازم آوے ناپاک ہر روٹی کا اکثر شہرون میں یعنی جہاں لکڑی سے نہیں یا کیسا بگردان قیمت ہو کہ لا صلح کان حلالا
 او خنزیر اور نہ وہ نمک ناپاک ہو جو اول گدھا یا سورہا جو نمکسار میں ہر کر نمک بنگیا کا قند و قہ فی بئر فضا و حماۃ لا یقلد بلعیدنی یفطر اور
 گندگی ناپاک ہو کہ نہ میں گری پھر کالی مٹی ہو کہ کثیر نیکی لیبب بجا جانے اسکی ذات کے ہر کہ نہو دیا جاتا ہے ہم انقلاب ذات نینون سکون کی دلیل ہو
 گندگی کی لکھ کا اور گریہ اور ور کے نمک کا اور گندگی کی کچھ کا ناپاک نہو اسو اسطے ہر کہ انکی حقیقت بدل کر او چیز نیکی و غسل طہارت تو پید و بد و
 نجاستہ حلالہ نہ لشی الحلال علیہ وان وقع الغسل بغیر نجاستہ و الاختار اور اس کپڑے یا بدن کا دعویٰ جسکے ایک مکان پر نجاست
 لگ گئی اور وہ مکان بھول گیا ہو اس کپڑے کا پاک کر دیا اگرچہ بدن ملن غالب کے دعویٰ ہو یہی قول مختار ہے یہ دیوان اور سبب جال کے قول کا بیان ہو

فَاَسْبَغَ بِمِائِئَةِ عَشْرٍ غُفْلًا وَفِي الْحَقِّ عِذْرٌ لِّكَافِرٍ
 خُذْ زَكَاةً وَسَبْطًا مِّنْهُنَّ لِيُطَهَّرَ بِهَا مَنَاسِكُكَ وَالْمَنَاسِكُ مَعْرُوفَةٌ
 حَقِّ الْعِدَّةِ سَبْطٌ مِّنْهُنَّ لِيُطَهَّرَ بِهَا مَنَاسِكُكَ وَالْمَنَاسِكُ مَعْرُوفَةٌ
 امام شافعی کے نزدیک تارک اصلوہ قتل کیا جاتا ہے ایک نماز کے چھوڑنے سے قتل ہو جانے کی راہ سے اور دوسرا قول یہ ہے کہ قتل ہو جانے کی راہ سے ہم اس طرح وضو
 کا تارک اصلوہ واجب الجس ہو اور شافعی کے مانند مالک اور احمد کے نزدیک بھی مقرر تارک الصلوة سے مکمل لازم قتل ہو گیا کیونکہ نزدیک وہ کا فر نہیں
 سوائے امام احمد کے کہ انہی اہل الطحاوی دیکھ کہ یا سلام فاحیکما یبشر فاحیکما یبشر فی الوقت مع جماعة مؤمنین متقیین اور حکم کیا جاتا ہے نماز
 پڑھنے والے کے مسلمان ہونے کا چار شرطوں کے ساتھ یہ نماز پڑھے عین وقت میں جماعت کے ساتھ امام کے پیچھے نماز کو پورا کر کے ہم اس طرح نماز پڑھنا
 امت محمدی میں مخصوص ہے لہذا اس کے فاعل پر اسلام کا حکم ہوا وقت کی قید اس واسطے لگائی کہ وہ دلیل پر فرضیت نماز کی اعتقاد کے برخلاف قضا کے نہیں
 فعل کا احتمال ہے یا اعتقاد فرضیت وقت قضا کا اور چونکہ جماعت معتبر سی اور امام دونوں کو شامل تھی لہذا شایع نے اعتدالی قید زیادہ کی اس واسطے اقتداء اتباع
 سبیل مؤمنین پر ولایت کرتا ہے برخلاف امام ہونے کے کہ ائمنینیت افراد کا بھی احتمال ہے تو جماعت ثابت نہوگی اور تمام صلوہ سے مراد یہ ہوگا کہ اس کو فاسد نہ کرے
 کہ انہی اہل الطحاوی دیکھا لو اذنت فی الوقت و سجدت ثلاثا فکون ذکے الشاکھ حلالا مسلما اور اس طرح اگر اس نے وقت نماز میں اذان دی یا تلاوت قرآن کا
 سجدہ کیا یا چرند سے جانوروں کی زکوہ ادا کی تو وہ مسلمان ٹھہرے گا ہم اس واسطے کہ یہ امور خصوصیات اہل اسلام سے ہیں کہ لو سجدت فی الوقت و سجدت ثلاثا
 ادا ما ادا و افسدھا او فعل بقیة العبادات لا یفید الا تحکیم بقیة العبادات المسلمان نہ ٹھہرے گا اگر ایک شخص نے غیر وقت میں نماز پڑھی
 یا تنہا یا امام ہو کر نماز پڑھی یا نماز کو فاسد کر دیا یا ان مذکورات کے سوا باقی عبادات ادا کیں اس لیے اس واسطے کہ امور مذکورہ ہماری شریعت محمدی کے ساتھ نہیں
 نہیں ہم باقی عبادات چنانچہ زکوہ اسوا غیسوا تم اور روزہ اور حج غیر کامل اور صدقات امت محمدی میں مخصوص نہیں لیکن ہیئت کاملہ حج کرنا اور قرآن کا سجدہ
 بھی اس امت کی خصوصیات سے ہو تو ان کو بھی شتمی کرنا چاہیے کہ انہی اہل الطحاوی دیکھا لو اذنت فی الوقت و سجدت ثلاثا فکون ذکے الشاکھ حلالا مسلما
 و الصلوة الحیة او خصوصیات مذکورہ اسلام کو صاحب نہ الفائق نے نظم میں بیان کیا ہے اور کافر نے عین وقت میں نماز پڑھی امام کے پیچھے اپنی نماز کو
 پورا کر کے فاسد کر کے یا اذان بھی دی آشکارا یا چرند سے جانوروں کی زکوہ ادا کی یا تنہا سجدہ تلاوت کرنے کے پاک ہو کر تو وہ کافران افعال سے مسلمان ٹھہرے گا
 نہ تنہا نماز پڑھنے سے اور نہ اور اسوا کی زکوہ دینے سے اور نہ روزہ رکھنے سے اور نہ حج غیر کامل کرنے سے وھی حیة اذنت فی الوقت و سجدت ثلاثا فکون ذکے الشاکھ حلالا مسلما
 اصلہ ای بالفسخ کما صححت فی الحج کما بالمال کما صححت فی الصکوک بالعدیة للقران لا یفید الا شاکھ حلالا مسلما و بالصلوة مؤکدہ و بالذلک یوجد اور وہ
 یعنی نماز صرف بدن کی عبادت ہو تو ائمنین نیابت نہیں کسی طرح یعنی نہ جان کی نیابت جیسے حج میں صحیح ہو نہ مال کی نیابت جیسے کہ روزے میں استیفاء ہو نہ
 وے کہ شیخ فانی کو اس واسطے کہ نیابت یا فدیہ توقف شارع کے اذن سے جائز ہوتا ہے سو وہ اذن نمازین یا یا نہیں کیا ہم نماز محض عبادت بدنی ہے یعنی کرب نہیں مال
 اور بدن سے جیسے حج مرکب ہے اور حج نفل میں دوسرے شخص کو نائب کرنا ہر طرح درست ہے اور حج فرض میں بشرط عجز و اتہمی صحیح ہے اور صوم کے فدیہ میں بھی عجز
 و اتہمی قلموت شرط ہے شیخ الفاروقین پر کہ نماز میں نیابت اس واسطے بھی درست نہیں کہ تکالیف شرعیہ سے مقصود استیلاء و تسکین ہو سو وہ عبادات بدنیہ میں
 جان و اعضاء کی محنت کشی میں افعال مخصوصہ کے کرنے سے حاصل ہو اور نائب کے کرنے سے غیب کے لغز پر شقت متحقق نہیں ہوتی تو نیابت مطلقا جائز نہیں
 یہ غیر متفقہ قدرت میں انھی سبب کما درج النعم ثم الخطاب ثم الوقت نماز کا سبب پورے ہوا ہے و حسانات ربانی کا یہ حکم قرآنی ہے وقت نماز کا امام سبب

اس جگہ پر امام شافعی کے قول کے ساتھ ہے کہ اگر ایک شخص نے غیر وقت میں نماز پڑھی یا تنہا یا امام ہو کر نماز پڑھی یا نماز کو فاسد کر دیا یا ان مذکورات کے سوا باقی عبادات ادا کیں اس لیے اس واسطے کہ امور مذکورہ ہماری شریعت محمدی کے ساتھ نہیں

لحفظ بصر پہلے طحاوی نے کہا یہی قول مستند ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ آفتاب کے نہ ہونے تک ہر ذوق غریبہ عادت کھلی یعنی نور و الظاہر وغیرہ
 سوا اگر آفتاب ڈوبا پھر نکل آیا تو عصر کا وقت دوسری بار عود کر گیا یا نہیں جواب ظاہر یہ ہے کہ مان وقت پھر اوگیا ہم یہ بحث بڑا سبب نہ کی بدلیل پیش
 رد خمس یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم علی مرتضیٰ کی گود میں سو گئے جب آپ جاگے تو معلوم ہوا کہ علی مرتضیٰ نے عمر کی ناکھین پڑھی تو فرمایا کہ الہی علی مرتضیٰ
 اور ترسے رسول کی طاعت میں تھا تو آفتاب کو پھر دے سو آفتاب پھر نکل آیا یہاں تک کہ آنحضرت کی نماز پڑھ لی اور یہ واقعہ خبر میں ہوا تھا اس حدیث میں
 طحاوی اور قاضی عیاض نے صحیح کہا ہے اور چند محدثین نے اسکو روایت کیا ہے اور ابن ماجہ نے سند حسن سے اسکو روایت کیا ہے اور جیسے اسکو موصوف
 کہا چنانچہ ابن جوزی نے اسے خطا کی اور ہمارے قواعد بھی اسکے مخالف نہیں کہ ان فی الطحاوی دعی الوسطی علی المذہب اور یہی عصر کی نماز وسطی ہو
 بنا بر مذہب صحیح کھم قرآن مجید میں فرمایا (حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْكُوفُ) یعنی محافظت کرو نمازوں پر اور نماز وسطی پر یعنی ربیان کہا
 افضل نماز پر نماز وسطی کی اربعین پر تیسری قول میں جو وہابیہ اور اسکی شرح میں مذکور ہیں انرا بخیر ایک قول یہ ہے جو شراح نے ذکر کیا واللہ اعلم وحقیقۃ المد
 منہ الی غروب الشفق وہو الحمد للہ وقلت الثلثة والیہ وجع کہام کما فی شرح اللہم وغیرہا ککاک ہذا المذہب اور غیر کیا
 وقت آفتاب کے غروب ہونے سے ہر شفق کے ڈوبنے تک اور شفق سے وہ سرخی مراد ہو جو غروب آفتاب کے بعد مغرب کی طرف رہتی ہے صاحبین کے نزدیک یہی
 کہا ہے یقیناً امامون ائس قول کی طاعت امام اعظم نے رجوع کیا ہے چنانچہ مجمع وغیرہ کی شرحوں میں مذکور ہے تو یہی صاحبین کا قول صحیح مذہب ٹھہر گیا ہم امام اعظم کے
 نزدیک وہ سفیدی ہے جو سرخی کے بعد افق میں ہوتی ہے اور یہی قول ہے صدیق اکبر اور انس اور عطاء اور عائشہ صدیقہ کا اور ایک روایت ہے ابن عباس اور
 ابوہریرہ سے اور یہی مذہب عمر بن عبد العزیز اور ذراعی اور زفر اور حرانی اور ابن منذر اور خطابی کا اور یہی مختار ہے ہر دو اور ثعلبانی نے لغت کا ابو داؤد میں حدیث
 کہ جبریل علیہ السلام نے نزول کیا اور فرمایا کہ نماز عشا کا وقت وہ ہے جبکہ افق سیاہ ہو جائے ابن حبان نے اسکو اپنے صحیح میں روایت کیا ہے اور ابو داؤد اور انس
 اور اصح نے نمان بن بشیر سے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم عشا کی نماز اسوقت پڑھتے تھے جبکہ تیسری تاریخ کا چاند ساقط ہوتا تھا
 کہ ان فی یعنی اور محقق نسخ فتح القدیر میں امام کے قول کو ترجیح دی ہے اور کہ شفق کو محرمت کہنا امام کی روایت سے ثابت ہے نہ روایت سے اول تو اسکا کلام
 کی ظاہر روایت کے مخالف ہے اور ثانی تو بدلیل حدیث ابن فضیل کے کہ آخر وقت مغرب کا یہاں تک ہے کہ افق غائب ہو جائے اور غائب ہونا افق یعنی کنارہ سے
 اسلام اس سفیدی کے ساقط ہونے سے ہوتا ہے جو سرخی کے بعد ہوتی ہے اور محقق کے شکر کو شیخ قاسم نے تصحیح قدوسی میں کہا تو ثابت ہوا کہ امام ہی کا قول صحیح ہے
 انتہی تو اس سے ظاہر ہے کہ قوی اور عمل نہیں مگر امام اعظم کے قول پر اور اسکو چھوڑ کر صاحبین کے قول کو کیا کسی در کے قول کو لینا نہ چاہیے اللہ عز وجل غنیف دلیل یا
 یا تعامل کے اگرچہ شایع ہے صاحبین کے قول پر قوی دیا ہو چنانچہ پہلے میں اور سراج میں ہے کہ صاحبین کا قول اوس ہے اور امام کا قول اول کما فی الجہاد ورجوع میں ہے کہ
 یہاں صاحبین کے قول پر قوی ہے قوی افندی نے اسکو یوں رد کیا ہے کہ اس پر اعتماد جائز نہیں ہے امام کے قول پر صاحبین کے قول کو ترجیح دینا درست نہیں ہے جو صاحبین کے دلیل سے
 بالضرورت یا بدلیل یا اختلاف ران کے حالانکہ ان چاروں امور سے کوئی متحقق نہیں تو امام ہی کے قول پر عمل کرنا علی خصوص حکم ہدایا بھی امام ہی کے قول پر
 ہو چنانچہ اس سلسلہ میں لازم ٹھہرانتہی و فیما ان التعامل علی خلاف اگر کوئی کہے کہ جب امام ایک جانب ہوں اور صاحبین دوسری جانب تو مفتی مختار بزرگ جبر جاس
 عمل کے لئے وجوب ہیں ایک مگر یکم مفتی مجتہد پر محمول ہے اور مجتہد نہیں تو صحیح یہ ہے کہ امام ہی کے قول پر قوی ہے چنانچہ میراجید میں ہے کہ اور دوسرا حجت
 ہے کہ وہ بعض شایع کا قول ہے اور بعضوں کے نزدیک تو امام کے قول کے ہوتے صاحبین کے قول پر عمل نہ چاہیے انرا بخیر صاحب ہدایہ نے اسے تجنیس میں کہا کہ میراجید
 نزدیک جبر جاس کہ امام کے قول پر ہر حال میں قوی دیا جائے کہ ان فی الطحاوی لخصاً وقت العشا والوقت الی الصبح اور نماز عشا اور وقت غروب شفق
 ہر وقت تک لا یمح ان یمح علیہا الحق الا ناسیاً لوجوب الترتیب کا تھا فرضاً عند اللہ مگر صحیح نہیں ہے تا پر ورت کا مقدم کرنا گمراہی ہے کہ

تذکرہ ائمہ و فضلاء

واجب ہونے ترتیب کے واسطے کہ عشا اور وتر دونوں فرض ہیں امام کے نزدیک ہم لیکن عشا فرض قطعی ہے اور وتر فرض علی ہر صاحب میں اور انہ تلافی کے نزدیک تر
 سنت ہے والدلائل فی المبسوطات د خاتمة فتاویٰ کبیرا خان فیہما یطلم الفجر قبل غروب الشمس فی الدین فی الشیخ اور نہ پانے والا عشا اور وتر
 کے وقت کا جسے بلغا کے ساکن اس واسطے کہ بلغا میں فجر طلوع کرتی ہے شفق کے غروب ہونے سے پہلے چار سو اربعین تماموں میں ہر کہ بلغا ایک شہر ہو ملک صفا کا
 نہایت جانب شمال کے شدید البرد اور یہ جو شام نے چار سو اربعین کو ذکر کیا سو سو سے اوٹھیک یہ ہے کہ اقصیٰ لیالی سال میں ہر بلغا عشا کا وقت نہیں ہوتا چنانچہ بحر الرق
 اور امداد الفلاح میں مذکور ہے یعنی اول صیف میں جبکہ آفتاب علوی کرنا ہر اس سرطان میں تو اس وقت آفتاب زمین پر ۱۴ گھنٹے ٹھہرتا ہے اور ایک ساعت یعنی
 گھنٹہ ہر غروب ہوتا ہے عرض بلد کے حساب پر چنانچہ علم ہیئت میں اسکی تفصیل مذکور ہے کہ ان فی الطحاوی عن الجلیس مشکوٰۃ بیضا فیہ ذکر بلغا پانے والا عشا
 وتر کا مکلف ان دونوں کا یعنی شہر اور ویرانہ کا فرض ہے تو اندازہ کرے ان دونوں نمازوں کے واسطے یعنی جبکہ مدت کے بعد غروب ہونے سے پہلے عشا اور
 وتر ہوتی تھی اُس قدر مدت کے بعد دونوں کو پڑھنا یا بلا و قریہ پر قیاس کہ یہ دلائل فی القضاۃ لفقہ دفتی کا د اذہم اذہم البوہان الکبیر اور عشا اور وتر
 کے قضا کی نیت نکرے وقت اور اسے ہونے کے سبب سے اسکا فتویٰ دیا ہے ہر ان الدین کہ ہر نے ہم قضا کی نیت اس واسطے نہ کرے کہ قضا اسکو کہتے ہیں کما وقت
 اور فوت ہو جائے اور یہاں وقت ہی نہیں تو قضا بھی نہیں و احتیاط الکمال و تبعہ ابن الشیخ فی الغانہ و صحیحہ فہم المصنفان المذکورین
 عشا اور وتر کو اختیار کیا ہے کمال الدین صاحب فتح القدیر نے اور ابن شمس نے اسکی پیروی کی بنی النازمین ہوا سبکی فصیح کی ہے تو مصنف ہر شہر
 اسی قول کو مذہب صحیح گمان کیا یعنی واند اسکو متن میں داخل کیا برخلاف کثرت کے اور کثرت کے قول کی تضعیف کی چنانچہ اسکو اس کے بعد بصیفہ تصریح فرما کر کیا
 شارح نے اسکی تضعیف قول مصنف پر اشارہ کیا اور شربلالی نے امداد الفلاح میں اسکی تضعیف ہونے کی تصریح کی ہے کہ ان فی الطحاوی و فیہ لا یکلف بھا
 یعدہم سببہما اور بعضوں نے کہا کہ عشا اور وتر کے وقت کا پانے والا مکلف ان دونوں نمازوں کا نہیں اس کے سبب نہ ہونے کی وجہ سے یعنی وجہ کا
 سبب وقت ہے اور اتقار جبکہ ہر وقت ہر سبب سے و بد جرم فی المکنز الدار و الملتقی اور اسی عدم وجوب کا یقین کیا ہے ہر متون ثلثہ یعنی کثرت الدقائق کو در اور
 لمتقی البحرین و بدہ احتیاط البقائے و اخذہ للحوال و المرحۃ فیہ اور اسی کا فتویٰ دیا علامہ باقلی نے اور انکی ہر وقت کی بعد مخالفت کے حلوانی اور
 مرغنیانی نے ہم مجتہدین میں ہر کہ ہر بلغان الائمہ کے وقت میں ہفتا وار دہوا کہ ہر گاہ اپنے شہر میں عشا کا وقت نہیں پاتے تو ہمیں عشا کی تہا واجب ہے ہر ان
 تو جواب یہ لکھا کہ تمہارا واجب نہیں اور اسکا ظہیر الدین مرغنیانی نے فتویٰ دیا اور اسکا استقنا بلغا سے وارد ہوا شمس الائمہ حلوانی پر تو قضا کرنے عشا کا
 فتویٰ دیا پھر خوارزم میں سیف المستعالی سے بھی ہفتا ہوا تو انھوں نے عدم وجوب کا فتویٰ دیا سو انکا جواب حلوانی کو ہر سوچا تو ایک شخص کو بھیجا ان کے پاس
 خوارزم میں کہ جمع میں اسنے سوال کیا کہ کیا کہتے ہو اس شخص کے حق میں جو پنج فرضوں میں سے ایک فرض کا انکار کرتا ہے وہ کافر ہے یا نہیں تو شیخ بقالی
 مطلب وال کا بھیجے کہ تو جواب دیا کہ تم کیا کہتے ہو اس شخص کی نسبت جس کے دونوں ماتم کہنوں میت یا دونوں پانوں کھنوں میت کاٹنے کے اسکو
 میں کہنے فرض میں سائل نے جواب دیا کہ میں فرض میں سبب ہونے محل جو تھے فرض کے بقالی نے کہا کہ سبط جہنم نماز بھی فرض نہیں اس کے وقت کے
 ہونے سے یہ جہنم کا جواب حلوانی کو ہر سوچا تو پسند کیا اور اس کیلئے میں ان کے موافق ہو گئے کہ ان فی المنع و ترجمہ الشربلالی و الحاکمی و جاسعہ المتقالب
 و متعنا ما ذکرہ الکمال اور عدم وجوب عشا کی ترجیح دی شربلالی اور ابراہیم علی شامی نے اور اس میں بہت گفتگو کی ہے اور نہیں مانا اس قول کو جو کمال
 محقق نے فتح القدیر میں ذکر کیا ہے ہم خلاصہ کلام محقق یہ ہے کہ قیاس عدم وجوب عشا سقوط غسل پر بنی قطعین پر قیاس مع الفارق ہے کیونکہ عدم محل فرض
 میں اور عدم محبت علی میں جو وجوب خفی نفس الامری کی علامت ہے فرق صریح و علاوہ اسکا خبر متواترہ شبہ سراج سے فرضیت ظلوات خمسہ خج انکان
 بلا تفصیل شریعت عام ہے اور سبط حدیث صحیح مسلم دلیل معاہدہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے و جال کا ذکر کیا صحابہ کما کہ وہ زمین میں کتنا ٹھہر گا

فرمایا ہر دن ایک دن سال کے برابر اور ایک دن جیسے کے برابر اور ایک دن بختی کے برابر اور باقی دن مختار سے ہونے کے مانند صحابہ نے کہا یا رسول اللہ موجود ہر سال کے برابر ہر اُسین ہر ایک دن کی نماز کفایت کرے گی فرمایا اُسین اُسکے واسطے اندازہ کر دیا یا انتہی تو اُس دن میں ۳۰۰ سے زیادہ عصر کی نماز واجب ہوتی مثل یا مثلیں کے سایہ ہو جانے سے پہلے انتہی کلام الکمال خلاصہ جواب علی یہ کہ جیسے صلات نہ تھمے حلی میں اسطرح وجوب کے واسطے اسباب اور شرط تھمے مگر میں کہ بدو اُسکے وجوب نہیں پایا جاتا ہو تو اگر صلات خمسہ کا حکم عام باب اور شرط کے ساتھ فراد ہو تو مسلم ہو اور تکوین نہیں اور اگر ہر فرد مکلف کا عموم طلقاً مراد ہو تو باطل ہر اسلئے کہ حائض اگر بعد طلوع آفتاب کے ظاہر ہو مثلاً تو اُس دن اس دن فقط چار نمازیں واجب ہیں نہ پانچ اور حدیث دجال کی مخالفت قیاس ہو تو اُس پر غیر کو قیاس نہیں کر سکتے و ماہ فی الخطا دی وغیرہ میں البسومات قلت و کایسا عدہ حدیث الدجال کا نہ وان وجب اکثر من ثلثمائة طلح من ثلاث قبل الذوال لیس کثرتا کثرت المقصود فیہ العلامة کان الزمان و اما فیہما فقد فقد کثرت من کثرتا ہول و کمال لدین کو مساعت نہیں کرنی دجال کی حدیث اس واسطے کہ اگرچہ وہاں میں ہر طرح سے مثلاً زیادہ تر وجوب ہونے وال آفتاب سے پہلے ہمارے اس سلسلہ کے مانند وہ دن نہیں اس واسطے کہ یوم دجال میں فقط علامت اوقات مقصود ہیں نہ زمانہ مقصود نہیں اور بلغار کی عشا اور وتر میں علامت اوقات اور زمانہ دونوں امر مقصود ہیں یعنی نہ علامت عشا کی موجود ہو اور نہ مستند زمانہ مستند ہو کہ مغرب اور عشا اور صبح کے اوقات کے برابر ہو بلکہ بامین غروب اور طلوع آفتاب کے فقط بعد مغرب اور صبح کے زمانہ ہوتا ہو ہم شارح کا یہ کلام مسلم نہیں اس واسطے کہ یوم دجال سال بھر کا ہو تو جو بیس جو بیس عشا یعنی ہم نہ گھنٹے میں پانچ نمازیں اور ہونگی اور بلغار کا دن بھی اپنی رات کے ساتھ ہم نہ گھنٹے کا ہو تو اُس میں بھی پانچ نمازیں واجب ہونگی تو زمانہ پانچ لگیا اور ہر یوم دجال کے ہو گیا میں کثرت ہوں اس حاصل وجوب اور عدم وجوب عشا میں دونوں قولوں کی تصحیح ثابت ہو گئی کہ دلیل تقدیر کی مشرق ہو اور بلغار کے رہنے والے نے خبر دی کہ چار یا کم گرامین شفق سرخ کے غائب ہونے سے پہلے فجر طلوع کرنی ہو اور وہاں کے لوگ صوم میں رات کی مدت میں لگیا یا زیادہ کھاتے ہیں قبل ظہر ہونے فجر کے اور وہاں سے بھی دور کے رہنے والے شخص نے مجھے حکایت کی کہ وہاں مطلق اندھیر نہیں ہوتا اور بجھتا اور بلا دین ہمیشہ اندھیرا رہتا ہو وہاں روشنی نہیں مگر چراغ کی فوجان اعلیٰ سمح قاتل الاحوال کہ ذانی الطحاوی و المسکت للرجل کا بیتا ذی الفجر باسقاء و الخضر یہ ہذا الخضر بیتا یسئل ان تعینا ایتہ ثم یقینا یکتا ایتہ لو حسد ا اور مروی مستحب ہر شروع کرنا نماز فجر کا روشنی میں اور ختم کرنا روشنی میں یہی قول مختار جو اسطرح ہے کہ یہ آیت کو اولے حروف کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کے دونوں رکعتوں میں پڑھے پھر نماز کو ادا کرے طہارت کے ساتھ اگر فساد نماز کا ظاہر ہو ہم فساد کی صورت ہو کہ بدو طہارت کے سو سے نماز پڑھے یا نماز میں کوئی فساد واقع ہوا و قتل یؤخر جلا کات الفساد کو حوکم و قول ضعیف یہ کہ فجر کی نماز کو بہت تاخیر کرے اس واسطے کہ فساد ہو جانا نماز کا امر ہو ہم ہر ہم بحر الرائق میں ہو لیکن تاخیر کرے کہ طلوع آفتاب میں شک واقع ہو کلا تاخیر ہو ذلیقہ فالتخلیس افضل مگر اتم مطلقاً مگر حاجی کو ضرر لغو میں روز روشن میں نماز پڑھنا مستحب نہیں تو وہاں اندھیرے میں نماز افضل ہو جیسے عورت کو مطلقاً خواج میں یا غیر حج میں اندھیری میں نماز بہتر ہو اس واسطے کہ بنا حال السنواں پر وہ داری میں ہر سو وہ اندھیرے میں حال ہو ذی غیر الفجر کا افضل لہذا انتقاد فراغ الحاکمۃ اور فجر کے سوا اور نمازوں میں عورت کو فراغت جماعت کا انتظار کرنا افضل ہو یعنی جب مردوں کی جماعت ہو چکے تب عورت مسیہ میں نماز پڑھے و تاخیر ظہر الصیغہ بحیث یشہ فی البطل مطلقاً کذا فی المجموع و خیر ای بلا اشتراط شدتہ و جوازہ بلکہ فضل جافہ اور مستحب ہو کہ نماز کی ظہر کا اسطرح کہ دیوار دن کے سایہ میں چلے مسجد جانے کے وقت طلقاً ایسا ہو مجمع وغیرہ میں طلقاً کی تفسیر یہ ہو کہ تاخیر مذکور میں شرط نہیں شدت موسم گرمی اور نہ گرمی شہر کی اور نہ قصد جماعت کا ہم صیغہ کی قید میں اشارہ ہو کہ بیچ اور خریف کے موسم میں تعمیل ظہر کی مستحب ہو اور تاخیر کی حد یہ ہو کہ قبل از شل نماز ہو اس واسطے کہ خزانہ میں ہو کہ وقت مکرر وہ ہو اختلاف کی حد میں داخل ہو اور جبکہ سایہ ہو کلا اسکے برابر ہوا تو اختلاف میں داخل ہوا

وہ باطل ہو جائیگی وقت اول کے ناقص ہونے سے تعارض امامیہ کا یہ بیان ہے کہ جامعہ محدثین نے حدیث مرفوعہ ابو ہریرہ سے روایت کی کہ جس شخص نے عصر کی ایک رکعت قبل غروب کے پائی اسے پوری نماز پائی اور جسے ایک رکعت صبح کی پائی قبل طلوع آفتاب کے تو اسے پوری صبح کی نماز پائی چونکہ اس حدیث میں اور اس حدیث میں جہنم اوقات ثلاثہ میں نماز ممنوع ہے تعارض واقع ہوا تو ہم نے قیاس کی طرف رجوع کیا دفع تعارض کے واسطے چنانچہ تعارض کا یہی حکم ہو تو ہم نے اس حدیث کے حکم کو ترجیح دی عصر کی نماز میں کذا فی المطاوعی عن الجرح وینقذ نقل بشروح فیہا بکراہۃ التحریہ کراہت تحریمی کے ساتھ منع ہوتی ہے نفل اوقات ثلاثہ میں شروع کرنے سے یعنی تو اسکا قطع کرنا اور اسکو کامل وقت میں قضا کرنا واجب ہے ہم جسکا نماز نام ہے اگرچہ مجازاً اسکو نماز بولتے ہیں وہ تین قسم ہے فرض واجب نفل اول قسم علی ہر اوقطعی تو فرض عملی وتر ہے اور فرض قطعی کھایہ ہوا و عین سو فرض کھایہ نماز جنازہ ہے اور فرض عین نماز پنجگانہ اور عید اور عیدہ صلیبہ ہے اور قسم ثانی یا واجب لعینہ ہے یعنی جو خدا کے واجب کر دینے سے ہو یا واجب غیرہ ہے یعنی جو بندہ نے اپنے آپ کو اپنے فعل سے واجب کر لیا ہو ثواب لعینہ وتر اور نماز عیدین اور عیدہ ثلاثہ اور واجب غیرہ سب سے ہوا اور دو کتبیں طوائف کی اور اس نفل کی قضا جسکو اس نے فاسد کر دیا اور نفل کی نماز اور قسم ثالث یعنی نفل یا سنت مکررہ ہر باغیر مکررہ اور اسکو دریافت کر کہ اوقات مکررہ دو نوع ہیں نوع اول طلوع اور استوا اور غروب ہے اور نوع ثانی بامین فجر اور آفتاب کے اور بامین نماز عصر کے آفتاب کے زرد ہونے تک تو اوقات کے نوع اول میں سب سے اقسام مذکورہ کی منع نہیں ہوتی مگر نفل اور نذر مقیدہ یا اوقات مذکورہ اور قضا اس نفل کی جسکو انہیں اوقات میں فاسد کیا اور نماز اس جنازہ کی جو انہیں وقتوں میں آیا اور عیدہ ثلاثہ اس آیت کا جو انہیں میں پڑھی گئی اور عصر اسی دن کی منع ہوتی ہیں یہ چیز نمازین کراہت کے ساتھ تو انکو قطع کرنا اور کامل وقت میں قضا کرنا واجب ہے مگر اسی دن کی عصر کو قطع کرنا جائز نہیں اور نوع ثانی میں تمام اقسام مذکورہ نماز کی منع ہو جاتی ہیں سوا نفل واجب لیسرہ کے لیسرہ کا انتقاد کراہت کے ساتھ ہوتا ہے تو اسکا قطع اور قضا کامل وقت میں واجب ہے کذا فی الجلی لا ینقذ الفرض و ما ہو ملحق بابہ

تو واجب لعینہ کو جو وسیع ثلاثہ و صلوات جنات و تکلیف الاکثر فی کامل و حصوات الجنان قبل لوجوبہ کاملہ و لا ینتدے ناقصاً اوقات ثلاثہ میں منع نہیں ہوتا ہر فرض اور جو فرض کے ساتھ لمحق ہے چنانچہ واجب لعینہ مانند وتر کے اور عیدہ اس آیت کا جو کامل وقت میں حرمی اور نماز اس جنازہ کی جو حاضر ہوا ان وقتوں سے پہلے سب اس کے واجب ہونے کے کامل ہو کر تو انہوںکا ناقص ہو کر فلو وجبت فیہا لدریہ بخلاف فعلیہا و کھن فیہا اور اگر عیدہ ثلاثہ اور نماز جنازہ انہیں اوقات میں واجب ہوتی تو انکا فعل مکررہ نہیں یعنی مکررہ بکراہت تحریمی نہیں ہم تحریمی مقید سے معلوم ہوا کہ کراہت تحریمی ثابت ہے وہ فی التحفۃ الکافضل ان لا یؤخر الجنانہ اور تحفہ میں ہے کہ بہتر ہے ہر کہ اوقات ثلاثہ میں جنازہ کی نماز کی تاخیر نہ کرے ہم صاحب بحر اور نے بھی اس قول کو ثابت رکھا ہے کذا فی المطاوعی و صحیحہ المکررۃ تطوع بکراہۃ فیہا و نذرا ذاکہ فیہا و قبل ذلک فیہا و حقیقۃ تطوع بکراہۃ فیہا فان صدق لوجوبہ ناقصاً او صحیح ہو کر کراہت کے ساتھ وہ نفل حکم شرعی کیا انہیں اوقات میں اور وہ نذر کی نماز ہو اور اگر انہیں وقتوں میں اور حالانکہ نذر بھی انہیں میں کی اور اس نفل کی قضا جسکو انہیں اوقات میں شروع کیا پھر اسکو فاسد کر دیا وجہ نقصان وجوب ہے مخطا ہر الروایۃ وجود القطع و القضا فی کامل کما فی الجرح وینقذ بحکم معلوم کر کہ ظاہر الروایۃ وجوب قطع اور وجوب قضا ہر کامل وقت میں چنانچہ بحر الرائق میں ہے و فیہا و البغیۃ الصلوۃ فیہا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم افضل من قرائۃ القرآن کانہ کاتوا کرم و البکراۃ الصلوۃ و اذلی و ذلک ما کان ذکراً لکھا و بحر الرائق میں بغیہ سے منقول ہے کہ اوقات مذکورہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا افضل ہے قرآن کے پڑھنے سے اور شاید کہ وہ واسطے ہے کہ قرآن خوانی نماز کے ارکان سے ہے تو جو نماز کا رکن ہے اسکا ترک او سے ہم بغیہ بالغنم دبا لکسر معنی مطلوب ہے اور بیان کتاب کا ہم جو بغیہ کا مختصر کذا فی الجلی عن الجرح و کبرۃ نفل قصداً و لو خیر مسجد کل ما کان واجباً لا لعینہ بل لعیو و هو ما یو حقی خیر علی فعلہ لکن ہر

کہنے والا اپنی دو وزن انگلیاں کانوں میں نہ رکھے اور سولے کہ قنات کی آواز پست تر ہوتی ہو اذان کی آواز سے وحید ر بعتہم اللہ والی صبح فیہ اور قنات کی آواز جلدی کرے یعنی بدین الکلمتین کہتے ہوئے شام نے کہا کہ مجھ پر بعض اہل معنی صبح یعنی صبح سے قبل کسی شے کے بعد تھا کہ صبح تو اگر قنات ٹھہرے گا اذان کے مانند تو اس کا اعادہ نہ کرے صحیح تر قبول میں ہیں لیکن اگر اذان کو جلد جلد بکیر طرح کہیگا تو اس کا دوبارہ کہنا مستحب ہو کہ چونکہ اذان میں تکرار شروع ہو چکا ہے جبکہ روز اور تکبیر میں تکرار شریف میں ثابت نہیں و نیز قد قَامَتِ الصَّلَاةُ بعد فلا حرجا ہر تین اور قنات کے جس علی الفلاح کے بعد دوبارہ کہنے کا قنات صلوٰۃ و عند الثلثۃ ہی ہے اور امام شافعی اور امام مالک اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک قنات ایک کلمہ ہو لیکن بعض اہل الکلیہ القبلۃ یہ کہتا ہیں اور سوار کے سوا اور شخص اذان اور قنات میں قبلین ہو جائے ہم جماعت کے واسطے سوار ہو کر اذان کے سفر کے حال میں سوار کو اپنے واسطے اذان اور قنات درست ہو اور استقبال قبائط میں نہیں دیکھ کر تکرار نہ کرے اور تکرار استقبال قبلہ کر دے نیز میں ہم صاحب محیط نے بتایا ہے کہ جو کس کما پس صاحب بصر نے اس سے نکالا کہ اس کا ترک مکروہ نہیں ہے بلکہ انی الطحاوی دلو قد تم فیہما مؤخر استعاذہما قد تم فقط اور اگر اذان اور قنات میں مؤخر لفظ کو مقدم کیا تو فقط مقدم لفظ کو پیچھے یعنی اسی لفظ کا ایک عمل میں اعادہ کرے مثلاً علی علی الفلاح کو جس علی صلوٰۃ سے پہلے کہنا یا تو اعادہ صرف اخیر دونوں کلموں کا صحیح طور پر کر دے تمام اذان کا اعادہ ضروری نہیں و کہ تکبیر فیہما اصل اولیٰ و قد سلم اور اذان اور قنات میں صلا کلام نہ کرے اگر یہ ہو وہ کلام جواب سلام کا ہم یعنی سلام کا جواب نہ دینے والے میں اور نہ اذان اور قنات کے بعد یہی قول صحیح ہو اور کلمہ راجحی کلام میں داخل ہو کر تحجین صورت کے واسطے جائز ہو کہ انی البخاری نے کلمہ استعاذہ سوا اذان اور قنات میں بولنا تو پیچھے سے شروع کرے وینوب یحییٰ اذان و قنات فی الکلی الکلی ہما اتفاقاً اور دونوں اذان اور قنات میں بلا واسطہ سنائیوں کے بدون تخصیص میر وغیرہ کے سب نمازوں میں ج طرح کر لے بلانے کی عادت ہو تو یہ یعنی اعلام بعد الاذان کا طریقہ یہ کہ بعد اذان بقدر جس آیت پڑھنے کے ٹھہر جائے پھر بلا واسطہ طرح کہ صلاۃ صلوٰۃ یا کہے کہ چاہنا تیار ہی با ج طرح کا رواج ہو پھر اس کے بعد بقدر پیش آیت کے توقف کرے پھر قنات کے کذا فی الجسر اگر مغرب میں شویب نہیں چنانچہ نقایہ کی شرح میں مصرح ہو اور ماتن کے اگلے کلام سے بھی نکلتا ہو و بخیر یسینہما بقدر ما یخضر الملائکۃ من اعدائہما وقت الندب اور مؤذن بھیجے جا سکے اذان اور قنات میں بقدر آئے ہیثہ آئے والوں کے وقت مستحب کی رعایت کر کے ہم جیسے صبح میں اسفار کا اور طر صیف میں براہ کمالا خط مؤذن کو لازم ہے کہ اذان فی المغرب فی کثرت قائمہ اذان ثلاث آیات فصلاً مگر مغرب میں شویب اور جلوس سجاہیے تو مؤذن چپکا کھڑا رہے چھوٹی تین آیتوں کی مقدار و بکراً الا وصل اجماعاً اور بلا توقف ملا دینا اذان اور قنات کا بالاتفاق مکروہ ہم بدلیل اس حدیث کے کہ تو اپنی اذان اور قنات میں توقف کر اس قدر کہ کھانے والا اپنے کھانے سے فراغت حاصل کرے **فان شاء اللہ** قناتہ لم یخرج لیسیم بعد الاذان حدیث فی ربيع الآخر سنة سبع ائمة واحداً واما انی فی حشاۃ لیکلۃ الا تدرین شریعہم لتجعة ثم بعد عشر سنین احدث فی الکلی الا المغرب ثم حیفاً من دیک وھو بدعۃ حسنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام کہنا نیامید ہوا بین الاخرۃ سال مجری میں عثمانی نماز میں و شنبہ کی رات پھر جمعہ کے دن پھر دس برس کے بعد یہاں سبکدوش بن ہوا مغرب پھر مغرب میں بھی دوبار سلام کہنا رائج ہو گیا اور یہ امر بدعت حسنہ ہم یہ قائدہ شام نے جلال الدین سیوطی شافعی کے حسن المحاور سے نقل کیا اور سخاوی کے قول بدیع میں ہے کہ اہل التملک و سلطانی صلاح الدین بن بطریق یلوب کے حکم سے ہوئی آیت مجری میں لمحاوی نے کہا کہ مغرب کا سلام ہر وقت میں رائج نہیں اور سیوطی کی اس عبارت میں ہے جو نہ الفاق میں منقول ہو اتنی بدعت حسنہ وہ ہو جو قواعد شریعت کے مخالف نہ ہو و لیس ان یؤذون ذنوبہم لیکلۃ و انعام صلوٰۃ لوجھا عتاد و صحر اجماعاً بدعت متفرقا اور سنون پر اذان دینا اور قنات کہنا فضائل نماز کے واسطے آواز بلند کر کے اگر جماعت سے قضا کرنا ہو یا جمل میں اپنے گھر میں بھی جماعت کے ساتھ قضا کرے تو ایسا ہمارے اذان کے دکلایسناں کا ولی خواہیث کا لفساد اور اس طرح اذان اور قنات سنون ہر چند قضا نمازوں میں سے پہلی نماز کے واسطے نہ خاص نماز کے واسطے یعنی نماز کا اعادہ

وقت میں دیکھیں خیر لیساقی کو فی مجلس و فعلیہ و یقیم بالکمل اور کسی بات میں مناسبت ہو قضا کی باقی نمازوں کے واسطے اگر ایک مجلس میں
اور اگرچہ مجلس میں قضاؤں کو ادا کرے تو ہر مجلس میں اذان و اقامت کے کذا فی الشی اور باقی میں اذان کہنا بہتر ہو اور اقامت کے سبب نماز میں اس واسطے
کہ جنگ خندق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چار نمازوں کی قضا میں اذان اور اقامت کا حکم کیا کذا فی المطحی وہاں کہ یسئذ ذلک فیما فصلہ للساء
اذ اذو قضا و دوجا عہ کجا کجا صیدیا و یجید اور یہی اذان اور اقامت مسنون نہیں اس نماز میں جبکہ عورتیں پڑھتی ہیں اذان و قضا اگرچہ جماعت
پڑھتی ہوں بھیسے لڑکے اور غلاموں کی جماعت میں اذان اور اقامت مسنون نہیں مگر اگر شایع سبب سے دوجا عہ کے دلو منفردہ کہتا تو بہتر تھا اس لیے کہ عورتوں
کی جماعت مشروع نہیں ہی کذا فی الشامی وہاں کہ یسئذ ذلک فیما فصلہ لیساقی و یقیم بالکمل اور یہی اذان اور اقامت مسنون نہیں جبکہ لڑکیوں کی نماز کے واسطے
ہم سواسطے کہ میں شہید ہوں کہ جماعت میں اذان اور اقامت اس نماز میں نواسط سے جبکہ قضا کرتے ہوں مسجد میں سواسطے کہ میں لڑکیوں کی پریشان خاطر ہی اور غلط
اندازی ہو یعنی وہ وقت کی اذان سمیٹنے دیکر قضا دھا فیہ کہان التاخیر معصیت فلا یظهر جہا بن اذیہ اور نماز فاسقہ کا قضا کرنا مسجد میں مکروہ
اس واسطے کہ وقت سے نماز کا تاخیر کرنا گناہ ہو لہذا کو ہا ہر گز نہ کرے کذا فی البرزخیہ ہم یہ وجہ جماعت میں ظاہر ہو نہ منفرد میں اس لیے کہ منفرد اذان آہستہ کہتا ہو مگر
تعلیل سنیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قضا کو جاکر ادا کرنا مکروہ ہو خواہ جماعت میں ہو خواہ اکیلے دیکھو نہ بلال کہ اذان صبی لہو و عید اور بلال کہ اذان صبی لہو و عید
صغیر مرہون یعنی عاقل و غلام کی ہم کہ اہمیت سے مراد کہ اہمیت تحریمی ہو ورنہ کہ اہمیت تشرعی ہو تو ثابت ہو جیسا کہ سحر الراق میں خلاصہ سے منقول ہے کہ سوا اذان و شخص
اولی ہو تو انکی اذان میں ترک اولی ہو کذا فی الشامی وہاں کہ یسئذ ذلک فیما فصلہ لیساقی و یقیم بالکمل اور یہی اذان اور اقامت مسنون نہیں جبکہ لڑکیوں کی نماز کے واسطے
کے مانند کہ لڑکیوں کی اذان حلال نہیں بل اذان میں تاخیر کرنا مکروہ اوقات سے نقصان ہو لی ورتاجہ کا لازم آویگا اور یہ وجہ سے ضرور خاص کو نوافل کا پڑھنا اذہ سنت نہیں
واعی و لذنا و اھی ای اور جائز ہے اذان اندھے اور دل الزنا اور بہتانی کی و انما یستحق ثواب لمؤذین اذان اکانت علیہا السنۃ و لا ذکات و کو غیر
محتسب بھکر اور اذان کہنے والا مؤذنوں کے ثواب کا مستحق نہیں ہوتا مگر جبکہ وہ اذان کے طریقہ سنو نہ کو جانتا ہو اور نماز کے اوقات کو پہچانتا ہو اگرچہ غیر
محتسب ہو کذا فی البرزخیہ اگرچہ صرف بہت ثواب نہ کہتا ہو بلکہ اجرت لیکر اذان کہتا ہو مطحی وہاں کہ یسئذ ذلک فیما فصلہ لیساقی و یقیم بالکمل اور یہی اذان اور اقامت مسنون نہیں جبکہ لڑکیوں کی نماز کے واسطے
بہتر ہے کہ کو بطریق اتمال کے بیان کیا ہو دیکرہ اذان جشیہ اقامتہ و اقامتہ محدثہ لا اذان علی الذہب اور مکروہ ہے اذان نہانے کی حاجت و انکی اور اسکی
اقامت اور یہ وضو و وحی کی اقامت نہ اذان محدث کی مذہب درست پر مکروہ سے مراد ظاہر مکروہ تحریمی ہو اور وجہ کہ اہمیت جنب کی اذان کی یہ کہ وہ لوگ
نماز کے لیے بلاتا ہو اور خود اسکی اجابت نہیں کرتا کذا فی الشامی وہاں کہ یسئذ ذلک فیما فصلہ لیساقی و یقیم بالکمل اور یہی اذان اور اقامت مسنون نہیں جبکہ لڑکیوں کی نماز کے واسطے
اذان عورت اور فاسق کی اگرچہ فاسق عالم ہو لیکن اہمیت اور اذان میں فاسق عالم اولی ہو جاہل پر پیر گار سے لینے جہاں سوائے اس فاسق کے
دوسرے عالم نہ ہو کذا فی حاشیہ اعلیٰ دسکرت و لو عیاش اور اذان مکروہ ہے تو اسے کی اگرچہ مباح چیز سے مست ہو گیا ہو بخیر خراسانی جو اس کی کتب سے
و صبیہ لا یحفل صبیہ پڑھتا ہے و صبیہ غیر عاقل کی اذان مکروہ ہے و قاضی عیاض کہ اذان لیساقیہ اور صرف شد کی اذان مکروہ ہے مگر جبکہ وہ اپنے واسطے اذان
کے تو مکروہ نہیں و سبب کہ مسافر کی اذان مکروہ ہے مگر مسافر سوائے اذان مکروہ نہیں دینا اذان جنب لیساقیہ و فیل وجوباً اور یہی جاک
اذان جنب کی سبب کی راہ سے اور بعضوں نے کہا کہ وجوب کی راہ سے لا اقامتہ لیساقیہ تکراراً فی الجمیع و در نکو رہا و با کبھی جابے اقامت
جنب کی بسبب مشروع ہونے تکرار اذان کے جمعین اور نہ مشروع ہونے اقامت کی تکرار کے یعنی جمعہ کی اذان مکروہ ہونے سے معلوم ہوا کہ عذر سے تکرار
اذان درست ہو کذا فی اذان امر و دمحنون و مسکرت و صبیہ لا یعقل لا اقامتہم لیساقیہ اور اس طرح اعادہ کیا جاسے عورت

اور اس میں صحت ہے

اور علم کے گننے میں برخلاف قرآن کے یعنی اگر قرآن پڑھتا ہو تو موقوف کر کے اذان کا جواب دے یاں یقول بلسانہ کہ عاقلانہ ان سہم المسنوت منه وھو
 ماکان غیر مینا کا لحن غیبہ جواب دے اس طرح کہ اپنے زبان سے مؤذن کے کلام کے مانند بشرطیکہ مؤذن سے مسنون اذان سے مسنون اذان ہو جو بطور عرب کے ہو
 اس میں کہ نہ عربی تفسیر کلمات نہ ہم اذان عربی ہو یعنی نفس اللفظ ہو حروف کے حق ادا ہوئے ہوں سواب جو اذان بعض لوگ کہتے ہیں حروف اور حرکات کو پڑھا
 گستاخ وہ حرام ہے اس اذان کا جواب دینا چاہیے کہ ذاتی الخطاوی مخصوصاً ولو تک مراجع اکل اول اور اگر اذان مکرر ہو تو پہلی اذان کا جواب دے خواہ وہ مسجد
 اذان ہو یا اور عام کی کفائی مجلس کا فی الحقیقت فی حق فی جو مؤذن کہے وہی جواب دینے والا کہ مگر حی علی الصلوۃ اور حی علی الفلاح میں کہ لا حول ولا قوۃ
 باللہ کے فی الصلوۃ خیر من النوم فیقول صدق بکرت اور الصلوۃ خیر من النوم میں یوں کہ صدق و بکرت یعنی تو صادق اور نیکو کار ہے اس
 کہنے میں کہ نازبند سے بہتر ہو ویندب الیقیناً عند سماع اذان اذنیۃ اور تہب ہر کمر ہو جانا اذان کے سننے کے وقت کفائی الزاریۃ دلہیز کو ہل بیٹھو
 الی فراغہ اور مجلس اور بزاری نے یہ ذکر نہیں کیا کہ کمر ہے اذان کی فراغت ہونے تک یا بیٹھ جائے و لو لم یحبہ حتی یرغم الیہ دینی بھی تذکرہ ان
 قصص الفضل اور اگر سامع نے مؤذن کا جواب نہ دیا بیان تاک کہ وہ اذان سے فراغ ہوا اس کا حکم میں نے نہیں دیکھا کتاب میں اور مناسب یہ ہے کہ کما تدرک
 اگر فصل تھوڑا ہو یعنی اگر بہت عرصہ گزر گیا ہو ہم یہ بحث صاحب بصر کی ہے اور اس سے یہ حکم تاہم کہ جواب دینے والا مؤذن سے پیشتر کلمات جواب کہے بلکہ ہر لمحہ
 تام ہونے پر اس کا جواب کہے کہ حدیث عمر بن ابی مارہم اسکی تفسیر موجود ہے اور اس سے ظاہر ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ ساتھ ساتھ جواب دینا بھی کافی نہیں کہ انی انی
 ویک عوف عند فراغہ بالوسیلۃ لوسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اذان کی فراغت کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسطے وسیلہ مانگے ہم دعا وسیلہ
 مستحب ہے اس واسطے کہ صحیح مسلم میں عبد اللہ بن عمرو بن عاص مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم مؤذن کو سنو تو کوٹھل اٹھ کر اس کے جوہر کہتا ہو تم مجھ پر
 درود پڑھو اس واسطے کہ جو مجھ پر درود پڑھو گا حق تعالیٰ اس کے بدلے اس پر دس بار رحمت کرے گا یہ حدیث میرے لیے وسیلہ مانگو اس واسطے کہ وسیلہ ایک مرتبہ جو بہشت
 میں کہ وہ لائق نہیں مگر ایک ہند سے کہ واسطے خدا کے بندوں سے اور میں امید رکھتا ہوں کہ وہ سندہ میں ہوں سو جو شخص میرے لیے وسیلہ مانگا تو میری شفاعت
 اس کے لیے ضرور ہوگی انہی یعنی اسکی شفاعت واجب ہوگی امت سے زیادہ تر یہ بیان سنا سبت کے کفائی الخطاوی میں اور اب وشرعاً اور دعا وسیلہ کا طریق صحیح
 وغیرہ میں جا بڑے یوں مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اذان کو سنا اللہ تعالیٰ اس کے لیے سات سو سالہ عتق کرے اور اللہ تعالیٰ اس کے لیے سات سو سالہ عتق کرے
 و اللہ تعالیٰ عتقاً مائتاً و اللہ تعالیٰ عتقاً مائتاً تو اس کے واسطے میری شفاعت حلول کر لی یعنی واجب ہوگی کفائی تفسیر الوصول الی الجامع الوصول اور یہی حق نے وعدہ کے
 بعد انک لا تمکث لایا فاس و طامین زیادہ روایت کیا ہے اس حجر نے شرح منہاج میں لکھا کہ الفضیلۃ کے بعد جو درجہ الرفیعہ کہتے ہیں اور تہامی یہ یا رحم الراحمین تو
 ان دونوں کی کچھ اصل نہیں اللہ سبحانہ وعدہ کے بعد و ازرقنا شفاعت کی زیادتی کا حال ہے کہ ذاتی الشامی دلوکان فی المسکین حدیثی سمعہ لیس علیہ السلام
 دلوکان خادجہ لجاہ بالمشی الیہ یا لفقہم اور اگر اذان کا سننے والا مسجد میں ہو جبکہ اس نے اذان سنی تو اس پر جواب دینا لازم نہیں اور اگر مسجد کے باہر
 ہو تو جواب دے اسکی طرف قدم سے جل کر ولو اجاب باللسان لا ینکح لایکون محبتاً وھذا ابتداء علی الحاجۃ للطلوبۃ یقلہ لا بلسانہ کاھو قول اللہ
 اور اگر اذان کا جواب دینا زبان سے نہ قدم سے جل کر تو وہ شخص محب ہوگا اور اس قول کی بناء پر کہ لایکون محبتاً مطلوبہ بشرطہ میں قدم سے ہر زبان سے چنانچہ یہی
 قول ہر ملوانی کا فی قطع فی القرآن لوکان یقرأ بغير لہ وحبیب لہ اذان مسجد کی یا فی ولو بمسجد لایکون محبتاً بالاجاب بالاحضور اور یہی اس
 قول کے قطع کرے قرآن کا پڑھنا اگر پڑھتا ہو اپنے گھر میں اور جواب سے قدم سے جل کر اسکی مسجد محلہ کی اذان ہو چنانچہ آگے مذکور ہوگا تارخانیہ سے اور اگر مسجد
 قرآن پڑھتا ہو تو پڑھنا قطع کرے اس واسطے کہ وہ محب ہوگا مسجد کے حاضر ہونے سے وھذا متفرع علی قول الخوان والظاہر وجوبہ بلسانہ ظاہر
 کہ فی حدیث اذا سمعتم اللہ تعالیٰ یقول کما یسقط فی الجواہر المصنف قراہ فی النہو نا قلنا من المحیط وغیرہ یا تم علو لا

اسی اشارہ لکھیں
 دعا کا نام لکھیں
 قائلین
 تو اسکی شفاعت
 کہ وہ لائق نہیں
 مگر ایک ہند سے
 کہ واسطے خدا کے
 بندوں سے اور میں
 امید رکھتا ہوں
 کہ وہ سندہ میں
 ہوں سو جو شخص
 میرے لیے وسیلہ
 مانگا تو میری
 شفاعت
 اس کے لیے ضرور
 ہوگی انہی یعنی
 اسکی شفاعت
 واجب ہوگی امت
 سے زیادہ تر یہ
 بیان سنا سبت
 کے کفائی الخطاوی
 میں اور اب وشرعاً
 اور دعا وسیلہ
 کا طریق صحیح
 وغیرہ میں جا
 بڑے یوں مروی
 ہے کہ نبی صلی
 اللہ علیہ وسلم
 نے فرمایا کہ
 جو شخص اذان
 کو سنا اللہ
 تعالیٰ اس کے
 لیے سات سو
 سالہ عتق کرے
 اور اللہ تعالیٰ
 اس کے لیے سات
 سو سالہ عتق
 کرے

یون ہر کمال کو حکم اذان کا دیا تو مسلم ہو کہ اذان کننا آپ کا صرف حکم دینا تھا ہاں عطا وغیرہ تابعین نے ایسا کیا ہے کہ اذان اشیاء

باب شروط الصلوٰۃ

یہ باب ہر نماز کی شرطوں کے بیان میں ہم شرط تین قسم ہر شرط عقلی جیسے بسوا لڑھی کے واسطے اور شرعی جیسے طہارت نماز کے واسطے اور شرط اجلی جیسے گزینہ جاننا وجہ کا جسکے ساتھ طلاق مشروط ہو کہ اذان یعنی تو یہاں مشروط شرعیہ مراد ہیں یہ عقلیہ اور جلیہ اور مشروط شرعیہ سے وہ مشروط مقصود ہیں جو صحت نماز کی شرطیں ہیں نماز کے وجہ ہونے کی بجائے شرط واجب ایک تکلیف ہے لیکن مسلمان ہونا اور عاقل و بالغ ہونا اور از انجیل عاجز نہ ہونا نماز سے و از انجیل وقت ہی حلی ثلاثہ انواع شرطیں تین قسم ہیں مشروط انعقاد ایک قسم شرط ہوا انعقاد نماز کی ہم شرط انعقاد وہ ہے جسکا وجود ضروری ہے ابتدا نماز میں پیشتر سے موجود ہو کہ آخر نماز تک موجود رہے یا نہ کہ اذان کی کثرت و تحریر و وقت و خطبہ جیسے نیت اور تکبیر تحریر اور وقت نماز کا اور خطبہ جمعہ کے واسطے واجب تکلیف امور مذکورہ اول نہونگے نماز کا وجود نہوگا انہیں نیت تو آخر نماز تک موجود رہ سکتی ہے اور تحریر اور خطبہ ایسا نہیں و مشروط دوام کھڑا وقت و دست عرواق و استقبال قبلہ اور دوسری قسم شرط ہوا دوام نماز کی جیسے طہارت اور سرعورت اور استقبال قبلہ ہم شرط دوام وہ ہے جسکا وجود مشروط ہوا اول نماز سے آخر تک شرط بقا ہے خلافت شرط خیم تقدم ولا مقام نہ بابت لای و هو القراءۃ او قیسری قسم شرط ہوا باقی رہنے نماز کے بعد موجود ہو جانے نماز کے تو اس میں گے ہونا مشروط کا شرط نہیں اور نہ ابتدا نماز سے اسکا متصل ہونا اور وہ یعنی بقا نماز کی شرط قرأت ہے ہم شرط بقا نماز وہ ہے جو ابتدا نماز میں باقی جائے بطریق استمرار کے اور قرأت اس طرح کی ہو کہ ابتدا نماز میں اسکا وجود ہوتا ہے استمرار کے طور پر اور یقیناً شرطیں ایک دوسری میں متداخل ہیں کیونکہ انہیں مجموعہ مخصوص صلی و طلاق ہر شرط دوام خاص ہے اور شرط انعقاد اور بقا عام مثلاً طہارت جو شرط دوام ہے اگر ابتدا نماز میں اسکے وجود کا لحاظ کریں تو شرط انعقاد ہو جائیگی اگر حالت بقا میں اسکے وجود کو شرط سمجھیں تو شرط بقا ہوگی اور سوائے وقت صبح کے اور وقت نماز کے لیے صرف شرط انعقاد ہے کہ نہ اسکا دوام شرط ہے اور نہ لقا اور صرف مشروط بقا کی مثال قرأت ہے کہ ابتدا نماز میں حادث ہو کہ ابتدا تک رہتی ہو کہ وجود ملکی ہو جیسے تقدی کی قرأت کہ امام کی قرأت کو یا کسی قرأت ہو کہ اذان اشیاء تبصرہ قائم رکھ کر فتنہ شرط غیہ لوجود و کل کلام کی تقدیر اس واسطے کہ قرأت بذات خود تو رکن ہے اور اپنے غیر کے حق میں شرط ہے بسبب بقاء جانے قرأت کے تمام ارکان میں تقدیر الینی اگر سب ارکان میں قرأت حقیقی موجود نہیں لیکن گویا کہ موجود ہے ہم رکن اسکو کہتے ہیں جو اہمیت میں داخل ہو اور شرط وہ ہے جو اہمیت سے خارج ہو اور یہ دونوں ایک دوسرے کے مخالف ہیں اگرچہ رکن دو طرح کا ہوتا ہے ایک اصلی جو بھی ساقط نہیں ہوتا دوسرا زائد جو بھی ساقط ہو جاتا ہے جیسے قرأت کہ تقدیری سے ساقط ہو جاتی ہے تو اس لحاظ سے ایک حالت میں اسکو رکن کہا اور دوسری میں بشرط سے تعبیر کیا کہ لافہ اشامی تبصرہ و کل الخیر استخلاص لافہ او اس واسطے کہ وجود قرأت کا سبب کان میں ضروری ہے آدمی شخص کا خلیفہ کرنا نماز میں اگرچہ تشہید اخیسہ ہو جائز نہیں ہم شرط لغت العلامة اللہ صمدیہ معلوم کرنا چاہیے کہ بشرط بقیہ اول و سکون ثانی لغت میں علامت لازم کو کہتے ہیں یعنی جو نشان کی ایک ہی چیز میں باقی رہے دوسری چیز میں نہ ہو مشعائیت و فق علیہ الشیخ کلا یدخل فیہا و صراط شیع میں شرط وہ ہے جسکو کوئی چیز موقوف ہو اور وہ اس چیز میں داخل نہ ہو یا اسکا جز نہ ہو خارج ہو اس سے ہم کسی چیز کا متعلق اگر اسکی اہمیت میں داخل ہوتا ہو تو اسکی کمالات ہی جیسے رکوع نماز کے اندر اگر نماز حاصل ہو و حال سے خالی نہیں یا چیز میں ہوتا ہو گا یا ہو گا اگر مشروط ہو تو اسکو علت کہتے ہیں جسے عقد کحل علت کے لیے اور اگر کوئی چیز نہیں تو یہ چیز کی علت فی الجملہ اصل گویا نہیں اگر تو اسکو سبب کہتے ہیں جسے وقت ہو اگر موصول نہیں تو چیز اسے موقوف ہوگی یا نہ ہوگی اگر موقوف ہوگی تو اسکو شرط کہتے ہیں جیسے وضو نماز کے وقت میں اگرچہ شرط نہ ہو تب بھی نہیں تو اسکو علامت بولتے ہیں تو شایع کی تعریف سے رکن اور علامت کحل کی کہ سبب اور علت شرط میں نہیں بلکہ شرط کے لیے چاہیے تاکہ شرط کی تعریف میں اس اور زیادہ کو کہتا کہ لا مشروط فیہ ولا موصول الیہ فی الجملہ چیز میں ہوتا ہو اور نہ اسکی طرف

باب شروط الصلوٰۃ

کی قدر موصول ہو کہ ان فی الشامی یعنی نے کہا اور یمنون نے شرط کی یون تریف کی ہر کہ شرط وہ ہر جسکے نمونے سے شرط کا نمونہ لازم ہووے اور شرط کے وجود سے شرط کا وجود لازم نہ ہو حتیٰ مستند علیہ اذ بدلت ای جسدہ لہ خولہ الاطراف فی الجسد و ان لیدن قلبہ حفظ شرطین نمازی چھ مین پہلی شرط پاک ہونا نمازی کے بدن کا بدن سے مراد جسد پر بسبب داخل ہونے یا تھ پانوں کے جسد مین نہ بدن مین تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم چونکہ گفت عرب کی راہ تھ پانوں بدن مین داخل نہ تھے لہذا شایع نے بدن کی تفسیر جسد کی تاکہ یا تھ پانوں کی بھی طہارت ثابت ہو اگر چہ اورد زبان مین بدن سارے جسم کے تھ مین من جلد تینو عین طہارت بدن کی شرط ہو و دونوں قسم کے حدیث یعنی حکمی ناباکی سے ہم دونوں قسم سے مراد حدیث ضعیف اور حدیث اکبر مین دل مقتضی ہونو کا ہو اور دوم موجب غسل کا دقت ملاحظہ اور صنف نے مقدم کیا حدیث یعنی نجاست حکمی کو نجاست حقیقی پر اس واسطے کہ وہ علیہ اورد سخت تر ہو نجاست حقیقی سے ہم یعنی اس واسطے کہ نجاست حکمی کثرت سے بھی معاف نہیں برخلاف نجاست حقیقی کے کہ وہ قلیل معاف ہو حدیث ۱۸۷ کذات اور طہارت شرط ہو اسبطح دونوں قسم کی نجاست حقیقی سے جو نماز کی مانع ہو ہم دونوں قسم کی نجاست یعنی مغلطہ اور مخففہ سو مغلطہ زائد از در مانع نماز ہو اور مخففہ زائد از برع ثوب و ثوبہ و کذا یا پھر بھرکتہ دوسری شرط نماز کی پاک ہونا نمازی کے کپڑے کا ہر اور اسبطح پاک ہونا اس چیز کا جو لمے نمازی کے پٹنے سے ہم یعنی اسی چیز جو نمازی کے بدن سے متصل ہو مثلاً ایک چادر کا آنچل اسکے بدن پر ہو اور دوسرے آنچل پر ایسی نجاست ہو جو مانع نماز ہو تو اگر نمازی کی حرکت سے ناپاک آنچل بھی حرکت کرے تو نماز کا مانع ہو اور زمین تو زمین اور اگر وہ چیز اسکے بدن سے متصل نہیں مثلاً چٹائی کا ایک کنا دنا پاک ہو اور دوسرے کنا پر نماز بڑھتا ہو تو یہ نجاست نماز کی مانع نہیں خواہ چٹائی بڑی ہو یا چھوٹی کذا فی الشامی و بعد حاصلہ کہ حقیقی علیہ نجاستہ ان لو کسکتک ینفسہ منہ و کلا کلا یا نمازی اس چیز کا اٹھانے والا کنا جا سے جیسے وہ اگر کا جس پر نجاست ہو بشرطیکہ وہ آپ نہ تم کے بدون تھانے نمازی کے تو نماز کا مانع ہو اور اگر اس کا نمازی کے تھانے کا محتاج نہ ہو خود اسکو چھو یا ہو تو نمازی اسکا حاصل نہ ٹھہر گا تو نماز کا بھی مانع نہ ہو گا ہم اور یہی حکم ناپاک چھت اور پتیر اور خیمہ نجس کا ہو جبکہ نمازی کا سر کھڑے ہونے سے ان چیزوں مین لگتا ہو کہ ان فی الطحاوی کجذیع کلکپان شد ضم ۱۸۷ کا ہے جسبطح مانع نماز نہیں اگر نمازی چھب آدمی اور کتا ہو اگر کتا کھنڈہ باندھا ہو صحیح تر قول مین مگر شایع یون کتا کہ کتا بشرطیکہ اس سے لعاب وغیرہ مانع نماز نہ ہے تو بہتر ہونا کذا فی الشامی بحر الرائق مین ہو کہ اگر نمازی کے پاس وہ اٹھا ہو جو اندھ سے غمرا ہو گیا تو نماز جائز ہو کیونکہ وہ اپنے معدن مین ہر برخلاف اس شیشے کے جس مین شاپ ہو یعنی وہ مانع نماز ہو و مکانہ او موضع قد میده واحد ھان دفعہ الاخری و موضع صحیح و اتفاقاً و لا محذور تیسری شرط پاک ہونا اصل کے مکان کا پر یعنی اسکے دونوں قد مین کی جگہ کا یا ایک قد مین کی جگہ کا اگر نمازی نے دوسرا قدم اٹھالیا اور سجدہ کی جگہ کا بالاتفاق صحیح تر قول مین موضع قد مین کی طہارت امام ابو حنیفہ مین کہ نزدیک شرط ہو بالاتفاق بلا نقل خلاف اور موضع سجدہ مین خلاف ہو مگر صحیح تر یہی قول ہو کہ امام کے نزدیک اسکی طہارت بھی شرط ہو اگر نمازی کے کپڑوں کی اطراف نجاست پر پڑی اور نماز پڑی تو کچھ ضرر نہیں کذا فی الطحاوی کہ موضع بدیدہ و سکتید علی الظاہر کا اذا سجد علی کفہ کا سیحی شرط نہیں پاک ہونا دونوں ہاتھوں اور دونوں گھٹنوں کے مکان کا ظاہر الروایہ مین مگر جبکہ سجدہ کیا مصلیٰ نے اپنی بیعتی پر چٹا چٹا گئے او یعنی اسوقت یا تھ کہ مکان کی طہارت شرط ہوگی کیونکہ یہ سجدہ کا مکان ٹھہرا مرقیہ ابواللیث کے نزدیک ہاتھوں کے مکان کی عدم طہارت سے نماز فاسد ہوتی ہو اسیکی تصحیح کی ہر عیون مین اور اطلاق متون بھی اسی پر والبت کہ راہ او شیخ الاسلام ابو سعید مفتی روم نے کہا کہ جس عضو کا رکھنا واجب ہو اگر جو دونوں ہاتھ ہوں تو اسکے مکان کی طہارت شرط ہو کذا فی الطحاوی فی النکاح ای الحدیث لقولہ تعالیٰ و تبارک و تعالیٰ یا کف خطیئہ و مکانہ پاک و کفہ الخ م کپڑے اور مکان کی طہارت شرط ہونا یعنی نجاست حقیقی سے بدلیل قول جن تعالیٰ و تبارک و تعالیٰ خطیئہ اول اپنے کپڑوں کو پاک کر دینا چاہیے پاک کرنے لازم ہوئے تو مصلیٰ کے بدن اور مکان کا پاک ہونا بطریق اولیٰ لازم ہوا اس واسطے کہ بدن اور مکان پر نجاست کثرت سے زیادہ لازم مین یعنی اس واسطے کہ

کپڑوں کا جدا ہونا تصور ہے برخلاف بدن اور مکان کے ہم اظہر ہے کہ آیت کریمہ میں نماز کے ثیاب ملبوسہ مراد ہیں اور نجاست سے انکا پاک کرنا قول ہی
جمع فقہاء کا اور سراج تفاسیر کذا فی الطحاوی والراہع سئل عن ذلک وجوبہ عام ولو فی الخلوۃ علی الصحیح الا لغرض صحیحہ اور نماز کی جو بھی شرط
ڈھکن اور ڈھنا ہوا عورت یعنی شرمگاہ کا اور شرمگاہ کا واجب ہونا علی العموم ہر اگرچہ آدمی خالی مکان میں ہو بنا بر قول صحیح کے مگر عرض صحیح کے واسطے
شرمگاہ کو ہلکا جائز ہے خیاں نہ دفع بول دہا یا ختم یا علاج بہ اجماع حلال ہم شرمگاہ غیر سے واجب ہے نہ اپنی ذات سے جمہور کے نزدیک یہی قول صحیح ہے کذا
فی الزیلعی لیکن اب نہیں توضیح میں اختلاف واقع ہوا اور ڈھکنا برتنگی کا چاروں طرف سے ہونہ اسفل سے تو اگر کوئی انسان نیچے سے برتنگی دوسرے کی دیکھ لے تو
نہا فاسد ہوگی کذا فی الطحاوی ولہ لبس ثوب بجنس فی غیر حدیث اور مسلمان کو ناپاک کپڑا پہننا جائز ہو اور حال میں سوائے نماز کے وہی للرجل
مناحت سترۃ الی ما تحتہ کی تفسیر اور عورت یعنی مرد کی شرمگاہ ذات کے نیچے سے ہر دونوں گھٹنوں کے نیچے تک ہم عورت کا لفظ نکلا ہے عورت سے جو ہم جنسی
نقصان اور عیب کے ہر شرمگاہ کو عورت کہا اس واسطے کہ اسکا کھولنا اور ظاہر کرنا عار اور قبیح اور عیب اور بیجائی ہے کذا فی الطحاوی اردو میں عورت
مرد کے مقابل کہتے ہیں فارسی میں زن اور ہندی میں لگائی اور جو رو بولتے ہیں و شرط التحل ستر احد متکبیدہ ایضاً اور امام احمد بن حنبل سے
ڈھکن ایک کندھے کا بھی نماز میں شرط کیا ہے وعن میلان علی القیل والبدی فقط اور امام مالک سے ایک روایت یہ ہے کہ عورت اپنے شرمگاہ فقط سرج
اور بقیہ ہم امام عظیم کے مذہب میں شرمگاہ کی جو یہ حد ہے کہ زیر ناف سے زیر الزونک یہ جوان کے حق میں ہونہ صغیر کے حق میں کہ اسکا چھونا اور دیکھنا جائز ہو
اور جو انہیں حکم زانو کا خفیہ تر ہر ان سے تو جو شخص اپنا زانو کھولے ہو اس پر انکار نہ رہی سے کرنا چاہیے اور اگر اصرار کرتا ہو تو اس سے نزاع کرنا لائق نہیں اور
جو اپنی ران کھولے ہو اس پر انکار درشتی اور خبی کے ساتھ کرنا چاہیے بدون ضرب کے اگر اصرار کرتا ہو کذا فی الطحاوی وما ہونہ عود کچھ منہ عود کچھ منہ
اکامترہ ولو خفیۃ و مدبرۃ و مکاتبۃ اوام ولد مع ظہر ہا و بطنہا اور جب قدر کہ مرد کا بدن شرمگاہ ہوتا تو لوندی کا بھی شرمگاہ ہر اسکی بیٹھ
اور پیٹ کے ساتھ اگرچہ لوندی سخت یا مدبرہ یا مکاتبہ یا ام ولد ہم مدبرہ وہ لوندی ہی جسکو آقا نے کہلایا ہو کہ میرے مرنے کے بعد تو آزاد ہو اور کاتبہ وہ جسکو
ایک ماہ ہو کہ اگر تو سال دے تو تو آزاد ہو اور ام ولد وہ لوندی جسکے آقا سے اولاد ہوئی ہو و اما جنبہا فلیس لہا اور لوندی کا پہلو اسکی بیٹھ اور پیٹ کا
تایع ہے یعنی جب قدر پہلو پیٹ سے متصل ہو وہ پیٹ کا تایع ہے اور جب قدر پیٹ سے ملا ہو وہ پیٹ کا تایع ہے یعنی اسکے پہلو بھی شرمگاہ ہیں ولو اعتقوا مصلیۃ
ابن اسیر کہ حدیث صحیحہ و اکا کہ حلیت بعقہ اکا علی للذہب اور اگر مولیٰ نے لوندی کو آزاد کیا نماز کی حالت میں اگر اسنے اپنا بدن
ڈھک لیا فوراً جبکہ وہ قادر ہوئی تو نماز صحیح ہے اور اگر فوراً باوجود قدرت بدن نہ چھپایا تو نماز درست نہ ہوئی مولیٰ کے آزاد کرنے کو اسنے جانا ہو یا سجانا ہو بنا بر
مذہب درست کے ہم پردہ سازی سے اسقدر مراد ہے کہ قدرہ یعنی بی بی کو پردہ چاہیے اور ہستار میں بشرط ہر کہ عمل قلیل ہو و قبل ازاداسے رکن ہو اور اگر ہستار
سے عاجز ہوگی تو نماز باطل نہ ہوگی قالان صلیت صلوۃ صحیحہ فانت حرۃ قبلہا فصلتک بالافتتاح یعنی الغاء القلیۃ و وقع العتوق کا چھو باطلاق
مولیٰ نے کہنا اپنی لوندی سے کہ اگر تو صحیح نماز پڑھ لگی تو تو آزاد ہو نماز سے پہلے پس اسنے بدون اور حصے کے ناز پڑھی تو قبلیت کا لغو کر دینا اور طلاق کا واقع ہونا
الدودی لائق ہے چنانچہ فقہائے تباہ نے لکھ کر کہ طلاق دوری میں ترجیح دی ہم یہ مسئلہ روایت مذہب نہیں بلکہ صاحب الایات کی تفسیر ہے طلاق دوری پر قیاس کے
طلاق دوری کی یہ صورت ہے کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر میں تجکو طلاق دوں تو تجکو تین طلاق ہیں قبل اطلاق ہم اسنے بلا شرط طلاق دی تو شرمگاہی کی تو طلاق
اس طلاق سے پہلے واقع ہوئی اور اسکا واقع ہونا یہ چاہتا ہے کہ پہلے طلاق واقع نہ ہو کیونکہ تین طلاق کے ہی عورت محل طلاق نہیں رہتی تو جب قبلیت کا لغو کر دیا
تو ایسا ہو گیا کہ گویا اسنے یون کہا کہ اگر میں تجکو طلاق دوں تو تجکو تین باطلاق ہی تو ایک طلاق اسکے واقع کرنے سے واقع ہوگی اور وہ طلاق تین تیس سے واقع ہوگی
اور تیسری طلاق باطل ہو جائیگی حدیث کے سبب دلالت و لو خفیۃ و لو خفیۃ جیمہ بدینا تحتہ شعر ہا النکال فی کلا حصہ اور حرہ میں بی بی کا تمام بدن شرمگاہ ہے

بکاجیبانا واجب ہر بیان تک کہ اسکے شک بال بھی عورت ہین صحیح تر قول ہین اگرچہ چہ غشی ہوم شک بالون کی قید اس واسطے لگائی کہ جہاں سو پڑھیں بالانقا
عورت ہین خلا الوجه والکفایین فظہر الکف عورتہ علی المذہب القدامین علی المعتمد لی بی کا تمام بدن عورت ہو مگر اسکا چہرہ او دونوں
ہتھیلیاں ان دونوں قدم عورت نہیں قول معتبر تر پشت کھدست کاجیبانا واجب ہونہ جب درست ہوم اول قول نامستند ہین کہ پشت کھدست نازمین عورت
نہین اول بعضوں نے کہا کہ وہ مطلقاً عورت نہین اور بعضوں نے کہا کہ دونوں قدم عورت ہین اور کسی نے اسکو صحیح بھی کہا ہے کہ ان فی الخطاوی حی صحتھا علی الراجح
اور چہ کی آواز عورت نہین راجح قول ہوم اور آواز کا بلند کرنا جو حرام ہو تو خوف فتنہ حرام ہو اور بعضوں نے کہا کہ اسکو آواز کا بھی پوشیدہ کرنا واجب ہو کہ ا
فی الخطاوی و ذرا حیثاً علی الوجه اور چہ کی دونوں کلائیان عورت نہین مخرج یعنی ضعیف قول ہوم یہ ابو یوسف کا قول ہے اور اختیار شرح مختار میں
اسکو راجح کہا ہے لیکن مذہب راجح اور قوی یہ ہے کہ کلائیان عورت ہین لکن ان فی الخطاوی و قدیم المرأة الشائبة من کشف الوجه یلین راجح لانہ عو
بل لحوف القینۃ اور جوان عورت منع کیا وے چہرہ کھولنے سے درمیان مردوں کے نہ اسوجہ سے کہ چہرہ اسکا عورت ہے بلکہ خوف فتنہ منع کا حکم ہو کشف وان
امن الشہوة لانہ غلط ولا یتبہ حرمة المصاہرہ کما یاتی فی باب الخطر جیسے مرد کو عورت کا چہرہ چھونا ممنوع ہے اگرچہ شہوت کا خوف نہ ہو
اسواسطے کہ چھونا سخت تر ہے نظر کرنے سے اور اسواسطے شہوت کے چھونے سے حرمت مصاہرت کی ثابت ہوتی ہے چنانچہ باب الخطر میں اوکیگا دلائی علی النظر
الیہ بشہوة کو چہ امور دہانہ ہوم النظر الی وجہہا و وجہہا مرد اذا شاک فی الشہوة اما بد نہا فیدخلہ و لوجہہا لکما اعتدال کمال اور
جائز نہین نظر کرنا عورت کے چہرہ کی طرف شہوت سے مانہ چہرہ امر کے یعنی بے ریش لٹکے کے اسواسطے کہ حرام ہے نظر کرنا عورت کے چہرہ کا اور امر کے چہرہ کا جبکہ
شہوت کا شک اور تردد ہو اور بدون شہوت کے تو نظر کرنا مباح ہے اگرچہ امر و وجہہا صورت ہو چنانچہ جاسی قول پر کمال الدین صاحب فتح القدیر نے قما دلیا ہو قال یجوز
النظر منوط بعدم خشیۃ الشہوة مع عدم العولۃ کما کمال الدین نے طہلت نظر وابتعد خوف شہوت ہو ساتھ اس امر کے کہ وہ محل الیبتنار نہ ہو یعنی جبکہ
محل نظر وہ مقام نہ ہو جکاجیبانا چاہیے اور شہوت کا خوف نہ ہو تو نظر کرنا حلال ہے والا حلال نہین و فی السراج کاغذۃ للصغیر جکاشم ما یویشہ فقل و ذکر
ثم غلط الا عشر سنین بعد کیا آئے اور سراج و پنج ہو کہ نہایت صغیر کا بدن عورت نہین لیکن ڈھکنے کے لائق نہین پھر جب تک کہ وہ قابل خواہش نہین تو بول برابر
کی راہ چھپانے کے لائق ہے پھر عورت غلیظ ہوتی ہے دس برس تک یعنی بول برابر کا مقام سے گزرنے کے قابل چھپانے کے ہو جاتا ہے پھر دس برس کے بعد جوانی کے نشانات
برنگی کے چھپانے میں ہم نہایت صغیر سے مراد چار برس کا بچہ ہو یا لڑکا ہو یا لڑکی لکن ان فی الخطاوی عن کلبی عن شیخہ و فی کاشبہا یدخل علی النساء الخیستہ عینہ
سند حسب اور اشباہ میں ہے کہ اندر جاوے لڑکا عورتوں میں فقط پندرہ برس کی عمر تک ہم یہ اس صورت میں ہے کہ اسکا بلوغی خبر عمر کے ثابت نہ ہو اور اگر اشباہ
اسکا بلوغ ثابت ہو تو پندرہ برس سے پہلے ہی اسکا عورتوں میں جانا منع ہو گا اور جو عضو کہ عورت ہین میں ملا ہوا اسکا دیکھنا بدعت ہے جدا ہونے کے بعد بھی
درست نہین لکن ان فی الخطاوی شامی نے کہا کہ شارب کو خمس عشرۃ کما مناسبتہا اسلئے کہ لفظ سنۃ مؤنث ہے و ینتم حیثہ انعقاد و ہا کشف دیم عضو
قد راہ رکن بلا صغیر من عودہ غلیظہ او خفیفہ علی المعتمد اور شیخ کرتا ہوا کہ نہان تک کہ انعقاد نماز کو مکمل جانا چوتھائی عضو کا بقدر ادا کرنے کے
بدون فعل مصلی کے عورت غلیظہ یا خفیفہ سے معتد قول ہوم کشف ریح عورت مانع انعقاد نماز شہوت ہو گا جبکہ تکبیر تحریمہ کی حالت میں ہو اگرچہ اسے کرکے کھڑے ہو
اور اسے رکن کی مقدار تین بار سبحان اللہ کہنا ہو اور اگر کشف عورت بغض مصلی ہو گا تو فی الحال نماز فاسد ہو جائیگی اگرچہ کمر ہو اسے رکن کی مقدار سے و غلیظہ
قبل و دیم کو مٹھو لکھا و الخفیفہ ما عدا ذلک من الرجل والمرأۃ اور عورت غلیظہ و اور عورت میں بول اور برابر کا مکمل ہو اور جو مکان کہ ان دونوں کے
اس پاس ہے اور عورت خفیفہ وہ ہے جو اسکے سوا ہو و جمیعہ بکاجیبانا و لو فی عضو واحد جگہ سے کھلی ہوئی برنگی جمع کیا جائیگی اجزا سے اگر ایک عضو میں ہو
ہم اجزا سے مراد جو جیسے ہین مثلاً پاں چھنا اور اٹھوان حصہ تو اگر مثلاً ران ایک جگہ سے اٹھوان حصہ اور دوسری جگہ سے بھی سیدھا کھلی ہو تو دونوں

جمع کیلئے تو چارم حصہ ٹھہر گیا اور نماز کا مال ہو گا اور اگر جمع کرنے سے اس عضو کا چارم حصہ نہ ہو گا تو مانع نماز کا نہ ہو گا والا فلا قدس اور اگر عورت مکشوفہ متفرق بائیں
 میں نہیں بلکہ چند اعضا میں ہو تو وہ پائش سے جمع کیا جائیگی نہ اجزائے فان بکلی اربع ادناھا کا ذکر متبع سو اگر کھلے اعضا میں سے کتر عضو کی چارم کو پائش
 پہنچ جائیگی چنانچہ کان تو یکھل جائے گا مانع ہو گا مثلاً سواہوان حصہ ران کا اور کچھ کان عورت کا کھل گیا تو اسکی نماز جائز نہ ہوگی اس واسطے کہ دونوں کا مجموعہ
 کان آبی چارم سے زیادہ تر ہو اور یہی قول حق ہے بخلاف بحر الرائق کے کہ اس میں مجموعہ اعضا نہ شفع کی چارم کو متبرک رکھا ہو کذا فی الخطاوی و الشرط سترھا
 عند غیۃ و لو حکما کہ کان مظاہر اور شرط ہو و حکما برنگی کا غیر شخص سے اگرچہ ستر حکم ہو چنانچہ نمازی ہو اندھیرے مکان میں اپنی اگرچہ وہ تنور پر باعتبار جس
 بائیں میں کہ وہ نظر نہیں آتا لیکن حکم شرع میں تنور نہیں تو اس پر چھپا کر اسے وغیرہ سے وجہ ہو کذا فی کلمی کا سترھا عن نفسہ وہ یفتی شرط نہیں چھپانا
 برنگی کا اپنی ذات سے ایسا قوی دیا ہو فلورھا کہ ہم بقیہ لم یفسد و ان کرہ پھر اگر نمازی نے شرگاہ کو دیکھا اپنے گریبان کی راہ سے تو نماز فاسد نہ ہوگی اگرچہ یہ نظر کرنا
 مکروہ تحریمی ہو کذا فی الخطاوی دعا دم ساثر کا یصف ما تحتہ اور نہ پائے والا اس چھپانے والی چیز کا جو اپنے اندر کی چیز کو ظاہر نہ کرے یعنی جبین بدن نظر نہ آو
 ہم عادیہ بتدایہ اسکی خبر آگے آتی ہے یعنی یصلی قاعدا ستر میں یہ قیہ اس واسطے لگائی کہ اگر ایسا پڑا ہو جس سے نیچے کا بدن معلوم ہو تا ہو چنانچہ بایک لیل یا جالی
 تو وہ بمنزلہ احد و م کے ہو و لا یضی التصاۃ و تشککھا و ضرر نہیں کرتا ستر کے بدن میں چھپنا اور عضو کی شکل بکڑنا یعنی نماز ایسا پڑے سے درست ہوگی
 و لو حیر او طینا یفتی انھا مصلیۃ او مکملہ کدیرا اگرچہ ستر شرگاہ کا ریشم یا لیلی ہی ہو جو پوری نماز تک بدن پر باقی رہے یا کد لاپانی ہو مگر اگرچہ ریشم یا
 حر کو حرام ہو اور اس کے ساتھ نماز مکروہ لیکن اگر کوئی چیز ستر بنیاد سے تو ریشم سے بدن چھپا کر نماز پڑھے اس کے ہوتے نماز برہنہ جائز نہیں کا صا حیان و جد غیۃ
 نہ صاف پانی اگر اس کے سوا کوئی چیز ستر بنیاد سے یعنی صاف پانی میں بیٹھ کر برہنہ آدمی نماز نہ پڑھے اگر دوسری چیز مل سکتی ہو اور اگر نہ ملے تو اس میں نماز واجب ہو
 بوجہ تصور کھلنے کے کذا فی الخطاوی و حل تکفید الظلمۃ فی مجمع الاضواء ج ۱ ص ۱۸۱ کہ احتیاط سوال اور کیا برہنہ شخص کو اندھیرے میں نماز کفایت
 کرتی ہے مجمع الاضواء شرح ملتقى الاسبحرین بحث کر کے یوں جواب دیا کہ بان اضطرابین کافی ہو نہ اختیار میں اس کلام کا فقرہ کچھ معلوم نہیں ہوتا اس واسطے کہ ستر
 مستقود ہو تو ہر حال میں نماز پڑھے خواہ اندھیرا ہو یا روشنی اور شاید کہ اس میں اشارہ ہو بعضے مشائخ کے اس قول کا کہ برہنہ دن کو بیٹھ کر نماز پڑھے اور رات کو
 کھڑے نماز پڑھے اس واسطے کہ رات کا اندھیرا اسکی شرگاہ کا ستر ہو کذا فی الخطاوی یصلی قاعدا کما فی الصلوٰۃ نہ پائے والا کسی چیز ستر کا نماز پڑھے بیٹھ کر جیسے
 نماز میں بیٹھنے میں یعنی مرد بائیں پائوں پر بیٹھے و اہنا یا نون کھڑا کر کے عورت سر پر بیٹھے و فیل صاۃ ارجلیہ اور وضو نہ کما دونوں ہاتھ لاکر بیٹھے ہم اور
 عورت غلطی پر ناخبر رہے اور راجح پہلا قول ہے کہ اس میں کثرت اختیار ہو یا وجہ دخالی ہونے کے قبلہ کی طرف پائوں پھیلانے سے جو برہنہ میں کذا فی البحر
 ص ۱۸۱ برکوع و سجود بیٹھ کر نماز پڑھے رکوع اور سجود کا اشارہ کر کے تاکہ برنگی نہ کھلے و ہذا افضل من صلوٰۃ قاعدا برکوع و قاعدا یا کما
 اور رکوع و سجود کان الستر اھم من اذانہ کما ان کتاب اور وہ یعنی برہنہ شخص کو بیٹھ کر رکوع و سجود کا اشارہ کر کے نماز پڑھنا افضل ہے اسکی
 نماز سے بیٹھ کر اور رکوع اور سجود کر کے اور کھڑے ہو کر اشارہ سے یا رکوع و سجود کر کے اس واسطے کہ شرگاہ کا چھپانا زیادہ تر مقصود ہے ارکان کے ادا کرنے سے
 ہم اس واسطے کہ ستر عورت مطلقاً فرض ہو نماز اور غیر نماز میں اور ارکان یعنی قیام اور رکوع اور سجود نماز میں فرض ہیں و لو اہل لہ ثوب و لو با عادیہ تہت
 قناریہ ہو الا حرج اور اگر برہنہ کو مباح کیا جائے کہ اگرچہ اباحت بطور رعایت کے ہو تو اس کا قیام نماز ستر پر ثابت ہو گیا یہی قول صحیح ترین ہے
 اگر اس صورت میں برہنہ نماز پڑھے گا تو نماز جائز نہ ہوگی و لو و بعد بدستقل ما لم یخف فوت الوقت ہذا کا ظہر کراچی صاۃ و ثوب و خطاۃ مکان
 اور اگر اباحت یا ماریت کا کوئی شخص اس سے وعدہ کرے تو اس کا انتظار کرے جب تک فوت وقت کا خوف نہ ہو یہی قول ظاہر ترین ہے جسے تظاہر کرے پانی اور کپڑے
 او طہارت مکان کا امید وار ہم یعنی اگر مکان نجس میں مثلاً قید ہو اور توقع قوی دمان سے نکلنے کی ہو تو نماز میں تاخیر کرے جب تک کہ فوت وقت کا خون ہو و دھل

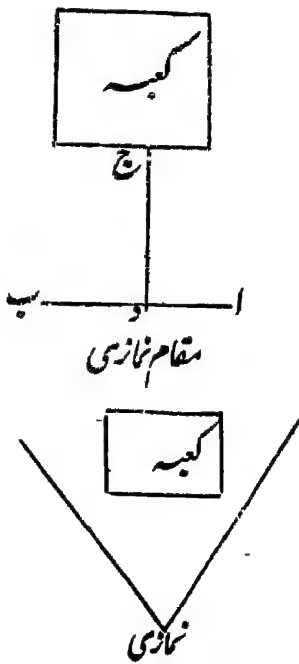
یلزمہ الشرع مثلاً ینبغي خالصاً سوال و کیا برہنہ شخص کو لازم اور ضروری خرید کرنا کپڑے کا اسکی برابر قیمت سے جواب لائق یہ ہو کہ خرید
ضروری ہو ہم یہ بحث بہ صاحب بحر الرائق کی روایت نہیں ولو وجد ما یساؤ کلہ بنفس لیس یا اصل کچھ مدینتہ لم یدفع فاند لایست
فیضا اتفاقاً بل خایہما ذکرہ الوافی و اقل من ربع طاهر ندب صلوتہ فیہ وجاہہ کما مر اور جو پایا برہنہ نے وہ سارے اسکا کل نجاست کے گئے
سے ناپاک ہو اصل ناپاک نہیں اصلی ناپاک جیسے مرد کی کھال جلی دباغت نہیں ہوئی تو یہ شخص تر عورت تکبیر سے اصلی ناپاک سے نمازین بالاتفاق بلکہ طہار
نماز کے اس سے شہ گاہ چھپا دے ایسا ذکر کیا ہو علامہ وافی محشی درستی یا ایسا سارے یا جو چوٹائی سے کتر پاک ہو تو اسکو انہیں نماز پڑھنا مستحب ہو اور جائز برہنہ
پڑھنا اشارہ سے چھپانے کا پڑھنا اشارہ سے کہ نہ گیا و حکم فحکم للبسہ واستحسنہ فاک سرادوبہ فاکت الثلثہ اور جو چوٹائی اس سارے کا جو نام پاک
یا چھپا دے کہ نہ ہو برہنہ لازم کیا ہو مستحب اور اسرار میں اس قول کو اچھا سمجھا ہو اور یہی قول ہر ائمہ ثلاثہ کا ولو کان ربعہ طاهر اصل فیہ حتی اذا الذکر کالکل
اور اگر سارے کا چوٹائی سے پاک ہو تو اس سے برہنہ یا شہ گاہ چھپا دے یا ایسا سارے یا جو چوٹائی کا حکم کل کے برابر ہو ہم یہ جو چوٹائی کا حکم کل کا سا ہو مثلاً جو ہم کو چوٹائی سر کا نہ لانا
کل کے برابر ہو اور چوٹائی برنگی کا کھنڈ نماز کا مانع ہو کذا فی الشامی و هذا اذا لم یجد ما یزلی بہ النجاستہ او یقللہا اور یہ حکم مذکور ہوتا ہے جبکہ پاد سے اس خبر کو
جو نجاست کو دہر کر دے یا اسکو کم کر دے یعنی اگر فرمل نجاست پاد سے تو ازاد وجب ہو کذا فی البحر فحکم للبسہ اقل ثوبیہ نجاستہ جب تکلیف نجاست کا حکم ہوا
تو ازاد ہر نماز میں اپنی دونوں ناپاک کپڑوں سے اس کپڑے کا جبکہ نجاست کم ہو دوسرے سے والضابط ان من ایسلی یسلیتین فان لساؤا یاخیر و ان یختلفا
اختیاراً لا یختف اور قاعدہ کلیہ میں مسئلہ کا یہ ہو کہ جو شخص مثلاً ہو دو بلاؤں میں مثلاً دو ناپاک کپڑوں میں ہو اگر وہ دونوں برابر ہوں مثلاً ہوں تو اسکو اختیار ہو چاہے اسکو
چاہے ہوا و اگر وہ دونوں مختلف ہوں یعنی ایک بلا کم ہو اور دوسری زیادہ ہو لیکن کو اختیار کرے ہم مثلاً زخمی اگر چہ بھرتا ہو تو زخم سیلان کرتا ہو اور زمین تو نہیں دہر کر
اشارہ سے نماز پڑھنا اس واسطے کہ ترک سجدہ نہ ہو بلکہ پڑھنا پڑھنے کے ساتھ نماز سے اور ترک سجدہ حالت اختیار میں بھی کر سکتا ہو مثلاً سواری پر نماز نفل اشارہ سے درست ہو
تو حالت عذر میں ترک سجدہ کا مضائقہ نہیں کذا فی البحر و لو وجد تحت البنا لعمہ سائرہ فاستبدد بما مع بیع و اسما لہی سترہا فلو ترک سترہا لعمہ
تکاد یختلج لعمہ لہا حقہ کلہما لم یسقط بعد و فی فی عذر البصق او الی اور اگر زنا و جوان عورت نے پایا ایسا سارے جو ڈھکتا ہو اس کے بدن کو اس کے چوٹائی
سے کے ساتھ تو بدن اور چھپا دے سر کا ڈھکتا وجب ہو یعنی فرض ہو دونوں کا ڈھکتا تو اگر اپنے سر کا ڈھکتا چوٹائی تو نماز کا اعادہ کرے بر خلاف قریب البیوع عورت کے
یعنی اگر وہ بدون سر ڈھکنے کے نماز پڑھ لے تو اعادہ نماز کا ضرور نہیں اس واسطے کہ سر کا ڈھکتا جبکہ ساق ڈھکیا تو نڈی ہونے کے عذر سے تو لڑکیں کے عذر سے
ساق ڈھکیا تو نڈی ہونے کی وجہ سے ساق ڈھکیا تو لڑکی ساق ڈھکیا ہو حالانکہ یہ کلیہ نہیں کذا فی الشامی ولو کان یستر اقل من ربع الراس لہی
سلی یتدب اور اگر سارے ڈھکتا ہو کتر چوٹائی سے تو اسکو ڈھکتا وجب نہیں بلکہ مستحب ہو لکن جو لو ولو وجد المکلف ما یسترہ بعض
العورة وجب استعاذہ ذکوة الحال زاد الحلیہ وان قلیقہ وجوبہ مطلقاً فکامل لیکر صحت کا یہ قول اور اگر پاد سے مکلف وہ چیز جس سے بعض
برنگی کو چھپا دے تو اسکا استعمال واجب ہو ذکر کیا ہو اسکو کمال الدین نے فتح القدیر میں جلس شارج فیہ نے اتنا زیادہ کیا ہو ان قل یعنی اگر چہ وہ سارے قلیل ہو
چاہتا ہو سارے کے استعمال کو مطلقاً خواہ چوٹائی کا سارے ہو یا کتر کا سوا بل کر ایضا بلکہ ہم نے نصف کے دونوں قولوں میں تناقض ہو پہلا قول یہ ہو کہ چارم
سے کتر کا ڈھکتا وجب نہیں اور دوسرا قول یہ ہو کہ بعض عورت کا ڈھکتا وجب ہو خواہ چارم ہو یا کتر جلجلی و انما فی کما کہ اگر کمال الدین کے
کلام کو سر کے سوا محمول کیجئے اس واسطے کہ سر کا عورت ہونا خیف تر ہو بانی عورت سے اس دلیل سے کہ صلوتہ مراہقہ سر کل کی فصیح ہو تو اب تناقضی
باقی نہ ہو گا ویستر البصق و الی و کما اور ڈھکنے پشاپ کی راہ کو اور حاضر مک راہ کو پہلے فان وجد ما یستر احدہما قیل ستر الہ ستر

کذا فی الاشباہ والاکثر احضارہ فی المعنی اصابته فیکفیه اللسان یجبتی مگر جبکہ آدمی عاجز ہو اہل کے حاضر کرنے سے انکار اور نشوونما
 کے ملاحق ہونے سے ثواب اسکو زبان کا عمل پر جائے عمل دل کے کفایت کرتا ہو کذا فی المعنی وَهُوَ اَوْ عَلَی الْقَلْبِ اَنْ یَعْلَمَ عِنْدَ الْاُخْرَاحَةِ بِذَٰلِکَ هَـ
 یلا قاضی اسی صلوٰۃ یصلی فلو لم یقل الا بیتا مثل لکھ یحییٰ اور وہ یعنی دل کا عمل یہ ہے کہ جانے آدمی نماز کے وقت فوراً بدو ن غور اور تامل کے
 کہ کون سی نماز پڑھتا ہو سو اگر نہ جانے مگر تامل کرنے سے تو نماز جائز نہیں ہم یہ احتضار فقط نیت کے وقت شرط ہے تمام نماز میں مشروط نہیں یعنی اگر اثناء
 نماز میں ہنوکا تو کچھ سیر نہیں اور اس میں کسیکو احتلان نہیں کذا فی الطحاوی فمختصر اذ التلطف عند الاحتضار حیث ہو الخیار اور ارادہ
 نماز کے وقت زبان سے نیت کرنا مستحب ہے یہی قول مختار ہے ویکون بلفظ الماضی وَلَوْ قَارِئًا سُبُّهُ اَوْ کَانَ غَلَبَتْ عَلَیْهِ الْاَشْغَالُ
 وَفُتِحَ بِالْحَالِ فَمُسْتَأْنً اے اور وہ دوسرے زبان سے کہنا ماضی کے لفظ کے ساتھ جو زمانہ گذشتہ پر دلالت کرتا ہو اگرچہ فارسی بولی میں ہو اس واسطے
 کہ ماضی کا لفظ اکثر مستعمل پر انشاءات میں یعنی اَنْ الفاظ میں جو ایجاد شیا میں بولے جاتے ہیں چنانچہ معاملات میں اور صحیح نیت کرنا حال کے لفظ
 ساتھ جو زمانہ موجود پر دلالت کرتا ہو کذا فی القستانی شرح النقایہ لفظ حال سے ضعیف مضاع کا مراد ہے جس سے فقط حال مقصود ہونہ استقبال ہو واسطے کہ ارادہ
 استقبال سے وعدہ ٹھہر گئے وقوع تو عربی میں نیت یہ لفظ ماضی اسطرح ہو کہ نَوِیتُ اَنْ اُصَلِّی الفجر اور فارسی میں یوں کہ نیت کر دم کہ نماز فجر گزارم اور
 ہندی میں یوں کہ نماز فجر کی نیت کی اور لفظ حال اسطرح کہ اُرِیدُ اَنْ اُصَلِّی الفجر اور فارسی میں یوں کہ نماز فجر رانیت میکنم اور ہندی میں یوں کہ
 نماز فجر کی نیت کرتا ہوں وَرِیَیْتُ سُنَّةً کَیْنُکَ اِحْتِیاجُکَ اَدِسْتَهُ عَلَیْکَ اَنَ اَذْکُرُکَ لِنَقْلُکَ عَنِ الْمَصْطَفَی وَکَ الصَّحَابَی وَکَ التَّابِعِیْنَ بِلِقَیْلِکَ
 اور بعضوں نے کہا کہ زبان سے نیت کرنا سنت موقوفہ دائم العمل ہے یعنی یہاں سنت سے مراد یہ ہے کہ پسند کیا ہو اسکو یا اسکو طریقہ قرار دیا ہو ہمارے
 عالموں نے سنت شرعی یہاں مراد نہیں اسلئے کہ زبان سے نیت کرنا جناب مصطفی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اور اصحاب و تابعین رضی اللہ عنہم سے
 منقول نہیں بلکہ بعض عالموں نے اسکو بدعت کہا ہے ہم بدعت سے یہاں بدعت حسنہ مراد بقول معتد بہ نہ بدعت سنیہ سجدہ الراق میں کہا کہ زبان سنیہ کرنا
 مستحسن ہے اطمینان کے سبب نہ اور وجہ سے یعنی انسان کبھی پریشان خاطر ہوتا ہو اور زبان کے کہنے سے ارادہ دلی کو جمعیت ہو جاتی ہو اسلئے زبان
 سے کہنا مستحسن ہو کذا فی الطحاوی وَفِی الْمَحِیطِ اَنَّهُ یَقُولُ اَللّٰهُمَّ اِنِّ اَزِیْدُ اَنْ اُصَلِّی صَلَوةً کَذَا فَمِنْ لٰی هَا وَتَقْبَلُکَ مَوْفِقٌ سَمِیْعٌ فِی الْحِجَّ
 اور محیط میں ہے کہ نماز کا پڑھنے والا یوں کہے کہ اے اللہ میں ارادہ کرتا ہوں فلا فی نماز کے پڑھنے کا سو اسکو میرے لیے آسان کر دے اور میری
 طرف سے اسکو قبول کر اور غریق سکایان کتاب الحج میں آویگا ہم یہ مثال ہے نیت کی بلفظ حال نہر الفائق میں کہا کہ اکثر علمائے کہا ہے کہ یہ نیت
 حج کے واسطے مخصوص ہو اسواسطے کہ حج زمانہ و راز میں پورا ہوتا ہو اور اُس میں یقین بہت ہوتی ہیں بر خلاف نماز کے کذا فی الطحاوی وَجَاؤُکَ تَقْدِیْمُهَا
 التَّکْلِیْفُ وَلَا قَبْلُ الْوَقْتُ اور جائز ہو مقدم کرنا نیت کا تلبیہ تحریر یہ ہے اگرچہ تقدیم نیت کی نماز کے وقت سے پہلے ہو ہم اور نماز کے مانند جس میں
 عبادات پر تقدیم نیت کی جائز ہے صحیح قول میں وَفِی الْبَدَلِیِّ حَرْفٌ مِّنْ مَّنْزِلِهِ یُرِیْدُ الْجَاهِزَةَ فَلَمَّا اَنْتَهَى اِلَیْهَا حَامٌ کَبَّرَ وَکَرَّمَ وَکَرَّمَ النَّیَّةَ جَاؤُ
 وَمَقَادِمُ تَقْدِیْمِ نِیَّہِ الْاِضَاحُ لِیَحْفَظَ اَوْ بِدَلَالَتِیْنِ ہر کہ ایک شخص نکلا اپنے گھر سے جماعت کی نماز کے قصد سے پھر جب امام تک پہنچا
 تو اسنے تلبیہ تحریر یہ کی اور نیت اقتدا کی اسکو اسوقت حاضر ہوئی تو جائز ہو اور بدائع کے اس کلام سے مستفاد ہوتا ہے کہ نیت اقتدا کی بھی تقدیم جائز ہے
 تو اسکو یاد رکھنا چاہیے لیکن ہستانی میں ہے کہ نیت اقتدا کی تقدیم امام کی تحریر صحیح نہیں مَّا کُلُّ یُجَدِّیْنِہَا قَا طِعْمَا مِثْلَ غَیْرِہَا لَمْ یُکُنْ
 یصلوٰۃ اللہ علیہم نیت کی جائز ہے جب تک کہ نیت اور نماز کے درمیان کوئی عمل قطع کرنے والا نیت کا جو نماز کے مناسب نہیں ہو یا یا سب سے ہم عمل قطع
 چنانچہ کھانا اور پینا اور لکڑی خرید کرنا کذا فی المعنی وَہو کل مینہج البساکو اور وہی عمل غیر مناسب نمازہ عمل ہے جو بنا نماز کا مانع ہو ہم اگر اثناء نماز میں

جائز نہیں اس لیے کہ جمعہ کی نماز عرض ہو اس روز کے ظہر کا یعنی فرض وقت ظہر ہی جمعہ اگر ان کی کوئی عذرہ قضا کا وہ انہما فرض الوقت کا ہو یا البعضی
مگر یہ کہ نمازی کے عذر یہ اور اعتقاد میں ہو کہ جمعہ فرض وقت ہو ظہر کا بدل نہیں چنانچہ بعض فقہاء کی توجہ یہی ہو تو اس صورت میں جمعہ فرض وقت کی نیت
درست ہوگا دلوئی ظہر الوقت دلو مع یقائہ ای الوقت جاز دلو فی الجملة اور اگر وقت کے ظہر مثلاً نیت تو اگر وقت کے باقی رہنے کے ساتھ ہوگی
تو جائز ہو اگرچہ جمعہ میں ہوم فیض النفا شرح المختار میں ہو کہ اگر نیت وقت کے ظہر کی جمعہ کے سوا میں کرے گا تو اگر وقت کے اندر ہوگی تو درست ہو اس لیے
شرح نے شریک الیہ کی تبعیت سے دلوئی اجمعہ کی قید لگائی تاکہ معلوم ہو کہ اس حکم میں جمعہ اور غیر جمعہ برابر ہیں لہذا فی الشامی ملقط دلو مع عدم ہذا کی
حد خرید دھو کا یحکمہ کا یصح فی کا صر اور اگر ظہر الوقت کی نیت وقت کے نہونے کے ساتھ ہو اس طرح کہ وقت بکل چکا ہو اور نمازی اس کے نکلنے کو
سنبھاتا ہو تو صحیح تر قول میں درست نہوگی ہم وقت کے نکلنے کو نہ جاننے کی قید اس لیے لگائی کہ اگر وقت کے نکلنے کو جان کر ایسی نیت کرے گا تو درست نہوگی لہذا
فی الشامی دھو کا یصح فی الوقت کی مثل ہو حکم فرض الوقت کا یعنی اگر وقت کے نکلنے پر نیت وقت کے فرض کی کرے گا اور وقت گزر جائے تو ناجائز
تو یہ بھی اہل مسئلہ کی طرح صحیح تر قول میں درست نہوگی اور اشباہ میں جو درست کا قول منقول ہو وہ صبح کے خلاف ہو لہذا فی الشامی دھو کا یصح فی الوقت کی مثل ہو حکم فرض الوقت کا
مطلوباً للصحة القضاء بینہ الا انہ کحکمہ المختار پس بہتر یہ ہو کہ نیت آج ظہر کی کرے واسطے اسکے جائز ہونے کے ہر طرح سے لینے
اگرچہ نیت میں پڑے یا وقت بکل گیا ہو بسبب درست ہونے قضا کے ادا کی نیت سے مثل اسکے عکس کے لینے صحیح ہونے ادا کے قضا کی نیت سے ہی تو
تقاریر ہم یعنی اگر آج کے ظہر کی نیت ہوگی تو ہر چند وقت گزر بھی گیا ہو گا تب بھی وہ نماز اس روز کے ظہر کی ہوگی اور وقت کے ظہر کی نیت وقت نکلنے پر
اس وقت کا ظہر نہ ٹھہرے گا اور شرح نے جو یہ کہا کہ بسبب درست ہونے قضا پر نیت ادا اس کا مطلب یہ ہو کہ وقت کے گزرنے پر اگر یہ علمی میں ظہر الیوم کی نیت کرے گا
تو کو یا قضا کو بنیت ادا پڑے گا حالانکہ یہ جائز ہو جیسے کوئی قیدی کھلے سے رمضان کے روزے رکھے اور بعد کو معلوم ہو کہ رمضان ہو چکا تھا تو اسکے روزے
درست ہونگے مگر تعلیل میں یہ غلط ہے کہ یہ ایسی وقت بنتی ہو کہ نمازی ادا کی نیت سے پڑے اور اگر اس کی نیت کچھ نہونے ادا کی نہ قضا کی تو اس وقت یہ تعلیل نہیں
کذا فی الخطاوی و تاسنی الشامی و منصف الجناۃ ینوی الصلوۃ للہ تعالیٰ و ینوی الاضاحۃ للہ تعالیٰ اور جنازہ کی نماز پڑھنے والا نیت کرے نماز کی
خاصۃ اللہ تعالیٰ کے لیے اور نیز دعا کی نیت کرے مردہ کے لیے لکنہ الواجب علیہ اس لیے کہ نیت نماز اور دعا نمازی پر واجب ہو ہم طحاوی لکھا کہ اگر مرجع ضمیر
کا نماز و دعا دونوں کی نیت ہو تو یہ غلط رہے گا کہ دعا جنازہ سنون ہو نہ واجب اس لیے علمی میں مرجع ضمیر نیت صلوۃ قرار دیا ہو جو نبوی اصولوۃ سے بجا جائے
اور شامی نے کہا کہ مرجع ضمیر نیت دعا اس اعتبار سے ہو کہ نماز جنازہ خود دعا ہو کیونکہ اس میں فرات اور کعبہ اور مسجد اور شہد نہیں اور اس کا موبدہ قول ہو جو
نیت میں مذکور ہو کہ نماز جنازہ امام عظم اور ان کے صحابہ کے قول میں وحقیقت دعا ہو نہ نماز فیقول اھل بیتہ و اعیانہ للہ تعالیٰ تو جنازہ کی نماز پڑھنے والا
یون کہ کہ میں نماز پڑھتا ہوں اللہ تعالیٰ کے لیے دعا مانگنے والا مردہ کے واسطے و ان الشہید علیہ للہ تعالیٰ ذکر ام انی یقول یون کہ کہ میں نیت کرتا ہوں کہ نماز پڑھوں امام کے ساتھ
من یصل علیہ الامام اور اگر میت نمازی پر شہید ہو جاوے معلوم نہو کہ مردہ یا عورت تو وہ یون کہ کہ میں نیت کرتا ہوں کہ نماز پڑھوں امام کے ساتھ
چونکہ شخص پر کہ امام نماز پڑھتا ہو و افاد فی کاشیا جتنا انہ لو مو فی المیت للذکر فیکان انہ انفی و عکس ہم یجز اور اشباہ میں بحث کر کے یہ افادہ کیا ہو کہ اگر
نیت کی مذکر مردہ کی پھر معلوم ہو کہ وہ عورت ہو یا اس کا عکس مردہ عورت کی نیت کی خطا ہو کہ مردہ ہو تو نماز درست نہوگی ہم وجہ عدم جائزگی یہ ہو کہ میت مثل
امام کے ہوگی تعیین میں چونکہ جان الہی صیا امام کی تعیین میں چونکہ تاج صیا امام کی تعیین میں چونکہ سے نماز درست نہیں ہوتی پس نیت کی تعیین میں
خطا ہونے سے درست نہوگی مثلاً اگر نیت کی کہ زید پر نماز پڑھتا ہوں پھر معلوم ہو کہ وہ مردہ ہو تو نماز درست نہوگی ہاں اگر اٹھارہ کو کہے کہ اس مردہ پر پڑھتا ہوں
جو زید پھر پڑھا ہو کہ وہ مردہ ہو تو نماز درست نہوگی کیونکہ اشارہ کرنے سے نام میں خطا کرنا لغو ہو جائے لہذا فی الشامی انہ لا یصح تعیین عذرہ للوۃ لکذا

ایک شخص اگر بعد از نماز اور ہشامہ میں یہ بھی مذکور ہو کہ مردوں کے بعد نماز میں نہ کرنا مفسر نہیں مگر جس صورت میں کہ ظاہر ہو کہ نماز کا نماز میں سے زیادہ
 بیعت پائے جانے نیت زاد نماز کے لئے اگر نماز میں نیت دس خیار دن کی کی اور وہ حقیقت دس میں یا کمتر تو نماز درست ہو اور اگر زیادہ ہو تو
 نہ ہوگی کیونکہ حسب قدر زیادہ میں انکی نیت نہیں پائی گئی لہذا وہی نے کہا کہ اس صورت میں دس کی جو نیت کی ہو انکی بھی درست نہ ہوگی کیونکہ دس غیر معین
 کی نیت کی ہو تو ہر جنازہ زاد ہو سکتا ہو اور زاید نیت میں داخل نہیں ایسی سبکی نماز کی باطل ہوگی دیکھا کہ یہ صلوٰۃ فقط اور امام صرف اپنی نماز کی
 نیت کرے مگر ہر کسی کے امام ہونے کی نیت نہ کرے ایسی کہ وہ خاص اپنے حق میں تھا پڑھنے والے کی طرح ہر اب یہاں ایک وہم ہو گا کہ امام کا مال مثل مقتدی کے
 ہونا چاہیے یعنی جیسے مقتدی کو نیت اقتدا شرط ہو ویسی امام کو امامت کی نیت شرط ہونی چاہیے اس وہم کو مصنف اور شارح نے زینہ قول میں ذکر کیا کہ لا یشترط الصحة
 الاخذ بربیعہ امامۃ للقتل علیہ لیس اللیل الشواہ عند اقتداء احد بہ لا قبلہ کما جحد فی الاستیاء کما لو اھم رجاء او مشروط نہیں اقتدا کی دستی کے لیے
 امام کو مقتدی کی امامت کی نیت کرنی جس صورت میں کہ مردوں کا امام ہو بلکہ ثواب جماعت کا حاصل کرنے کے لیے امامت مقتدی کی نیت شرط ہو جیکہ کوئی امام کا
 اقتدا کرے نہ پیشتر اقتدا کے چنانچہ اسکو شہادہ میں بیان کیا ہم یعنی اقتدا کے صحیح ہونے کے لیے یہ ضرور نہیں کہ امام نیت امامت کی کرے بلکہ جماعت کا ثواب
 حاصل کرنے کو امامت کی نیت چاہیے اور یہ نیت انوقت ہو جب کوئی امام کا اقتدا کرے پہلے سے یہ بھی ضرور نہیں اگرچہ پہلے سے نیت کر لینی بھی جائز ہے مثلاً
 فلا یؤثم احدہما لیسوا احداً مطلقاً تو آدمی قسم میں جموعاً نہ ہو گا اس قسم میں کسی کا امام نہ ہو گا جب تک کہ امامت کی نیت نہ کرے گام شارح نے
 یہ مسئلہ اپنے اس قول پر متفرع کیا کہ صحت اقتدا کے لیے امام کو نیت امامت کی ضروری نہیں اور صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ ایک شخص نے قسم کھائی کہ میں کیا امامت
 نہ کرؤں گا مگر جب وہ نماز کو بدو نیت امامت کے کھڑا ہوا تو لوگ اس کے پیچھے نماز پڑھنے لگے پس اس صورت میں اسکی قسم نہ ٹوٹے گی ایسے کہ قسم ٹوٹنے کی شرط یہ تھی
 کہ امامت کا قصد کرتا اور یہ شرط بدو نیت امامت کے موجود نہیں ہونی ایسے قسم نہ ٹوٹے گا نہ انی الشامی بقولہ وان اھم تساء فان اقتدت بہ لیسوا حکمہ
 لیسوا فی غیر صلوٰۃ چنانچہ فلا یؤثم احدہما لیسوا احداً مطلقاً بلزم امامتاً کلاً بلزم الفساد بالاحادیث لا یلا الیٰ ام اور اگر نمازی عورتوں کا امام ہو
 تو اگر کوئی عورت اسکا اقتدا کسی مرد کے برابر کھڑے ہو کر جنازہ کی نماز کے سوا میں کرے گی تو اس عورت کی نماز درست ہونے کے لیے اسکی امامت کی نیت ضروری ہے
 تاکہ عورت کی برابری سے نماز کی خرابی بدو ن لازم نہ پڑے کے لازم نہ آوے ہم صلوٰۃ جنازہ کو ایسے ہتھکڑیا کر اس کے اندر نیت عورت کی امامت کی بالاتفاق
 شرط نہیں اور مجازاً سے وہ برابری مراد ہے جو ان شرط کے ساتھ ہو جائے کہ باب الامامۃ میں مذکور ہونگی اور التزام سے غرض نیت امامت ہو اور حاصل شارح
 تعلیل کا یہ ہے کہ اگر عورت کا اقتدا بدو ن نیت کے درست ہو جائے تو امام پر جواب کرنا مرد کی نماز کا بدو ن لازم پکڑنے کے لازم آوے گا یعنی اگر بالفرض عورت مرد
 برابر کھڑی ہو گئی اور بدو ن نیت امامت کے اسکا اقتدا صحیح ہو گیا تو چاہیے کہ امام کی جہت سے اس مرد کی نماز فاسد ہو جائے حالانکہ لازم آنا کسی چیز کا امام پر
 بدو ن اس کے لازم پکڑنے کے جائز نہیں ایسے عورت کی اقتدا کے لیے نیت اسکی امامت کی شرط ہوئی دان لو تفتد صحابۃ اختلف فیہ فیصلہ بشرط
 و قبلہ کجناۃ ایماۃ کجہۃ و عید علی کا صمد و اظہار اور اگر عورت نے محاذی مرد کے ہو کر اقتدا کیا تو اس میں اختلاف ہے بعض نے
 کہا کہ صحت اقتدا کے لیے نیت امامت کی شرط ہو اور بعضوں نے کہا کہ شرط نہیں جیسے جنازہ میں بالاتفاق شرط نہیں اور جیسے جمہ اور عید میں اصح قول یہ
 شرط نہیں جمہ اور عید میں اصح کی قید ایسے لگائی کہ جمہ کے نزدیک ان دونوں میں نیت امامت عورت کی شرط ہو کہ انکی لفظ محاذی سے علیہ لم تھا
 احد القبول صلوٰۃ تھا دیکھا اور اس قول پر کہ عورت کی اقتدا کے لیے اسکی امامت کی نیت شرط نہیں یہی کہ عورت کی محاذی یعنی برابر یا کے ٹھہری ہوئی
 نہ ہوگی تنہا اسکی نماز پوری ہوگی اور اگر کے ٹھہرائیگی یا برابر ہوگی تو اسکا اقتدا باقی نہ ہوگا اور نماز نام نہ ہوگی وینہ استقبال القبلاۃ لیس بشرط مطلقاً علیہ
 اور نیت قبلہ کی طرف متھ کرنے کی شرط نہیں ہر حال میں یعنی خواہ نماز کی عید کے قریب ہو یا بعد چل میں ہو یا مسجد میں بنا بر قول قوی کے ہم مقابل قول قوی کا یہ

ضعیف یہ ہو چو کہ قریب شخص کے لیے کعبہ کا سامنے ہونا فرض ہو بالاتفاق اور دوسرے کو یہ امر ممکن نہیں ہے اس کے دل میں نیت کرے اس لیے دوسرے کو نیت
 قبلہ کی طرف نہ کرے کی شرط کی گئی تھا قبلہ اولویٰ بنا کعبۃ الکعبۃ واللقائم احزاب مسجدہ لہم یخرجون علی الوجہ تو یہ جو کسی نے کہا ہو کہ اگر نمازی عمارت
 کعبہ کی نیت کر گیا یا مقام ابراہیم کی یا اپنی مسجد کی محراب کی تو درست نہ ہوگی یہ مسئلہ قول ضعیف ہے مگر جو کہ نیت قبلہ کرے کی شرط کرتے ہیں اس کے
 نزدیک اگر کعبہ کے سوا اور طرف متکثر کرنے کی نیت ہوگی تو درست نہ ہوگی مثلاً نیت کعبہ کی عمارت کی جائز نہ ہوگی اس لیے کہ کعبہ میدان خاص ہو گا نام ہر نہ عمارت کا
 اور مقام ابراہیم وہ ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام خانہ کعبہ بنانے کے وقت ٹھہرے ہوئے تھے اور محراب مسجد علامت سمت کعبہ کی ہے غرض مکان جو توں میں
 عین کعبہ کی طرف متکثر کرنے کی نیت نہیں پائی جاتی اس لیے کہ نزدیک نماز بھی درست نہ ہوگی اور یہ قول ضعیف ہے اور قول قوی کے بموجب نماز درست ہوگی اس لیے
 کہ جب نیت کعبہ شرط نہیں تو غیر کعبہ کی نیت سے کچھ نقصان نہ ہوگا کذا فی الشامی لم یقل کذا فی تعیین کہ جام فی صحیحہ کا حقیقۃً فاما لکست لیشط جینیت
 امام کی تعیین کی اقتدا کی درستی میں کہ وہ بھی شرط نہیں خلواتہم یہ بظنہ ذیذا فاذا اھد بکرم مثلاً اگر امام کا اقتدا کیا اس کو نیت صحیح کرے وہ بکرم نکلا تو اقتدا
 درست ہوگا اس لیے کہ اس نے امام موجود کے اقتدا کی نیت کی تھی تو اب اگر اس کا نام کچھ اور بھی لیا تو کیا نقصان ہو کیونکہ اعتبار نیت کا ہے نہ سمجھ کا کذا فی الحلیمہ کوذا
 عیثہ باسہد فبان عینہ مگر اس صورت میں اقتدا درست نہیں کہ امام کو اس کے نام سے معین کیا پھر کوئی غیر نکلا یعنی اقتدا میں امام موجود کی نیت نہ کی
 بلکہ اقتدا نیت کی نیت کی خواہ اس کا نام زبان سے کہا یا نہ کہا تو اب اگر وہ غمرو ہوگا تو اقتدا درست نہ ہوگا کیونکہ نیت کا اعتبار ہے اور اس نے امام حاضر کے غیر کے اقتدا کی نیت کی
 اس لیے صحیح نہ ہوگی الا اذا عرف بکان کاللقائم فی المحراب وانشاء کعبۃ الہام الذی ہو ذید مگر نام کے ساتھ تعیین میں اس وقت اقتدا درست ہوگا
 کہ امام کا پتا درست بتا دے مثلاً یون کے کہ نزدیک محراب میں کھڑا ہو یا اشارہ سے اس کو بتا دے کہ یہ امام جو نیت ہے تو اب اگر کوئی اور امام نکلیگا تو کچھ مضائقہ نہیں اس لیے
 کہ اشارہ کر دینے سے نام لینے کا اعتبار جاتا رہا کذا فی الشامی یکا اذا اشار بصفتہ لکذا الشاہ فاذا اھد بکرم فلا یجزم بان اگر کسی صفت حاضر سے
 اشارہ کر گیا اور وہ صفت امام میں نیائی جائیگی تو اقتدا صحیح نہ ہوگا مثلاً یون کہ اس جو ان کے پیچھے اور وہ بڑھا ہو تو اقتدا صحیح نہیں دیکھ کر بکرم بکرم الشاہ
 یذی لیشط لاجلہم اور اس کے عکس میں اقتدا درست ہے یعنی اگر نیت کی کہ اس بڑھے کے پیچھے اور وہ جوان نکلا تو اقتدا صحیح ہو کیونکہ جوان کو اس کے علم کی جہت
 بڑھا کا کرے ہیں وہی المحبۃ لوی ان لا یصل الہام خلف صحیح علی وجہ فاذا اھد بکرم لہم او مجتبیٰ میں ہے کہ مقتدی نے نیت کی کہ اس کے پیچھے بڑھا کر بڑھا ہو
 جو میرے طریق پر ہے اور جو وہ اس طریق کا نہ تھا تو اقتدا درست نہ ہوگا ہم و عدم جواز کی یہ ہو کہ جب اس نے اپنے مذہب کے امام کی نیت کی اور امام غیر مذہب کا نکلا تو کیا اس نے
 امام معدوم کی قتل کی نیت کی کذا فی الشامی عن المنیہ فائیلہ یہ ایک کام کی بات ہے اٹھا کر لکھتا دیکھتا سمیت عندنا لم یختص بکرم الصلوٰۃ و مسجدہ
 علیہ الصلوٰۃ والسلام بکرم کان فی منہ فلیحفظ چونکہ ہم مضمون کے نزدیک اعتبار نام لینے کا ہے یعنی اس صورت میں کہ اشارہ نہ ہو اس لیے ثواب نماز کا آخرت
 صلی اللہ علیہ وسلم کی سبب شریف میں مخصوص اس مقدار پر نہ ہوگا جو آپ کے عہد مبارک میں تھی تو اس کو یاد رکھنا چاہیے یعنی یہ جو بخاری اور مسلم نے حضرت ابو ہریرہ
 روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک نماز میری اس مسجد میں بہتر ہے ہزار نمازوں سے اس کے سوا دوسری مسجد میں جو اسے مسجد حرام کے
 تو میرا کرنا ہونا نماز کا صرف اس قدر مسجد مخصوص نہیں جو حضرت کے وقت مبارک میں تھی بلکہ مسجد شریف میں جو حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ اور ولید اور مدنی نے
 اضافہ کیا ہے اس زیادہ کی ہوئی میں بھی ایک نماز ہر اس کے برابر ہوگی اس لیے کہ حدیث میں میری مسجد ارشاد فرمایا ہے اور ظاہر ہے کہ جو مسجد اب موجود ہے وہ سب مسجد
 نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے امتدادی ہے تو میری ہوئی مقدار میں بھی ثواب ہر کرنا ہوگا اور امام نووی نے اس ثواب کو خاص سی مقدار کے ساتھ کیا ہے جو آپ کے عہد مبارک میں
 تھی وہ یہ فرماتے ہیں کہ حدیث میں سوائے نام لینے کے اشارہ بھی ہے کہ فی مسجدی ہذا فرمایا ہے یعنی میری اس مسجد میں جس جگہ خاص اس روز موجود تھی مراد ہر پس
 بڑھی ہوئی مقدار میں داخل نہ ہوگی اس کے داخل ہونے کو کوئی دلیل چاہیے اور خفیہ جواب یہ ہے کہ یہ اشارہ جگہ کے خاص کرنے کے لیے نہیں بلکہ اس لیے ہے کہ مسجد مذہب طہرہ



بہت دور ہر تمام شہر کے آدمیوں کو یکساں معلوم ہو گا لیکن اگر ایک کے سر پر ایک جگہ ہو گا تو ہفت سب شہر کے لوگوں کو ہر جگہ ہر ہی معلوم ہو گا اس طرح کعبہ کا فاصلہ جب بہت دور ہوتا تو مقابلہ تحقیقی کے مقام سے اوہ اُدھر ٹل جائے سے مقابلہ اہل نہیں ہوتا ہر آدمی وہ جگہ ہندوستان کے اکثر شہروں کی مسجدیں ایک سمت کو ہیں *

دوسرے طریق جست معلوم ہونے کا یہ ہو کہ نمازی کی آنکھوں کے سچ کے نقطہ سے دو خط ایسے کھینچے جائیں کہ وہ ایک دوسرے سے مل کر زاویہ قائمہ سے کم بنائیں تو اگر کعبہ ان دونوں خطوں کے درمیان میں واقع ہو گا تو مقابلہ زائغ ہو گا ورنہ زائل ہو گا اسی صورت یہ ہو گا فی الشامی تبصرہ *

قلت فیما لکھتہ التیاجین والتیاسر فی عیالہ ففتحتمو میں کہتا ہوں کہ یہی معنی ہیں دہتے بائیں ٹھٹھنے کے در کی عبارت میں تو اسکو خوب دیکھ بھال کے کہ مطلب دقیق ہو مرنے در کا یہ مطلب نہیں کہ کعبہ کو دہنی طرف کر لے یا بائیں طرف کہ اس صورت میں قطعاً مقابلہ جاتا رہیگا بلکہ مراد یہ کہ خط جہت پر دہنے یا بئیں ہونے سے مقابلہ بن رہتا ہے جیسا ہم نے بیان کیا جہت کے طریق اول میں

وتعرف بالکد لیسبل اور قبلہ پہچانا جاتا ہو اس علامت سے جو قبلہ کو بتائے دھو فی القریٰ وکلام صراطی الصالحین و الشاہدین فی المفاہد والجماد العظمیٰ کالقطب اور علامت قبلہ شہروں اور گائوں میں مسجدیں صحابہ اور تابعین رضی اللہ عنہم کی ہیں اور بگلوں اور مسندوں میں شاہین جیسے قطب یعنی جس جگہ مسجدیں قدیم موجود ہوں وہاں سمت قبلہ کی اُسے معلوم ہو سکتی ہو ورنہ قطب وغیرہ تاروں سے مثلاً ہندوستان کے اکثر شہروں میں قطب نمازی کے دہنے شانہ پر رہتا ہو تو رات کو ہر جگہ اُس سے سمت قبلہ معلوم ہو سکتی ہو تو کلا فہم لاهل العالم ھو متفق لو حکم ہم ہم اور نہیں تو اُس جگہ باشندہ قبلہ کے جاننے والے سے پوچھا جائے اور باشندہ انہیں سے ہو کہ اگر نمازی اسکو دور سے پکارتے تو وہ اسکی پکار سن لے مرنے اگر نہ مسجد میں ہوں نہ قطب سے حال کھلے نہ کوئی اگر مثل قبلہ نما کے پاس ہو تو سمت قبلہ کو اُس جگہ کے باشندہ سے پوچھنا چاہیے اُس سے پوچھنے میں دو شرطیں ہیں ایک یہ کہ قبلہ کا جاننے والا ہونہم الفائق میں کہہ کہ اس کے ساتھ یہ بھی چاہیے کہ مقبول الشہادۃ ہو تو اس سے معلوم ہو کہ ذمی اور جاہل کا کہنا اس باب میں مفید نہیں دوسرے یہ کہ نمازی کی پیکار سے غلط آدمی نے کہا کہ میں لو صاحب بدل پڑا ہوں اس سے والمعتد فی القبلة العرصۃ کہ النباۃ فہم من کاحرق المسابغۃ الی العربیۃ اور قبلہ کے باب میں مشرک شاذل اور میدان کعبہ ہو نہ اسکی عمارت تو وہ کشادگی ساتوین زمین سے لیکر عرش تک ہو غلط آدمی نے کہا کہ اس سے معلوم ہو کہ اگر کوئی شخص زمین کے اندر گھر کنوؤں میں یا اونچے پہاڑوں پر نماز پڑھتا ہو تو اسکی نماز درست ہوگی جیسے کعبہ کی جہت پر نماز جائز ہو پس اگر قبلہ عمارت ہوئی تو نماز صحیح نہ ہوئی و قبلہ العاجز عنہا لم یزلف فجدد من خجلا عند الامام ان خوف مال وکذا کل من سقط عنہ اکا سرکان جہتہ قد راتہ ولو مضطجعا یا علیہم الخوف و فیہ یخوۃ اور قبلہ اُس شخص کا جو کسی مرض کے سبب قبلہ رخ ہونے سے عاجز ہو گئی قبلہ رخ کر دینے والے کو یا دے امام کے نزدیک یا مال کے چوری جانے وغیرہ کے خوف سے قبلہ کی طرف ہونے سے عاجز ہو ہو طرح ہر شخص جس ارکان نماز سا قاطع ہو گئے ہوں ہر ایک کا قبلہ اسکی قدرت کی جہت پر لیجئے جو کچھ ہو سکتا ہو پھر قبلہ رخ ہونا لازم نہیں ایسے کہ خود کعبہ تو مقصود ہی نہیں اور امتحان ایسی صورت میں بھی حاصل ہو اگرچہ دشمن کے دیکھنے کے خوف سے نماز لٹ کر اشارہ سے پڑھے ہم امام کے نزدیک ایسے کہہ کہ صاحب جس کی نزدیک اگر دوسرے کی مدد سے قبلہ رخ ہو سکتا ہو اور دوسرے اس کے پاس موجود ہو تو اسکو جہت قدرت کی طرف نماز درست نہ ہوگی اور جس ارکان نماز کے سا قاطع ہو گئے ہوں اسکی مثال بوڑھا آدمی ہو جو پیری کے ضعف سے قیام و قعود نہیں کر سکتا

تو اس سے قبل رخ ہونا بھی ساقط ہو اور ایک مثال شراح نے سقوط ارکان کی دشمن کے دیکھ پانے کے خوف سے بیان کی ہے لیکن اگر آدمی کو خوف ہو کہ کھڑا ہونے یا کھڑے
سے دشمن دیکھ لیگا تو اس پر سے ارکان ساقط ہو جائیں گے کیونکہ اشارہ سے نماز درست ہوگی تو ایسے شخص سے مستقبل قبلہ بھی ایسی صورت میں ساقط ہے کہ ذی الجبر علیہ یصلح
الطاعہ تجب الطاعة اور اس نماز کا اعادہ نہ کرے اس لیے کہ طاعت موافق طاقت کے ہوتی ہے یعنی یہ عذر آسمانی ہیں کسی مخلوق کی جبریت نہیں یعنی مرض یا سیری وغیرہ کے
کرنے سے نہیں ہوتی یہاں تک کہ خوف بھی کسی کے کرنے سے پیدا نہیں ہوتا اس لیے ان عذروں میں نماز کا دوبارہ پڑھنا نہیں کہ ذی اللشامی دیکھو عہد الذی علیہ جبر علیہ
صلح علیہ فی القبلۃ ہما سر اور تخری کرے وہ شخص جو عاجز ہو قبلہ معلوم کرنے سے بذریعہ ان امور کے جو پیشتر گزرے یعنی نہ مسجد ہو نہ ستارہ نہ کوئی بتانے والا شراح نے کہا کہ
تخری کے معنی ہیں کوشش کا کرنا مقصود حاصل کرنے کے لیے اور تخری سے یہاں اکل کرنا اور قیاس و ڈالنا ہی لینے اگر مسجد وغیرہ سے قبلہ کا پتہ معلوم ہو تو نمازی شکل سے
کوئی سمت قبلہ ٹھہرائے خان ظہر خطا قبلہ بعد لما سر پس اگر نماز کے بعد اکل میں خطا ہو تو نماز کو دوبارہ نہ پڑھے اس وجہ سے کہ پیشتر گزری یعنی طاعت بحسب طاقت
ہوتی ہے اسے نماز پڑھنے میں وہ امر کر لیا تھا جو اس کی طاقت میں تھا وہ ان علم بہ فی صلوٰۃ او تحول رأیہ ولو فی یحقر سہو او استبدال و بنی اور اگر اپنی خطا کو نماز کے
اندراج یا اس کی رائے بدل گئی اگرچہ ہو کہ مسجد میں بدلی ہو تو اس وقت بھی جاوے اور بنا کر لینے اگر نماز کے اندر رائے بدل گئی کہ قبلہ اس طرف نہیں دوسری طرف ہے تو
دوسری طرف فوراً پھر جاوے اگر ایک کعبہ کے موافق تو حق کر لیا تو نماز فاسد ہو جائیگی کہ ذی اللشامی اور بنا کر اس کا مطلب ہے کہ بقیہ رکعات کو پورا کرے از سر نو نماز نہ پڑھے
یعنی رائے کی غلطی سے پہلے کی نماز جاتی نہیں رہی وہ بھی قائم ہو باقی کو اسی بنا پر کرے حتیٰ لو حیل کل دیکھتے تھے کہ جان دو جگہ دو مسجدیں ہیں جس سے کہ اگر حرکت کو جدا گانہ
جہت کو پڑھے گا تو نماز درست ہوگی اگرچہ نمازی مکہ میں ہو یا کسی بیجا ملک میں ہم صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ ایک شخص کو قبلہ معلوم متھانے ایک طرف اکل ہے ایک کعبہ پر جمی دوسری
رکعت میں اس کی شکل دوسری طرف ہو گئی تو دوسری رکعت اس طرف ادا کی اسی طرح نماز کے آخر تک تو یہ نماز جائز ہے اور مکہ میں ہو نیکی یہ صورت ہے کہ مکہ میں قید ہو اور ایسا شخص بائیں رخ
جیسے قبلہ دریافت کرے پھر اکل سے نماز پڑھے اور اس میں خطا ہو کہ ذی اللشامی حکایلو متحقق بواب و مستحجذ دین اور لازم نہیں نمازی کو لوگوں کے دروازوں کا
ٹھکانا کہ کوئی قبلہ تباوے اور دیواروں کو ٹھونکنا کہ محراب قبلہ معلوم ہو جاوے یعنی اندھیری رات میں اگر مسجد میں جاوے اور قبلہ نہ سمجھے تو اکل کرے لوگوں کے پاس
قبلہ پوچھتا نہ پھرے اور نہ دیواروں کو ٹھونکے صاحب تنبیہ نے کہا کہ یکم بعض مسجدوں میں ہو گیا ہو مگر اکثر میں تو محراب قبلہ اندھیری میں بھی معلوم ہو جاتی ہے تو ایسی
مسجدوں میں اکل نہ کرے کہ ذی اللشامی دلو العی خستہ کحل یقن و کم یقتل لہ جل بعد اور اگر نمازی اندھا ہو اور اس کو کسی شخص نے سیدھا قبلہ کی طرف کر دیا
تو وہ اندھا نماز کو پہلی ہی نماز پر بنا کرے اور سیدھا کرنے والا شخص اندھے کا اقتدار کرے اس لیے کہ اس کو معلوم ہو گیا کہ شروع کی نماز اندھے کی قبلہ نہیں تھی وہ کچھ بھتر
تحقیق اور نہ اس اکل کرنے والے کا اقتدار کرے جو ایک طرف کو ترک کر کے نماز کے اندھے دوسری طرف پھر گیا ہو شامی نے کہا کہ اس میں یہ قید ہے کہ مقتدی امام کا
پہلا حال جانتا ہو اور اگر پہلا حال اس کو معلوم نہ ہو تو اقتدار میں کچھ خرابی نہیں ہو لکن مقتدی بلا حق لہ یحزان اخلاک الامام اور اگر کسی تخری کرنے والے کا اقتدار
کیا بعد تخری کے تو اگر امام نے تخری میں غلطی کی ہوگی تو اقتدار درست ہوگا اس لیے کہ اشتباہ کی صورت میں بدو تخری کے نماز جبریت ہی درست ہوتی ہے کہ ٹھیک قبلہ
کی طرف ہو مگر امام کی نماز درست ہے کہ اسے تخری کے بعد پڑھی دلو مسلم فحقول رأی مسبوق فلا حق استلا من المسبوق و استألف اللاحق اور اگر امام نے
سلام پھر پھر رائے مسبوق اور لاحق کی بدل گئی یعنی اگلی رائے میں قبلہ اور طرف ٹھہرا تو مسبوق اپنی رائے کی سمت کی طرف پھرے اور نماز پوری کرے اور لاحق نماز
از سر نو پڑھے ہم مسبوق وہ مقتدی ہے کہ ایک یا زیادہ رکعت اس کو نہ ملی ہو اس کو پھرنے کا حکم اس لیے ہو کہ وہ باقی نماز کے پڑھنے میں مثل منفرہ کے ہو جو جیسے منفرہ کو نماز
کے اندر رائے بدل جانے سے پھرنا پڑتا ہے وہی یہی مسبوق کو پھرنا ہوگا اور لاحق وہ ہے جو شروع نماز سے امام کا شریک تھاج میں مبتلا ہو نہ کہ جائے یا اور کسی عذر سے
کچھ نماز امام کے ساتھ نہ ملی آخر میں پھر شریک ہو گیا تو اس کا حکم یہ ہے کہ نماز از سر نو پڑھے اس لیے کہ باقی نماز میں یہ حکم امام کے پیچھے ہے تو جیسے مقتدی امام کے پیچھے ہو
آخر اس کو معلوم ہو کہ قبلہ امام کے منہ کی طرف نہیں دوسری طرف کو ہے تو وہ اپنی نماز کی اصلاح نہیں کر سکتا اس لیے کہ اگر دوسری طرف کو پھرنا پڑتا ہے تو امام کی اصلاح

لازم آتی ہو جو نماز کی مفسد ہو اور اگر نہیں پھر تا وجہ بوجہ کر قبلہ کے سوا اور طرف کو نماز پڑھنا ہو یہ بھی منسوخ نماز ہو تو یہی حال لاحق کا بھی ہے جب نماز کی اصلاح کو چاہتے
 نہیں ہو سکتی اسلئے از سر نو پڑھے کذا فی الشامی ملخصاً ومن لم یقم تحت شئ من شئ لکن جعہ صرۃ احتیاطاً کا اور جب الکل کی طرف کو ہو بلکہ سب طرفین
 قبلہ ہونے میں اس کے نزدیک برابر ہوں تو وہ ہر طرف کو ایک بار نماز پڑھے بلحاظ احتیاط کے ہم جب نمازی قبلہ کے لیے چاروں طرف الکل دوڑا وہ اور کسی طرف نہ جھے تو ان
 میں قول میں ایک یہ کہ نماز میں تاخیر کر جب تک کہ ایک طرف قبلہ اس کے عندیہ میں ظاہر ہو دوسرے یہ کہ چاروں طرف کو ایک ایک نماز پڑھے تاکہ اس کو اختیار ہو
 چاہے تاخیر کرے چاہے چار نمازیں پڑھے مگر قراوے عالمگیری میں منہرات سے نقل کیا ہے کہ زیادہ درست دوسرا قول ہے اسلئے شائع کیا اس کو اختیار کیا اور شرح منیہ
 میں بھی اس کو ملحوظ رکھا ہے کذا فی الشامی ملخصاً ومن تحوّل لأی بجمہتم کذا الاستدلال اور جس شخص کی رائے پہل طرف کو پھر چاہے وہ اسی طرف کو پھر چاہے اپنے کچھ نماز
 ایک طرف کو تخری کے بعد پڑھے پھر نماز میں دوسری جانب قبلہ کی معلوم ہوئی اور اس طرف کو پھر گیا اس کے بعد پھر اول ہی جانب پر رائے آگئی تو اسی طرف کو ہو جاوے اور
 خلاصہ میں ایک قول یہ ہے کہ از سر نو پڑھے مگر تانا رخانیہ اور قستانی نے اول قول کو مقدم کہا ہے اور لمطاولی اور شامی نے بھی اس کو اوجہ ذکر کیا ہے ومن تذکر ترک
 بھلا من لا یستأنف اور جس شخص کو پہلی رکعت کا سجدہ چھوٹ جانا یا دیا وہ از سر نو نماز پڑھے ہم صورت اس کی یہ ہے کہ ایک شخص نے تخری کے بعد ایک رکعت ایک
 جانب کو پڑھی پھر رائے بدل گئی دوسری رکعت دوسری طرف کو پڑھنے لگا اس وقت یا دیا کہ پہلی رکعت کا سجدہ نہیں کیا تو نماز کو پھر سے پڑھے اسلئے کہ اگر سجدہ مذکور
 اُس جانب کو کرنا ہو جہر دوسری رکعت پڑھتا ہو تو سجدہ قبلہ کی طرف نہوگا اسلئے کہ پہلی رکعت کا قبلہ ہی طرف نہ تھی اور یہ سجدہ رکعت مذکور کا جزو ہے اور اگر پہلی رکعت کے
 قبلہ کی طرف کو کرنا ہو تو جو طرف اب اس کے نزدیک قبلہ ہے اس سے پھر نماز لازم آتا ہے اسلئے نماز از سر نو پڑھے کذا فی الشامی دان شروع بلا نظر لم یحزن دان اصحاب
 لہو کہ فرح الخضر سے اور جو شخص کہ قبلہ معلوم کرنے سے عاجز ہو اگر وہ نماز کو بدو نہ تخری کے شروع کیا تو شروع درست ہوگا اگر چہ ٹھیک قبلہ کو پھرنا ہو
 اسلئے کہ اس نے فرض تخری کو چھوڑ دیا ہے در صورت اشتباہ قبلہ کے تخری فرض تھی اس کو اس نے چھوڑ دیا الا اذا علم اصابتہ بعد فراغہ فلا یبعد انتقاماً
 مگر جب اپنے فایز ہونے کے بعد ٹھیک قبلہ کو ہونا جائے تو دوبارہ نماز پڑھے بالاتفاق بخلاف مخالف جہت تخریر فائدہ یستأنف محللاً
 بخلاف جہت تخری کے سوا اور طرف پڑھنے والے کے کہ وہ از سر نو پڑھے ہر حال میں یعنی اگر تخری ایک طرف پر ہوئی اور اس نے دوسری طرف نماز پڑھی تو نماز
 کو پھر سے پڑھے ہر حال میں یعنی خواہ نماز میں جائے کہ ٹھیک قبلہ کی طرف پڑھی یا خطا کی یا بعد نماز کے جائے یا کچھ بھی معلوم نہ ہو اور امام اعظم سے مروی ہے کہ
 اُس شخص پر خوف کفری کذا فی الشامی ملخصاً علی انہ محدثاً او ثوبہ ضعیفاً او الوقت لم یدخل فیما بخلافہ لم یحزن جیسے نمازی پڑھنے والا
 اس گمان سے کہ وہ بے وضو ہو یا اس کا پیرانا پاک ہو یا وقت نہیں آیا پھر اس کا خلاف معلوم ہوا تو اس کی نماز درست نہوگی وہ بھی نماز از سر نو پڑھے وجہ جائز
 ہونے کی یہ ہے کہ اس کے عندیہ میں نماز فاسد ہو چکی ہو تو اب خلاف ظاہر ہونے سے جائز نہوگی کذا فی الطحاوی حتیٰ جاء عنہ عند اشتباہ القبلة فلولم
 یستأنف ان اصحاب جاز یا لیسوا مع امام و تباین انہم صلوا الی جماعات مختلفہ ومن یقن متوفی عن خلافتہ امامہ فی الجمہ
 او تقدیر علیہ حالۃ کذا لولہا بعدہ فلا یضر لہم صلوتہ ایک جماعت نے نماز پڑھی قبلہ کے مشتبہ ہونے کے وقت تخری سے ایک امام کے ساتھ اور
 ظاہر ہوا کہ انھوں نے مختلف سمتوں کی طرف نماز پڑھی تو جس شخص کو ان میں یقین ہو احوال ادا میں یعنی غلبہ یقین ہو کذا فی القیض کہ اسے امام کے مخالف جانب نماز پڑھی
 یا امام سے آگے پڑھے کا یقین ہوا تو اس کی نماز درست نہوگی اور بعد ادا کے مخالفت کا حال معلوم ہونا اس کو ضرر نہیں شائع ہے کہ کمالاً کہ قبلہ مشتبہ ہے تھا تو اگر نماز ٹھیک
 طرف کو پڑھیکا تو درست ہوگی یعنی اگر کوئی ایسا شخص موجود تھا جس سے قبلہ پوچھ لینا ممکن تھا مگر بدو نہ تخری سے نماز پڑھی تو اگر ٹھیک قبلہ کی طرف کو پڑھی
 ہوگی تو درست ہوگی ورنہ درست نہوگی شامی نے کہا کہ حالہ الا اذا نظر یقین مخالفت کا اور تقدم کو اس سے کچھ علاقہ نہیں اسلئے کہ آگے پڑھنے سے تو نماز ہر صورت
 سے درست نہیں خواہ حالت ادا میں آگے پڑھا معلوم ہو خواہ ادا کے بعد کا عتقاد بخلاف امامیہ لے کر کہ فرض من المقام حالہ دامن امام کی مخالفت معلوم

کرنے والے کی نماز اس لیے نہ ہوگی کہ اس کو اپنے امام کے چوکنے کا اعتقاد ہو یعنی اپنے عزم میں امام کو خطا پر مجتہاد سمجھ اس کا اعتقاد کیسے ہو گا اور اگے بڑھنے کو معلوم کرنے کی
نماز اس وجہ سے نہ ہوگی کہ اس نے مقام کے فرض کو ترک کیا یعنی اس کو امام کے کچھ کھڑا ہونا فرض تھا اگے بڑھنے سے یہ فرض چھوٹ گیا شامی اور طحاوی نے کہا کہ لا اعتقادہ
البحرین میں یہ دیکھ لیکن علم ذات فضلہ صحیح اور جس شخص کو حال مخالفت امام اور اگے بڑھنے کا معلوم نہ ہو تو اس کی نماز درست ہے کما لوہو یعیّن الامام
یا ن لی بجلین بصلیٰ ان فالتعبیہ کا بعد نبی جیسے امام کو تعیین نہ کرنے سے نماز درست نہیں اس طرح کہ دو شخصوں کو نماز پڑھتے دیکھا اور ایک غیر تعیین کا اعتقاد
کر لیا تو صحیح ہو گا ہم ظاہر عبارت سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تشبیہ صحت نماز کی ہو حالانکہ تشبیہ عدم جو ازکی ہو تو شراح کو مناسب تھا کہ اس کو صحیح صحت کے بعد ذکر کرتا
کہ فی الطحاوی **فروع** مسائل ملحقہ شراح کے شامی نے کہا کہ اگر شراح ان مسائل کو متصل نیت کے بیان کرتے ہیں بشیۃ استقبال قبلہ سے تو بہتر ہوتا المشیۃ
عندنا شرط مطلقاً لذات ہمارے نزدیک شرط ہر سب عبادتوں میں بھی کسی عبادت میں نیت نہ نہیں بلکہ سب میں شرط ہے التبیۃ تکبیر تحریر میں اختلاف ہے کہ اس کو تکبیر
نکین بھی کہا ہو مگر معتدی ہو کہ وہ شرط ہے ولو عقیبہا بحشیۃ فلو لمّا تعلق بما قبلہا کلا لایحیٰ عتاقی بطل ولا لا اور اگر انشاء نیت کے کہ انشاء ارادہ کہ تو
اگر نیت کی ہوئی پھر ان کا سوا نہ سے ہوگی جو ربانی قولوں سے متعلق ہیں چنانچہ طلاق اور آزاد دی تو انشاء ارادہ کہنے سے وہ باطل ہو جائیگا اور اگر ایسے نہیں جو
قول سے متعلق ہوں جیسے روزہ ہو تو انکی نیت کے بعد انشاء ارادہ کہنے سے وہ باطل نہ ہوئے لیس لنا من یبوی خلاف ما یؤتی الا حیلہ قول محمد بن الجعفی
دھو ضعیف ہم غنیوں کے نزدیک ایسا کوئی نہیں جو نیت کچھ کرے اور ادا کچھ کرے مگر امام محمد کے قول پر جمع میں ایسی صورت ممکن ہے اور وہ قول ضعیف ہے
ہم صورت جمع کے مسئلہ کی اس طرح ہے کہ اگر نزدیک جمع نہیں ہوتا تب تک کہ نمازی کو ایک رکعت نہ پڑھے تو اگر کسی شخص نے دوسری رکعت کے رکوع کے بعد جمع میں امام کا
اعتقاد کیا تو وہ بیوقوف ہے میں کہ مقتدی جمع کی نیت کرے اور بعد امام کے فراغ ہونے کے ظہر کی نماز پوری کرے پس اس صورت میں نیت تو کچھ اور بھی لینے
جمع کی اور ادا دوسری چیز کی لینے نماز ظہر اس صورت کے سوا دوسری ایسی نہیں کہ نیت اور کچھ ہو اور ادا اور کچھ کذا فی الشامی للمحققان العبد الذل
لا فاعل التبعیۃ یلتزم علی کل حال قول معتدی یہ کہ عبادت بیت سے قتلوں والی کی نیت ان سب فعال پر کھنچ جاتی ہے لہذا اسکے ہر فعل و کمن کے
حدا بجا نیت ضرور نہیں ایک نیت شروع میں کافی ہے جیسے اس عبادت میں کہ ایک ہی فعل ہو چنانچہ روزہ کہ بلا خلاف اس کا اول میں نیت کر لینا کافی ہے
اختصم خلاصاً لخصالہم الذی یأخذ اعتبار الشاق مشروع کیا عمل کو اخلاص کے ساتھ پھر اس عمل میں ریا کا یعنی بندہ کا غلط ہو گیا تو اعتبار سابق کا ہو گا
یعنی عمل اخلاص کے ساتھ ہی رہیگا ہم شامی نے کہا کہ اسکی وجہ شاید یہ ہو کہ نماز قابل قسمت نہیں تو ایسا نہیں ہو سکتا کہ بعض خاص خدا تعالیٰ کے لیے ہو اور
بعض غیر کے لیے مان اگر بعض کو کھانے کے لیے بنا سنوار کر پڑھے گا تو اس بنائے سنوارنے کا کچھ ثواب نپاویگا والذی یأخذ الذی یأخذ عن الناس لا یصل
اور ریا کا عمل یہ ہو کہ اگر نمازی لوگوں سے علیحدہ ہوتا تو نماز نہ پڑھتا فلو سمعہم یحسبہما و وحده کافله ثواب اصل الصلوة پس اگر لوگوں کے ساتھ
ہو کر نماز کو اچھی طرح پڑھے اور تنہا اچھی طرح نہ ادا کرے تو اس کو اصل نماز کا ثواب ملیگا اچھی طرح پڑھنے کا ثواب نہ ملیگا بلکہ ہر حکم فرض و نفل و قنوں کو
شامل ہو کذا فی الطحاوی ولا یکتسب لیسخوف دخول الریاء لانه امر فاسد و کرم و نماز یا دوسرے نیک کام کو نہ چھوڑے ریا کے داخل ہونیکے خوف سے
اس لیے کہ ریا کا داخل ہونا ایک وہی بات ہے تو وہی بات کے لیے نیک کام کیوں چھوڑا جائے ولا ینکف فی القبر النحس فی حق سقوط اللہ واجب اور منہ نہیں ہے
غرضوں میں واجب کے ساقط ہونیکے باب میں یعنی ریا فرض کو باطل نہیں کرتا و فقیہ ابو الیث نے نوازل میں نے بعض اساتذہ کا قول نقل کیا ہے کہ تشبیہ
مستقیم یہ ہو کہ ریا اصل ثواب کو نہیں کھوتا بلکہ زیادتی ثواب کو فوت کرتا ہے تو اگر کوئی شخص بلکہ کے ساتھ نماز پڑھے لگا تو اسکے دوسرے واجباً قسط ہو جائیگا
سبب ہائے شرعیہ اور ارکان نماز کے کذا فی الشامی قبل الشخص صلی اللہ علیہ وسلم حلت خیرنا فی فضلہ ہذہ النیۃ ینبغی ان یحییہم ولا یستحق اللہ ینا انہ
ایک شخص سے کہا گیا کہ ظہر کی نماز پڑھنے کی ایک دینا ہے گا سوائے اسلی راہ سے نماز پڑھی تو جاہل ہے کہ یہ نماز اس کو کافی ہو اور وہ حق دینا کا مستحق

نماز کا کافی ہونا تو اسوجہ سے ہو کہ فرض میں ریا کو دخل نہیں اور دنیا کا استحقاق اسوجہ سے نہ ہو کہ نماز اسکے ذمہ واجب تھی واجب پیرا جبر کا استحقاق نہیں ہوتا مثلاً
باب نے بیٹے کو اپنی خدمت کے لیے لو کر کے تو بیٹا کچھ نوکری کا سختی نہ ہوگا اسلیے کہ باب کی خدمت اُسپہ واجب ہو کہ کافی الشامی الصلوٰۃ کا رضاء المخصوص ^{بعض}
بل بعضہ اللہ تعالیٰ فان لم یعف عنهم اخذ من حسناتہ نماز کا پڑھنا دشمنوں کے راضی کر نیلے لیے مفید نہیں بلکہ نماز اللہ تعالیٰ کیواسطے پڑھے بھر اگر اسکا
دشمن اپنا حق معاف نہ کرے گا تو آخرت میں اسکی نیکیوں میں سے لیکر حقدار کو حوالہ کیا جائیگا ہم شراح نے اس نماز کے جواز اور عدم جواز کو ذکر کیا بلکہ یہ کہا کہ مفید نہیں
لیکن مختارات النوازل میں کہا کہ ایسی نماز درست نہیں یعنی اگر نماز اس نیت سے پڑھے کہ خدا کے واسطے پڑھتا ہوں تاکہ وہ حقداروں کو مجھ سے راضی کر دے
تو درست نہ ہوگی اسلیے کہ عبت ہو کہ کافی الشامی جاء اندر فخذلہ لادق ثواب سبعاً لہ حصولہ بالجحاحۃ بعض کتاب آسمانی میں آیا ہے کہ ایک دانگ کے لیے
ثواب سات سو نماز باجماعت کا لیا جائیگا ہم دانگ درم کے چھٹے حصے کو کہتے ہیں اور نماز باجماعت سے عرض فرالین ہیں کہ جماعت اُٹھیں میں ہوتی ہی یعنی اگر
کسی حق ایک دانگ دوسرے کے ذمہ ہوگا جو حال کے سکیرے اعتبار سے پون آنے کے قریب ہوتا ہو تو اسکے عوض آخرت میں سات سو فرضوں کا ثواب ملے گا حقدار کو
دلا یا جائیگا ^{دلو} اذکذا ^{لکم} الصلوٰۃ ^{ولکم} بکا فرض اتم تراد بک فی الفرض فافهم فیہ مولاہم ففلاوا اگر نمازی نے لوگون کو نماز میں پایا اور یہ بچا نہ کہ نماز فرض
پڑھتے ہیں یا تراویح تو یہ شخص فرض کی نیت سے الٹا شریک ہو جائے بھر اگر وہ فرض ہی میں ہونے لے تو اسکا فرض بھی درست ہوگا ورنہ نماز نفل ہو جائیگی یعنی تراویح
تسوگی کیونکہ تراویح بعد فرض شاکہ ہوتی ہو کہ کافی الشامی دلو دوی فرضین مکنتوبہ وجناۃ خللکنوبہ اور اگر نمازی نے نیت کی دو فرضوں کی لیے فرض
عین اور فرض کتاب کی ایک ساتھ نیت کی جہاں فرض وقت اور جنازہ کی نیت تو یہ نیت صرف فرض وقت کی ہوگی اسلیے کہ فرض وقت قوی ہوا حقیقت میں نماز
اسیکانام ہو کہ اس میں رکوع اور سجدہ سب ارکان ہیں بخلاف جنازہ کے ہم قاعدہ کا یہ اس طرح کی نیت کا یہ ہے کہ جب عبادتوں کو ایک نیت کے ساتھ جمع کر لیا تو اگر ان
دو دنوں میں سے ایک قوی ہوگی تو نیت اسیکی ہو جائیگی اور اگر دو دنوں برابر ہوں گی تو نیت لغو ہوگی اور کسی پیشروع کرے والا تو کا کافی الطحاوی دلو مکنتوبہ
خللوقتینہ اور اگر وہ فرض کی نیت کی لیے ایک جبکا وقت موجود ہو اور ایک جبکا وقت بھی نہیں ہوا مثلاً ظہر کے وقت میں اور عصر کی ساتھ نیت کی تو نیت
اسکی ہوگی جبکا وقت ہو اسلیے کہ عصر کی نیت ظہر کے وقت میں درست نہیں اگرچہ نمازی عوفات میں ہو کیونکہ ظہر کا مقدم کرنا عصر پر واجب ہو بسبب ترتیب کے
کذا فی الطحاوی عن الجلی ولو فائمتین فللاول من اهل اللہ ترتیب اور اگر دو قضا نمازوں کی نیت کی تو اُس میں سے پہلی کی نیت ہوگی بشرطیکہ نمازی
اہل ترتیب سے ہو ہم اہل ترتیب اسکو کہتے ہیں جبکہ ذمہ شروع مغربیت نماز سے پہلے نماز میں متصل باقی نہ ہوں تو ایسا شخص اگر دو قضا نمازوں کی ایک ساتھ نیت
کر لیا تو نیت پہلی کی ہوگی اسلیے کہ ترتیب والے کی دوسری نماز نہیں ہوتی جب تک پہلی کو ادا نہ کرے کہ کافی الشامی والا کلاً فلیحفظ اور اگر صاحب ترتیب نہ ہو
دو قضا نمازوں کی ایک ساتھ نیت کرے تو یہ نیت لغو ہوگی کوئی سی نماز صحیح نہ ہوگی تو اسکو یاد کرنا چاہیے ہم وجہ لغو ہونے کی یہ ہے کہ ایک ساتھ دو دنوں کا اول دن
نہیں کیونکہ ایک کو ایک نفل علیہ چاہیے اور خاص ایک کا ادا ہونا ترجیح بلا مرجح ہو اور صاحب ترتیب نہ ہونے سے اولویت ترتیب مقہر نہیں رہی کہ اول کی نیت
ہو جاتی ہو اسلیے نیت لغو ہوگی کہ کافی الطحاوی عن الجلی ولو فائمتین دو قتیۃ خالفائمتین او الوقت تسوآ اور اگر ایک قضا نماز اور ایک وقت کی نماز کی نیت
اکٹھی کی تو نیت قضا کی ہوگی بشرطیکہ وقت میں گنہائش ہو یعنی بعد قضا پڑھنے کے وقتی کو ادا کر سکے طحاوی سلکما کہ وقت میں گنہائش ہونے کے سوا
یہ بھی شرط ہے کہ نمازی صاحب ترتیب ہو اگر صاحب ترتیب نہ ہوگا تو نیت لغو ہو جائیگی اور اگر وقت تنگ ہوگا تو نیت وقتی ہی کے لیے ہوگی خواہ صاحب ترتیب
ہو یا نہ ہو ولو فرضنا د نفلاً فلفرضنا اور اگر فرض اور نفل کی ایک ساتھ نیت کر لیا تو نیت فرض کی ہوگی بسبب قوی ہونے فرض کے
ولو فائمتین کسئۃ فی ذہیتہ معجداً فغفہما اور اگر دو نفل نمازوں کی نیت کر لیا جیسے سنت فجر اور تحیۃ المسجد کی تو نیت دو دنوں کی
سے کافی ہوگی یعنی دو دنوں کا ثواب پاویگا ولو فائمتین وجناۃ د نفلاً وجناۃ د نفلاً اور اگر نفل اور جنازہ کی نیت کر لیا تو نفل ہوگی اسلیے کہ نفل حقیقت میں

مازہ اور نماز جنازہ وغیرہ کا تکبیر بنیہ القطعہ یا تکبیر بنیہ رصفاً اور نماز باطل نہیں ہوتی قطع کی نیت سے جب تک دوسری نیت سے تکبیر نہ کرے تو یہ ایک شخص کو غیر شہوت کیا پھر نیت کی کہ وہ نیت کو قطع کرے اور نیت نہ کرے تا کہ بعد ازاں تکبیر کی تکبیر کا فرض باطل نہ ہوگا اور نیت میں جو غیر شہوت کی قیادت کی اس سے یہ نیت باطل نہیں ہے کے موافق نیت کرنا مثلاً ظہر کی ایک رکعت پڑھ کر بعد نیت کے کہ نیت بدو ن بیان سے کچھ نہ کرے تو پہلی رکعت باطل نہ ہوگی کذا فی الطحاوی و یو لوی فی صلوٰۃ الصلوٰۃ و غیرہ اگر کسی نماز میں روزہ کی نیت کی تو درست ہو مگر کسی نماز میں جو کہ غیر شہوت کی نیت میں مشغول ہو اس کے اندر دوسری چیز میں صرف نہ ہو

بَابُ صِفَةِ الصَّلَاةِ

یہ باب نماز کی کیفیت میں شروح فی المشریط بعد بیان شد شروع ہو مشروط کے بیان میں بعد شرط کے بیان کے لیے اول نماز کی شرط کا بیان ہوا البعد نماز کا بیان شروع ہوا یعنی ائمة معتدلوں کا کہ یہ کیفیت صلوٰۃ علیٰ فرعون و حبیبہ سنیہ و معتدلتیہ و معتدلتیہ میں مصدر ہے یعنی جسکے معنی ہیں بیان کرنا اس شخص کو جو موصوف میں ہوا و عرف میں صفت وہ کیفیت ہے جو شامل ہو فرض اور واجب و سنت اور استحباب ہم یہ تعریف عرفی مطابق صفت کی نہیں بلکہ خاص صفت نماز کی ہے اور نیز اس کے مفہوم ہوتا ہے کہ صفت نماز سے مراد صفت افعال نماز ہے کہ بعض افعال نماز ہیں اور بعض مایب و بعض مباحات و بعض مستحبہ من غیر التخصیص الیٰ کہ لا تحرم بدھما التحریمة قائم نماز کے ان فرضوں میں سے جبکہ بدو ن نماز درست نہیں ہوتی ایک تکبیر تحریمہ ہو حالت قیام میں ہم تحریم سے مراد ذکر خالص ہو مثل اللہ تحریم کے معنی ہیں کسی چیز پر حرام کرنا اور جو تکبیر تحریمہ کے بعد نماز ہو جائے یا غیر مباح چیزیں حرام ہو جاتی ہیں اس لیے اس کا نام تحریمہ ہوا اور فرائض میں یہ قید جو شائع ہے لکھا ہے کہ جبکہ بدو ن نماز درست نہیں ہوتی یہ ظاہر ہے کہ یہ صفت ہے کہ یہ صفت نماز میں ایسا کوئی نہیں جسکے بدو ن نماز صحیح ہوتی ہو اور تحریمہ حالت قیام میں چاہیے اس سے معلوم ہوا کہ اگر امام کو رکوع میں پایا اور امداد کہہ کر کہہ کر گھر سے ہونے کے قریب تھا تب تو نماز صحیح ہوگی اور جھکے ہوئے کی تکبیر تو درست ہوگی اور اسکو پہلی شرطوں کے ساتھ اس لیے ذکر کیا کہ تحریمہ نماز کے ساتھ ایسی ملی ہو جیسے دروازہ گھر سے کذا فی الشامی والطحطاوی و ہی شرط فی غیر جنانہ علی القادرین یہ ہے اور تکبیر تحریمہ شرط ہونا نماز کے سوا اور نمازوں میں اور فرض ہے قدرت والے پر یعنی گوئے اور امامی پر امداد کہہ کر نماز فرض نہیں بلکہ جو کہہ سکتا ہے اس پر فرض ہے اس لیے تحریمہ کی شرط ہونے پر فتویٰ ہے نہ رکن ہونے پر جو قول ہے امام محمدی کا اور جنازہ کے واسطے ہتھکڑیا کہ اس میں یہ تکبیر رکن ہو مثل اور تکبیر و ن کے کذا فی الشامی فیجوز بناء النقل علی النقل وحمل الفرض ان کہ جب تحریمہ شرط ہو تو درست ہے ایک نقل کی بنا دوسری پر اور نقل کی بنا فرض پر اگرچہ مکروہ تحریمی ہو ہم نے جو تکبیر تحریمہ رکن نہیں تو اگر ایک دو گانہ نقل کے بعد دوسرے کے لیے کھڑا ہو گیا تو دونوں صحیح ہونگے اگر تکبیر تحریمہ رکن ہوتی تو دوسری نقل بسبب قوت ہونے رکن کے جائز ہوگی اور فرض پر بنا نقل اس لیے جائز ہوگی کہ فرض قوی ہو قوی پر بنا صغیف کی ہو سکتی ہے اس کا عکس صحیح نہیں اور وجہ مکروہ ہونے الیٰ و لون صور لون کی یہ ہے کہ اول تو سلام میں تاخیر ہوتی ہے دوسرے ابتدا و دوسرے نقل کی تحریم سے نہیں ہوتی کذا فی الشامی والطحطاوی کا فرض علی فرض او نقل علی الظاهر نہیں جائز ہے بنا فرض کی دوسری فرض پر یا نقل پر موجب ظاہر نہ رہے کہ ہم اس میں یہ بحث ہے کہ جب تکبیر تحریمہ شرط ہو تو چاہیے یوں تھا کہ ہر نماز کی بنا دوسرے پر جائز ہوتی جیسے کسی نماز کی طہارت سے مثلاً دوسری نماز درست ہو اسی طرح اور شرطوں کا حال ہے کہ ان میں خصوصیت خاص نماز کی نہیں ہے پھر تحریمہ ایک فرض کی دوسری کے لیے کافی کیسے نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ فرضوں میں معین اور جہد ہونا مطلوب ہے تاکہ عبادت ملحدہ ہو تو اگر ایک کی بنا دوسرے پر ہو تو دونوں مل کر ایک عبادت ہو جائیں جو خلاف مقصود ہے و لا تصالھما بآرکان کذا فی لھا الششرط و ط اور بسبب متصل ہونے تکبیر تحریمہ کے ارکان نماز کے ساتھ مراعات کی گئی ہیں اس کے لیے شرطیں ہم یہ جواب ہے ایک سوال مقدر کا اس کی تقریر یہ ہے کہ اگر تکبیر تحریمہ شرط ہو تو اس کے لیے شرطوں کی رعایت کیوں کی گئی ہے شرطیں تو ارکان میں ہوتی ہیں شائع نے جواب دیا کہ تکبیر میں طہارت اور استقبال قبلہ وغیرہ شرطوں کی رعایت اس لیے ہے کہ تکبیر متصل ہو قیام سے جو رکن ہے نماز کا یعنی جو شرطیں رکن میں ملحوظ نہیں وہ بوجہ اتصال تکبیر میں ملحوظ

بَابُ صِفَةِ الصَّلَاةِ

سب کو ایک طرح پر بیان کرتا تو اچھا ہوتا لیکن یوں کہتا کہ تقدیم قیام کی رکوع پر اور رکوع کی سجدہ پر اور سجدہ کی قعدہ اخیرہ پر پس اگر اس ترتیب کے خلاف کر لگا تو نماز فاسد ہو جائیگی کذا فی الطحاوی و اعتماد الصلوة تیسرا فرض جو ماتن کے بیان سے رہ گیا نماز کا پورا کرنا ہی یعنی ایسی طرح ادا کرنا کہ اس کا کوئی فرق نہ چھوٹے ہم طحاوی نے ابو السعد سے نقل کیا کہ شراح کے اس قول کے بعد کہ قعدہ اخیرہ کو ماقبل کے ارکان سے مؤخر کرنا اس کی حاجت نہیں کہ نماز کے اتمام کو جدا فرض کہا جائے کیونکہ اس سے اتمام نماز کا خود لازم آتا ہے و الا لتقل من ذکرنا الی اخر جو تھا فرض ایک رکوع سے دوسرے رکوع کی طرف جانا ہی معتاد ہے لامآجہ فی الفہر و من پانچواں فرض اپنے امام کی پیروی پر فرضوں کے اندر یعنی ہر رکوع میں امام کے ساتھ یا اس کے بعد شریک ہو اس سے پیشتر ادا کرے ورنہ نماز منوگی اور فرضوں کی قید اس لیے لگائی کہ اگر واجب اور سنت نمازوں میں متابعت ترک کر لگا تو نماز فاسد نہوگی کذا فی الشامی و صحتہ صلوۃ امام فی کذا چھٹا فرض یہ کہ اپنے عند یہ میں اپنے امام کی نماز کو صحیح جانتا ہو مثلاً شافعی مذہب امام نے اپنی تلکبیر یا عورت کو چھو لیا اور اس کے پیچھے کسی حنفی نے اقتدا کیا تو حنفی کی نماز درست ہوگی کیونکہ اس کے نزدیک یہ دونوں باتیں ناقض و منوہین و عدم تقدمہ علیہ ساتواں فرض مقتدر سے کا آگے نہ بڑھتا ہے امام پر یعنی اثر بیان امام سے آگے قبل کی جانب نہ بڑھیں و عدم منہ الغفیر فی الجہۃ اٹھواں فرض حیت میں امام کے مخالف نہ ہونے یعنی اقتدا اور ادا کے وقت یہ نہ جانتا ہو کہ امام کا منہ اور طرف ہو ورنہ نماز منوگی چنانچہ پہلے گزر چکا و عدم تلک کس فائتہ فعدہ فکذا و تراویحہ طحاوی

نواں فرض نہ یا دہونا قضا نماز کا ہو اور سواں فرض نہ برابر ہونا کسی عورت کا بموجب شرط ان دونوں کے یعنی قضا کے نہ یا دہونے کی فرضیت میں یہ شرط ہے کہ نمازی صاحب تربیت ہو اور وقت میں گنجائش ہو اور عورت کے برابر نہ ہونے میں وہ شرط ہے جو امامت کے بیان میں مذکور ہوگی و تقدیر نیل اکابر کان عند اللکلی و اکثرہم الثلاثۃ گیا ہواں فرض ارکان نماز میں تعدیل ہے امام ابو یوسف اور باقی تین اماموں شافعی اور مالک اور احمد کے نزدیک ہم تعدیل لغت میں برابر کرنے کو کہتے ہیں اور شرعاً عصا کا ساکن کرنا رکوع اور سجدہ اور قعود اور جلسہ میں یعنی ان ارکان کو اطمینان کو ساتھ ادا کرنا چنانچہ اس کا بیان آگے آویگا قال العینی دھو المختار و اقرہ المصنف و یسقطنا فی الخبر ای عینی نے کہا اور تعدیل ارکان کا فرض ہونا ہی مختار ہے اور اس کو مصنف نے ثابت رکھا ہے اور ہم نے خزائن الاسرار میں مفصل لکھا ہے و شرط فی ادا کما اے ہذا فی الفہر ایخا و شرط ہے ان فرالغ یعنی ارکان کے ادا کے لیے اختیار یعنی بیداری ہم شرط البیضہ مجہول ماضی ہے اس کا نائب فاعل لفظ الاختیار بعد نظم کے مذکور ہو چکا ہے بلغتینک و عشرین و کل نظم الشر بنبلانی فی شرحہ للوہبانیہ بشرحہ تشریح شرط و لغیرہا ثلاثۃ عشر خصال میں گستاخوں کہ اس شرط اختیار کے ساتھ شرطین کچھ اور ہیں یعنی اکیس ہو گئیں اور شرط بنلائی اپنی شرح و مہبانہ میں تحریر ہے کہ یہ بیس شرطیں اور اس کے سوا باقی نماز کے لیے یہ و شرطین نظم کی ہیں چنانچہ کہا ہے و شرط و تحریرہ و خطبہ لجمہا و مہذبہ حُسناً مدحاً لہن ہر شرطین میں تفسیر تحریر کی بہرہ ور ہوا میں آگے اکٹھا کر دے سے حالانکہ وہ شرطین آراستہ ہیں خوبی سے اور مادہ مجملہ ہیں یہ سے دخول وقت و اعتقاد حقلہ و دستور و حکم و القیام المحذور و شرطین یہ ہیں داخل ہونا وقت فرض کا اور اعتقاد یا غلبہ ظن وقت کے داخل ہونیکا کیونکہ دخول وقت میں شک کر کے شروع کر لگا تو کافی نہوگا اور ستر عورت اور طہارت حدیث سے اور بدن اور کپڑے اور مکان کی سجاست سے اور قیام متعین کیا ہوا یعنی قدرت و لے کے لیے اس طرح کھڑا ہونا کہ ہاتھوں سے گھٹنے نہ پکڑ سکے و تبتہ التباک الکامم و لفظہ و تعیینہ و جزل و جوب فیہ کہ اور تبتہ امام کی متابعت کی مقتدی کے حق میں اور بولنا تفسیر کا ایسی طرح کرنا کہ آپ اچھی طرح سن لے اور پیش کرنا فرض یا واجب کانت میں کہ ظہر ہی یا عصر ادا ہو یا قضا سچے نمازی و ذکر کو سے لے لے لے شہر میں جو ذکر خالص مذکور ہو ہو لگو مجتہد سے ادا کرے و محملہ ذکر خالص عن مزاحمہ و بسفلیہ عن بلان ان حق و بدل دے لے ایک جملہ ذکر کا جو خالص ہو اس کی حاجت سے چھپے ہو لگو یہ اس سے معلوم ہوا کہ اگر اللہ اعظم کی کیا تو تحریر یہ درست نہوگی کیونکہ یہ جملہ خالی حاجت سے نہیں اور خالص ہو و ہذا سبب سبب کہ سبب اس سے بھی

تحریم صحیح نہیں چنانچہ عباد میں ہر اور وجہ عربی ہو اگر نمازی غری پر قیام ہو اور اگر عاجز ہو گا تو فارسی جہل سے بھی تحریم صحیح ہو شامی نے کہا کہ اگر کسی کو شریعت کی بنا
 نماز کا سوا عربی زبان کے بھی درست ہو بالاتفاق اگر نمازی عربی پر قیام ہو یا نمازی میں قرأت صحیح نہیں ہے و عن تذاوہا واداءہا جلالہ و عن
 حدیث ابن عباسؓ و باطنی اور خالی ہو لفظ اللہ کے جوڑنے سے بادی یعنی الف و ہم لفظ اللہ کے اور خالی ہو جوڑنے سے بادی لفظ اللہ کے اور خالی ہو و لون و لون
 مد سے یعنی نہ اللہ کے جوڑے نہ نہ اللہ کے اور خالی ہو اگر کسی ب کے مد سے کہ ان باتوں سے معنی ملے جاتے ہیں و عن فاضل دحل کلکام جبارین و عن سید
 نکیر و مثلاً یذکر اور خالی ہو و جملہ صحیح میں آنے والے فعل نماز کے مخالف سے جیسے اگر نیت کے بعد کپڑے یا بدن سے کھیل گیا پھر تحریم کی تو درست نہوگی اور خالی ہو
 کلام فاضل نماز کے مخالف سے مثلاً نیت کر کے کچھ کلام دنیاوی کیا پھر اللہ اکبر کہا تو درست نہوگا اور خالی ہو اللہ اکبر کے پیشتر کہنے سے یعنی ایسا نہوگا اول اللہ اکبر کے
 پھر نیت کرے ورنہ نیت صحیح نہوگی اور مثل تیرا اسی مخاطب نہ ہو رکھتا ہے جملہ ناظم نے اپنے انکسار کے کہ مخاطب اگر کوئی ظلال الفاظ میں دیکھے تو ناظم کا عذر قبول کرے
 کہ نظم میں تنگی الفاظ کی مجبوری ہو جاتی ہے و عن ذلک ہذا مستقیماً القبلیہ لعلک تخطی القبول لعلک یس ان باتوں کو سیدہ باندہ سے والا قبل کی طرف
 یعنی شرط اخیر قبلہ ہونا پر بعد والے کے حق میں تاکہ تو بہرہ واپس سے ان اشعار کے قبول کا اور شکر گزار ہو اللہ تعالیٰ کا کہ اے ایسی نعمت دی یا شکر گزار ہو ناظم کا کہ شرط
 متفرق کو نظم سے ایک جا کر دیا ہے فجاءت العشرین بل منہ غیر ہا و ناظر یا نہ جملہ جاد فیض تو مجموعہ ان شرطوں کا میں ہوا بلکہ ان کے سوا زیادہ بھی
 کی گئی ہیں مثلاً مطلق نماز کی نیت اور اعتقاد طہارت کا اور تمیز مفرض اور نظر کرنے والا ان شرطوں کا توقع رکھتا ہے اللہ تعالیٰ بہت جو د کرنے والے سے کہ وہی اسکی
 مغفرت فرمائیگا و ان کی صلوات مہم سلام مصطفیٰ ذ خیرہ خلق اللہ للذین ینصرون اور عمدہ و درود سلام کے ساتھ مخصوص ہو سرور کائنات حضرت
 مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جو ذریعہ ہیں اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے اور دین کے مددگار ہیں و عن الحقیقۃ من بعد ذلک لعلک تخطی القبول لعلک یس ان باتوں کو سیدہ باندہ سے والا قبل کی طرف
 اور امانہ کیا میں نے بعد بیان ان شرطوں کے تحریم کے سوا اور نماز کے لیے شرطوں کو جو نماز یوں کے لیے ظاہر ہوئی ہیں و عن خیامک فی الفقر و ضرب مقداراً بآیہ و
 فقرہ فی ثلثین منہ تخیل اور وہ شرطیں یہ ہیں کلمہ ہونا یا القدر ایک آیت کے فرض نماز میں اور جو فرض سے طعن ہو یعنی واجبہ سنت فجر میں اور فرض کی کو
 رکعتوں میں تیری قرأت لیکن جو اختیار دیا جاتا ہے اول کی دو میں پڑھ جائے پچھل دو میں سے و فی رکعات النفل والوتر ضرباً ب و عن کان
 مؤثراً لذلک و فضل اور وتر کی سب کتب میں قرأت فرض ہو اور جو مقتدی ہو وہ اس قرأت سے منع کیا جاتا ہے یعنی اسکے حق میں قرأت مکروہ
 تحریمی ہو کیونکہ امام کی قرأت اسکی قرأت ہو موجب حدیث کے ہم نقل کی سب رکعتوں میں قرأت اس لیے فرض ہوئی کہ ہر ایک دو گانہ اسکا نماز علیحدہ ہو اور وتر
 بھی مشابہ رکعتوں کے ہوا اس اعتبار سے کہ اس کے لیے اذان و تکبیر نہیں ہوتی کذا فی النامی و عن شرط صحیح و خالفہ فی الجہت و عن قرب فقہ و حاصل خبر
 اور سجدہ کی شرط پیشانی کا ٹھہر جانا ہی یعنی ایسی طرح کہ اگر نمازی مبالغہ کرے تو اسکا سر نیچے ہو جاوے جیسا رکھا تھا اسی حالت پر رہے اس سے معلوم ہوا کہ
 اگر چاہوں یا سور و غیرہ کے دھیرے سجدہ کر لیا تو جائز نہوگا ہاں اگر فلہ گون میں بھرا ہوگا تو درست ہوگا کیونکہ اس صورت میں قرأت ممکن ہے اسی طرح رونی اور
 گدی پر درست نہوگا لیکن اگر سر رکھنے سے زمین کی سطحی محسوس ہوگی تو درست ہوگا اور بیٹھنے کے قریب ہو جانا حد فاصل دونوں سجدوں کی منع
 ہوئی ہے یعنی ایک سجدہ کے بعد دوسرے کے لیے اتنا اٹھے کہ بیٹھنے کے قریب ہو جاوے تب نماز درست ہوگی اس سے معلوم ہوا کہ بعض فقہانے جو ادنے سر اٹھانے کو
 حد ٹھہرایا ہے وہ قول منع نہیں ہے و بعد قیام فاکو کعب و سجود و دانیۃ قد کعب عکبات و عن بعد قیام کے فرض رکوع ہو پھر سجدہ اور سنان
 فرض ترتیب ہو جو ناظم کے قول بعد اور حرف سے سمجھی جاتی ہے اور دوسرا سجدہ پہلے سجدہ سے موخر کرنا صحیح ہے یعنی دونوں سجدوں میں ترتیب فرض نہیں بلکہ
 واجب ہے اور دوسرے سجدہ کی تاخیر آخر نماز تک صحیح ہے و عن اظہر کتب او کعبا فاضل و کعبا و اذ انکبوا لعلک یس ان باتوں کو سیدہ باندہ سے والا قبل کی طرف
 ہر بار اپنے کپڑے کی زیادتی پر مثلاً استین یا دامن وغیرہ پر سجدہ کرنا جواز ثابت ہو ہم خلاصہ شریعت میں فرض کا بیان کرنا ہے یعنی آٹھوں فرض

ظہار و عصر
 کہ اس کے سکون نہیں
 لغت ہو عشر

نہایت میں
 اور بعد میں
 سر پہ چھو

سجدہ کی جگہ کا پاک ہونا اور گویہ تہیجلی یا زانو پر سجدہ ہو سہ سجود کے فی حال قطعاً مشکل نہ ہے لہذا عنداً ذہناً و لایغیر سجدہ کرنا تہیجلی جگہ
 میں اور اس شخص کی پشت پر جو نماز کے سجدہ میں تہیجلی ہو وقت ایسا ہو اور بھٹکے معاف ہو ہم یہ بیان ہر نوین فرض کا لیے سجدہ بالشت بجز زمین سے اور بھٹکے پر
 ہوا اور اکثر بھٹکی حجت سے یا اور کسی عذر سے ہو تو معاف ہو اسی طرح اگر کثرت آدمیوں کی حجت سے نمازی کسی شخص کی پشت پر سجدہ کرے بشرطیکہ وہ شخص بھی تہیجلی
 پڑھتا ہو جو نمازی پڑھتا ہو تو یہ بھی معاف ہو کذا فی الشامی سے اذ اذ لکھ افعال الصلوٰۃ ببقیۃ و تہیج منفرذ جن علیک معقداً اور کذا فی التاثر نماز کے افعال کو
 بیداری میں اور تہیج مفروض کی تہیج مقرر ہو سے و یختار افعال الصلوٰۃ فعدہ و فی صنیعہ عنہا الخ و مخرجاً اور ختم کرنا ہر نماز کے افعال کو قعدہ کرنا نمازی
 کا اور باہر کرنا نماز سے بسبب اپنے خلک کے متفرق ہونے یا کسی نے کہا کہ فی معنی ہو اور عنہا متعلق خروج ہو اور غیر مملوہ کی طرف ہو الاختیار اے الاستیفاء خطا و اے فراموشی
 لیے اختیار شرط ہے یعنی ہوش میں ہونا اور جاگنا ہم ایک نسخہ میں و شرط فی اذ انہما الاختیار پر جو کہ ماتن کے قول میں و شرط فی اذ انہما گزرجا ہو تو شلج کا مکرر لانا
 فضول ہے لیکن التہیج بسبب دور پڑ جانے قول ماتن کے اعادہ اسکا خالی فائدہ سے نہیں امانور کم اذ سجداً ذہلاً کل الذہول اجزا و تو اگر کو کوع کیا
 یا سجدہ کیا بالکل غفلت کی حالت میں تو اسکو کافی ہو گا یعنی غفلت اور بھول مخالف اختیار کے نہیں بلکہ سونا اس کے مخالف ہے چنانچہ ماتن کہتا ہے فان اذ بیذا و
 باحدہا بان قائم او قرار کم اذ سجداً و قعداً لا یختار ناہما الا یختار ہما لے بیدار یا بیذا و لو القراۃ او القضاۃ علی اھل صحیح پس اگر اذ کیا سبب
 خوافین کو یا تہیج ایک کو سونے کی حالت میں اس طرح کہ سونے میں قیام کیا یا قنارت کی یا رکوع یا سجدہ یا قعدہ اخیر کیا تو جو رکن سونے میں اذ کیا وہ مقبرہ ہو گا بلکہ
 اسکو دوبارہ اذ کرے اگر قنارت یا قعدہ ہو مخرج تر قول کے بموجب ہم قول غیر صحیح قنارت اور قعدہ کے باب میں فقیہ ابو اللیث کا قول ہے کہ انکے نزدیک دو نوین رکن
 سونے کی حالت میں بھی معتبر ہوتے ہیں کذا فی الشامی دان لحدیثہ لقتل الصلوٰۃ لا عن اختیارہ فکان وجودہ کعدمہ والناسی عنہ غافلون
 اور اگر جس رکن کو سونے ہوے اذ کیا اسکو نہ دہراویگا تو نماز فاسد ہو جائیگی بسبب سرزد ہونے اس رکن کے بے اختیاری سے تو اسکو وجود اور عدم برابر ہو گیا
 لوگ اس سے غافل ہیں یعنی ایسا رکن کو دوبارہ نہیں پڑھتے جبکہ سونے کی حالت میں اذ کیا ہو فلوانی النائم برکعتہ تاخیر نفس صلوٰۃ لانه نداد رکعتہ
 وھو لا یقبل الیہ فنی بھرا سونے والے نے ایک رکعت پوری اذ کی تو اسکی نماز فاسد ہو جائیگی اس لیے کہ اس نے ایک رکعت زیا دہ کر دی حالانکہ وہ رکعت ترک کو قبول
 نہیں کرتی یعنی سونے میں جو رکعت اذ کی وہ غیر معتبر ہوئی اس کے عوض دوسری رکعت اذ کی تو اب پوری نماز میں ایک رکعت پڑ گئی اور ایسا ہو نہیں سکتا کہ قدر
 غیر معتبر ترک کر کے باقی کو صحیح کہا جائے جیسے چار رکعتوں کی جگہ کوئی پانچ پڑ دے تو نماز درست نہیں ہو سکتی اسی طرح یہ نماز بھی درست نہیں و لو کہ اذ سجدہ
 فنام فیہ اجزا بالحصول الوقوع و الوقوع بالاختیار اور اگر نمازی نے رکوع کیا یا سجدہ کیا اور رکوع یا سجدہ میں سو گیا تو اسکو کافی ہو گا واسطیاً و مجازاً
 سر اٹھانے اور رکعت کے اختیار کے ساتھ رکوع کے لیے جھکنا اور سر اٹھانا اور سجدہ کے لیے زمین پر سر رکھنا اور اٹھانا افعال اختیاری ہیں انکے صحیح میں سو جانا
 مضر نہیں و لہذا واجبات لا تقصد بان کما اور نماز کے کچھ واجب ہیں جنکے ترک سے نماز فاسد یعنی باطل نہیں ہوتی ہم شارح نے لا تقصد سے تمستانی کے
 قول کو رد کیا کہ انھنے ذکر کیا ہے کہ واجب کے ترک سے نماز فاسد ہوتی ہے مگر باطل نہیں ہوتی وجہ رد یہ ہے کہ ائمہ فقہاء عبادات میں فاسد اور باطل کو ایک ہی معنی
 میں بولتے ہیں تو پھر اس کے کیا معنی کہ فاسد ہوتی ہے باطل نہیں ہوتی البتہ معاملات میں فاسد اور باطل جدا جدا معنی میں متعل ہیں فاسد اسکو کہتے ہیں جس سے
 کوئی وصف مرغوب جاتا ہے اور باطل وہ ہے جو صحیح کوئی رکن مفقود ہو گیا و تعداد وجہا فی العملہ السہوان لم یسجد لہ اور جس نماز میں وجہ کچھ ہوا ہو وہ
 دوبارہ پڑھی جائے بطور وجوب کے و انشکی میں اور بھول میں بشرطیکہ بھول کا سجدہ نکلیا ہو یعنی اگر دانستہ واجب ک کیا ہو یا سہو سے کیا مگر سجدہ سونے میں کیا تو دونوں
 ہونے تو میں اس نماز کا دوبارہ پڑھنا واجب ہو دان لحدیثہا یکون فاسقاً انما اور اگر اس نماز کو دہراویگا تو فاسق اور گناہگار ہو گا اس لیے کہ ترک واجب
 تحریری ہو اور مکرر تحریری کے ارتکاب سے فاسق اور گناہگار ہوتا ہو کذا کل صلوٰۃ اذین مع کل لہ الخیریم تجل عا دینا اور اسی طرح جو نماز کہ کراہت تحریری کے

ترجمہ اردو درختِ حلالہ

اور اکیسے مثلاً بول یا یا زکوہ بوقت رکوع کر یا جس کپڑے میں مقبوض ہو اسکو ہرگز نازا داکے تو ایسی نازکا دھڑنا واجب ہو و المختار انہما جابر للادل لان الفوضی لا یتکد
اور مختار یہ ہو کہ دوبارہ پڑھنا اسنک نازکا پہلی نازکے نقصان کا پورا کرنے والا ہو اسلیکے کہ فرض مکرر نہیں ہوتا مگر قول مختار کا مقابل قول ابی السیر کا ہو کہ دوبارہ کی نازکو فرض
کتاب ہر ناول کو شایع کتاب کہ ناز دوم اول کے نقصان کو زائل کرتی ہو جیسے سجدہ سہو سے نقصان دور ہوتا ہو تو وہ ناز فرض نہیں ہو کیونکہ اگر اسکو فرض قرار دین تو
اول ناز بھی فرض ہی تھی اسلیکے کہ اسکے سب ارکان و فرائض ادا ہوئے تو کیا وجہ کہ فرض ہو علاوہ اسکے فرض وقت اسکے سبب دوم سے ساقط ہو جائے اسکو بھی معلوم
ہو کہ ناز اول فرض ہو تو ایک وقت میں دو فرض جمع ہو جائینگے حالانکہ ایک ہی فرض دو بار ایک وقت میں نہیں ہو سکتا لہذا فی الشامی تہذیب اسکو معلوم ہوا کہ اگر
امام ترک واجب کی وجہ ناز کو دھڑا دے تو اگر کوئی نہ مقتدی دوسری بار میں جماعت کا شریک ہو گا تو اسکی ناز نہ ہوگی کیونکہ جہاں تک ناز فرض نہیں تو اقتدا فرض
والیکہ اسکی سچے درست نہو گا دھڑا دے اگر از بعتہ عسر اور ناز کے واجبات ہو جیسے اس بیان کے جو مصنف نے بیان کیے ہیں چودہ ہیں یعنی واقع کے
استیبار سے یہ ناز نہیں بلکہ اس سے بہت زائد ہیں قرأت فاتحۃ الكتاب فی سجۃ التہجد و بقیۃ التہجد لکذا ہا کا اختلاف اول واجب لکذا ہا پڑھنا ہو تو نازی اسکے اکثر کے
چھوڑنے سے سجدہ سہو کرے نہ اسکے اکثر کے چھوڑنے سے ہم قسافی میں ہے کہ امام اعظم کے نزدیک بالکل الحمد واجب ہو اور صاحبین کے نزدیک نصف سے زائد واجب ہو سکتا
باقی کو چھوڑنے سے سجدہ سہو واجب نہیں تو شایع کا قول صاحبین کے مذہب پر ہو لہذا فی الخطاوی للکن فی المصنوع بسجدہ بترک ایتہ منہا وھذا اولاً لیکن مختار میں
ہو کہ سجدہ سہو کرے الحمد کی ایک ایت چھوڑنے سے اور یہ بہتر ہو خطاوی نے کہا کہ وجہ اولویت کی شاید الحمد کی سوا طہت ہو اور مواطبت مفید ہو واجب ہو گو قلت علیہ
فکل ایت واجبۃ لکل تکبیرۃ عید و تعدیل لکن داتیان کل میں کتاب ہون اور مختار کے قول پر تو ہر ایت واجب ہو مثل ہر ایک تکبیر کے عید کی چھ تکبیروں
اور مثل طہیات سے اور اگر نہ کر کے اور مثل بحالانے ہر واجب ہم خطاوی نے کہا کہ تقدیر کن کی برابر ہو تقدیر قوم اور طہ کے کذا فی الجلی اور اتیان کل کے یا یعنی میں
واجبات میں سے ہر ایک واجب اور کرنا واجب ہو یا یہ کہ ہر واجب کو اپنی جگہ پر ادا کرنا واجب ہو و ترک تکبیر کل کا یا فی یلیفظ اور مثل ترک کرنے ہر واجب کے
مکرر کرنے کے چنانچہ اگر اولیٰ اسکو یاد رکھنا چاہیے خطاوی نے کہا کہ مکرر کرنا واجب ہو مگر الحمد اس سے مستثنیٰ ہو یعنی اگر سورہ کے بعد پھر الحمد کو مکرر کرے گا تو
سجدہ سہو لازم نہو گا و منہ اخص سورۃ کا ذکر اہم مقام مقام تھا وھو ثلاث آیات فصلا و نحو ثم نظر ثم عبس و غص ثم ادبر و استقبل و کذا لکذا
الایۃ ادا کا کیا تعدیل ثلاثاً فصلاً ذکرہ الخ لکذا اور واجب ہو ملانا الحمد کے ساتھ بہت چھوٹی سورہ کا مثل سورہ کوثر کے یا جو قائم مقام ہو چھوٹی سورہ کے اور
اسکا قائم مقام تین چھوٹی آیتیں ہیں جیسے یہ تین آیتیں سورہ مدثر کی ثم نظر ثم عبس و غص ثم ادبر و استقبل اور اسی طرح قائم مقام چھوٹی سورہ کے ہر اگر ایک ایت یا دو
آیتیں تین چھوٹی آیتوں کے برابر ہوں ذکر کیا ہو اسکو جلی نے ہم چھوٹی تین آیتوں سے کم ملانا مکرر ہو چھوٹی نازکا فی الشامی فی الادبیین من الفرض دھو لکذا
فی الاخیار المختار ملانا سورہ کا واجب ہو فرض کی دو پہلی رکعتوں میں اور کیا ملانا سورہ کا پچھلی دو رکعتوں میں مکرر ہو مذہب مختار یہ ہو کہ مکرر نہیں
کندہ ہو تحریری نہیں بلکہ خوارق سنت ہو سکتا وجہ سے مکرر نہ تہی ہو و فی جمیع رکعات النفل کان کل شیء منہ صدوقاً اور ملانا سورہ کا واجب ہو نفل کی سب
رکعتوں میں اسلیکے کہ ہر ایک دو گانہ اسکا نازجا گانہ ہو ہم تو اگر نازی نے جابر رکعت کی نیت کی تو اس تحریر سے صرف دو رکعت اس پر واجب ہوئی اور جب تیسری کو اسکی گاتو
گو یا تھی تحریر ہوگی اور اگر ان دو گانوں میں کسی میں فساد ہو گا تو صرف وہی فاسد ہو گا نہ دوسرے داخل الوقت احتیاجاً ظلاً اور ملانا سورہ کا واجب ہو ترکی ہر رکعت میں براہ
احتیاج ہم جیسے جو تین آیتیں ہونے کے ظاہر ہوئے کہ نہ اسلیکے اذان و یحاتی ہو نہ تکبیر کسی جاتی ہو تو احتیاج اسکی بقضی ہو کہ قرات کے باب میں اسبنت کا حکم جاری
کیا جاسے کذا فی الشامی و تحبیر الفرائض فی الادبیین من الفرض علی المذہب اور واجب ہو معین کرنا قرات کا فرض کی پہلی دو رکعتوں میں مذہب سہو
کے بموجب ہم فرض سے علاوہ بیان وہ ہو تین رکعتوں یا چار کا ہوا و تعیین اور سورہ ملانا دوسری چیز تو یہ قول شایع کا مکرر نہیں اب معلوم کرنا چاہیے
کہ فرض قرات کے باب میں تین قول میں اول یہ کہ قرات کی جگہ خاص پہلی دو رکعتیں میں یا ثانی میں اسکی تصحیح کی ہو دوسرا قول یہ کہ عمل قرات فرض کی

پھر ناز کا یہ ہم
تو سب سے بڑا
اور ناز کا یہ
نور افشائی
۱۲

مسنون کہا ہوا اس لیے شائع ہے اصح کی قید لگانا کذا فی الشامی فلو انتم بہ بعدہ قبل قحله علیکم لم یخرج فصل تنقطع الخ غیر ہذا کہ دل ام یا ثانی
 جزم فی الجوهرة والبرهان وغیرہا ہذا کہ دل و صحیح شادخ التکملة الشاذی وعلیہ فیہم کہ قتلاء قبل للعتق عند الشاذی فاجب انہ لو اقتلوا
 بعد شذوہ فی السلام و قبل علیکم لہ یصح القدح ذکرہ الیہ الشاذی فی باب سجۃ السہو پس اگر اقتدا کیا امام کا بعد لفظ سلام کے اور پیشتر علیکم کہنے کے تو
 جائز نہ ہوگا اور نماز کی تحریر یہ سلام اول پر منقطع ہو جاتی ہے یا دوسرے پر جو ہر دو اور برہان اور ان دونوں کے سوا اور کتا بون میں تو اول پر بین
 کیا ہے یعنی سلام اول پر تحریر یہ تمام ہو جاتی ہے اور شائع تکملہ نے دوسرے کی تصحیح کی ہے کہ دوسرے سلام پر تحریر کا القطار ہوتا ہے اور اس قول پر اقتدا دوسرے
 سلام سے پیشتر درست ہوگا اور شافعی مذہب والوں نے نزدیک تحریر یہ کہ اگر اقتدا کیا امام کا بعد شروع کرنے امام کے سلام کو اور پیشتر علیکم کہنے سے تو اقتدا صحیح
 ہوگا ذکر کیا ہے اسکا مطلبی شافعی نے سجدہ سہو کے باب میں م شامی نے کہا کہ یہ عبارت فلو انتم سے آخر تک در المختار کے بعض نسخوں میں ہے و قراءۃ قنوت لونی
 دھو مطلق الدعاء و کذا تکبیرۃ قنوتہ اور واجب ہے پڑھنا قنوت و ترکہ اور قنوت مطلق دعاء پر ایسے ہر ایک دعائے حاصل ہوتا ہے خصوصیت اللہم نا
 مستغنی الخ کی زمین کہ اس خاص دعاء کا پڑھنا سنت ہے اور اسی طرح واجب ہے قنوت و ترکہ کے لیے امد اکبر کتنا ہم یعقون نے اس امد اکبر کہنے کو سنت
 کہا ہے کذا فی الجلبی وزیلعی نے کہا ہے کہ اس کے ترک کرنے سے سجدہ سہو واجب ہے کذا فی الشامی و تکبیرۃ رکوع الثالثہ ذیلہ اور واجب ہے امد اکبر کتنا تیسری
 رکعت و ترکہ رکوع کا کذا فی الزیلعی م زلیعی میں اس مسئلہ کا وجود اسکا ہے نہ سجدہ سہو کے بیان میں اس سے معلوم ہوا کہ شائع کا بیان صحیح نہیں ہے یہ تکبیر رکوع کی
 واجب نہیں بلکہ سنت ہے و تکبیرات العیدین و کذا احدھا اور واجب ہیں تکبیرین دونوں عید کی جو چاہے امد اکبر کتنا ہے ہر رکعت میں تین بار اور
 اسی طرح واجب ہے ائین سے ایک یعنی ہر تکبیر واجب کا نہ ہے یہ نہیں کہ چھوٹے مل کر واجب ہوں طحاوی نے کہا کہ اسی طرح واجب ہیں تکبیرین ایام شریف
 کی چنانچہ انگلیاں اگے آویگا و تکبیر رکوع رکعتہ الثانیۃ کلفظ التکبیر فی افتتاحا حدہ اور واجب ہے تکبیر عید کی دوسری رکعت کے رکوع کی
 جیسے واجب ہے امد اکبر کتنا عید کی نماز کے شروع میں یعنی اگر سوائے امد اکبر کے اور کسی لفظ سے شروع کر لیا تو مکروہ تحریمی ہوگا کذا فی الشامی لکن ایک شبہ
 وجوبہ فی کل صلوۃ یحفظ لکن شبہ ترجیح یہ ہے کہ امد اکبر کتنا ہر نماز کے شروع میں واجب ہو کذا فی البحر تو اسکو یاد رکھنا چاہیے و الجملہ لا امام و
 لا اول لکن فی الجملہ فیہ یسیر اور واجب ہے ہر کبار کر پڑھنا امام کو ان نمازوں میں کہ کبار کر پڑھا جاتا ہے یعنی صبح اور مغرب و عشاء اور جمعہ وغیرہ میں اور جو ہر
 اہستہ پڑھنا سبکو یعنی امام کو بالاتفاق اور ثنا کو صحیح تر قول میں ان نمازوں میں کہ اہستہ پڑھی جاتی ہیں چنانچہ ظہر و عصر اور پھل رکعت مغرب کی فوج
 و یقیناً لو اجابہ ایقان کل واجب او فرض فی محلہ اور باقی نیز ہے واجبات میں سے واجبات آئندہ یعنی ایک واجب اور اگر ناہی ہر واجب فی فرض
 اسکے محل میں فلو اقم القراءۃ فمکت منکر اسہوا ثم کم او نکر السوۃ لاکفا ففعمینا فاما اتاد الرکوع و سجۃ السہو تو اگر نمازی
 قرات کو تمام کر کے بھولے سے سوچا کہ کیا پھر رکوع کیا تو سجدہ سہو کرے یا یہ صورت ہوئی کہ سورہ کو ملانا بھول گیا اور رکوع کرنے میں اسکو یاد ہوا سو
 اسے سورہ کو کھڑے ہو کر ملایا تو رکوع دوبارہ کرے اور سجدہ سہو کرے ہم پہلی صورت مثال ہے فرض کی تاخیر کی اسکی موقع سے یعنی بعد قرات کے رکوع فوراً
 فرض تھا تو اسے رکوع کو اسے محل سے ملادیا اور دوسری مثال ہے واجب کو اسکی جگہ سے تالنے کی یعنی ضم سورہ واجباً بعد الحمد کے اس میں ایک رکوع جزا فاعمل
 ہو گیا شامی نے کہا کہ شائع کی عبارت میں ضعف ہے و اعاد الرکوع سجدہ للسہو کتنا خوب تھا یعنی اس عبارت سے وہم یہ ہوتا ہے کہ اعادہ رکوع اور سجدہ
 سہو دونوں مسئلوں سے متعلق ہے حالانکہ اعادہ رکوع میں مسئلہ دوم سے متعلق ہے اور سجدہ سہو دونوں سے و نہی تکبیر رکوع و تکبیر سجدہ اور جو ہر
 ترک کرنا رکوع کے مکروہ کرنے کو اور سجدہ کے سہ بارہ کرنے کو یعنی اگر ایک بار رکوع کر کے پھر اعادہ اسکا کر لیا یا دو سجدوں کی جگہ تین کر لیا تو سجدہ سہو
 لازم ہوگا و نہی قنوت قبل لایۃ اور واجب ہے ترک کرنا متعدد کا دوسری یا چوتھی رکعت سے پہلے تو اگر پہلی رکعت میں قنوت کرے گا

یا چار رکعت والی نماز میں پشیری رکعت پر قعدہ کر لیا تو سجدہ سہولاً ہوگا وکلی نہ زیادہ تنخلل یا بعد منکض کتب اور واجب ہو ترک کرنا نہ زیادتی کا جو دروغ
کے صحیح میں ہے شامی نے کہا کہ دو فرضوں کی کچھ قید نہیں فرض اور واجب کے صحیح میں بھی زیادتی کا یہی حکم ہو مثلاً قعدہ اول کے تشدید میں زیادتی کی اور پشیری
رکعت کو نہ اٹھا تب بھی سجدہ سہولاً ہوگا اور زیادتی میں جب رہنا بھی داخل ہو و انصافاً للقتل و اور واجب ہو جب رہنا مقتدی کا تو اگر مقتدی
امام کے پیچھے قرات پڑھیکا تو قرات مکروہ تحریمی ہوگی مگر اصح قول میں نماز فاسد ہوگی اور اگر بھول کر پڑھیکا تو سجدہ سہولاً ہوگا کیونکہ مقتدی پر سہولتیں ہیں
و متابعتہ الامام یعنی فی الصلوة فیہ اور واجب ہو امام کی پیروی ان افعال میں جن میں اختلاف مجتہدین ہو مگر مجتہد فیہ سے یہ مراد ہو کہ جسکی بنا دلیل
معتبر شرعی پر ہو جسکی رو سے مجتہد کو غیر کی مخالفت جائز ہو مثلاً امام نے عید کی تکبیر میں تین سے زیادہ کہیں جیسے شافعی پانچ کہتے ہیں یا دو سجدے
سہو کے سلام سے پیشتر کہے یا وتر میں قنوت بعد رکوع کے پڑھا تو ایسے امور میں پیروی امام کی واجب ہو اسی طرح جن امور میں اتفاق ہوا نہیں متابعت
بطریق اولیٰ واجب ہوگا فی المقطوع بنسخہ نہیں واجب ہو متابعت اس فعل میں جبکا نسخہ ہونا قطعی ہو جیسے نماز جنازہ میں امام نے پانچ
تکبیریں کہیں تو پانچوں میں اتباع نہ کرے اسلئے کہ ہر چند آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پانچ اور سات اور نو اور زیادہ تکبیریں مروی ہیں مگر آخر فضل
آپ کا چار تکبیریں تھیں تو یہ فعل پیشتر کے افعال کا نسخہ ہو گا لہذا فی الشامی عن الامداد و بعدہم سننہ کقنوت فجب یالیقین ہو اس فعل کے نہ سنون ہوگا
تو اس میں بھی متابعت امام کی واجب نہیں جیسے فخر کا قنوت یعنی اس صورت میں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قوم پر یہ دعا ایک بیت تک
کی تھی پھر اسکا سنون ہونا منسوخ ہو گیا تو اس میں بھی متابعت امام کی نہ کرے طحاوی نے کہا کہ اس قنوت پر ہر کہ قنوت فخر پہلے سنت تھا اب منسوخ
ہو گیا یہی مثال مقطوع النسخ کی بھی ہو سکتی ہو و انما تفسد بفساد القدر و حاکم بسططاہ فی الخزانة اور نماز صرف فرض میں امام کی مخالفت
کرنے سے فاسد ہوتی ہو چنانچہ جتنے اسکو خزان الاسرار میں شرح بیان کیا ہو شامی نے کہا کہ فساد نماز واقع میں فرض کے ترک سے ہوتا ہو نہ متابعت کے
ترک سے مگر چونکہ ترک متابعت سے ترک فرض لازم آتا ہو اسلئے نماز کے فساد کو مخالفت کی طرف منسوب کیا اور فرض کی قید سے معلوم ہوا کہ واجب بابت
کے ترک سے نماز فاسد نہیں ہوتی قلت فبلفظ اصولیاً ینفاد اگر بعینت میں کہتا ہوں کہ اصول واجبات کے کچھ اوپر ہو گئے کہ ہم اپنے جو
واجب مصنف نے بیان کیے تھے اور ۲۰ شراح نے زائد کیے تو کل ۴۷ ہو گئے اور انکی تفصیل شامی نے یوں بیان کی ہو کہ الحمد کو ماتن نے ایک واجب
کہا شراح نے چھوٹوں آیتوں کو جدا جدا واجب بیان کیا تو پانچ واجب اس میں ہیں اسی طرح عیدین کی چھوٹوں تکبیروں کو ماتن نے ایک کہا اور شراح
نے ہر ایک کو علیحدہ کہا تو پانچ آیتوں زیادہ ہوئے اور تعدیل ارکان کو ایک واجب ماتن نے شمار کیا اور شراح نے رکوع اور سجدہ اور قنوت اور طہ
میں چاروں جگہ تعدیل کو واجب کہا تو تین واجب اس میں زیادہ ہوئے تو کل تیرہ ہوئے جو وہو ان نہ مکرر پڑھنا فاسخ کا پہلے سورہ کے پندرہ تھو ان تیرہ
قنوت اور رکوع میں سو تھو ان ترتیب عدد رکعات میں ستر تھو ان حج کی التعمیات پر زیادتی نہ کرنی اٹھا رٹوان تکبیر قنوت اوٹھوان تکبیر فونو
رکوع کی بیٹھوان تکبیر رکوع دوم و گانہ عید کی الٹھوان عید کے دو گانہ کے غرض میں انداکہ کہنا باٹھوان ہر فرض دو واجب کو اپنے محل
پر اوکر ناٹھوان ترک کرنا مگر یہ رکوع جو بیٹھوان ترک کرنا ثلث سجدہ کا بیٹھوان ترک کرنا قعدہ کا دو سری یا جو تھی رکعت سے پیشتر
جب بیٹھوان ترک کرنا زیادتی کا صحیح میں دو فرضوں کے ساتھ بیٹھوان جب رہنا مقتدی کا اٹھا بیٹھوان پیروی امام کی اور چونکہ ان واجبات میں حاکم
ضرب اور تفصیل کی نہیں اسلئے شراح نے انکو اصول واجبات کہا انتہی وبالسنط اکثر من مائتة الف اذا حدھا الیخ ۳۹ من حدیث خمس
قعدا المغرب بتشدھا و ترک نقص من حدیثا و علیہ فی ۸۰ کہا اس اور پہلائے سے قعدا واجبات کی ایک لاکھ سے زیادہ ہو جائیگی اسلئے
کہ ایک واجب یعنی تشدد ۳۹ واجب پیدا کرتا ہو اپنے پانچ واجب مفصلوں کے قرب کرنے سے وہ تشددوں میں جبکا بیان اوپر گذر اپنے جہاں شراح نے کہا

۱۔ تشدد کبھی ۳۰ بار کر رہتا ہو یا ۱۰۰ اور وہ پانچ واجب ہیں اول قعدہ مغرب دوم اسکی التحیات سوم التحیات کو ناقص نہ پڑھنا چہاں امام اسکی کلمات کے شمار میں
 زیادتی نہ کرے نیز اسکی تمام کرنے پر کچھ زیادہ نہ کرنا تو چونکہ ہر تشدد میں ۴۰ تشددوں سے یہ پانچوں واجب ضرور ہونے چاہئیں اسلیے پانچ کو ۸۰ میں ضرب
 کیا ۳۰ سو سے ہم شامی نے کہا کہ ان واجبات مذکورہ بالا میں سو سے زیادہ سجدہ ہیں اور ہر سجدہ میں تین واجب ہیں تقدیل اور دونوں ہاتھوں کا زمین
 پر رکھنا اور دونوں زانو کا رکھنا ان تین کو سو میں ضرب کرنے سے تین سو ہوتے ہیں اور پہلے واجبات میں ملائے سے ۷۰ کے قریب ہو جاتے ہیں اور جب
 اس رقم کو بقیہ ۲۰ واجبات میں ضرب کرو گے تو وہ ۲ ہزار سے زائد ہونگے اور چونکہ مقتدی کی متابعت کچھ اوپر ۲ فرض میں اور کچھ اوپر واجبات میں
 واجب ہونے لگے کچھ اوپر ہر سجدہ واجب ہو گا اگر اوپر کے مجموعہ کو ۷۰ میں ضرب کرو تو وہ الاکھ سے زائد واجب ہو سکتے ہیں حالانکہ ابھی اور واجب باقی
 ہیں مثلاً ناک پر سجدہ کرنا اور رکوع میں قنات نہ پڑھنا اور التحیات اور سلام سے پیشتر کھڑا ہونا وغیرہ پس ان میں ضرب دینے سے تعداد اور بھی
 بڑھ جائیگی اسلیے خارج نے کہا *والتبتہم یلتفتہ الحصر فلیتصر* اور تلاش واجبات کی نفی کرتی ہے کہ کوئی تلاش سے معلوم ہوتا ہو کہ لا تعد ولا تحصى
 میں تو اسکو خوب دیکھ بھال دے ہم شامی نے کہا کہ ان واجبات میں سے اکثر صورتیں فرضی اور عقلی ہیں کہ کبھی خارج میں نہیں پائی جاتی اور انکی انگلش
 سے بھر فقیح اوقات اور کچھ فائدہ نہیں اور اگر ضرورت شائع کے کلام کے بیان کی نہ تو بہتر تھا کہ اس سے پہلو تھی کیجائی انتہی ہر جہ سے بھی اسلیے مختصر ہے
 ہر کفایت کی اور شامی کی عبارت میں بہت کچھ تصرف کیا تاکہ صرف مطلب عبارت شائع کا ظاہر ہو جائے جو کوئی تفصیل اس مقام کی چاہے وہ شامی کو دیکھے
 ذیل غنائی واجب استوجب ۳۹۰ واجبات تو جیسا ان پوچھی جاتی ہو کہ وہ کونسا واجب ہو جو ۳۹۰ واجبات کا مستوجب ہوتا ہے یعنی جس سے ۹۰ سو واجب
 لازم آتے ہیں ہم جواب ہر جیسا ان کا وہی قاعدہ اول مغرب کا ہر مقتدی کے حق میں تفصیل مذکورہ بالا دس سنہا اور نماز کی سنتیں یہ ہیں جو ان کے مذکور ہوئی ہیں
ترک السنۃ لا یوجب فساد الا سہو ایل السنۃ لو عاخذنا غیر مستحق ترک کرنا سنت کا نہ تو نماز کے فساد کا موجب ہوتا ہے نہ سجدہ سو کا بلکہ اسات
 یعنی ترک کیا موجب ہو اگر نمازی نے واسنۃ ترک کیا ہو اور سنت کو ہلکا نہ سمجھا ہو ہم نے اگر ترک سنت نادانستگی میں ہوا تو کچھ بڑی بھی ہونگی اور اگر سنت
 کو حقیر جان لیا تو کافر ہو گا چنانچہ نہ الفائق میں ہر ازیم سے منقول ہے کہ اگر سنت کو حق غیاث کا تو کافر ہو گا اسلیے کہ حق بجا نہ حقیر سمجھا ہو و قالوا لا ساء
 ادون من الکراہۃ اور فقہائے کہا ہو کہ اسارت کم ہو بہ نسبت کراہت کے ہم شامی نے کہا کہ مراد کراہت ہے تحریمی کراہت نہ یعنی اسارت میں ملات
 بہ نسبت کم و تحریمی فعل کے کثرت اور مکررہ تر ہے سے زیادہ ہو اسلیے کہ تلوح میں ہے کہ سنت کو کہہ کا چھوڑنا حرام ہے قریب ہو اور نہ الفائق میں ہے کہ حکم سنت
 کا یہ ہے کہ اس کے ترک پر ملامت کیجائے اور کس قدر گناہ بھی لاحق ہو اور طحاوی نے کہا کہ اسارت کے معنی ترک وے ہیں تو وہ اور کراہت تر ہے ایک ہونی ضم
 ہی علی ما ذکرہ ثلاثہ عشرین ہر سنتیں مجموعہ صنف کے بیان کے ۲۳ ہیں اور واقع میں زیادہ ہیں چنانچہ شائع بیان کر گیا دفع الید بالبحرۃ
 فی الخلاصۃ ان اعتاد ترک السنۃ سنت ہو اٹھنا دونوں ہاتھوں کا تحریم کے لیے یعنی تکبیر سے پیشتر اور بعضوں نے کہا کہ تکبیر کے ساتھ اٹھانے سے
 خلاصہ میں ہے کہ اگر ہاتھ نہ اٹھائیں گے مادی ہو گا تو گناہ ہو گا اور اگر کبھی ایسا ہو جائے تو گناہ ہو گا و لشرکاء اصحاب اہی ترک کیا جائیگا اور سنت پر تکبیر
 وقت پھیل کر رکھنا انگلیوں کا یعنی انکو بچال خود چھوڑنا کہ نہ بہت ملی ہوں نہ بہت پھیلی و ان کا یطاطی رأسہ عند التکبیر فان بدعتہ اور سنت ہے
 تکبیر کے وقت اپنے سر کو نہ جھکانا و نہ کبیر جھکانا اسوقت بدعت ہے طحاوی نے کہا کہ ظاہر تمام قیام میں سر جھکانا ایسا ہی ہے دجہل کہ امام یا تکبیر
 یقول رجاہتہ للاعلام بالداخل والاسمعیل و کذا بالسمعیل والسلام اور سنت ہے کبیر کہ رکنا امام کا اللہ اکبر کو بقدر اسکی حاجت کے خیر دار کو پکے نے
 دخول اور انتقال پر یعنی استقدیم کا کر کے کہ مقتدیوں کو نماز میں داخل ہونے اور اکیہ رکن سے دوسرے کی طرف جانے کی خبر پہنچا دے اور ایسی
 سنت ہے کبیر کہ رکنا مع اللہ کن حمد اور سلام کا ہم طحاوی نے کہا کہ اگر امام حاجت سے زیادہ کبیر کر لیا تو مکرر ہو گا شائع نے کہا

کہ مکروہ اس صورت میں ہر حاجت سے زیادتی نہایت درجہ کو موشلا اس کے پیچھے ایک صفت ہر اور وہ اتنا چھتا ہے کہ دس صفوں میں آواز جاوے تو مکروہ ہوگا
 پھر یہ معلوم کرنا چاہیے کہ حرام شروع میں اللہ اکبر کہے تو اگر اس کی نیت صرف لوگوں کو خبر دل کر نیکی ہوگی تو اس کی نماز متولی اور نہ کسی مقتدی کی ہوگی بلکہ خبردار
 کر نیکی ساتھ نیت اپنی نماز کی تحریر کی بھی کرے اسی طرح مکبر جو امام کی آواز دوسرے لوگوں کو پہنچاتا ہے وہ بھی اگر فقط خبردار کر نیکی نیت سے اللہ اکبر کہے تو نماز
 بڑا اس کی ہوگی اور نہ اس شخص کی جو اس کی آواز پر اقتدا کر لگا بلکہ بیکار کہنے کے ساتھ تکبیر تحریر کا قصد کر لگا تو نماز ہوگی اور بیعت حاجت کے مکبر کا اللہ اکبر کہنا
 مکنا مکروہ ہر داما للذات والمنفرد فیسبغہم ففسدہ اور معتدی اور تہا پڑھنے والا اللہ اکبر اتنی آواز سے کہ کہ اپنی آپ سن لے والشاء والشعور
 والشہیدہ والتامین کو کھٹ مٹا اور مسنون ہو سبھا تک اللہ پڑھنا اور غزوہ باندن الشیطان الرحمن کتنا اور بسم اللہ کتنا اور الحمد کے بعد آمین کتنا اور ان سب کا
 اتبستہ ہونا یعنی آہستہ آہستہ علیہ ہر اور ہر ایک پڑھنا سنت جدا گانہ دُ ختم عینہ علی یسارہ تو کونہ تحت المستقر للرجل لاقول
 عیلة دعی اللہ عتہ من الشدائد و صغیرا تحت الشدائد و لیسوا لجماع الدم فی نفسک صلیب اور مسنون ہر رکھنا اپنے دامنہ ہاتھ کا بائیں ہر اور مسنون ہر
 مردوں کو رکھنا انگلیوں کے نیچے سبب قربانے علی مرقی کے کہ سنت ہر رکھنا و ولون ہاتھوں کا نان کے نیچے اور سبب خوف خوان جمع ہو جانے کے انگلیوں کی
 پوزوں میں یعنی حکمت ہاتھوں کے کھلے نہ رکھنے میں یہ ہر کہ زیادہ کھڑے رہنے سے انگلیوں میں خون نہ آوے اور تر آوے و تکبیر الکریم و کذا الرفع منہ بحیث
 یستوی قائما و التکیب فیہ ثلاثا و انصاف کعبینہ و اخذ ذکبید بیدکبیر فی الذکوع و تفریم اصابعہ للرجل ولا یندب لتفریم الاھتا
 ذکا الصمد الا فی السجود اور مسنون ہر رکوع کے لیے اللہ اکبر کتنا اور اسی طرح مسنون ہر رکوع سے سر اٹھانا اس طرح ہر کہ برابر کھڑا ہو جاوے اور مسنون ہر رکوع
 میں تین بار سبحان ربی العظیم کتنا یعنی تین بار سے کہ کتنا مکروہ تر نہ ہی ہر اور مسنون ہر دو تھوٹا ملانا یعنی اگر بلا عذر ہو سکے اور مسنون ہر کھڑا اپنے دو لون ہاتھوں
 کا اپنے دو لون ہاتھوں سے رکوع کے اندر اور مسنون ہر پھیلاتا اپنی انگلیوں کا مرو کو اور زمین متجب ہو کشتا و رکھنا انگلیوں کا مکر رکوع کے اندر اور نہ ملا ہوا
 رکھنا مگر سجدہ کے اندر و تکبیر السجود و کذا انفسا الرفع منہ بحیث یستوی قائما و التکیب فیہ ثلاثا و انصاف کعبینہ و التکیب فیہ ثلاثا و انصاف کعبینہ و التکیب فیہ ثلاثا
 اور مسنون ہر سجدہ کے لیے اللہ اکبر کتنا اور اسی طرح مسنون ہر سجدہ سے اٹھنا اس طرح ہر کہ برابر بیٹھ جاوے اور ایسے ہی مسنون ہر سجدہ سے اٹھنے کو اللہ اکبر کتنا اور
 مسنون ہر سجدہ میں تین بار سبحان ربی الاعلیٰ کتنا اور مسنون ہر دو لون ہاتھوں اور زانوؤں کا رکھنا سجدہ میں ہم اکثر فقہانے ہاتھ بن اور زانوؤں کا زمین
 پر رکھنا مسنون کہا ہر اور فقیہ ابو الیث نے فرض کیا ہر اور فتویٰ عدم فرضیت پر ہر اور فتح القدر میں انکو واجب کہا ہر اسوجہ سے کہ مطابق حدیث کے ہر اور
 اسچرا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مواظبت فرمائی ہر بحر الرائق میں کہا کہ انشاء اللہ وجوب کا قول سب قوال سے ہر اور متوسط ہر سبب اس کے موافق ہو چکے
 اصول سے کذا فی الشامی فلا تلزم حلیاۃ مکافھا عندنا مجمع پس لازم نہیں پاک ہوتا ہاتھ اور زانوؤں کی جگہ کا ہم خفیوں کے نزدیک کذا فی الجمع
 یعنی جب انکار کتنا سجدہ میں فرض نہیں تو اگر ناپاک جگہ پر رکھے جائینگے تو نماز فاسد ہوگی ہم شامی نے کہا کہ ان دو لون اعضا کے مکان کی طہارت
 کا شرط نہ ہونا روایت منعیف ہر صحیح یہ ہر کہ اگر انکی جگہ بھی ناپاک ہوگی تو نماز فاسد ہوگی کیونکہ اعضا کا نجاست سے لگنا ایسا جو جسے نجاست کا
 اٹھانا اگر ادا اسجد علی کفہ کما مکر جس صورت میں کہ سجدہ اپنی متصلی پر کر لگا اسوقت پاک ہونا اسکی جگہ کا شرط ہر جیسا کہ پہلے بیان ہوا
 و افترق اشد حلیہ الیسر فی تشقید الرجل اور مسنون ہر بچھانا اپنے بائیں پاؤں کا مرد کے تشدید میں یعنی التیمات پڑھنے میں مرد بائیں
 پاؤں کو بچھائے و الجلسۃ یکن الشجد تلین اور مسنون ہر بیٹھنا دو لون سجدوں کے درمیان میں طحاوی نے کہا کہ ماتن نے اول سر
 اٹھانا سجدہ سے مسنون کہا تھا شامی نے اس میں یہ قید لگائی کہ اس طرح سر اٹھاوے کہ برابر بیٹھ جاوے تو اس قید سے بیٹھنا مکر ٹھہر تاہر کیسے اگر
 شامی کی قید لگنا نہ ہو تو سر اٹھانا حد سنت ہر اور طحاوی نے اس میں یہ قید لگائی کہ اس طرح سر اٹھاوے کہ برابر بیٹھ جاوے تو اس قید سے بیٹھنا مکر ٹھہر تاہر کیسے اگر

دو لون کا جلسہ میں اپنے دونوں زانوں پر جیسے القیات میں انھوں نے کھنڈاز ان دونوں پر سنون پر سبب توارث کے لیے اکیس سے
 اسی طرح بیوی پر طحاوی نے کہا کہ ہاتھ ایسی طرح رکھے کہ انگلیوں کی پھرین گھنٹوں کے پاس ہوں دھڑاٹھا غفلت اہل المتون والشر و
 کما فی الامداد المفتاح للشر بلالے اور یہ لیے جلسہ کا مثل الخیات کے بیٹھنے کے ہونا اس قسم سے ہو کہ متن اور فتح والون نے اسکا ذکر نہیں کیا چنانچہ
 شر بلالی کی امداد الفتاح میں ہر قلذہ و یاتی معنی اللیمینۃ فا فحشد میں کتا ہوں اور یہ ذکر منسوب غیب کی طرف آگے آویگا تو اسکو سچے
 ہم شاید فافہم سے یہ اشارہ ہو کہ کلام فقہاء سے اس جلسہ کا حال مثل تشدد کے جلسہ کے نقل سکتا ہو اس طرح کہ اگر ان دونوں میں کچھ مخالفت ہوتی تو اسکو
 بیان کر دیتے جیسے جلسہ اخیر میں دونوں زانوں کے ایک طرف لگانے کو بیان کرتے ہیں تو جب طلق بیان کیا تو معلوم ہوا کہ یہ جلسہ مثل جلسہ تشدد
 کے ہو کذا فی الشامی والصلوٰۃ علی النبی فی القعدۃ الحذیرۃ و من المشافعی قول اللہم فصل علی محمد و آلہ و سلم و ہر دو بڑھنا
 بنی صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر قعدہ اخیر میں اور فرض کیا ہوا امام شافعی نے کنا اللہم صلی علی محمد کا لیے اُنکے نزدیک قعدہ اخیر میں درود اسقدر فرض ہو
 و نسوی الی الشذوذ و محالۃ الا جماع اور محمد میں نے اس قول کو شاذ اور مخالف اجماع کے کہا ہر ہم طحاوی اور ابو بکر رازی اور خطابی
 اور یحوی اور ابن منذر اور ابن جریر طبری نے اسکو شاذ کہا ہے لیکن بحر الرائق میں بقول ہو کہ بعض صحابہ اور تابعین سے روایت موافق امام شافعی کے
 پائی جاتی ہو تو اس صورت میں شاذ کنا بلا وجہ ہو کذا فی الشامی والدعا بجا لیتھیل سؤالہ من العباد اور سنون ہر درود کے بعد اوقبل
 سلام کے ایسی چیز کی دعا جسکا مانگنا بندوں سے محال ہو تو دعا کہ اس باب میں سنون ہر اسکا ذکر فصل آئندہ میں آویگا دہی بقیۃ تکلیفات
 کا انتقاد ہے حقہ تکبیرۃ القنوت علی قول اور سنون میں سے باقی رہی اور تکبیر میں ایک کن سے دوسرے رکن میں جانے کی لیے رکوع کے
 بدلنے کے لیے اُنکے اکر کنا سنون ہر بیان تک کہ قنوت کے لیے اُنکے اکر کنا ایک قول کے بموجب طحاوی نے کہا کہ اس تکبیر کے سنون ہونیکا قول
 ضعیف ہے بلکہ وہ واجب ہے جیسا پہلے بیان ہوا و التکبیرۃ للامام و التعمید لغیرہ اور سنون ہر سمع اللہ من حمدہ کنا امام کو اور بنی و کلب
 الحمد کنا امام کے غیر کو لیے مقتدی اور تنہا پڑھنے والے کو دعوٰیل الوجه بمنۃ و لیسنۃ للسلام اور پھر نہایت کاد اپنے اور بائین سلام کے وقت
 ہم اور سنون ہر سلام میں ابتدا کرنا داپنے سے اور امام کو نیت مردون اور فرشتوں کی کرنی اور سہت کنا دوسرے سلام کا بہ نسبت اول کے کذا فی الشامی
 و لیس ادا اب اور نماز کے کچھ آداب ہیں نہ کہ لایوجب سادۃ ولا عتبا یا کثرک ستۃ الن دائل لکن یصلہ افضل آداب کا ترک کرنا نہ مذکورہ مترسی
 ہونیکا موجب ہو اور نہ عتاب کا باعث جیسے چھوڑنا سنت زوائد کا عتاب و کراہت کا موجب نہیں لیکن کرنا و کجا افضل ہر ہم نماز میں آداب اسکو کہتے ہیں
 جسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یا دو بار کیا ہوا اور اسپر مداومت لغرامی ہو جیسے رکوع اور سجدہ میں تین بار سے زیادہ تسبیح کنا اور علیہ
 میں کئی تعزین ادب کی کر کے آخر کو کہا کہ ظاہر آداب اور سجدہ ایک ہی چیز ہیں اور سنت زائدہ اسکو کہتے ہیں جو ہو کہ نہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 نے اسکو بطور عادت کے کیا ہو جیسے آپ کی سیرت لباس و شست و پر خاست میں یا نماز یا شست اور اسکا مقابل سنت مذہبی ہو لیے سنت ہو کہ وہ جیسے
 اذان اور جماعت ہو کذا فی الشامی نظر لے موضع سجودہ حال قیامہ والظہر قد صیہ حال رکوعہ والاربتۃ انہ حال سجودہ
 دل حجہ حال قعدہ والمنتکبہ الا یمن کا کثیر عند الشیخہ کذا فی الثانیۃ لفصل الحشوم مستحب ہو دیکھنا نمازی کا کثرت ہو سیکے
 وقت اپنے سجدہ گاہ کی طرف اور رکوع کے وقت اپنے دونوں زانوں کی پشت کی طرف اور سجدہ کرتے میں اپنی ناک کی نوک کی طرف اور
 قعدہ کی حالت میں اپنی گود کی طرف اور پہلے سلام پھرنے کے وقت اپنے دائیں شانہ کی طرف اور دوسرے سلام کے وقت اپنے بائیں شانہ کی طرف
 یہ سب آداب ہیں واسطے حاصل کرنے خشوع اور انکسار کے طحاوی نے کہا کہ ظاہر اگر ان جگہوں میں کوئی ایسی چیز ہوگی جس سے دل بے نوگی طرف دیکھنا

فصل

اس فصل میں نماز کے اور انکیا بیان شروع سے آخر تک اس طریق پر ہے جو سلف سے منقول چلا آیا ہے و اگر اہل الشریعہ فی الصلوٰۃ کتب کو قاری الا فتیح
 ہی قال وجوباً لکمالہ الکیں اور جب نمازی نماز شروع کرنا چاہے تو شروع نماز کے لیے تکبیر کے اگر کہنے پر قادر ہو یعنی براہ وجوب لفظ اللہ اگر کہے طحاوی نے کہا
 کہ قادر کی قید سے عاجز نکل گیا اور اللہ اگر کہنے کے وجوب سے نکلا کہ اگر اللہ کہی اللہ الکیں یا اللہ الکیں کہیگا تو واجباً نہ ہوگا ولا یجین شکاراً بالمبتدأ فقط
 کے اللہ لا بکبر فقط لہ اختار اور نماز کا شروع کرنے والا نہ ہوگا صرف متباد کہنے سے جیسے فقط لفظ اللہ کہے اور نہ صرف اگر کہنے سے شروع کرنے والا
 ہوگا یہی قول مختار ہر شامی نے کہا کہ یہی قول امام محمد کا ہے اور یہی ظاہر الروایۃ ہے امام اعظم سے اور وجہ شروع کرنے والا نہ ہونے کی یہ ہے کہ شروع نماز کی شرط پورا اجماع پر
 تو صرف متباد یا آخر کہنے سے شرط پائی جائیگی فلو قال اللہ مع کلامہم والکیں حیکلہ ادا کر لے الامام را کا فقال اللہ قائماً والکیں را کا عالم یحرم فی الاصل
 پس اگر مقتدی نے لفظ اللہ امام کے ساتھ کہا اور لفظ اگر کو امام کے فارغ ہونے سے پیشتر کہ لیا یعنی ہنوز امام نے اگر کو پورا نہیں کیا تھا کہ مقتدی کہ چکا یا مقتدی
 امام کو رکوع میں پایا تو لفظ اللہ تو کھڑے ہوئے کہا اور اگر رکوع میں تو دونوں صورتوں میں اسکا اقتدا درست نہ ہوگا صحیح ترمذی میں ہم پہلی صورت میں قیام
 اسلئے صحیح نہ ہو کہ امام بوجہ ناتمام ہونے اللہ اگر کہے ابھی نماز کا شروع کرنے والا نہیں ہوا تھا کہ مقتدی نے اسکا اقتدا کر لیا تو خارج نماز کا اقتدا ہوا اور دوسری
 صورت میں شرط تحریم مفقود ہے یعنی حالت قیام میں پورا اجماع چاہیے تھا وہ نہوا اسلئے اقتدا بھی صحیح نہوا شامی نے کہا کہ جیسے اقتدا صحیح نہیں جیسے ہی مقتدی خود
 اپنی نماز کا شروع کرنے والا بھی نہ ہوگا کیونکہ اسنے قصد شریک ہو کر پڑھنے کا کیا تھا یعنی تنہا پڑھنے کی نیت پہلی ہی تھی کا کو فی حق من اللہ قبل کا ما حد
 جیسے اقتدا صحیح نہیں جبکہ فارغ ہو مقتدی لفظ اللہ کے کہنے سے پہلے شروع کرے امام کے یعنی امام نے تکبیر تحریمہ ابھی شروع نہیں کی کہ مقتدی اللہ کہ چکا تو
 اقتدا صحیح نہ ہوگا ولو ذکر الاثم بلا صفتہ مع حیث لا مام خلافاً لحدیث اور اگر صرف اسم ذات کو لے لفظ اللہ کو ذکر کیا بدون صفت یعنی اگر کہے تو صحیح ہے
 امام کے نزدیک برخلاف محمد کے طحاوی نے کہا کہ یہ مسئلہ مکرر ہو گیا اور باوجود مکرر ہونیکے منعیہ کیونکہ ظاہر الروایت پر مبنی نہیں کذا ذکرہ الحلبي ہم اگر پہلی
 صورت کو لے لے صرف متباد کے ذکر کرنے سے شروع کرنے والا نہ ہونے کو مفروض کیا امام کے لیے معمول کریں اور اس صورت کو حالت اقتدا پر تو مکرر نہیں ہوتا بلکہ
 اذ من احدی الہم تین مفسدات و تعدد کفر و کذا الباء فی الاصل اللہ اگر کہے جو باکے ہمزوں کے حذف کرنے کے ساتھ لے لے اللہ اور اگر کہے ہمزوں
 بڑھا کر نہ لے اسلئے کہ کھینچ کر پڑھنا ان دو ہمزوں میں سے ایک کا مفسد ہے شروع نماز کا اگر نادانستگی میں بڑھا کر پڑھا ہو اور جانکر اگلو مکرر کفر ہے اور اسی طرح
 ب کا بڑھانا لفظ اگر کہے صحیح ترمذی میں مفسد ہے مقابل اسکا وہ ہے جو جلی نے نسخہ منہ میں ذکر کیا ہے کہ ب کا بڑھانا مفسد نہیں کذا فی الطحاوی ویشترط
 کذا قائماً فلو وجب لا مام را کذا فلکیں مکتبنا ان الالقیام اقرب حتم و لغت رینہ تکبیرۃ الرکوع اور شرط ہے اللہ اگر کہے کھڑے
 ہو کر یعنی فرض نماز میں باوجود قدرت کھڑے ہو کر تحریمہ کرنا چاہیے پس اگر امام کو رکوع میں پایا اور جھکے ہوئے اللہ اگر کہے تو اگر یہ جھکنا قیام سے قریب
 ہوگا یعنی اسقدر جھکا ہوگا کہ ہاتھوں سے گھٹنوں کو نہ بکڑ سکے تو شروع صحیح ہوگا اور تکبیر رکوع کی نیت لغو ہوگی ہم صورت اسکی یہ ہے کہ مقتدی نے جو اقتدا
 کیا اس رکوع کی نیت کی نہ نماز کے شروع کی تو یہ تکبیر تحریمہ کی ہو جائیگی اور رکوع کی نیت لغو ہوگی اسلئے کہ تکبیر تحریمہ فرض اور شرط ہے اور رکوع کی تکبیر
 افضل ہے اور چونکہ یہ افضل فرض کے محل میں واقع ہوئی اسلئے فرض کی طرف پھیری گئی کذا فی الشامی مختصر افرغ مسائل طوطی شراح کے کثیر تغیر
 عالمی بتکبیر امام ان الکیں را کہ قبلہ لہ یحییٰ او لا جائز مقتدی نے اللہ اگر کہے اور یہ نہیں جانتا کہ امام اللہ اگر کہے چکا ہے یا نہیں تو اگر
 اسکی رائے غالب ہے کہ میں نے امام سے پہلے اللہ اگر کہے نہ تھا تو اقتدا درست نہ ہوگا ورنہ جائز ہوگا کذا فی المحیط یعنی اگر گمان غالب ہے ہوگا کہ امام
 کے ساتھ یا اس کے بعد اللہ اگر کہے یا کچھ گمان ہی نہ ہو کہ پہلے کھا یا پیچھے تو اقتدا درست ہوگا کذا فی الشامی فلو اراد بتکبیرۃ التعجب

اد متابعۃ المؤمنین لہد یصل شاریعاً اور اگر نمازی نے اسد اکبر کھینے سے قصد تعجب کا کیا یا موزن کے جواب سے نیکارا وہ کیا تو شروع کرنے والا نماز کا سنوگا کیونکہ تعجب کرنا اور جواب اذان کا دنیا اجنبی باتیں ہیں اور نماز کی مفسد ہیں تو ایسے شروع درست ہوگا دبیضی المراء لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم الاذان جزم واکامۃ جزم والتکبیر جزم معہ وصر فاذا اذان اور اللہ اکبر کی رکوع جزم کرے بسبب فرمانے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ اذان جزم ہے اور اقامت جزم ہے اور اللہ اکبر کھینا جزم ہے کذا فی المنع اور یہ حدیث باب الاذان میں گذری ہم اذان جزم ہے لیکن اس کے کلمات کے آخر پر کچھ حرکت نہیں یہ حدیث ابراہیم نخعی سے موقوفاً اور فروغاً مروی ہے واما یصلی شاریعاً بالنیۃ عند التکبیر لا بہ وحدہ ولا بیداً و حدھا بل بھما اور بات یوں ہے کہ شروع کرنے والا نیت سے ہوتا ہے اللہ اکبر کھینے کے وقت نہ صرف اللہ اکبر کھینے سے اور نہ صرف نیت سے بلکہ دونوں چیزوں سے ہم لینے چونکہ نیت بھی محض نماز کی شرط ہے اور تحریم بھی اور نیت تحریم سے پیشتر بھی جائز ہے بشرطیکہ کوئی اجنبی فعل مثل کھانے پینے کے بحین واقع نہ ہو تو اس سے یہ وہم ہوتا ہے کہ شاید صرف نیت کافی ہو اس لیے ماتن نے تصحیح کردی کہ نیت تحریم کے وقت ہونی چاہیے کذا فی الشامی ولا یلزم العاجز عن النطق کما یلزم واجباً یختار لسانہ فکذا فی حق القراءة هو الصحیح لتعدد الواجب فلا یلزم عینہ ولا یلزم لسانہ لیسئل فتکفی النیۃ اور جو شخص کہ پوچھے سے عاجز ہو جیسے گونگا اور احمی اسکو اللہ اکبر کھینے کے لیے اپنی زبان کا ہلانا ضرورت نہیں اور اسی طرح قرارت کے حق میں زبان کا ہلانا ضرورت نہیں یہی صحیح ہے زبان کا ہلانا لازم نہیں بسبب دشوار ہونے واجب کے تو نہیں لازم ہوگا واجب کی غیر بدیون دلیل کے اس لیے نیت کافی ہوگی ہم لینے اللہ اکبر کھینا اور قرارت واجب ہے اور واجب عاجز سے اد نہیں ہو سکتا تو دوسری چیز لینے زبان ہلانے کو واجب لازم کرنا بدیون دلیل کے کیسے درست ہو اس لیے عاجز کی نیت ہی نماز میں کافی ہے لکن یبغض ان یشترط فیہا القیام وعدم تقدیمہا لقیامہا مقام التحیمہ لکن ضرور اسے ہے کہ عاجز کی نیت میں قیام شرط ہو اور نماز سے پیشتر نہ ہو کیونکہ نیت اس صورت میں قائم مقام تحریم کی ہے اور میں نے اسکو دیکھا انہیں ہم لینے چونکہ عاجز کے حق میں نیت کافی ہے تحریم کی کچھ ضرورت نہیں اس سے یہ نکلا کہ نیت قائم مقام تحریم کے ہوگی تو شاح بہ تبعیت مصنف نہ مخالف کے کہتا ہے کہ تحریم کی شرطیں لینے قیام اور مقدم ہونا عاجز کی نیت میں ملحوظ ہونا چاہیے مگر میں نے اسکی تصحیح نہیں دیکھی شامی نے کہا کہ عاجز کی نیت کا قائم مقام تحریم کے ہونا بدیون دلیل کیسے مانا جاوے کیونکہ نیت اور تحریم دونوں شرطیں علیحدہ ہیں توجہ ایک شرط کسی عذر سے ساقط ہوگئی اور دوسری پر اکتفا کی گئی تو اس سے یہ کیسے لازم آیا کہ دوسری شرط ساقط کے قائم مقام ہوگئی مثلاً فی الاشتباہ فی قاعدۃ التابع تابع فالمتقی بہ لزوم فی تکبیرہ والتبیتۃ لا قراءۃ پھر اشتباہ میں اس قاعدہ کے بیان میں کہ تابع تابع رہتا ہے یہ ہے کہ فتوے اسپر کہ زبان ہلانا عاجز پر لازم ہے اللہ اکبر کھینے اور لیسک کہتے ہیں اور لازم نہیں قرارت میں ہم شامی میں محیط سے منقول ہے کہ قرارت فرض قطعی ہے اور تلبید فرض ظنی تو چاہیے کہ تلبیہ میں بطریق اولیٰ لازم ہو و قد یکنیہ قبل التلبید و قبل مکۃ ما لئلا یأثم بالتکبیر و یستحب ان یشترط ان یشترط اور اٹھاوے کے بعد دونوں ہاتھ اللہ اکبر کھینے سے پہلے اور بعضوں نے کہا کہ اللہ اکبر کے ساتھ ہی اٹھاوے لگانے والا دونوں انگوٹھوں کو دونوں کانوں کی لوسے ممالک کے پہلے ہاتھوں کا اٹھانا منسوب ہر طرفین کی طرف اور صاحبین نے اسکی تصحیح کی ہے اور خلاصہ و محیط وغیرہ میں ہے کہ جب اللہ اکبر کھینا شروع کرے اسی وقت ہاتھوں کا اٹھانا شروع کرے اور جب اسکو تمام کرے اسی وقت اسکو تمام کرے اور تیسرا قول یہ ہے کہ جب اللہ اکبر کے اٹھاوے اور یہ سب اقوال حدیث شریف میں مروی ہیں کذا فی الشامی هو المراد بالخلاف انہما لا یتیقن الا بید لیگ کانوں تک ہاتھوں کا اٹھانا ہی مراد ہے محاذات سے جو ہر الروایۃ اور بعض احادیث میں وارد ہے اس لیے کہ محاذات بدیون اسطرح اٹھانے یقینی ہوگی ہم لینے بعض احادیث میں جو حدیث مذکور آیا ہے لینے دونوں کانوں کے برابر ہاتھ اٹھاوے اس سے مراد یہی ہے کہ انگوٹھے کانوں کی لگو لگیں اور شانوں تک اٹھانے میں برابری کانوں کی ثابت نہیں اور جن حدیثوں میں شانوں تک اٹھانا مذکور ہے تو وہ استحالت پر محمول ہے کہ ہاتھ سر دیکے سبب پڑوں کے اندر ہوں اور ابن ہام نے دونوں حدیثوں میں توفیق اسطرح کی ہے کہ کانوں

اسی پر فتویٰ ہو چکا تھا کہ اگر اجماع کے خلاف کسی نے کلمہ کا تلبیہ نہ کیا تو اس بات میں کوئی کلام نہیں ہے اور عین نے شروع نماز کی تلبیہ کو قرات کے ساتھ کیا ہو یعنی غیر زبان میں اس کے صحیح ہونے کے لیے بھی قید عربی سے عاجز ہو چکی لگائی ہو نہ تو اس بات میں کوئی کلام نہیں ہے سلف ہر جہت سے پیشتر ایسا کہا ہوا ہے کہ کوئی سند اس کے دعوے کو قوت دیتی ہو اگر شروع کو تار تار خانیہ میں تلبیہ کے مانند ٹھہرایا ہو کہ غیر زبان میں بالفاق جائز ہو کہ اس ظاہر بخیر نیز تار خانیہ کا مثل متن تنویر الاحصاء کے یہ ہے کہ صاحبین نے امام کے قول کی طرف رجوع کیا ہو نہ یہ کہ امام نے صاحبین کی طرف رجوع کیا ہو تو اس کو یاد کر کے کہ بدت سی کہ توجہ کرتے ہالون پر یہ امر مشتبہ ہو گیا ہو یہاں تک کہ شرطی پر بھی اسکی سب کتا بون میں مشتبہ ہو گیا ہو سو پھر ہر جہاں صاحبین کے نزدیک نماز کے سب ذکر اور تکبیر تحریر ہو دوسری زبان میں اس وقت درست ہو تہمین کہ نمازی عربی سے عاجز ہو اور امام کے نزدیک سوا قرات کے سب ذکر اور تحریر باوجود قدرت عربی کے غیر زبان میں توفیق امام صاحبین قرات کے باب میں صاحبین کے قول کی طرف رجوع کیا ہو اسوجہ سے کہ قرآن ایک خاص عربی منظوم کا نام ہے جو مقل متواتر تہ تک پہنچی ہو تو فارسی و غیرہ میں وہ منقول خاص باقی رہا شروع کا حال تو انہیں امام صاحب کی دلیل قوی ہے یعنی وہ یہ فرماتے ہیں کہ شروع میں مطلوب ذکر اور تقسیم یہ ہے ہر زبان میں حاصل ہو سکتا ہے خصوصیت عربی کی نہیں پس عینی نے جو شروع کو قرات کے مانند ٹھہرایا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام نے صاحبین کا قول شروع نماز میں اختیار کیا حالانکہ ایسا نہیں کیونکہ تار خانیہ میں شروع نماز کو تلبیہ کے موافق کہا ہے جو بالافتاق دوسری زبان میں درست ہے اور اس متن میں بھی شروع نماز میں قید عاجزی کی نہیں لگائی جیسی قرات میں لگائی ہو تو تار خانیہ کی ظاہر عبارت اور اس متن کی عدم تلبیہ اس بات کی دلیل ہیں کہ صاحبین نے شروع نماز میں امام کا قول اختیار کیا ہو نہ یہ کہ امام نے صاحبین کا قول لیا ہو جیسا عینی نے سمجھا کہ فی الشامی تبصر لا یصح ان اذین یحاکم کلمہ واذا علم ان الله اذا ذکر الحدادی طاہرین الذین یلکون المتعادات نہیں صحیح ہے اگر اذان دی غیر عربی میں صحیح تر قول کے بموجب اگرچہ لوگ یہ جانیں کہ وہ اذان ہو ذکر کیا ہے اسکو حدادی نے اور زیلعی نے تعارف کا اعتبار کیا ہے یعنی اگر اذان فارسی میں ہو اور لوگ جان جاویں کہ اذان ہوتی ہو تو درست ہوگی ورنہ جائز نہ ہوگی کیونکہ اذان سے مقصود خبر کرنا نماز کا ہر وہ حاصل نہیں ہوا **فروع** مسائل ملحقہ شراح کے قرعہ بالفاکد بیتہ او التوراة او الاخیل ان قصہ تقصد ولا ذکر الا قرات پڑھے فارسی میں یا قرآن کی جگہ توریت یا انجیل پڑھے اگر کوئی قصہ پڑھا تو نماز فاسد ہو جائیگی اور اگر ذکر پڑھا تو فاسد نہ ہوگی ہم ہر ایہ میں کہ امام فارسی میں قرات سے نماز فاسد نہیں بلا خلاف بشرطیکہ جب قرات سے نماز درست ہو جائے اسقدر عربی میں پڑھ لی ہو اور قاضی خاں نے کہا کہ صاحبین کے نزدیک نماز فاسد ہو جاتی ہے فتح القدیر میں ان دولون قول میں یون توفیق کی کہ اگر فارسی میں قصوں کی جگہ یا امر نہی کی جگہ سے پڑھیا تو فاسد ہو جائیگی اور اگر ذکر اور تہریر کے مقام کو پڑھیا اور اسی پر اکتفا کر لیا تب بھی فاسد ہوگی کہ نماز قرات سے خالی رہ جائیگی اور کسی قرآن میں ساتھ ملا لیا تو فاسد نہ ہوگی کہ فی الشامی والحق بہ فی الجہل الشاذ اور بحر الرائق میں فارسی میں قرات پڑھنے کے ساتھ قرآن کی روایت شاذ کو ملحق کیا ہے یعنی روایت شاذ کا حکم بھی اسی تفصیل سے ہے جیسا فارسی قرات میں مذکور ہو لکن فی التہذیب لا وجہ لہ لا یفسد کلامی کا لہجہ لیکن نہ انفاق میں ہے کہ موجب تہریر ہے کہ روایت شاذ نماز کو فاسد نہیں کرتی اور نہ قرات واجب سے کافی ہوتی ہے چنانچہ سچے کر کے پڑھنا قرآن کا مثلاً یون کسناک رحم دل آہ کہ وہ بھی مقصد نہیں اور نہ مقدار واجب کو کافی ہو م قرآن مجید کی روایات مشہور سات ہیں اور آئمہ قرات دس ہیں تو متواتر روایتیں دس تک ہو سکتی ہیں پس جو روایت کہ ان دسوں روایتوں سے خالی ہوگی وہ شاذ ہے نہ انفاق میں کہ لکھتے ہیں

مفسد نہ ہوگی یہ کہ روایت شاذ کے قرآن ہونے میں شک ہو تو خشک نماز فاسد نہیں ہوتی بخلاف فارسی کے کہ وہ ہرگز قرآن نہیں کیونکہ عرف قرآن ان ہی باتوں کو

تو تنازع کے مشابہ ہوا اور خود تنازع اس لیے نہ کہ تنازع مفعول نہ اور نیز اور حال میں نہیں ہوتا اور سرسری بیان حال ہی مفعول مطلق فعل محذوف کا لفظ اولیٰ قیود تک
بعد الفاعل نہ کہ اولیٰ قیود کا لفظ اولیٰ قیود نہ ایسا نہ تھا نہ کسی الحاقی اعوذ پڑھے قرارت کے لیے اس سے یہ نکلا کہ اگر عبدالحمد کے اعوذ کا نہ پڑھنا
یا دہنا تو اسکو ترک کرے اور اگر الحمد کے پورا کر نیکی پیشتر یاد ہوا تو اعوذ پڑھے اور چاہیے یوں کہ الحمد کو از سر نو پڑھے ورنہ کیا ہر اسکو جلی نے م شامی نے کہا کہ اصل مسئلہ
خلاصہ میں مذکور ہر جلی نے اسکو پڑھنا صحیح لیا اس لیے ایسا لکھا کیسے ہو سکتا ہے کہ قرارت کو جو فرض چھوڑ کر اعوذ پڑھے جو سنت ہے پس تحقیق اس باب میں وہ ہر جوفقیہ
ابو جعفر نے نواد میں بیان کی ہے کہ اگر تکبیر کے بعد قرارت شروع کر دی اور ثنا اور تہود کو بھول گیا تو انکو ترک کرے اس لیے کہ انکے پڑھنا کا موقع جاتا رہا کہ لا یتعود
التکلیف اذا فرغ علی استاذہ ذخیرہ اے لایستثنیٰ فی حفظ اور اعوذ نہ پڑھے شاگرد جب اپنے استاد کے پاس سبق پڑھے کہ ان فی الذخیرہ یعنی اعوذ پڑھنا اسکو
مسنون نہیں تو اسکو یاد رکھنا چاہیے یعنی چونکہ اعوذ پڑھنا قرارت قرآن کے لیے مسنون ہے اس لیے اور عبارت کے پہلے پڑھنا مسنون نہ ہوگا فیکافی بہ المسبوق عند
قیامہ القضاء فانما لیس بقرآن المقتدی لعلہ یصل الی مسبق صیوۃ کما ہوا اپنی باقی نماز پورا کرتے کو اعوذ پڑھے اس لیے کہ اسکو باقی نماز میں
قرارت پڑھنی ہوگی نہ اعوذ پڑھے مقتدی اسبب پڑھنے قرارت کے ویڈیو ذکر امام التتوذ عن تلبیبات القیاد لیس لونه بعدھا اور امام عود کو عید کی تلبیہ یوں
پہچھے پڑھے بوجہ قرارت پڑھنے کے بعد تلبیہ وان کے ہم طرفین کے نزدیک اعوذ قرارت کا تابع ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک شامی کا تابع تو انکے نزدیک شامی کے بعد پڑھنا چاہیے
اس صورت تلبیہ وان سے پہلے اعوذ پڑھنا ہوگا اور خلاصہ میں اسکو اصح کہا ہے مگر قاضی خان اور بدایہ اور کافی وغیرہ کا اختیار طرفین کا قول ہے اور شرح منیہ میں کہا
کہ اسکو ہم لیتے ہیں کذا فی الشامی وکذا لنعوذ سہی عن اللیثی بل یفہم الیہما لہ مطلق لکن کذا فی بعضہ ووصفہ یس فی اوّل کل ذکر وکذا فی بعضہ اور
بغیر اعوذ پڑھنے کے غیر مقتدی یعنی امام اور ثنا پڑھنے والا اللہ کا نام ہے بلفظ بسم اللہ الرحمن الرحیم نہ مطلق ذکر جیسے ذی اور وضو میں مطلق ذکر کافی ہے خصوصیت
بسم اللہ کی نہیں بسم اللہ کے ہر رکعت کے شروع میں آہستہ سے اگر ہر رکعت جہری ہو مگر غیر مقتدی کی قید اس لیے لگائی کہ مقتدی قرارت نہیں پڑھتا اور ہر رکعت
کے شروع میں اس لیے بسم اللہ پڑھے کہ ہر رکعت نماز مستقل کی حکم ہے اور جہری کی قید منیہ کے قول کے رد کر نیکی لیے ہے کہ بسم اللہ سری نماز میں پڑھے نہ جہری میں حالانکہ
یہ قول غلط ہے کذا فی الطحاوی کاشف یکت الفاعلۃ والستو کہ مطلقا دوسرے ذکر کو اتفاقا نہیں مسنون ہے بسم اللہ کہنا الحمد اور سورہ کے درمیان
میں مطلق خواہ پہلی رکعت ہو یا اور کوئی اگرچہ نماز سری ہو اور نہیں مگر وہ ہے بسم اللہ کہنا سورہ پر بالاتفاق ہم شامی نے کہا کہ وجہ نہ مکر وہ ہونے کی یہ ہے کہ بعض
نزدیک بسم اللہ ہرورد کی آیت ہے تو بسم اللہ کہہ لینے سے شبہ اختلاف جاتا رہیگا بلکہ ذخیرہ اور جہتی میں تصریح کی کہ سورہ سے پیشتر اسکا کہ لینا اچھا ہے واما
الذہبی صحت جو کچھ ضعف فی البیور زہری کے جو بسم اللہ کے واجب ہونیکل یعنی الحمد کے شروع میں تصحیح کی ہے اسکو بحوالہ الرقی میں منعیف کہا ہے یعنی اسوجہ سے
کہ مخالف ظاہر مذہب ہے جو متون اور شریح اور قضاوی میں مذکور ہے اور نہ اتفاق میں کہ کہ حق یہ ہے کہ دونوں قول مرجح ہیں دھلیۃ داخلہ صوت
انقرات علیہ انزلت للفصل بین السورہ اور بسم اللہ ایک آیت ہے تمام قرآن میں اوتری ہے سورتوں میں جدائی کرنے کو شامی نے کہا کہ تو الحمد کے شروع میں
تبرک کے لیے مذکور ہے فہو فی النحل بعض ایتہ اجماعا تو جو سورہ نخل میں بسم اللہ الرحمن الرحیم ہے وہ آیت کا ٹکرا ہے بالاتفاق یعنی شروع آیت اذین
سلمان سے ہوا واما وا تو فی مسلمین پر ولیست من الفاعلۃ وکذا ہون کل سونہ فی کلام اور بسم اللہ الحمد کا جز نہیں اور نہ ہر سورہ کا صیح تر قول
میں ہم شامی کو مناسب تھا کہ من الفاعلۃ کے بعد فی الاصح کو ذکر کرنا تاکہ حلوانی کے قول کا رد ہوتا کہ اسے لکھا ہے کہ اکثر مشائخ کے نزدیک بسم اللہ فاتحہ کا
جز ہے اور ہر سورہ کا جز ہوا سورہ تو ہے کہ تو امام شافعی فرماتے ہیں تو انکے خلاف دفع کر نیکی فی الاصح کہنا فقہا کا دستور نہیں فقہم علی الحبہ لکم جز الاصل
یہا احتیاطا میں بسم اللہ پڑھنا حرام ہے جہت کو اور اسی طرح حائض اور نقسا کو اور نہیں جائز ہے صرف بسم اللہ سے نماز احتیاط کی راہ ہم شامی نے
کہا کہ احتیاطا دونوں سونوں کی علت ہے یعنی چونکہ بسم اللہ بوجہ متواتر لکھے جانے کے قرآن میں اسکا جز معلوم ہوتی ہے اس لیے احتیاطا اسکا پڑھنا جب حرام ہوا

واضح تر کہ کذا فی الشامی و وضع الکھوا واجباً و قبل فرض کبعضہا دان قل اور رکعت اکثر پیشانی کا سجدہ میں واجب ہوا و یعنون نے کہا فرض ہر جیسے بعض پیشانی کا رکعت فرض ہر اگرچہ قلیل ہو ہم اس میں اختلاف ہے کہ سجدہ میں اکثر پیشانی کا رکعت فرض ہر یا کسی قدر کا اور راجح دوسرا قول ہر مگر اکثر پیشانی کا رکعت واجب ہر وضعت کی وجہ سے کذا فی الحج اور حرج میں ہر کبیشانی کی سبب طواف کا رکعتا شرط نہیں بالاجماع تو اگر بعض اطراف پر کھٹا کر گیا تو قلیل ہو تو سجدہ جائز ہوگا کذا فی الشامی و ذکرہ اقتصاداً فی السجود علی احدھما و منعاً لاحتقارہا یا کذا بقا عند رد الیہ صحیح و لا یجوز علیہ اللغو کما یحتمل و فی شرح الملتقى اور مذکور وہ تحریری ہر کھٹا کرنا سجدہ میں پیشانی اور ناک میں سے ایک ہر اور صاحبین نے منع کیا ہر ناک ہر کھٹا کر کے کو بدیون عذر کے اور صاحبین کے قول کی طرف متوجع ہوا ہر وجہ کرنا امام کا اور اسی پر فتوے ہر کہ صرف ناک ہر سجدہ کرنے سے سجدہ اور انہو کا چنانچہ ہتھے فتح ملتی میں اسکی تسبیح کی ہر وغیرہ فرض و وضع اصابع القدم علیہ و لحدیہ نحو القبلة و کذا لیس فیہ و النکاح عند غاقلون اور فتح ملتی میں ہر کہ فرض ہر باؤن کی انگلیوں کا رکعتا اگرچہ ایک ہی ہو قبلہ کی طرف و نہ سجدہ درست ہوگا اور لوگ اس سے غافل ہیں ہم شامی نے سراج سے نقل کیا کہ اگر سجدہ میں دونوں پاؤں زمین سے اٹھ جائیں تو سجدہ درست ہوگا اور اگر ایک اٹھ جائے گا تو درست ہو جائیگا اور اسی پر فتوے ہر اور ہر بندی اور قسستانی میں ہر کہ قبلہ رخ رکعتا پاؤں کی انگلیوں کا سنت ہر اور اس سنت کا ترک مکروہ ہر کما لیکرہ تشریحاً لیکرہ دھامہ کہ عند رد الیہ صحیح عندنا بشرط کونہ علی جہتہ کلما و بعضہا کما مل جیسے مکروہ تشریحی ہر سجدہ کرنا اپنی پکڑی کے پیچ پر بدیون کسی عذر کے اگرچہ ہمارے نزدیک درست ہر و بشرطیکہ حج ساری پیشانی پر ہو یا تھری ہر چنانچہ گذر گیا کہ سجدہ بعض پیشانی پر فرض ہر یعنی اگر پیچ ڈبک کر مانتے ہر گیا ہوگا تو غیر سجدہ کرنا مکروہ تشریحی ہر نہ یہ کہ سہر کے پیچ پر ہو اسلیے کہ اس پر سجدہ درست نہیں چنانچہ مصنف بیان کرتا ہر اما اذا کان الذکر دغلاً لاسہ فقط و سجد علیہ مقتضی ای ولو تصب لہ فرض جہتہ و کذا انفرد علی القول بہ لا یجوز لحدیہ السجود علی محلہ اور جنس صورت میں کہ پیچ صرف نمازی کے سہر ہو اور سجدہ کرے اس پر کھٹا کر کے یعنی زمین کو نہ اسکی پیشانی لگے اور ذناک اس قول کے بموجب کہ ناک پر کھٹا و درست ہر سجدہ درست ہوگا بشرط ثبوت سجدہ کے اپنے مقام پر یعنی محل سجدہ ناک اور ماتھا ہر و جیب یہ دونوں یا ایک زمین پر نہ لگے تو سجدہ جائز ہوگا و لا یستلزم طہارۃ المكان و انہ یجوز علیہم کہ اگر منی و النکاح عند غاقلون اور فتح ملتی میں ہر کہ زمین پر شرط ہر کہ سجدہ کی جگہ پاک ہو اور نہ کہ پیچ کے نیچے سے زمین کی سختی نمازی کو معلوم ہوئی ہو اور لوگ اس شرط سے غافل ہیں ہم شامی نے کہا کہ زمین کے حجم معلوم ہونے سے یہ مراد ہر کہ اگر نمازی سجدہ میں نور کرے تو سر ترید و نیچے کو نہ دلو و سجد علی کہہ او فاصلاً ثوبہ حتی لو لمکان للیسوط علیہم لک طہرہ و لا کما لعل سجودہ علی طہرہ فیضیہ اتفاقاً اور اگر سجدہ کرے اپنی استین پر یا پیچ ہوے کہ پیرے ہر تو درست ہوگا بشرطیکہ جس جگہ استین یا پیچ ہو اکترا پھیلے ہو و پاک ہو اور اگر وہ جگہ پاک نہ ہوگی تو سجدہ درست ہوگا جب تک کہ دوبارہ پاک جگہ پر سجدہ کرے اور پاک جگہ پر سجدہ دوبارہ کرنے سے بالاتفاق درست ہو جائیگا طحاوی نے کہا کہ شلح مشدات نماز میں ذکر کر گیا کہ ناپاک جگہ میں سجدہ کرنا نماز کا مفسد ہر گو دوبارہ پاک جگہ پر کرنے تو یہ بیان اس کے مخالف ہو اور یہ جو فرق کیا گیا ہر کہ میان سجدہ کی جگہ میں اگر ہر اور وہاں بدیون حاصل کے سجدہ ہر تو یہ وجہ بعید ہر و کذا لیس لکل متصل و یغنیہم کہ کھٹا کر کے ہر و بعد ذکر کر کے ہر لیکن صحیح لیس لکھتہ و اور اسی طرح حکم ہر ہر خبر کا جو نمازی سے ملی ہو یعنی اس پر سجدہ صحیح ہر بشرطیکہ اس کے نیچے کی جگہ پاک ہو اگرچہ متصل خبر نمازی کا خبر ہو مثلاً اسکی متصلی صحیح تر قول میں اور اسکی مان اگر کسی عذر سے ران پر سجدہ کرے مثلاً نیت کے ذریعہ سے عین صحیح ہر سجدہ و ثوبہ لیکن جلی نے تصحیح کی ہر کہ کھٹا بھی مثل طواف کی ہر یعنی عذر سے اس پر سجدہ درست ہو اور بلا عذر دونوں پر درست نہیں کذا فی الطحاوی و کذا بسط ذلک ان لم یکن عذر و لک او حصاً او خرا و یزید کائنہ مترشح اور مکروہ ہر چنانچہ استین وغیرہ متصل خبر کا سجدہ کے لیے اگر سجدہ کی جگہ طہر یا لنگر یا گرمی یا سردی نہ ہو اسلیے کہ یہ فعل کسب ہر

ہم جلی میں قناتی سے منقول ہے کہ بچے پائوں کی انگلیوں کو بھی حتی الوسع قبلہ رخ رکھے چہرہ بر سبکین و نقل میں سنون بہو کی قید سیل لگانی کہ اس میں تعریف منقول ہے یہ کہ جسے چاہے اس طرح بیٹھ کر کثرت فی الطحاوی و یصح منہ علی فخذہ الیمن و یسیر علی السری و یسیر اصابعہ من فرجۃ قلیلۃ اعالا اطرافہا عند رکتہ و لا یأخذ الرکتۃ ہذا کما صح للتوجہ للقبلة اور کہنے اپنا دامنہ ہاتھ دہنی ران پر اور یا یان ہاتھ بائیں ران پر اور پھیرا دوسے اپنی انگلیاں ہاتھوں کی تھوڑی سی فوج پر کر اور کہ انگلیوں کے سرے دونوں گھٹنوں کے پاس نہ رکھے نہ لاکو بھی صحیح تر ہے اس لیے نہ رکھے تاکہ انگلیاں سب قبلہ رخ رہیں کیونکہ پکڑنے کی صورت میں کی طرف متوجہ ہو جائیں گی اور سر خیز نہ لاکو پکڑنا بھی جائز ہے مگر افضل نہ پکڑنا ہے کذا فی الشامی عن ابی ہریرۃ لا یشیر بسبائتہ عند الشہادۃ و علیہ الفتویٰ کافی المولوی الحنفی و التھنیس و عمالہ المحدث و حاتم الفتاویٰ لکن المعتمد ما صححہ الشراح و کاتب المتأخرین کالکمال و الحلی و البیہقی الباقی و فیہ السلام جد و غیر ہذا نہ یشیر لعلہ علیہ الصلوٰۃ والسلام و نسبوہ للمحمد و اکرامہ بل فی متنہ درالبحار و شرح غریبہ کذا المحدث بہ عند نا ائمہ یشیر بلسانہما بعد کلام اور اشارہ کرے اپنی سبایا انگلی سے ائمہ ان لالا الالہ اندک کہنے کے وقت اور اسی پر فتوے ہے چنانچہ ولولہ الجید و تھنیس اور عمدۃ المفتی اور اکثر فتاویٰ میں ہے مگر قول مندوہ ہے جس کی تصحیح کی ہے شاہین نے مخصوص متاخرین کمال و جزئی و بعضی و براقانی و شیخ الاسلام جداورنگے سوا اوروں نے کہ اشارہ کرے بسبائتہ کہنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور نسبت کیا ہے ان لوگوں نے اس قول کو امام محمد اور امام عظیم کی طرف بلکہ درجہ کے متن اور اس کی شرح غرالاؤ کارمین ہے کہ منقہ بہ من خضوع و تروکید ہے کہ اشارہ کرے اپنی سبایا سے سب انگلیوں کو کھلا کر ہر شامی نے کہا کہ درجہ اور اس کی شرح سے یہ نہیں پایا جاتا کہ اشارہ کرنے میں انگلیاں سب کھلی ہوں بلکہ غرالاؤ کارمین تصحیح ہے کہ منقہ یہ اشارہ کرنا ہے سبایا سے ترین کے عقد کی حدیث پر جیسے امام شافعی اور امام احمد فرماتے ہیں سبایا کو لالا کہنے کے وقت اسٹھا کرے اور لالا اندک کہنے کے وقت بلکہ اور ہی قول ہے امام اعظم اور محمد کا اور بہت آثار و احادیث اس کیفیت پر طرل ہیں انتہی تو شرح کا یا سطر اصابعہ شرح سے نقل کرتا غلط ہے خلاصہ یہ کہ اس مقام پر خضوع میں دعویٰ قول میں ایک یہ کہ تمام انتہات میں ائمہ ان لالا الالہ اندک کے پیشتر نہ انگلیاں کھلی رکھی اور جب اس کے کو کہے تو ترین کا عقد کر کے اشارہ کرے یعنی حرف لا پر سبایا اسٹھا کرے اور لالا اندک پر رکھے یہ دوسرا قول متاخرین تر ہے کہ یہ حدیث اسو کہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث صحیحہ میں ثابت ہوا ہے اور ہمارے ترین اماموں سے اس کا منقول ہونا صحیح ہے اور یہ جو شراح نے لکھا ہے کہ کھلی انگلیاں رکھ کر اشارہ کرے اور اس مانہ کے عوام میں ہی مروج ہو رہا ہے تو میں نے کسی کو نہیں سنا کہ اس قول کا قائل ہو بخیر شراح کے یہ بتیخت شریکالی عن الیرقان پس جب شراح کا کلام جمہور شارحین لکھوں اور پچھلوں کے مخالف شجرہ اوجبہ ہر وہ علمائے حق اسی پر کھڑا چاہیے یعنی ترین کا عقد کر کے اشارہ کرے نہ انگلیوں کو کھلی رکھ کر دئی الشریعہ لایۃ عن البرہان الصمیم ائمہ یشیر بصحتہ وحدہ اے فہما عند الحق و یصح عندہ کلمات و احادیث کہ نابا لیسیمہ عاتق لا یشیر کہ خلاف الدایۃ والردایۃ و بقولنا بالمسخر غمما قبل یفقد عندہ اشارۃ انتہی اور شریکالیہ میں برمان سے منقول ہے کہ صحیح یہ ہے کہ تمنا انگشت شہادت سے اشارہ کرے یعنی دونوں سبایا سے اشارہ کرے اور اشارہ کرنے میں انگشت شہادت کو نفی لینے خوف لاکہنے کے وقت اسٹھا کرے اور اثبات لینے لالا الالہ اندک کہنے کے وقت رکھ دے اور مجھے جو اس قول میں صحیح کی قید لگائی تو اس سے ہے اس قول پر صحیح سے اقرار کیا کہ اشارہ کرے اس طرح نہونیکہ یہ وجہ ہے کہ اشارہ نہ کرنا خلاف ہے عقل و نقل کے اور تمنا انگشت شہادت ہے اس لیے کہا کہ اس قول سے اقرار ہے کہ اشارہ کے وقت ترین کا عقد کرنا تمام ہوا قول شریکالی کا ہم اور معلوم ہو چکا کہ اشارہ کرنا بدعت ہے کتب نہ کہ خلاف ہے بلکہ الیسی طرح اشارہ کرنا کہ کوئی قائل نہیں اور اشارہ کرنا نہ خلاف عقل ہے اس لیے اشارہ کرنے سے نفی اور اثبات جو زبان سے نکلتا ہے اس نفی اور اثبات کے موافق ہو جاتا ہے جو انگلی کے اشارہ سے کیا جاتا ہے اور یہاں سے مطالعت قولی اور عقلی عقلا محمد ہے اور اشارہ کا نہ کرنا ایک خلاف پڑتا ہے اور مخالف نقل ہو نا اس طرح کہ امام محمد نے موطا اور کیا تصحیح میں روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اشارہ کرتے تھے پھر کہ ہم کرتے ہیں جو کہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اور ہی قول ہے امام ابو حنیفہ کا اور کتاب الامالی میں منقول ہے کہ امام ابو حنیفہ بھی اشارہ کرتے تھے جب تمام اشارہ پر مبنی ہو گئے اور احادیث صحیحہ سے اس کا ثبوت قرار دیا جی ہو گیا تو اب اگر کوئی جاہل اپنے نفس کی شہادت کے نفی میں ضعیف پر عمل کر کے اشارہ کرے

کثیراً ولا یغیر الذلّ لوجہ الا انت فاعظم فی مغفرتہ و من عندک وارحمی انک انت الغفور الرحیم تو امت والوں کو چاہیے کہ خاص اسی دعا کو پڑھا کرین اضطراب قیہ
 کلامہم دلا سیما المصنف والمختار کا حالہ الجبلان ماہوں فی القرآن اوفی الحدیث لا یفسد و ما لیس فی احدھما استعمال طلب من الخلق لا یفسد
 ولا یفسد لوفیل فی التشریح و ما لیس بابین فقہا کلام پر نشان ہے خصوص مصنف کا کہ کہیں کچھ ہے اور کہیں کچھ اور مختار جو جب قول طلبی کے یہ ہے کہ جو دعا قرآن یا حدیث میں ہو
 وہ مفسد نماز نہیں اور جو دعا قرآن یا حدیث میں سے کسی میں نہیں تو اگر اسکا مانگنا خلق سے محال ہے مثلاً اغفر لعی یعنی میری چچا کی مغفرت کر تو مفسد نماز نہ ہوگی اور
 اگر اسکا مانگنا خلق سے محال ہوگا جیسے یون کہنا کہ اکی مجھ کو تمک دے یا تیل دے وغیرہ تو مفسد نماز ہوگی بشرطیکہ دعا مذکورہ مقدار التیات سے پیشتر ہو و لا تنویہ
 عالم یتذکر بعد تلاقی التفسیر و مطلقاً ولو لعی او لعی و لا الذلّ رنق صالح یقینہ ہاں دعویٰ کا استعمال فی الجہاد مجازاً اور اگر مقدار التیات سے
 پیشتر نہ پڑھے بلکہ استغفر کے بعد پڑھے تو نماز اس پر پوری ہو جائیگی یعنی کہ اسب تحریری کے ساتھ کذا فی الطحاوی نماز پوری ہوگی جب تک کہ سجدہ نماز یا تلاوت یا ذکر
 تو فاسد نہ ہوگی دعا بے غفلت سے مطلقاً یعنی خواہ وہ دعا قرآن میں ہو یا نہ ہو اگرچہ دعا یون کرے کہ اکی مجھ سے میرے چچا یا عمو کو اور اسی طرح فاسد نہ ہوگی نماز طلب
 رنق سے اگر اسکو مقید مال وغیرہ سے نہ کر لیا واسطے استعمال پھر رنق کے بندوں میں بطور مجاز کے ہم سجدہ تلاوت اور سجدہ نماز کے یا نہ پڑھنے کی قید اسلیے لگائی کہ اُنکے
 یا دہونے سے قاعدہ اخیرہ باطل ہو جاتا ہے تو دعا نماز کے صحیح میں واقع ہوگی اسلیے مفسد ہوگی اور طلب رنق میں مال کی قید اسلیے لگائی کہ رنق تو خاص خدا کا
 مال کا ہم ہے بندہ صرف مال کا اسلیے مال ہو چکا سکتا ہے اسلیے رنق مقید مال سے نماز فاسد ہوگی مثلاً یون کہنے سے کہ اکی مجھ کو مال روزی کر اور جو نہ کہ بندہ سے کے اختیار
 میں سبب رنق کا ہے نہ رنق اسلیے شائع ہوتا ہے کہ رنق دینے کا استعمال بندوں کے حق میں مجازاً ہو کر تا ہے نہ حقیقتہً تفسیر سلیم عن عینہ و لیس الا حق
 ہی یہ سخن خدا ہے پھر سلام پھر ہے منہ پھر کر داپنے اور بائیں کو اسقدر کہ سفیدی اسکے خسار کی پہچنے کے نماز پڑھنے والے کو دکھائی دے یعنی داپنے خسار کی دعا
 طرف کو منہ پھرنے میں اور بائیں کی بائیں طرف کو پھرنے میں ہم کامل تر سلام پھرنے میں پکھتا ہے داپنے اور بائیں السلام علیکم ورحمۃ اللہ تو اگر صرف السلام علیکم
 یا سلام علیکم کہ لگا تو کافی ہوگا مگر نازک سنت ہوگا اور داپنے بائیں کو منہ پھرنے یا سبب ہو کذا فی الطحاوی و لو عکس سلیم عن عینہ فقط و لو تلقاء
 و جہم سلیم عن لیساکہ لحد اور اگر اُلٹا کیا یعنی بائیں طرف اول سلام پھیرا اور داپنی طرف پہچھے تو سلام پھیرے صرف اپنے داپنی طرف اور اگر سلام پھیرا اپنے
 کی طرف تو دوسرا سلام بائیں طرف کو پھیر دے یعنی سامنے کا سلام قائم مقام داپنی طرف کے ہو جائیگا دوسری لیساکہ انی بھا لیس لیس لیس فی الکاح
 اور اگر بائیں کو سلام پھیرنا بھول گیا تو اسکو ادا کرے جب تک کہ قبلہ کو پشت نہ پھیری ہو صحیح تر قول میں اور نہ کلام کیا ہو شامی نے کہا کہ بحر الرائق میں ہے کہ سلام
 ادا کرے جب تک کہ مسجد سے نہ نکلا ہو گو قبلہ کو پشت کر لی ہو اسلیے شائع ہے صحیح کی قید لگادی کہ بحر الرائق کا قول محل باوجودہ متقطع التحدید و لحد ہوا و قدیم اور
 منقطع ہو جاتی ہے تحریر ایک طرف کے سلام پھرنے سے کذا فی البرہان اور سیکلہ پیشتر گذرا یعنی واجبات نماز میں بیان ہو چکا ہے کہ اقتدا تمام ہو جانا سلام اول پیشتر
 لفظ علیکم کے فی التنازع حایۃ ما شرع فی الصلوٰۃ منی فلل احد حکم للثنی فیحصل التحلیل بسلام واحد فیحصل بالثنی و تقید الزکر بجدۃ
 واحد و تکمیل بجدۃ ثلث اور تا تارخانہ میں ہے کہ جو غیر نماز میں دو مشروع ہوئی ہو تو اس میں سے ایک کے لیے حکم دو کا ہے اس لیے نکلا کہ نماز میں حلال ہونا ایک سلام
 حاصل ہو جانا ہے جیسے دو سے حاصل ہوتا ہے اور رکعت ایک سجدہ مقید ہو جاتی ہے جیسے دو ہوئی ہے یعنی اگر فقہہ اخیرہ بھول کر مثلاً گھر سے گیا اور ایک رکعت رائد پڑھی تو صحیح
 رکعت مذکور کو ایک سجدہ سے مقید کیا فرض باطل ہو جائیگا کہ ایام ان اتم التہجد کا ما و مقتدی سلام پھرنے امام کے ساتھ ہی اگر التیات پڑھ چکا ہو چکا ہو چکا ہو چکا ہو
 یعنی اگر التیات پوری نہ ہو تو اسکو پوری کر کے سلام پھیرے اسلیے کہ التیات بھی واجب ہے اور ثلث انام بھی واجب ہے حالانکہ فرضی تہجد اول پر نہیں کذا فی
 الجلی دلا چہرہ بلوغ تم یعنی سلام کا تمام بل بقیہ فقہہ وحدہ علیہ کلا شفاء حرمتہ فلا یسکر او یمنی نکلتا و مقتدی نماز سے امام کے سلام جیسی پھر
 بلکہ ایک کھل کھل کر سننے اور قیہ دینے و وضو پڑھنے مقتدی نماز سے باہر ہو جائیگا بسبب بے حرمت نماز کے تو اس صحت میں مقتدی امام نے جیسے ہر پہلی صوت اسطرح ہے

اور خانیہ میں ہر کہ سبب ہو امام کو بھڑکا دینے کی طرف یعنی نمازی کے بائیں طرف نفل پڑھنے یا وظیفہ پڑھنے کو جس کا فی المذنبین تحویلہ عینا و شاکا و اما ما
 وحلقا و ذہابہ لیسۃ و استبقا لہ الناس بوجہ دلو و دوسرے حال کے بعد لیکن بجزانہ مصلیٰ و لو بعد کعلی اللہ اہب اور منہ میں امام کو اختیار دیا ہو
 چاہے دینے کو پھر چاہے بائیں کو چاہے آگے اور پیچھے کو چاہے گھر کو چاہے چاہے کوٹوں کی طرف اپنا منہ کرے اگرچہ جماعت دس سے کم ہو وہ بشرطیکہ امام کے سامنے کوئی نمازی
 نہ ہو ورنہ پڑھنا منظر بہر بہب کے بموجب ہم منہ میں اختیار دینے کی وہ صورت ہے جس میں فرضوں کے بعد سنتیں ہوں اور لوگوں کے طرف منہ کر نیکی وہ صورت ہے کہ فرضوں کے
 ایک سنتیں ہوں اور دس مردوں سے کم کی قید اس لیے لگائی کہ جن لوگوں نے یہ کہا ہو کہ دس مردوں کی جماعت ہو تو منہ کرے نہیں تو نکرے ان لوگوں کا قول یہ اصل ہے
 اور یہ جو کہا کہ امام کے سامنے کوئی نمازی نہ ہو اگرچہ دور ہی پڑھتا ہو تو یہ ضرور دس مذکورہ دیگر طریقہ میں یوں کہا ہو کہ جب امام کے اور نمازی کے بیچ میں کوئی تیسرا شخص
 ہو جس کی پشت نمازی کی جانب ہو تو امام کے منہ پھرنے میں کچھ کراہت نہیں تیسرا شخص بچہ یا سترہ کے ہو جائیگا چنانچہ فقہائے اقصیٰ کی ہے کہ اگر ایک شخص کے منہ کی طرف
 نماز پڑھے اور دونوں کے درمیان تیسرا شخص ہو جس کی پشت نمازی کی طرف ہو تو مکروہ نہ ہوگا اور شائد ظاہر نہ ہو میں امام محمد نے تیسرے شخص کے حامل ہونے کی اس لیے قید
 نہیں لگائی کہ اسکا حال معلوم ہے ہر اشیائی کذا فی الشامی

فصل

یہ فصل ہے قرأت کے احکام میں چونکہ اور ارکان کے نسبت کر قرأت سے زیادہ احکام متعلق تھے اچھے انکو جدا گانہ بیان کیا دیجھ اھتمام وجوہ الحیضہ فانہ علی النساء اور
 پکار کر پڑھے امام بطور واجب و طاقی جماعت کے لیے جقدر جماعت ہو اسی قدر آواز بلند کرے پھر اگر حاجت سے زیادہ پکار کر پڑھیکا تو مجرا کر لیا ہم وجہ ہر کی موافقت آنحضرت صلی اللہ
 وسلم کی ہے ہر پکار کا فی الطحاوی دلو انتم بعد الفاتحۃ و بعضہا من الاعادھا جھ لکن فی آخر شرح المنیۃ انتم بعد الفاتحۃ مجھ بالسورۃ ان
 قصد الہامۃ و لا فلا یلزمہ المحض اور اگر اقتدا کیا نمازی کا کسی بعد کمال فاتیما بخوری سی یا تم آہستہ پڑھنے کے تو فاتحہ کو ہر سے اعادہ کرے کذا فی البحر المنیر آخر
 شرح منیۃ میں ہر کہ اقتدا کیا نمازی کا بعد فاتحہ کے تو وہ سورہ کو پکار کر پڑھے اگر امام ہو نیکیا قصد کرے ورنہ پکار کر پڑھنا اسکو ضرور نہیں ہم بحر الرائق میں وجہ سے اعادہ کر لیا
 یہ لکھی ہے کہ دوسرے کے اقتدا کی سبب جہر سے واجب ہو گیا اب اگر طرف باقی قرأت کو پکار کر پڑھتا ہو تو ایک ہی رکعت میں آہستہ پڑھنا اور پکار کر پڑھنا جمع ہو جائیگا ہر حال میں
 یہ امر بڑا ہی اہم ہے اگر آہستہ پڑھتا ہو تو ہر کے واجب ہو نیکی بعد آہستہ پڑھنا واجب ترک ہے اس لیے اعادہ ہر سے ضرور ہوا اور اس قول کو خلاصہ سے نقل کیا ہے اور خلاصہ میں اصل سے
 منقول ہے پس قول شجر منیۃ کا جو شراج نے لکھا ضعیف ہے اور یہ جو کہا کہ اگر امامت کا قصد کرے یہ بھی ضعیف ہے کیونکہ نیت امامت کا اعتبار بجز عورتوں کے امام ہونیکے اور کسی جا
 نہیں لکھا فی الطحاوی فی الفہر و اولی الحشائین اداء و قضاء و جمع و عند نیت و یا وید و یو بعدہا ای فی مصنف فقط التواتر امام جہر کے نماز میں اور جہر
 اور عشائی پہلی دو رکعتوں میں اور پھر یا ضا اور وجہ اور دونوں عید کی نماز میں اور تراویح میں اور تراویح کے بعد کے وتر میں لینے صرف رمضان کے وتر میں پکار کر پڑھے
 بسبب تواتر کے لینے سلف سے ایسا ہی منقول جلا آتا ہو قلت فی تفسیرہ بعد ہا نظر لھم فیہ وان لم یصل التی او علی الصبح کما فی مجھ الاصل میں کہتا ہوں کہ مصنف نے
 جو وتر میں بعد اکی قید لگائی تو اس میں کلام ہے اس لیے کہ امام وتر میں جہر کرے گا اگرچہ اسے تراویح نہ پڑھی ہو نہ جہر صحیح پڑھا نہ صحیح الانہر میں ہے لینے مصنف کے قول سے ایسا ہر تراویح
 کہ جہر اس صورت میں ہو کہ وتر بعد تراویح پڑھنے کے پڑھے حالانکہ قبل تراویح اگر وتر جماعت سے پڑھے تو اس میں جہر واجب ہے شامی نے شراج کا جواب یہ دیا کہ تراویح رمضان میں ہونی پڑ
 اور اگر بعد کے وتر جہر رمضان میں ہونے کو بعد اسے یہ مطلب ہو کہ رمضان کے وتر میں جہر کرے اور وتر میں میں نعم فی القسستان تبعاً لفقہائے کرام بلحاظہ و عند الفقہاء
 کعید و جنم الجھ افضل بان قستانی میں تبیین قاعدی مذکور ہے کہ سوائے فرضوں کے اور جہر نمازوں میں آہستہ پڑھنے سے سجدہ سونہن ہر مثل عید اور
 وتر کے این جہر افضل ہے ہر شامی اور طحاوی کا کہ قستانی نے بعد اس عبارت کے یہ کہا ہے کہ اصح یہ ہے کہ عید اور وتر میں جہر کرے لینے وجوہ ایضا انہ کتب مروجہ میں ہے
 دیکھو وغیرہا و کان علیہ السلام مجھ فی کل ثم ترکہ فی الظلم العصر للعدم اذ کی لکھا کذا فی و آہستہ پڑھے نمازوں اور رکعتوں مذکورہ بالا کے سوا میں اسکا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نسب نمازوں میں جہر کرتے تھے پھر جہر کو ظہر اور عصر کی نماز میں ترک کیا بسبب کرنے ایذا کفار کے کذا فی الکافی ہم آپ شروع میں جب نمازوں میں جہر فرماتے تھے اور مشرک آپ کو ایذا دیتے تھے اللہ جل شانہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیان دیتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَلَا تَجْعَلْ لِّصَلٰوَتِكَ فَخًا تَخَافُ يَحْزَنُهُ الْيَتٰمٰی وَلَا تَجْعَلْ لِّصَلٰوَتِكَ فَخًا تَخَافُ يَحْزَنُهُ الْيَتٰمٰی سبب الا یعنی نہ کل نمازوں میں جہر کرو نہ کل میں آہستہ پڑھو بلکہ ان دونوں کے درمیان ایک راہ تلاش کرو کہ رات کی نمازوں میں جہر کرو اور دن کی نمازوں میں آہستہ پڑھو بعد اس کے آپ ظہر اور عصر میں آہستہ پڑھا کرتے کیونکہ کفار ان دونوں وقتوں میں ایذا دیتے تو مستعد رہتے تھے اور مغرب میں چونکہ کفار کھانے میں مشغول رہتے اور عشاء وغیرہ میں سوتے ہوتے اس لیے ان تین وقتوں میں آپ پکار کر پڑھا کرتے اور جہر اور عیدین ایچہ مدینہ منورہ میں قائم رہیں وہاں کفار کا زور تھا اس لیے پکار کر پڑھی کذا فی الطحاوی عن الحلبي كنتفل بالنيار فانه يفسر جيسے نقل پڑھنے والا دن کو کہ وہ بھی آہستہ پڑھے وَيُخَيِّرُ الْمَشْرُقُ فِي الْجَهْرِ وَحَضْرًا فَضْلًا وَيَسْقُو بِأَفْهَامِهِ الْإِدْقِيَّ وَرَمَّارِي تَهْمَا پڑھنے والا جہر میں اور جہر کرنا اس کے لیے افضل ہے اس لیے کہ نماز جماعت کی صورت پر ہو جائیگی اور کفایت کرے اور جہر پر یعنی زیادہ آواز سے نہ پڑھے یہ اختیار اس صورت میں ہے کہ نہ پڑھے اور نماز پڑھے وفي المسئلة تيجان حقا على المذهب او نماز سری میں آہستہ پڑھے بطور وجوب کے خاصہ مذہب پر یعنی اگر پکار کر پڑھنا تو سجدہ سولازم ہوگا لکن نقل باللیل منصرفا فلو لم يجز بغيره المنقل للمض من يلقى جيسے مختار ہے آہستہ اور پکار کر پڑھنے میں کمال افضل پڑھنے والا تناسیل اگر امام ہو یعنی نوافل کو جماعت سے بڑھ کر تو جہر کرنے نسبتاً تابع ہونے نقل کے واسطے فرض ہے یعنی جہر میں نقل فرضوں کی تابع ہے کذا فی الزلیح وَيُخَافُ الْمَشْرُقُ حَقًّا أَيْ وَجوبًا ان خفض الجهر به في وقت الصلاة كان ضلًا العشاء بعد طلوع الشمس كذا ذكره المصنف بعد هذا الوجه قلت وهكذا ذكره ابن الميثاق فتعبر من المذاكره يجب ان يقرأ على الجهر كما في الصلاة اور آہستہ پڑھے مفرد بطور وجوب کے اگر تھا پڑھے جہری نماز کو آہستہ پڑھنے کے وقت میں مثلاً عشاء کی نماز سوچ لکھنے کے بعد پڑھے ایسا ذکر کیا ہے اسکو مصنف نے بعد جہر کے شمار کر نیکی میں کتابوں اور اسی طرح ذکر کیا ہے اسکو ابن ملک نے شرح منارین قضایا بحث کے ذیل میں آہستہ پڑھے صحیح ترقول کے بموجب چنانچہ ہوا یہ میں ہر وقت مخافت کی قید اس لیے لگائی کہ اگر جہری نماز کو جہر کے وقت میں قضا کرے تو مختار ہے چاہے آہستہ پڑھے چاہے پکار کر کذا فی الحلبي لكن تعقبه في غير واحد من المختارين لکن بسبق من لم يسمع حقا لم يسمعها بخير لیکن اس قول پر اعتراض کیا ہے بتوں نے اور ترجیح دی ہے مفرد کے اختیار دینے کو آہستہ اور پکار کر پڑھنے میں جیسے وہ شخص کہ جہر کی ایک رکعت پڑھے اور پھر اسکو پڑھنے لگے کہ اسکو بھی اختیار ہے چاہے آہستہ پڑھے چاہے پکار کر طحاوی نے کہا کہ مغرب اور عشاء اور غیر کے مسنون کا بھی یہی حال ہے اس لیے کہ مسنون مثل مفرد کے ہے فقہاء کے اقوال میں دادی الجہر اسام غیرہ اذنی المخافه اسماء نفسه ومن يعنى به اوراد نے وجہ جہر کا سنا نا غیر کا ہے یعنی جو اس کے قریب ہو کذا فی الشامی اور ادنی درجہ آہستگی کا سنا نا ہے آپ کو اور اپنے قریب شخص کو فلو سمع رجل أو رجلا من الخلف أو من الجانب لم يسمع الكل خلاصہ پھر اگر ایک یا دو آدمی سنا تو اس کو سنا تو جہر ہوگا جہر یہ ہے کہ سبب میں کذا فی الخلاصہ ہم فتاویٰ نے اس پر اعتراض کیا ہے کہ اگر عبادت بہت ہو اور سیکو آواز نہ پہنچے تو چاہیے کہ غیر منوشاخی نے اس کے جواب میں یہ کہا کہ کل سے مراد کل آدمی نصف اول کے ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ جواب نا تمام ہے کیونکہ نصف اول بھی بعض اوقات اتنی قوی ہوئی ہو کہ کل نصف میں آواز نہیں پہنچتی تو بہتر یہ ہے کہ کل سے مراد گرد و پیش کے سب آدمی یعنی جائیں جو بہت دور ہوں نہ نزدیک یا یہ کہ کل سے مراد جمع ہو یعنی بہت لوگ سنیں نہ صرف ایک یا دو یعنی اذنی المؤمن کو مرقی کل ما یخلق بنطق کسقفہ علی بیحد وجودی سجدة ثلاثہ وطاق وطلاق واستتباع وغیرہا وطلاق واستتباع اولیہم نفسہم لیس فی الکامہ اور بخاری ہی یہ مذکور ہے اذنی اذنی درجہ آہستہ کہنے کا یہ ہے کہ آپ نے اور بار والا نے نہ ایک بات میں جو اولیہ سے ملاقہ رکھتی ہے مثلاً البسم اللہ کما دیمی پر اور واجب ہو اسجدہ تلاوت کا اور اذکرنا اور طلاق دنیا اور انشاء اللہ کما اور سوا اس کے پھر اگر طلاق دی یا انشاء اللہ طلاق دینے خواہ لانا وکریکے بعد کہنا اور اپنے آپ دسنا تو طلاق اور استتباع استتباع سوا صحیح ہے قبول میں ہم استتباع کی ضرورت ہے کہ اپنی زوجہ کو کما انت طالق انشاء اللہ لیتے تو طالق ہی اگر خود اپنا یا غلام کو کہانت حر انشاء اللہ لیتے تو آزاد ہو اگر خود چاہے اور انشاء اللہ ایسی طرح کہ اس کی اپنی سنا تو استتباع سوا اور زوجہ طلاق ہو جائیگی اور غلام آزاد ہوگا اور صحیح کی قید اس لیے لگائی کہ اگر کسی نے غلام کا نام کارون صحیح کا لکھا

سُطْرًا یا بِرُكُوعٍ آپ نے یا سنین تو کُرفی کے قول کے بموجب ہوتا تھا کہ اگر کُرفی کا کُرفی نہ ہوگا کُرفی الشامی دُفیل فی نحو البیع لیشترط سماع المَشْرُوعِ اور لَعْنَةُ كُفْرٍ بِرُكُوعٍ
جیسے تصرفات میں سنا مشرعی کا شرط و طحاوی کہ اس قول کی بھی تصحیح ہوئی براؤنیل سے مراد وہ معاملات ہیں جن میں مبادلہ ہو یا قبول غیر پر موقوف ہوں دلو
وَلَا سَوَاءٌ أَوَّلُ الْعَصَاءِ مِثْلًا وَلَا عَمَلٌ قَرَأَ هَا كَيْفَ بَلَوَّ حِلَّ بِنَامِ الْفَاتِحَةِ تَحْتَ الْخَطِّ الْيَسِيرِ كَالْحَجْمِ بِتَجْهِدٍ وَخَفَا خَتَرُ كَلَامِ شَنِيعٍ اور اگر عشا کی پہلی دو
رکعتوں میں ثلاثہ سورہ کو چھوڑا اگرچہ جائز نہ تھا تو واجب بقول بعض مستحب ہے کہ سورہ کو مع الحمد کے پچھلے دو رکعتوں میں پڑھے اسلئے کہ اگر صرف سورہ کو پکار کر
پڑھیکھا اور الحمد کو آہستہ تو ایک رکعت میں چھوڑا آہستہ پڑھنا صحیح ہوگا اور جمع کرنا ان دونوں کا ایک رکعت میں بڑا ہی ہم شارح نے استیجاب کو قیل کر کے بیان کیا تاکہ
معلوم ہو کہ اصح قول وجوب ہے کہ جو رکعت کی طرف جامع صغیر میں امام محمد نے اشارہ کیا ہے کُرفی الشامی دُفیل تو تذکرہ ہا فی ذکر حدیث قرأھا دعا عاذا لک لک ع اور اگر سورہ کو
یا دیکھا رکوع کے اندر تو کُرفی سورہ کو پڑھے اور رکوع دوبارہ کرے اسلئے کہ ترتیب و میان اُن ارکان کے جو مکرر نہیں فرض ہو تو اگر دوبارہ رکوع نہ کرے تو نماز فاسد
ہو جائیگی کُرفی الشامی دُفیل تو تذکرہ الفاتحۃ فی کلام الیوم لیتضمنہا فی کما تضحیٰ یدین للفقہ مکرر اسھا اور اگر پہلی دو رکعتوں میں الحمد کو ترک کیا تو اسکو بھلی دو میں
ختم کرے بسبب انہم نے ذکر ارفاق کے لئے پچھلی رکعتوں میں فاتحہ دوبارہ جو جائیگی حالانکہ مکرر پڑھنا فاتحہ واجب ہے دلو تذکرہ ہا فی ذکر حدیث قرأھا دعا عاذا لک لک ع اور اگر
فاتحہ کو رکوع کے پیش پڑا دیکھا تو فاتحہ پڑھے اور سورہ کو دوبارہ پڑھے بطور وجوب اسلئے کہ ترتیب فاتحہ اور سورہ میں واجب ہے کُرفی الشامی دُفیل کہ قبل رکوع قید نہیں اسلئے کہ اگر
رکوع کے اندر یا رکوع کے بعد بھی اسکو پڑھ کر یا پڑھے جو سورہ کے یا پڑھے میں کیا تھا کیونکہ جمعہ کو کُرفی ہو کر پڑھنا واجب ہے تو فاتحہ تو سورہ کی نسبت کم از کم زیادہ ہو کر
الْفَتْحَةُ اَبَدٌ عَلَى الْمَذْهَبِ مَعْلُومَةٌ فَطَالَمَا تَقَرَّرَتْ مِنَ الْقُرْآنِ مَتَرَجِمَةً اَقْلَبَ اسْتَعْلَمَتْ لِحَرْثٍ وَلَوْ تَقَدَّرَ الْكَلِمُ يَكْدُ اور قرض قرار کا جائز ہے پڑھنے کے غرض
صحیح ہوگا ایک آیت پڑھنا نہ ہو بلکہ بقول الم اعظم اور صاحبین کے نزدیک تین آیتیں چھوٹی یا ایک یا دو یا تین آیت فرض ہے کُرفی الشامی دُفیل طحاوی آیت اُخت میں بعضی علامت ہے اور غرض
فقہائین ایک جملہ قرآن سے بیان کرنے والا ہے جسکی ابتدا اور انتہا کا اعتبار کیا گیا ہو کُرفی الشامی دُفیل حاشیۃ الکشاف اس جملہ میں کم سے کم چھ حرف ہوں اگرچہ تقدیر ہوں
مثلاً لم یلک کہ بالفعل بلکہ حرفین مگر چونکہ اصل میں لم یولد تھا اسلئے تقدیر اچھوڑ کر حرف ہوئے کہ اذ اکانت کلمۃ فاکھصح عدم الصحۃ دل کرہ ہا صرا مکرر صحت
میں کہ آیت ایک کلمہ ہو تو صحیح قرآن درست ہونا نماز کا ہو کہ اس آیت کو نمازی چند بار کہے مثلاً ص یا ق یا ق وغیرہ کہ انکو چند بار کہنے سے بھی نماز صحیح نہ ہوگی کہ اذ احکم حکام
فیہی تذکرہ الفقہائین نے لیکن اگر کوئی حاکم حکم کر دے تو ایک کلمہ کی آیت سے بھی نماز جائز نہ ہوگی ذکر کیا ہے اسکو فقہائین نے ہم صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنے
علامہ کو کہا کہ اگر تو نماز صحیح پڑھے تو ازا دہر پڑھے نماز پڑھی حسین قرار دے ایک کلمہ کی آیت پڑھی خواہ اسکو مکرر پڑھا ہو یا نہیں بعد اسکا اس مقدمہ کی نالاشائیسے حاکم کے
بیان ہوئی جو اس طرح کی قرار سے صحت نماز کا قائل ہے تو اسے اس غلام کی لازادی کا حکم کیا پس یہ نماز کی صحت کا حکم لازمی منہ میں ہو جائیگا کُرفی الشامی دُفیل تو قرا
ایہ طویلہ فی الرکعتین فلا صح الصحۃ اتفاقاً کلامہ زید علی ثلاث یا اذ حصار قلہ الحلی اور اگر ایک آیت طویل دو رکعتوں میں پڑھی تو اصح صحیح ہونا ہی نماز کا
باتفاق امام اور صاحبین اسلئے کہ اس قدر پڑھنا زیادہ تر چھوٹی آیتوں کا ہوا اسکو حلی نے ہم لئے نصف آیت طویل صحت میں تین آیتوں کا ہوا ہوگی تو صاحبین قول ہے
بھی نماز درست ہوگی کُرفی الشامی دُفیل طحاوی وحفظہا فرض علیک تعین علی کل مکلف اور یاد کرنا ایک آیت کا فرض میں ہے پڑھنے پر شخص اقل یا کثیر مسلمان پر فرض نہیں ہے
وحفظہا جمیع القرآن فرض صحابہ و سنت علیہم السلام اور یاد کرنا سب قرآن کا فرض کفایہ ہے پڑھنے کے مسلمانوں کے یاد کرنے سے اسکا کچھ بھی یاد کرنا فرض نہیں ہے کیا
سب قرآن کا یاد کرنا سنت ہے ہر شخص کف کے لیے افضل ہے نفل پڑھنے سے ہم شامی نے کہا کہ اس میں شاذ ہے کہ سنت میں کسی میں ہوئی ہے اور کسی کفایہ تلاوت کا فرض صحت
میں ہوا وہ کسی جماعت پر محلہ میں سنت کفایہ ہے نہ قرآن کو بھول جانا حرام نہیں مگر حکم الیسا بھول جاؤ کہ قرآن صحیح دیکھ کر کسی نہ پڑھنا یا وہ کُرفی الشامی دُفیل فیہ و قلم
افضل ہے صحت اور کسی کفایہ افضل ہے ان دونوں کے لئے نفل پڑھنے اور باقی قرآن کے یاد کرنے سے ہم فقہاء عرود و مسائل میں ہیں جو رائے اس شخص کی جائز ہے
وہ اقل واجب کا سکھنا تو فرض میں ہوا باقی قرآن پر فرض ہے کہ جو صحت قرآن کا یاد کرنا فرض واجب ہے اور باقی کو یاد کرنے سے حکم الیسا افضل ہے اور میں نے یہ ذکر کیا

خواہر ادا نہ انہا نفسند و يكون تاسقاً و هو و عتد من الصلوات المأمورة طویر و درجہ تہ اول سے متحول ہوا کہ گاہ کے سچے قرار سے نہ نماز اس
 ہوئی ہوا درجہ تہ اول سے و الا فاسق ہو یا ہوا و تہ اول سے تاسقاً و هو و عتد من الصلوات المأمورة طویر و درجہ تہ اول سے متحول ہوا کہ گاہ کے سچے قرار سے نہ نماز اس
 صحابہ سے مالتوین جنہما علی طرفی اور عبد اللہ بن عباس اور عبد اللہ بن عمر اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں اور سادہ نماز کا قول متقابل ہوا صحیح قول کا کہ ہم
 میں نماز صحیح ہوا بل لیسیم اذ اجہز و نصبت اذا استقر فی الی ہدیہ و رضی اللہ عنہ کنا نقرأ خلف الامام فقل و اذا قرئ انفوان فاستمعوا له وانصتوا
 بلکہ مقتدی قرار تہ اول کے جسے وہ چاکر پڑھے اور چپ رہے جب آیت پڑھے بسبب قول حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ ہم ان کے سچے پڑھا کرتے تھے پس کہ نہ ان کا کہ جب
 قرآن پڑھا جاتا تو یہ سیکھنا و چپ رہتے ہم اس قول سے وجہ استدلال کی یہ کہ آیت میں دو باتیں مطلوب ہیں ایک قرآن کا سننا دوم سکوت کرنا تو سننا تو چہری نماز کے لیے مخصوص
 ہے مگر سکوت حال نہیں بلکہ وہ دونوں نماز میں منقطعاً واجب رہیں گے ان کی شامی داغ صلوات اللہ علیہ ایدہ و تعزیت و کذا الامام کا نہ شغل بغير القرآن
 و ما درجہ حمل علی الفعل ففر د ا کھا و مقتدی کہ پڑھے اگرچہ آیت ترغیب پڑھے یعنی جہنم کی حرمت اور ثواب کا ہوا آیت میں چپ پڑھے جس میں ذکر و فوج اور غلاب کا ہوا
 یعنی نہ سوال ثواب کا کہ نہ نہ غلاب پناہ ان کا بلکہ سکوت کرے اور بطرح امام بھی سوا قرآن کے آیت ترغیب ترغیب پڑھے کے دوسری دعا میں قول پڑھا جو کچھ اس باب میں چھ
 میں اردو ہوا ہوا وہ حالت نماز میں فعل پڑھنے پر حمل ہو گیا کہ پڑھنے پر سکون نظر و اجابت کے بیان میں نہ یہ سنا چل شایع کے کہ ما کہ ان متصلہ ہر شرط میں یعنی ابو داؤد میں بتیقا
 حذیفہ رضی اللہ عنہ ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات نماز پڑھی تو جس آیت حرمت پر گزریے وہ ان توقف فرما کر اپنے لیے سوال کیا اور جس آیت غلاب پر گزریے
 وہ ان وقف کر کے پناہ مانگی تو یہ نقل پر حمل ہو کر کذا الشامی و کذا الخطیبة فلا یأتی بما یفوت الاستماع ولو کتا یہ اور جہ سلام و ان صلے الخطاب علی النبی صلی
 اللہ علیہ وسلم الا اذا قرأ ایدہ صلوات علیہ رضی اللہ عنہ و نصبت لیسانہ علی ما مری صلوات و انصتوا اور اسی طرح حکم خطیب کا یعنی امام کے خطبہ
 پڑھنے کے وقت وہ بات نہ کرے جس سے سننا جائز ہے اگرچہ لایضا اسلام کہ جواب یہاں ہی ہوا و اگرچہ خطبہ پڑھنے والا نبی خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر درجہ پڑھے یعنی اس وقت بھی سکوت کرے مگر
 جب کہ خطیب یہ آیت پڑھے (صلوات علیہ) تو سننے والا خطبہ کا پوشیدہ نہ ہو دل میں درود پڑھے اور زبان سکوت کرے تاکہ دونوں مروں پر عمل ہو یعنی ایک حکم صلوات کا اور
 دوسرا انہما کا قول میں درود کہنے سے دونوں کی تعمیل ہو جائیگی شامی نے کہا کہ جو نماز میں جماعت ہو وہ خطیبین بھی امام پر درجہ پڑھتے کا ہوا یا نہ چکا عید کا سب میں سکوت واجب ہی
 اور نظام حال کو کہ امام اور اولیٰ خطیبین میں فعل نہیں والمبعید عن الخطیب والقریب سیاناً اختلاف فی الاضطرار و خطیب سے دور کا شخص و نیز ایک برابر میں سکوت کرنے کے
 فرض ہونے میں ہم شایع نے سکوت کو فرض کیا تعجیب بدایہ کا و نہ الفائق میں سکوت واجب کہا خطیبی کے کہ لکھا کہ وجوب ہی ہو ترغیب اس لیے کہ ترک سکوت مکروہ تحریمی ہر قریب مسائل
 فقہ شایع کے سبب الاستماع للقرآن مطلقاً لان العبادة لعموم اللفظ واجب و سننا قرار سے قرآن کا ہر حال میں یعنی نماز میں اور خارج نماز سے اس کے اعتباراً عموم لفظ کا
 ہم یعنی آیت فاتموا حین یأمرکم بالصلوات میں ہوا اگر حکام میں اعتباراً لفظ کے عام ہو نیسا ہر سبب کے خاص ہو نیسا ہر حکم وجوب استماع کا
 بے غرضی میں ہوا اور غرض کی صورت میں سننا واجب نہیں مثلاً اگر میں لو کہتا ہوں کہ اے ایسا آدمی اپنے کاہن پہلے سے مصروف ہیں تو نہ سننا واجب نہ ہو گا کی طرح جو شخص
 نماز میں تلاوت کرنے لگے تو باری اور کاروبار کرنے والوں پر سننا واجب نہ ہو گا کذا فی الشامی و لفظ لا یأمرک ان یفوت سورۃ و یعیدک ہانی التائیدہ کو پڑھنا تو نہیں اس بات کا
 کہ پڑھے ایک صورت ایک رکعت میں اور پھر دوبارہ وہی پڑھے دوسری میں ہم لایس کے لفظ سے معلوم ہوا کہ ایسا کہ اگر ترک کرے یعنی مکروہ تحریمی ہوا اور غرض کی صورت میں اگرچہ
 جائز ہو مثلاً پہلی رکعت میں سورۃ ناس پڑھے گے یا نہ پڑھے و نہ لایا پڑھنا لازم آوے گا کذا فی الشامی و ان یفوت فی اولیٰ من محل فی القاریۃ
 میں اخیر ولو من سورۃ ان کان یلیفہما آیتان فالکثر اور اس کا بھی مصداق نہیں کہ پہلی رکعت میں ایک سے جگہ سے پڑھے اور دوسری میں دوسرے مقام سے
 اگرچہ دونوں مقام ایک ہی سورت میں ہوں بشرطیکہ دونوں مقاموں میں دو آیتوں یا زیادہ کا فاصلہ نہ ہو کہ اگر ایک آیت کا فاصلہ ہو گا تو مکروہ ہو گا و دیگرہ الفصل سورۃ
 خصوصاً اگر وہ دونوں رکعتوں کی حرمت میں چھوٹے سورہ کا فاصلہ یا آیت کی حرمت میں سورہ کا فاصلہ اور دوسری میں تبت پڑھے اور سورہ نصر کا فاصلہ رہا تو مکروہ ہو گا

ہاں اگرچہ میں نے سورہ کا فاصلہ ہو گا تو مکروہ نہیں ورنہ یقیناً مستکبر و سفاک اور مکروہ ہو گا کہ قرآن کو اٹھا پڑھے مثلاً پہلی رکعت میں سورہ اخلاص اور دوسری میں تہمت پڑھے ہم وجہ رکعت یہ بھی کہ ترتیب سورہوں کے تلاوت کی واجبات میں سے ہو اور ان لوگوں کے لئے جو ترتیب بدل کر پڑھتے ہیں تو تعلیم کی ضرورت کے سبب سے جو کئی اشیاء اللہ اذ احکم فخر من البقیۃ اٹھا پڑھنا مکروہ ہو گا جبکہ قرآن کو جو کتب سے تو سورہ بقرہ میں سے پڑھے اسلئے کہ حدیث میں اس طرح کے ختم کی خوبی وارد ہوئی فی المقننۃ قرآن فی الاولیٰ الکافرون فی الثانیۃ الم تر انزلت ثم ذکر یم قیل یقطع دیکہ او تیس میں یہ کہ اول رکعت میں سورہ کافرون پڑھے اور دوسری میں سورہ قبل یعنی خلافت ترتیب یا سورہ تہمت یعنی جھوٹی سورت کا فاصلہ جھوٹا شروع کی پھر یاد کیا کہ ترتیب بدل گئی یا جھوٹی سورہ گہنی تو انہیں سورہوں کو تمام کر کے اور قول ضعیف یہ ہو گا کہ جھوٹا سورہ اور دوسری سورت پڑھے جس میں یہ ترویجی وغیرہ لازم آوے شامی نے کہا کہ اس سے معلوم ہو گا کہ اگر سورہ ترتیب بدل جائے یا جھوٹی سورہ کا فاصلہ ہو جائے تو مکروہ نہیں ولا ینکح فی النفل شی من ذلك اور نقل میں ابن القلانین سے کوئی مکروہ نہیں ہم یعنی بے ترتیب پڑھنا اور جھوٹی سورہ کا فاصلہ جھوٹا نقل میں درست ہو چکی ہے اس پر اعتراض کیا کہ ترتیب سورہ کی واجبات تلاوت سے یہ وجہ نہ آئے کہ باہر بے ترتیبی مکروہ ہو تو نماز کے اندر کیوں نہ ہوگی لفظاوی نے جواب دیا کہ نفل میں چونکہ کجائش زیادہ ہو اسلئے اس کی ہر حرکت ایک فعل مستقل ہو تو بے ترتیب پڑھنا ایسا ہو گا کہ ایک شخص نے کوئی آیت قرآن کی پڑھی اور چپ ہو گیا یا جھوٹا دیر کے بعد دوسری آیت اُس کے اوپر کی یعنی تو جیسے اس طرح کا پڑھنا مکروہ نہیں ہے نماز نفل میں مکروہ نہیں وثلث تبلغ قدرا قصیرا سورۃ افضل من اربع طویلۃ او تین آیتیں کہ بمقدار جھوٹی سورت کے ہو جائیں بڑی ایک آیت سے افضل ہیں ہم شامی نے کہا کہ فضیلت سے مراد کثرت ثواب ہو اور ثلاث بتداویع بتقدیر ریاضات یعنی قرأت ثلاث او بعض نسخوں میں ثلاث ہو تو اس صورت میں تقدیر ثلاث بتداویع ہوگی فی سوریۃ بعض سوریۃ العبد لکافور سطاۃ الخواتین درپوری سورت اور تھوڑی سورت پڑھنے میں اعتبار اکثر کا ہو باعتبار آیات کے یعنی اگر اکثر آیتیں پڑھی ہوں گی تو سورہ کامل شمار ہوگی اگر نہ

باب الاماتہ

یہ باب ہر امامت کے بیان میں ہے صغریٰ و کبریٰ فالکبریٰ استحقاق نصف عام علی الامام و تحقیقہ علم الکلام امامت دو قسم ہے ایک جھوٹی ایک بڑی بڑی امامت مستحق ہونا تصرف عام کا ہو خلق پر اور اسکی تحقیق علم کلام میں مذکور ہو ہم طحاوی نے کہا کہ اس تعریف میں بغیر اس کے کہ استحقاق تصرف امامت کا اثر ہو نہ اسکی حقیقت بلکہ حقیقت اسکی وہ ہو جو مقاصد میں مذکور ہو کہ امامت ریاست عامہ ہو لوگوں کے دینی دنیا کے مصالح کی حفاظت کے لیے بطور بنیاد کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اور ریاست عامہ کی قید سے فاضی اور امر اور نکر کے لگائی ریاست ہاں سلام پر عام نہیں ہوتی بلکہ خاص مسلمانوں پر ہوتی ہے اور خلق سے مراد مسلمان ہیں اور جو ان کے حکم میں ہوں مثل ذمی وغیرہ کے و نصیب اھم الوجبات اور فہم کہنا امام کا مسلمانوں پر زیادہ ضروری واجبات میں سے ہو اسلئے کہ سب سے واجبات شرعی امامت پر موقوف ہیں اور یہ بھی ہے جو عقائد نسبیہ میں کہا ہے کہ مسلمانوں کے لیے ایک امام ضرور چاہیے کہ انہیں احکام جاری کرے اور لوگوں کو سزا دینا اعمال بد کی دسے اور فہم کہ امامت پر سے روکے اور ان کے لشکروں کو سامان دے اور ان سے صدقات وصول کرے اور گردن کشوں کے سر دبا دے اور چوروں اور زانیوں کو پکڑے اور جیل و عیدت قائم کرے اور حقوق کے نابت کرنے کی گواہان بنے اور جن بچوں کے دینی نہیں ان کے کج کاروں اور مسلمانوں میں غنی و فقیر کے مال تقسیم کرے انہی فلا فاد منوطا و من صاحب الجوازات صلی اللہ علیہ وسلم اور اسی وجہ سے امام کا مقرر کرنا اہم واجبات سے ہو چاہیے اللہ عنہ نے خلیفہ مقرر کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذہن پر ہم کیا ہم یعنی وفات شریف و شہید کے روز ہوتی اور شہید کے دن یا بدھ کی ات خواہ دن میں دن ہو کذا فی الجملی طحاوی نے کہا کہ یہ سنت بھی کہانی ہو کہ کوئی خلیفہ ظن نہیں ہو جب تک کہ دوسرا اسکی جگہ قائم نہیں ہو چکا دین طحاوی کو مذکور مسلمانوں کا ذکر لفظا و با لفاظا و اقوالا و شریعا و شرطا ہو ہونا امام یعنی خلیفہ کا مسلمان نانا مذکور صاحب غفل بالغ قدوت امام قریش کی نسبت سے ہم مسلمان سوجہ سے کہ کافر مسلمان پر ولایت نہیں ہے و ازنا و جابن جبکہ امام کو خود اپنی نفس و ولایت نہیں ہے دوسرے پر کیسے ہوگی اور دوسرے کے عدل کو گھر میں

نہ اے بڑھنہ مقتدی کا اپنے ام سے بلحاظ طریقہ کے تو اگر طریقہ برابری ہوئی تو اقتدار درست ہوگا اگرچہ ہونے کی وجہ سے مقتدی کی انکیسان کے بیچ میں ہوئی ہو اور علیٰ ہذا
 اور ساتویں شرط جو جاننا مقتدی کا ام کے ایک سوچ دوسرے میں جائز کو خود دیکھنے سے یا آواز یا دوسرے مقتدیوں کو دیکھ کر علم حاصل ہو و بجاہد میں فائزہ مسفر اور
 آٹھویں شرط جو جاننا مقتدی کا ام کے حال کو یعنی اسکے مسافر یا مقیم ہونے کو یہ جاننا مارتہ پہلے ہو چکے ہو اگر کسی صورت ہو کہ ام نے چاہوت لی نہ میں دو برس یا پھر دو اور گون
 کہ معلوم نہ ہو اگر اسے بھول کر دو برس میں یا سفر کی جہت سے تو نماز نہ ہوگی اور مشارکت فی الارکان اورین شرط ہر شریک و نامقتدی کا ام کے ساتھ ارکان نماز میں یعنی ہر کس
 کو اسکے ساتھ اور ان کو اگر کسی کن کو حضور دیکھتا تو نماز باطل ہو جائیگی پس تہا بھی نہ ہوگا و کو فہ مسئلہ و دو نہ فیہا و فی المسئلہ کما بطی الصحر اور دسویں شرط جو ہذا مقتدی کا
 امام کے مانند یا اس سے کمتر ارکان میں اور نماز کی شرطوں میں چنانچہ شرح تکریم پر جو الخاقین میں ہم ارکان میں برابری ہونے سے یہ عرض کر لگی عجاوری میں برابر ہو نہ اگر
 امام اشارہ سے ارکان ادا کرتا ہو اور مقتدی بھی اشارہ ہی سے کیا تو اقتدار درست ہو کہ یزید و لون ارکان کے داکو نے میں کیسان میں اور کتر کی مثال یہ کہ اشارہ سے نماز پڑھنے والا
 اگرچہ اور جو کر کے واسطہ کا اقتدار کرے اور شرط میں کیسان ہونے کی یہ صورت ہو کہ کما آجی دوسرے نیکے کا اقتدار ہے یا سب شرطوں کا جامع شخص کسی اپنی جیسے کا اقتدار کرے اور
 شرطوں میں کم ہونے کی یہ مثال ہو کہ ام میں سب شرطوں میں ہوں اور مقتدی مثلاً نگاہوشامی سے کہ لہ دون شرطیں اصل نہ تھیں بلکہ بعض شخص کے حاشیہ خطبہ موت
 پائی جاتی ہیں قبل و ثبوتاً بالاعمال و بالکلیہ و بالکلیہ میں اگر امامت جماعت کا ثبوت ہے آیت سے ہوا کہ ائمہ الکرہی یعنی رکوع کہ رکوع کرنے والوں کے ساتھ یعنی شریک
 جماعت ہوں صورت میں جماعت سنت ہو کہ نہ یہی بلکہ واجب افوض ہوگی اور بعضوں نے مثل فانی و فیاضی کے اسکے معنی یہ کہ ہن کہ خضوع کو و عجزی کرنے والوں کے تھا
 تو اس صورت میں ثبوت امامت کا اس آیت سے نہ ہوگا و من حکمہ فان نظام الاقدار تعلمہ الخ اھل العلم اور جماعت کی حکمتوں میں سے ہفت کا نظم رہنا اور جمل کا
 عالم سے کھنڈام یعنی جماعت کے مشروع ہونے میں ایک حرکت ہو کہ پانچ وقت حملہ دون و ہر ہر وقت کا فائدہ ہوگی تو ہاں الفتح تکمیل ہوگی اور جو شخص فعال نماز کو نہ جانتا ہو گا وہ دوسرے
 واقعہ کا وہ سے سیکھ لے گا اور ایک حکمت یہ بھی ہو کہ نہ ہا پڑھنا نفس پر شاق ہو یا جماعت میں دل نہیں گھبرا کہ نہ فی المحل و فی الفصل من الاذان عندنا خلافاً للشافعی
 قالہ العین امامت ہم خفیون کہ نزدیک دان سے افضل ہو یعنی امامت میں زیادہ ثواب ہو بخلاف امامت فانی میں کہ ان کے نزدیک دان کہنے میں زیادہ ثواب ہو کہ ہر کوئی سکونتی
 اور بعض علماء دون کو برابر کہتے ہیں کہ نہ فی علی و قول عمر لولا ان خلافت لاذنت اھل الامامۃ الخ لھم ل و فرما حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اگرچہ جانتا نہ ہوئی تو میں اذان کیا کرتا
 اسکے یہ معنی ہیں کہ امامت کے ساتھ کیونکر ہو کر امامت اور اذان کا افضل جو معنی حضرت عمر کے قول سے فضیلت اذان کی نہیں پائی جاتی کیونکہ اسکے معنی یہ ہو سکتے ہیں کہ امامت
 بھی کرتا اور اذان بھی کرتا کہ دونوں باتوں کے جمع ہونے میں بلاشبہ فضیلت ہو خلافت کو و فی ایسے فرمایا کہ کار با خلافت میں مشغول ہونے سے نہ تھا راقا و قات نماز کا نہیں
 ہو سکتا اسلئے صرف امامت پر کفایت کہ نہ فی اذان ہی وقال بعضہم اذان اب و تکت القاحتہ ان یحایئہ الشافعی و اقرتہا یحایئہ ابو حنیفہ فاحضرت امامت
 اور بعض علماء نے کہا کہ اگرچہ جو نہ ہو کہ اگرچہ فائزہ ماست تہا میں چھوڑ دن تو امام شافعی جو نہ تباہ نہیں اور اگرچہ کہ چھوڑ تو امام غنیمہ نہ فرمایا ایسے میں امامت کہ فقہا
 کیا ہم یہ گویا دوسری دلیل ہر امامت کے افضل ہونے کی کہ امامت کی وجہ سے نماز با خلافت درست ہو جاتی ہو و الجماعۃ سند مؤکدہ لکھ حال قال الراشد المراد بالانکاد
 الذوجوب الالافی جمعہ و بعد فشرط اور جماعت مرد و کچھ ایسے سنت و کہ ہر زیدی نے کہا کہ فقہائے تاکید سے وجوب مراد لیا ہو یعنی جو لوگ سنت ہو کہ کہتے ہیں
 انکے قول میں اور جو لوگ کہتے ہیں انکے قول میں کہ فرق نہیں دونوں کا آل یک ہو کیونکہ تاکید سے غرض وجوب ہنا ہو کہ جملہ عیدین جماعت شرط ہیں دونوں کے
 صحیح ہونے کی و فی التواویح مستند کفایتی و فی رمضان مستحبہ علی قول اور ترویج میں جماعت سنت کا یہی ہو کہ جو لوگوں کے ادا کرنے سے سب دیر سے
 اور ہر جاتی ہو اور رمضان و ترویج میں جماعت تعجب ہو کہ اصل پر پور دوسرے قول کے بموجب انہیں بلکہ ترون کو بیکان پر ادا کرنا چاہیے کہ نہ فی الشافعی و فی غنیمہ و فی غنیمہ و فی غنیمہ
 علی سبیل التبعی مکر و ہتہ و مستحقہ و رمضان کا سو کہ ترون میں اور ہر تریج میں جماعت سکڑہ ہو پھر تریجی کے اور غنیمہ جماعت کی تحقیق بیان کیے ہم داعی سے یہ
 غرض کہ عید یا عید مقتدی ایک امام کے چھپے نماز پڑھیں کہ نہ فی المحل و فی الفصل من الاذان عندنا خلافاً للشافعی و اقرتہا یحایئہ ابو حنیفہ فاحضرت امامت

[illegible]

کراہیدار کی ولایت عام نہیں تو یوں کہنا چاہئے تھا لان الولایۃ لمانی نذرہ الحار دون الماکل یعنی ہوتے ان دونوں کا تصرف ہوتا ماک کا دلوام قوما دھم لہ کا وھون
ان الکراہۃ لفساد فیر دلا لہم حتی بالامامۃ منہ کر لہ ذلک نحو بنی امیہ بٹ ابی داؤد کلا یقبل اللہ صلوتہ من یقدم قوما دھم لہ کا وھون حار وھون
علیہما اور اگر کوئی شخص ایک قوم کا امام ہو اور وہ لوگ اسکو پہچانتے ہیں تو اگر انکی نفرت امام کے اندر کسی خرابی کے لیے ہو یا اسوجہ سے کہ وہ لوگ نسبت امام مذکور کے زیادہ ستحق
است ہیں تو اس شخص کو امام ہونا مکروہ تحریمی ہو بسبب حدیث ابی داؤد کے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کی نافرمانی قبول کرتا جو ایک قوم کی امامت کرے اور وہ لوگ اس سے
نفرت رکھیں اور اگر امام مذکور زیادہ محتار امام ہونے کا ہوتا ہو سکے حق میں امام ہونا مکروہ نہیں اور معتد یوں کو اس سے نفرت کرنا مکروہ ہو دیکھو لا تنزیہا امامۃ عبدی
ولو معتقداتھ ستانی عن الخلاصۃ ولعلہ لما فذ منہ من تقدم الحکم الاصل اذ الکواہتہ تنوہ فیہ نفسیہ اور مکروہ تنزیہی ہوا امام ہونا علام کا اگرچہ آزاد ہو گیا ہو کذا
فی القہستانی عن الخلاصۃ ورشاید کہ اسکی وجہ وہی ہو جو پیشتر بیان کی گئی ہے یعنی حرامی کا مقدم ہونا آزاد شدہ پر اولی ہو کیونکہ اگر بہت ہیں سلیمن تنزیہی ہو اور وہ ترک
اولی سے ہوا کرتی ہیں پس خبر دار ہو جاہم ایک حد میں احادیث قریبہ کی جگہ العلۃ اقرینا ہر معنی وجہ اسکی وہ جو ہم پہلے لکھ چکے ہیں داعوانی ومثلہ ترکمان الکواہ
دعوانی ویکروہ ہوا است بدوی کی اور مثل بدوی کے قوم ترکمان اور کرد اور جابل آدمی ہیں یعنی امامت مکروہ ہو اور علت کراہت علیہ جمالت ہوا اور لوگوں کا تنفر
انکی امامت سے وفاسق داعسی وخنوۃ الخ غنہا اور مکروہ ہوا است فاسق اور اندھ کی اور مثل اندھ کے ہو شخص جسکورات اور دن میں کم سو جھپکا ہو کہ لانی انہر
ہم اندھ کی امامت کی کراہت بوجہ نیچے بنیاست کے ہر صاحب نہر الفائق نے بحث کی راہ سے کہ اگر اس میں کم سو جھپکا آدمی بھی ایسا ہی ہو لانا ان یکون ای غیر الفاسق
اعلم القوم فہو اولی گمراہ ہو دے ہر واحد سابق کے شخصوں سے سوا فاسق کے یا وہ عالم قوم کا تو اس صورت میں اسکا امام ہونا اولی ہو فاسق کا تشناہ اسلئے کیا کیا وجود عالم
ہونے کے بھی اسکی امامت خالی کراہت سے کیونکہ امامت میں اسکی تعلیم ہو چالا کثر عاقتد یوں پر اسکی امامت واجب ہو معنی ابواسعود نے کہا کہ اس تعلیل کا سفاد یہ ہو کہ امامت
فاسق کی کراہت تحریمی ہو اور اندھ کی امامت میں ہر چند عالم ہونے سے علت کراہت یعنی نیچا بنیاست سے موجود رہتی ہو مگر نہیں نعوں صرح کے ہونے سے کراہت جاتی ہی یعنی
ابن ام کندیہ اور عثمان بن ابودکین اندھ سے گھر تھرتھرتھ علیہ اللہ علیہ وسلم نے انکو بد مذکورہ میں اپنا نائب کیا تھا تا رہا لے کو کیونکہ یرون میں اسے زیادہ لائق موجود تھا
کذا فی الخطاوی والاشامی ومبتدع امی صاحب بی عیدہی اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول لا معاند فیہ بل نبو عیشہ مذکور مکروہ ہوا است بتدع یعنی بدعت
کی اور بدعت اعتقاد کراہت خلاف اس بات کے جو مشہور ہو تھرتھرتھ علیہ اللہ علیہ وسلم سے بد مذکورہ اعتقاد مخالف کا کراہت قطعاً انفری لکے اعتقاد ہو کسی قسم کے شیعہ سے شیعہ نے توفیق
بدعت کی یہی ہو کہ جو کچھ قریشی قسم کے شیعہ سخمان سے پیدا ہو مخالف اس حق کے جسکی تعلیم تھرتھرتھ علیہ اللہ علیہ وسلم نے کی ہو خواہ وہ حق بات علم ہو یا عمل یا حال اس خبر کی رو میں بدعت
صراط مستقیم سمجھ لیا ہو اس طرف میں بدعت صرف اعتقاد کا امام نہیں جیسا شارح کی طرف سے مذکور ہوا ہو دیکھ من کان من قبلنا لا یلفو مباحی الخارج الذین یستحلون
دعاء نادوا وانا وناست اصحاب الرسول صلی اللہ علیہ وسلم ویکرون صفاتہ تعالیٰ وجواز مرتبہ لکوند عن تاویل وشجہ اور جیسے لوگ کہ ہمارے قبل کی طرف کالی
پڑھتے ہیں بدعت سے کافر نہیں ہوتے یہاں تک کہ فرقہ خارجیوں کا بھی کافر نہیں جو ہماری جان اور مال حلال جانتے ہیں اور کالی دینا صاحب نبی علیہ اللہ علیہ وسلم کو روایت ہے
اور اللہ تعالیٰ کی صفات کے اور اس کے دیدار کے توار کے سنگین بیلوگ کا قریب ہونے اس اعتقاد کے اوّل اور جیسے ہم تاویل عبارت ومعنی بنالینے سے یعنی انکا اعتقاد اس
جست سے بگڑا کہ معانی انص کو اپنے مطلب کے موافق بنالیا جو معنی سلف صاحب سے مروی تھے انکے پابند نہ ہوئے خطاوی نے کہا کہ انکا صفات الہی نہ بہت خیر لکے جو نہ خارجیوں کا ہوا
اگر خارجی سے وہ مراد ہو جو طریقہ اہل سنت سے خارج ہو تو شارح کا قول انکے انکا صفات الہی کا درست ہوگا بدلیں قبول شہادہم الا الخطایۃ خارجی کافر نہیں بل قبول
ہونے انکی گواہی کے یعنی اگر کافر ہونے کو کافر کی گواہی مسلمان پر قبول نہیں انکی بھی نہ ہوتی حالانکہ انکی گواہی مقبول ہو اس سے معلوم ہوا کہ وہ مسلمان ہیں لیکن بعضی خبر فرقت
خطاویہ کے انکی گواہی مقبول نہیں خطاوی نے کہا کہ وہ انکی گواہی قبول نہ ہونے کی یہ نہیں کہ وہ کافر نہیں بلکہ یہ وجہ ہو کہ انچہ ساتھ ہو سکے جیسے جو انکی گواہی نے کو دین سمجھتے ہیں
ومنا من کفر ہم اوہم خلیلین بعض ایسے ہیں جو خارجیوں یعنی بدعتیوں کو کافر کہتے ہیں ہم شامی نے کہا کہ عقیدہ کے خلاف ہو چنانچہ بحر الرائق میں خلاصہ سے بعض فروع

تو دروازہ کھلا ہونا چاہیے اور جماعت گوشتہ مسجد میں نہ ہو اور اگر خلوت میں جماعت ہو تو دوسرے مرد یا محرم عورت یا غرض جو کراہی بقتالی و یقف الواحد ولو صلیا اما الیحدی
فتساخو صحا ذی ای مساک و یا یھین امام علی المذہب اور کھڑا ہو ایک مقتدی اگر چہ کراہی ہو محاذی یعنی برابر امام کے اسکے دہی طرف مذہب نوی یعنی مخالف اس قول کے کہ امام
مسجد سے منقول ہو مقتدی اتنا پیچھے بہت کھڑا ہو اسکی انگلیاں امام کی اٹھری کے پاس ہوں نشان دہی کے کہ اگر مقتدی صرف ایک عورت ہو تو وہ پیچھے امام کے کھڑی ہوتی ہے
لما کہ امام کو جیسے کہ مقتدی کو دہی طرف کھڑا ہونے کے لیے کہہ دے دلا علیہ جہاں اس بل بالقدّم فلو صغیرا فلاحہ ما لم یثبّد کم اکثر فیم الموثمہ لا نفسہ
اور اعتبار نہیں ہوتا بلکہ حالت میں اگر مقتدی کا سر بوجہ دراز قدر ہونے کے امام سے آگے نکلتا ہو تو اسکا اعتبار نہیں بلکہ قدم کا اعتبار ہو مقتدی کا قدم امام سے آگے
نہ نکلتے پھر اگر قدم امام کا چھوٹا ہو تو پیچھے تر قریب ہو جب تک اکثر قدم مقتدی کا آگے نہ بڑھ سکے تو نماز فاسد نہ ہوگی یعنی بیچوں کا بڑھنا ضرر نہیں کرتا فلو وقف علی سیرۃ
کوہ اتفاقا و کذا لیکوہ خلفہ علی الاصح لمخالفہ السنۃ پھر ایک مقتدی اسکے بائیں طرف کھڑا ہو تو کمرہ تزیینی جو بالاتفاق اور اسی طرح کمرہ تزیینی جو کھڑا ہونا
امام کے پیچھے صحیح تر قریب میں بسبب مخالف کرنے طریقت کے والرائد یقف خلفہ فلو توسط اثنتین کما تشریحا و حیثا و اکثر اور ایک سے زائد مقتدی کھڑے ہوں
امام کے پیچھے پس اگر امام دو کے بیچ میں کھڑا ہوگا تو کمرہ تزیینی ہوگا اور اگر دوسرے رائد کے بیچ میں کھڑا ہوگا تو کمرہ تزیینی ہوگا کاشی نے کہا کہ اس سے استفادہ ہوا کہ صف سے آگے بڑھ کر
کھڑا ہونا امام کو واجب و حجاب نہ دیا اور شیخ القدر سے ظاہر ہوا ہو و لوقام واحد فجب کا امام و خلفہ صف کوہ اجتماعا اور لکھا کہ ایک شخص امام کے برابر کھڑا ہو اور پیچھے
امام کے جماعت ہو تو کمرہ تزیینی بالاتفاق امام اگر ایک مقتدی امام کے برابر کھڑا ہو پھر دوسرا یا تو بیوقوف کہ امام آگے بڑھے اور ایک دیگر میں اور بیوقوف نے کہا کہ مقتدی اولیٰ صحیحہ کوٹھے
اور بیوقوف نے کہ دوسرا مقتدی میت باندھ کر پیچھے کوٹھے اور بے نیت اگر گشتا و لکھا تب بھی مضائقہ نہیں اور اگر دوسرا مقتدی امام کے بائیں جانب کھڑا ہو جائے تو امام دونوں کو
پیچھے رکھے کا اشارہ کر دے اور پھر تیسرا یا سب سے کہ امام متوجع ہو نہ مانع اور صف کو پیچھے امام کے مقتدیوں کا کام نہ ہو نہ امام کا اس لحاظ سے امام کا اسی جگہ رہنا بہتر ہے اور اسی کی مؤید
حدیث مسلم کی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے کہ ایک عروہ میں میں ہجرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گیا آپ نماز کھڑے ہوئے میں آپ کے بائیں طرف کھڑا ہوا آپ نے میرا ہاتھ پکڑ کر
دہی طرف لوٹھا لیا اسکے بعد میں پھر آئے اور آپ کے بائیں جانب کھڑے ہوئے آپ نے انکے دونوں ہاتھ پکڑے اور ہم دونوں کو پیچھے دھکیلا بیان کہ کہ ہم کو اپنے پیچھے کھڑا کیا کذا فی الشامی
و یصف او یصفہم لا مام بان باہم بن لک قال الشیخ و یبغیان یا موم بان یصلوا لیس و الخلل یسونا لکھ و صف بان عین یعنی مقتدیوں کی صف لکڑی
امام اس طرح کہ اگر کوئی کمرے صف باندھنے کا نمی نہ کہ امام کو چاہیے کہ مقتدیوں کو اس کمرے کے ایک دوسرے سے ملے ہین اور وہ شخصوں کے بیچ میں کی جگہ تشریف لیں اور اپنے شانوں کو
برابر رکھیں و یقف و سخطا اور امام اور بیان میں کھڑا ہوئی اسی طرح کھڑا ہو کہ داہنے اور بائیں دونوں طرف صف مساوی ہوتا ہے بسوط سے نقل کیا کہ سنت ہے امام کا کھڑا ہونا
محراب میں تاکہ دونوں طرف میں برابر ہو جائیں اور اگر امام ایک طرف صف کے کھڑا ہوگا تو کمرہ ہوگا اور جب امام کے دونوں طرف برابر ہوں تو اب جو مقتدی آدے وہ داہنے طرف ملے
اور اگر صف کے بیچ میں جگہ چھٹی ہو تو بائیں کھڑا ہوگا اور اگر صف بھول ہو تو دوسرے مقتدی کا انتظار کرے کہ اسکے ساتھ ملے پیچھے کھڑا ہو اور اگر اس اثنا میں امام رکوع کر دے تو کسی سہل
جاننے والے کو صف میں سے کسی کو کہنے کے بلکہ کہے اور اگر ایک شخص شکونے لے تو امام کے پیچھے اسکی سیدھیں اکیلا کھڑا ہو جا ضرورت کے لئے دخیو صفوف الرجال لو طانی غیر
جنازۃ شہ و شہ و غیرہ دونوں کی سب سے پہلے ہوتا جنازہ کے پھر دوسری تیسری سے بہتر ہو پھر تیسری چوتھی سے اور علی بالقیاس ہم سب برابر الیقین میں وجہ اولیت صف اول
کی یہ کہی ہو کہ اخبار میں وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ جب رحمت جماعت پر نازل فرماتا تو اول امام پڑاں کرتا ہی پھر دوسرے رحمت امام کے بعد اس شخص پر ہوتی جو صف اول میں امام کی سیدھ
پر ہو پھر دہی طرف والوں پر بائیں طرف والوں پر پھر صف دوم پر اسی طرح اور غیر جنازہ کی قیاد سب سے لگائی کہ جنازہ میں سب سے پیچھے صف بہتر ہے اسلئے کہ منظور جنازہ میں
زیادہ ہوتا صفوں کا ہوتا اگر پہلے بہتر ہو تو آدمیوں کی قلت کی صورت میں کوئی صحیحہ کھڑا ہونا پسند نہ کرے کذا فی الشامی و یقف علی ذرف المسجداں
و جہ فی صحۃ مکانا کہہ لے قیامہ فی صف خلف صفین و جہاں اگر نماز ہے مسجد کی طاق پڑاں اگر محرم مسجد میں جگہ تھی تو کمرہ ہوگی جیسے کمرہ ہو کھڑا ہونا نمازی کا
اس صف کے پیچھے کی صف میں زمین جگہ چھٹی ہوئی ہوم زرف طاق عمارت کو کہتے ہیں تو اگر کوئی نمازی بلا غدا یا وجہ صف میں جگہ ہونے کے کسی طاق پر چڑھ کر

نماز پڑھنے کا تو نماز کو وہ ہوگی ایسی کہ اس طرح پڑھنے سے صنف کے پورا ہونے میں خلل نہ پڑے اور اگر کسی غدر سے کھڑا ہو گا تو اس شخص کو بکسر اور طاق پر چھٹنے سے آواز سب صفوں میں
 پہنچے گی تو اس صورت میں مکروہ نہیں اور نمازی نے بغیر اس کے اگر اپنے سامنے کی صف میں جا بیٹھو تو کچھ اور اپنی جگہ سے چل کر اگلی صف میں کھڑے ہو گیا تو اس کی نماز ناسط ہوگی
 پھر مردہ کی صف کے پیچھے کھڑا ہوا مکروہ تحریمی یا تنزیہی اس کی بھیج چاہیے گا ورنہ شریف میں جو عذر آیا ہو کہ جو شخص صف کو قطع کرے اس کو حد قطع کرے اس کا سوید ہو کہ
 مکروہ تحریمی کی کفرانی الشامی قلت دبا الذواہد ايضا صرح الشافعیۃ میں کہتا ہوں کہ مردہ کی صف کے پیچھے کھڑے ہونے کی کراہت کو شافعیوں نے بھی مصرح کر دیا ہے
 قال السیوطی فی بسط الکف فی تمام الصف وهذا الفعل مفوت لفصلۃ الجماعۃ الذی هو التصفیف کا حاصل ہر کہہ انجماعہ فی صفہ بغیر کہہ
 ہی عود بہ کراہت الکامل من عدم علی الذانص انھی سید علی شامی نے اپنی کتاب بسط الکف فی تمام الصف میں بیان کیا کہ صف میں جگہ چھوڑنا جماعت کے ثواب کو
 فوت کرتا ہے ثواب سے سزا دینی گناہ ہونا نماز کا اصل سکت جماعت کو فوت نہیں کرتا کیونکہ تصفیہ دوسری چیز ہے برکت کے سوا اور جماعت کی برکت یہ ہے کہ نمازیوں میں سے
 کامل شخص پر کی حرمت ناقص پر طے آوے اسی میں بیجا وارہ کر جماعت کی نماز نہ پڑھتے سے بچیں تا سب گناہ زیادہ ہو کر چھوڑ دے یہ ثواب نہیں ملتا بلکہ اصل سکت
 جماعت کی ملتی ہے یعنی جو کامل شخصوں کے خلاف اس کے سبب سے حرمت نازل ہوتی ہے اس میں حاضرین شریک ہو جاتے ہیں کہ ان کی لطمہ دہی شامی نے کہا کہ خفیوں کے نزدیک تصفیہ بھی
 ملتی ہو کہ کراہت کے ساتھ ولو وجہاً فرجی فی کمال الدانی لہ خوفی للثانی لتقصیدہم اور اگر نمازی اول صف میں فرجہ پڑے تو دوسری میں تو اس کو جائز ہے مردہ کی
 صف کا سبب تصور کرنے دوسری صف والوں کے مبنی جب کوئی شخص نماز میں داخل ہوا چاہے اور اگلی صفوں میں جا کر کچھ تو بچھلی صف والوں کے سامنے گویا ان کو چیر کر
 اس جا میں جا کر ابھرنے لگے صف والوں کا قصور ہو کہ انہوں نے جگہ کو نہ بھرا ایسے ان کو چیرنا یا ان کی نماز کے آگے گزرنے کا پھر مضائقہ نہیں کس لیے کہ حدیث میں وارد ہے کہ جب کوئی
 شخص فرجہ دیکھے تو اس کو خود بند کر دے اور اگر نہ بند کر دے تو دوسرے شخص اس کی گردن پر ہو کر چلا جا دے کہ اس کی کچھ غلط نہیں رہی اور جن فی الغزو عن ابن عباس
 وفي الحديث من سد فرجہ غفلہ اور حدیث میں ہے کہ جو شخص فرجہ بند کرے اس کی مغفرت ہوگی وصم خیار کما لیس لکم من الکتاب الصلوۃ اور صحیح ہوا یعنی حدیث صحیح میں
 کہ اگر تم میں سے بہرہ ہوں جو نماز میں زیادہ رہم شانہ ہوں یعنی اگر کوئی صف میں داخل ہونے کے لیے اس کے شانہ پر ہاتھ رکھے تو وہ شانہ کو نوکر دین اور اس کا جگہ دے دین
 و بهذا بعلم محمل من یستسک عند دخول داخل جنبہ الصف یطعن اندریا کما بسط فی الجہا اور اس حدیث کے مفسرین سے معلوم ہوتی ہے کہ حالت اس شخص کی جو رک
 رہے جب کوئی صف میں داخل ہونے والا اس کے برابر آ جاوے اور گمان کرے کہ وہ دوسرے کو جگہ دینی خود کی بات ہو جیسا شرح بیان کیا ہے بحوالہ الرق میں ہے بحوالہ الرق میں فتح القدیر سے
 نقل کیا ہے کہ اگر یا گمان ایسی ہو کہ نمازی دوسرے کے لیے حرکت کرنا ہو حالانکہ یہ بات نہیں بلکہ دوسرے کو جماعت کی تعمیل سے پردہ دینا ہو اور فرجہ کے بند کرنے کے کلمہ
 کی تعمیل کرنا ہو لکن نقل المصنف وغیرہ علی القینۃ وغیرہا من الفہر لیکن مفسرین اور دوسرے لوگوں نے فقہ اور کتبائوں سے منقول نقل کیا ہے جو مخالف نقل بحوالہ الرق
 کہ وہ یعنی صف وغیرہ نے تبعیت صاحب قینہ کیا ہے اگر کسی شخص نے صف کے آدھوں کو پٹایا اور وہ اس کے لیے جا دینے کو پٹ گیا تو اس کی نماز ناسط ہو جائیگی ایسے کہ اس نے نماز
 میں خارج شخص کا کنا اٹھا دیا ہے کہ اس کا شایہ کہ وہ رک کا مذکور نہ کرنا بہتر تھا ایسے کہ مخالف حدیث کے مبنی جب حدیث سے ثابت ہو گیا کہ دوسرے کو جگہ دینے کے لیے
 ہٹنا افضل ہے تو پھر نماز کے کیسے نہ نقل تصحیح عدم الفساد فی مسئلہ ہی جناب من الصف قتلہ و فیل ثم فرق فلیح رہے مفسرین نے نہ اس سے نہ اس کی تعمیل کی نقل
 کی اس میں کہ اگر کسی شخص صف میں سے کھینچا گیا اور وہ پیچھے پڑے یا تو کیا اس میں اور پیچھے سب میں کچھ فرق ہو سکتی ہے چاہے ہم مسلمین کی یہ صورت ہو کہ ایک نمازی سے دوسرے نے
 کہا کہ اگے بڑھ گیا یا دوسرے نے صف میں بیٹھنے کے لیے اول کو پٹایا اور اسے جگہ دیدی تو بقول صاحب قینہ نماز ناسط ہوگی کہ خلق کے اس کا ناسط یا گیا اور اگر وہ دن
 اس کے نماز ہی نے جگہ دی تو وہی مسلمین اور اس میں کچھ فرق نہیں لٹھا دیا ہے کہ اگر اس مسئلہ کا تفسیر اہل بیان کیا جائے تو خوب ہونے والی دونوں سکون میں اگر کٹھنہ والا یہ سمجھے
 کہ میں طاعت تحفرت سے اللہ علیہ السلام کی کتابوں تو نمازوں جگہ ناسط ہوگی اور اگر خیال شرعی کا نہ کہ صرف نماز میں شریک ہونے والے کی خاطر سے بیٹھنا ناسط ہوگی
 احوال طاحہ بتم العید صف بایں ام کے پیچھے مرد شایہ نے کہا کہ تاہر قول مصنف کا یعنی اگر حال عام ہے تو علاموں کو کہ نماز اور ہون یا غلام یہ قید ایسے کافی ان کا معلوم ہو

جب عورت کی نماز کا طریقہ باطل ہو تو باطل نماز باطل ہوگی کیونکہ صاف کے باطل ہونے سے آنکھ نہ دیکھ سکتا بلکہ ہر حال میں تو ان کے قول کے بموجب مرد کی نماز فاسد نہ ہوگی کیونکہ عورت حقیقت میں نماز نہیں پڑھتی بلکہ الزامی بن اس قول کو خلاف مذہب کہا ہو گا کیونکہ الشامی صاحب نے حشدر کیا ہے فساد اذات المصلیۃ بلصیل یعنی صلوات کا مکروہ و ہتہ لامفسد فتح تحریر و ان سبقت ببعضہا و اداء و لو حکما کلا حقیقین بعد از الامام بخلاف المستوفی و المحاذیہ الخ و خودی شرط محاذات کی ہونا نماز کا مشترک مرد اور عورت میں تحریر کی راہ سے اور اولیٰ راہ سے تحریر میں مشترک ہونے سے یہ عرض ہو کر عورت نے اپنے محاذی مرد کی تحریر پر اپنی تحریر کی بنا کی ہو یا محاذی کی امام کے تحریر پر اگر بطریق نماز عورت سے پیشتر ہوگی یعنی یہ شرط نہیں کہ عورت شروع نماز میں ملے بلکہ اگر مرد ایک یا دو کثرت پڑھو چکا ہو اور عورت اگر مشترک یا ہوا تو یقیناً نماز میں اگر محاذات ہوگی تب بھی صاف ہوگی اور امام میں شرکت سے مرد اگر جس نماز کو دونوں پڑھتے ہیں ان میں ایک دوسرے کا امام ہو یا دونوں تیسرے شخص کے مقتدی ہوں گو شرکت اولیٰ حکماً ہو جیسے دو لاحق بعد امام کے فارغ ہونے کے یعنی اگر عورت اور مرد کی محاذات امام کے سلام پھیرنے کے بعد لاحق ہونے کی صورت میں ہو جائیگی تو مرد کی نماز فاسد ہوگی ایسے کہ کما دونوں ایک امام کے پیچھے ہیں بخلاف دو مسبقوں کے محاذات کے امام کے بعد کہ وہ غرض نہیں کیونکہ مسبق باقی نماز کے پڑھنے میں منفرد ہوتا ہے تو عورت کی محاذات میں شرکت فی الاداء نہ پائی گئی اور بخلاف محاذات راستہ کے کہ وہ بھی غرض نہیں یعنی اگر مرد اور عورت بیوقوف ہو کر دھڑلے گئے اور امام میں محاذات ہوئی تو نماز کی صفت نہ ہوگی شامی نے کہا تو اس شخص ہر اک کی قید سے معلوم ہوا کہ محاذات نماز پڑھنے والی عورت کی اس مرد نمازی سے جو عورت کی نماز نہیں پڑھتا مثلاً دونوں علیحدہ علیحدہ پڑھتے ہیں یا ایک مقتدی امام کا اور دوسرے منفرد تو اس صورت میں محاذات مکروہ نہ ہوگا کیونکہ امام کی صفت کفائی الفتح طحاوی نے لکھا کہ مرد مکروہ سے بظاہر مکروہ تحریمی ہے بسبب غلطی کے ولتحدت الجہۃ ولو خلت کما فی خوف کعبۃ ولایہ صلاۃ فساد یا بخیرین شرط محاذات کی یہ کہ جب دونوں کے قبل کی ایک ہو تو اگر جہت مختلف ہو جیسے کعبہ کے اندر مثلاً ایک کا ساتھ ایک دیوار کی طرف ہو اور ایک کا دوسری دیوار کی طرف اور جیسے اندھیری رات میں دونوں نے نماز قبل کی شکل کر کے بیٹھی اور مختلف سمت کو پڑھیں تو اس صورت میں محاذات سے نماز فاسد ہوگی بلکہ مکروہ ہوگی فسد صلواتہ و مکلف والا کلا فاسد ہوگی نماز عورت کی اگر وہ قائل اور بائع ہوگا اور نہیں تو فاسد نہ ہوگی یعنی جیٹی شرط فساد نماز کی قائل اور بائع ہونا ہو مگر شرط تو یہ چیز ہے اور عورت کی اور تکلیف کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر محاذات کر کے ساتھ ہوئی تو اس کی نماز فاسد نہ ہوگی اور مرد کی نماز فاسد ہوگی اس سے یہ نکلا کہ عورت کی نماز فاسد نہ ہوگی بشرطیکہ مرد محاذی امام نہ ہو ورنہ دونوں کی فاسد ہوگی کذا فی الشامی ان لوی الامام وقت شرع بعد از امام ہوا ان لم تکن حاضرۃ علی الظاہر و لوی امراۃ معینۃ او النساء لا ھذا علیٰ نذیرۃ و لا یوھا فسد صلواتہا کما لو اتوا الیہا بالصلوات لم تاولتھا الخ و اما توین شرط محاذات سے نماز فاسد ہونے کی یہ کہ نماز مرد کی ہوتی فاسد ہوگی جب امام اپنے شروع کے وقت عورت کی امامت کی نیت کرے نہ نماز شروع کرنے کے بلکہ نیت امامت عورت کی اگر بعد نماز شروع کرنے کے کہ لگیا تو قبل عورت کا صحیح ہوگا تو مرد محاذی کی نماز بھی فاسد نہ ہوگی نیت امامت عورت کی امام کی ہو اگر عورت ہوتی ہوتی موجود نہ ہو تو ظاہر یہ ہوگا کہ امام نے نیت کی عورت کی امامت کی یا اور عورتوں کی نیت کے سوا اسے اس عورت کی تو عمل کرے گی اس کی نیت یعنی عورت کے سوا دوسرے کی محاذات پہلی صورت میں اور جب کاشت کیا اس کی محاذات دوسری صورت میں غرض نہ ہوگی اور اگر امام نے اس عورت کی نیت نہ کی ہوگی تو عورت کی نماز فاسد ہوگی جیسے اگر امام نے مسکو شہر کا چھپے ٹہنے کا اور پیچھے بیٹھی تو اس صورت میں بھی اس کی نماز فاسد ہوگی ایسے کہ عورت نے عرض تمام کر کے کیا کذا فی النعم ہاشمی نے کہا کہ اگر فقہا اسپرین کہ عباد و عیدین میں عورت کی اقتدائی صحت کے لیے نیت امام شرط نہیں اور یہی قول صحیح ہے عباد و عیدین میں اور جب ان میں تو بوالا اتفاق شرط نہیں مگر قسانی میں عدم شتر املکو و محاذات بنخصہ کہ یعنی عید و عیدین میں اگر عورت نے اقتدایا اور کسی مرد کی محاذات نہیں تو اس کا اقتدایہ صحیح ہوگا امام نے اس کی نیت نہ کی ہو اور نماز میں کہ عدم شرط امام عظم کا اول قول ہے یہ پایا جاتا ہے کہ شرط ہونا نیت کا پچھلا قول ہے اور عمل درنتوئی پچھلے قول پر ہوا و شرط کو کھانا قلیلہ ارزقہا نے شرط کیا ہے یعنی انھوں نے شرط بیان کی ہے ہوا عورت کا قائل اس سے معلوم ہوا کہ اگر محض عورت کی محاذات ہوگی تو فاسد نماز نہ ہوگی کیونکہ اس کی نماز منعقد ہی نہیں ہوتی شامی نے کہا کذا فی قول فی صلوۃ سے اس شرط کے ذکر کی حاجت نہ تھی و کو قضا فی مکان طحاوی اور لو بن شرط ہو ہوا

بانی وائے کاٹھن شخص کے پیچھے جسکو مسلسل الجول ہو درست نہیں کیلئے لڑا اپنی سلس الجول اس کے ساتھ دو غریبین کیسے دفعہ چنوا دوسرے نجاست کا ہونا اور متعدی میں منہ بکشتی
یعنی بانی سے بے دفعہ ہونا نہ ہر اتفاق میں کہ اکثر اوقات اس قدر کا اپنے شل کے پیچھے ہوتے صحیح چکر دونوں کا خدو متوہ اس صورت میں بیو شاع کے لئے اگر دو غریبوں کے کا اقتدا
ایک غریبوں کے پیچھے صحیح ہو درست نہیں کہ انی جلی و مافی الجنبہ الاقتداء بالماثل صحیح الا لشدۃ الخفۃ المشکل والضالۃ والمستحاضۃ احتمال الحیف فلا یفصح
اور جو کہ غنی میں مذکور ہو کر اقتدا کرنا پیچھے اپنی شل کے درست ہو گزرتین ہوں کا اقتدا اپنی شل کے پیچھے درست نہیں بل غنی شکل کا اقتدا دوسرے غنی شکل کے پیچھے درست نہیں اس حال سے
اگر شاید متعدی مرد ہو اور اہم عورت دوم اقتدا اضلاع عورت کا اپنے شل کے پیچھے سوم اقتدا استخاضۃ استخاضۃ کے پیچھے یہ دونوں ناجائز ہیں بسبب جمال حیف یعنی شاید نام کو وہ دن
حیف کا ہو پس اگر یہ احتمال درج ہوگا اس طرح لقیں ہو جائے گا تو اقتدا درست ہوگا م ضلالہ و تفرق اس عورت کو کہتے ہیں جسکو کھانا کھو گیا ہو اور وہ اپنی عادت حیف کھو گیا ہو
گئی ہو تو ایسی عورت کا نام ہونے میں شجر ہوگا جس درودہ نام ہو و کہہ ج حیف کا نہ ہو مگر مستحاضۃ میں یہ صورت شکل ہو اسلئے کہ خون استخاضہ پر جمال حیف نہیں ہو سکتا
بلکہ یوں ہو سکتا ہو کہ ایک عورت کی عادت چورہ کے حیف کی تھی پھر مثلاً ایک بار بڑھ گئی تو چورہ سے ہن کے دونوں ہن دونوں احتمال ہو سکتے ہیں یعنی اگر خون دس شغل
ہو تاکو یہ نہ حیف کا ہوگا اور اگر دس سے بڑھ جائے گا تو تھانہ کا ہوگا تو یہی استخاضہ کی است درست نہیں بلکہ غنی شل کے لئے کہا کہ میں نے محبتی کی عبارت میں بتول بابا اقتدا
استخاضۃ استخاضہ کے پیچھے جائز ہوا اقتدا ضلالہ کے پیچھے جائز نہیں بلکہ اس لئے کہ کسی طرح کا شکل نہیں بلکہ مانی یعنی مبتدا ہوا اس کے قول شاع اسی احتمال ہو یعنی منسکنا یعنی غنی شل کی
تیسرے اس طرح کہ لڑائی لڑائی فلا حافظہ یقرن القرآن بنحو حافظہ لھا و لھا کہ نہیں درست ہوا اقتلا شل شخص کا کہ ایک بیت قرآن کی یاد ہو چکے ہونگے جسکو ایک بیت بھی یاد ہو اور وہی لڑائی لڑائی
دلائی باخوس لعدۃ ملاحتی علی الترحۃ فصح عکسہ اور نہیں جائز ہوتا لڑائی کا پیچھے گئے کے سبب باقی رہنے والے تھے کہ یہ توجہ ہوگا اسکا کہ اس نے اپنی اقتدا لگائے کا پیچھے
کے درست ہوا شامی نے کہا کہ اس جمل سے سمجھا جاتا ہے کہ لڑائی تحریر پر قارض ہونا اسکا لگنے کے پیچھے درست ہوگا کیونکہ اس کی تحریر حق کی لگنے پر بانی نہیں دلا مستور عورت بعا و قلا
العدای عریانا دلا بسین مصلوۃ الامام و مائلہ جائزۃ اتفاقا و کذا و جرح منیلہ بصحیحہ اور نہیں صحیح ہو قندار بنی کے پیچھے ہوئے شخص کا پیچھے تنگے کو اگر امام
ہو اور نہ شخص بنوا اور پڑے ہوں کا تو امام کی نماز اور اسکی شل کی اپنی برہنہ معتد یوں کی جائز ہو بالاتفاق اور اسی طرح درست ہو نہ انہم دالے کے ساتھ دوسرے غنی اور قدر درست کے
یعنی اگر غنی امام ہو اسکی نماز اور قدر درست کا تو نماز دونوں زمینوں کی جائز ہو بالاتفاق کی تیرا سنے لگائی کہ لڑائی امام ہو چندی اور قاریوں کا تو امام کے نزدیک سبکی تھانہ ہوتی ہو
تو ایسا نہ ہو کہ کوئی شخص بہن کی است لڑائی کی اہمیت پر قیاس کے سب کی نماز کو قاسم کے اور وجہ فرق کی دونوں سکون میں بحر الرائق میں یوں بیان کی ہو کہ لڑائی کو ممکن تھا
کہ اپنی نماز قرات کے ساتھ کر لیتا ہادی کو امام کر کے کیونکہ امام کی قرات معتدی کی قرات ہو حدیث کی رو سے لوجب اسنے ایسا نہ کیا تو نماز اسکی قاسم ہوئی اسلئے کہ سبکی
خاز قاسم ہوگی اور سر عورت اور طہارت کا یہ حال نہیں کہ امام کا ستر اور طہارت معتدی کے لیے کافی ہو اسی واسطے کہ پڑے ہوں کی نماز یوں کی نماز ہو چکے اور نہ درست کی نماز
رہی کے پیچھے نہ ہو کہ لڑائی لڑائی تصحیف و لا قار و عیلا و سجود عابجا عنہما البناء الہوی علی الضعیف اور نہیں درست ہوا قندار کو ع اور یہ بہت قدرت رکھنے والے
کا پیچھے اس شخص کے سجود کو ع اور مجتہد عاجز ہوئی نماز اشارہ پڑھا ہو بسبب بنا ہونے قوی کے ضعیف یعنی قار و سجود پڑھنی حال ہو اور اشارہ سے پڑھنے والا معین
تو قوی کی بنا ضعیف پر نہیں ہو سکتی دلا مفترض معتقل و مفترض فرضاً انوکا اتحاد الصلوٰتین شرط عندنا اور نہیں صحیح ہو اقتدا فرض پڑھنے والے کا پیچھے لنگھٹھے دالے
کے اور پیچھے دوسرے فرض پڑھنے والے کے اسلئے کہ دونوں نمازوں کا ایک ہوا شرط ہو کہ نہ در یک ہا پیشہ میں اگر چہ کہ اتحاد امام و معتدی کی نماز سے بعض ہو کہ مقتدا امام
کی نماز کی نیت سے نماز میں داخل ہو سکے یعنی اگر نیت کرے کہ میں امام کی نماز پڑھتا ہوں تو نیت سے شریک ہو سکے تو اس سے معلوم ہوگا کہ امام کی نماز معتدی کی نماز کو ضعیف
ہونی چاہیے و صحۃ ان معاذ کان یصلی مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقلاد و یقومہ فوضا اور صحیح ہو کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
ساتھ نفل پڑھا کرتے تھے اور اپنی قوم کے ساتھ فرض پڑھتے تھے ہم یہ جواب ہوا امام شافعی کے تہ لال کا یعنی معین بن جو واد ہو کہ حضرت معاذ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ
نماز پڑھتے تھے پھر اپنی قوم میں لڑائی کو عشا پڑھا لکے تھے تو اس سے امام شافعی نے تہ لال کیا کہ فرض لکے کا کہ پیچھے نفل لکے درست ہو کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ لکے پڑھا کرتے

تو اپنی قوم میں جو نماز پڑھنے سے قتل ہوئی تھی اور مقتدی انکے پیچھے فرض پڑھتے تھے شاع جواب دیتا ہوتا تھا ہوا ہر حضرت معاذ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نفل پڑھتے تھے اور
 امام ہو کر فرض پڑھتے تھے ایسے کب معافی کی قوم نے انکی شکایت بخبر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تو آپ نے انکو یہ ارشاد فرمایا کہ اگر تم میرے ساتھ نماز پڑھو یا اپنی قوم پر تخفیف
 کرو ورنہ حرام ہے یہ حکم اگر جبہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فرض نماز پڑھو لیکن تو امامت قوم کی نہیں کر سکتے لیکن اگر آپ کے ساتھ نفل پڑھیں تو بالاجماع امامت
 کر سکتے ہیں تو معلوم ہوا کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہما حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نفل پڑھا کرتے تھے نہ فرض دکانا نہ مبتذل ولا مبتذل ولا بناذ دکان کلامہا
 کفوفہا تھا آخر اور نہیں درست ہوا اقتدا کر کے والے کا نفل پڑھنے والے کے پیچھے ایسے کہ نذر واجب ہو تو قوی کی بنا ضعیف پر نہیں ہو سکتی اور نہ نذر کرنے والا اقتدا
 فرض پڑھنے والے اور دوسرے نذر کرنے والے کے پیچھے درست ہو ایسے کہ ہر ایک ان دونوں امام اور مقتدی سے ایسا ہی جیسا دوسرا فرض پڑھا یعنی اتحاد نماز کا جو شرط
 اقتدا کی ہوا ان دونوں سکون میں نہیں پایا جاتا اذ انذار احدھا عین من ذلک لا خلاف تھا اقتدا نذر کی نماز پڑھنے والے کا دوسرے نذر کی نماز پڑھنے والے کے پیچھے
 جائز نہیں بلکہ اس صورت میں اگر کہنے ہوئی نذر کی موجود دوسرے نے کی تو اب اقتدا درست ہوگا سبب اتحاد کے ہم صورت اسکی یہ کہ نذر نے مثلاً کوئی نذر کی اور دوسرے نے کہا کہ خیر زریعہ
 کی ہر دہی میں کہ تاہوں تو جب نفل کی نذر ایک ہوئی تو گویا دونوں نے نماز میں کی نذر کی اسی وجہ سے اتحاد پایا گیا بخلاف اس صورت کہ دونوں نذر نماز کی جدا گانہ کی کہ کس
 دونوں کے دے کے واجب علیہ ہیں اور کوئی ایک دوسرے سے قوی نہیں کذا فی الشامی ولا ناظر بخلاف لکنا المندرجۃ اتوی فہم علی خلاف مقتضی اور نہیں درست ہوتا
 نذر کی نماز پڑھنے والے کا پیچھے قسم کے نماز پڑھنے والے کے ایسے کہ نذر کی نماز قوی تر قسم کی نماز سے تو صحیح ہے کہ عکس مخالف متغفل یعنی قسم کی نماز والے کا اقتدا نذر کی نماز والے کے
 پیچھے درست ہوا قسم کی نماز والے کے پیچھے نفل پڑھنے والے کے پیچھے درست ہوا ہم صورت قسم کی یہ کہ ایک شخص نے مثلاً قسم کھائی کہ میں در رکعت نماز پڑھوں گا تو یہ دو گانہ
 نفل ہوگا ایسے قسم کی نماز والے کو اختیار رہا ہر چاہے دو گانہ پڑھو کہ قسم سچی کر لے خواہ ترک کرے اور کفارہ دے بخلاف نذر کی نماز کے کہ وہ واجب ہوئی ہوا ہر چاہے نذر
 والا قسم دے کے پیچھے نہیں پڑھ سکتا اور قسم والا نذر والا اور قسم والے اور نفل والے کے پیچھے اقتدا کر سکتا ہر چہ لکھا کہ شایع کا قول بخلاف عطف ہوتا ہے نہ دھندلے ہو چو کہ عکس میں
 سمجھا جائے کہ لکنا فی الشامی ومصلیٰ رکعتی طواف کنا ذریعۃ اور شخص پڑھنے والے دو گانہ طواف کے نفل نذر کے نماز پڑھنے والا کو کہ میں اپنی ایک کا اقتدا دوسرے
 کے پیچھے جائز نہیں سبب اختلاف سبب کہ میں ایک کا طواف دوسرے کے طواف کا غیر ہو اور اگر دو گانہ طواف کو سنوں کہ میں یہ بعض نماز کا قول ہوا تو اس قول کے بموجب اقتدا درست
 ہوگا کذا فی الشامی ولو اشتد کاف نافلہ فافسد ہا صم لا قتلا ولا ان افسد ہا منفر دین اور اگر شخص شریک ہوئے نماز نفل میں پھر دونوں اسکو فاسد کہو تو اقتدا
 صحیح ہے مثلاً دونوں دو گانہ ترویج اما کہ پیچھے پڑھتے تھے پھر اس دو گانہ کو فاسد کہو تو اسے ایک دوسرے کے پیچھے پڑھ سکتے ہیں کیونکہ نماز تعدد ہوتی ہے صورت میں جب اسکو فاسد
 کیا دونوں تک اس صورت میں اقتدا جائز نہیں سبب اختلاف سبب کہ ولو صلیا الطہر دوی کل امامۃ الا خصوصیت کا ان نوبہا لا اقتدا و الفرق لا یخفی اور اگر شخص
 نے نماز پڑھی اور ہر ایک دوسرے کی امامت کی نیت کی تو نماز درست ہوگی کیونکہ ہر ایک اگر دونوں نے اقتدا کی نیت کی اور فرق پوشیدہ نہیں ہم فرق یہ کہ امام اپنے حق میں
 مشرور ہوا ہوا اور بدون خیر کی اقتدا لے نام نہیں ہوتا جب دونوں امامت کی نیت کی اور مقتدی کوئی نہ ہوا تو دونوں مشرور گئے اور نماز درست ہوئی اور اقتدا کی نیت میں
 عدم جواز کی وجہ یہ کہ مقتدی کی نماز بدون نیت اقتدا کے صحیح نہیں ہوتی اور اقتدا ایسے شخص کے پیچھے صحیح نہیں جسے اپنی نماز غیر کی نماز پر مبنی کی ہو اور یہاں دونوں اپنی
 نماز کو دوسرے کی نماز پر مبنی کیا ہوا ایسے اقتدا ایک دوسرے کے پیچھے صحیح نہ ہوا تو نماز بھی درست نہ ہوئی کذا فی الحللی ولا خلاف ولا مسبقی مثلاً ما تقر بان لا اقتدا
 فی موضع الا نفراد مفسد کعکسہ اور نہیں درست ہوا اقتدا الا حق و سبق کا پیچھے مثل ان دونوں کے سوجہ سے ثابت ہو چکا ہوا کہ اقتدا کرنا انفرادی جگہ
 میں مفاد ہے جیسے کہ اسکا مفسد ہوا یعنی مشرور ہونا اقتدا کی جگہ میں ہم لاحق ہو چکا ہوا کہ ساتھ شریک ہو کر کسی غدر سے دھیال کی نماز آخر کی خوب ہو گئی ہو تو مختصر
 امام کے مانع ہونے کے بعد اس وقت شدہ نماز کے پڑھنے میں حکم مقتدی کا رکھنا ہر چہ ایسی طرح نماز پڑھے جیسے امام کے پیچھے پڑھتا اور سبق نہ ہو چو کہ کسی اقتدا نماز ہو چکا کہ شریک ہو
 شروع سے شریک ہو وہ اپنی باقی نماز پڑھنے میں حکم مشرور کا رکھنا ہوا تو اب اگر لاحق پیچھے لاحق کے اقتدا کرے تو درست نہ ہوگا ایسے کہ دونوں مقتدی ہیں اگر ایک امام ہوگا تو

وہ سفر ہو جائیگا کیونکہ اگر حال سفر کا سامان ہی طرح مسنون ہے مسنون کے اقتدار میں کیرکتا کیونکہ ولوں سفر میں تو آتی احوال انفراد میں کیسے کر سکتے ہیں اور یہی حال اگر لاغری مسنون کے پیچھے اقتدار کرے اور مسنون لاحق کے پیچھے کذا فی الجملی دلاہ مسافر فقہ بعد الوقت قیما یعنی بالتسفر کا نظم ہو سوا احرام المقصد بعد الوقت اور غیر فخر فاضل المسافر اور نہیں صحیح و اقتدار مسافر کا پیچھے سفر کے بعد وقت کے اُن نمازوں میں جو سفر کے باعث سے بابتی ہیں جیسے نماز اور عصر اور شبراہر ہر کہ مقرر نہ ہو وقت کے بعد کی ہو وقت کے اندر تحریر کی ہو وقت تک گیا تو اس وقت مسافر نے اقتدار کیا ہوا مسافر کی نماز کے وقت اندر تمام ہو سکتی ہو خواہ نیت اقامت کرنے سے خواہ تویم کے پیچھے پڑھنے سے اسکی متابعت کی جہت سے اگر جب وقت تک گیا تو اسکے ذمے دو کوئین ثابت ہو گئیں ابابین قابلیت تمام ہو سکتی کسی طرح نہ رہی اسی لئے بعد وقت کے اقتدار صحیح نہیں ٹھہرا تو غیر نمازوں کی قید اسلئے لگائی کہ جن میں تغیر نہیں مثلاً نماز اور غروب تو نہیں اقتدار درست ہو کذا فی الخ بل ان احرام فی الوقت فخر صحیح و اقتدار امام بعد الوقت غلا بتغیر فرضہ فیکون اقتداء بمقتل فی حق تعدا اوقاف و یا تدا فی سفیع اول او ثان بلکہ اگر مسافر وقت کی تحریر کے وقت کے اندر کہ پھر وقت تک جائے تو اقتدار صحیح ہوگا اور مسافر جا کر عین ٹپے جانے ام کی تعبت سے لیکن وقت کے بعد اسکا فرض نہیں بلکہ یاد دہی کرشن اسکے ذمے ہوئی تو اگر وہ غیر کا اقتدار پہلے دو گانہ میں کر گیا تو قدرہ کے حق میں اقتدار نفل ٹپے والے کے پیچھے ہو جائیگا حالانکہ فرض والے کا اقتدار نفل والے کے پیچھے جائز نہیں م نفل سے مراد غیر فرض ہو خواہ سخت ہو یا جب توقعہ ادا ہو گئے ذمے واجب ہوا و مقتدی مسافر پر جہر ہوئی کی جہت سے فرض ہو تو اقتدار نفل والے کا واجب والے کے پیچھے ہوگا اور پچھلے دو گانہ میں قرات امام قیم کے حق میں خون ہو گئیں اگر مسافر وقت کر گیا تب بھی صحیح نہ ہوگا کیونکہ قرات اسکے حق میں فرض ہو تو اقتدار فرض والے کا سخت والے کے پیچھے لازم آوے گا کذا فی الشامی و لا ناذلک برالکب لراکب دایۃ اخری فلو صحیح و صحیح نہیں اقتدار سواری سے اگر والے کا پیچھے سواری کے اور نہ اقتدار سواری کا پیچھے دو سواری کے جو دوسرے جانور پر سوار ہو تو اگر مقتدی امام کے ساتھ ایک جانور پر ہو تو اقتدار درست ہوگا م وجہ وجہ جواز اقتدار کی ان صورتوں میں اختلاف مکان ہوا و غیرہ انطاقت اسے مکان کا متحد ہونا اور پندرہ چوچکا اس سے معلوم ہوا اگر سوار ترے ہوئے شخص کا اقتدار کر گیا تب بھی جائز ہوگا کذا فی الشامی و لا غیرہ لا لشریہ ای بالانتم علی الاصح کما فی البحر عن المحبۃ اور نہیں درست ہوا تو غیر تو تھے کا تو تھے کے پیچھے اصح قول کے بموجب جیسا کہ بحر اللزینی میں مجتبی سے منقول ہے و م الشیخ بر وزن فضل اس شخص کو کہتے ہیں جسکی زبان سے ایک حرف کی جگہ دوسرے کلمے شمار کی جگہ غین یا لام ہوئے ہندی میں اسکو تو تار کہنے میں اولیٰ کی قید اسلئے لگائی کہ ظالمہ و تار غانیۃ و زمرہ میں تو تھے کی اہست کو صحیح لکھا ہو کذا فی الشامی و حوالہ الحلبی و ابن الشیخ انہ بعد بدل حیدرہ و انما حقا کلا حتی فلا یوم الا منسلہ و لا تقص صلوٰۃ اذا امكنہ الا متداء بن یحسنہ او ترک حیدرہ او وجد قدر الفرض مما لا تتم فیہ من الصلوٰۃ المتعارفی حکم الا الشیخ اوطی و ابن شہر آشوب نے شیع کی ہو کر تو ہمیشہ کی جویا کوشش کرینگے بعد اسی کے ماتہ ہوتی اپنے جیسے تو تھے کا سواد دوسرے کی اہست نہ کرے اور نہ صحیح ہوگی اسکی نماز جبکہ اگر اقتدار ایسے شخص کا جو قرآن اچھا پڑھے مکن ہو یا وہ کوشش کر اچھوڑ دے یا بقدر فرض قرات وہ آیتیں حاصل کرے جنہیں تنہا نامہ ہویتی صحیح اور غنا ہے تو تھے کے حکم میں م حاصل تفع یہ ہو کر تو تھے کو ہمیشہ واجب ہے کہ تفع الفاظ میں کوشش کرے اگر بعد کوشش کے صحیح الفاظ نہ نکال سکے گا تو نماز اسکی جائز ہوگی اور اگر کوشش کے بعد پڑھ لیا گا تو نماز فاسد ہوگی چنانچہ محیط وغیرہ میں ہے مگر یہ اس صورت میں ہے کہ بقدر فرض ایسی آیتیں نہ پڑھ سکے جنہیں نہ تنہا دے اور اگر پڑھ سکتا ہو تو سب کوشش کرنا ضروری نہیں نہ دوسرے صحیح پڑھنے والے کا اقتدار لازم ہے کذا فی الشامی و کن امن لا یقدر علی التخطی جیف من الحرف و لا یقدر علی احوال الفاء لا یتسکر ابرا اور اس طرح حکم ہے اس شخص کا جو کوئی حرف حرفی سے بدلول سکے یا تو کو بدول مکر کرنے کے نہ نکال سکے یعنی اس شخص کو بھی کوشش کرنا چاہیے ورنہ اسکی نماز صحیح نہ ہوگی مثلاً بعض لوگوں سے آج اویس اور بنین راہو تے تو انکو کوشش کرنا انکی نصیحت میں جب ہوا اور چونکہ اللہ کو تمہیں غیرہ میں خاص کیا ہے اس شخص کے لیے جو تیسرا اور نہ بدلول سکے اسلئے شامی نے ہر حرف کے بدلول سکے کو بدول مکر کر دیا اور نکال کر اسے بتایا کہ یہ تنہا بھی تنہا نہیں مقل ہو کذا فی الشامی تبصرہ و علمہ انہ اذا فسدت الاقدا بائی وجہ کان لا یقیم شروعه فی صلوٰۃ نفسہ لانه قصدا المشارکہ وھی غیر صلوٰۃ الا انفراد علی المصحح محیط و آخری البحر ابانہ المذہب

اوجان کے جب اقتدا فاسد ہو کسی طرح پر فاسد ہوئی خواہ عورت اور لڑکے کی امامت سے ہو یا دوسری باتوں سے جو اوپر مذکور ہوئیں لی نہیں صحیح ہر شروع کرتا مقتدی کا خود اپنی نماز میں اگر نفل ہی ہو ایسے کہ مقتدی نے دوسرے کی شرکت کا قصد کیا تھا اور شرکت میں پڑھنا غیر ہر تنہائی کی نماز کا نہیں صحیح ہر شروع قول صحیح پر کذا فی الحیط اور بحر اللقیقین عوی کیا کہ عدم محنت شروع مذہب ہر دم وجہ عدم محنت شروع یہ کہ جب اس نماز میں جبکہ مقتدی نے ارادہ کیا اسکا شروع صحیح نہ ہو تو غیر میں کیسے صحیح ہوگا کذا فی الشامی قال المصنف لکن کلام الخلفاء فیہ نقصان هذا قول محمد بن حنفیہ نے کہا لیکن خلا کلام اس بات کا مفید ہے کہ عدم محنت شروع قول ہر خاص امام محمد کا مخلصین بن یحییٰ ہر کہ جس جا میں اقتدا صحیح نہیں تو کیا مقتدی خود اپنی نماز کا شروع کرے والا ہو جائے یا نہیں امام محمد کے نزدیک نہیں ہوتا اور شیعین کے نزدیک ہو جائے کذا فی الشامی قلت وقد اذنی فیما تو بعد تصحیح السراج خلاف ذلك المذهب انقلدنا فلما نقلنا من کما ہوں کہ صاحب بحر نے بیان گذشتہ میں یعنی عورت کے محاذات کے مسئلہ میں عوی کیا ہر کہ مذہب بدل جائے نماز کا نقل سے تصحیح سراج کے خلاف عدم محنت کو متبادل کرے اس تناقض کو م صاحب بحر نے محاذات میں سراج سے نقل کیا تھا اگر مگر مگر صاحب بحر اور عورت کے نقل کی نیت سے اسکا اقتدا کیا اور محاذی ہوئی تو مرد کی نماز باطل ہوگی کیونکہ اقتدا ہر چند فرض میں صحیح نہ ہو مگر نقل میں ہو جب مذہب کے درست ہو تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ جب اقتدا فرض میں فاسد ہو تو شروع باطل فاسد نہ ہو بلکہ نقل میں اقتدائی رہا اور محنت شروع مذہب ٹھہر اور نہ نماز مرد کی کیوں فاسد ہوئی اور یہاں دعوی عدم محنت شروع کا کرنا ہر کہ تو دونوں کلاموں میں صریح تناقض ہے کذا فی الشامی وحینئذ قال ان شئہ ما فی الزمعی انہ متی فسک لفقد شرط کطا هو بعد و لہ یستبعد اصالہ وان لا خلاف الصلوٰتین ینعقد نقلہ غیر مضمون وغیرہ

ان نقلہ انما یقفہ سوقت میں یہی صحیح کلام صاحب بحر کا نقل مذہب میں مختلف ہوا تو شاہ ترمذی نے اذنی سے وہ قول ہر کہ میں ہر کہ جس صورت میں اقتدا فاسد ہو سبب ہر کہ جائے کسی شرط کے چنانچہ اقتدا ظاہر کا صحیحے معذور کے تو اس صورت میں نماز اصل سے منعقد نہ ہوگی اور اگر دونوں کے مختلف ہونے کی وجہ سے اقتدا فاسد ہو تو نماز مقتدی کی نقل غیر مضمون منعقد ہوگی یعنی اسکو فاسد کرنے سے قصداً اسکے ذمہ نہ ہوگی اور اگر خلاف کا وضو کا ٹوٹنا وغیرہ سے یعنی محنت شروع کے قول پر ضرورت ہوگا کیونکہ مقتدی نے نماز میں پایا جاگا اور عدم محنت کے قول پر وضو بجا کھانہ لمبی کی تفصیل سے دونوں قولوں میں توفیق ہوگی یعنی عدم محنت کی تصحیح اس صورت پر معمول ہے کہ قصد اقتدا کسی شرط کے معدوم ہونے سے ہو اور محنت کی تصحیح اس پر معمول ہے کہ اقتدا محنت میں نہ رہی نقل میں باقی رہی دیمع من الامتداء صف من النساء ہذا حائل قد ذراع او ارتفاع عن قد قامتہ او جوف مقام السطح وضع کرنی ہر اقتدا سے عورتوں کی صف بدون ایسے عامل کے جو مقدار ایک ہاتھ کے ہر یا بدن کے مرتفع ہونے کے آدمی کے قدر کے برابر کذا فی مفتاح السعادات وضع کرنی ہر اقتدا سے عورتوں کی صف بدون ایسے عامل کے جو مقدار ایک ہاتھ کے ہر عورتوں کی صف ہو تو مردوں کی کچلی سونوں سے بین تین محاذیوں کی نماز اگر صرف فاسد ہوگی اور اگر دو عورتیں ہوں گی تو صرف اول صف کے دو مردوں کی نماز جائے گی جو انکے پیچھے سید میں ہوں گے اسی طرح ایک عورت سے بھی پیچھے کے ایک ہی مرد کی نماز فاسد ہوئی ہو آخر صفوں کے رقباس اسکا مقتضی ہے کہ اگر عورتیں تین یا پوری صف میں تب بھی انکے محاذی مردوں کی ایک ہی صف میں نماز فاسد ہوگی صفوں میں سب سے پہلے ایسے کے اس ایک صف کے مرد اپنے پیچھے کے مردوں کے لئے حائل ہو جائے ہیں جیسے ایک یا دو مرد تین ہوتے ہیں مگر اس قیاس کو استعمال کی وجہ سے ترک کیا کیونکہ حضرت عمرؓ سے منقولاً اور نو عاتبات ہو کہ جس شخص کے درمیان انکے کچے میں نہ رہا کہ یا عورتوں کی صف ہو تو لڑکی نماز میں تو معلوم ہو کہ شامی نے جو حائل اور ارتفاع کا اعتبار کیا ہے یا سبب عورتوں کے لئے ہر صف میں سبب حثیت مذکور کے حائل کا اعتبار نہیں کذا فی الشامی و طریق فیہ العجۃ الہ یجہا التوبیۃ عام فاذا جیس لڑکی گذرے کے الیہ اقتدا ہر شامی نے کہا کہ عورتیں تین ہوں گے جسکو پہلے کہتے ہیں اذنی ہر صف میں السیف لوزیقا فی المسجد الیہ اقتدا ہر نہ جیس کہ شتان چل سکیں اگر چھوٹا کسی یعنی ڈنگی ہو اور اگر چہ نہر مسجد میں ہو او خلائی نضاء فی الصحنہ او فی مسجد کبیر جسد المسجد لقدس یسعم صقین فاکثر الا اذا انصلت الصغری فیسعم مطلقا کان قام فی الطريق لثمة فکذا شتان عند الشانی لا واحدا قال لا نکراہ صلوۃ صا و جودہ ککذا صدق حق من خلفہ یا الیہ اقتدا ہر خلا یعنی انشا پر صلح کمال میں بہت جری مسجد میں

مثل مسجد قبل کہ مسجدین کی بجائیں دو منوں کی بنا پر ہوگی جو کہ اس صورت میں مانع نہیں جبکہ مسجدین کی ہوگی ہوں تو صحیح ہو اتنا اسطفا یعنی اگرچہ بیچ میں نہ رہا رہا نافذ ہو شلار اہلین
تین شخص کھڑے ہو جائیں تو مسجدین متصل ہو جائیں گی اور اسی طرح اگر دو کھڑے ہوں امام ابو یوسف کے نزدیک نہ ایک شخص بالافتاق اس لیے کہ سبب مکر وہ ہونے نہایت
شخص کے اسکا وجود مثل عدم کے ہو گیا ان لوگوں کے حق میں جو اسکے پیچھے ہیں اپنی ایک شخص کے رستہ میں کھڑے ہونے سے منوں کا اتصال ثابت نہ ہوگا جیسا کہ
کھڑا ہونا طریق کے نزدیک اور یہی قول صحیح نزدیک اور نیز میں صورت اتصال یہ کہ ایک پر مسجدین ہوں یا کشتان باندھ کر نہ لوگ کھڑے ہو جائیں اور محراب کی قید اس لیے لگائی کہ
گھر اور مسجد میں جبکہ کچھ شائع اتنا نہیں اور کچھ صحیح تر قول میں مثل مسجد کے ہونے کی نہیں بھی بدون اتصال منوں کے اتنا صحیح ہے اور بڑا مکان مثل خانہ کعبہ کے ہے اور حدیث کے
یہ کہ کس کا من چاہیں ہاتھ یا زیادہ کا ہوا اور بعضوں کا ہاتھ ہاتھ کہا ہے کہ قول اول مختار ہے کہ لفظی اشاری والحاثل لا ینضم الا قدا ان لم یثقبہ حال امامیہ
بسماع اور وثیقہ ولومن باب مشتبک ینضم الوصل فی الاصل اور حال یعنی اگر کا ہونا در بیان امام اور مقتدی کے مانع قدا نہیں بشرطیکہ مقتدی پر حال اسکے امام کا
اشکی آواز سننے یا اسکو دیکھنے کے سبب مشتبہ نہ ہو اگرچہ دیکھنا بھی جاری دار دروازہ سے ہو جو مانع امام تک پہنچنے کا صحیح تر قول میں موطاوی نے ابو سعید سے نقل کیا کہ سننا
امام کی آواز کا یا کبر کی آواز کا یا کان پر اور دیکھنا عام ہے اس کے امام کو دیکھو یا دوسرے مقتدی کو دیکھو ولخیلف المکان حقیقۃ کسجد و بیت فی الاصل قلیہ
ولا حکم عند اتصال الصفو اور حال مانع قدا نہیں بشرطیکہ مکان مختلف نہ ہو حقیقت میں جیسے مسجد اور گھر صحیح تر قول میں کہ فی القیادہ اور نہ حکام کان جلاہو صفو کے قدا
یعنی اگر در بیان میں رستہ یا نہ ہو تو رستہ دونوں کنارے رستہ یا نہ کے مکان مختلف ہیں مگر منوں کا اتصال کی صورت میں ہاں ایک ہی مکان میں اس لیے مانع قدا نہیں
ولو قدا ہی من سطح دارۃ المتصلیۃ بالمسجد لا یخیر لا اختلاف المکان در و مجرد اقوال المصنف لکن تعقبہ فی الشریکۃ لایۃ ونقل عن البرہان
وغیرہ ان الصیغۃ اعتباریۃ لا شکیہ فقط قلت و فی الانشباہ و زواہر الجواہر مفتاح السعاده مجمع الفتاویٰ النصاب الخانیۃ ائہ لا صحر
وفی القیادہ اولادہ اختیاریۃ من المذکورین اور اگر قدا کیا ہے اس مکان کی محبت سے جو مسجد کے ساتھ ملا ہو تو جواز نہ ہوگا سبب اختلاف مکان کی لفظی الحدرد و لہجہ وغیرہ
ثابت رکھا ہے اسکو مصنف نے مگر اعتراض کیا ہے اس قول پر شریک الیہ میں اور برائے غیرہ سے نقل کیا کہ صحیح قول قدا اگر نہ صرف مشتبہ ہونے امام کے حل کا ہے بلکہ حکام
مکان کا میں کہتا ہوں اور شہادہ اور زواہر الجواہر اور مفتاح السعاده اور مجمع الفتاویٰ اور فیض خان بن ہر کہ یہی قول صحیح تر ہے اور نہ الفتاویٰ
میں اسے منقول ہے کہ یہی قول اختیار ہے ایک جماعت متاخرین کا ہم فتاویٰ عالمگیری میں ہر کہ مسجد کا ہمسایہ اگر امام مسجد کے پیچھے اپنے گھر میں قدا کرے تو وہ ہر
بشرطیکہ اسکے اوپر کے در بیان شارع عام نہ ہو یا ہوگا منوں سے بھر گیا ہو و صحیح افتاء منوئی لاملہ معہ عنیۃ ولوصم توضع بسور و جاد محبتیہ و یحی
اور صحیح ہر قدا کہ لڑا و غور کے کا جس کے ساتھ پانی نہیں ہے پیچھے تیم ولے کے اگرچہ ساتھ وضو کرنے کے گھر کے جھولے پانی سے ہو کہ لڑائی لہجہ جم مقتدی کے ساتھ پانی نہ ہونے کی قیادہ
لگائی کہ اگر پانی اسکے ساتھ ہوگا تو امام کو پانی تبادلا سکے اس صورت میں قدا صحیح نہ ہوگا کیونکہ تیم امام کا اسکے غلبہ میں باطل ہے اور یہ ہفت ہر کہ امام نے تیم پانی کے نہ ہونے کی
حجت سے کیا ہے اور اگر اور غدر سے کیا ہوگا تو قدا درست ہوگا کہ گھر کے جھولے پانی سے وضو کرنے کے ساتھ تیم کرنے کی یہی کراول وضو کیا ہے تیم کیا اور اگر وضو کر کے
تیم بھی اور اگر تیم تیم کیا اور دوبارہ فرض طہی تو قدا درست نہ ہوگا اس لیے کہ اگر فرض میں شک ہو گیا کہ لڑائی لوطاوی وغاسیل بماسیم ولو علی جہیز اور درست
ہو اتنا دھونے والے کا پیچھے مسح کرنے والے کے اگر مسح شکستہ عضو کی نہایت پر پانی جو شخص پاؤں کو دھوتا ہو وہ ضرہ پر مسح کرنے والے کا قدا اگر سکنا ہو اور جو شخص
غسل یا وضو میں تمام اعضا کو دھوا ہو وہ اس شخص کا قدا اگر سکنا ہو جس کے ایک عضو پر کپا چین بندھی ہیں وقائم بقاعد یرکم و یسجد لا تہ صلی اللہ علیہ وسلم
صلی اخر صلوۃ قاعد و ہم قیام و الوتر یسجد و تکبیر و دہ علیہ جلا رفیع المؤذنین اصلوہم فی جمیعہ وغیرہ اپنے اصل الرفع اماما متاخر
فیہ مانع علیہ بعدا نہ مفسد خالصا علیہ بلکہ تیم اور درست ہر قدا کہ شخص کا پیچھے بیٹھنے والے کے جو کراول اور یہی قدا تیمی اشارہ سے نہ ہو جاتا ہو اس لیے کہ تیم
کے اہل غلہ سلم نے اپنی آئینہ طریقہ کر پڑھائی اور مقتدی میں کھڑے تھے اور حضرت ابوبکر صدیق نے لوگوں کو آواز آپ کمال کر کی پہنچاتے تھے اور اس کی کبر کے پہنچاتے

نہیں تو مادہ ثقب ہو اور جنہوں نے کہا کہ علامہ نہیں ہے بسبب فاسق ہونے امام کے اپنے اقوال سے یعنی اگر انہا امام نے حالت بے وضو یا ناپاک یا غیرہ میں یا مستکی اور پھر گوگون کو
 آگاہ کر دیا تو خود اپنی زبان سے فاسق ہو گیا اور دین کے باب میں فاسق کا قول حبر نہیں ایسے اسکے خبر دینے سے عادی نماز کا نہیں اور اگر یہ احتمال ہو کہ امام نے براء و ریح
 اسکا اقرار کیا تو عادیہ کریں کذا فی الشامی اور اگر امام نے نماز پڑھانے کے بعد کہا کہ وہ شخص کا فرض تو یہ قول اسکا نہ مانا جائیگا کیونکہ نماز پڑھنا مسلمان ہونے کی دلیل ہے اور امام
 پر جبر کیا جائیگا مسلمان ہونے کے لیے کیونکہ اس کلام سے وہ مترد ہو گیا بالقدار ممکن بلسانہ او بکتابہ اور رسول علیہ السلام کو متعینین و ملائکہ و جبرائیل و
 معلوم و صحیح فی جمع القادری عدمه مطلقاً لکنہ عن خطاء معفو عنہ لکن الشروع و وجہ علی الفتاویٰ امام کے دستبر دنیا بطرح کہہ سکے یعنی زیادتی کہہ کر یا خطا کہہ
 یا قاصد صحیح کر لایا ہر صحیح تر قول کے بموجب اگر مقتدی معین یعنی معلوم ہوں اور اگر معلوم نہ ہوں تو خبر دنیا اس پر لازم نہیں کذا فی البحر المحیط حاج علی نے کہا کہ اگر فقہور سے
 معلوم ہوں اور فقہور سے نامعلوم تو معلوم کو خبر دنیا لازم ہے اور فقہور کی ہر جمع افتادی میں نہ خبر دینے کی مطلقاً یعنی خواہ نماز کا فاسق یا نماز بالافتقار ہو یا مختلف فیہ بسبب ہونے
 اس فعل امام کے خطا کے طور پر جس سے درگزر کی گئی ہو لیکن شرحین ترجمہ کی گئی ہیں فتاویٰ و ابن قیمین خبر دنیا معراج الدرایہ شرح بدایہ و ترجمہ القرآن شرح سنن اللذان فی بن نہ کہ
 ہر جمع افتادی کا قول ان کے سامنے قابل انتفات نہیں شامی نے کہا کہ بالقدار متعلق اخبار سے ہوا و علی الامم متعلق ہر لازم سے و اذا اقتدای قتی و قاری باھی تفسد
 صلواتہ کلک للقد رقی علی القراءۃ بالاعتداء بالاعتداء علیہ وہ اولاً و اولاً لا علیہ انہ صلی استخلف الامام امیناً فی الاخرین ولونی التشیع
 اما بعد فصح بخروجہ بصلوۃ ففسد صلواتہم لان کل رکعۃ صلواتہ فلا تخلو علی القراءۃ و لا یقدر الا و جیکہ لاقت و کیا ایک امی اور ایک قاری نے پیچھے اُٹھ کر کے تو
 نماز سب کی ناسد ہو گی بسبب قادی ہونے ایسے کہ قرار پر قاری کے پیچھے پڑھنے سے برابر ہر امام کو علم قاری کا ہونا نہ ہوا و حریت قاری کی کی ہونا نہ ہو تیار نہ ہو قادی
 کے شامی نے زلی سے نقل کیا کہ وجہ اس کی یہ کہ اگر افضل حال علم و جہالت سے بدلتا نہیں تو جب علم شرط نہ ہو انویت بھی بطریق اولی شرط نہ ہوگی انتہی یا خلیفہ کرے امام کسی
 امی کو کھلی روکتوں میں اگرچہ شہر میں خلیفہ کرے ناسد ہوگی نماز سب کی ایسے کہ ہر رکعت نماز علیہ ہر کو خالی نہ ہوگی کوئی رکعت قرار سے اگرچہ قرار پر تقدیری ہو اور امی
 میں قرار پر تقدیری بھی نہیں کیونکہ وہ اہل ہی نہیں تمام نے ایسے کو خلیفہ کیا میں صلاحیت امامت کی نہیں ایسے نماز خلیفہ یوں کی قاسم ہوئی اور امام کی نماز عمل شری کی
 حجت سے قاسم ہوئی اور معتقون کی نماز امام کی نماز پر یعنی کذا فی البحر شامی نے کہا اور بعد شہر کے خلیفہ کرنے سے تو نماز درست ہوگی بسبب حاج ہونے امام کے اپنے فعل
 یعنی اختلاف سے و صحیح لوصلہ کل من الامم القاری و حذو فی الصحیح و صحیح ہر نماز اگرچہ ہر ایک یعنی امی و قاری نے متماثل صحیح میں ہر قول صحیح کا مقابل قول اولی و صحیح
 کا ذکر نماز امی کی اس صورت میں بھی جائز نہیں لیس سئلہ شہر اور بدین قول اول کو صحیح کہا چونکہ لانی الشامی بخلاف حضور لای بعد اقتراح القادری لذلہ المعتقد بہ
 و صلہ مفترقا فانہ تفسد الامم لاما یخلو انہ امی کے بعد شروع کرنے قاری کے جبکہ قاری کا اقتدار اس کے اوپر نہ مانا پڑھے کہ نماز امی کی قاسم ہوگی صحیح تر قول میں ہو کہ سب کے
 گذر گئی یعنی ہر نے باوجود قدرت علی القراءۃ کے قدرت کو ترک کیا اگر قاری کے پیچھے پڑھنا تو اس کی قدرت اس کی ہی قدرت ہو جاتی و اعلم انک من صلواتہا کما مہم الامام الذکر
 من خاتمہ الکعبات یکلھا او بعضھا لکن بعد اقتداء اوجان کہ درک وہ مقتدی ہونے نماز کی پوری کہ نہیں امام کے ساتھ پڑھی ہوں اور لایق وہ مقتدی ہو جسے
 کل کعبات یا نحو ہی کہ نہیں امام کے ساتھ پڑھی ہوں اگر اقتدار کچھ کے بعد یہ معتبر قوت ہوگی ہوں بعد رکعتہ و زحمہ و سبق حد و صلواتہ خوف و مقیم انہ ہمساقی
 قوت ہونا کل بالبعض کعبات کا کسی غرض سے ہو مثلاً اغفلت سے یا پھر سے یا بوجہ جاتے رہنے سے یا خون کی نماز سے یا کچھ کہ ایک رکعت سے یا کچھ سے یا غفلت کی صورت ہو مقتدی اقتدار کے
 بعد غافل ہو گیا بیان ایک کہ امام نے سب نماز یا بعض پڑھ لی اور انہو کی صورت یہ کہ مثلاً جمعہ میں اقتدار کیا اور لوگوں کی کثرت کے باعث ایک رکعت امام کے ساتھ نہ پڑھ سکا اور غرض
 ہو کہ اسے مقتدی اور امام دونوں لایق ہو سکتے ہیں امام کے لایق ہونے کی یہ صورت ہی کہ جب امام وضو کر لیا تو جبکہ خلیفہ کر گیا تھا اسے اس اثناء میں کل بالبعض کعبات پڑھ لیں
 اور خوف کی نماز اس طرح ہوئی ہو کہ امام فرج کے وہ جسے کہے ایک کو نماز پڑھا وے اور دوسرے کو مقابل شمس کے کھڑا کرے جب پہلا حدیث غلبہ نما امام کے ساتھ پڑھے تو وہ دوسرے کے
 سامنے چلاوے اور دوسرا امام کے پیچھے اقتدار کرے چنانچہ صلواتہ خوف میں بیان ہو گا تو پہلا حدیث ہو گا جو شامی نے مراد لیا ہو اور دوسرا حدیث میں جو دوسرے میں اور مقتدی

صاحبین کے چکر شائع کے بیان کیا ہو ورنہ اگرچہ فکرمقدساً حد ہا لا یجوز الا اقتداء به وایک صحیح استخلافہ فی حد ذاته لاحالۃ القضاء
فلا استثناء اصلاً کما راعی فی الاستنباط سابق منقول و اگرچہ رسولوں میں کرنا مثل منی کے ہر اول تسلیم ہر ایک اقتداء کے بھی جائز نہیں اور منقول کے بھی درست
ہو اگرچہ صحیح و غلط نہ ہو سابق کا حال سابق ہونے میں نہ حالت قضاء مافات میں تو ہشتادین ہرگز بیجا لا شایہ کہ اس میں شہادہ میں کہ اگر کسی سابق کے
بھیچے اقتداء جائز نہیں اس سے اختلاف کا مسئلہ متفقہ نہیں اگر امام کو صرف ہو اور وہ سابق کو غلط کر دے تو درست ہر شائع کہتا ہو کہ شہادہ میں اس لیے کہ اختلاف سابق کا
امام کے سلام سے پیشتر ہو اور بعد از اقتداء بعد سلام امام کے جب سابق اپنی نماز پڑھے کہانی بعد نواشی احد المسبقین نفصلاً خط اللہ فی اقتداء صحیح
ہاں اگر وہ سابق جو ایک ساتھ اگر شریک جماعت ہوئے نہیں سے ایک بھول گیا کہ کتنی کمیتیں باقی ہیں اور اسے باقی کو ادا کیا دوسرے کو دیکھ دیکھ کر بدولت اقتداء کے
تو درست ہو گا خطا دی نے کہا لا اس مثال کے گھٹنے کی ضرورت تھی کیونکہ اس میں امتیازی نہیں مابینہما یا تو بتکبیر الشریع اجماعاً اور دوسرے مسئلہ یہ کہ سابق کبیر
تشریق کو کہے بالاتفاق یعنی عرف کی مسجد سے تیرہویں کی محراب کی طرف یا جماعت کے بعد جو کبیر جب ہر سابق ہی اس کو کہے حال اگر منور امام غلط کے نزدیک تکبیر نہ کہے
و قالہا لو کبر بنوی استیناف صلوتہ و قطعاً بصیر مستانفا و قاطعاً لا ولی بخلاف المنکر کا سبھی اور تیسرے مسئلہ یہ کہ اگر سابق بقیہ نماز تھوڑی
سی ہو کر ادا کر کے نیت کر کے از سر نو پڑھنے اپنی نماز کے اور اس کے قطع کرنے کی تو از سر نو پڑھنے والا اور پہلی نماز کو توڑنے والا ہو جائیگا بخلاف منفرد کے کہ وہ صرف اپنی نماز
پہنچ کر غریب آویگا و ایضاً لو قام الی قضاء ما سبق بہ و علی الامام سجدتاً و ولو قبل اقتداء یذکر فلیعلن یعود و یفتیح ان یصوت بفتح یفہم ان لا یصلی الا امام
ہو چھ مسئلہ یہ کہ سابق مندی کے اندر پہلے اگر سابق کھڑے ہو جائے نماز کو پڑھنے جو اس سے پیشتر ہو چکی ہو حال اگر امام پر دوسرے سو کے ہیں اگرچہ وہ سابق کے مقتدی
ہوئے سے پہلے ہو یا تو سابق پر واجب ہو کر ہو کر یعنی امام کے ساتھ جہدہ سوئیں شریک ہو جائے اور سابق کو چاہیے کہ امام کے سلام کبیر کرے یہاں تک کہ سمجھے
کہ امام کے دے سوئیں یعنی فضا مافات کے لیے اسے پہلے جلدی نہ کرے جب امام دوسری طرف سلام پھیرے اس وقت اسے ولو قام قبل السلام حل یجوز باذان
ان قبل تعدد الاحام قد التفتت کلاویں تمام اور اگر سابق امام کے سلام سے پیشتر کھڑا ہو گیا تو کیا معتبر ہو گا اسکا ادا کیا یعنی قیام و کعبہ و غیرہ کلا اسکا جواب یہ کہ اگر
بعد از سلام کے بیٹھے سے پیشتر کھڑا ہو کر بیٹھنے لگے گا تو اسکا ادا کرنا معتبر نہیں اور اگر بعد بیٹھنے امام کے بعد تشہد کھڑے ہو کر معتبر ہو گا ذکر و محو الا بعد کونین حدیث
و خروج وقت فی وجعہ و بعد من بعد تمام مدۃ المیکم و بعد من بعد اور اگر وہ خارجی ہو کر اپنا سابق کا بعد مقدار تشہد بیٹھے امام کے اگر کسی غلطی کی ہو تب تک
کہ وہ خارجی نہیں جیسے خوف بے وضو ہو جائے کا و صورت توقف و خوف جاتے رہتے وقت نماز اور عید اور عید و کالینی امام کے ساتھ سلام تک ٹھہرنے اور پھر باقی
نماز طے میں آنا تکل آویگا جو وقت خواہ عید کا نہ ہو گیا یا قدر اسے شخص کو وقت باقی نہ ہو گیا اور خوف پورا ہو جائے مدت مع موزون کا اور خوف گزرنے کی گزرنے والے
اس کے سامنے کلاں موزون میں اگر سابق کھڑا ہو گیا تو کھڑا ہونا مکروہ خارجی نہ ہو گا مگر بدولت غلطی ہوا کہ وہ خارجی یا سبب ہوا کہ امام کی متابعت سلام میں واجب ہو
کھڑا ہو جائے وہ چھوٹ جائیگی کہانی الشامی جلی نے کہا کہ خروج اور تمام امور کا عطف حدیث پر ہو اور عید اور عید و کالینی امام کے سلام میں امام امام
تعدا بحدہ فیہ صحت ہو اگر سابق اپنی بقیہ نماز سے فارغ ہو امام کے سلام سے پیشتر سلام میں اس کی متابعت کی تو نماز صحیح ہو گی بعض فقہائے کہا کہ اس صورت میں نماز کا
ہو گیا کیونکہ سابق کی نماز کو کیا لایق کے پڑھنے میں فرغ ہو گیا اب پھر اقتداء کیسے کیا گزرتی ہے ہر نماز کا قیام نہ ہو گیا اس لیے کہ اقتداء کیا ہو بنواعت پانے کے امکان سے
تو ایسا ہو گیا جان بوجہ کہ اس وقت میں حدیث کیا کہانی ابو یوسف و ولو بعد کان علیہ یسجد للسهو فی آخر صلوتہ استحبنا ان لا یسجد و اگر سابق عذر کرے
امام کے ساتھ عید سوئیں شریک نہ ہو کر چاہیے کہ اپنی نماز کے آخر میں میرے سو کرے بلکہ سبحان من بعد بالشہید ان الامام لو وقف کو سجدہ صلیبہ او فلا وہ
فرضت المتابعین یمنع من قید لکالی سجدی یعنی اوپر کے قول میں کہ امام پر سجدہ کے بعد سے ہیں اس لیے کہ اگر امام کو سجدہ خود نماز کے آخر کا سجدہ نماز کا دوا ہو گا تو اس
سجدہ میں سابق کو متابعت امام کی فرض ہو نہ نماز کا قیام نہ ہو جائیگی اس لیے کہ سجدہ صلیبہ یا غیرہ نماز کو سجدہ ہو گا و غیرہ کو سجدہ کر دینا یا اس لیے اس کے بعد

ہو جائیگی و لحد تک کو فائتہ و حدود و ترتیب اور گیارہویں شرط یہ ہو کہ کسی نماز قضا یا ادائیگی میں صورت میں کہ وہ ترتیب والا ہو کیونکہ ترتیب کے کوئی فائتہ کا اور نماز
مفسد کی حال کی نماز کا ہر دو لحد تک الموت فی غیو مکانہ اور بارہویں شرط یہ ہو کہ مقتدی نے نبی جگہ کے سوا میں نماز کو پورا نہ کیا ہو شامی نے کہا کہ مقتدی امام کو بھی شامل کر
کیونکہ اس وقت وہ بھی اپنے خلیفہ کا مقتدی ہو تو اگر مقتدی یا امام نے وضو کیا اور ان میں امام میں داخل مانع قضا ہو تو دونوں کو چاہیے کہ کسی جگہ آئیں جہاں امام نماز پڑھتا
ہو ورنہ نماز فاسد ہو جائیگی اور فرد کو اختیار ہو چاہے پہلی جگہ دوسے چاہے وضو کی جگہ تمام کرے یا بین چوکی ہی حال ہر مقتدی کا اگر اس میں اور امام میں کوئی آڑ نہ ہو یا امام نماز
سے خارج ہو چکا ہو و لم یستخاف کا امام غیو صائم طے اور تیرہویں شرط یہ کہ امام نے ایسے شخص کو خلیفہ نہ کیا ہو جو اکتراست نہ ہو یا عورت کو یا ایسے کو خلیفہ نہ کیا ہو جو
سبب کی نماز فاسد ہوگی سبق الامام حدث سماوی الاختیار للعبد فیہ ولا فی سببہ کسفر جلد ششمینہ و کتبہ شیخ عطاء اللہ علیہ السلام کہ امام کو بے وضو ہونا آسانی
کر نہیں اختیار ہو غیور کہ اس میں اور نہ اس کے سبب میں مثلاً ایک ہی زوجت سے گھرے اور اس سے عاری کے خون نکلا اور غسل بے وضو ہو چکا عاری کے جھینک جیسے چیز سے غسل ہو
م شامی نے کہا کہ یہ مثال منافی کی ہو تو پھر نہ بنا کرے اور اس میں اختلاف ہے ابو یوسفؒ اور طبرانی بن ابی یوسف کے نزدیک بزدل سے مراد نمازی ہر زوجہ فعل میں نمازی کا
اختیار نہ ہو گا ان کے نزدیک وہ آسانی ہو گا اور طبرانی کے نزدیک جو فعل ایسا ہو کہ کسی بندہ کے اختیار میں نہ ہو وہ آسانی ہو گا اور جھینک کے مانند کھانا ہر غرض کہ طبرانی کے
نزدیک ان غرات سے بے وضو ہونے میں بنا ورت نہیں غیو مانع اللبائہ لکافہ مناہ و لو بعد التشہد لیاتی بالسلاطین استخفافی جائزہ ذلک
دلو فی جہانہ باشارۃ او جرحاً و لم یستوی امام کو حدت آسانی ہو اور جو مانع بنا کا نہ ہو چنانچہ ہم نے حکم مقدم بیان کر دیا یعنی اس حدت میں وہ تیرہ شرطیں ہوں گی
اور پندرہویں تو امام نماز کو کہ مقتدی کو اپنا خلیفہ کرے اگرچہ وہ شہد کھڑا ہو تب بھی خلیفہ کرے تاکہ عینہ سلام پھیرے یعنی امام کو خلیفہ کرنا درست ہو کو نماز خانہ میں ہونے کے مقتدی
کو اشارہ سے یا محراب کی طرف کھینچنے سے اگر مقتدی سبق ہو و یستوی باصبع لبقاء رکعہ و باصبعین لکعتین یضع یدہ علی رکبتہ لترك رکوعہ علی جہتہ
مسجد و علی قبة لقراۃ و علی جہتہ لسانہ لیسجد ثلاثاً و صدقہ لیسجد اور امام اشارہ کرے خلیفہ کی طرف ایک انگلی سے ایک رکعت باقی رہنے کے لیے اور وہ گھبراوے
اشارہ کرے دو رکعتیں رہنے کا اور کہے اپنا ہاتھ زانو پر رکوع کے چھوٹ جانے کے لیے اور پیشانی پر رکوع کے رہ جانے کے لیے اور پشانی اور زبان دونوں
پر ہاتھ رکھے سجدہ تلاوت کے چھوٹ جانے کے لیے اور نقطہ سینہ پر ہاتھ رکھے سو کو اسطے اگر امام کے نور ہو مالہ یحیٰ و ذی الصفوف لوفی الصفراء مالہ یفقد مغلغلة
السلوة او موضع السجود علی الخلل کسفر و خلیفہ کرے امام اس وقت تک کہ عنوان سے نہ نکل جاوے اگرچہ نکل میں ہو و وضو نہ کرے نہ پڑھے کہ اس کی حد سترہ و سجدہ کی جگہ منقول پرشل
منفر کے ہم یعنی خلیفہ کرنے کی مدت امام کو جو نکل میں اس وقت تک کہ عنوان سے نہ نکل جاوے یا بائیں اور سجھے کی جانب میں ہووے اور اگر کسی طرف میں حد سترہ سے
بڑھ جائے اور اگر سترہ نہ ہو تو سجدہ کی جگہ سے تجاوز کرنا اسکے بعد ناجائز رہی اور خلیفہ کرنا درست نہ ہو گا اور اسی طرح منفر کے لیے سترہ حد ہوا و اگر سترہ نہ ہو تو سجدہ کی جگہ یعنی اگر منفر کو
شعبہ ہوا یا سترہ ہونے کا اور وہ سترہ سے یا سجدہ کی جگہ سے آگے بڑھ گیا پھر سلام ہوا اور وہ نہیں کیا تو اب بنا نہ کرے تاکہ نماز فاسد ہوگی اور منفر کے لیے ہر طرف تباہی فاسد
معتبر و جہاں آگے کی طرف لگائی لخطاوی وہ آگے بچھڑا من المسجد و الجبانۃ او الدار لو کان یصل فیہ لانه علی اما صیۃ مالہ یحیٰ و ذی الصفوف لوفی الصفراء مالہ یفقد مغلغلة
احد و لو بنفسہ مقامہ ناوی الامامہ وان لم یحیٰ و ذی الصفوف لوفی الصفراء مالہ یحیٰ و ذی الصفوف لوفی الصفراء مالہ یفقد مغلغلة
امامت پر پانی ہو جب تک اس حد سے تجاوز نہ کرے اور جب تک کہ او کوئی امام کی جگہ پر نہایت امامت آگے نہ بڑھ گیا ہو و خودی بڑھا ہو و ان اشارہ امام کے اگلا امام حد کرے
نہ بڑھا ہو پانی امام کی جگہ اگر کوئی شخص مقتدیوں سے امامت کی نیت کرے جبکہ امام کو تو اس وقت تک امامت باقی نہ رہیگی اگرچہ امام منقول سے یا مسجد سے نہ نکلا ہو و مقتدی امام ہو جائیگا
م جب انہیں چیز وراثت پر سجدہ نماز کی جگہ علم کو کہتے ہیں جو نکل میں نبال جائے لگائی التوبہ طحاوی نے کہا کہ بصرہ تھا کہ شام و لم یقدم کی جگہ اولم یقدم کنا اور اس لحد تک کہ
استخلاف حکمی کہتے ہیں حتیٰ لو قذ کو فائتہ او کلمہ لم یفصل الا القوم لانه صار مقتدیاً یا یماں تک کہ اگر بعد مقتدی کے کفر ہو جائے امام کی جگہ میں امامت نہ رہے
نماز کو اگر گیارہ امام کر کے انہیں کی نماز فاسد نہ ہوگی ایسے کہ امام مقتدی ہو گیا اپنے خلیفہ کا تو قوم کی نماز اس کی نماز پڑھیں نہ رہی و لو کان المراء فی المسجد لم یخجل و استخلاف

ترجمہ اردو و پنجاب جلد اول

مشترک اے بعد قعدہ اخیرہ کے پانی پر قدرت پانی تو اس کے حق میں پہلے فرض تیم تھا اب تیسرے کو کہہ دیا کہ فی الشامی دھو یا ذکرہ بقولہ کما تبطل لو فرغ بالقاء کما فی الدنیا کا دلی ہستی کے مقتضی علی المآء اور وہ بارہ مسئلے یہ ہیں جو مصنف اپنے قول آئندہ میں مذکور کرتا ہے فیما بطل ہوئی ہر نماز یہ سبب قادر ہونے پر ہو گیا ہے پانی پر یعنی باعث نہ ہونے پانی کے یا نہ استعمال کر سکنے کے تیم کے نماز پر قعدہ اخیرہ کے تیسرے کے بعد پانی کا ایک نظر آگیا یا اس کے استعمال پر قادر ہو گیا تو امام صاحب کے نزدیک نماز باطل ہوگی اور صاحبین کے نزدیک صحیح شائع ہے کہ اگر ایسا نہ ہو تو نقصان کی جگہ تک کے ساتھ تیسرے کو کہہ دیا کہ جیسے دریں ہر نماز چھابو یا اسلئے کہ کما سے یہ وہم نہ ہو کہ اوپر جو بطلان نماز کا مذکور ہو وہ ان مسائل کے سوا میں جو جائز نہ ہو نہیں سکتا بل میں مخصوص ہر دم یہ پہلا مسئلہ ہر نماز کا داما مسئلہ ددینۃ المتضی الموترۃ عینہ لہما فقہیہ لہذا فی نقطۃ و تنقلب لہذا و مسئلہ پانی دیکھنے و دھونے کے مقتضی کا پیچھے تیم دے کے اس میں صرف خلاف ذکر کا ہو گا جو کہ نزدیک نماز فاسد نہیں ہوتی اور آئندہ کے نزدیک اس کا وصف باطل ہو جاتا ہے یعنی نفل ہو جاتی ہر دم یہ جواب پڑیگی کے اعتراض کا کہ تیسرے پر عرض زلیلی کا یہ تھا کہ اول مسئلہ میں جو قدرت تیم کی خلاف میں ہے کچھ فائدہ نہیں اسلئے کہ اگر وضو کرنے والا تیم دے کے پیچھے پڑھتا ہو اور وہ پانی دیکھ لے تب بھی نماز باطل ہوگی کیونکہ اس کے عند میں امام پانی پر قدرت رکھتا ہے تو تیم سے امام کی نماز درست نہ ہوگی گو واقع میں امام کی نماز پوری ہے شائع نے جواب دیا کہ ذکر ان مسائل کا ہر زمین اختلاف میں امام اعظم اور صاحبین کے ہر اور اس مسئلہ میں تینوں میں کچھ اختلاف نہیں سب کے نزدیک فاسد ہو جاتی ہے البتہ خلاف ذکر کا جو کہ وہ فاسد نہیں کہتے کہ الی الشامی مضی مدۃ مسخہ ان وجد ماء ولم یخف تلف رجله من برد ولا ینقض علی الاصح کما فی بابہ دوسرے مسئلہ ہر نماز کا گذر نامت نمازی کے صح کا ہر جس صورت میں کپانی پاؤں اور اپنے پاؤں کے جاتے رہنے کا سردی کے سبب سے خوف نہ کرے اور اگر درست صح کے پورا ہونے پر پانی نہ پاوے یا پانی ہو مگر سردی کے مارے دھونے کے تو نماز پر صحیح تر قول کے بموجب جیسا کہ باب المسح میں گذرا اور تعلیم فی ابہای تذکرہ و حفظہ بلہ صنیعہ دلوکان لایصح مقصد یا بقاری علی ما علیہ اکثر لکن الظاہ لیدین صحیح الصحۃ قال الفقہ وہ ناخذ منہ یہ مسئلہ کی حیثانی کا ہر آیت کو یعنی خود اس کو یاد آگئی یا دوسرے سے سیکھا ہو گئی بدون اختیار کے اگر چاہیے مقتدی ہر قاری کے پیچھے تو مقتدی کی نماز فاسد ہوگی امام کے نزدیک بنا برائے نفل کے جسے اکثر فقہاء میں لیکن ظہر میں صحت نماز کی نتیجہ کی حقیقہ اور لکھا کہ ہم ہی قول کو لیتے ہیں ہم ہر اللہ میں کہ اگر صحیح ہونے مقتدی کی نماز کی یہ کہ امام کی قراءت اس کی قراءت ہو تو اس کی نماز کا شروع کامل طور پر تھا تو آخر میں آیت کے سیکھنے سے قوی کی بنا ضعیفہ لازم نہیں آتی اس سے معلوم ہوا اگر نمازی متفرق ہو گا تو مسئلہ مختلف فیہ باقی رہیگا اور جو دعا عاری سائر اقصیہ الصلوۃ جو تھا مسئلہ یا تا بہرہ کا ایسے لباس کو جس سے نماز درست ہو یعنی پاک ہو اور نہ عورت کے لیے کافی ہو مسئلہ لوصلی بنجاسۃ قوجہ یا بلہا جفت الامدہ ولم ینقسم فوراً اور اس مسئلہ کے مانند اگر نماز پر بھی نجاست کے ساتھ پیر ہو تو شہد کے اس چیز کو پا یا جو نجاست دور کرے تو اس صورت میں بھی امام عظم کے نزدیک نماز باطل ہوگی یا تو مذہبی بعد شہد کے آزاد ہوئی اور اسے فوراً اس کو دھو چھایا تب بھی نماز باطل رہیگی یہ دو مسئلے شائع نے مذکور کئے ہیں دونوں کے لئے اس کے خلاف واحد بغیر سید و بلو کشید و پندہ اتفاقاتاً یا نچوان مسئلہ کا لٹا صح کر کے دے کا اپنے ایک منورہ کو تھوڑے سے عمل سے شل منورہ دھویا تھا اونی حرکت سے پاؤں سے نکل گیا تو نماز باطل ہو جائیگی پس اگر عمل کثیر سے نکال لیا تو نماز پوری ہو جائیگی باتفاق امام اور صاحبین کے کیونکہ عمل کثیر میں نماز سے اپنے اختیار سے باہر آنا یا جان بوجہ سے موم علی الارکان چھٹا مسئلہ قادر ہونا اشارہ سے پڑھنے والی کا شروع اور جو ہر مقصد نماز ہر امام صاحب کے نزدیک دند کرنا مسئلہ علیہ او علی امامہ دھو صاحب ترتیب والوقت منقسم سالتوان مسئلہ یاد ہونا قضا نماز کا اپنے ذمہ اگر نہ پڑھا امام ہو یا اپنے امام کے ذمے اگر مقتدی ہو گا لاکہ وہ یعنی جس کے ذمے قضا نماز ہو صاحب ترتیب اور وقت وسیع ہو یعنی فائتہ اور وقتی دونوں پڑھ سکتا ہو تو اگر وقت تنگ ہو گا تو نماز باتفاق تمام ہو جائیگی م قضا نماز کے یاد ہونے سے امام کے نزدیک نماز قطعاً باطل نہیں ہوتی بلکہ اشکاف و متوقف رہتا ہو اگر بعد اسکے باقی نماز میں وقتی اور پڑھ لیکھا باوجود قضا کے یاد ہونے کے تو نماز باطل جائز ہو جائیگی اور اگر قضا نہ ہو کہ ادا کر لیا تو باطل ہو جائیگی تو یہ بیان باطل کے ذیل میں مصنف کا اس کو ذکر کرنا اس اعتماد پر ہے کہ قضا نمازوں کے بیان میں اس کی

تفصیل آویگی کنزانی الجہی دقت بعد القارہی امتیاً مطلقاً دقت لا فساد لو کان استخدا نہ بعد النشہد بالاجماع وهو لا یصح کما فی الکافی
 لانه علی کثیر من السواہن سئل انکے نماز قاری کا امی کو طلاق خواہ شہد کے پیسے ہو یا بھیجے اور بعض فقہائے کہا ہرگز خطبہ کرنا امی کو بعد شہد کے ہوگا تو بالافتاق نماز فساد ہوگا
 اور یہی قول صحیح تر ہو چنانچہ کافی میں ہے اور وجہ عدم فساد کی یہ ہے کہ اختلاف عمل کثیر زوجتی اس سے نماز پوری ہو جائیگی ہم طہی شکا کہ شایع کو طلاق کنا زیادہ تھا اسلئے کہ مسائل
 تو سفر و شہد کے بعد میں علاوہ تین قبل شہد اختلاف امی کا بالافتاق منفرد ہے نہ فقط امام صاحب کے نزدیک اور یہاں منظر بیان کرنا ان مسوالتوں کا جزو نہیں امام و صاحب میں
 اختلاف ہے اور صرف بعد شہد کے ہوا وجہ صیح اس باب میں عدم فساد ہے تو معلوم ہوا کہ ضرورت خلافی نہیں کنزانی الطحاوی و صلی قطعاً و طلع الشمس العجوان سئل انکے کتاب
 کا کھل آنا فجر کی نماز میں بعد شہد کے کہ امام کے نزدیک منفرد ہے نہ دہا فی العید و دخول وقت من الثلاثۃ علی مصلی القضاء اور محل جانا آفتاب کا بعد کے شہد
 کے بعد اور قضاء پڑھنے والے پرتین وقتوں میں سے ایک کا آجانا یعنی طلع خواہ استواء غروب کا وقت ہو جائے اتنا نماز کے شہد کے بعد یہ صورتیں شایع نے زیادہ کی ہیں و دخول
 وقت العصر ان یقی فی تعددہ الی ان صادر النظم مثلیہ فی الجمعۃ بخلاف الظن لکن لا یبطل و سوال سئل وقت عصر کا داخل ہونا بعد کی نماز میں اس طرح کہ امام تہہ میں
 شہد اور یہاں تک کہ سایہ پوشل ہو گیا تو امام عظیم گم کے نزدیک نماز فساد ہوگی بخلاف ظہر کی نماز کے کہ وقت عصر کے آجانے سے وہ باطل نہیں ہوتی ہم کافی میں اس مسئلہ پر
 اعتراض کیا ہے کہ امام کے نزدیک وقت عصر پوشل پر ہوتا ہے اور صاحب کے نزدیک ایک شل پر تو وقت عصر کے بعد میں داخل ہونے سے خلاف کی صورت کیسے بنے گی شایع
 نے اسکی صورت کو بیان کر دیا کہ یوں ہو سکتی ہے کہ امام تہہ میں بھیجا رہے کنزانی الطحاوی درالغنی عن الذی لا یعد فی الوقت الثانی گیا رہا وہاں سئل در ہوا غرور کا بعد و رکوع
 کا اس طرح کہ دوسرے وقت میں پھر نہ رکوع کے ہم مندر و رکوع اگر شہد کے بعد در ہوا گیا تو کو کینا چاہیے کہ اگر غرور نہ رکوع آئندہ نماز کے وقت کامل تک نفوذ رہا تو امام عظیم کے
 نزدیک وہ نماز جسکے شہد کے بعد غرور نفوذ ہو گیا فاسد ہوگئی اسکی قضاء کرے اور اگر غرور نہ رکوع دوسرے وقت میں ہو گیا تو نماز صحیح ہے کہ کنزانی البحر دکن آخر جہ وقت شایع
 نے یہ مسئلہ زیادہ کیا اور یہی حکم ہے مندر کے وقت نکلنے کا یعنی اگر بعد شہد وقت نماز جاتا رہا تو مندر کی نماز فساد ہوگی اسلئے کہ وقت کے نکل جانے سے مندر کی طہارت
 باطل ہو جاتی ہے و سقوط جبیدہ یعنی برہنہ ہوا ان سئل کہ با جیرہ کا اچھا ہونے کے بعد جیرہ وہ کچھ چسپاں ہیں جن سے ٹوٹے عضو کو باندھتے ہیں تو اگر کسی نے وضو کرنے
 میں مثلاً جیرہ پر مس کر لیا تھا اور بعد شہد جیرہ لگ گئی تو مسح جاتا رہیگا اور نماز بھی فاسد ہو جائیگی واعلم انک لا یقلب الصلوۃ فی ہذہ المواضع العشرین فقال
 اذا بطلت الا فی ثلاث فیما اذا نزل کما نزل او طلعت الشمس اخرج وقت الظہر فی الجمعۃ کما فی الجوزۃ و لا فی الحادی و التومی اذا قدر علی الاکل و لا فی زاد
 مسئلۃ التومتہ بنیمہ کما قد منا و الظاہرات و دہا فی العید و دخول الاوقات المکررۃ فی القضاء کن لک و لم ارہ جانا چاہیے کہ نماز
 ان میں گہوں میں جب باطل ہو جاتی ہے تو نفل نہیں ہو جاتی بخیرین صورتوں کے ایک اس صورت میں کہ فوت شدہ نماز یاد کرے یا آفتاب فجر کی نماز میں نکل آوے ۲
 یا وقت نماز میں جاتا ہے چنانچہ خبرہ میں ہے حادی تہی میں جو بھی صورت زیادہ کی ہے کہ اشارہ سے پڑھنے والا جب قلم ہو رکوع اور جیرہ پر تو اسکی نماز نفل ہو جائیگی
 شایع کہتا ہے اور سئل باوقوت قدری کا بھیچے تیم والے کے زیادہ کرنا چاہیے یعنی ان نمازوں میں جو نفل ہو جاتی ہیں گو خلافی نہ ہوں کنزانی الطحاوی چنانچہ ہم نے پیشہ بیان
 کیا اور ظاہر ہے کہ آفتاب کا ٹھہلنا عیدین اور اوقات مکروہہ کا داخل ہونا قضاء میں الیہا ہی ہوا اور میں اسکو معر نہیں کیا ہم شایع نے میں گلائیے کہ بارہ مسئلے میں
 نے کچھ تھے اسے شایع نے زیادہ کیے اول پانا اس چیز کا جو نجاست کو دور کرے جبکہ غس کرے سے نماز پڑھنا ہو تو سہرہ کا کنا نوٹری کا سگم یاد کرنا یقیناً کا
 امام کی فوت شدہ نماز کو جب کہ امام صاحب ترتیب ہو چکا ہے آفتاب کا ٹھہلنا عیدین و نیم وقت طلع کا داخل ہونا قضاء میں نیم شمس کا ہو جانا قضاء میں نیم وقت
 غروب کا آجانا قضاء میں نیم مندر کے وقت کا ٹھہلنا اور بحر الرائق میں ان سب صورتوں کو بھی بارہ میں داخل کر دیا ہے یعنی اول اور دوم کو برزہ کے مسئلے
 میں اور چہارم اور پنجم اور ششم اور سہم کو سئل طلع میں اور اخیر صورت کو مدت مسح کے گزر جانے میں باقی رہی تیسری صورت اسکو معنی نے ساتویں سئل میں طلع
 بحر شافی نے کہا کہ اس داخل کرنے میں صریح تحلف ہو چکی ہے کہ اگر کسی مسئلہ کو شایع نے ظاہر کیا ہے اور ہم نہیں سمجھ سکتے ہیں اسکا حکم ہی جو شایع نے

اکھا ایسی کہ جب اوقات مکروہ بن جائیں نفل کے نہیں یعنی ابتدا نفل نہیں جائز ہوتا قبل کے مخالف کیسے ہونگے ولو استخلاف الامام
مسبوقاً او لاحقاً وہ مقبلاً وھو مسافر منہ المذلل والی اور اگر خلیفہ کرے امام کسی سبق یا لاحق کو یا خلیفہ کرے متقدم کو اور خود مسافر ہو تو درست ہو یعنی بوجہ شریک
ہونے کے تخریمین اور بدرک خلیفہ کرنے کے لئے بہتر ہو ایسی کہ امام کی نماز کے تمام کرنے پر زیادہ قادر ہو ہم سبق کا حکم آگے نہ کر رہو یا ہو مگر لاحق اور متقدم کا حکم لکھا
ضروری ہو پس اگر لاحق کو خلیفہ کیا جاوے تو اسکو چاہیے کہ لوگوں کو اشارہ سے منع کرے کہ میری متابعت نہ کرنا جب تک کہ میں فوت شدہ نماز کو نہ پڑھ چکوں
پھر اول فوت شدہ نماز کو پڑھے اسکے بعد جہاں سے امام کی نماز رہی ہو اسکو پڑھے ہمیں مقتدی اسکی متابعت کریں فارغ ہونے تک اور اگر متقدم کو خلیفہ کیا
مسافر نے اور مقتدی مسافر اور متقدم ملے جملے ہیں تو اسکو چاہیے کہ دو رکعتوں کے بعد کسی مسافر کو خلیفہ کرے کہ وہ سلام پھیرے پھر متقدم مقتدی دو رکعتیں باقی کیلئے
اکیلے بدون قرارت کے پڑھ لیں اور پھر یہ ہو کہ جب امام سبق یا لاحق کو خلیفہ کرے تو وہ قبول نہ کریں اور امام کے حق میں بھی بہتر ہو کہ بدرک کے سوا دوسرے کو
خلیفہ نہ کرے کذا فی الشامی ولو جعل الکمیۃ متعدی کل رکعۃ لاحقاً طاً اور اگر سبق یا لاحق کو خلیفہ کرے تو مقتدی امام نے پڑھی ہیں تو ہر رکعت میں بیٹھے براہ حیاط یعنی اس
احتمال سے کہ شاید وہ رکعت امام کی آخر رکعت ہویم یہ سلسلہ شامی نے محل بیان کیا اسکی تفصیل یہ ہے کہ اگر سبق خلیفہ اور دوسرے مقتدی امام کی نماز کی مقدار بخانتے ہو
مثلاً سبق ہوں تو خلیفہ ایک رکعت پڑھ کر بیٹھے پھر کھڑے ہو کر اپنی باقی نماز پڑھے اور مقتدی اسکا ساتھ اس باقی میں نہ دین بلکہ اسکے فارغ ہونے تک صبر کریں
جب وہ سلام پھیرے اسوقت اپنی اپنی باقی نماز پڑھ لیں کذا فی التہذیب والفقہین ولو مسبوقاً بکعتین فرضاً الفقد تبین اور اگر خلیفہ مسبوق دو رکعتوں سے
تو ہم دو قعدہ آپر فرض کیجیے یعنی ایک قعدہ امام کی نیابت کی وجہ سے اور دوسرا خود اسکا قعدہ اخیرہ ولو اشار لہ اندھ لم یقرأ فی کلا لیلین فرضاً الفقد تبین والاربع
اور اگر امام نے اشارہ کیا مسبوق کو کریں نے پہلے دو رکعتیں قرأت نہیں پڑھی تو چاروں رکعتوں میں قرارت مسبوق پر فرض ہوگی یعنی دو تین بوجہ نیابت امام
کے اور دو میں خود اسکی نماز میں ہم اس کی نیابت کی جیتان پوچھی جاتی ہو کہ کونسا نمازی ہو چہ چاروں رکعتوں میں قرارت فرض ہو ولو اتیم المسبوق صلوات الامام تقدم مد کالسلام
پھر سبق امام کی نماز تمام کر کے تو کسی بدرک کو آگے کرے تاکہ وہ سلام پھیرے نہ لو انی ہما بنائنا کفھک تفسد صلوات دون القوم المدللین لھما رکعاً وکذا
تفسد صلوات من حالہ کمالہ للمنافی فی خلافہا پھر یعنی بعد تمام کرنے امام کی نماز کے اگر بدرک کو خلیفہ کیا ہو یا نہیں اگر سبق وہ حرکت کرے جو مخالف نماز ہو مثلاً ہنسا تو
سبق کی نماز فاسد ہوگی نہ بدرک مقتدیوں کی بوجہ پورا ہو جائے ارکان نہ اسانہ کرے اور کسی طرح فاسد ہوگی نماز اس شخص کی جبکہ حاصل شل حال سبق کے ہو سبب
پائے جانے حرکت مخالف نماز کے درمیان جو قرون کی نماز کے وکذا تفسد صلوات الامام کلاول الحد ان لم یفرغ فان فرغ بان تو ضاوم یفتد شیء لا تفسد الاھم لھما رکعاً وکذا
الکوی طرح فاسد ہوگی نماز امام اول بے وضو کی اگر وہ نماز سے فارغ نہ ہو یا سوچے تو قول میں سبب اس بیان کے کہ اگر کلام مذکور شل مقتدی کے ہے جب تک خلیفہ فارغ نہ ہو اور شل
منفرد ہو پس اگر امام اول فارغ ہو گیا ہو اس طرح کہ وضو کرے خلیفہ کا شریک ہو گیا ہو اور کوئی رکعت فوت نہ ہوئی ہو تو نماز فاسد ہوگی ہم شامی نے کہا کہ فی الاح عدم وراعت کی صورت
سے متعلق ہو اور اسکا مقابلہ وایتان فی شخص کی ہو کہ اس صورت میں بھی امام مذکور کی نماز پوری ہو و تفسد صلوات مسبوق عند الامام بقہ فقہہ اما مہ
وحد یتہ العمد فی ای بعد تفعوہ لا قد بالتشہد لا اذا قتی رکعتہ بسجدۃ لئلا ید الفقد اور فاسد ہوئی ہو نماز سبق کی امام اعظم کے نزدیک سبب کھلکا کہ
پیشے اور ان سے حدیث کرنے اسکے امام کے بعد بیٹھے امام کے بقدر تشہد کے اگر جب کہ بقدر سبق کی رکعت کو سجدہ سے قواب اسکی نماز فاسد نہ ہوگی بوجہ شریک ہو جانے
اسکے افراد کے ہم یعنی اگر سبق متابعت امام کی ترک کرے اپنی نماز پڑھے میں شغل ہو اور ایک رکعت کا سجدہ کر چکا ہو اسوقت اگر امام بعد تشہد کے کوئی حرکت کرے وضو
ہونے کی دانستہ کر لیا تو سبق کی نماز فاسد نہ ہوگی کیونکہ سبق سبب ایک رکعت پڑھ لینے کے منفرد ہو چکا امام کے بھیچے نہیں کہ حرکت امام کی اسکی نماز کے ثبوت
واقع ہو ولو تکلم اما بعد او خرج من مسجد لا تفسد اتفاقاً لا تحصا منھیلان لا مفسدان طالی ایلزم المد رکعت السلام ویقومون فی الفقہۃ
ولو سلام اول اگر بعد تشہد کے سبق کا امام اول پڑھا سجدہ سے مکمل گیا تو سبق کی نماز باطل ہو امام و صاحبین کے فاسد نہ ہوگی ایسے کہ لو کہنا اور سجدہ سے باہر ہونا

[illegible]

کراما منے اسکو خلیفہ نکلیا ہوا اور اگر نابالغ نہ ہو کر خلیفہ نہ کر دیا تو امام اور خلیفہ دونوں کی نماز بالاتفاق باطل ہوگی م واضح کا قول متقابل یہ ہے کہ بعض کے نزدیک صرف امام کی نماز فاسد ہوگی اور بعض کے نزدیک دونوں کی اور خلیفہ کرنے میں یہ قول ہر کہ شہداء اخیر کے پہلے ہوا اور اگر بعد قدر شہداء کے قیہ کے خلیفہ کر دیا تو امام کی نماز فاسد نہ ہوگی بسبب خارج ہونے امام کے اپنے فعل اختیاری سے کہ ذاتی الشامی ولو ام رجل رجلا فاحدا تا و اخر جامن المسعود تحت صلوة الامام و منی علی صلوة و فسد صلوة المقتدی لہذا اگر امام شخص موسرے کا امام ہوا اور دونوں بے وضو ہو گئے اور عیسے باہر نکلے تو امام کی نماز پوری ہو اور اپنی نماز پر بنا کرے اور مقتدی کی نماز فاسد ہوگی بسبب موجودہ کے کہ گذری یعنی امام کی امامت قائم ہو اور مقتدی بلا امام رہ گیا کہ ذاتی الخطاوی و اخذہ رعاۃ یمکت الی القطاعہ ثم یتوضا و ینبئ لما قرء و اللہ اعلم منازی کی کسیر چھوٹی اسکے بند ہونے تک توقف کرے پھر وضو کر کے بنا کرے اسوجہ کے سبب سے کہ پیشتر ہوئی معنی توقف کرنا بعد کے لیے مانع بنا نہیں والدہ تعالیٰ اعلم

باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها

یہ باب ہوا کہ بیان میں جو نکر کو فاسد کہتے ہیں اور جو اس کے اندر مکرہ و تحریمی یا تنزیہی ہیں عقب العارض الاضططاری بلکہ حقیقاً سراسر مضططاری کے بعد اہیتاری کو ذکر کیا ہم یعنی عوارض و قسم ہیں ایک بے اختیار جبکہ بیان باب سابق میں گذر دوسرے اختیاری جبکہ مصنف اس باب میں ذکر کیا ہے بفسد ہا التکلم هو النطق بخرنبن و بحرف مفہوم کرم و ق امراً و لو استعطف کلنا او ہوا و اساق و حار و لا نفسد لانه صوت لا سجعاً لہا فاسد کرنا ہو نماز کو کلام کرنا کلام ہو و حرفون کا یا ایک حرف مطلب سمجھانے والے کا شملہ آخ و رقی امر کے معنی کے اول کے معنی میں مخالفت کر دوسرے کے ہیں بجا تو اس سے یہ نکلا کہ ایک حرف یعنی کا بولنا کلام میں داخل نہ ہو گا لہذا فی الشامی اور اگر کہتے یا ہلی کو بلا جا یا گدھے کو ہانکا تو نماز فاسد نہ ہوگی ایسی کہ یا و این ہیں جنکے بچے نہیں اور کلام میں حرفون کا ہونا چاہیے ہر خیر یا و این بفسد نہیں مگر وہ ہیں کہ لفظی لفظی عدا و سہوہ قبل قعودہ قدر التثنی کلام کا ذکر کرنا اور ہوسے کرنا پہلے بیٹھے نمازی کے مقدار گشتہ کی یگانہ ہم قبل قعود کے ایسی قید لگائی کہ بعد قعود کے کلام عدا ہو یا سہوہ بفسد نہیں دسوا و کان ناسیاً او نائماً او جاہلاً او محظیاً او مکرہاً بلو محظاً را و برابر ہو کہ کلام صا و ہو تیان سے یعنی بھول گیا کہ نماز پڑھتا ہے یا سوتے ہیں کلام کیا یا نہ جاننے کی صورت میں نبی اسکو معلوم نہ تھا کہ کلام بفسد نماز ہو یا چونکہ کلام کیا کہ قعود نماز نہ خواہ ذکر کا تھا اسکی جگہ کلام صا و ہو یا حالت اگر وہین کلام کیا اسطرح کسی نے زبردستی اس سے کلام کیا تو ان سب قسموں کے کلام سے نماز فاسد ہوگی یہی مختار ہے ہم جاننا چاہیئے کہ فقہاء اور اصولیوں اور اہل لغت کے نزدیک سہو اور تیان میں کچھ فرق نہیں مگر حکما یہ فرق بیان کرنے ہیں کہ سہو اسکو کہتے ہیں کہ کوئی چیز قوت بدر کے سے جاتی رہے لیکن حافظہ میں باقی رہے اور تیان یہ ہے کہ بدر کے و حافظہ و نون سے جاتی رہے اس کے معلوم کرنے کو سبب جدید کی جھیل چڑھے اور سہو و خطا میں یہ فرق ہے کہ سہو والا آگاہ کرنے ہی خبر دار ہو جاتا ہے اور خطا والا تبہ نہیں ہوتا اور اگر ہوتا ہے تو شقت کے بعد شامی نے کہا کہ ہو بخیر صرف سونے کی حالت کے کلام کی طرف مراجع ہے ایسے کہ اسی میں اختلاف فقہاء مذہب مذکور ہے چنانچہ فخر الاسلام نے عدم فساد کو اختیار کیا ہے اور قیہ صورتوں میں خفیوں کا خلاف نہیں بلکہ اور مذہب والوں کا ہے و حدیث رفیع عن امتی الخطاء محمول علی رفع الکلام و یہ حدیث کا اٹھایا گیا سیری ہمت سے جو کنا محمول ہو گناہ کے اٹھائے چم جہی کے کہ یہ حدیث ان الفاظ سے کسی کتاب حدیث میں نہیں پائی گئی بلکہ ابن ماجہ و ابن جہان اور ما کم نے ان الفاظ سے روایت کی ایمان الدین مصنف عن امتی الخطاء و الانسان و ما استکبرہ علی علی عنی اللہ تعالیٰ نے اٹھا رکھا سیری ہمت سے چونکہ اور بھولنا اور سہوہ زبردستی کئے جائیں غرض کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کلام کرنا بھولنے یا چونے یا زبردستی سے منہ نماز نہ ہو ایسے شاعر نے کہا کہ اس حدیث کے یہی ہیں کہ بھول اور چوک اور زبردستی سے خودی حکم مراد ہو یعنی گناہ کا رد ہو تو فساد نماز جو دیوبندوں کی حکم ہے مراد نہ ہوگا ورنہ تمیز لازم آئیگی کہ لفظی فتح التذیر حدیث ذوالیہ عنی منسوخ حدیث مسلم ان صلواتنا ہذا لا یصلح فیہا شئ من کلامنا اور حدیث ذی الیدین کی نسخ ہو مسلم کی اس حدیث سے کہ ہماری اس نماز میں نویوں کا کوئی کلام مناسب نہیں ہم ذی الیدین کے دونوں ہاتھوں ایک لہا تھا اس جہت سے ذی الیدین کہلاتے انکنا نام غیر اور عقب خرافا و کونین ابو محمد بنی حدیث سے مراد وہ حدیث ہے جو تمحیث میں بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مروی ہو کہ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز مغرب باعشالی ٹپھی اور دو رکعتوں پر سلام پھیر کر اٹھے اور سجدہ میں ایک

باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها

لکڑی پر تکیہ لگایا اسکے آئینہ مذکور ہو کہ دو الیدین نے عرض کیا یا رسول اللہ نماز میں کھڑے ہو کر اس سے عرض کیا کہ کھڑے ہونا بہت مشکل ہے تو میں نے حاضرین سے دریافت کیا کہ دو الیدین جہل کے ہونے کی وجہ سے ایسا ہی ہوا گو کوئی عرض کیا کہ ہاں آپ کے بڑے اور چند نماز گزار بھی ایسا ہی کیا تھا اور بعد ازاں اس حدیث سے سلام ہوتا ہے کہ سلام خداوند نماز گزار ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باوجود کلام فرمائے کہ پہلی ہی نماز پر بنا کی شایع جواب دینا ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہوئی اس حدیث سے جو مسلم نے معاویہ بن الحکم سلمی سے روایت کی ہے کہ اس اثنا میں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتا تھا کہ ایک شخص نے لوگوں میں سے مجھ تک کی نیچ کر رکھا کہ وہ لوگوں کے جھگڑنے شروع کیا میں نے کہا کہ تم کو کیا ہوا مجھے کیوں دیکھتے ہو انھوں نے اپنے ہاتھ رانوں پر مارے میں نے جب جانا کہ ہلکا ہوا کہ میں نے خاموش ہو رہا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ چکے ہو تو پلایا پس ایہوں آپ پر ہر جہے والیدین میں نے آپ سے بہتر تعلیم کرنے والا نہ پتہ ہو کہ کیا تھا آپ کے بعد کہ بخیر نہ پڑھا تھا نہ انا نہ انہ بڑا کہا بلکہ یہ ارشاد ہوا کہ اس نماز میں کوئی کلام آدینا مناسب نہیں ہے تو میں نے کبیر اور بیسج اور قرارت قرآن ہوا وہی کلام السلام صاحب التحلیل ای الخرج من الصلوة قبل اتمام ما علیہا کمالا غلط ہے کہ سلام بھیر باجھول کر تحلیل کے لیے یعنی نماز سے باہر آنے کو پیش کرتے ہیں کہ یہ خیال اسکے کمال دیکھ کر کہ سلام خداوند نماز میں بخلاف السلام علی انسان للتحیۃ اعلیٰ ظن انھا تردیجۃ منکذا وسلم قائمائی غیر جنازۃ فانه یفسد ہا مطلقا وان لم یقل علیکم ولو ساء فی سلام التحیۃ مفسد مطلقا سلام التحلیل اعلیٰ بخلاف سلام کے کسی آدمی نے تعلیم کے لیے اسلام میں خیال سے کہ نماز شروع ہو گیا یا سلام کیا حالت قیام میں اے خاڑہ کی نماز کے کہ یہ بخون سلام خداوند نماز میں مطلقا اگرچہ تعلیم نہ کیا ہوا اور اگرچہ بھول کر سلام کہا ہو پس سلام تحیت کا مفسد ہو مطلقا خواہ دلست ہو یا بھول کر اور سلام نماز سے باہر آنے کا مفسد ہو اگر وہ نماز میں ساد نماز سلام تحیت کے اس لیے ہو کہ وہ کلام میں داخل ہوا اور گمان تراویح اس لیے مفسد ہو کہ نماز میں نے قطع نماز کی نیت کی اور حالت قیام کا سلام اس لیے مفسد ہو کہ قیام اس کا محل نہیں اور جو کہ خاڑہ میں سلام کھڑے ہونے کی حالت میں ہوا یا اس لیے جنازہ میں سلام ہوا اگر اسے عاف ہے جیسے سلام تحلیل قعدہ میں ہوا و معاف ہو و رد السلام و لو ساء و البسانہ کا بید بل بکرہ علی المعقل نعدہ لوصاۃ بنیۃ السلام قالوا النفس کاذبہ علی کثیرا و فاسد کثیرا یوما زکو جواب دینا سلام کا زبان سے اگرچہ بھول کر ہو میں تمنا سے کہ نماز سے جواب دینا بلکہ مردہ ہو مگر یہ سب چہاں اگر معاف کرے سلام کی نیت سے تو قیام کے کہ نماز فاسد ہوتی ہے غالباً اس وجہ سے کہ معاف کرنا عمل کثیر ہے فی الشہر عتہ حدیث الدین الخاڑہ قل وضر الفائق من صدر الدین غری سے تعلیم نفل کی جو میں ان لوگوں کو جمع کیا ہے جو سلام کرنا کر وہ صدر الدین نے کہا سلام ملک مکہ مکرمہ علی من ستم اومن بعد ما بدی الیسس وشر اسلام کرنا یا تیرا مخالف کر وہ جو ان لوگوں پر جن کو نوٹے گا اور بعد اس چیز کے کہ ظاہر کرتا ہوں میں سنوں اور شروع ہو یعنی جن کو میں نے اس جاؤ کر کیا جو ان کے سوا اور لوگوں پر سلام کرنا سنوں جو مصل و قال ذکرہ محدث الخطیب رحمہ اللہ یصح تعلیم لیسع نماز پڑھنے والا اور تلاوت قرآن کرنے والا اور غدا ذکر الہی میں مشغول اور حدیث بیان کرنے والا اور خطبہ پڑھنے والا اور جو شخص ان پنجوں کی طرف کان لگا دے اور سے ان سب پر سلام کرنا کر وہ جو مکرر فقہ جالس بقضائہ اومن مجتہد فی العلم جمہم لیسعوا کہ تکرار کرنے والا فقہ کا اسکے یا سمجھنے کے لیے اور فاشی مٹھنے والا اپنے حکم دینے کے لیے کہ کہنی اور مدعا علیہ پر سلام نہ کریں کیونکہ سلام تحفہ ملاقات کا ہوا اور یہ لوگ ملاقات کو نہیں جانتے کہ انی الشامی اور جو لوگ بحث کریں علم شرعی میں چھوڑا کہ تکرار فائدہ اٹھا دیں یعنی اپنے سلام نہ کریں مؤذن ایضاً او مقیم مدرس الکلاجلیات الفیقاۃ الخ و ان ان دینے والا یا کبیر کہنے والا اور علم شرعی کا سکھانے والا اسی طرح اپنی عورتیں جو ان سلام کے حق میں متبع ترین ہیں اس سے یہ بخلا کر پوری عورتوں کو سلام کرنا بدون کراہت جائز ہے و لحاب شطرنج و شبہ لیلۃ من جو مہل لیسع اور شطرنج کھیلنے والے اور جو لوگ انکی عادت کے مشابہ ہیں جن جنس اور حیثیت میں انکے مشابہ ہیں جو عورتیں جیسے جواری اور سحر اور عینہ کرنے والا اور جو تکرار کرنے والا اور گھانے وغیرہ جو شخص کہ اپنی بی بی کے ساتھ بوس و دح کا فر ایضاً و مکشوف مودۃ و من تقویٰ حلی النعوط انشدم اور جو تکرار کو بھی نہیں بدین حاجت ابتدا سلام مت کرنا چھوڑ کر کھڑے ہوئے شرمگاہ کو اور اس شخص کو جو حالت بیزاری میں ہو کہ اس پر سلام کرنا اور ان سے زیادہ بڑے و دم اقلہ الا انکنت جائزاً و فعل منہ انہ لیسع عینم اور چھوڑ کر کھانے و اسے کو گرس ہو میں کہ تو بھوکا ہوا و شکمال جانتا ہو کہ وہ کھانے سے منع نہ کر لیا تو ان دو قیودوں کے ساتھ اس پر سلام

۱۰
 حدیث
 صحیح
 مسلم
 و
 ترمذی
 و
 ابوداؤد
 و
 ابن ماجہ
 و
 نسائی
 و
 بیہقی
 و
 حاکم
 و
 ابوالبیہق
 و
 ابوالحکم
 و
 ابوالفوارس
 و
 ابوالعزیز
 و
 ابوالفضل
 و
 ابوالحسن
 و
 ابوالقاسم
 و
 ابوالمنذر
 و
 ابوالمنیر
 و
 ابوالمنیر
 و
 ابوالمنیر

نہ ہوگا فاسد نہ ہوگی ورنہ فاسد ہو جائیگی جیسے ایک ہی دھوئیں دو صفوں کی مقدار چلنے سے فاسد ہوتی ہے کثافتی الشامی اور بعض فقہانے کہا کہ حالت غرضین چلنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی اگرچہ بہت چلے اور جگہ مختلف ہو جائے جب تک کہ قبلہ کی طرف پشت نہ کرے بوجہ تہا کی ذکر کیا ہے اسکو قسم ثانی نے طحاوی نے کہا کہ کثافتی میں حالت غصہ یعنی جہاد میں نہ حالت عذر وھل لیشترط فی المفسد الاختیار فی الجہاد ذیہ نعم وقال الخلیج اور کیا شرطیں ہیں غم میں نماز کا قیام ہونا جائز ہیں ہر کہ ہن شرطیں اور چلی گئے کہا کہ مثل مذکور میں اختیار کا ہونا شرط نہیں مطلقاً وی نے کہا کہ ظاہر از شرط ہونا مستحب ہے اسلئے کہ شایع نہیں ہے کہ اقوال متفرع کرنا ہر نان من دفعہ افضح الدابة خطرات او وضع علیھا اذ اخرج من مکان الصلوة او نصت بجانک لانا و مریة دنزل لبھا او مستأبث و یتقبلہا بدوھا منسبت کیونکہ جس نازی کو دھکا لگایا اسکو سواری کے خانور نے کھینچا اور اس دھکے یا کھینچنے سے وہ چند قدم چلایا اپنی جگہ سے اٹھا کر سواری پر رکھ دیا گیا یا نازی کی جگہ سے نکل دیا گیا یا نازی عورت کی لپٹا میں ہر چھوٹی لکٹی یا ایک ہر چھوٹی لکٹی اور اسکا ہودہ آتر یا مرد نمازی عورت کی پشت سے چھو یا ابدون شہوت کے ہکا بوسہ لیا تو سب صورتوں میں نماز فاسد ہوگی حالانکہ عمل اختیار کسی میں نہیں ہوا یا جاتا شامی نے کہا کہ شایع کو سبب تھا کہ سہما قبلہ کی جگہ سے اور قبلات بعینہ معمول کہتا جیسے اس سے اوپر کے افعال تھے لا یقبلنہ و لم یستہرہا و المقرب ان فی تنقیہ معنی الجماع نہیں فاسد ہوگی نماز مرد کی اگر عورت نے ہکا بوسہ لیا اور مرد کو اپنی خوش بختی اور فرق و طول سلوک میں ہر کہ مرد کے بوسہ لینے میں جماع کے معنی میں جماع نہ ہو تو عورت نماز پر جتنی بھی اور شوہر نے بوسہ لیا تو عورت کی نماز اسلئے فاسد ہوگی کہ فاعل جماع کا مرد نہ تھا تو وجوب و ادائی جماع میں سے کوئی عورت کے ساتھ لگنا تو کسی نماز فاسد ہو جائیگی اور اگر مرد نماز پر تھا تو عورت نے بوسہ لیا تو عورت فاعل جماع کی نہیں اسلئے اسکی طرف سے ودائی جماع کا پایا جاو چل جماع نہیں جب تک کہ مرد کو شہوت نہ ہو کثافتی الشامی معہ حجر فرجی بہ طائر الہ ففسد و لو انسا ففسد کضراب و لو سحر و کلاہ مخاصمة او نادایک او ملاعبہ دھو عمل کثیر ذکرہ الخلیج نمازی کے پاس ایک چھوٹی آٹھ ہکا ایک پر عذر پھینکا تو تہہ فاسد نہ ہوگی اور اگر کسی انسان پر پھینکا تو فاسد نہ ہوگی جیسے کسی کو زنا کرچہ ایک دفعہ ہی مارے اسلئے کہ زنا یا پھینکا انسان پر یا باہم خصوصیت ہو یا ادب دینا یا چل کر زنا بہر حال عمل کثیر ہر ذکر کیا ہے ہکا چلی تینے شارح دینے م طحاوی نے کہا کہ مذہب یون پر اگر گھر میں سے اٹھا کر پھینکا تو نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر اپنے پاس سے پھینکا تو فاسد نہ ہوگی تو اس سے ظاہر ہے مرد و انسان میں فرق نہیں معلوم ہوتا اور اگر پاس سے پھینکنے کو عمل کثیر قرار دیکھے تو پر پھینکنے سے بھی نماز فاسد ہو جائیگی باقی من المفسدات ارتداد اقبلہ باقی رہے مفسدات نماز سے اشیاء آئینہ اول مترد ہونا نمازی کا اپنے دل میں یعنی نیت یا اعتقاد کفر کرنے سے نماز جانی رہتی ہو و مکتوت دوسرا مفسد نماز کا مرد یا عورت نمازی کا شامی نے کہا کہ اسکا ثمرہ اس سلیب میں معلوم ہوتا ہے اگر اگر بعد فقہہ اخیرہ کے امام گیر تو نماز معتد یون کی باطل ہوگی نئے سے سر سے آگے پڑھنی چاہیے و جنون و غل و مفسد نماز ہو جنون اور برہنہ اور انکا حکم مفصل صلوۃ میرض کے اخیر میں دیکھا و کل موجب لوضو و غسل اور نہ نماز پر فعل موجب وضو کا یا غسل کام شامی نے کہا کہ شایع نے بتعیت صاحب نہر الفائق موجب وضو کو مفسد لکھ دیا حالانکہ ہر موجب وضو مفسد نماز نہیں چنانچہ احتمالات اور بنا کے بیان میں مذکور ہو چکا کہ حدیث الثقاتی سے نماز فاسد نہیں ہوتی تو بہتر تھا کہ شایع یون کہتا کہ ہر حدیث عمدہ ہوتا ہو و ترک رکین بلا قضاء اور مفسد نماز ہو چھوڑنا کسی رکن کا بدو ان ادا کے مثلاً ایک سجدہ چھوڑ دیا اور سلام پھیرنے تک اسکو ادا کیا تو نماز فاسد ہو جائیگی او شرط بلا عتد دیا مفسد نماز ہو چھوڑنا کسی شرط کا بدو ان عذر کے مثلاً وضو یا استیصال قبلہ بلا عتد کیا تو فاسد ہوگی اور عذر کے ساتھ ان باتوں کا نہ کرنا مفسد نہیں دمسابقۃ المؤمنین بکن لہ یثابرون فیہ امامہ کا ذکر کم در فتح ناسخہ قبل امامہ و لد بعد معہ او بعد کد سلم کلام امام اور مفسد نماز ہو لینے کہ لہنا مقتدی کا کسی رکن کو جہیں اسکا امام اسکا شریک نہ ہو یا ہوشلا مقتدی نے رکوع امام سے پیشتر کیا اور امام کے رکوع سے پیشتر نہ اسٹھا لیا اور پھر رکوع کو امام کے ساتھ یا اسکے بعد دوبارہ کیا اور امام کے ساتھ سلام پھیر دیا تو مقتدی کی نماز نہ ہوگی م طحاوی نے کہا کہ امام کے ساتھ سلام پھیرنے کی قید کی کچھ حاجت نہیں و متابعتہ المسوق امامہ فی سجود السجود ہیں تاکن انفرادہ اما تلبہ فحی متابعتہ اور مفسد

فقہ قرآن میں نہ ہو تو نماز ظہر میں کے نزدیک فاسد نہ ہوگی جیسے تو امین کی جگہ قیامین پڑھنا کہ دونوں کے معنی ایک ہیں حالانکہ قیامین فہم آن میں نہیں اور
ابو یوسف کے نزدیک نماز فاسد ہو جائیگی یہ قاعدے متقدمین کے ہیں اور ابن مقاتل اور ابن سلام اور اسماعیل زیادہ اور ابو بکر الجلی اور حنبلہ و ابی حنیفہ
متاخرین کا اسپر اتفاق ہو کہ اعراب میں غلطی گرنی کسی طرح کی ہو نہ از کی منفہ نہیں اور اگرچہ اسکا اعتقاد کفر و کفر کو کہ اکثر آدمی اعراب کی تمیز نہیں کر سکتے
اور اگر غلطی حرف کی تبدیل میں ہو تو اگر دونوں حرفوں میں فسق باسانی معلوم ہو سکتا ہو مثلاً ص کی جگہ ط پڑھنا تو متاخرین کا اتفاق ہو کر رہا
کا منفہ ہو اور اگر فرق مشکل سے معلوم ہوتا ہو جیسے ص کی جگہ ث پڑھنا تو اکثر کے نزدیک نہ فاسد نہیں ہوتی لیکن متاخرین کے قواعد منضبط نہیں
اسی لئے نماز کے باب میں متقدمین کا قول اختیار کرنے میں زیادہ احتیاط ہو کر ان کے قواعد بھی درست ہیں اور اکثر فروع فقہاء دونوں میں انہیں کے قول پر عمل
ہیں کذا فی الشامی عن شرح المینہ قلوبی اعراب او تخفیف مشدود و عکسہ او زیادہ حرف فاکثر نحو المصراط الذی ابی وصل حرف بکلمۃ
نحو یا ک نعید او وقف قبل بدء لم یفسد وان غیر المعنی بہ مفتی بزازیت پس اگر غلطی اعراب میں ہو جیسے بعد کی ب کو ز پڑھنا یا تخفیف
سے پڑھنے میں شد کے جیسے قتلوا کی جگہ قتلوا پڑھنا اور شد و پڑھنے میں مخفف کے جیسے نعیدنا کو نعیدنا پڑھنا یا غلطی ہو ایک حرف یا زیادہ کے پڑھنا
کی جیسے المراد الذین بجاء صراط الذین کے معنی الف والام کی پڑھنا یا غلطی ہو ایک حرف کے ملائے کی دوسرے کلمہ میں جیسے ایک نعید میں آبا بعد پڑھ کر
تھم اور ک کو نعید میں وصل کرنا یا غلطی ہو وقف کرنے اور ابتدا کرنے کی جیسے لا اور پڑھنا وقف کرنا اور لا اللہ سے ابتدا کرنا تو ان صورتوں میں نماز فاسد
نہ ہوگی اگرچہ معنی بدل جائیں اسی کا فتویٰ دیا جاتا ہو کذا فی البزازیہ میں شامی نے کہا کہ شارح کی ظاہر عبارت سے معلوم ہوتا ہو کہ سب سبائل میں عدم فساد
پر فتویٰ ہو بزازیت میں منقول ہو حالانکہ ایسا نہیں بلکہ بزازیت میں حرف اعراب کی غلطی میں اگرچہ معنی بھی بگڑ جائیں فتویٰ عدم فساد کا مذکور ہو اور بالی صورتوں
میں در صورت بگڑ جانے معنی کے تو اکثر مشائخ نے نزدیک فساد مذکور ہو جیسا کہ متقدمین کا قول ہو اور احتیاط اسی میں ہو الا تشدید رب العلیین
وایا ال نعید فیسد مگر تشدید رب العلیین کی ب اور ایک نعید ہی کی کہ اس کے ترک سے نماز فاسد ہو جائی ہو ولو زاد کلمۃ او نقص
کلمۃ او نقص حرفاً او قد مہ او بدلہ باخو نحو من تمویہ اذا اثموا اذا اثموا واستحصد تعال جدد ربنا انفوجت بدل الفجرت آیات بدل دآب نفس الحشر
اور اگر زیادہ کیا ایک کلمہ کو مثلاً من ثمروہ اذا ثمیر میں کلمہ ثمیر زیادہ کر دیا یا نقص کیا کلمہ کو کی مثال شارح نے نہیں لکھی شامی نے کہا جیسے جزا سنیہ سنیہ شد
نہیں جزا سنیہ شملما پڑھا دوسری سنیہ کو چھوڑ کر باکم گیا ایک حرف کو جیسے تعال جدد ربنا بدون جی کے آخیر میں یا مندم کیا حرف کو دوسرے سے جیسے
انفوجت عوض میں انفجرت کے یا بدلہ کسی حرف کو دوسرے سے جیسے ایاب جگہ اب کی تو نماز فاسد نہ ہوگی جب تک کہ معنی تبدیل میں م شارح کے کلام
میں لف و تشمر مرتب ہو اسی لئے مترجم نے تفسیل کے واسطے ہر مثال کو اس کے موقع پر ترجمہ کر دیا اور واضح ہو کہ تفسیر میں کی صورت میں نماز ظہر میں کے نزدیک
فاسد ہوتی ہو اور ابو یوسف کے نزدیک اس صورت میں اگر غلط فہم و قرآن میں نہ فاسد ہوگی روزہ فاسد نہ ہوگی الا ما لیشیق عینہ کالضاد و انطاء فاکتوہم
لہ یفسد ہا حرف کے بدلنے سے در صورت بدل جانے معنی کے نماز فاسد ہوتی ہو اگر ایسے حروف کے مبادلہ سے جن میں تمیز و شواہد ہو مثلاً
منا و اولو کے بدلنے سے کہ اکثر فقہاء نماز کو فاسد نہیں کہتے م شامی میں جلیہ سے منقول ہو کہ اگر ایسی تبدیل دانستہ ہو لکھا تو نماز فاسد
ہوگی اور اگر بے اختیار زبان سے نکل گیا یا تمیز حروف کو نہیں جانتا تو فاسد نہ ہوگی بزازیت میں کہا کہ یہ قول سب اقوال سے درست تھو
اور یہی مختار ہو ذکن الواکر کلمۃ و صحیح الباقی انفساد ان غیر المعنی بخوب العلیین للاضافۃ کالو بدل کلمۃ بکلمۃ و غیر المعنی طوین الفجار
لفی جنات و تمامہ فی المظہر کلمۃ اور اسی طرح فاسد نہیں ہوتی نماز اگر مگر کو کسی کلمہ کو اور تصحیح کی ہو باقی نے قما و نماز کی اگر معنی بدل
جائیں جیسے رب رب العلیین بسبب اشاعت جیسے فاسد ہوتی ہو نماز اگر بدل دے ایک کلمہ کو دوسرے سے اور معنی بگڑ جائیں جیسے ان انفجا

لفی خبات چرخا لقی حجر کی جگہ اور پورا بنیان اسکا ٹہری کتابوں میں ہر شامی نے کہا کہ ظاہر کلام ظہیر یہ ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اگر ٹہر ہوا ایک کلمہ کا اس
صورت میں مفہم ہو کر ٹہرنے والا متضاف و مضاف الیہ کو جانتا ہوا اور اگر نہ جانتا ہو یا قصد اضافت نہ کیا ہو بلکہ تصحیح مناجیح کے لیے کلمہ کو دوبارہ کہا ہو یا بنا
سے بے ساختہ نکل گیا ہو تو چاہیے کہ نماز ناسد نہ ہو اور منکرات نماز سے وہ صورتیں بھی ہیں جو اس باب سے پیشتر ہو چکی ہیں مثلاً عورت کا محاذی ہونا
اور غلیظہ ایسے کو بنانا جو قابل امامت نہ ہو اور امام کا مسجد سے باہر چلا جانا بدون خلیفہ کرنے کے اور حدیث کے بعد نمازی کا ایک رکن کی مقدار ٹھہرنا
یا حالت حدیث اور رفتار میں ایک رکن کو ادا کرنا یا اشارہ نماز میں کسی فعل منجالیف نماز کا صادر ہونا وغیرہ تو غالباً ماتن شایع نے انکو اسلئے یہاں
ذکر نہیں کیا کہ پیشتر بیان ہو چکا ہو کہ لا یفسد ہا نظوہ الی مکتوب و فیضہ ولو استغفوا ذنوبہم اور نہیں فاسد کرنا نماز کو دیکھنا نمازی کا لکھی چیز کو
اور سمجھ جانا اسکا اگرچہ وابستہ سمجھا ہو ہر چند وابستہ سمجھنا کہ وہ ہوا اسلئے کہ لکھے کو سمجھنا نماز کے اعمال میں سے نہیں اس سے یہ نکلا کہ اگر اتفاقاً نظر
لکھے پر پڑ گئی اور سمجھ میں بدون قصد کے آگیا تو کمرہ بھی نہیں کفایاً وی و مرد و مارت فی الصلوٰۃ و فی مسجد کبیر بموضع سجودہ فی الاصح
اور نہیں فاسد کرتا نماز کو گزرنے والے کا جھگل میں یا ٹہری مسجد میں نمازی کے سجدہ کی جگہ میں گھس کر قول میں ہم یعنی نمازی کے قدموں سے
سجدہ کی جگہ تک میں سے کسی کا گزرنے یا مسدود ہونا نہیں اور اسکا مقابل قول نمازی کا ہر قدموں سے لیکر جس جگہ تک گزرتا مسدود نہیں جہاں تک نمازی
کی نظر پڑے جبکہ وہ سجدہ کے مقام کو نہ لگتا ہو ورنہ فساد نماز تو دونوں صورتوں میں نہیں لیکن گزرنے والے پر گناہ کا ہونا اصح قول میں قدموں
سے لیکر سجدہ تک کی جگہ میں گزرنے سے ہو گا اور نمازی کے قول پر اس جگہ میں بھی گزرنے سے ہو گا جہاں نمازی کی نظر پڑے سجدہ گاہ کو
ناکسے کی حالت میں کہ فی الشامی و مرد و مارت بین یکدیہ الی حائط القبلة فی بکیت و مسجد صغیر فانہ کبقعة واحدة مطلقاً ولو امرأۃ او کلباً
یا مسدود نماز نہیں گزرتا گزرنے والے کا سامنے نمازی کے اسکے قدموں سے لیکر دیوار قبلہ تک گھر میں اور چھوٹی مسجد میں کہ گھر اور چھوٹی مسجد میں
ایک مکان کے ہیں یعنی مقدار دو صفوں کے فاصلہ کا ہونا ان دونوں میں مانع امتداد نہیں جیسے جنگل اور ٹہری مسجد میں مانع ہوتا ہو مسدود نماز
نہیں گزرتا کسی کا مطلق خواہ وہ عورت ہو یا کتا ہر شامی نے کہا کہ اس میں ردی و ظاہر یہ ہے کہ قول پر جو گئے ہیں گزرتا عورت یا کتا گھر سے کا مسدود ہی
اور اشارہ ہوا اس امر کی طرف کہ اس باب میں جو کچھ مذکور ہے وہ نسخہ جو چٹا نچ علیہ من اسکو ثابت کیا ہو و مودہ اسفل من الدکان امام المصلیٰ لک
یصلیٰ علیہا ای الدکان بشرط صحا اذا بعض اعضاء المار بعض اعضاءہ و کذا سطر و سر و کل مو تفعیل دون قامۃ المار و قیل
حدوث السنۃ کما فی غیرہ الا ذکر کس یا مسدود نماز نہیں گزرتا گزرنے والے کا مکان کے نیچے نمازی کے سامنے کو جبکہ وہ دکان پر نماز
پڑھتا ہو بشرط برابر آجائے بعض اعضاء گزرنے والے کے بعض اعضاء نمازی کو اوپر ہی حکم فساد کا ہو چیت اور تخت اور ہر اونچی چیز کا جسکی
بلندی گزرنے والے کے قدم سے کم ہو اور قول ضعیف یہ ہے کہ مقدار سر و مینی ایک ہاتھ سے کم ہو جیسا کہ غیر الا ذکر میں ہر مہم بحمد اللہ بن
اس قول ضعیف کو فساد کا ہو اسوجہ سے کہ اگر مقدار سر کا اعتبار ہوتا تو سوار کا کھنٹا نمازی کے سامنے کو کمرہ نہ ہوتا کہ وہ تو غالباً ہاتھ
سے اونچا ہی ہوتا ہو کہ فی الشامی و ان المار یصلیٰ البزار لو یعلم المار ما ذاعلیہ من الوند و لو وقف اربعین خیر یفا فی ذلک
المرو و لو بلیہ حائل و لو ستارۃ ترفع اذا سجد و تقی اذا قام اگرچہ اس گزرنے میں گزرنے والا گناہگار ہوتا ہو بسبب
حدیث بزار کے کہ اگر گزرنے والا جانے لگا اس پر کیا گناہ ہو تو ٹھہر رہے چالیس برس اور گناہ استوفت ہو کہ گزرتا بدون آڑ کے ہو اگرچہ
آڑ ایسا سر ہو کہ سجدہ کرنے کے وقت دور ہو جانا ہو اور قیام کے وقت پھر سر ہو جانا ہو علیہ میں کہا کہ اس مسئلہ میں چار صورتیں
ہیں اولیٰ یہ گزرنے والے کو گناہ بخش دے کہ نمازی کے سامنے کو نہ گزرے اور نمازی نے راستہ روکا نہیں تو اس صورت میں اگر گزرتا ہو

گناہ خاص گزرنے والے پر ہوگا دوم یہ کہ اور طرف کو رہتہ نہیں اور نمازی کے رہتہ رک رک لیا ہو تو اس صورت میں گناہ خاص نمازی پر ہوگا سوم یہ کہ نمازی نے راستہ روکا ہو مگر گزرنے والا اور طرف کو بھی محل سکنا ہو تو اب گزرنے سے دونوں گناہ بیکار ہو گئے چہاں یہ کہ نمازی نے رہتہ نہیں روکا اور گزرنے والا کو اور طرف راہ نہیں تو اب ہمیں کسی پر گناہ نہیں اور صورت سترہ کی یہ ہو کہ مثلاً ایک انگشت کے برابر ہوئی رسی یا کوئی اور چیز نہ چھت بن لگتی ہو جب نمازی سجدہ کرتا ہو تو وہ سر کی حرکت سے اس کی گردن یا کمر پر ہو جاتی ہو اور جب کھڑا ہوتا ہو پھر پیسنور ہو جاتی ہو تو اس طرح کی آڑ سے بھی گزرنے والے پر گناہ نہیں اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اعتبار سترہ کا قیام کی حالت میں ہو کذا فی الشامی و المططاوی و لکھنؤ کان فرجہ فللہ لعلات یومعہ رقبہ من کذبہ حالانکہ انفسط حوضہ نفسہ فتنہ اذا لک صغیر من کوئی جگہ خالی ہو تو شاہ زمین آنے والے کو جائز ہو کہ جس شخص نے اس جگہ کو بند نہیں کیا اس کی گردن کو پھلانگ کر چلا جائے کیونکہ اس نے اپنی عزت آپ کھودی تو خبردار ہو جائی اس کے سامنے سے گزرنے والا گناہ نہیں مگر شامی نے کہا اگر ایک شخص نمازی کے سامنے گزرا چاہتا ہو اور اس کے ساتھ کوئی چیز قابل سترہ کر دینے کے ہو تو اس کو نمازی کے سامنے رکھ دے اور دوسری طرف جا اس کو اٹھائے اور اگر وہ شخص ہوں تو ایک نمازی کے سامنے کھڑا ہو جائے دوسرا اس کی آڑ سے نکل جا پھر دوسرا کھڑا ہو جائے تاکہ اول شخص اس کی آڑ سے گزر جائے انہی ان دونوں میں سے معلوم ہوا کہ ایک طرف سے سامنے نمازی کے کھڑا ہو جائے یا دوسرا کے سامنے سے چھٹا لیتا ہو گناہ کا نہیں ہے بغیر دفع بنا بدائم الامام و لد المنفذ فی الصحی و نحوہا ستونہ بقدر دذراع طولا و غلط صلیح لتبک و المناط بقدرہ دون ثلثہ اذرع علی حذہا حلیہ کلین عینہ الامین افضل اور کھڑا کر لے امام بطور شجاعت کذا فی البدائع اور اسی طرح تنہا پڑھنے والا جھکل میں اور شل جھکل میں یعنی بڑی سجدہ میں کھڑا کر لے ایک سترہ مقدار ایک ہاتھ کی لمبائی میں اور ایک انگلی کی موٹائی میں تاکہ دیکھنے والے کو اپنی گردن کے دے کو سوجھے قریب اپنے تین ہاتھ کے فاصلہ کے اندر مقابل ایک ابرو کے نہ دونوں آنکھوں کے بیچ کے سامنے اور دہنی ابرو کے مقابل کھڑا کرنا بہتر ہو کہ مطابق سنت جو ہم مطاوی نے لکھا کہ شائع کو مناسب تھا کہ دونوں ثلثہ اذرع کی جگہ قدر ثلثہ اذرع لکھا کیونکہ جلی میں ہو کہ سنت یہ ہو کہ فاصلہ در میان نمازی اور سترہ کے تین ہاتھ سے زیادہ نہ ہو اور ایک ہاتھ کا طول اور انگلی کی موٹائی بیان قبل مقدار کا ہو کہ اس سے کم نہ ہو اور زجر الدائق میں لکھا کہ نہ بہ قوی کے بموجب موٹیل کا کچھ اعتبار نہیں دلا کیفہ الوضو دلا انحط ذیل یکنی فیخط طولا و ذیل کا لمح اب اور کفایت نہیں کرتا کہ دنیا بہتر کا یعنی زمین پر لٹا دینا مثل لائعی وغیرہ کا اور ثلثہ کافی ہو خط کھینچنا اور بعض فقہانے لکھا کہ اگر شرعی اس نہ ہو تو خط کھینچنا کافی ہو تو خط کھینچنے نمازی بل میں یعنی یہ تھا اور بعض نے لکھا کہ مثل مواب کے یعنی بشکل کمان کھینچنے مفتح الفیہ میں در صورت نہ ہونے سترہ کے خط کھینچنے یعنی کیا ہو اور کہا ہو کہ اتباع سنت بہر حال بہتر ہو علاوہ اسکے خط کچھ نہ کچھ نظر آتا ہو تو کافی ہو گا اور یہ قول امام محمد سے مروی ہو اس سے یہ نکلا ہو کہ اگر کتاب یا کپڑا اپنے سامنے رکھ لیا تب بھی سترہ ہو جائیگا دیدفعہ ہذا خصہ فلو کہ افضل بدائم قال الباقی فی الوضو بہ فاما لا شی علیہ عند المشافہ رضی اللہ عنہ خلد قالنا علی ما یفہم من کتبنا بتسیعہ اچھہ قراءۃ و اشادۃ و کبر علیہ عندنا فہستانی لا یجہا فاذکرہ اور ہذا دے نمازی گزرنے والے کو اپنی جیکہ سترہ نہ ہو یا سترہ ہو لیکن سترہ کے اندر گزرنے والا ہو تو کجا حمان اللہ کہنے یا کجا رک پڑھنے سے اگرچہ نمازی سترہ ہو یا اشارہ سے ہاتھ یا کلمہ یا سر کے اشارے کا کھانا رخصت ہو عزیمت نہیں پس ترک دفع بہتر ہو ایسیلے کہ دفع کرنا نماز کے اعمال سے نہیں کذا فی البدائع باقانی نے لکھا کہ اگر نمازی نے گزرنے والے کو مارا اور وہ مر گیا تو اس پر کچھ نہیں نہ دین نہ قصاص امام شافعی رحمہ کے نزدیک بخلاف ہمارے مذہب کے جب کہ کھاجاتا ہو ہمارے کتاب میں سے یعنی رخصت قطعاً اشارہ ہو نہ جنگ و محاربہ اور نہ زیادہ کیا جائے ان باتوں پر ہمارے مذہب کی یعنی کپڑا لپٹا لینا یا مارنا یا سترہ دیک در سنت نہیں کذا فی ہستانی نہ دفع کرے ہمان اللہ کہنے اور اشارہ دونوں سے کلا دونوں انون کا جمع کرنا کہ وہ ہو ایسیلے کہ تصور ایک سے حال جو ہم یہ جو حدیث میں آیا ہو گزرنے والے سے جنگ کرے کہ وہ شیطان ہو تو فیہ شیخ جو چاہے زلی نے شری سے نقل کیا ہو کہ حکم اتند اسے ہلام میں تعجب نماز کے اندر کام کرنا بلیح تھا اب اس کی

اجازت نہیں گزانی الشامی مختصر المرافعة تصنیف علی ابیطین اور صورت گذارنے والی کو پٹانے کے لئے الی جاوے نہ اس طرح کہ پہلی شیل چگے بلکہ کیفیت تالی سجا
کی بجز اوراق میں یوں منقول ہو کہ پشت و اسنے ہاتھ کے انگلیوں کی بائیں ہاتھ کے اندر طرف یعنی پہلی میں مارے شامی اور طحاوی نے کہا کہ اس طرح تالی بجانے کی کوئی
وجہ نہیں معلوم ہوتی دونوں ہاتھ اپنی جگہ سے نکل جاتے ہیں اس سے قویٰ بستر ہو کہ بائیں ہاتھ کو اپنی جگہ رہنے دے اور داسنے ہاتھ کی انگلیوں کے اندر
طرف کو بائیں کی پشت پر مار دے کہ ہمیں عمل ٹھوڑا ہو جو صحتی اور سببیت لم یفسد وقد توکا السنۃ ثنائیا و خلیفہ اور اگر پٹانے کے لیے مردنے تالی
بجائی یا عورت نے سبحان اللہ کہہ دیا تو نماز قاسمہ نہ ہوگی لیکن دونوں نے طریق سنوں کو ترک کیا گزانی التاخریہ دلفت سنۃ الامام للکحل اور
کافی جو سترہ انام کامل مقدرین کے لیے یعنی اگر امام کے سامنے سترہ ہوگا تو جو کوئی مقتدیوں کی صف کے سامنے کو گزرا لگا اس پر کو گستاخ نہ ہوگا و لو عد
المرد و الماریف بجا نہ رکھا و غلطی آو اور اگر گزرا اور راستہ نہ ہوئی ایسی جگہ نماز پڑھے جہاں کوئی گزرا نہ ہو اور سترہ راستہ کی طرف نہ ہو تو ترک
کرنا سترہ کا جائز ہو اور کمرہ اگر سترہ کا ایسی جگہ بھی بہتر ہو ہم راستہ کی طرف متوجہ نہ کرنے کی قیہ اس لیے لگائی کہ راستہ کی طرف کو نماز پڑھنا سترہ کے ساتھ اور
بدون سترہ کے دونوں طرح مکروہ ہو کیونکہ راستہ پڑھنے کے لیے بنا ہو تو زمین ایسی چیز نہ چاہیے جو اس کے مناسب نہ ہو گزانی البحر و کوہ تعتم التوجیہ اللہ
موجہا خلاف الادلی فالغارق الدلیل فان تھبأ ظنۃ الشرب ولا صاوف فتحریمۃ ولا افتخار بھیمۃ اور کمرہ ہو لٹکانا پرے کا شاح کشا ہو کہ راستہ
شامل ہو تو تہی ہو جبکہ آل ترک دلی پس فرق کرنے والی چیز کہ بہت تحریری اور تہی نہیں بین دلیل ہو لینی اگر دلیل کہ بہت وہ ممانعت شرعی ہو جس کا ثبوت ظنی ہو
اور کوئی پھیرنے والا تحریر سے استجاب کی طرف نہ ہو تب تو کہ بہت تحریری ہو ورنہ کہ بہت تہی ہو ہم بحر الرائق میں کہا کہ کمرہ و قسم ہو ایک مکروہ تحریری
جو وجہ کے رہنمائی میں ہو غنی جس طرح ثبوت واجب کا دلیل ظنی سے ہوتا ہو اسی طرح ثبوت مکروہ تحریری کا دلیل ظنی سے ہوتا ہو دوم مکروہ تہی جو ایسا
نہو وجہ قضا کی عبارت میں لفظ کمرہ پایا جائے تو اسکی دلیل کو دیکھنا چاہیے اگر دلیل مذکور ظنی ہو تو تحریری ہو ورنہ تہی شامی نے کہا کہ بدین
دلیل کے بھی اسکا حال معلوم ہو سکتا ہو اس طرح کہ اگر وہ مکروہ ترک واجب کو متضمن ہو تو تحریری ہوگا اور اگر ترک سنت کو متضمن ہو تو تہی ہوگا سدل تحریر یا
للحق فوبہ ای ادسنا لہ بملک و کذا القباء و یکم الی و اداء ذکوة الحسبۃ کمرہ تحریری ہو لٹکانا نمازی کا اپنے کپڑے کو بسبب ممانعت کے یعنی
چھوڑ دینا کپڑے کا بدون پینے معمولی کے اور ہی میں داخل ہو قیہا کہ پینا ایسی طرح کہ استین پشت کی جانب ہو لینی اسکی کشادہ بھلون میں سے ہاتھ نکال کر استین
چھپے کو ڈالنا بھی سدل میں داخل اور کمرہ ہو ذکر کیا ہو اسکو چلی سے ہم طحاوی نے کہا کہ شاح کو مناسب تھا کہ تحریر مال لینی کو کمرہ ہو کے لٹکانا لفظ سدل جو مضاف
ہو اور ثوب جو مضاف الیہ جو ان دونوں میں فاصلہ نہ پڑتا اور سدل کی صورت کمری سے یہ بیان کی ہو کہ شلا چا در یا دوسرا کپڑا اسمر خروہ شاتہ پر ہو کہ اس کے
کنا سے چھوڑ دے تو کمرہ کے و انوں کا لٹکانا اور عمامہ کے شملہ کا لٹکانا اس میں داخل نہیں گزانی الشامی کشد و مندیل پر سبلہ من کتفہ غلو من لحدہ عالم
مکروہ کمالۃ عدل و خارج صلوة فی الاھتم شمل و پیر اور و نال کے کہ اسکو اپنے دونوں مونڈھوں سے لٹکا دے تو کمرہ ہوگا پس اگر ایک مونڈھ سے لٹکا
لٹکا تو کمرہ نہ ہوگا جیسے عذر کی حالت میں اور نماز سے باہر صحیح تر قبول میں سدل مکروہ نہیں ہم شریفین معجودہ وال شد و ایک کپڑا جو حکم مونڈھوں پر ڈالتے
ہیں اور خارج نماز سدل مکروہ تحریری نہیں بشرطیکہ کسی کے لیے نہ ہو گزانی الشامی عن النہر فی المخلصة اذ المین یخل یدک فی کمد الفرجی المخیئار
انہ کا کمرہ دھل پوسل الکمد و مہسای خلعتی و لا جوط الثانی فیستانی اور خلاصہ میں ہے کہ جب نمازی اپنا ہاتھ فرج کی آستین میں نہ ڈالے تو غنار
ہو کہ کمرہ نہیں اور کیساں صورت میں آستین کو لٹکا رہنے دے یا کپڑے اس میں خلائق ہو زیادہ احتیاط کی بات آستین کا کپڑا لینا ہو گزانی القستانی ہم
شامی نے کہا کہ خلاصہ میں عدم کلاہت کو غنار کہا ہو اس پر کسی نے سواے نمازی کے اسکی موافقت نہیں کی بلکہ وہ قول ہی جو قاضی خان اور جمہور فقہا
کہتے ہیں کہ فرج کو جو آستین میں ہاتھ ڈالنے کے پسناء مکروہ ہو کیونکہ سدل اس صورت میں بھی موجود ہو کہ کفہ ای دفعہ دلو لذاب کشمیر کچھ

اور یہ

او ذیل واعبثہ بہ ای شوبہ و یجسد للہ الخاجتہ ولا باس بہ خارج مصلوٰۃ اور مکروہ تحریمی جو کہ پڑے کا اوپر اٹھانا اگرچہ پٹی میں بسر کرنے کے سبب سے ہو جیسے مکروہ ہو ذیل ہونا نماز میں آیتین یا وہاں چڑھانے اور مکروہ تحریمی جو کہ پڑھنا نمازی کا اپنے کپڑے سے اور بدن سے بسبب ممانعت کے گرجا جت کے لیے مکروہ نہیں مثلاً بدن کو خارش کے سبب سے کھجھایا یا پسینا تکلیف دینا تھا اسکو بوجہ ڈالا تو عمل افضل سے یہ امور مکروہ نہ ہونگے اور کچھ نصاب آیتین کھیلنے کا کپڑے اور بدن سے نازکے باہر شامی نے کہا کہ آیتین چڑھائی نماز شروع کرنے میں یہ صورت بھی داخل ہو کہ تہن و رکوع کے لیے چڑھائی تھی یا دھوکے لیے چڑھائی تھی اور جس کے لیے جلدی آیتین نہ آتا رہی شریک جماعت ہو گیا تاہم صورت میں افضل یہ ہو کہ عمل افضل سے آیتین نماز کے اندر آتا دالے اور عبث کے باس میں نہی وہ حدیث ہو جو کتب قضا عد نے یقیناً کیا ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے تین چیزیں مکروہ کیں نماز کے اندر عبث کرنا اور روزہ میں فحش باتیں کرنی اور قبرستان میں ہنسا و صلوٰۃ فی ثیاب بذلۃ یلبسہا فی بئینہ دھنۃ ای خدمت ان ملہ غیوہا و لا کلا اور مکروہ تنزیہی جو کہ لائی البجر نماز پڑھنا نمازی کا پہلے کھیلنے پر نہ میں جنگلوں میں ہینتا ہو اور کھلم کرنے کے کپڑوں میں بشرطیکہ اسکے پاس اور کپڑے ہوں ورنہ مکروہ نہ ہو گا مگر نذر بار موصدہ کسود اور سکون ذال و مسجد سے بمعنی خدمت اور ابتذال ہو اور نہ بغیر شمع میں سکون با عطف تفسیر یعنی وہ کپڑے جو کہ پوس کر دو سون کے پاس نہ جاوے کہ لائی الشامی داخلہ دھم و دخوۃ فی فیہ لہ عتقہ منی الغراءۃ فلو منعتہ لقتلہا و مکروہ ہر دم اور اس حسی چیز کا نہ میں لینا جو نمازی کو قنارت سے مانع نہ ہو و اگر قنارت کی طرح ہو یعنی اس طرح کہ بالکل طرح نہ سکے یا ایسے الفاظ تخلین جو قرآن کے الفاظ نہ ہوں تو نماز فاسد ہو جائیگی مگر شامی نے قاضی خان سے نقل کیا کہ کسی چیز کا نہ میں لینا جو مانع قنارت نہ ہو مکروہ تنزیہی ہو و صلوٰۃ خاصہ ای کا شفا و اسۃ للکاسل ولا باس بہ للک لیل واما لایہا تہ بھا فکفر و مکروہ ہو نماز پڑھنا نمازی کا سر کھول کر سستی کی وجہ سے اور کچھ مضائقہ نہیں سر کھولنے کا انکار کے لیے اور سنا زکی امانت کے لیے تو سر کھولنا کفر ہو مگر شامی نے بعض علماء سے نقل کیا کہ گرمی کی وجہ سے بھی شگے سر نماز پڑھنا مکروہ ہو و لو سقطت فلفسوتہ فاعادتها افضل الا اذا احتلجت لتکون داعی کشا و اگر گرجا نمازی کی ٹوپی تو اسکا دوبارہ سر پر رکھ لینا افضل ہو مگر جس صورت میں کہ محتاج ہو پویشی کی یا عمل شریکی تو اوہ عا و فضل نہیں و صلوٰۃ مع مدافعتہ الا خشیون او احدہما او الذی یجہ للنتھی اور مکروہ تحریمی ہو نماز پڑھنا نمازی کا بول اور برا زنگے دباؤ کے ساتھ یا دونوں میں سے ایک کے دباؤ کے ساتھ یا ہونکے رک رکھنے کے ساتھ اور یہ کراہت بباعث ممانعت کے بلوئی ابو داؤد کی حدیث کے باعث کہ نہیں حلال ہو کسی کو جو بیان رکھتا ہو اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر کہ نماز پڑھے اس حال میں کہ پیشاب کو دباے ہو بیان تاک کہ اس سے ہلکا ہو جائے اور سی جیسا ہی پاخانہ کا ضبط کرنے والا کہ فی الکافی و عقیص شجرہ للہ عن کفہ و لہ یجتمعه او ادخال اطرافہ فی اصولہ قبل الصلوٰۃ اما فیہا فیفسد اور مکروہ ہو بالوں کا جوڑ کر یا بسبب منج کے آنکے اوپر اٹھانے سے اگرچہ جوڑ کر یا آنکے اٹھا کرنے سے ہو یا آنکے سروں کو بڑوں میں کر لینے سے ہونا نماز کے پیشتر اور نماز میں جوڑ کر یا نماز کا مفید ہو عقیص شجرہ اول بالوں کو نہ منجے کو کہتے ہیں بیان یہ مراد ہو کہ بالوں کو سر پر جمع کر کے گوند سے چکالے یا ڈوری سے باندھ لے خواہ میٹھ جیان گوند کر سر کے گرد لپیٹ دے خواہ گدی پر بکے باندھے کہ سجدہ میں زمین پر نہ گرے نہ یہ سب باتیں مکروہ ہیں کیونکہ طہرالی کی حدیث میں اس سے ممانعت وارد ہو اور طہرین نقل کیا کہ ہر چند بموجب مضمون احادیث کے کہ کراہت تحریمی ہوئی چاہے مگر اجماع پر ہو کہ فیہ مکروہ تنزیہی ہو اور نماز کے اندر اسکے مفید ہونے کی یہ وجہ ہو کہ بالاجماع عمل اکثر جو کہ فی الشامی و غلب الحصاص للہ فی السجودۃ التام فیرخص مرقۃ دنو کا ادلی و مکروہ ہو کنکر و ن کا ہٹانا بسبب نہی کے گرد اسطے پورا سجدہ کرنے نمازی کے مکروہ تنزیہی ہو ایک دفعہ ہٹانے کی اجازت ہو اور ترک ایک دفعہ کا بھی بہتر جو صحاح متہین معتقب سے مروی ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کنکر و ن کو نہ ہٹانا جب کہ تو نماز پڑھتا ہو اگر نہ ہٹا سنا ہی ہو تو کیا کیا ہٹا سنا اور پورا سی ہو کر نہ کی قید اسلئے لگائی کہ اگر بالکل سجدہ نہ ہو سکے بدن ہٹانے تو پھر کنکر و ن کو ہٹا دے گو ایک دفعہ سے زیادہ ہٹانے میں کذا فی الشامی و فرقۃ الاصابیم و تشبیکھا و لو منتظر الصلوٰۃ او ما شئنا الیہا اللہ و لا

کہوہ خاجہ لکھا ہے اور مکررہ تحریری ہو انگلیوں کی چٹکانی اور ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے کی انگلیوں میں ڈالنا اگرچہ نمازی ہو منظر نماز کا یا جانے والا نماز کی طرف تب بھی مکررہ ہو باعث نہی کے اور مکررہ نہیں نماز کے باہر بسبب کسی حاجت کے مگر ابن ماجہ نے مکررہ روایت کیا کہ اپنی انگلیاں مت چٹکا جبکہ نماز پڑھتا ہوا درجعتی میں حدیث نقل کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا اس سے کہ آدمی اپنی انگلیاں چٹکائے جو وقت کہ مسجد میں نماز کا منظر پیش آجائے اور ایک روایت میں ہے کہ جو وقت کہ نماز کے لیے جانا ہو اور اصرار ہو اور دواؤ وغیرہ مانگنے کی مانعت کی حدیث نقل کی ہے اور خارج نماز سے یہ مرد ہو کہ نماز کو نہ جاتا ہو اور نہ مسجد میں اسکا منظر ہو اور حاجت یہ کہ جوڑون کا آرام دنیا ہو مثلاً اس سے معلوم ہوا کہ بدرون حاجت تھیلنے طور پر انگلیوں کا چٹکانا ایک بیچ کا دوسرے میں ڈالنا مکررہ تنزیہی ہو کذا فی الشامی والخصوص وضع الید علی الخاصۃ للنعی ویکوہ خاجہ تنزیہی اور مکررہ تحریری ہو تحریفیے ہاتھ کا کوسے پر رکھنا بسبب نہی کے اور باہر نماز کے مکررہ تنزیہی ہو مگر صحیحین وغیرہ میں مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں کوسے پر ہاتھ رکھنے سے مانعت فرمائی اور خارج نماز کی کراہت بحت ہو صاحب بصر کی کذا فی الشامی والخطاوی دلائل الثقات بوجہ یہ کلمہ اوجہ للنعی اور مکررہ تحریری ہو سارا چہرہ یا تھوڑا بچھ کر نماز میں رکھنا بسبب نہی کے مگر تنزیہی نے انس رحمہ سے روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پنج نماز میں التفتات سے گونکہ التفتات نماز میں موجب ہلاکی ہو کذا فی الشامی وبیضیہ بیکوہ تنزیہی دھندلہ نفس کا مکررہ بدرون ہونے کے آگے سے اصرار و دھوکہ دیکھنا مکررہ تنزیہی ہو اور سینہ کو بچھ کر دیکھنا بدرون عذر کے منع نماز ہو چنانچہ متعدد نماز میں بیان ہوا ونبیل قائمہ قاضی خان نقشبندی علیہ السلام اور قاضی خان نے کہا ہے کہ نماز ناسد ہوتی ہو منہ کے پھرنے سے اور منہ پر ہونے کی ناسد نہیں ہوتی بلکہ مکررہ تحریری ہو واقعاً دھوکہ لکھنے والی اور مکررہ تحریری ہو نمازی کا پٹھنا مثل کتے کے بسبب نہی کے مگر افعالی تفسیر طحاوی نے بیان کی ہے کہ دونوں میں پریشیے اور رالون کو کھڑا کرے دونوں گھٹنے چھاتی سے لگائے اور دونوں ہاتھ زمین پر رکھے اور چونکہ نیشست کتے کی نشست کے مشابہ ہو اس لیے یہی صحیح تر ہو اور حدیث میں اسی نشست کی مانعت ہو اور کرخی نے تفسیر کی ہے کہ دونوں پاؤں کو کھڑا کر کے انکی اٹیوں پر بیٹھے اور دونوں ہاتھ زمین پر رکھے زمین سے کھانک نیشست مکررہ تحریری نہیں بلکہ چونکہ مخالف نشست مسنون کی ہے اس لیے مکررہ تنزیہی ہو کذا فی الخطاوی وافتراض الرجل ذراعہ للنعی اور مکررہ تحریری ہو پٹھنا امر کا اپنے دونوں ہاتھوں کو واسطے نہی کے یعنی حدیث مسلم میں مانعت وارد ہو وصلوٰۃ الی وجہ الشان حکما ۱۰۰ استقبالہ فلا استقبال لومین المصلیٰ فالکراہۃ علیہ دلائل داخلہ المستقبل ولو بعد ذلک لا حاشی اور مکررہ تحریری ہو نماز پڑھنا نمازی کا کسی آدمی کے منہ کی طرف جیسے مکررہ ہو منہ کرنا نمازی کی طرف پس اگر منہ کرنا نمازی کی طرف سے ہو گا تو کراہت اسی پر موقوفی در نہ دوسرے شخص پر جو نمازی کی طرف کو نہ کر لگا اگرچہ منہ کرے والا دور ہو اور نمازی میں اور اس میں کوئی اثر نہ ہو مگر طحاوی نے کہا کہ استقبال کی ضمیمہ نمازی کی طرف ہو استقبال تفسیر قبول کی طرف مضاف ہو اور آڑ نہ ہونے کی قید اس لیے لگائی کہ اگر کسی صورت میں کراہت نہیں رہتی مثلاً نمازی کا منہ دوسرے کے منہ کی طرف ہو کر دونوں کیچ میں ایک شخص ہو جسکی پشت نمازی کی طرف ہو تو مکررہ ہو گا درجہ السلام بیدار ہو آسیدہ کما مت اور مکررہ تنزیہی ہو جواب سلام کا دینا اپنے ہاتھ سے یا اپنے سر سے جیسا پیشتر مفادات میں گذرا ہے مگر مسئلہ متعارف کا لا باس تسکیم المصلیٰ لواجابہ براسیہ کما لو طلب منہ شیء ادا ۱۰۰ درجہ ونبیل لجدید فادما بنعمہ اولا او قبل کہ صلیتم فاشا بیدار فمصلوۃ کعتین کچھ ضالیہ نہیں نمازی کے بولنے یا جواب دینے میں اپنے سر سے جیسے کسی نے نمازی سے کوئی چیز مانگی یا روپیہ دیکھا یا اور پوچھا کہ کھرا ہو پس نمازی نے اشارہ سے ہاں نہیں کیا یا نمازی سے پوچھا گیا کہ تم نے کتنی کوتاہی میں اور اتنے سے اشارہ کر لیا کہ تم دو کوتاہی میں مگر نمازی نے اشارہ کر دیا کہ تیرے ہی کو کہہ دیا کہ تیرے اشارہ سے اشارہ کر کے کذا فی الخطاوی اما لو قبل لہ فقد تم فقد تم اودخل احد الصفوف فمصلوۃ لہ فافسدت ذکوا الخلیع وغیرہ خلاف ما یؤمن البی، اور اگر نمازی سے کسی نے کہا کہ گے بڑھو جا پس وہ آگے بڑھتا یا کوئی شخص صفوں میں داخل ہوا اور نمازی نے فرمایا

اسکو جبکہ دیدی تو نماز فاسد ہو جائیگی ذکر کیا ہو اسکو طہی نے برخلاف اس قول کے جو کذا سحر الراقی سے ہم سحر الراقی میں کہا کہ اس صورت میں نماز کا
منہیں ہوتی اور طحاوی نے کہا کہ یہی قول عدم فساد کا مستند ہے اور قول نماز کے فاسد ہو بیجا ضعیف ہے چنانچہ بیشتر شریکین نے اسکی تفسیر گزیر چکی و کذا الترمذی
نقل میں ہوا و تراث الجلسۃ للسنة بغیر حدیث و کذا لیکر خارجہا کذا علیہ الصلوٰۃ والسلام کان جلوسہ مع اصحابہ الترمذی و کذا احمد و غیر
نقل اعتد اور مکروہ تنزیہی ہے چار زانو بیٹھنا نماز کے اندر بدو نہ عذر کے بسبب ترک کیے جائے سنون کے اور مکروہ نہیں بالحق مگر بیٹھنا نماز سے
باہر ایسے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نشست اصحاب کیبکے ساتھ اکثر چار زانو ہوتی تھی اور ایسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نشست بھی نقل کیا ہے
اس حدیث کو شرح بیہ بین ابن یام سے اور اس میں رد ہوا ان لوگوں کے قول کا جو کہتے ہیں کہ چار زانو بیٹھنا نماز کے باہر مکروہ ہے اسوجہ سے کہ باہر لوگوں کی
نشست ہر کذا فی الشامی و التضاؤب و لو خارجہا ذکر مسکین لاندہ من الشیطان والانیہا تحفظ وظوف منہ اور مکروہ ہے چالی لینا اگرچہ نماز کے
باہر مکرر کیا ہو اسکو مسکین نے ایسے کجا لی لینا شیطان کی طرف سے ہے اور انبیاء علیہم السلام اس سے محفوظ ہیں ہم صحیحین میں مروی ہے کہ جالی لینا شیطان
کی طرف سے ہے تو جب کوئی تم میں سے جالی لے تو چاہیے کہ اسکو حتی الوت روکے شامی نے کہا کہ جالی کی کراہت کو کسی نے یہ نہیں لکھا کہ تحریمی ہے یا تنزیہی
ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اگر اچھاپ آوے تو مکروہ تنزیہی ہوا اور اگر وانتہ جالی لے تو مکروہ تحریمی ہو کیونکہ یہ فعل عبت ہے اور عبت مکروہ تحریمی ہوتا ہے و تعصیص
عینیہ للشیطان لکھال الخشوع اور مکروہ تنزیہی ہے کذا فی البحر سند کرنا اپنی آنکھوں کا بسبب نہی کے مگر کمال خشوع کے لیے بند کرنا مکروہ نہیں ہم
نہی کی حدیث کو ابن عدی نے بند ضعیف روایت کیا ہے اور بدائع میں وجہ کراہت یہ مذکور کی ہے کہ سجدہ گاہ کا تاکنا سنون ہے اور آنکھوں کے بند
کرنے سے یہ سنت متروک ہو جاتی ہے تو ایسے علیہ اور سحر الراقی میں کراہت کو تنزیہی کہا کذا فی الشامی تبصر و قیام الاحامام فی المحراب کا بیحد و غیر
وقد ما خارجہ کان العبر للقدم مطلقا وان لم یثبتہ حال الامام ان ھلل بالتشہد وان بالاشتباہ ولا اشتباہ خلا اشتباہ
فی نفی الکراہۃ اور مکروہ ہے کھڑا ہونا امام کا محراب میں نہ سجدہ کرنا امام کا محراب میں حالانکہ دونوں پانون اسکے محراب کے باہر ہوں ایسے کہ
اندر اور باہر ہونے میں اعتبار قدم کا ہو امام کا کھڑا ہونا محراب میں مطلق مکروہ ہے اگرچہ حال امام کا مقتدیون پر شبہ ہو خواہ محراب سجدہ میں سے ہو یا نہ اگر علت مکروہ ہو چکی
اہل کتاب کی شائبہ کو کھڑا ہوا اور اگر علت کراہت امام کے شبہ ہونے کو کہا جائے اور محراب میں کھڑا ہونے سے کچھ اشتباہ نہ ہوتا ہو تو مکروہ نہ ہونے میں کچھ نہیں
حاصل یہ کہ امام محمد نے جامع صغیر میں امام کے محراب میں کھڑا ہونے کو مکروہ لکھا ہے اور کچھ تفصیل سنین کی ایسی اس کراہت کے سبب میں شائع نے اختلاف کیا
بعض نے تو یہ کہا کہ محراب ایک جدا گانہ حجر ہے کی طرح ہے تو ان میں کھڑا ہونا اہل کتاب کے مشابہ ہوتا ہے کہ وہ بھی اپنے امام کا مکان جدا گانہ بناتے ہیں اور یہ میں اس
اکتفا کیا ہے اور محمد امام شریعی ہی ہے اور بعض فقہائے کراہت کا سبب یہ بیان کیا کہ امام کا حال اپنے امامین کے مقتدیون پر شبہ ہو چکا ایسے مکروہ ہے تو
شارح کتاب ہے کہ اگر وجہ کراہت اہل کتاب کی مشابہت ہے تو ہر صورت سے مکروہ ہے مقتدیون پر اشتباہ ہو یا نہ اور اگر وجہ کراہت اشتباہ حال امام ہے تو جب
صورت میں اشتباہ نہ ہوگا مکروہ بھی نہ ہوگا کذا فی الشامی وانفراد الامام علی المدکل للصحیح قد راجعہ تفہیم بزم ولا باس عبادہ و فیہ واضح
یہ الامتیاز وہو لا جہ ذکر الکمال و غیہ اس مکروہ ہے کھڑا ہونا امام کا تنہا جو توہ پر بسبب نہی کے یعنی حدیث حاکم کے کہ منع فرمایا آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے اسے کہ امام کھڑا ہوا اپنے پر اور لوگ اسکے پیچھے ویسی رہیں کذا فی الطحاوی اور اندازہ کی گئی ہے بلندی ایک ہاتھ کی اور کچھ ضائقہ نہیں بل ایک
ہاتھ سے کہ بلندی کا اور بعض کا قول مقدار ارتفاع میں یہ ہے کہ جس امتیاز ہو جائے اور یہی قول موجود زیادہ ہے فکر کیا ہے اسکو کمال الدین محقق وغیرہ نے ہم
بدائع میں کہا کہ ظاہر الروایۃ بھی دوسرا قول ہے اور حدیث کے اطلاق کے مناسب ہے طحاوی نے کہا کہ و کذا یفتح وال و تشدید کات وہ ادبھی جبکہ
جو بیٹھنے کے لیے بنائی جاوے اور مقصد اس حدیث ہے کہ کراہت تحریمی ہو کذا فی الشامی و کذا علیہ عکسہ و کذا احمد اور مکروہ ہے اسکا عکس صحیح ہے تو قول میں کہ کھڑا ہونا مقتدیوں کا

اور نیچے مکان پر اور صرف امام کا پستی میں ہونا شرط ہے کہ اگر غالباً اگر ایست تشریف ہی ہو ایسے کہ نہی تو خاص پہلی ہی صورت میں وارد ہو اور وجہ کراہت یہ ہے کہ اس میں امام کی حقارت ہو اور صریح قول ہو غلبہ بر الوایت ہو اور اس کا مقابل قول طحاوی کا ہے کہ یہ صورت مکروہ نہیں بلکہ انانی الشامی و هذا کلام عند عدم العذر کجہ و عیدہ فلوقاموا علی المدفون واکامام علی الارض اوقی اضراب لخصم المکان لویکروہ کما لوکان معہ بعض الحقوم فی الاصح و بہ جرت العادة فی جماعہ المسلمین اور یہ کراہت تینوں سئلون میں وقت نہ ہونے عذر کے ہی مثل انیہ جو اور عید کے دن کے تو اگر بھڑا کر کثرت کے باعث مقتدی بالافلاخون پر کھڑے ہوں اور امام زمین پر یا محراب میں کھڑا ہو بسبب تنگی جگہ کے تو مکروہ نہ ہوگا جیسے اس صورت میں مکروہ نہیں کہ امام کے ساتھ مقتدیوں میں سے بعض ہوں صحیح تر قول میں یعنی اگر امام چوتھرہ پر ہوا اور اسکے ساتھ کچھ مقتدی بھی ہوں تو مکروہ نہ ہوگا اور اسی بات کی عادت ہو گئی ہے جامع مسجد و ن اہل اسلام میں بیٹھ کر کثرت کے باعث امام کو محراب میں یا بلندی پر کھڑا ہونا ہوتا ہے تو اسکے ساتھ دو ایک مقتدی بھی کھڑے ہو جاتے ہیں ومن العذر ارادة التعلیق او التبلیغ بحیالہ فی البحر اور ضرر میں سے ہر ارادہ کرنا امام کا تعلیم کو یا مقتدی کا قصد کرنا امام کی آواز پہنچانے کو دوسرے مقتدیوں تک چنانچہ فصل بیان کیا ہے اگر سجدہ الیقین میں ہم یعنی اگر امام نہ بنا بلندی پر ایسے کھڑا ہو تو مقتدی اسکے افعال دیکھ کر کچھ حسین یا مقتدی ایسے کھڑا ہو کہ اللہ اکبر پکار کر کے تو مکروہ نہ ہوگا اس سے معلوم ہوا کہ بعدون عذر کے تنہا کھڑا ہونا ایک مقتدی کا اونچی جگہ پر مکروہ ہے کذا فی الشامی وقد متناکراہۃ القیام فی صفہ خلف صفہ خرجۃ للہی حکم القیام منفردا وان لم یجد خرجۃ بل یجذب واحدا من الصف ذکرہ ابن الکمال لکن قالوا فی نہماننا ترکہ اولی فلذا قال فی البحر یکروہ اذا لم یجد خرجۃ اور ہمیشہ باب الامت میں لکھ آئے ہیں مکروہ ہونا قیام کا ایک صف میں سچے الیقین کے جسمین فرجہ ہونے کے اور اس طرح مکروہ ہونا قیام کا تنہا اگرچہ صف میں جگہ پناوے بلکہ ایک نازی کو صف میں سے اپنے برابر پہنچنے کے ذکر کیا ہے اسکو ابن کمال نے لیکر کہا ہے صاحب فقہ وغیرہ نے کہ ہمارے زمانے میں نہ کھینچنا بہتر ہے یعنی لوگوں میں جہل زیادہ ہے اکثر لوگ نادانسی کی جہت سے لڑ پڑتے ہیں اور ہمیں مجبور کرنا میں کہ مکروہ ہے تنہا کھڑا ہونا اگر اس صورت میں کہ صف میں جگہ پناوے تو تنہا کھڑا ہونا مکروہ نہیں یعنی دوسرے نازی کے کھینچنے کو صاحب سجدہ نے ذکر کیا و لیس ثوب فیہ مما یشل ذی رذخ وان یکون فوقہ اسلہ و یدین ید یہ او جملۃ عینہ او یسرۃ او محل سجود و قنائل و لوفی وساحة منصفۃ لا مضر و شہ لا اور مکروہ ہے نازی کو پہناؤں کپڑے کا جسمین تصویریں جاندار کی ہوں اور مکروہ ہے کہ ہووے نازی کے سر یعنی چھت میں یا شہ یا بار بار دہنخواہ یا بنیں یا سجدے کی جگہ میں کوئی تصویر اگرچہ کھڑے کمرے میں ہو جس پر چلتے ہیں نہ نگاہ کرتے ہوں نہیں مکروہ ہے اگرچہ کچھ ہو کہ سجدہ پر تصویر ہم مثال صرف جاندار کی صورت کو کہتے ہیں ان تصویر عام ہو جاندار کی ہو یا بے جان کی اور جاندار کی تصویر کا گھر میں رکھنا مکروہ مخرم ہے کیونکہ حدیث میں وارد ہے کہ کوفتہ داخل نہیں ہے اس گھر میں جس میں کتابا تصویر ہو کذا فی النہر را برہر تصویر کپڑے میں ہو یا برتن میں یا دیوار میں و لختلاف فیما اذا کال القنائل خلقہ و الاظهر الکراہۃ اور اختلاف ہے اس صورت میں کہ تصویر نازی کے پیچھے ہو اور ظاہر تر کراہت ہے ایسے کہ جامع صغیر میں امام محمد نے اسکی کراہت کی تفسیر کی ہے اور یہ کتابانی آخرت اللف ہو تو غالباً اس میں ان امور کا لکھا ہوگا جو متفق ہو چکے ہونگے کذا فی الطحاوی فلا یکرہ لو کان تحتہ قد مہ او محل جلوسہ کہ تنہا تھا نہ اوقی یدہ حسابۃ الشہیدین لا تنہا مستورۃ بشیاء بہ اور مکروہ نہیں اگر تصویر نازی کے دونوں پانوں کے نیچے یا پیٹھ کی جگہ میں بی ہو کیونکہ اس صورت میں تصویر دلیل ہے یا تصویر یا تح کے اندر بہت بھی مکروہ نہیں کہ وہ نازی کے کپڑوں میں پوشیدہ ہو شارج نے کہا کہ شہمی کی عبارت میں فی یدہ کی جگہ بی ہونے ہی سے بیٹھنا تصویر کا ہونا مکروہ نہیں جس معنی میں کی عبارت میں یہ کمال ہے کہ اگر باختر میں تصویر ہوگی تو ایک باختر کو دوسرے پر کھنکی سنت و اسکی جگہ لکھت سنت مکروہ ہے جو صریح کراہت کا قول کیسے درست ہوگا یا ان اگر تصویر یا تح میں لکھی ہو یا گدی ہوئی ہو تو ہو سکتا ہے کذا فی شرح المینہ او علی حاقہ نہ نقش فیہ مستبہن قال فی البحر و غلظہ لکراہۃ المستبہن لا المستبرک لیس و حرقۃ او ثوب آخرہ المصنوعہ کانت صغیرۃ لا تبسک تنفاسیل اعضاہا لئلا یظہر قائما وھی

علی الاخرین ذکر الحلیۃ یا تصویر نمازی کے انگلیوں پر پڑھنا فقرے سے تب بھی مکروہ نہ ہوگی بحر الرائق میں کہا کہ اسکا مفاد یہ ہے کہ حلیۃ تصویر کا نقش طہر ہو کر ہو نہ ہو وہ کہ تعلیل یا پردہ یا دوسرے کپڑے میں چھپی ہو اور ثابت رکھا ہو اسکو صنف نے یا تصویر اتنی چھوٹی ہو کہ اس کے اعضاء کی تفصیل کچھ دے کے کو نہ ہو چھٹی نظر ہو اور تصویر زمین پر ہو یعنی اگر اسے فاصلے سے اس کے اعضاء جدا جدا معلوم نہ ہوتے ہوں تب بھی مکروہ نہ ہوگی ذکر کیا ہوا اسکو طہس نے او مقطوۃ الرأس او الوجه او المحققۃ حصۃ ولا تعیش بد نہ و غیر ذی فرج کا یک کرہ کہ لا ینکح الختۃ یا تصویر سرکٹی ہو یا چہرہ کٹا ہوا ہو یا اسکا ایسا عضو مٹا دیا ہو جسکے بدن میں اس صورت کا جائز زندہ نہ رہے یا تصویر بے جان چیز کی ہو تو مکروہ نہ ہوگی کیونکہ یہ سب مذکور چیزیں عبادت نہیں کی جاتیں ہم شامی نے کہا کہ سر کا ٹنا عام ہر اس کے کہ اسکو ٹنایا جائے یا نہیں نہو یا بنا کر لکیر دن سے کاٹ دیا ہو یا کھرج ڈالا ہو یا سیاہی خواہ سرخی پھر دی ہو سب صورتوں کی کراہت نہ ہوگی و ختۃ جہرہ مخصوص ہے بغیر المہاندۃ کما بسطہ ابن الکمال اور حدیث جبریل علیہ السلام کی مخصوص ہے اس تصویر کے باب میں جو ذیل میں جو چاہے شرح بیان کیا ہو اسکو ابن کمال نے ہم یہ جواب ہوا ایک سوال مقدمہ کا اسکی تقریر یہ ہے کہ اگر تصویر کی کراہت اسوجہ سے ہو کہ جس جگہ نماز ہوتی ہو وہاں فرشتے بسبب تصویر کے نہ آئیں گے چنانچہ حدیث جبریل میں جسکو مسلم نے روایت کیا ہے مذکور ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ کیا تھا کہ فلاں ساعت میں حاضر خدمت ہو گا جب وہ ساعت آئی تو جبریل نہ آئے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اور اسکا رسول اپنا وعدہ خلاف نہیں کرتا اور عصاب آپ کے ہاتھ میں تھا اسکو زمین پر پڑا پھر دیکھا تو ایک گئے کا بچہ چار پائی کے نیچے تھا آپ نے حضرت عائشہ سے پوچھا کہ یہ کب آگیا انھوں نے عرض کیا کہ مجھ کو خبر نہیں پھر وہ بچہ نکلا آگیا اسوقت جس میں نشریت لائے آپ نے فرمایا کہ میں تمہارے وعدہ کا منظر تھا تم وعدہ پر نہ آئے انھوں نے عرض کیا کہ میرے اندر نہ آنے کا یہ بچہ مانع ہوا جو آپ کے گھر میں تھا ہم اس گھر میں نہیں جاتے جس میں گنا یا تصویر ہو تب تو تصویر ذلیل ہو یا غیر ذلیل دونوں صورت میں کراہت ہونی چاہیے کیونکہ حدیث میں لفظ صورت عام مذکور ہے اور اگر وجہ کراہت مشابہت عبادت ہو تو جس صورت میں تصویر سامنے یا سر کے اوپر ہو اسی وقت مکروہ ہونی چاہیے نہ واسطہ بائین ہونے میں شایع جواب دیتا ہے کہ کراہت کی وجہ یہی ہے کہ نماز کی جگہ میں فرشتوں کا گذر نہیں ہوتا اور حدیث جبریل میں ہر چند لفظ تصویر عام ہے مکروہ اسی تصویر کے مخصوص ہے جو ذیل میں اسکی خصوصیت دوسری حدیث سے ہے جسکو نسائی اور ابن حبان نے روایت کیا ہے کہ جبریل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ میں نے اپنا وقت چاہی آپ نے فرمایا کہ اندر آؤ انھوں نے عرض کیا کہ میں اندر کیسے آؤں آپ کے گھر میں تو ایک پردہ ہے جس میں تصویر ہیں اگر آپ کہنا رکھنا منظور ہو تو اس کے سر کاٹ ڈالیے یا اس کے گدے اور بچھوئے بنو لیجئے انہی کذا فی الشامی واختلف المحدثون فی امتناع ملائکہ الرحمن علی التقلید فافقوا عیاض و اثبتہ السنودی اور اختلاف کیا ہوا اہل حدیث نے رحمت کے فرشتوں کے نہ آنے میں بسبب ان تصویروں کے جو رو بہ افشانی پر ہوتی ہو تو عیاض عیاض مالکی نے امتناع کی نفی کی ہے اور نووسی شافعی نے اسکو ثابت رکھا ہے ہم شامی نے کہا کہ قول قاضی عیاض کے موافق علماء حنفی نے بھی یہی کی ہے چنانچہ فتح القدیر میں کہا کہ چھوٹی تصویر کا رکھنا گھر میں مکروہ نہیں یعنی جو تصویر اتنی چھوٹی ہو کہ اس سے نماز مکروہ نہ ہوتی ہو تو اسکا رکھنا گھر میں مکروہ نہیں ہوا جو نماز میں کراہت پیدا کرتی ہو اسکا رکھنا بھی مکروہ ہے ہر فاترہ یہ حکم تصویر کے رکھنے کا ہے لیکن بنانا تصویر جاندار کا چھوٹی ہو یا بڑی ہر طرح سے مرام ہے کہ اس میں مشابہت اللہ تعالیٰ کی پیدا کرنے سے ہو چنانچہ نووسی نے شرح مسلم میں اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ لا یزید فی الخلق الا فی السوء والتیئیر باللیل فی الصلح مطلقا ولو نفلا امتحانہما فلا یکرہ بھلبہ و بلفظ اناملہ و علیہ یجعل ما لجاؤ من صلواتہ التسمییم اور مکروہ ہے تسمیسی یہ شکل کو تائید اور سورنوں اور سجانوں اللہ کے کئے کا ماتھ سے یعنی انگلیوں پر یا تسمیج ہاتھ میں لیکر کذا فی البحر مطلق نماز میں اگرچہ نفل نماز ہو اور مکروہ نہیں ہے شکل کرنا باہر نماز سے جیسے مکروہ نہیں شمار کرنا نمازی کا اپنے دل میں یا پوسدن کے دبائے سے اور اسی پر محمول ہے صلوٰۃ التسمیج جو حدیث میں مذکور ہے یعنی تسمیج جس شمار دل سے کرے یا ایک ایک ہر کہ وہاں جاے شرح سکر لفظ شایع کا لایا ہے سیاقا المسجور لغيرہ یا کتاب علی البحر کچھ منکر ہے

شامی نے کہا کہ وجہ کرامت کو بجا اولیٰ قرار دینے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اگر اہمیت تشریفی ہوگا تو گئے آویگا کہ قبلہ کی طرف یا تو ان جیسا نے سے آدمی کی کو اجنبی قبول نہیں ہوتی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کرامت تحریمی ہو اور اہل صحیفہ و شمسین الکتاب الشریعہ کا ان کو تو علم وضع تفرع عنہا لہذا فلا یکرہ قالہ الکیال یا مکروہ ہو یا تو ان جیسا ناقرآن مجید کے یا کسی کتاب شرعی کی طرف یعنی تفسیر و حدیث و فقہ اور ان کے اصول کی کتاب کی طرف مگر جو کتاب موصوف کسی اور نجی حکم پر ہو یا تو ان کی سیدہ سے تو یا تو ان جیسا نا مکروہ نہ ہوگا لہذا ہوا اسکو کمال الدین محقق نے شامی نے کہا کہ ظاہر اگر کتاب بہت دور رکھی ہو تب بھی کرامت نہ ہوگی کمال الدین باب فیصلہ صلوۃ وایک فیضا نے اور جیسے مکروہ ہو قفل لگانا سب کے دروازہ کو مارنے پر اسباب کٹور سے اگر قفل لگا دے تو مکروہ نہیں اسی پر فتویٰ ہے شامی نے کہا کہ غلطی کی جگہ اغلاق کتنا چاہیے تھا کیونکہ قاسوس میں ہر کہ غلطی باب لغت خراب ہو اغلاق باب فصیح ہو اور وجہ کرامت یہ ہے کہ دروازہ بند کرنے سے نمازیوں کو نماز سے روکنا یا یا جائیگا حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَسَّ مَسْجِدًا لِلَّهِ أَنْ يَذُنَّ حَرًا يَفْتِنَ النَّاسَ) اور خوف متاع کی صورت میں بھی اوقات نماز میں بند کرنا مکروہ ہوگا کذا فی الجرح وکرہ تحریراً الوحی فوقہ فی الورد التذوق لہ صلی اللہ علیہ وسلم فیما بعد فی حدیث صرح فی القیاسۃ بفسقہ یا اعتباراً دہ اور مکروہ تحریمی ہو صحبت کرنا مسجد کی چھت پر اور بول و برا کرنا اسلئے کہ وہ سیدہ ہر تحت الشریعہ سے لیکر آسمان کی سطح تک اور مکروہ ہر ٹھہرا دینا مسجد کو راستہ بدون غدر کے اور قیہ میں تصریح کی جو آدمی کے فاسق ہو جانے کی مسجد کو بہت بنالینے کی عادت کرنے سے لینے اگر عادت کر گیا کہ راستہ مسجد ہی میں ہو کر چلے تو فاسق ہو جائیگا و ادخال نجاست پر حیدہ و علیہ فلا یجوز الا استصحاب بدھن نجس حیدہ ولا تطہیر بعض ولا البعد الفصل فیہ ولو فائدہ مکروہ ہو اندر لیجانا نجاست کا مسجد میں اور اس بنا پر تفرع ہوا کہ جائز نہیں چراغ جلانا ناپاک تیل سے مسجد کے اندر اور نہ ہر گاہ کرنا مسجد کا ناپاک لگا رہے سے اور نہ پیشاب کرنا اور نہ کھلوانا اگر چہ برتن کے اندر پیشاب نہ خوں لیا جائے ہم فتاویٰ عالمگیری میں یہ ہے کہ جس آدمی کے بدن پر نجاست لگی ہو وہ مسجد کے اندر نجاست اور نجس گاہے میں ناپاک پانی پیا اور اس مسجد کا لپٹا مکروہ ہو وجریمہ ادخال حبیبان و مجانیہ حیث غلبت نجسہم والا فیکسبہ اور حرام ہو داخل کرنا اگر کوں اور نجسوں کا مسجد میں جبکہ گمان غالب ہو کہ مسجد کو ناپاک کر دینگے اور اگر ایسا نہ ہو تو اندر لیجانا نکالنا مکروہ ہو شامی نے کہا کہ مراہ جزم ہو سکتے مکروہ تحریمی ہو اور وجہ اندر لیجانے اگر کوں اور بولوانوں کی یہ ہے کہ حدیث مرفوعہ میں آچکا ہے کہ اپنے مساجد کو اگر کوں اور بولوانوں اور شیخ اور شور غل اور شیشہ کشی اور قمارت حدود سے علیحدہ رکھو اور جمعوں میں انکو خوشبو سلگا کر معطر کرو کذا فی الجرح اس سے معلوم ہوا کہ در صورت گمان نجس ہونے کے اگر کوں کا لیجانا مکروہ تشریفی ہو وینیفہ للخلۃ تعادل تعادل وحقہ وصلوۃ فیہما فخل اور مسجد میں جانے والے کو چاہیے دیکھ بھال لینا اپنے جوتے اور روزہ کو کہ اوجہ نجاست نہ ہوں اور نماز پڑھنا نمازی کا جو توں اور روزوں کو پس کر بشرطیکہ ظاہر ہوں فضل پر ہم وجہ فضیلت یہ ہے کہ طبرانی نے حدیث روایت کی ہے کہ نماز پڑھو جو توں کو پس کر اور یہود کے شاہت مت کرو شامی نے کہا کہ عمدۃ المفقی میں ہے کہ جو تاسین کر مسجد میں جائز اس لئے کہ عرف میں داخل ہے اولیٰ و اولیٰ خوف مسجد کے فرش کے آلودگی کا بھی ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں یہ خوف تھا کیونکہ مسجد شریف میں اثنو قوت کنکریں سجھی ہوئی تھیں لہذا مکروہ ماذکر فوق بیت جعل فیہ مسجد اہل کھ خیمہ کا تہ لیس مسجد شریف مکروہ نہیں اشیاء مذکورہ یعنی جماع اور بول اور براز اس گھر کی چھت پر چھین نماز پر پڑنے کی جگہ بنائی گئی ہو بلکہ خود اس جگہ پر یہ خیرین مکروہ نہیں اسلئے کہ وہ مسجد شرعی نہیں ہم یعنی مسجد شرعی وقت اور اذن عام سے ہوتی ہو اور گھر میں ایک جگہ کیپ پوت کرنا زکے لیے کر لینے سے مسجد نہیں ہو جاتی کما فی النخل فیصلۃ جواز اور غلبہ فیہ مسجد فی حق جو از لا قتلہ وان الفصل الصفوۃ لرفعاً بالکس لا فی حق غلبہ یہ یفتیہ کیا ہے اور وہ مکان جو نماز جوازہ یا عید کے لیے مقرر کیا جائے سو وہ مسجد ہو اقتدائے درست ہونے کے حق میں اگرچہ صفوں میں انفصال ہو جواز اقتدائیں اسکو مسجد اسلئے قرار دیا گیا کہ لوگوں پر آسانی ہو مکان مذکور مسجد نہیں ہو جواز اقتدائے سوا دوسری چیزوں کے حق میں کذا فی النہایہ ہم جبر الراجع میں کہا کہ ظاہر اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب عید گاہ اور نماز جوازہ کا مکان مسجد نہیں ہو

مکروہ کون زیادہ
خاتم الدلیل سے
کون کسے استدلال
مسجد میں نجاست
پر کیا جائے

تو اس میں بول دے اور جو جائز ہو ان کے بانی سے اس لیے نہیں بنوایا تو اتنا ہی کہ یہ کہہ دے اور درست نہوں کہ جو ہر مسجد میں کہیں اور قابل قبول مفتی ہو گا وہ قول ہی
 جسکی تصحیح خط میں کی ہو کہ مکان نماز خانہ کے لیے کسی بات میں حکم مسجد میں اور جسکی تصحیح تلج اشرفیہ کے لیے ہو کہ عید گاہ ہر بات میں حکم مسجد کا رکھتی ہو
 کذا فی الشامی فقل حلالہ لجنبہ حالۃ کفۃ و دیا و مدہ و مساجد حیا و واسواق لا حلالہ لجنبہ حلالہ و داخل ہونا عید گاہوں
 مکان نماز میں جنب اور افضہ کو جیسے حلال ہونا داخل ہونا مسجد کے فناء میں اور خانقاہ اور مدرسہ میں اور حوضوں کی مسجدوں اور بازاروں کی مسجدوں
 نہ شارع عام کے مساجد میں ہم فناء مسجد وہ مکان پر جسکے اور مسجد کے بیچ میں استہ نہو اور حوض کی مسجد سے وہ چوتراہ مراد ہی جو حوض کے پاس بنا دیتے
 ہیں تاکہ جو کوئی وضو کرے اس پر حقۃ الوضو یا او غار پڑے اور بازار کی مسجد سے وہ چوتراہ مراد ہی جو غیر نافذ بازار میں نماز کے لیے بنا لیتے ہیں جیسے
 سودا گروں کی گراہ میں ہوا کرتے ہیں غرض کہ ان مکانوں کو حکم مسجد پر نہیں اور شارع عام کی مسجد میں چھین جماعت معین نہیں وہ وہ حکم مسجد نہیں
 مگر انہیں عین کاف نکلیا جائے کذا فی الشامی و لا بأس بنقشہ حالۃ غار یا فناء یا کوہ لاہی المصلیٰ ذکرہ التکلیف یل فائق النقوش و نحوہ
 خصوصاً فی دار القبلة قالہ الحلیہ و فی خطر المجتہد و قبل ذکرہ فی المحتاج و رالسقف الملوخا تہی ظاہرہ بالمرحۃ بالحدید بالحدید بالقبلة فلیحفظ
 اور کچھ مضائقہ نہیں مسجد کے نقش کرنے کا سوا اور احکام کے محراب کا نقش کرنا کہ وہ ہر ایسی کہ نمازی کو ہوں میں ڈالنا ہر مسجد میں شروع کو محل ہر اور کوہ ہر تکلف کرنا یا باقیہ شروع
 اور اس کے مثل سے خصوصاً قبلہ کی دیوار میں کہا ہو اسکو طے اور مسجد کے باب یا محراب میں ہر ایسی نقش فقہانے کہا کہ نقش و نگار محراب میں مکروہ ہر نہ چھت اور پچھلی دیوار میں تمام ہر اولیٰ محرابی
 اور طہر اس قیل کا یہ کہ محراب مراد قبلہ کی دیوار ہو تو اسکو یاد کر لینا چاہیے ہم یعنی پچھلی دیوار اور چھت کو کر اہت سے مستثنیٰ کرنے سے اور نیز علت کر اہت کو ہم شروع و بار
 دینے سے معلوم ہوتا ہے کہ محراب غرض سے سامنے کی دیوار ہر ایسی کہ خشک کا جاتا ہے یا جیسا امام کو برام و سیاہی صفت اول کے مقتدیوں کو بھی ہر ایسی کہ نہ شروع کرے
 مستحب ہر اور کو علت کر اہت قرار دینے سے معلوم ہوا کہ میان غرض کر اہت سے ترسہ ہر کذا فی الشامی یجوز و ماء ذہب لویا لہ الحلال لامن مال اللوقف فائدہ
 ہر اہم و حتمی و تحلیہ لوقف النقش و الیہا حق الا اذا خیف طعم الظلمۃ قلا باس یہ کافی و الا اذا کان الاحکام البناء و الواقف فعل مثلاً لقولہم
 بعض لوقف حکما کان و تمام فی البحر مضائقہ نہیں نقش کرنا مسجد کا جو تہ اور سونے کے بانی سے اگر نقش کرنے والا اپنے مال حلال سے کرے نہ مال وقت سے علیہ کہ مال نقشب
 نقش کرنا حرام ہر اور ضامن ہو گا مسجد کا متولی اگر نقش و نگار یا سفیدی مال وقت سے کرے گی کہ جبکہ خوف ہر الایح ظالمون کا یعنی مال وقت بہت سا جمع ہوا و ڈر سکے ظالم
 چھین لینے تو ہر وقت نقش کرنے کا مضائقہ نہیں کذا فی الکافی اور مگر اس صورت میں ضمان ندیکہ نقش وغیرہ عمارت کی مضبوطی کے لیے ہوں یا خود وقف کرنے والے نے ہر طرے
 نقش بنوائے ہوں تو صورت میں بھی ضمان ندیکہ سبب قول فقہانے کہ وقف کی تعمیر یہی کی جائے جیسے پہلے تھی اور اسکا پورا بیان بحوالہ ائق میں ہم مال حلال کی قید ہے
 گالی کہ مال حرام سے جبکہ نقش و نگار مکروہ تحریمی ہر اور مسجد سے غرض اندرون مسجد اس سے معلوم ہوا کہ خارج مسجد کی نیت کرنی مکروہ ہر کذا فی الشامی عن البرہر
 مسائل ملحقہ شایع کے مساجد کے احکام میں افضل المساجد مکۃ ثم المدینہ ثم القدس ثم اقبیاء ثم کافہم ثم الاقطان ثم الاذن سبب مسجدوں میں افضل مسجد
 مکہ عظمیٰ ہر کیونکہ اس میں کعبہ ہر جسکی شان میں اللہ تعالیٰ فرمایا ہر الاول بیتی و اذینا للنا میں پھر مسجد مدینہ منورہ ہر جسکی شان میں آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک نماز میری اس مسجد میں برابر ہر ہر نماز وان کے اسکے سوا دوسری مسجد میں ہر مسجد حرام کے پھر مسجد قدس یعنی بیت المقدس ہر
 کہ تصریح فیاب کی زیادتی کی اسکے اندر حدیث میں وجود ہر ہر مسجد قبلہ بضم قاف والعت مقصور و یا مدودہ ہر جسکی شان میں آیت ائیس علی استقویٰ ہر اول
 یہ کہ لایہ بران چاروں مسجدوں کے بعد افضل وہ مسجد ہو جو قدیم تر ہو پھر وہ ہر جو زیادہ بڑی ہو پھر وہ جو قریب تر ہو ہم یہ ترتیب طے میں اجناس سے
 نقل کی ہو اور بحوالہ ائق میں بعد بیت المقدس کے جامع مسجدوں کو اور ائیکے بعد محلہ کی مسجدوں کو اور ائیکے بعد شارع عام کی مسجدوں کو لکھا ہر
 اور شارع عام کی مسجدوں سے وہ مسجدیں مراد ہیں جنکا امام اور موزن معین نہیں اور جامع مسجدوں سے یہ غرض ہر کہ معین و وسعت زیادہ

۴
 مسجد کا نقش کرنے کا حکم

نماز کا اس وقت بنیاد
 دانی ہر ہر نماز گاہی ہر
 جہلہ دن سے

احکام مسجد

اور جماعت بہت ہوتی ہو اور ان میں سے افضل وہ ہے جو زیادہ قدیم ہو جیسے مسجد قبا پر پھر وہ جس میں جماعت زیادہ ہوتی ہو پھر وہ جو قریب تر ہو کذا فی الشامی
 و مسجد الاستاذ کا واسطہ و سماع اکابر افضل اتفاقاً اور مسجد اپنے استاد کی اس سے بڑھنے کے لیے یا حدیث سننے کے واسطے افضل ہے یعنی قدیم تر
 اور اعظم اور اقرب سے بالاتفاق ایسی کہ ان میں دو ثواب ہیں ایک جماعت دوسرے تحصیل علم و مسجد حیدہ افضل من الجامع اور مسجد نمازی کے
 محلہ کی افضل ہے مسجد جامع سے ہم شامی نے کہا کہ مسجد جامع سے مراد یہ ہے کہ جسکی جماعت بابت محلہ کی مسجد کے زیادہ ہوتی ہو بلکہ غانیہ میں ہے اگر اگر محلی
 مسجد میں کوئی مؤذن نہ ہو تو نمازی ان میں جاکر اذان کہے اور نماز پڑھے اگرچہ تنہا ہو اس لیے کہ محلہ کی مسجد کا اسکے ذمہ حق ہے اور اگر محلہ میں دو مسجدیں ہوں
 تو جو پیشتر بنی ہو ان میں جاسے اگر فاصلہ برابر ہو ورنہ قریب کی مسجد میں جاسے و الصحیح ان ما الحق فی مسجد ملیدہ مصلحت ہے فی الفضیلۃ نعم
 فتح ۱۰۱ اولی و حق ما تم فی صائد ذریع ذکر ملا علی قلی فی فتح البیان للامام علی و صحیح یہ ہے کہ مسجد مدینہ منورہ میں جس قدر لائق کی گئی ہے وہ ثواب میں
 اصل مسجد کے ساتھ ملحق ہے یعنی مقدار لائق میں بھی ایک نماز کا ثواب نہ ہر کسی برابر جو ان اول مسجد کی شکل کرنی بہتر ہے اور اصل مسجد جو بائیں کا طول
 اور اتنا ہی عرض ہے ذکر کیا ہے اسکو ملا علی قاری نے باب المناسک کی شرح میں ہم اندون میں اصل مسجد کی شناخت کے لیے سلطان روم مرحوم نے
 ستونوں پر لکھوا دیا ہے تاکہ ہر شخص سہولت سے تمیز کرے کہ مسجد مبارک اس قدر تھی اور اس مسئلہ کا ذکر شرط صلوٰۃ میں قبلہ کی بحث سے پیشتر گذر چکا
 ہو ان دیکھنا چاہیے و محرم فیہ المسائل و یکون الاطواء مطلقاً و قبل ان تمطی اور حرام ہے مسجد میں ہوا ل کرنا اور مکروہ ہے مسائل کو مسجد میں دینا
 ہر حال میں اور بعض نے کہا کہ اگر مسائل گردنوں پر لوگوں کی بھلائی کے تو مکروہ ہے ورنہ مکروہ نہیں ہم شامی نے باب الخط والابا حین سی بچلے قول پر اتفاق کیا ہے
 چنانچہ کہا کہ مکروہ ہے مسائل مسجد کو دینا کہ حیثیت کہ وہ لوگوں کی گردنیں نہ بھلائی کے قول فتح میں اس لیے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی انگوٹھی نازکے اندر رکھا
 اللہ تعالیٰ نے انکی تشریح کی اس آیت میں (وَلَقَدْ كُنَّا لِلْكَوْفَةِ وَهُمْ لَا كُفْرُوكَ) یعنی دیکھتے ہیں خیرات موت میں کہ وہ کوع کرتے ہوں کذا فی الطحاوی
 وانشاد من اللہ اشعرا کا ما فیہ ذکر اور مکروہ ہے کھوئی چیز کا تلاش کرنا مسجد میں اور مکروہ ہے مسجد میں شعر پڑھنا کہ جن اشعار میں ذکر ہو انکا پڑھنا
 مکروہ نہیں ہم کہ ہوئی چیز کا مسجد میں تلاش کرنا اس لیے کہ وہ ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم کسی کو دیکھو کہ مسجد میں گم ہوئی چیز کو ڈھونڈنا
 تو کہو کہ خدا تعالیٰ اسکو تجھ پر واپس کرے یعنی خدا کرے کہ تجھ کو وہ چیز نہ ملے اور ابولہث سم قندی نے شعر میں یہ تفصیل کی کہ اگر اشعار میں غلط اور خدا تعالیٰ
 کی نعمتوں اور حکمتوں کا ذکر اور متقیوں کی صفت کا بیان ہو تو انکا پڑھنا بہتر ہے اور اگر ان میں ذکر زمانوں اور امتوں کا ہو تو مباح ہے اور اگر کسی مسلمان
 کی عیوب یا بیوقوفی کی باتیں ہوں تو حرام ہے اور اگر خط و خال کا وصف ہو تو پڑھنا مکروہ ہے اور البوداؤد اور ترمذی کی حدیث مسجد میں شعر خوانی کی نہایت
 کی برے اشعار پر محمول ہے کذا فی الشامی و دفع صدق بذکر اللہ تعالیٰ اور مکروہ ہے مسجد میں بلند کرنا آواز کا ذکر سے مگر فقہ سیکھنے سکھانے
 والوں کو آواز کا بلند کرنا مکروہ نہیں ہم ذکر جبری میں قید اس بات کی ہونی چاہیے کہ جس میں خوف رہا یا نمازیوں کی ایذا کا ہو اور اگر اسے خالی ہو تو
 بعض علماء کے نزدیک ذکر جبری ہی افضل ہے اس لیے کہ اسکا فائدہ سننے والوں کو بھی ہوتا ہے اور خود ذکر کرنے والا بیدار مل رہتا ہے اور نشاط زیادہ
 پاتا ہے اور اکثر علماء ذکر خفی کو ترجیح دیتے ہیں اسوجہ سے کہ حدیث میں وارد ہے خیر الذکر الخفی یعنی بہتر ذکر آہستہ ذکر کرنا ہے کذا فی الطحاوی و الشامی
 بتصرف و الوضوء ایضا عند اللہ لک اور مکروہ ہے مسجد کے اندر وضو کرنا اس لیے کہ اسکے پانی سے گھن آتی ہے کہ اکثر تمسک اور ربین سے
 خالی نہیں ہوتا کذا فی الشامی مگر وضو کرنا اس مقام میں جو وضو کے لیے بنایا گیا ہو مکروہ نہیں طحاوی نے کہا کہ یہی حکم بدوین جنابت
 کے نہانے کا ہے و غریب الا شجلا لا لایع کتقلیل نزد کون مسجد اور مکروہ ہے مسجد میں درختوں کا لگانا مگر کسی نفع کے لیے مکروہ نہیں
 جیسے کہ نارطوبت کا اور وہ درخت یعنی انگلی لکڑی اور چل مسجد کا ہو گا مگر نہ لفتح نون و تشدید زاء ہجہ زمین کی رطوبت کو کھتے ہیں

[illegible]

باب الف تروا في نوافل

یہ باب ہر وتر اور نوافل کے بیان میں ہم وتر نفی کو کسرہ و اولغت میں طلاق عدد کو کتہ میں اصد مطالع شرع میں تین کعتوں کا نام ہر خانچہ کے

محالہ فلا یجوز فی القیام ذاک علی خلاف مقتضای العرف والواجب اور اگر نمازی قنوت کو بھول گیا پھر رکوع میں اٹھ کر پڑھا تو رکوع میں اسکو نہ پڑھے بسبب جاتے رہنے اسکے محل
لئے کھڑا رہنا محض قیام میں تھا وہ جانا اور نہ جوع کرے قیام میں طعن صحیح تر روایت میں یعنی رکوع کو چھوڑ کر قنوت پڑھنے کے لیے پھر کھڑا ہوا سلیے کہ اس میں قنوت واجب کیلئے
فرض رکوع کا چھوڑنا ہر قسم دوسری روایت نام سے یہ کہ پھر قیام کے قنوت پڑھے اور دوبارہ رکوع کرے گھر صحیح تر پہلی روایت ہو فان عاد الید وقنت ولعل یغفر الذنوب
المقتضی حلو تہ بكون رکوع بعد قنوت تامہ وسجد للسر تہ قنوت کلا ذوالہ علی سائر اگر نمازی نے قیام کی طرف عود کیا اور قنوت پڑھ کر دوبارہ رکوع کیا تو اسکی نماز
قاسم بنوکی کی سبب ہونے اسکے رکوع سابق کے پوری نجات کے بعد اور سجدہ کرے سہو کا قنوت پڑھا ہوا نہ پڑھا ہو بسبب بل جانے قنوت سکائی جگہ ہے ہم اس سلسلہ کی چار چیزیں
جو مکتی میں ایک یہ کہ رکوع میں قنوت پڑھا دوسری یہ کہ رکوع سے سر اٹھا کر پڑھا اور رکوع پھر سے کیا تیسری یہ کہ سر اٹھا کر پڑھا اور رکوع دوبارہ کیا چوتھی یہ کہ بالکل قنوت نہ پڑھا
نہ رکوع میں اس سے کھڑا ہو کر تو چاروں میں قنوت میں سجدہ سہو اسوجہ سے کہ قنوت سببی جگہ پر یا انداز میں رکوع الاہام قبل خرم المقتدی من القنوت قطعہ
و نا بعد ولم یقر متہ شیئاً آخری کہ ان خاف فوت رکوع مع بخلات التثتھ لاد الخافہ فیما عوفہ ملا سرکار الذی الظافس لا یغفر ہا فی ذراہم نے
رکوع کیا پیشتر مقتدی کے خارج ہونے کے قنوت سے تو مقتدی باقی قنوت کو ترک کرے اور امام کی پیروی کرے اور اگر مقتدی نے قنوت میں کچھ نہ پڑھا ہو تو قنوت کو ترک کرے
اگر قنوت امام کے ساتھ رکوع نکالے بخلاف تشدد کے یعنی اگر تشدد کچھ باقی رہ گیا ہو تو اسکو پورا کرے امام کی متابعت کرے قنوت کو ترک کرے اسلئے کہ امام کی مخالفت ان امور
میں ہو کہ ان میں یا اثر اطمینان کے مفید میں غیر کان و شراطین مخالفت کرنی کذا فی الدرر شامی کے کیا کہ تعلیل ایک ہو کہ نیک اس سے معلوم ہوتا ہے کہ متابعت
مذکورہ فرض ہو لاکہ متابعت بدو یا تباخیر ان فرائض میں وجوب ہر جہان کوئی دوسرا وجہ پیش نہ ہو تو وجہ فرق تشدد اور قنوت میں یہ کہ کسی چاہیے کہ قنوت
کا پڑھنا سنت ہو اور رکوع میں امام کی متابعت واجب ہو جب ادا سے سنت میں خوف ترک جب کا ہو تو سنت کو ترک کرنا چاہیے اور تشدد کا پورا کرنا واجب ہو
اور امام کی متابعت بھی واجب ہو ایک وجہ کے لیے دوسرے کو چھوڑنا ضرور نہیں قنوت فادوا الذی واد ثانیۃ سنو الم یقنت فی ثالثۃ اما لو شافناہ فثانیۃ او
ثالثۃ کہن مم القنوت ذاک جہم والفرق ان السامی قنوت علی انہ موضع القنوت فلا یتکل علی ثلث الشاۃ و جہم علی وکر لا لہما نمازی نے وتر کی پہلی
رکعت یا دوسری میں بھول کر قنوت پڑھ لیا تو وہ تیسری رکعت میں قنوت نہ پڑھے اور اگر اُسے شک کیا کہ وہ وتر کی دوسری رکعت پڑھا ہی یا تیسری میں ہو تو قنوت کو مکرر
کرے پیچھے کے ساتھ صحیح تر قول میں یعنی قنوت پڑھ کر قعدہ کرے پھر پڑھا کر ایک رکعت اور پڑھے اور اس میں قنوت پڑھے کیونکہ دونوں رکعتوں پر احتمال ہے کہ تیسری ہو اور
فوق یہ کہ جو لئے والے نے قنوت پڑھا اس خیال سے کہ مقام قنوت کا وہی ہو اسلیاب قنوت مکرر ہوگا بخلاف شک کرنے والے کے اور طبعی نے پیچ دی ہو مگر قنوت پڑھنے
کی دونوں کو میں بھولنے اور شک کرنے والے کو ہم شامی نے کہا کہ علیہ بجز الرائق میں بھی موافق جہی کے قول کے ہی جامع المسبوق فی قنوت مع امام فقط ویصیر
مدرس کا باحد رائے رکع الثالثہ اور سبوق صرف قنوت پڑھے اپنے امام کے ساتھ کیونکہ اسکی آخر نماز ہی ہو اور جب ایک امام کے ساتھ پڑھے تو دوبارہ پڑھنا
مستوع نہیں اور مہجود کیا پانے والا قنوت کا تیسری رکعت وتر کی رکوع ہانے سے اس میں جب سبوق ہے تیسری رکعت کا رکوع یا یا توکل رکعت اسکو مل گئی اب باقی
رکعتوں میں اگر قنوت پڑھے گا تو پہلے پڑھا سلیے کہ اسکی جگہ تیسری رکعت ہو جو پہلی کذا فی المطاوعی ذاک یقنت لعلہ لانا ذلک فی قنوت الاہام فی الجہن
دقیل فی الکمل اور قنوت نہ پڑھے وتر کے سوا دوسری نماز میں مگر کسی مصیبت کے وقت کہ امام قنوت پڑھے جہری نماز میں اور بعض فقہا کا قول ہے کہ سبغہ دن میں پڑھے
جہری ہون تیسری نماز جہری میں قنوت پڑھنا بجز الرائق میں شرح نغایہ سے مذکور ہے مگر شاہ میں غایہ سے منقول ہے کہ مصیبت کے وقت امام نماز میں قنوت پڑھے اور عبادت شایع
میں سے بھی طیار ہی علوم ہوتا ہے کہ خفیون کے نزدیک قنوت مصیبت کا خاص فخر نماز میں ہو نہ کہ کسی نماز جہری یا سری میں بلکہ سری نماز میں ہے بجز امام شافعی کے اور کئی قائل
پڑھے کا نہیں بجز الرائق میں اسکو پیش کا مذہب طحاوی تو شایع کو مناسب ہے اگر آگاہ کر دینا کہ سری نماز کے قنوت کو کوئی روایت مذہب سے صحیح ہے قنوت کا شیخ ناہرین
دوسری رکعت کے رکوع کے بعد چاہے پھر نہ لانی نے اسکی پیچ کی کہ لانی اپنا متی صرفانہ یہ یکایک بات پر مستقیم ہیں فیما الاہام تلوۃ حقہ اذلی و تکلیف عین

ترجمہ اور دور مختار جلد اول

اور جب تیسری گوت کے لیے ان سنتوں کو روکے گا تو دعا سے منقطع یعنی سجاٹا لکھ کر الخ پڑھے اس لیے کہ سنتیں جو جاپنہ کر کے کسی کے فرض کے مشابہ ہو گئی ہیں وہ فاسد ہیں
 مردیات کہ لا یصلی علیہ فی النہر علیہ السلام ویتعدو ذلک لکل شیء صلیح ویتعدو ذلک لکل شیء صلیح ویتعدو ذلک لکل شیء صلیح ویتعدو ذلک لکل شیء صلیح ویتعدو ذلک لکل شیء صلیح
 والیوں میں پڑھو پڑھے قعدہ اولیٰ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پڑھو تیسری گوت میں علامہ استغاثہ پڑھے اور عود پڑھے اگرچہ وہ نماز نہ پڑھے بلکہ کہ ہر دو گانہ نوافل کا نماز نہ پڑھے اور
 بعض فقہا کہتے ہیں کہ سنتوں میں دعا اور عود پڑھے اور پچھلے اس قول کو قید میں ہم نماز نذر کو اس واسطے شایع کیا کہ اسکا جو غلطی ہو وہ حقیقت وہ بھی نفل ہی کہ ا
 فی الخطا وی ذکر کونہ الکونج و الشجر احب من طلع الفیام کما فی المجتہد و الحجۃ والصلوات نظر فیہ فی الفہم و جہنم ثلاثہ اوجہ اور دیر تک رکوع اور دیر تک
 کرنا زیادہ اچھا ہے نسبت بہت قیام کرنے کے چنانچہ مجتہدین میں ہر اور ترجیح دیا ہے اسکو سب الراقین میں مگر اعتراض کیا ہوا نہیں نہ الفائق کے اندر تین وجہوں سے ہم جو
 اول یہ کہ قیام ہر چند وسیلہ ہو مگر اس کے طول کی خوبی اس باعث سے ہو کہ انہیں قرأت بہت ہوگی اور قرأت اگرچہ تمام قرآن کو پہنچ جائے بغرض ہر گز خلاف
 رکوع اور سجود کی تسبیحوں کے دوسری وجہ یہ کہ قرأت کے کرنا نہ ہونے کو فضیلت میں کچھ تاثیر نہیں تیسری وجہ یہ کہ موضوع مسئلہ کا نماز نفل ہر اور اس کی تسبیحوں
 قرأت وجہ یہ کہ ان فی الشامی و لعل عود اللہ علیہ السلام و لعل عود اللہ علیہ السلام و لعل عود اللہ علیہ السلام و لعل عود اللہ علیہ السلام و لعل عود اللہ علیہ السلام
 فقط فتنبہ اور صاحب نہر الفائق نے معارف سے نقل کیا کہ اکثر رکوع وجود کا افضل ہوتا قول ہر امام سحر کا اور یہ کہ مذہب امام کا افضل ہونا قیام کا ہر اور تصحیح کی ہر ایک تسبیح
 میں کہتا ہوں اور ایسا ہی میں نے لکھا ہے مجتہد کے اپنے نسخہ میں ہر امام سحر کا اور یہ کہ مذہب امام کا افضل ہونا قیام کا ہر اور تصحیح کی ہر ایک تسبیح
 وہاں طول قیام اکثر اس افضل کا لفظ کافی لہذا اس کا زیادہ قیام کرنا افضل ہو مثل قاری کے اسکا حکم میں نہیں دیکھا ہے شیخ حجتی نے کہا کہ
 اگر کوئی چاہے کہ قاری ہر اور اسکا قیام بلاشبہ افضل ہے و لیست خیرۃ رب العالمین و لعل عود اللہ علیہ السلام و لعل عود اللہ علیہ السلام و لعل عود اللہ علیہ السلام و لعل عود اللہ علیہ السلام
 اور چونکہ تسبیح اس لیے تھوڑے سجدے کے لیے اور وہ دو رکعتیں ہیں اور پڑھنا نماز فرض کا یا غیر فرض کا اور اس طرح داخل ہونا نمازی کا سبب میں فرض کی نیت سے یا اتدلی
 نیت سے قائم مقام ہو جاتا ہے تہتہ اس کے بدون نیت کے ہم رب کی قید اس لیے لگائی کہ تھوڑے سجدے کے قابل صاحب خانہ ہوتا ہی نہ مکان تو معلوم ہوا کہ تہتہ اس کے
 مضامین ہر کذا فی الحلیہ و تکفیدہ لکل یوم حرۃ و لا تسقط بالجلوس عن تلایہ اور کافی ہر آدمی کو ہر روز کے لیے ایک یا تسبیح اس لیے پڑھنا چاہیے جب کسی عذر سے مسجد میں
 چند بار جائے تو تہتہ اس لیے ایک بار اول مرتبہ میں یا اوکسی مرتبہ میں پڑھے اور ساقط نہیں ہوتا تہتہ اس لیے مسجد میں ٹھینے سے ہمارے نزدیک کذا فی لہجہم اور یہ جو حدیث بیان ہو
 کہ جب تم میں سے کوئی مسجد میں آئے تو نہ بیٹھے بیان تک دو رکعتیں پڑھے تو یہ بیان امر بترک کا ہے نہ کہ ابن جبان کی حدیث میں وارد ہو کہ اپنے ابوہریرہ کو پڑھا کہ تہتہ اس لیے
 رکعتیں میں ہوا اور انکو پڑھے کذا فی الشامی قلت و فی النبیاء غیر القوت من لعل عود اللہ علیہ السلام و لعل عود اللہ علیہ السلام و لعل عود اللہ علیہ السلام و لعل عود اللہ علیہ السلام
 میں کہتا ہوں اور ضیاء معنوی میں قوت القلوب سے منقول ہے کہ جو شخص قادر ہو تہتہ اس لیے مسجد پر سبک ہو نہ ہو یا کسی اور عذر کے وہ کھٹے سبب طور پر چار تسبیحوں کے الفاظ چار
 یعنی سبحان اللہ و الحمد للہ و لا الہ الا اللہ واللہ اکبر کو چار بار کہنا مستحب ہے اگر کسی وجہ سے تہتہ اس لیے مسجد پر سبک ہو نہ ہو یا کسی اور عذر کے وہ کھٹے سبب طور پر چار تسبیحوں کے الفاظ چار
 شواہد و فیہ تسقط و لعل عود اللہ علیہ السلام و لعل عود اللہ علیہ السلام و لعل عود اللہ علیہ السلام و لعل عود اللہ علیہ السلام و لعل عود اللہ علیہ السلام و لعل عود اللہ علیہ السلام
 نہیں کرتا سنت کو مگر سنتوں کا ثواب کم کر دیتا ہے اور بعض فقہائے کبار سنتیں ساقط ہو جاتی ہیں جنہیں انکو پڑھے پڑھے اگر پہلے کی سنتیں ہوں کذا فی البحر اور اس طرح
 ہر عمل جو تہتہ اس لیے مخالف ہو معجز تر قول کے بموجب ساقط نہیں کرتا سنتوں کو بلکہ ثواب کم کر دیتا ہے کذا فی التہذیب و فی الخلاصۃ لو اشتغل بیدع او شرا و لعل عود اللہ علیہ السلام
 و بلقیۃ ادب نہ کہ تسبیح اور خلاصہ میں ہے کہ اگر مشغول ہو اسے یا شرا یا کھانے میں تو سنتوں کو پھر سے پڑھے اور اگر مشغول ہو ایک اقمہ یا ایک گھونٹ پینے
 تو سنتیں باطل نہ ہوں گی بلو حجتی بطعام ان خاف ذہاب حلاوتہ و لعل عود اللہ علیہ السلام و لعل عود اللہ علیہ السلام و لعل عود اللہ علیہ السلام و لعل عود اللہ علیہ السلام و لعل عود اللہ علیہ السلام
 اس کے منہ کا یا تھوڑی لذت جانی رہے گا تو اسکو کھائے پھر سنتیں پڑھے اگر جب کبھی پڑھے وقت کے جانے رہنے سے اول سنتیں پڑھے پھر کھانا کھاوے ہم یعنی عمل مخالف خدا

ہر سنت سے سنتوں کو ساقط نہیں کرتا چنانچہ کھانے کا بے مروت ہو جانا بھی عذر ہو تو اس کے لیے سنتوں کو تاخیر کر سکتا ہے دو آخر ہاں کھانا کھاتا تو کھتا کہ کھوئے سنتوں کی جگہ اور اگر سنتوں کو مؤخر کیا آخر وقت تک وہ سنتیں نہ ہوئی اور کیا فعل یہ ہو کہ سنتیں ہو جائیں گی ہم شامی نے کہا کہ قول آخر ہی صحیح تر ہو اس لیے کہ پہلا قول نہیں ہو اس پر عمل نہ کیا کرتے ہیں سنتیں ساقط ہو جاتی ہیں اور اصح یہی ہے کہ ساقط نہیں ہوتیں **فروع** مسائل ملحوظہ شرح کے اس فقرہ بسنتہ الفجر اخصلہ وخیل لا خوب چاندنی میں پڑھنا سنت ہے افضل ہو اور ایک قول یہ ہے کہ خوب نشی میں پڑھنا افضل نہیں بلکہ اول وقت پڑھنا افضل ہے ہم شامی نے کہا کہ یہ قول ثانی کا بحر الرائق کا قول ہے خلاصہ سے منقول کہ فجر کی سنتیں تین اور تین مخصوص ہیں اول سورۃ بکائر واول اور انما ص کا پڑھنا دوم انا اول وقت میں پڑھنا سوم اپنے گھر پر یا مسجد کے دروازہ پر پڑھنا اور چوتھ سے بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے چنانچہ حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ جب آپ کو فجر معلوم ہوتی تھی تو اٹھ کر دو رکعتیں اٹھائی سے پڑھتے پھر اپنی کرپٹ پر لیٹ رہتے یہاں تک کہ ہونٹ گیر کے لیے آپ کی خدمت میں آتا ہوں آپ یا ہر نکلنے والا ہوتا تھا یا بلبلند و یا خیر اللہ اللہ

خیل کا ذکر کیا سنتوں کو پھر ادا کیا نذر کی نماز کو تو وہ سنت ہی ہوگی اور بعض فقہاء نے کہا کہ سنت نہ ہوگی ہم نہ الفائق میں کہا کہ نذر کے سبب سے اسکا سنت ہو جائیگا جیسے کوئی مثلاً ظہر کی سنتوں کی نیت کر کے توڑ دے پھر گنہ دو بارہ پڑھے تو وہ سنت ہی ہوگی گو توڑنے سے جو بیکار و صفت زاید ہو جائیگا اس طرح یہاں وجوب نذر کے سبب ہو ہی اصلی وجوب نہیں کہ سنت زمین اسرار النوافل میں نذر ہاں ہم بصدیقا وخیل ادا کیا نوافل کا تو انکو نذر کر کے پھر پڑھے اور ایک قول یہ ہے کہ نذر نکر سے ہم نفل کی قید سے معلوم ہوا کہ سنتوں کو نذر کر کے اور وجہ نذر کرنے کی یہ ہے کہ بغلیں جب نذر کی نماز ہو جائیگی تو ان کے پڑھنے سے واجب کا ثواب لیا اور قول راجح یہ ہے کہ نذر کر کے اپنے نذر کے سبب سے عبادت میں نفل اور نفل پر شاق ہونا پانچ علاوہ اس کے سلم کی حدیث میں نذر سے نہی وارد ہے لہذا فی الشامی مختصر اثنی عشر السنن لایسا ہا حقار ہم ولا کتھن ترک کیا سنتوں کو اگر انکو حق سمجھتا ہے تب تو ترک سے گناہگار ہوگا ورنہ کافر ہو جائیگا یعنی خمارت کی وجہ سے کہ اخصلہ فی النفل عین التواذیم المنزول لا یخوف شغل عندنا ولا حرج افضل لہذا ما کان اخصلہ اخصلہ اور نوافل میں سوا تراویح کے ہر ستر مکان پر پڑھنا مکمل ہو جائیگا

ہو جانے کے اُسے اصح تر قول اخصل ہونا اس صورت کا جس میں شیوع اور اخلاص باوہ ہم وجہ مکان پر ہر ستر ہونے کی یہ ہے کہ صحیحین میں مروی ہے کہ ہر نماز آدمی کی اس کے گھر میں ہو سوا فرض نماز کے تو اسکی رعایت پر ضرور یہاں جو وقت خوف ہو کہ گھر پر اور کاموں میں لگ جائیگا اور سنتیں یا نفل چھوٹ جائیں گی تو اس صورت میں بہتر ہے کہ مسجد میں پڑھے اور اصح یہ ہے کہ شیوع و اخلاص اگر مسجد میں پڑھے ہوتا ہو تو وہاں پڑھے ورنہ گھر پر پڑھے اور تراویح کو ایسی ہی تنگ کیا کہ وہ جماعت سے پڑھی جاتی ہیں اور جماعت مسجد میں ہوتی ہے اس طرح تہتہ مسجد اور نماز سوچ گمن کی اور نوافل کو کاف والے کی اس حکم سے سنتیں ہیں لہذا فی الشامی کتابک لا کتھن بعد الوضوء یعنی نفل الحفاظ کما فی الشرع لایب عن المکابح اور جب میں دو رکعتیں بعد وضو کے یعنی قبل وضو کے خشک ہونے کے چنانچہ تہذیب میں ہو ہو ہے ہم اور نفل وضو کے غسل کے بعد بھی دو گناہ تب ہو لہذا فی لطحاوی اور تہتہ او وضو میں بھی سورۃ کافرون اور اخلاص تب ہو لہذا فی الشامی کتابک

اربع فصاعدا فی الاصحیح علی الصیح من بعد الطلوع والارض والجماعت بعد کعبہ لہذا اور تہتہ میں چار رکعتیں اور چار سے زیادہ چاشت میں قول صحیح باطلوع کے بعد سے زوال تک درمیان وقت نماز میں افضل ہے چون پڑھے کے بعد ہو و فانیہ مقلد اذ کتھن اثنی عشر وادس طمان وھو افضلہا کما فی الذخائر لا کتھن لہذا بقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام واما کتھن اثنی عشر فھو اثنی عشر میں ہے کہ کتر نماز چاشت دو رکعتیں ہیں چنانچہ بخاری میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوہریرہ کو ان دو رکعتوں کی وصیت کی لہذا فی الشامی زیادہ دو رکعتیں چاشت کی بارہ ہیں چنانچہ ترمذی اور نسائی میں سنن ضعیف مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی بارہ رکعتیں پڑھ لیا اس کے لیے امتہ تعالیٰ جنت میں سے اسے کما حقہ تیار کرے لہذا فی الشامی اور وسط رکعتیں چاشت کی آٹھ ہیں اور وہی نفل ہیں جیسا کہ ابن الشیخ کے ذخائر شریفہ میں ہے بیست ثابت ہونے آٹھ رکعتوں کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل دونوں کے اور اکثر کہتوں میں بارہ کا ثبوت تو صریح ہے کہ قول سے یہ فقط یعنی جو دونوں سے ثابت ہو وہ اولیٰ ہی نیت اس کے جو ایک سے ثابت ہو لہذا فی لطحاوی وھذا لاصلہ لا کتھن

نہ کیا ہم اسکی صورت یہ کہ اول دو گانہ کی دونوں رکعتوں میں تین اہل نماز اور پہلا قعدہ بھی کیا اور دوسرے	ق	ق	ق	ق	ق
دو گانہ کو فاسد کر دیا اسکا حکم یہ کہ چار رکعتیں قضا کرے اجماعاً لکن فی النہد فتحدو لم یقہم لثالثۃ	ق	ق	ق	ق	ق
یا بیٹھا اور تیسری رکعت کے لئے نہ اٹھا ہم اسکی صورت یہ کہ دو گانہ اول میں قرأت ترک کی اور قعدہ اوسکے لیے	ق	ق	ق	ق	ق
بیٹھا اور تیسرے کے لئے نہ اٹھا تو اس میں صحت دو رکعتیں قضا کرے لکن فی النہد او قام ولم یقہد ہا بسجدۃ	ق	ق	ق	ق	ق
اور قہد ہا فبجئۃ وحین المصلح اخل یا تیسری کے لئے اٹھا اور اسکو سجدہ سے مقید کیا یا مقید کیا سجدہ پر	ق	ق	ق	ق	ق
ہو اور متداخل صورتوں کو تیز کر ہم یعنی پہلے دو گانہ قرأت ترک کر کے تیسری رکعت پہلے سجدہ کرنے سے فاسد کر	ق	ق	ق	ق	ق
یا بعد سجدہ کرنے کے فاسد کی تو اسکا حکم یہ کہ چار رکعتیں قضا کرے اور امام ابو یوسف کے نزدیک چار	ق	ق	ق	ق	ق
کذا فی النہد متداخل سے مراد چوتھیں میں جناب میں مختلف ہیں اور اسکا حکم یہ کہ چار رکعتیں قضا کرے لکن فی النہد	ق	ق	ق	ق	ق
لکھ میں حالانکہ واقع میں پندرہ میں وحکم مؤقف ولو فی تہلیل کا مام اور حکم مقتدی کا اگرچہ تشہد میں کیا	ق	ق	ق	ق	ق
ہو متبادل امام کے یہ یعنی اگر امام چار رکعت والی نفل پڑھتا ہو اور اسکا قعدہ اکیس کیا تو چار صورتوں میں امام کو چار کی	ق	ق	ق	ق	ق
قضا لازم اور چوتھیں مقتدی کو بھی چار کی لازم ہوگی گوائے اقتدائے تشہد میں کیا ہو کہ قضا کو نوای اربعاً وقد	ق	ق	ق	ق	ق
قد التہجدۃ تفتق نہ لیس شیخ فی الشانے اور نہیں قضا اگر نیت کی چار رکعتوں کی اور بیٹھا مقدار	ق	ق	ق	ق	ق
تشہد کے پھر تو پڑھ دیا نماز کو سیکھ کر اٹھے شروع نہیں کیا دوسرے دو گانہ کو اور پہلا تمام ہو چکا اور شرح فی فرض	ق	ق	ق	ق	ق
طائفاً علیہ فکرا داء القلب بقلا غیر مضمون کہ نہ شرح مستطابا حلقہ مائاً یا قضا نہیں اگر شروع	ق	ق	ق	ق	ق
فرض کو اگر کسی کے فرض نہ ہو اسکا دے ہو پھر پڑھ دیا اسکا اور اگر تاویز فرض نفل ہو جائیگا بدو قضا لازم آنے کے دو صورت فاسد کرنے کے اسلئے کہ اُسے نماز کو شروع کیا	ق	ق	ق	ق	ق
اپنے اپنے فرض سے قطعاً کرے کو نہ دوسری نماز اپنے دے لئے کو اوصلاً اور بجا فاکثر ولو یقہد ہما استعسانا کہ نہ یقہد ہما جعلنا اصلوۃ واحدۃ یقتفی واجبۃ الخاقعہ	ق	ق	ق	ق	ق
ھی الفرض یجوز یا قضا نہیں اگر چہ چار رکعتیں یا زیادہ یعنی چار یا آٹھ اور چار میں نہ بیٹھا قضا نہیں حسان کی وجہ سے اسلئے کہ نمازی نے کھڑے ہو جائے	ق	ق	ق	ق	ق
ہر دو گانہ کو بعد از نماز کا بلکہ اگر نماز کر دیا تو قعدہ اولی وجہ کیا اور آخر کا قعدہ فرض میں اٹھ لینے قیاس کی رو سے شفع اولی فاسد ہونا چاہیے کیونکہ ہر دو گانہ نماز جہاں تو دو گانہ	ق	ق	ق	ق	ق
کے بعد کا قعدہ فرض ہے اور فرض کے ترک سے نماز نہیں ہوتی مگر جب دو گانہ کے بعد پھر کھڑا ہو گیا تو اسے سب نماز کو ایک کر دیا اسلئے چار کا قعدہ آٹھ نمازوں کے قعدہ کی	ق	ق	ق	ق	ق
طرح وجہ ہو گیا اور اخیر قعدہ فرض میں ادا فی التشریح ص ۲۱ الف دکر ولو یقہد لہ فی اخرہا ثم خلا فلیقہد لیسو کہ نہ تفتق یقتفی فی حفظہ او تشریح میں ہر	ق	ق	ق	ق	ق
کہ نماز پڑھی نہ چار رکعتیں اور نہ بیٹھا اگر سب آخ میں بھی ہو مگر مخالفت امام محمد کے کہ اُنکے نزدیک قعدہ ترک کرنے سے شفع باطل ہو جاتا ہے اور سجدہ سو کرے بے شک وجہ	ق	ق	ق	ق	ق
لئے کچھ قعدہ واجب اور دعا ہفتہ اور اخوندی پڑھی کسی دو گانہ کے شروع میں کیونکہ یہ دونوں ابتدا نماز میں ہوتی ہیں تو اسکو یاد رکھنا چاہیے کہ ایک نختہ میں سب کچھ کے تشریح	ق	ق	ق	ق	ق
تجوید میں لکھا ہے اور ایک نختہ میں تو شیخ ابوبکر شامی نے کہا کہ واو کے ساتھ زیادہ شور ہے یہ کتاب شرح ہدایہ کی تالیف سراج ہندی کی و یقتفی مع قدرۃ علی العظام	ق	ق	ق	ق	ق
قائلاً کہ مضطرباً لا یجوز بانہذا وکل ابتداء بعد الشرح بلا کراہۃ وکراہۃ کھکھچ فیہا غیر التہجد علیہ وسلم الفرض یجوز بانہذا وکل ابتداء بعد الشرح بلا کراہۃ وکراہۃ	ق	ق	ق	ق	ق
قدرت اپنی کے قیام پر نفل پڑھے لیٹ کر مگر غدر سے لیٹ کر بھی پڑھے نفل پڑھے کھکھچ کرے وقت استراحت کرنے کے اور سب طرح وقت بنا کر نہ کے بعد شروع کے بعض شروع دو گانہ	ق	ق	ق	ق	ق
کھکھچ کرے اور تمام کھکھچ کرے بدو نماز کے سب کچھ تر قول میں مثال کے عکس یعنی پھر دو گانہ نفل کو شروع کرنا اور کھکھچ کرنا تمام کرنا نماز پر بلا لکھت لکن فی النہد و بیٹھا کھکھچ کر	ق	ق	ق	ق	ق
پڑھنے میں بیٹھا کوئی سوا آخرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ادا ہوتا ہے مگر غدر کی جہت سے آدھا نہیں ہوتا بلکہ پورا نواب ہوتا ہے ہم فی الامم راجع بہ لکھت کی طرف	ق	ق	ق	ق	ق

پڑھے اور بدون عذر کے سواری پر نماز جائز نہیں اور جو درست کہتے ہیں انکی دلیل یہ ہے کہ نماز کی عذر وقت راقۃ نماز اور اسکے شروع کرنے کے مقبر ہو گو قبل شروع وقت کے اشکا عذر جانا رہتا متوقع ہو پس جاتی میل پر سے اترنے سے عاجز ہونا عذر صحیح ہے پھر کیا وجہ کہ نماز جائز نہ ہو حالانکہ اگر نمازی تیمم سے اول وقت نماز پڑھ لے اور جائے کہ وقت کے باقی رہنے پانی مل جائیگا تو اسکی نماز ہو جائیگی کوئی اسکے عدم جواز کا قائل نہیں کیونکہ جس وقت نماز ادا کی ہو وقت پانی پر قادر نہ تھا نہ وہ طرف کی دلیلین میں پھر جو ترجمہ نے کتب فقہ کے طرف رجوع کیا تو معلوم ہوا کہ قول نماز کے جائز نہ والوں کا درست ہے چنانچہ شامی نے اسکی ایک نظم لکھی ہے کہ مسافر قافلہ حجاج میں جو عذر کے سبب اتر نہیں سکتا اور توقع زوال عذر کی قبل خروج وقت رکھتا ہے کیا اسکو درست ہے کہ مثلاً عشا کی نماز ادا نہ ہو یا محل میں اول وقت پڑھے یا اس وقت تک توقف کرے کہ سب قافلہ عشا کے لیے اترے پس میرے نزدیک ظاہر یہ ہے کہ اول وقت پڑھے جیسے تیمم ہے اول وقت نماز درست ہے گو توقع ہو کہ وقت کے زوال سے پیشتر پانی مل جائیگا انتہی مختصراً تو معلوم ہوا کہ نماز کے جواز میں کچھ تردد نہیں مان اگر وقت کے باقی رہنے تک توقف کرے اور میل کے ٹھہرنے پر نماز پڑھے تو یہ صورت احتیاط کی ہے چنانچہ حلب کے باب التیمم میں مثنیٰ سے منقول ہے کہ اولے یہ کہ تیمم سے اول وقت نماز پڑھے اور تاخیر کرے یہاں تک کہ جب وقت جانا دیکھے اسوقت پڑھے هذا كله في العرض والواجب ما فاعده وسنه للغير بشرط ايضا فها للمقبلة ان لم تكن کو لا فبقدر امکان لثلا يختلف بسبب هاتما لساكن يسبب لثلا ينفذ من اترنے پر اور محل کے نیچے پایہ کار رکھنا یا گاڑی کا جو ایلون پر نہ نماز میں اور واجب کی قسم اور فجر کی سنتوں کے لیے ہر بشرط کھڑا کرنے سواری کے قبل کی جانب اگر سواری کو ممکن ہو اور اگر جانب قبلہ کھڑا کرنا ممکن نہ ہو تو جتنا ہو سکے کھڑا کرنا اس لیے شرط ہوا کہ مکان نماز سواری کے چلنے سے مختلف نہ ہو حال یہ ہے کہ مکان کا متحد ہونا اور قبلہ صحیح ہونا سواری میں نفل کے اور نماز میں شرط ہے اگر ممکن ہو تو بدون غرض کے دونوں امر ساقط نہ ہونگے پس اگر قبلہ صحیح سواری کو کھڑا کر سکے تو کرے باقی رہا یہ کہ اگر کھڑا کر سکتا ہے تو قبلہ صحیح نہیں کر سکتا تو کھڑا کرنا لازم ہے تاکہ اتحاد مکان سب نماز میں حاصل ہو اور اگر قبلہ صحیح کر سکتا ہو اور کھڑا نہیں کر سکتا تو حلیہ میں مذکور ہے کہ قبلہ صحیح کرنا لازم ہے اور شرح کے قول بقدر امکان سے بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے اور وجہ کے قسم مراد وتر اور نماز رات اور اس نماز نفل کی قضا جسکو شروع کر کے توڑ دیا ہو کذا فی الشامی داما في النفل فيصلي ذنبا التحليل والجملة مطلقا فراد في كل حال في كل حال اول وقت نفل کا حال ہے کہ درست ہے نماز نفل محل پر اور گاڑی پر بطلافا خواہ کھڑی ہو یا چلتی قبلہ صحیح ہو یا نہ ہوا ترے پر قادر ہو یا نہ ہو لیکن تنہا پڑھنا نفل کا درست ہے نہ جماعت سے مگر ایک سواری کے حال اور پر جماعت سے بھی درست ہے خواہ مقتدی پیچھے بیٹھا ہو یا محل میں برابر ہو کذا فی الشامی لو جمع بين فرض نفل ولو خيرة اجمع الخ حتى لا يوتدوا بطا لاهن فلو خيرة الثلثة اور اگر جمع کیا نمازی نے نیت فرض و نفل کو اگر یہ نفل خیرۃ لمسی ہو یا خیرۃ الوضو تو ترجیح دیا جائیگا فرض سب اسکے قوی ہونے کے اور باطل کیا ہو اس نیت کو امام محمد اور ائمہ ثلاثیہ مالک احمد و شافعی رہے ہم نے فرض و نفل کی نیت ایک ساتھ کرنے سے فرض ہو جائیگا اور نفل کا ثواب نہ ملے گا بخلاف اس صورت کے کہ کئی نفلوں کی ایک ساتھ نیت کرے مثلاً خیرۃ لمسی اور خیرۃ الوضو اور نماز چاشت اور کسوف کی نیت ایک ہی دو گانہ میں کرے تو سب کا ثواب ملے گا کذا فی الطحاوی ولو نذر في خيرة لغيره لزم ما به عند ابي يوسف کو لا يوتدوا بطا لاهن فلو خيرة الثلثة اور اگر نذر کی دو رکعتیں بیرون طہارت کے تو لازم ہونگی اسپر طہارت کے ساتھ امام ابی یوسف کے نزدیک چنانچہ اگر نذر کی بغیر قرارت کے یا حالت برہنگی میں تو قرارت اور تسرعوت کے ساتھ لازم ہونگی یا نذر کی ایک رکعت اور اس طرح آدھی رکعت اگر نذر کی تو دو رکعتیں لازم ہونگی امام ابو یوسف کے نزدیک اور یہی مختار ہے ہم طحاوی کے کہ ماہ ماتن نے ضمیر غنہ کی بیوقوف بیان کی کیونکہ اصطلاح یہ ٹھہری ہوئی ہے کہ غنہ کی تہمیر امام کی طہارت ہو جبکہ کوئی قرینہ نہ ہو اھد و الثا لث لہی محل اور باطل کیا ہے اس نذر کو امام سوم یعنی محمد نے تو انکے نزدیک اس نذر سے اسپر کچھ لازم نہ ہو گا کیونکہ نذر عیسیت تھی اور ابو یوسف کی دلیل یہ ہے کہ نماز کا لازم کرنا اس چیز کا لازم کرنا ہے جسکے بدون نماز صحیح نہ ہو اور جو نذر عذر زوال کے تحت میں نماز بیرون طہارت کے اور امی کے جن میں بیرون طہارت کے عبادت ہو تو نذر عیسیت نہ ہو کذا فی الشامی ولو نذر في عبادت في مكان في مكان

نشر خجارت کی المقصود خلافت خذو الشارحة یا تدریج عبادت کی کسی مکان میں عین میں پھر اسکو ادا کیا ایسے مکان میں جہاں شرف بہ نسبت مکان نذر کے
کم تھا تو ادا سے نذر محبت ہوگا اسلیئے کہ مقصود قربت ہو اور وہ ہر جگہ کی نماز سے حاصل ہے بخلاف نذر و فراموشیوں اماموں کے و لو قدر عبادت کصوم و صلاۃ
فی غلہ خاصیت ذیہ یلزم ما قصدا ہا کلا شتہ میصنم کلا دواک الوجوب اور اگر کسی عورت نے کسی عبادت کی مثل نماز اور روزہ کے نذر کی کل کے
نزد میں پھر اس نذر میں وہ حائضہ ہو گئی تو لازم ہوگی اس عورت کو قضا اس عبادت کی اسلیئے کہ حائضہ ہونا اور عبادت کا مانع ہے نہ وجوب عبادت کا ہم شامی نے
کہا کہ حائضہ لائے کی حیض کی طرف ہو جو فعل حاجت سے مفہوم ہوتا ہے و لکن ہذا بقایا میں حوضہ کا لائن نذر و عبادت اور اگر عورت نے عبادت کی نذر اپنے حیض کے وقت
کی یعنی یون کہما مثلاً کہ جس دن میں حائضہ ہوں اس روز اتنی نقلیں پڑھوں یا روزہ رکھوں تو ایسے قضا لازم نہ ہوگی اسلیئے کہ نذر ہر مصیبت کی یعنی یوم مضر
عبادت نماز و روزہ کا منافی ہے تو یہ نذر ہی درست نہ ہوگی الذاریہ سنۃ مکرمة لمواظبۃ الخلقاء الراشدین للرجال والنساء اجماعاً
تراویح سنت مکرمة ہے بسبب موطبت خلفاء راشدین کے مردوں و عورتوں کے حق میں بالاجماع خلفاء راشدین کی اکثر مراد ہیں کیونکہ تراویح کی عبادت عہد
مبارک حضرت عمر کے درمیان ہوئی اور اسکے بعد سے تراویح تک صحابہ اور علمائے سب سے متفق چلے آئے کسی نے انکار نہیں کیا اور شرح مینہ میں ہے کہ اکثر علمائے اسکے
مسنون ہونے پر اجماع نقل کیا ہے اور اسکے سنت مکرمة ہونے کی تصحیح ہر ایہ وغیرہ میں کی ہے اور اجماع کی قید اسلیئے لگائی کہ وہ فرض کا قول قابل اعتبار نہیں جو
صرف مردوں کے حق میں سنت بتاتے ہیں یا سرے سے سنت ہی نہیں کہتے اور سعید بن منصور نے بروایت عروہ روایت کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابی بن
کعب کو امام مردوں کا کیا تھا اور تیس ماری عورتوں کو نماز پڑھایا کرتے تھے کفانی الشامی دو وقت بعد صلاۃ العشاء الالفجر قبل الوتد بعد فی الاحد و وقت تراویح
نماز عشا کے بعد ہر فجر تک ترے پہلے اور ترکے بعد صحیح تر قول میں ہم وقت تراویح میں تین قول ہیں اول یہ کہ تمام شب اسکا وقت ہے تو اس صحت میں آفتاب کے
غروب صحیح صادق تک وقت ہوگا و سہ قول یہ ہے کہ تراویح کا وقت عشا اور ترکے درمیان ہے یعنی عشا کے بعد اور ترکے سے پیشتر اور تیسرا قول جو ما تین نے
ذکر کیا بحر الرائق میں کہ اسکا پہلے قول کی تصحیح کسی نے نہیں کی اور دوسرے کو خلاصہ میں صحیح کہا ہے اور غایۃ البیان میں کہا کہ متواتر اور ثبوتی ہے اور تیسرے
قول کو ہدایہ اور غایۃ محیط میں صحیح کہا ہے اور کفانی میں اسکو جہو کی طرف نسبت کیا ہے کفانی الشامی خلوفاتہ بعضہا و قائم کما ھم الا و لا و جمعہم حللی ما قاتر
پس اگر نمازی کو کچھ تراویح ملی ہوں اور امام و ترون کے لیے کھڑا ہو جائے تو وہ شخص امام کے ساتھ تر پڑھے پھر وہ تراویح پڑھے جو فوت ہوگی ہوم یہ تراویح تیسرے
قول پر ہے اور دوسرے قول کے بموجب تراویح کے ساتھ پڑھے سے وقت تراویح کا تمام ہو رہا ہوگا اور دونوں قولوں پر یہ کہ متفرع ہے کہ شخص نے فرض عشا پڑھے ہو
تو وہ بدولن فرض پڑھے جماعت تراویح میں شریک نہ ہو و یستحبنا خیرھا الی ثلث التلیل او نصفہ وہ ذکر بعد الاحد و سبب ہر ذکر تراویح کا رات کی ایک
تہائی تک یا اس کے نصف تک اور زمین مکرر ہے تراویح کو نصف شب کے صحیح تر قول میں ہم او قول ضعیف یہ ہے کہ نصف شب کے تراویح مکرر ہے کیونکہ تراویح تابع عشا کی ہے
توجب صل عشا مکرر ہے تو تراویح بھی مکرر ہونی چاہیے اور وجہ مکرر نہ ہونے کی یہ ہے کہ تراویح نماز شب ہے اور فضل نماز شب میں ہے کفانی الشامی مختصراً
ولا یقتضی اذا قات اصلادک ولا حد فی الاحد فان قضاھا کانت نفلاً مستحباً و ایسے تراویح کسندہ معتبرین اور تراویح جب فوت ہو جائے تو قضا کی جگہ
اصلاً یعنی نہ جماعت میں نہ نہ تراویح صحیح تر قول میں ہیں اگر تراویح کو قضا پڑھیا تو نقلیں سبب ہو جائیں گی اور تراویح نہ ہونگی جیسے تراویح عشا کی سنتین فوت ہو جانے سے
قضا نہیں کیا تین ہم خطاوی نے کہا کہ و لا و حد بیان ہے اصلاً کا یعنی نہ جماعت میں نہ تراویح صحیح قول کا مقابل یہ ہے کہ دوسری تراویح کے وقت تک تراویح
قضا پڑھ سکتا ہے و لا جماعت سنت عمل الکفایتی کہ ہم فلا ترکھا اھل مسجد یلقوا کہ لو کہ بعض تراویح میں جماعت تراویح میں سنت کفایہ ہر قول میں اس سے
کہلا کہ اگر کسی سے و لا جماعت تراویح کو ترک کر کے نہ سبب گار ہوئے نہ جبکہ جماعت کو ان میں سے بعض نے پڑھا ہوم جماعت کو سنت کفایہ کہنے سے یہ ثابت کیا گیا کہ تراویح کے
حق میں جماعت سنت ہے اگر کوئی تراویح کو پڑھ کر گناہ گار ہوگا اور سنت کفایہ سے مراد یہ کہ بعض کرنے سے بقیہ کے لئے ساقط ہوگا و کل ما شرع عبادۃ فالسجۃ افضل

اور مکروہ ہی تراویح کا پڑھنا بھی کہ سب سے زیادہ تاکید ہونے تراویح کے یہاں تک کہ بعض فقہائے کہا ہر کچھ کر درست نہیں باوجود قیاد ہونے کے کھڑا ہونے پر ہم میں اگر کوئی کچھ بھٹکی طاقت ہو تو بیٹھنا مکروہ نہیں اور بیٹھ کر پڑھنا بلا عذر مکروہ نہیں ہے اس لیے کہ خلاف سلف کے فعل کے ہرگز انی الشامی کے بقول تاخیر القیام بلذکر الکلام امام الاستدلال بالمتأخنین جیسے مکروہ ہو دیر کرنا قیام میں امام کے کس کس تک واسطہ ثابت کے منافقون سے ہم اپنے مقتدی کا بیٹھا رہنا اور امام کے کس کس کو متاخر کا شروع کرنا مکروہ ہے اس لیے کہ یہ علامت کس کی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے منافقون کے حال میں وَإِذَا قُلُوا لِلْحَمْدِ قَامُوا كَسَالَىٰ یعنی جب نماز کو پڑھیں تو کھڑے ہوں گے اس کی تشبیہ کی بہت سے یہ حرکت مکروہ ہو دلوں کو الحاح سے فی الغرض لوصول النوازل اور بیٹھنا عذر تابع فیصلیہ حلا بصلیہا معہ اور اگر کوئی جماعت فرض میں تکی ہو تو تراویح کو جماعت سے نہ پڑھیں اس لیے کہ جماعت تراویح کی تابع ہے جماعت فرض کی توجہ شخص نفوذ نہیں ہوتی ہوں تراویح کو امام کے ساتھ پڑھے ولو لم یصلوا ای المزاد علیہما کلام اوصلاۃ کلام علیہ کہ ان یصلوا لوی معہ اور اگر نہ پڑھا تراویح کو امام کے ساتھ یا تراویح کو دوسرے امام کے ساتھ پڑھا تو مازمی کو جائز ہے کہ تراویح کو امام کے ساتھ پڑھے ہم مراد اس سے یہ ہے کہ فرض کو جماعت کے ساتھ پڑھا اور تراویح کو جماعت سے نہیں پڑھا تو تراویح کے ساتھ پڑھ سکتا ہو لیکن اگر فرض نہیں پڑھے ہوں تو تراویح کو جماعت سے نہ پڑھے کہ انی الشامی بقولہ وَمَا يَكُنْ لَكَ أَنْ يَصْلُوَ الْوُجُوهَ حَتَّىٰ تَصِلُوا إِلَىٰ حَتْمٍ باقی رہا مسئلہ کہ اگر تراویح کی جماعت میں سے کسی ایک کو تراویح سے پڑھنا حکم تلاش کرنا چاہیے ہم شامی نے کہا کہ ظاہر تراویح جماعت سے نہ پڑھے اس لیے کہ تراویح جماعت کا سنون ہونا تراویح کی جماعت کے بعد سلف سے منقول ہے تراویح کی جماعت کی جماعت کے ولایصلوا لوی ولا یصلوا لوی جماعت خارجہ زمختان ای یکرہ ذلک اذ علی سبیل التلاخی بان یقتلوا ربیعہ بواحد کما فی الدرر کا خلاف فی صحیحہ کا اختلاف اذ کا مانع نہیں اور نہ پڑھا جائے تراویح نقل جماعت سے رمضان کے سوا اور دنوں میں یعنی جماعت تراویح کی اور دنوں میں مکروہ ہے بشرط اکثریت کے مگر کچھ تراویح کی کے پیچھے پڑھیں پھر درمیان اختلاف نہیں افتد کے صحیح ہونے میں کیونکہ کوئی مانع افتد کا نہیں کہ انی الشامی ہم چار مقتدیوں کی قید اس لیے لگائی کہ اگر ایک شخص یا وہ مقتدی ہو گئے تو بلا کرا درست ہے شامی نے کہا کہ ہر خدا افتد نقل میں درست ہے مگر ثواب جماعت کا نہیں ملتا وہی کہ شبائہ عن البرازیہ بکرہ کا اختلاف فی صلوة عاتبہ بواحد وقد پہلا اذا قال لندرت لکذا لعلہ یذکر کلام جماعتنا حقاً قلت وبقیۃ عبادة البرازیہ میل کلام وہی بنحو ان تکلف کل هذا تکلف مکروہ اور اشاہون بنوئے کہ مکروہ ہوا افتد اگرنا صلوة رغائب میں اور صلوة برات اور صلوة قدر میں مگر جب مقتدی یوں کہے کہ میں نے اتنی کھینچ لی امام کے پیچھے جماعت کے تراویح کی تمام ہوا قول شبائہ کا میں کہتا ہوں کہ باقی عبارت برازیہ کی بالبالہ ماتہ سے یہ ہے کہ نہیں چاہیے بکل تکلف ایک امر مکروہ کے لیے ہم جب پہلے جمعہ کی شب میں نماز نقل صلوة رغائب کہلاتی ہے یہ نماز مشد میں ایجاد ہوئی اور علمائے اہل برائی اور اسکے پڑھنے والوں کی جماعت میں کتابین تالیف اللین اور مینہ کے شارحون نے تصریح کی کہ جو کچھ اس باب میں مروی ہے سب باطل اور موضوع ہے اس کی جماعت کے لیے اہل روم یہ جلی کرتے ہیں کہ حقون کو نہ کر لیتے ہیں تاکہ جماعت نقل کی نہ ہو جب کی ہو جائے اور صلوة برات سے مراد پندرہویں شب شعبان کی ہے نقلیں ہیں اور صلوة قدر سے تائیسویں شب رمضان کی نقلیں ہیں ان میں بھی جماعت مکروہ ہے تراویح جماعت کے نقل کر کے لینے نہ کرنا تکلف نہ کرنا چاہیے کہ انی الشامی فی المتناخلانیۃ لولم یصلوا لکلام وہی کہ لہ غیۃ کلام فیصلیہ اور تارخانہ میں ہے کہ اگر امام امت کی نیت نکالے گا تو اسکے حق میں کراہت نہ ہوگی تو کھو یا د رکھنا چاہیے وہی ای وھضن یصلی الودی و قیامہ جہا و رمضان میں پڑھا جائے تراویح قیام رمضان جماعت ہم قیام رمضان سے مراد تراویح ہیں یعنی تراویح کو جماعت سے پڑھے وہل کا فضل فی الوی الجماعۃ ام المنزل تھیں مکان لکن نقل شارح الوہب ما یقتضی ان اللہ لیل الذی وافتی المصنف وحکیرہ اور کیا افضل ترین جماعت ہے یا گھر پڑھنا دونوں قولوں کی تصحیح ہوئی ہے لیکن شارح جوہانہ وہ عبارت نقل کی ہے جس کا مقتضایہ ہے کہ گھر پڑھنے کا افضل ہونا ہے سب سے اور سکون تات کھا ہے وھضف وغیرہ نے ہم جلی نے کہا کہ شارح نے جواب دہ قاعدہ لکھا تھا کہ چونکہ جماعت سے مشروع ہے انکو مسجد میں پڑھنا افضل ہے اسکے رو سے معلوم ہوتا ہے کہ قول اول ہی راجح ہے

باب اذ تراک الفریضۃ

یہ باب ہر ماہل کرنے جماعت فرض کام طحاوی نے لکھا کہ مناسب یہ تھا کہ اس باب کا عنوان مسائل شتی ہوتا لیکن کتب کے کیفیت جماعت میں طحاوی نے اس کی بجائے شریعت میں لکھا کہ اذ تراک الفریضۃ اتم اتم فی الفریضۃ فی مصلۃ الاقامۃ للذون ولا الشرح فی مکاتیبہ فی غیر قطعہا
 بعد از احراز الجماعۃ شروع کیا نمازی نے فرض کو ادا کے طور پر پھر اسی فرض کی جماعت شروع ہو گئی کسی کی نماز پڑھنے کی جگہ میں تو وہ اپنے فرض کو توڑ دے بسبب عذر
 حاصل کرنے جماعت کے شائع نے لکھا کہ فرض کی قیود سے نماز نفل اور نذر کی نماز اور ادا کی قیود سے نماز نفل مکمل گئی کہ اگر انکو پڑھا ہو اور جماعت شروع ہو جائے تو انکو قطع کر دے اور
 اقامت سے غرض اسی جگہ میں شروع فرض ہر موزون کی اقامت اور شروع ایسے مکان میں کہ نمازی اس کے غیر میں ہو وہ موزون کی تکبیر سے توڑنا نماز کا درست
 نہیں بلکہ امام کی تکبیر تحریر ہو توڑے اس طرح اگر نمازی گھر پر پڑھتا ہو اور جماعت مسجد میں شروع ہو تب بھی نہ توڑے طحاوی نے لکھا کہ شروع فی الفریضۃ بعینہ مہول ہو اور
 اقامت الموزون مرفوع ہو عطف ہی غرض کے حامل پر یعنی اقامت سے شروع ہر نماز اقامت موزون کلاوند مدت ثابتہ دفار قدر ہا اور خاف ضیاع درہم من مالی
 ولو کان فی النفل ففی بیئنا ذلک خاف خواتم قطعہا مکان قطعہا کہ اگر جگہ جگہ اسکی سواری کا جانور یا ایلی ہا ندی عورت کی یا خوف کرے
 ملت ہونے ایک دم کامال سے یا ہو دے نمازی نفل نماز میں یا وجہا دے اور دے فوت ہونے نماز جنازہ کو تو قطع کرے نفل کو بسبب قضا کر سکے نفل کے ہم بیٹے اگر فرض نماز
 پڑھنے میں جنازہ کی نماز کے نفل کا خوف ہو تو فرض کو قطع کر دے کہ وہ قوی تر ہر نماز جنازہ سے کہ نفل الطحاوی دیکھنا قطع لیا جائے غریق اور حریق اور واجب بیٹے
 فرض ہر توڑنا نماز کا واسطے بچانے ڈوبتے ہوئے یا جلتے ہوئے اور انکے نفل کے دل و دھاک احوال ابویہ فی الفریضۃ کہ ان یستقیث بہ و فی النفل ان علم انہ
 فی الصلوٰۃ قد عاکہ لا یجیبہ والا اجابۃ اور اگر کچھ نمازی کو اسکی مان یا باپ فرض میں تو جواب نہ دے مگر یہ کہ فریاد جائے اس سے یعنی فریاد خواہی وقت جواب دے
 اور اس میں مان یا باپ اور غیر برابر میں کہ نفل الطحاوی اور نفل نماز میں اگر مان یا باپ کو علم ہو کہ بیٹا نماز پڑھتا ہو پھر اسکو پکارا تو جواب نہ دے ورنہ جواب دہ صاحب بحر الرائق
 نے لکھا کہ نماز کا توڑنا کسی حرام ہوتا ہو اور کبھی حرام اور گاہے مباح اور گاہے واجب تو حرام بدو ن عذر کے توڑ دینا ہو اور حرام حصول جماعت یا اور کسی وجہ سے کمال کے
 لیے اور مباح فوت مال کے خوف سے اور وجہ واسطے جان بچانے کے کہ نفل انسانی قائم کا ان القدر مشر و ط النفل و هذا قطعہ لا یخل ویکتبہ تسلیتم واحد
 ہو الا حصہ ثانیہ و یقتدی بکھام نماز کو قطع کرے کھڑا ہو یا سلیہ کہ بیٹنا شرط ہو یا وجہ حلال ہونے کے اور یہ توڑنا ہر نہ حلال ہونا اور کفایت کرے نماز توڑنے میں ایک
 سلام یہ بھی صحیح تر کہ نفل النایہ اور اقتدا کرے امام کے پیچھے ہم نفل اپنی نماز کو حالت قیام میں ایک سلام سے توڑ کر امام کا اقتدا کرے دھڑان لہ یقید الذکر کہ لا ولی
 بسجدہ و قیڈھا جہا فی خیمہ یا عیدہ او فیدہا و لکن خیمہ الیحد او کثرہ اخری وجوباً لہذا احراز النفل والجماعۃ اور یہ نماز کا توڑنا اور امام کا
 اقتدا اس صورت میں ہر پہلی رکعت کا سجدہ کیا ہو یا سجدہ کیا ہو غیر رباعی نماز میں یعنی فجر اور مغرب کی نماز میں یا چار رکعتوں والی میں سجدہ کیا ہو یا سجدہ
 اس رکعت میں دوسری رکعت ملا دے بطور وجہ کے پھر اقتدا کرے واسطے حاصل کرنے نفل اور جماعت کے ہم حاصل اس سجدہ کا یہ ہر جگہ ایک شخص فرض پڑھتا ہو
 کیے پھر اسکی جماعت شروع ہو گئی تو اگر منہور اول رکعت کا سجدہ نہیں کیا تو نماز کو توڑ کر اقتدا کرے اور اگر رکعت اول کا سجدہ کر چکا ہو اور نماز فجر یا مغرب پڑھتا ہو تب
 بھی توڑ کر اقتدا کرے اور اگر طور یا عصر یا عشا کی نماز ہو تو ایک رکعت میں یا دو رکعتوں میں اور اقتدا کرے تاکہ دو رکعت نفل ہو جائیں اور جماعت بھی ملے اور اگر نماز فجر
 و مغرب میں اس رکعت کا سجدہ بھی کر چکا ہو تو اب اسکو پکار کرے اور اقتدا کرے کہ نفل انسانی قائم کا ان القدر مشر و ط النفل و هذا قطعہ لا یخل ویکتبہ تسلیتم واحد
 دیدہ و بذات ضمیمہ الجماعۃ حاکم و لا فی العصر فلا یقتدی لہ صراحتہ النفل بعدہ اور اگر چار رکعتوں والی نماز میں پڑھتا ہو تو انکو ایلا امام کرے پھر اقتدا
 کرے امام کے پیچھے نفل پڑھتا ہو اور حاصل کرے اس اقتدا سے تو اگر جماعت کا کہ نفل النایہ اور دوسرے مگر عصر میں اقتدا کرے واسطے مکروہ تحریمی پھر نفل کے بعد عصر کے ہم نفل یا بیچ کر
 تیسرے کا سجدہ کر چکا ہو تو ایلا امام کرے اور جب تک سجدہ کیا ہو تب تک توڑ کر اقتدا کرے کہ نفل انسانی قائم کا ان القدر مشر و ط النفل و هذا قطعہ لا یخل ویکتبہ تسلیتم واحد

جب احراز الجماعۃ

بلکہ نفل میں بھی
سبب منہور اول
مگر عصر میں
نفل النایہ
نفل انسانی
قائم کا ان
القدر مشر و
ط النفل و
هذا قطعہ
لا یخل ویکتبہ
تسلیتم واحد

و سنة الجمعة اذا اقيمت و خطيب الامام يقرأ بآيات القرآن المجيد و لا يقرأ بالصلوة الا اذا اقيمت خلافا لما اجمعه الحكماء
 و شروع کرنے والا نفل میں قطع کر کے حال میں یعنی اہل رکعت کا سب سے پہلے ہو یا کیا ہو اور پھر اگر سے نفل کو دو تین اور بیس طرح سنت ظہر کی اور سنت جمعہ و شاعت ظہر شروع ہو گیا امام خطیب
 پڑھنے لگے تو انکو چار تین پڑھنے والے کے بعد چار تین ایک نماز میں پڑھنے والا نفل کا مکمل کرنے کے لیے نہیں ہو بلکہ اہل کے لیے یہ بخلاف شروع لگے کہ ترجیح دی ہو تو مکمل
 ہر قطع کرنا مکمل کے لیے نہیں اس کے یہ معنی کہ اگر قطع کر گیا اور پھر پڑھ گیا تو پہلی ہی طرح پڑھ گیا بخلاف فرض کے قطع کرنے کے کہ مکروہ بارہ جماعت میں پڑھتا ہو تو اسکا توڑنا مکمل
 کرنے کے لیے ہر مکمل الیہین اسکو ترجیح دی ہو کہ سنت کو دو رکعتوں پر قطع کر دے اور ہر میں بیجا ہو اسکو اختیار کیا ہو کذا فی اشامی و ذکرہ نحوہما للشیخ محمد بن احمد بن یحییٰ
 من مسجد اذان فیہ جری علی الغالب المراد دخول الوقت اذن قیام دکا اور مکروہ تحریمی ہو سب ممانعت کے نکلنا اس شخص کا جسے نماز نہیں پڑھی اس مسجد سے
 جمعہ اذان ہو جائے لے کہا کہ ماتن جلا ہو اکثر بعض اکثر یہی ہوتا ہو کہ وقت نماز ہو جانے پر اذان ہو جاتی ہو اور اذان ہو جانے سے وقت نماز کا آجانا خواہ مسجد میں اذان ہوئی
 یا نہ ہو یعنی اگر کسی شخص کو مسجد میں نماز کا وقت ہو جائے تو بدین نماز پڑھے اس میں کھانا مکروہ تحریمی ہو طحاوی نے کہا کہ دخول وقت مراد لینا سمیت ہو صاحب بحر الرائق
 کی روایت کی حدیث ابن ماجہ نے روایت کی ہو کہ جسے مسجد میں اذان ہو گیا یا پھر مکمل کیا اور کسی کام کو نہیں نکلا اور پھر آنے کا ارادہ نہیں کرتا تو وہ منافق ہو کہ اسکی قطع یہ
 اور چارہ آخری اور کان الخرج مسجد حیدرہ لم یصل فیہ الا وہ سناہ لک سناہ لک الوضوء و احکام جہ و من غرمہ ان یعود ینس مگر نکلنا اس شخص کو
 مکروہ نہیں ہے کہ دوسری جماعت کا نظام ہو یعنی دوسری مسجد کا امام یا موفون ہو یا کیا کھانا اپنے محلہ کی مسجد کے لیے ہو اور اس میں لوگوں نماز پڑھی ہو یا کھانا اپنے محلہ کی مسجد کے لیے
 اپنے پڑھنے کے لیے یا کھانا پڑھنے کے سنے کے لیے یا کسی حاجت کے لیے ہو اور اسکا ارادہ ہو کہ پھر آوے گا تو مکروہ نہیں کذا فی اشامی و ذکرہ نحوہما للشیخ محمد بن احمد بن یحییٰ
 الخرج و بل کر الحاکم الا عند الضرر و فی الاقامہ فیکر و الحاکم عند الحاجة بلا عذر بل یقتدی مستغفلا لیسامع اور مگر اس شخص کے لیے جسے طہار و عشا کی
 نماز نہ ہو ایک مرتبہ پڑھے ہو تو اسکو نکلنا مکروہ نہیں بلکہ چھوڑنا جماعت کا یعنی یہ فصل مکروہ ہو کہ نماز کو نہ پڑھ لیا اور جماعت کا انتظار نہ کیا مگر وقت شروع ہونے تک یہ مکروہ ہو کہ
 شخص کو نکلنا سبباً علی مخالفت کو لے کے جماعت کو بدین عذر کے بلکہ وہ اقتدار سے نفل پڑھنے والا سبباً ہو کہ گندری یعنی نفل و جماعت دونوں حاصل کرنے کے لیے کذا فی
 الطحاوی و الاصل فی الفجر والعصر والمغرب و فی فخرج مطلقاً وان اقيمت الکھتہ النفل بعد الا ولید فی المغرب بالحد المظاہرین التیساع و مخالفہ کہ امام
 بالانتقام اور مگر اس شخص کو مکروہ نہیں جو فجر اور عصر اور مغرب کی نماز کیا پڑھ چکا ہو تو وہ مکمل ہر حال میں اگرچہ تکبیر ہو جائے یہ سبب مکروہ ہو نفل کے بعد فجر اور عصر کی نماز کے
 اگر ان دونوں نمازوں کو پڑھ لیا امام کا شکیبائیت نفل ہو گا تو نفل کا پڑھنا ان دونوں کے بعد مکروہ تحریمی ہو اور مغرب کی نماز میں اقتدا کی سنت سے دو منہج یا تو میں ایک ہوگی یا آ
 رکعت نفل کی یا امام کی مخالفت پڑھ کر لے سے ہم بیتہ القنیہ و تبرارک اور تبرارک ایک رکعت کہتے ہیں جسکے ساتھ دوسری ہو لینے اگر مغرب یا مقتدا بیت نفل کر گیا تو اس سے
 یہ لازم آوے گا کہ تیسری رکعت متساوی سے اور اگر یہ فرض کیا جائے کہ مقتدی امام کے ساتھ تین تین پڑھ جائیں چوتھی اور پانچ تو امام کی مخالفت لازم آتی ہو و فی التیسعین فی ان
 یجب حرمان کما ہر مکروہ بلا صلوة استثنیٰ اور نہ الفاتی میں ہو کہ مناسب یہ ہو کہ جماعت ہو چکے وقت اسکا نکلنا واجب ہو اسلیے کہ ٹھہرنا اسکا سبب ہو و ان
 نماز کے زیادہ مکروہ ہو یہ نسبت نفل پڑھنے کے ہم لینے محیط میں کہا ہو کہ مخالفت جماعت کا گناہ بہت بڑا ہو کذا فی الطحاوی قلت افاد القیامستان ان کما ہر انتقل باللائات
 تنزیہیة و فی المضمین ان لو اقدی فیہ کما نسأہ میں کہتے ہوں کہ متانی نے بیان کیا ہو کہ تین تین نفل پڑھنے کی اگر بہت متبرہی ہو اور مضرت میں ہو کہ
 اگر اقدی کر گیا مغرب میں تو بڑا کر گیا ہم متانی نے اپنے قول کی تائید میں حضرت کا یہ قول نقل کیا ہو حالانکہ قول متانی کا وہ وہی اسلیے کہ صاحب ہدایہ نے تصریح کیا کہ بہت
 کی کر دی ہو اور غایۃ البیان میں کہا ہو کہ تین رکعتوں نفل کا پڑھنا بدعت ہو اور قاضی خان نے شرح جامع صغیر میں کہا کہ انکا پڑھنا حرام ہو اور صاحب الارشاد
 نے کہا کہ حدیث میں بتبرار سے مخالفت وارد ہو تو معلوم ہوا کہ انکا پڑھنا مکروہ تحریمی ہو کذا فی الطحاوی و اذا خاف فوت رکعتی الفجر استغفلا بستانما
 ترکھا لکن الجماعۃ کسمل او عجب نمازی ڈر سے فوت ہونے جماعت دو گنا فرض نمبر سے سبباً ہے مشغول ہونے کے انکی سنتوں میں تو سنتوں کو

ثواب پانے میں بسبب ہونے لاحق کے مقتدی حکم کی راہ سے حاصل کہ تو اجماعت سے سب سے زیادہ مدد رکھتا ہو تو بکسیر تحریر یہ امام کے ساتھ کہے اور لاحق مدد کی برابر ہوا سبق کہ
 ابن و نون سے کہ ملتا ہو شامی نے کہا کہ ایک کثرت ملنے کی قیاس جوری باعی نماز میں کی یہ اگلے قول و کذا اندر کثرت کے لئے ہر دور حکم دو اور تین کثرتوں کا نماز کا بھی ہے
 کہ ایک کثرت ملنے سے جماعت نہیں ملے گی و کذا املاک الثلاث لا یكون مصلیاً بجماعة علی کا ظہر و قال الحسنی لا کثیر حکم الخ و معنی فی البحر اوسطیج میں کثرتوں کا
 پانے والا پانے میں سے جماعت کے ساتھ نماز کا پڑھنے والا اسنو کا بموجب ظہر ترقول کے اور امام بخاری نے کہا ہر کثرت کو حکم کل کا ہر نیچے تین کثرتوں کو پانی سے جماعت کا پانے والا
 ٹھہر گیا اور ضعیف کہا ہوا اسکو بحر الرائق میں ہم صاحب بحر الرائق نے کہا ہر کثرت اگر ایک شخص نے قسم کھائی کہ میں یہ روٹی کھاؤں گا تو بالاتفاق اسکی قسم جب ہی ٹوٹے گی جبکہ وہ
 کل روٹی کھا لے اکثر کے کھانے سے نہ ٹوٹے گی اس سے معلوم ہوا کہ اکثر قائم مقام کل کے نہیں کیا جاتا کذا فی الشامی و اذا امن فوت الوقت مطلقاً ما شاء
 قبل الغرض فلا کمال یحرم المطلق لتفویذ الغرض اوجوب نماز بخیر ہو وقت کے جانے سے تو نفل پڑھے جقدر چاہے فرض سے پہلے اور اگر وقت کے جانے
 خوف ہو تو نفل نہ پڑھے بلکہ نفل پڑھنا حرام ہوا ہے فوت کرنے فرض کے ویاتی بالسنن مطلقاً ولو صلی منفرداً اعلیٰ کا حشر کو ذرا مکملات و اہمافی حشر
 علیہ الصلوٰۃ والسلام فلما یأخذ الذبیحة اور پڑھے سنتوں کو ہر حال میں اگر فرض تنہا پڑھے صحیح ترقول کے بموجب طے کہ سنتیں وضو کی تکمیل کے دالی میں
 اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں زیادتی درجات کے لیے ہیں ہم جانتا چاہیے کہ نفل دو طرح ہوا ایک سنت موکدہ جو بارہ کثرتیں ہیں یا بیخون نمازوں میں
 اور ایک غیر موکدہ جیسے عصر سے پیشتر کی کثرتیں یا اول و اقل بھر نمازی دو حال سے خالی نہیں یا فرض جماعت سے پڑھ گیا یا تنہا اگر جماعت سے پڑھے تو سنت موکدہ قطعاً
 پڑھے یعنی بلا غدر انکو ترک کرنے کا اختیار نہیں اور اگر تنہا پڑھنا چاہتا ہو تب بھی ایک روایت میں یہ حکم ہوا اور ایک آیت میں اسکو اختیار ہوا اسلئے ماتن نے
 کہا کہ اگرچہ منفرد ہی پڑھے تاہم سنتیں پڑھے صحیح ترقول کے بموجب شامی نے کہا انص شرعی میں جب تغیر و منفرد و جماعت کی مہینیں تو احوط یہی ہے کہ اختیار ترک کا
 مطلقاً نہ ہو ان اگر وقت کے جانے کا خوف ہو تو انکو ترک کر سکتا ہو ثم قول الدر و ان فائتم الحاقہ مشکل یہاں مقتدی پس پھر قول در کا اگرچہ فوت ہو جائے
 نمازی کو جماعت مشکل ہو اس مسئلہ سے کہ گذرا سوا اسکو خوب سوچ لے یعنی پیشتر بیان ہوا کہ جب کو ایک کثرت فجر یا ظہر کے نکلنے کا خوف ہو وہ سنتیں فجر یا ظہر کی
 ترک کرے تو اب یہ کیسے کہ سکتے ہیں کہ سنتوں کو پڑھے اگرچہ اسکو جماعت نے جیسا صاحب نے کہا ہر ہم یہ اعتراض ماتن نے اپنی شرح منہ انعام میں کیا ہوا و واقع میں
 اعتراض نہیں بلکہ در کی عبارت کا مطلب غلط سمجھ لیا ہوا اس کے شروع کو خیال نہیں کیا اس میں سالیوں لکھا ہوا کہ ایک شخص کو جماعت فوت ہو گئی اسے فرض تنہا پڑھنے چاہا
 تو پیشتر سنتیں پڑھے یا نہیں بعض مشائخ نے کہا کہ نہ پڑھے اسلئے کہ سنتیں بیہوت پڑھی جاتی ہیں کہ فرض جماعت سے پڑھی جائیں مگر اصح یہ ہے کہ سنتیں پڑھے اگرچہ جماعت
 اسکو نفل ہی ہے نہ فرض صاحب منہ لافان نے اسکا مطلب سمجھ لیا کہ سنتیں ادا کرے اگرچہ ادا کرنے سے آگے کو جماعت نے حالانکہ اسکا مطلب تھا کہ کو جماعت اس سے فوت ہو گئی تو
 گذرا ہم سنتیں پڑھے کذا فی الشامی بقدرت و لو اقتدی بامام راہ فوق حق دفع الامام لاسد لم ینزل الموقتہ لکن المشاد کہ فی جزمیت
 لکن شرط و لم یقل فیكون مسبوقاً فیاتی بعد فراغ الامام بخلاف ما لو ادرک فی القیام دلیہم کہ مع قائم یصیر مد کا لہا فیكون لاحقاً فیاتی بعد
 قبل الفسار اور اگر اقتدا کیا نمازی نے پیچھے امام رکوع کرنے والے کے اور وقت کیا یہاں تک کہ اٹھا لیا امام نے اپنا سر تو مقتدی مذکور نے اس کثرت کو نہیں پایا
 اسلئے کہ کثرت ایک جز میں کسی کثرت کی شرط ہوا و غیر میں لگی تو مقتدی اس صورت میں سبق ہو گا یعنی اس کثرت کو امام کے خارج ہونے کے بعد پڑھے بخلاف اس
 صورت کے کہ اگر امام کو قیام میں پایا اور وقت کیا اور اسکے ساتھ رکوع کیا تو وہ اس کثرت کا پانے والا ہو گا یعنی مقتدی مذکور اس کثرت کے حق میں لاحق ہو گا تو پھر
 امام کے خارج ہونے کے بعد پڑھے یعنی پہلے اسکو ادا کرے پھر متابعت امام کی بقیہ نماز میں کرے اور چونکہ سبق کے مسئلہ میں بعد الفرائع کہا تھا اسکی مناسبت سے یہاں بھی قبل
 الفرائع کہد یا حاصل یہ کہ اقتدار کثرت ملنے کے حق میں ابتداء اسبقیت ثابت ہوتا ہے جب کوئی قصد قیام کا لے یا رکوع کا تو پہلی صورت میں جو قیام میں شرکت
 ہوئی نہ رکوع میں اسلئے سبق ہوا اور دوسری صورت میں اقتدار ثابت ہو گیا اگر رکوع میں ساتھ نہینے سے لاحق ہو گیا کذا فی الشامی مختار و مقتدی لمرید دلتہ الرکوع مع

اجتہاد المتابعۃ فی المسجد تبین وان لم یحسب اثم فاقصد بقرکعہ او بجہاد ویکسب سئل عن من شہد فی رکوع امام کے ساتھ نپایا تو واجب ہی امام کی نسبت
 وولون سجودون میں اگرچہ یہ دونوں سجدہ اسکے حق میں شمار نہ ہوں گے یعنی اگر کو پوری کھوت ہو وولون سجودون کے پڑنے کی اور فاسد نہ ہوگی نماز ان کو صحیح ہوگا
 ترک سے ہم بعض نواقض جب رکوع نہیں ملتا تو نیت پور دیتے ہیں کہ دوسری کھوت سے شریک ہونے کی سیلے بات نہ آگاہ کر دیا اگر رکوع نکلے تو اقتدا صحیح ہو گیا امام کی متابعت سجدہ
 میں واجب ہو گیا وکیلے ذکر کرنے سے نماز فاسد نہ ہوگی فلو لم یعد رکوع الکعبۃ ولم یتابعہ مکنت اذا سلم کا تمام مقام الیہ بولکعبۃ فصلتہ تمام وقت رکوع وکعبۃ الیہ
 پھر اگر مقتدی نے رکوع نپایا اور امام کی متابعت سجود میں نکلے ہو گیا امام نے سلاطین کو اٹھنے کی کھوت پڑھ لی تو نماز اسکی پوری ہو اور اگر ترک ہو گیا
 یعنی شروع اقتدا میں متابعت امام کی سجود تک اندر واجب تھی اسکا تارک ہو گا کذا فی الترمذی وادکم قبل کا تمام خطبہ امام خیمہ صمد لکن عدم وکعبۃ حتی یما
 ان حق کا تمام قدر العرض اور اگر مقتدی نے رکوع کیا امام سے پیشتر پھر امام نے شکو رکوع میں جا لیا تو مقتدی کی رکوع درست ہو گا اور کعبہ تحریمی پہلے رکوع
 کرنا اگر امام مقدار فرض پڑچکا ہو کعبہ تحریمی اسوجہ ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رکوع ابی سجدہ مجھے بیطاعت کرو اور ایک حدیث میں فرمایا کہ جو شخص امام سے پہلے
 رکوع کرنا ہو یا بنا لڑکھانا ہو شکو یغوث نہیں کہند انکے اسکا سر کہیں گدھے کے سر سے تبدیل ہے اور مقدار فرض سے مراد قرات واجب پڑھنے امام تین آیت میں
 پڑھ چکا ہو اسوقت مقتدی اس سے پہلے رکوع کرے کہ کذا فی الطحاوی ویکسب سئل عن من شہد فی رکوع امام کے ساتھ نپایا تو واجب ہی امام کی نسبت
 انہ کے رکوع کیا یا مقتدی نے اسوقت رکوع کیا کہ ہنوز امام نماز میں ہے اور پھر ایمان اسکا خدا میں ہر ہم یعنی اگر مقتدی نے دوسرے کے رکوع اور امام نے اہل ایک ہی کیا پڑھو
 اگر فی الشامی وکعبۃ اللہ تم قرآن بعد وکعبۃ اللہ فی کعبۃ اللہ وکعبۃ اللہ عن التائیدہ وتمام الخ لہذا اگر مقتدی نے سجدہ کیا دوبار اور امام پہلے ہی سجدہ
 میں ہو تو مقتدی کو اسکا سجدہ دوسرے سجدہ کافی ہو گا اور پھر ایمان اسکا خدا میں ہر ہم یعنی اگر مقتدی نے دوسرے کے رکوع اور امام نے اہل ایک ہی کیا پڑھو
 کا دوسرا ہی وہ ہے نیزین شکو یغوث دوم کا اعادہ واجب ہو ورنہ نماز فاسد ہو جائیگی کذا فی العبد

باب قضاء الغوات

یہ باب پر احکام قضا پڑھنے فوت شدہ نمازون کا لم یقل لمتر وکات فظنا بالمسلمین خیرا اذا التاخر بلا عدل کیہ لہذا فی الغوات واجب مستغنیہ فوت
 ستر وکات نہ ہو وکعبۃ بتیری کے گمان کرنے کے مسلمانوں پر کیونکہ نماز میں بدولت عذر تاخیر کرنا گناہ کبیرہ ہو کہ وہ نہیں ہوتا قضا پڑھنے سے بلکہ وہ ہوتا ہی کہ نہ عراج
 کرے ہم اپنی اگر تر وکات قضا تو چھوڑی ہوئی نماز میں اور ہوتی جگہ نماز کسی چھوڑ دیا جان بوجھ کر اور چونکہ جان بوجھ کر نہ پڑھا گناہ کبیرہ تھا اسلئے غوات کہانی جو نماز میں گناہ
 کہ نہیں دانتے نہیں چھوڑیں اور حج سے گناہ کبیرہ کا دوسرا نہیں فعل کیے بوجیب رکوع مقبول سے گناہ کبیرہ دور ہو جاتا ہو چاہی کہ تالیح میں آویگا کذا فی الطحاوی ومن اللحد
 صفوان القابل موت اولی کا علیہ الصلوٰۃ والسلام لہذا آخر ہمارے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو دشمن کہ ہونا اور قضا دانای جنال کا سچے کے مرنے سے اسلئے کہ آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم نے دشمن کے عذر سے تاخیر نماز کی خواہی جنگ خندق کے دن ہم نبی میں خندق گھوڑی شس فرجا نماز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اوقات معینہ پر نہ ہوتی
 یہاں تک کہ پھر لگ گئے اسلئے حضرت بلال کو ارشاد فرمایا انھوں نے اذان کہی پھر تکبیر کی اپنے لہر کی نماز پڑھی پھر تکبیر کی پھر پڑھی پھر تکبیر کی پھر پڑھی پھر تکبیر کی
 اور شاہ پڑھی اس سے معلوم ہوا کہ دشمن کے محاصرہ کرنے سے نماز میں تاخیر درست ہو کذا فی الطحاوی شایع قبل شرح ہوساں اپنے پندہ مطلق میں بھی بیان کرتا ہے ثم کذا لہ
 فعل الراجح وقتہ بالعبادۃ قضا بالوقت یکراد ان عندنا بوقتہ عند الشافعی پھر لو کہے میں ہیں کہ وجب اسکے وقت میں کرنا اور جب تکھیر کرنے کے وقت کے ہند
 اور ہوگی ہمارے نزدیک ایک کھوت وقت میں چھوڑے اور امام کی امام شافعی کے نزدیک یعنی یہ ضرور نہیں کہ اولین نماز یا امام واجب وقت کے اندر ہو بلکہ حقیران رکوع
 نماز کی تحریم اگر وقت میں ہوگی تو وہ نماز اور ہی ہوگی اور امام شافعی کے نزدیک ایک کھوت وقت میں چھوڑے اور امام شافعی کے نزدیک ایک کھوت وقت میں چھوڑے اور امام شافعی کے
 لعل لکم صلۃ اذیت تم کل اکلہ التحریم تعاد وجوب الی وقت وانما بعدہ فاقصد لہا اولعاہدہ یہ منی میں کوشل وجب کھوت واجب میں تا سبب کمال کے حکم کا حکم

باب قضاء الغوات

ترتیب اس لیے کہ فقہ کا قول ہو کہ نماز ادا کی جائے کہ اہمیت تحریمی کے ساتھ وہ اعادہ کی جائے یعنی اس کا اعادہ واجب ہر وقت کے اندر اور بعد وقت کے تو اعادہ واجب ہر
 شامی نے کہا کہ تعلیل شایع کی تعلیل ہر اس لیے کہ اس سے نہیں معلوم ہوتا کہ جو نماز فاسد ہو اس کا اعادہ کیا جائے حالانکہ تعریف میں غیر فاسد مذکور ہوا ورنہ یہ اعادہ
 خاص ہر وقت کے اندر بلکہ خود تصریح کر دی کہ بعد وقت کے بھی اعادہ ہوتا ہر دوسرے یہ کہ تفصیل اعادہ کے واجب ہونے کی وقت میں اور سخت ہونے کی بعد
 وقت کے صرف یہ دلیل ہو جو الرائق کی حجت سے شایع نے ذکر کی ہو حالانکہ خیر الدین ربلی نے علامہ مقدسی سے نقل کیا ہو کہ واجب ہر کہ جو الرائق کے اس قول پر عمل
 کیا جائے کیونکہ فقہ کا قول ہو کہ نماز اہمیت تحریمی کے ساتھ ادا کی جائے اس کا اعادہ لازم ہو اس سے معلوم ہوتا ہو کہ اعادہ خواہ وقت کے اندر ہو یا بعد وقت کے واجب
 میں واجب ہو اور یہی قول راجح ہو والقضاء داخل الذی واجب بعد وقتہ وإطلاقہ علی غیر الواجب کالتی قبل الظہر اہمیت کے یہ معنی ہیں کہ واجب کو اس کے وقت
 کے بعد کرنا اور غیر واجب پر قضا کا بولنا جیسے ظہر کے بیشتر کی سنتوں پر قضا کا کرنا مجاز ہو یعنی قضا صرف فرض واجب کی ہوتی ہو اور سنت پر قضا کا بولنا مجاز ہو بضیقہ
 الترتیب یکن الفرد حتی الخمسة والواحد اداء وقضاء لازم یفوت الجواز بفوته الخیر المشہور من نام عن صلوٰۃ وہی ثبتت للفرض التلی ترتیب در میان
 پانچوں فرض اور وتر کے ادا میں اور قضا میں لازم ہر وقت ہوتا ہو صحیح ہونا فرض و وتر کا ترتیب کے فوت سے پس جب خبر مشہور من نام عن صلوٰۃ کے اور اس حدیث
 سے ثابت ہوتا ہو ترتیب فرض علی ہونا ہم ترتیب صدر الشریعہ نے فرض کیا ہو اور جو حکمین مطاوعہ حرام میں واجب اور چونکہ فرض اکثر اعتقاد ہی کو بولوا کہ کہتے ہیں اور ترسہ ستر
 عملی ہو اور شرط حقیقی بھولنے سے ساقط نہیں ہوتی اور ترتیب ساقط ہو جاتی ہو اور واجب کے فوت سے صحت فوت نہیں ہوتی بخلاف ترتیب اس لیے صحت لازم کیا
 تاکہ الفاظ عام ہوں شایع نے لزوم کی دلیل اس حدیث کو بتایا کہ یومی یطرح ہو جو کوئی سو جاوے کسی نماز سے یا بھول جائے اور اس کو بدل جائے مگر اس وقت کہ وہ تمام کے
 نماز پڑھا ہو تو چاہیے کہ اس جماعت کی نماز کو پڑھ لیا جائے اور اس کے بعد اس کو پڑھ جائے جس کو یا د کیا تھا پھر اس کا اعادہ کرے جس کو امام کے ساتھ پڑھا تھا حتیٰ فتح اللہ برین کہ اس کا
 دعویٰ اس کے مشہور ہو نیکیا ناقبول ہو کیونکہ اس کے مرفوع ہونے میں بھی اختلاف ہو کہ بعض مقوف کہتے ہیں جب اس کے مشہور ہو کہ انی اشامی وقضاء للفرض والواجب
 والسنۃ فمن عن دو واجب وسنة لفت ولفظ مرتب اور قضا کرنا فرض اور واجب اور سنت کا فرض اور واجب اور سنت ہر شایع نے کہا اس عبارت میں لفظ ولفظ مرتب
 ہر بیسی فرض قضا کرنا فرض ہو اور واجب نماز فوت شدہ کی قضا واجب ہو اور سنت کا قضا پڑھنا سنت ہو اور واجب نماز جیسے نہر کی یا جس نفل کو شریعہ کے توڑ دیا ہو
 یا وتر امام کے قول پر کذا فی الطحاوی تصحیف و جمیع اوقات العہد قت للقضاء لا اللہ للہذہ کا حکم اور یہاں وفات عمر کے وقت میں قضا پڑھنے کے لیے جو چیزیں مقنون ہیں
 کیے ہوئے کے جیسا کہ گذشتہ بیان میں اوقات نماز میں بیان ہو چکا ہو کلاطو غروب اور ہوا کے وقت میں نماز کر دے بخیر ہو اور سوالان تین وقتوں کے اور وقتوں میں قضا نماز صحیح
 اگرچہ اوجہ صبر کے ہو مگر محض تفریح علی اللزوم فجر من تذکرہ انہ لم یوجہ لوجودہ عندہ الا استثناء عن اللزوم فلا یلزم الترتیب اذا احتاد الوقت
 المستحب حقیقہ اذ لیس من الحکم تقویٰ الیقین لکن دار الفائزہ میں نہیں جائز ہر نماز شخص کی جس کو یا د ہو الا سنتے وتر نہیں پڑھی بسبب واجب ہونے
 وتر کے امام کے نزدیک شایع نے کہا کہ یہ تعلیل ہر لزوم ترتیب پر در میان فرض اور واجب کے کہ جب تک ہو جائے وقت تحلیف میں نماز ہی کے گناہین میں یہ صورت لازم
 ترتیب خارج ہو میں ترتیب نہ ہوگی کیونکہ حکمت کی بات نہیں فنی نماز کا فرض کر دینا واسطے تدارک فوت شدہ کے ہم نہ جائز ہونے کے یہی کہ نماز فجر کا فاسد ہونا ملتوی ہو گا
 چنانچہ آگے آدھکا اور وقت کے تنگ ہوجانے سے یہ غرض کہ اگر فوت شدہ نماز کو پڑھا ہو تو وقت سخت فنی کے لیے نہیں رہتا مثلاً عصر میں آفتاب دھرجانا ہو تو
 صورت میں ترتیب ساقط ہو جاتی ہو کیونکہ فنی کو ناکثہ کر دینا اور ناکثہ کو اکرانے میں کچھ حکمت نہیں دلو لہو کسب الوقت کل الفوائت فاکم حرج جواز الوضوء محبتی
 اور اگر وقت گناہ نش کرنا موجب فائزہ نمازوں کے لیے تو صحیح ترین ہونا فائزہ کا ہونا فنی ہی صورت اس کی یہ کہ مثلاً ایک شخص کے وہ نماز عشاء میں وتر ہو اور
 صبح کا وقت آتا ہو کہ میں وتر ادا نماز صبح ہو سکتی ہو تو فقہا نے اسکو ترجیح دی ہو کہ جب تک وتر نہ پڑھ لیا صبح کی نماز درست نہ ہوگی اور عشاء میں صبح اسکو ٹھہرا کر
 کہ صبح کی نماز جائز ہوگی کذا فی الجلی فیہ رطل من علیہ الحشا صیوق وقت الخیر فضلا ہا وہیہ ستر بکر فی الطحاوی وغیرہ کچھ بھی ہیں کہ

تو یہ بھی نسیان میں نفل ہو چنانچہ صاحب بحر الرائق نے انکوں نسیان سے نفل کیا ہے پس یہ سقوط ترتیب کے وہی نہیں ہے جو متن الوصل کے لئے ہے۔ لیکن وقت کا نیک نام اور بھولان اور نفل کا
چھوڑنا یا دھونڈنا نفل کی شامی و کلا حیح لزوم الترتیب بعد سقوطہ بکثر تھا اے الفرائض یعود للفرائض الى القلہ بسبب القضاء لبعضها على المعهود
لان المساقط لا يعود اور وہ نہیں کہ نماز دوم ترتیب کا بعد ساقط ہو جانے کے فرائض کی ترتیب سے یہی ہو جانے فرائض کے مائل کی باعث قضا پر لینے بعض فرائض
فہم بتجدید و جو عود کی نفل یہ ہر ساقط چیز و عبادہ نہیں کی تھم صورت اسکی یہ ہر کوئی مثلاً ایک شخص کہ دو سال ہجری کی نمازین قضا میں تو ظاہر ہر کہ لزوم ترتیب ان فرائض کی وجہ سے
ساقط ہو گیا اب اس شخص نے ان نمازون کو قضا پڑھنے پڑھنے چھ نمازون تک کر دیا یہاں تک کہ مثلاً ایک ہی فائزہ اس کے ذمہ رہی تب بھی لزوم ترتیب عود نہ کر گیا یعنی
اس نماز باقی کو یاد کر کے اگر کوئی نماز پڑھ گیا تو نماز وقتی جائز ہوگی اور عید کی قید اسلئے لگا کہ غیر عید قبل یہ ہر کہ جب فرائض چھ سے کم ہو جائیں تو ترتیب عود کرانی ہر اور
اسی قول کو بدلایہ میں پسند کیا ہر اور کافی میں اسکو رد کیا ہر اور محیط اور علاج اور کافی میں فتویٰ اول قول پر ہر اور بعض کے قضا پڑھنے کی قید اسلئے کی کہ اگر کل کی قضا کر لگا اور ایک
نماز بھی اس کے ذمہ رہی تو سب کے نزدیک صاحب ترتیب ہو جائیگا چنانچہ فتائی نے اسکو نفل کیا ہر کوئی نفل کی شامی و کلا حیح لزوم الترتیب بعد سقوطہ بعض
المسقطات السابقة من النسيان والصحيح حتى لو خرج الوقت في خلال الوقتية لا يفسد وهو مؤيد هذا لا صح محض
اور طرح عود نہیں کرنی ترتیب بعد اس کے ساقط ہونے کے کسی گزشتہ ساقط کرنے والی چیز دن کی وجہ سے یعنی بھولنے اور تنگی وقت کے سبب ترتیب ساقط ہو جائیگی تب بھی عود
نکر لگی یہاں تک کہ اگر وقت جائز ہو گیا درمیان وقتی کے تو نماز وقتی فاسد نہ ہوگی اور نمازی لدا پڑھنے والا ہو گا یہی صحیح تر ہو گا نفل کی وجہ سے تنگی وقت کے باعث ترتیب ساقط
ہو کر اگر وقت جائز ہو گیا تو ترتیب عود نہ کر لگی یہاں تک کہ اگر وقتی کے پڑھنے کے درمیان وقت جائز ہو گیا تو فاسد نہ ہوگی کیونکہ ترتیب ساقط نہ ہوگی کیونکہ ترتیب ساقط ہوگی
اور نہ نماز وقتی لدا ہوگی نہ قضا ایسا ہی نسیان سے ساقط ہو کر پھر عود نہ کر لگی اور بعض فقہاء کے نزدیک جتنی نماز وقت میں ہوگی اس قدر لدا ہوگی اور جتنی وقت سے
خارج ہوگی وہ قضا ہوگی اور ایک قول یہ ہر کہ قضا ہوگی مگر اصح یہ ہر کہ لدا ہوگی کہ نفل لفظ اسی مختص لکن في النسخة السراج عن الدراية لو سقط للنسيان
والصحيح ثم تذكر وتسسم الوقت يعود اتفاقا أو نحوه في الاستدلال وفي بيان المساقط لا يعود فليحذر ليكن من الاتفاق ودرایہ سے ہر
کہ اگر ترتیب نسیان اور وقت کی تنگی سے ساقط ہوگی پھر اسکو نماز فائزہ یاد ہوگی اور وقت میں گنجائش ہو تو ترتیب عود کر لگی بالانفاق اور نفل اس کے ہر شاہد میں اس قاعدہ
کے بیان میں کہ ساقط چیز و عبادہ نہیں کرتی تو اسکی تنقیح کرنی چاہیے ہم نتیجہ یہ ہر کہ وقت کی تنگی میں خلل لفظی ہر کیونکہ مجتبیٰ میں عدم عود کی تصریح اس صورت میں ہر کہ وقت
نفل گیا ہر اور درایہ میں عود کی تصریح اس صورت میں ہر کہ وقت میں گنجائش ہو دو لون کو جمع کر سکی کہ تو دو لون لون میں کچھ منافات نہیں اور سب طرح بھولنے کے بعد یاد کر لگی
صورت مجتبیٰ میں اس پر محمول ہر کہ نماز پڑھنے کے بعد فائزہ یاد ہوئی ہو اور درایہ میں اس پر محمول ہر کہ نماز وقتی کے خارج ہوئے پھر پیشتر یاد ہوئی ہو کہ نفل لفظی و فساد اصل الصلوة ہر
الترتیب وقت عند الاستغناء سواء ظن وجوب الترتیب لكان انكرت وصاوت الفوايد مع الفاكسة سنا ظہر صحیحاً خارج وقت تھا
التجھ ماکسہ الفرائض لادخ محفل وقت الشك ستر غیر شرط کلام لو ترك فخر يوم واذى باق صلواته انقلب صحیحاً بعد طلوع الشمس
اور فاسد ہونا وصف نماز کا سبب چھوڑنے ترتیب کے ملتوی ہر امام ابو حنیفہ کے نزدیک برابر ہر کہ نمازی نے وجب ہو تو ترتیب کا نفل کیا ہو یا نہیں پس اگر بہت ہو جائیں یا در
نمازین کچھ فساد وقت ہر فائزہ کے ساتھ ملکہ چھ ہر جائیں تو ظاہر ہوگی صحت ان یا نفل کی یا نفل نماز کے نکلنے کے وقت پر جو شمار میں جی ہر نمازون سے اسلئے کہ نفل ہونا
چھٹی نماز کے وقت کا شمار نہیں کیونکہ اگر ایک شخص نے کسی روز کی فجر پڑھی اور باقی نمازین اس دن کی الگ پھر کر دیا کہ تو یہ نمازین دوسرے دن آفتاب طلوع ہونے پر صحیح
ہو جائیگی ہم نے اگر دخول وقت چھٹی نماز کا شرط ہوتا تو دوسرے دن کو الگ کر دیا صحیح ہوتی شامی نے لکھا کہ شامی نے یہی بتیہ نہ الفرائض فساد اصل کہا حالانکہ امام کے نزدیک
اصل نماز کا شمار نہیں ہوتی بلکہ وصف فاسد ہو جاتا ہر یعنی نماز فرض نہیں ہوتی نفل ہو جاتی ہر تو بہتر تھا کہ شامی اصل کی جگہ وصف کیا چنانچہ شرح نے ترجمہ وصف کا
کیا ہر اور صاحب ترتیب نے ایک فساد وقت نہیں ہر ہاں بلکہ امام محمد کے نزدیک اصل ہو وصف دو لون قطعاً فاسد ہو جاتے ہیں و امام ابو حنیفہ کے نزدیک عود نفل

ہو جاتا ہو دوسرے یہ کہ سادہ ستہ الفرائض کہنا مناسب نہیں بلکہ سادہ ستہ الصلوٰۃ درست ہے اس لیے کہ کچھ باپ بچہ کو جمع کرنا نہیں ہوتا کی کذا فی الخطا دی کہ جان لو نقص ستہ کہ کچھ
 حصہ تا بل تصدیق لفظ کذا فیہا یقال صلوٰۃ نقص ہے حصہ دوسری تقدیر خمساً اور اگر کسی نماز میں بہت نہ ہو یعنی چھ نہ ہو جائیں تو ان نمازوں میں بچہ بچہ کی
 فرضیت ظاہر نہ ہوگی بلکہ ان میں سے جو بچہ بچہ کیلئے اگر نماز متروکہ ہو تو دوسرے کے وقت میں بعد نماز یا قبل نماز طلوع سے پیشتر پڑھیں گے تو جو نماز میں ہوں وہ اس وقت میں پڑھیں گے تا کہ سادہ ستہ
 یعنی ان میں سے جو بچہ بچہ کیلئے اگر نماز متروکہ ہو تو دوسرے کے وقت میں بعد نماز یا قبل نماز طلوع سے پیشتر پڑھیں گے تا کہ سادہ ستہ ہو جائے گی اور اگر نماز متروکہ ہو تو دوسرے کے وقت میں بعد نماز یا قبل نماز طلوع سے پیشتر پڑھیں گے تا کہ سادہ ستہ
 دوسری نماز یا چھ فرض کو فاسد کرتی ہو ہم جواب اس میں کہ یہ ہر نماز فائزہ ہو کہ اگر اس کو یا بچہ نماز پڑھنے کے بعد اس کے وقت تکنے سے پیشتر قضا کر لیں گے تو یا بچہ نماز میں فاسد
 ہو جائے گی اور اگر وقت تکنے کے بعد پڑھیں گے تو یا بچہ نماز میں فاسد ہو جائے گی اور دوسری نماز اس لیے کہ اس کے وقت تکنے کے بعد پڑھیں گے اور نہ تحقیق میں ایک ہی نماز پڑھ کر
 صحت کا بار وقت کے تکنے پر تو نماز کو صحیح کہتے ہیں شائع سے سماعت ہوئی کذا فی اشامی ولغات وعلیہ صلوات خاصۃ داود علیہ السلام علی کل صلوٰۃ
 نصف صاع من برکات الفضلہ اور اگر ایک شخص نماز کے ذمہ نمازین فوت شدہ ہیں اور وصیت کی کفارہ دینے کی دیا جائے نہ نماز کے لیے اور حاصل کیوں باوجود
 فطر کے ہم نہیں کہ وہ حاصل کیوں یا اتنا یا ستوا یا ایک صاع جو وہ چاہے یا اتنا یا ایک قیمت دیوے اور وصیت کرنی اس شخص کے لازم ہوگی اگر وہ فاضلہ فرائض کے اوپر اور ادا کی اور
 صاع کا بیان فطر کے ذکر میں لکھا جائیگا انشاء اللہ تعالیٰ کذا فی اشامی ولغات وعلیہ صلوات خاصۃ داود علیہ السلام علی کل صلوٰۃ نصف صاع
 بخلاف ذلک فمفقیر یتیم یدفعہ الفقیر للفقار ذلک وشم حتی یاتم ایسا ہی حکم ہو تو اگر روزہ کا یعنی ان میں سے ہر ایک کے عوض صدقہ فطر کے مانند دینا
 چاہیے اور یہ کفارہ میت کے مال کی تہائی سے دیا جائے اور اگر میت نے کچھ مال بچھوڑا ہو یا اتنا ہو کہ سب نماز کے کفارہ ہو کافی ہو میت کا وارث یتیم میر کے نصف صاع
 کیوں نہ تھا تو فرض ہے اور اس کو فقیر کے حوالہ پر فقیر وہ کیوں نہ ہو وارث کو ہر سب کے سوا وارث پھر فقیر زید سے پہلے جاتی بار داد ستہ ہو کہ کفارہ تمام ہو جائے یہ جلیلہ ام کا کہ
 جو اس نام میں اسقاط کے نام سے مشہور ہو یا ہو اور اہل ہند اس باب میں اہل یہ جلیلہ استعمال کرتے ہیں کہ عمر کے روزہ کا حساب کر کے کفارہ کا نقد رقم لیا یا انج
 معلوم کر لیا پھر فقیر کو وہ نقد یا غلہ زبانی دے کر اپنے ذمہ فرض لیا ہے اس کے اس فرض کی عوض ایک قرآن مجید فقیر کے حوالہ کرتے ہیں اور یہ اسقاط وارث کے ذمہ نہیں
 شیعہ ہر اگر اس طرح کا تبرع خالی تکلف سے نہیں دلو قضاھا ذلک شتہ یا مراً لہم حتی لا یاتم ایسا ہی حکم ہے بلکہ بخلاف الخ لا یقبل النیاب بھلا اور اگر
 نمازین فوت شدہ کو میت کے وارثوں نے اس کے حکم سے قضا کر چکا ہو اس کی طرف سے درست نہ ہوگی اس لیے کہ نماز عبادت رب بنی ہے ہر تکلف کو حکم ہو کہ اپنے بدن سے اس کو بھالا
 دے کہ اگر کرنے سے ادا نہ ہوگی بخلاف حج کے اس لیے کہ وہ نیابت کی ذریعہ ہے اور ایسے وارث کے حج کرنے سے فرض میت کے ذمہ سے ساقط ہو جاتا ہے اگرچہ میت اس کی وصیت
 نکلی ہو کیونکہ حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کو اس کے مردہ باپ کی طرف سے حج کی اجازت فرمائی تھی کذا فی الخطا دی ولوا دی الفقیر اقل من
 نصف صاع لہم حتی لو اعطاک الکل جائزہ اور اگر وہ وارث نے فقیر کو کتر صاع سے جو جائز ہو گا اور اگر سب غلہ اس کو دے دیا تو درست ہو ہم یعنی صدقہ فطر سے کفارہ
 میں اشیاء ہر کہ نصف صاع سے کم ایک فقیر کو فطرہ درست ہو اور کفارہ نماز روزہ کا درست نہیں اور کفارہ میں ان ظہار اور انظار میں عدد شرط ہے ایک کو سب یا درست نہیں
 کذا فی اشامی ولوا فدی عن صلوٰۃ فم صدقہ کا یہ بخلاف الصوم اور اگر فدیہ دیا میت اپنی نماز سے اپنے مرض موت میں تو صحیح نہ ہو گا یعنی اس پر واجب
 کہ وصیت کر جائے بخلاف روزہ کے کہ اگر مرض موت میں روزہ کا فدیہ دیوے تو درست ہو لیکن اس کی صحت بذریعہ نیابت ہوگی کذا فی الخطا دی ہی بخلاف تاحیر الفوائض
 اور وصیت علی الفقیر اعذر السعی علی العیال و فی الحولیم علی الاصلہ اور عبادت رب یا توخیر کرنا فوت شدہ نمازوں کا اگرچہ واجب الیقوت ہوتی ہیں لیکن کما فی
 عیال کے لیے اویسی کرنے کے اپنی حاجتوں میں صحیح تر قول کے بموجب بہت سے فائزہ جن سے ترتیب قضا ہو جاتی ہو ان کو اگر ذریعہ فرزند کے لیے لکائی کیونکہ یا اور کسی حاجت باعث
 تاخیر کے تو جائز ہے تو بچہ کام سے جسد فرغت کے فقیر قضا کر لے اس کو چھوڑنا چاہیے کذا فی الخطا دی و صحیح الثلاثہ والذکر و قضا و وجہ صحت
 مویست و ضیق الحولانی کذا فی المجتبی اور صدقہ تلاوت یعنی نماز سے خارج تلاوت کا اور نہ رطلق اور رمضان کی قضا وسعت دیکھی ہے یعنی ان میں

تو اسکو ہر نہ کرے و اللہ اعلم ہم شامی نے کہا کہ اگر خدا ہر قضا نامہ کا اعلان کر کے پڑھنا مکڑہ نہ تخریبی ہو

باب سجد السجود

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ باب ہو سو کے سجود کے بیان میں منہ اصنافہ للحکم السبب سجد سو کی اصناف از قبیل اصناف حکم کے ہر طرف اس کے سبب ہم اس پر شکال ہو کہ حکم تو جو
 نہ ہو کہ نا تو اس کا جواب یہ ہو کہ یہ اصناف بتقدیر مضان ہو یعنی اصل میں وجوب سجد سو پر کذا فی الشامی دادہ کہ بالقولین کہ نہ کہ احصاء اصناف اور سو کو قوت
 کے متصل اس لیے بیان کیا کہ سجدہ سو واسطے دستی اس امر کے جو نماز میں فوت ہو گیا جیسے قضا پڑھنا نماز کا اس ناز کی اصلاح ہو چکا وقت جانا نماز و التمسک
 الشک و احد عند الفقہاء و الظن بالعلف والرحم واللوم للظن الملیحوم اور سو اور نیان اور شک ایک خیر میں فقہاء کے نزدیک و طرف غالب ہو اور ہم
 طرف مغلوب کا نام ہم نے حکم کے اعتبار سے تینوں میں فرق نہیں بجز الراتق میں کہ کہ لغت کی راہ سے نیان اور سو میں کچھ فرق نہیں و لون کے معنی یہ ہیں کہ نہ
 یاد آنا خیر کا حاجت کے وقت اور شک کے معنی یہ ہیں کہ کسی چیز کے ہونے یا نہ ہونے میں تردد کرنا بد و ن ترجیح کسی جانب کے اور اگر کسی جانب کو ان و لون میں ترجیح ہو تو اسکو طرز
 کیف کے اور دوسرے کو دوم و جمع و جمع میں ہو کہ سو اسکو کہتے ہیں کہ معلوم چیز سے غفلت ہو جائے یعنی ارنی تنبیہ سے اس پر آگاہ ہو جائے اور نیان معلوم بات کے بالکل
 محول جانے کو کہتے ہیں کذا فی الشامی سجدہ بعد سلام و احد عن عینہ فقط کہ نہ لکھتے و دیکھتے التحلیل و ہذا صحیح جمع للجمع واجب ہیں نمازی پر و سجدہ
 واسطے سو کے فقط ایک سلام کے بعد اپنے داہنی طرف سے اس لیے کہ دہنی طرف کو سلام پھیرنا سو کے لیے پہلے سے چلا آتا ہو اور نماز کا حلال ہونا یا کسلا سے محال ہو جانا کہ
 اور یہی صحیح ترین کذا فی الجمعین المجنبی ہم سجدہ کا فاعل قول مانع کا سجدتان مع اپنے سطون کے ہو اور ایک سلام کے بعد سجدہ سو کرنا قول اکثر فقہاء کا ہو اور کس الامت اور
 صد الاسلام نے کہا کہ دو لون سلاموں کے بعد ہی سجدہ سو کرے اور دہانی میں اسکی تصحیح کی ہو و غیر الاسلام نے ایک سلام کو اختیار کیا یہ اگر سنا سے کی طرف نہ داسے کو سلیہ شائع
 ایک سلام طے کر چکا ہے یا صح کہ کذا فی الشامی مختصر الخطاوی نے کہا کہ نہ فقط تاکید ہو و احد کی اور وجہ وجوب سجدہ سو حدیث ثوبان کی ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
 فرمایا کہ جو شخص سو کرے نماز میں اسکو چاہیے کہ دو سجدے کرے و علیہ لوالی یسلیہ تین سقط عنہ السجود اور ایک سلام کے بعد سجدہ سو کرنے پر متفرع ہوتا ہو کہ اگر
 دو لون سلام پھیرے گا تو اس پر سجدہ سو ساقط ہو جائیگا ہم نے سلام اول و دہنی و ن کے لیے ہو اول حلال ہونا نماز سے دوم تحیت واسطے قوم کے اور دوسرے سلام صحت
 تحیت کے لیے ہو و شاید کلام کے ہوا اسوجہ سے اگر دوسرے سلام بھی پھیرے تو سجدہ سو نہ کرے کذا فی الشامی بیضاوی صورت میں تدارک سجدہ سو نہیں ہو سکتا نماز کے اعادہ ہو گا
 دو سجدہ قبل السلام جاز و ذکرہ تنزیہا عند ملائکہ جلد و نقصان بعدہ فی الزیادۃ فی اعتبار القات بالقاف و الدلائل بالذی اور اگر سجدہ سو کیا سلام
 پہلے تو جائز ہو اور مکروہ تنزیہی ہو اور امام المالک کے نزدیک پہلے سلام سے نقصان کی صورت میں اور بعد سلام کے زیادت کی صورت میں مستحب و نیک قات قبلت
 نقصان کے قات کے ساتھ اور وال بعد کی زیادتی کی دال کے ساتھ ہم نے اگر نماز میں واجب کی کمی ہو تو سلام سے پیشتر سجدہ چاہیے اگر زیادتی ہو تو بعد سلام کے کہتے ہیں
 کہ اربعین کی مجلس میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر نماز میں واجب کی کمی اور زیادتی دونوں ہوئی ہوں تو سجدہ سلام کے بعد کرے یا پہلے نام المالک کے پیر
 میں قرآن رکھے کذا فی الخطاوی سجدتان دیجیا ایضا لکھتے و سلام کہن سجدہ استہوی فہم الشہد و ن الفقہاء لقولہما بخلاف الصلیبۃ تارکھا و
 و کذا التلاویز علی المختار واجب ہیں دو سجدہ و نیز واجب ہو احتیاط پڑھنا اور سلام پھیرنا اس لیے کہ سجدہ سو و کرنا ہو احتیاط کے پڑھنے اور سلام کو نقدہ کو سجدہ سو
 ہونے قصہ کے یعنی قصہ و اخیر فرض ہو اگر سجدہ سو واجب ہو فرض کو نہیں تھا سکتا بخلاف سجدہ نماز کے کہ وہ احتیاط اور قصہ دونوں یکساں کر دیتا ہو اور اسطر
 سجدہ تلاوت ہو قول محمد بن ابی بکر قول یہ کہ سجدہ تلاوت مثل سجدہ سو کیسے نہ دونوں واجب ہیں اور وجہ قول محمد کی یہ ہو کہ ہر سجدہ سجدہ تلاوت واجب ہو مگر جبکہ قرأت کا
 تابع ہو و قرأت کرن ہو اس لیے اسکو بھی اسکا حکم ہو گیا کذا فی الجمعین شامی نے کہا کہ اس کے یہ معنی کہ بعد سجدہ کرنے کے حکم قرأت حاصل کرتا ہو و قبل سجدہ کرنے کے وجب ہی ہوتا ہو چاہے
 بالصلوٰۃ علی النبوت صلی اللہ علیہ وسلم و اللہ اعلم فی العقدہ اخیر فی المختار و قبل فی صما احتیاطا اور پڑھے و دہنی صلی اللہ علیہ وسلم پڑھنا و عاقبہ خیر میں سجدہ سو

تو مقتدی پر واجب ہے کہ پھر رکعتیں پڑھے اگرچہ پڑھ کر رکعتیں پڑھنے سے قیاسی کویت امام کے ساتھ نیکی لکھائی اشیاء وظاہرہ اللہ لولہ تعد بطریقہ قلت و
 کلام والظاہر لہما واجبتہ فی الواجب فرج فی الفرجین بخبر لنا فیہا سالہ جامعہ فرجہا اور ظاہر تعلیل سراج کا یعنی قہرہ کی متابعت کو فرض کرنے کا ہر
 اگر مقتدی خود نہ کرے نماز باطل ہو جائیگی لہذا فی الجہین کتابوں کے تعلیل میں کلام ہے اور ظاہر ہے کہ رکعت واجب ہو جب تک زمین پر فرض کا نہیں ہوا فی الجہین کتابوں کے
 باب میں ہا ایک سالہ جامعہ سراج کا ہر سالہ کو چھوڑ دیا جائے کہ فرض زمین کی متابعت کے فرض ہونے کے معنی کہ فرض کی ادائے اگرچہ بعد ادا کرنے کے امام ہوں امام کیلئے اور یہی
 اگر کسی زمین قہرہ کی نسبت بھی ضرور ہو لو سہا عن القعود لآخر کلامہ اد بعثہ عادی ویکفی کون کلامہ الجلسۃ قد را لکشیہ امام یقیدہا سجودہ
 لہذا فی الجہین کتابوں کے تعلیل میں کلام ہے اور ظاہر ہے کہ رکعت واجب ہو جب تک زمین پر فرض کا نہیں ہوا فی الجہین کتابوں کے
 ایک رکعت سے کم مقام ترک کا ہو اور عہدہ سو کرے واسطہ دیر کریشہ کے شایع ہے کہ کانی ہر دو دن جلسوں کا ہونا مقدار قیاس کے معنی نماز قہرہ خبر ہے
 پھر پڑھ گیا اور تھوڑا سا بیٹھنے کے بعد مثلاً کلام کیا تو اگر دو دن قہرہ کا بیٹھنا مقدار القیاس ہے اور اگر قہرہ کیا رکعت زائد کو سجدہ جان بوجہ کرے یا بھول کرے یا سجدہ فرض کے نظر
 وقت اس کے اٹھانے کے پیشانی کو امام محمد کے نزدیک اسی پر قیاسی ہے اسلئے کہ تمام ہونا چہرہ کا اس کے آخر پر ہوتا ہے یعنی امام ابو یوسف کے نزدیک سکر زمین پر بیٹھنے سے سجدہ ثابت ہو جاتا ہے
 اور امام محمد کے نزدیک سر اٹھانے سے تو زمین امام محمد کی ہوئی کہ سجدہ پر واجب ہو گا جب تک آخر ہو چکے گا ہم یہاں شایع نے غلط کر دیا کیونکہ ظاہر کلام شایع سے معلوم ہوتا ہے کہ امام محمد کی
 اس کے قائل ہیں کہ فرض نفل ہو جاتے ہیں بعد یا بخیرین رکعت کے سجدہ کا مالک لایا نہیں لکن نزدیک جب میں نے تو اصل تحریر یہ طالع ہو جاتی ہے اور اسلئے کہ وہ بن اختیار شیخ کی ہے تو بعد محمد
 صرف یہ متعلق ہو کہ سجدہ سر اٹھانے کے کامل نہیں ہوتا تو اطلاق سے اگر فرض اصل سے باطل ہو جاتے ہیں وقت سر اٹھانے کے سجدہ امام محمد کے نزدیک نفل ہو جاتا ہے نیز
 نزدیک فاسبقہ الحدیث قبل رفعہ تو خدا دینہ لا فاکہ دینہ سفۃ حقی قال یہ صلوات علیہا التحسین اگر پیش ہوا نمازی کو حدیث پہلے سر اٹھانے کے تو وضو کرے
 اور بنا کرے برخلاف ابو یوسف یہاں تک کہ انہوں نے فرمایا کہ عجیب ہے کہ فاسد ہو گئی اور حدیث نے اسکی اصلاح کر دی ہم صورت اسکی یہ کہ ایک شخص قہرہ خیرہ کو ترک کرے یا بخیرین رکعت کو
 اٹھا اور اسلئے ہی میں تھا کہ یہ وضو ہو گیا تو چونکہ امام محمد کے نزدیک اطلاق فرض کے لیے سجدہ سر اٹھانا شرط ہے اسلئے اس کے فرض میں باطل نہیں ہوئی تو وہ شخص وضو کرے قہرہ خیرہ
 کرے اور سجدہ سو کرے سلام پھر فرض پڑھے ہو جائیگی اور امام ابو یوسف کے نزدیک سجدہ کے لیے زمین پر سر رکھتے ہی فرض نفل ہو گئے تو اب بنا فرض نہیں کر سکتا اور آپ کا قول
 زہ بکسر الزمر سکون لکھنا فارسی ہو میں عجیب ہے یہ آپ اس وقت فرمایا کہ اس کے بعد اس کے امام محمد کا قول نقل کیا گیا اور غار کو فاسد یا تو اسلئے فرمایا کہ غریب امام محمد کے نزدیک
 بھی باطل ہو جاتی اگر نمازی سجدہ سے سر اٹھالیا یا اسلئے کلام ابو یوسف کے نزدیک فاسد ہو چکی اصل اعتبار سے فاسد کہ لکھائی اشیاء وکثرہ العیدۃ للامام حتی لو عاد
 ولم یعلم بہ الفوم حتی یسجد ذالہ یسجد صلوۃ عالم یتعلی والصحی دد فیہ یلغوا فی متصل ذلک الفعۃ الاخرۃ قید لکامسۃ مسجداً وکثرہ یسجد فرجہ
 اور اعتبار قیاسی طرف خود کرنے میں قبل یا بخیرین رکعت کے سجدہ کے امام کا ہر یہاں ترک اگر امام پھر گیا اور مقتدیوں نے اسکا بیٹھنا نہ جانا تا آنکہ انہوں نے سجدہ کیا تو انکی نماز فاسد
 نہ ہوگی یعنی ان کے فرض نفل نہ ہو گئے جب تک سجدہ ہو نہ سکی میں نہ کیا ہو گا اور اسی صورت میں یہ چستان پوچھی جاتی ہے کہ کونسا نمازی ہو جسے قہرہ آخر کا ترک کیا اور یا بخیرین
 رکعت کو سجدہ مقتدی بھی کر دیا اگر اس کے فرض باطل نہ ہو طحاوی نے کہا کہ یہ اس صورت میں ہے کہ امام رکوع کے بعد بیٹھا ہو کیونکہ اس صورت میں بیٹھنے سے امام کا رکوع
 جاتا ہے اگر تو مقتدیوں کا رکوع بھی اسکی متابعت کی جہت سے جاتا ہے تو مقتدیوں کا سجدہ امام سے زائد ہو گیا اور یہی کی زیادتی سے نماز فاسد نہیں ہوتی بل اگر امام
 رکوع سے پہلے ہی بیٹھا ہو تو مقتدی رکوع اور سجدہ دونوں کیلئے تو نماز مقتدیوں کی فاسد ہو جائیگی وکثرہ مسجداً سجدہ ولو فی العصر الفجران شاک ولا خصاً طحاوی
 وکثرہ بالمتحدہ لیسجد لیسجد علی کاحر لان النقصان بالفساد کچھ اور ملاوچہ جس رکعت اگر چہ نماز میں ہو اگرچہ بیٹھ خاص ہو اگر رکعت ہو اور اگر رکعت کے
 قصدت اور سجدہ کرے ہو گا بھی تر قیل کے بموجب اسلئے کہ نقصان ساد کا یعنی ترک قہرہ سے جو فاسد ہوا اور فرض باطل ہو گئے وہ سجدہ سے پورا نہیں ہوا اگرچہ اسکی جہت رکعت زائد

باب معتق الصلوۃ میں گنہگار کا تو وہ شخص ہے اگر چہ تکبیر پر یا کسی آدمی پر ہمارا سے کہ بیٹھ کر نہ بیٹھنا اسی پر لازم ہے قول مختار کے بموجب اہر بیٹھ جسطرح چاہے بموجب روایت مذکور کے اس لیے کہ میں نے نہیں سے ارکان کو ساقط کر دیا تو ہتھوں کو بطریق اولیٰ ساقط کر دینا چاہیے کسی خاص صورت پر بیٹھنا اسی ضرور نہیں ہم شارح نے حقیقی اور حکمی کو صفت عرض کی ہے ایا حالانکہ مرض دونوں صورتوں میں حقیقی ہو اور یہ دونوں لفظ صفتیں ہند کی ہیں جیسا کہ ترجمہ نے کیا اور ضمیر وہ کی امر عرض حقیقی کی طرف پھیری جاتا ہو نہیں سکتی کیونکہ مرض کی تعریف تو یہ ہے کہ جسکے بدن میں آنے سے عندالفرج کا جانا نہ ہو اور اگر عرض حقیقی کی طرف پھیرتے ہیں تب بھی نہیں بن سکتی کیونکہ حقیقی قیام میں یہ ہوگا کہ اگر وہ گویا ہے یاں جس عذر سے نماز پڑھ کر کھلے ہو اسکی طرف پھیر سکتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ شانح کی عبارت میں اس امر کی کوئی اشاعت نہ ہو کہ اذکر انہما قبل وہ یفقی اور انام زفر نے فرمایا کہ بیٹھنے کی حالت کے لئے ہیں کہ اسی بقوتی ہر شخص میں اس خلاصہ میں اس بقوتی مذکور ہو اسوجہ کہ بعض نے ایا بیٹھنا یا شامی نے کہا کہ بعلت نامہم یہ بلکہ آسانی تو اس میں ہے کہ کبھی ہیئت خاص کا مقید ہو جیسا کہ قول اول میں حاصل ہے بلکہ اگر التحیات کی وضع آسان یا برابر ہو تو بہتر ہو کہ التحیات کی طرح بیٹھنے اور نہ چونکہ بعض اسکو سہل معلوم ہوا سطح بیٹھنے اور نہ میں التحیات کی وضع ہو جائے کہ وہ بیٹھ کر نماز پڑھے بیٹھ کر رکوع اور سجدہ سے بیٹھ کر اٹھ کر رکوع اس لیے کہ جن ارکان کو کامل ادا کر سکتا ہو انکو ناقص کرنا نہیں چاہیے بدون ضرورت وان قدر علی بعض القیام ولو متکئا علی عصا او حائط قائم زودا بقدر ما یقدیر ولو قدر الایۃ او تکبیر علی المذہب لان البعض معتبر بالکل اور اگر قادر نہ ہو گا مزی تھوڑے قیام یا اگر چہ لاٹھی یا دیوار کے سہارے کھڑا ہو سکے تو کھڑا ہو بطور وجوب جس قدر کہ قیام پڑھا کر چہ ایک آیت یا اللہ اکبر کی قدر ہو بموجب روایت مذہب کے کیونکہ بعض کا حکم مثل کل کے ہو لینے جیسے کل قیام قائم ہونے سے سارا قیام لازم ہو اس طرح بعض پر قادر ہونے سے بعض لازم ہو گا کہ شامی نے ہندوانی سے نقل کیا کہ جس شخص کو تھوڑے سے قیام پر قدرت ہو تو اسکو حکم کیا جائے کہ تکبیر پڑھ کر کھڑا ہو کر رکوع اور جس قدر قرات کھڑا ہو کر پڑھے اسی طرح پڑھ جائے اگر کھڑا نہ رہ سکے اور یہی مذہب صحیح ہے اس کے خلاف ہمارے ائمہ سے مروی نہیں اور اگر کوئی شخص سطح نہ کرے گا تو مجھے پھر اسکی نماز درست نہ ہو اور اگر یہ سہا کر کھڑا ہونے سے عاجز ہو تو سہارے سے کھڑا ہو ورنہ اسکی نماز کافی نہیں اس سے معلوم ہوا کہ لوگ ذرا سے عذر میں بیٹھ کر نماز پڑھنے لگتے ہیں اور یقیناً بقدر دو یا تین کھڑا ہونے سے انکو کچھ ضرر نہیں ہوتا انکی نماز نہیں ہوتی اور طرفیہ کہ گھر سے اپنے پائوں چل کر آتے ہیں اور فرض نماز میں بیٹھ کر نیت باندھتے ہیں پس اسکا یاد کرنا ضروری ہے کہ لوگ اس سے غافل ہیں وان تعدوا نالیس تعدوا ہاشر طایل

تعدوا السجود کا فی لا القیام او ما عدا بہن قاعدا وهو فضل من کل جماع قائما تقر بہ من کل امر عنہ ویحصل سجدۃ اخفض من رکوع عاقر کلایرفہم الوجود بیٹھنا کی وجہ علی قائم رکوع اور اگر رکوع اور سجدہ دونوں ہو سکیں تو اشارہ کرے بیٹھ کر راہ بیٹھ کر اشارہ سے پڑھنا افضل ہے کھڑے ہو کر اشارہ کرنے سے بہت قریب ہونے بیٹھنے کے اشارہ کی زمین سے بیٹھنا بہت سی ہوگی اس صورت میں زیادہ ہو کر کہ اسے سجدہ کو زیادہ پست نہایت رکوع کے بطور لزوم لینے بدولت اسکی سجدہ جائز نہ ہوگا اور نہ اٹھانے کوئی چیز اپنے چہرہ کی طرف تاکہ اس پر سجدہ کرے کہ یہ فعل مکروہ تحریمی ہے شریعت نے کہا کہ رکوع اور سجدہ دونوں کا استعذر ہونا شرط نہیں بلکہ سجدہ کا نہ ہو سکا اشارہ کے لیے کافی ہے نہ قیام کا استعذر ہونا اور ادا ہونے سے لینے ہونے والا لام ہم شامی نے کہا کہ لا القیام عطف ہے ضمیر متصل وان تعدوا سجدہ کے لیے کوئی چیز اٹھانا یا لیے رہنا مکروہ تحریمی ہے لیکن اگر وہ چیز زمین پر رکھی ہو تو مکروہ نہیں اس لیے کہ ثابت ہوا ہے کہ حضرت ام سلمہؓ نے ہماری کمر بستہ سے ایک تکبیر سجدہ کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو منع نہیں فرمایا فان فعل بالبناء للجمع لذلک العیض وہی یخفض راسہ السجود جہۃ التراب من ذکر منہ صحیح علی اللہ امین لکھجی کہ ان یجدونہ اکثر من ولا یخفض لکھجی لکھجی کہ اس میں اگر کوئی چیز اٹھائی جاوے گا وہ نمازی اپنا سر زیادہ پست کرنا ہو نہایت رکوع کے تو سجدہ کرنا درست ہوگا اور یہ اشارہ ہی تصور ہوگا نہ سجدہ بلکہ اس صورت میں کہ پاؤں زمین کی سختی تو سجدہ ہی ہوگا اور اگر سر پست نہ کرنا ہو صحیح ہوگا سبب نے اشارہ کی شان سے کہا کہ فعل صیغہ مجهول ہے ذکر کیا ہوا اسکو عینی نے ہم جلی نے کہا کہ مجهول ہونا کچھ ضرور نہیں بلکہ ماتن کا قول لا یرفع ظاہر اسکا مقتضی ہے کہ البیضہ معروف ہو اور اشارہ ہی تصور ہوگا اس کے معنی یہ کہ اگر کوئی رکوع سجدہ کرنے والا اسکا انداز کرے گا تو جائز نہ ہوگا اور سر کو پست نہ کرنے کی یہ صورت کہ کوئی چیز اٹھا کر رکوع کے لیے سر کو پست کرے

باجہ و فضیلت
نہایت سے
فایسے کے ناچیز
پیشانی کے ناچیز

کھجی

بالکل نہ بچھکے یا بچھکے مگر کوع سے کم یا برابر توبہ جائز نہ ہوگا کذا فی الشامی وان تعذر الفقد ولو حکما او ما مستلحقا علی ظہرہ ورجلا منھو القبیل
غیرانہ بنصہ کہتے ہیں مگر احمد صد الرجل الى القبلة ورفقہ رأسہ لیسیر البصیر وجہہ الیہ الموقل جہہ الا ین اداک لیسر ووجہہ
الیہا واکول افضل علی المعتمد اور اگر دشوار ہو نہ کسی کو بھیجنا اگرچہ حکمی فہم ہو تو وجہ لیٹ کر اشارہ کرے اور دونوں پائوں قبلہ کی جانب کرے لیکن
گھٹنوں کو کھڑ کرے بسبب مکر وہ ہونے پائوں بھیلانے کے قبلہ کی طرف اور انھار سے سر نہ اٹھو اساناکہ ہو جائے اسکا چہرہ قبلہ کی طرف یا لیٹے داہنے یا بائیں کہ وہ بچھ
اور کھڑ کرے قبلہ کی طرف اور چپ لیٹنا افضل ہے قول مجتہد کے بموجب ہم حکما نہ بھیج سکتے کی مثال یہ ہے کہ مثلاً طبعی ہے کہ دیا ہو کہ ایک یلہ و دن لیٹے رہنا اٹھنا بیٹھنا ترک
کر دینا اور لیٹ کر انھارنا اسلیئے تاکہ مشابہ بیٹھنے والے کے ہو جائے ورنہ اشارہ کوع اور سجدہ کا لیٹے ہوئے تدریسوں بوقت ہوتا ہے چہ جائیکہ مریض سے اور قول
مقابل یہ ہے کہ کروت پر بیٹھا دست نہیں مگر اس صورت میں کہ چپ لیٹنا ممکن نہ ہو کذا فی الموطا وی وان تعذر الجمع براسہ وکثرت الفرائض یا ان
زادت علی یوم ولیلۃ سقط القضاء عنہ وان کان یضمر فی ظاہر الروایۃ وعلیہ الفتویٰ کذا فی الظہیر یہ کان مجرد العقل کیف لتوجہ الخطاب
اور اگر اشارہ سر سے بھی دشوار ہو جائے اور فرائض بہت ہو جائیں اسطرح کہ بڑھ جائیں ایک دن اور رات پر تو ساقط ہو جاتی ہیں اس مریض پر سے قضا
اگرچہ سمجھی جاتی ہیں قضا طہر روایت میں اور قضا کے ساقط ہونے پر فتویٰ ہے جیسا کہ ظہیر یہ میں ہے اسلیئے کہ صرف عقل کا ہونا خطاب شرعی کے متوجہ ہونے کو
کافی نہیں ہم یہ مسئلہ چار طرح پر اول یہ کہ مریض دن رات سے زیادہ رات اور اسکو ہوش نہ رہا تو اس صورت میں بالاتفاق حالت مرض کی نماز کی قضا نہیں ہے
یہ کہ مریض پہنچنے کے ساتھ دن رات سے کم رہا یا یہ کہ دن رات رہا مگر عقل قائم رہی تو اس صورت میں نماز قضا کی جاتی ہے کہ دن رات سے زیادہ مرض کا اور
عقل نبی رہی ہو تو یہ دن رات سے کم رہا اور عقل نہ رہی تو یہ دونوں صورتیں محل اختلاف ہیں ظاہر الروایت میں قضا طہر ضا معلوم ہوتا ہے اور ہر ایک میں اسکی فصیح کی
مگر صاحب ہدایہ نے اپنی کتاب تجنیس میں ترجیح عدم قضا کو دی ہے اور قاضیان وغیرہ تحقیق بھی عدم قضا کو ترجیح دی ہے کذا فی الموطا وی واذا بسقوط اکراکان
سقوط الشرائط عند العجز یا کذا وی ولا یعید فی ظاہر الروایۃ بعد ائتماع اور بتلاویا کرکان کے ساقط ہونے سے عاجزی کے وقت ساقط ہونا شرط کا
بطریق اولیٰ اور اعادہ نہ کرے ان نمازوں کا جو ارکان یا شرائط کے ساقط ہونے سے طہر ظاہر روایت میں کذا فی البدائع ہم لیضہیے ارکان عاجزی کا
ساقط ہو جاتے ہیں تو شرائط بطریق اولیٰ ساقط ہو جائیں گے مثلاً استقبال قبلہ اور سرعورت اور طہارت نہایت حقیقی سے عاجزی کے وقت ساقط ہو جاتی
ہیں ہاں وقت ساقط نہیں ہوتا شائع کو مناسب تھا کہ اس مسئلہ کو وان تعذر الایاء سے پیشتر بیان کرتا کیونکہ ایما کے متعذر ہونے سے تو نماز ہی ساقط ہو جاتی
ہو اور اس پیشتر ذکر سقوط ارکان کا تھا تو انھیں کی ذیل میں اس مسئلہ کا ہونا بہتر تھا کذا فی الشامی ولوا شکیہ علی مولیٰ عند الکعات والسیجات
لنعارض للحکمہ کلن وہ کذا وی ولوا احاداً ہا بملقید مغنویہ بملقہ ان یحییہ کذا فی الفقیہۃ اور اگر مریض کو یاد نہ رہا ہو رکعتوں اور سجدوں کا شمار
بسبب انکسار کے کہ انکو لاحق ہوتی ہو تو اسیر اسے نماز لازم نہیں اور اگر ادا کر گیا نماز کو دوسرے شخص کے سکھانے سے تو چاہیے کہ کافی ہو اسکو کذا فی الفقیہ ہم ہمیں
یہ اعتراض ہے کہ دوسرے کا بتلانا تعلیم و تعلم ہے اور وہ مفسد نماز ہے تو کافی کیسے ہوگا اسکا جواب یہ ہے کہ یہ تعلیم و تعلم نہیں بلکہ یاد دہانی اور خبردار کرنا ہے
بیچ کا شخص بڑے مجمع میں امام کی آواز نہ سنا کر کہ دوسرے کو پہونچاتا ہو کذا فی الشامی ولویوم بعینہ وحابہ خلافاً للوزیر رحمہ اللہ
اور اشارہ نہ کرے اپنی آنکھ اور دل اور ہر سے نجلاات امام نہ فرج کرے کہ اسنے نزدیک سر سے اشارہ نہ کر سکے تو ابرو سے کرے اور اس سے عاجز ہو تو انکسار سے کرے
اور اس سے بھی عاجز ہو تو دل سے کرے اور ہاری ویس حدیث عمران اور ابن عمر کی ہے کہ اگر اشارہ سر سے نہ کر سکے تو اللہ تعالیٰ اسکے عذر کو زیادہ تر قبول فرمایا
ستحق کہ کذا فی البحر ولو عثر من لہ صر صر فی صدقہ یا قدر علی المعتمد اور اگر لاحق ہوا نمازی کو مرض اسکی نماز میں تو تمام کرے
تاکہ ان افعال سے چہرہ قدر ہو قفل معتد کے بموجب لیغنی خواہ بھیج کر کوع اور سجدہ سے یا اشارہ سے خواہ لیٹ کر اسلیئے کہ بقیہ نماز ادا کی ہو تو اسنے کی بیت اعلیٰ پرست

کذا فی الخبر اور امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ اگر سر نو پڑے کذا فی الجلی ولو صلے قاعد ابوکرم و یسجد و یسجد بنی ولو کان یصلی بالکلیما فصیح لا یسجد
 الا اذا احس قبل ان یوحی بالکرم و یسجد اور اگر نمازی پڑھے پٹھر کر رکوع اور سجدہ سے پھر اچھا ہو گیا یعنی قادر ہو گیا کھڑا ہونے پر تو باقی نماز پہلی
 ہے بنا کر یعنی کھڑا ہو کر پوری کرے اور اگر اشارہ سے پڑھتا ہو اور تندرست ہو جائے یعنی رکوع اور سجدہ پر قادر ہو جائے تو بنا کر سے مگر اس صورت میں کہ رکوع اور سجدہ
 کے لیے اشارہ کرنے سے پیشتر ہی تندرست ہو گیا ہو مگر بنا کر نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ رکوع و سجدہ والی نماز کی بنا اشارہ والی پر جائز نہیں بقدر قیاس کرنے سے کما لو کان
 یوحی مضطرباً ثم قدر علی القعود ولم یقدر علی الکرکوع و السجود فان لم یستأنف علی الخلاء و حاله القعود اذ یوحی فلیس یجوز بناءً و علی الضعیف
 جیسے اگر اشارہ کرتا ہو لیٹا ہو یا پھر قادر ہو جائے بیٹھے پر اور نہ قادر ہو رکوع اور سجدہ پر کہ وہ نماز سر نو پڑھے قول مختار کہ ہو جب کیونکہ بیٹھنے کی حالت قوی تر ہے نہایت
 لیٹنے کے اسلئے قوی کی بنا ضعیف پر جائز نہ ہوئی و المستطیع لا یحکم علی شیء کعصا و جلد و مع اکھیا اعلی التحیلا کراہت و بد و دن یکسر
 و لا یلقو بلا کراہت مطلقاً کراہت ذکر و الحال و غیرہ اور نفل پڑھنے والے کو جائز ہے سہارا دینا کسی چیز پر مثل لائمی یا دیوار کے ساتھ
 ٹھکنے کے بدون کراہت کے اور بدون ٹھکنے کے سہارا دینا مکروہ تنزیہی ہے کہ ایک طرح کی بے ادبی اور نفل پڑھنے والے کو جائز ہے بیٹھ جانا بدون کراہت کے حال
 میں بیٹھنے ضرور ہو یا بے حد ہی صحیح تر ہے ذکر کیا ہے اسکو کمال وغیرہ نے اور ہایہ میں ہے کہ بدون غدر مکروہ ہے اور قول اصح یہ ہے کہ مکروہ نہیں کیونکہ جیسا ابتداء اسکو
 بیٹھ کر پڑھنے کا اختیار تھا تو تمام کرنے کے لیے بیٹھ جانے کا احتیاج کیونہ ہو گا کذا فی الشامی حصۃ الفرض فی فک جبار قاعد ابوکرم و یسجد و یسجد العذر
 اسلئے فک کا صحیح الاعداد ہوا کما ظہر برہان پڑھنا نمازی نے فرضوں کو طبعی کشتی میں بیٹھ کر بدون عذر کے تو صحیح ہے بسبب کثرت ہونے عذر کے یعنی دوران سر کھڑے
 ہونے سے اکثر ہوا کرتا ہے کذا فی المطحطاوی اندر لکھا کہ بیٹھ کر پڑھا اگر کھڑا ہونا ممکن تھا اور صاحبین فرمایا کہ فرض درست نہونگے بدون عذر کے اور یہی ظاہر ہے کہ کذا فی البرہان
 ہم شامی نے حاوی قدسی سے نقل کیا کہ صاحبین قول پر فتویٰ ہے و المر بوطم فی الشط کا لفظ فی کذا ہے اور بھی ہوئی کشتی کنارہ میں مثل کنارہ کے ہے صحیح تر
 قول میں ہم یعنی اس میں فرض بیٹھ کر جائز نہیں بالاتفاق پھر ظاہر ہے کہ یہ اور نہایہ وغیرہ کا یہ ہے کہ کنارہ پر بندھی کشتی میں فرض کھڑے ہو کر درست ہیں خواہ وہ زمین
 ٹھہری ہو یا نہیں اور ایضاً میں ہے کہ اگر کشتی زمین پر ٹھہری ہو تب فرض درست ہونگے کہ اسکا حکم زمین کا سا ہے اور اگر ٹھہری نہ ہوگی تو اگر نمازی اُس پر
 کنارہ پر اتر سکتا ہے تو فرض درست نہونگے نیچے اتر کر پڑھے کیونکہ اسوقت میں اسکا حکم سواری کے جالور کا سا ہے اور اگر اترنا ممکن نہ ہو تو کھڑے ہو کر
 پڑھنا درست ہے کذا فی المطحطاوی و المر بوطم بلجہ الجوان کان الیہ یجتہی کما شدیدا فکالسائرۃ واکا فکالواقفۃ اور بندھی ہوئی موج دریا میں
 اگر ہوا اسکو سخت حرکت دیتی ہو تو وہ مثل جاری کے ہے اور اگر ہوا نہ ہلائی ہو تو مثل کھڑی ہوئی کے ہے یعنی پہلی صورت میں نماز فرض بیٹھ کر جائز ہے
 اور دوسری میں جائز نہیں کذا فی المطحطاوی و یلزم استقبال القبلة عند کذا فتناسخ و کما اذارت اور لازم ہے قبلین ہونا تکبیر تحریمہ کے وقت اور
 جبکہ کشتی گھوم جاوے ہم ایضاً اس پر کذا اتفاق ہے کہ قبلین رہے گو کشتی گھومتی جلد سے اور اگر قبلہ رخ ہوتا ممکن نہ ہو تو نماز میں تاخیر کرے جب تک کہ خوف وقت کے
 جانے کا نہ ہو اور اگر خوف ہو تو ظاہر ہے کہ قبلہ عاجز شخص کے حق میں وہی ہوتا ہے جس طرف کو وہ قادر ہو کذا فی الشامی و لو لم یوقا فی فلکین مر بوطمید صحیح و کلا
 اور اگر امام ہو ایک قوم کا دو کشتیوں بندھی ہوئی میں تو صحیح ہے ورنہ صحیح نہیں ہم بندھی ہوئی سے یہ عرض ہے کہ پاس پاس ہونے فاصلہ سے
 نہون کیونکہ پاس ہونے میں دونوں کا حکم ایک کان کا ہے کذا فی الشامی و من جنأ او اتجھا علیہ ولو بغیر من سجد او ادعی ما و لیلۃ فھو
 الخسوف ان زاد وقت صلوة سادسہ کا لھجہ و لو افاق فی اللدۃ فان لا فاقہ وقت معلوم قضی و آکلا اور جو شخص مجنون ہو یا بھوش
 ہوا اگرچہ کسی درندہ یا آدمی کے خوف سے بیہوش ہوا ہو ایک دن رات تو وہ پانچ نماز میں قضا بیٹھے اور اگر بڑھ جاوے بیہوشی پر
 وقت چھٹے نماز کا تو قضا نہ پڑھے بسبب حرج کے اور اگر دن رات میں اسکو افاقہ ہوتا ہو تو اگر افاقہ کا وقت معین ہو تب

قضا پڑھے ورنہ قضا نہ پڑھے ہم مثلاً دن رات بیوش رہتا ہو مگر صبح کو بیوش میں آتا ہو تو اول کی بیوشی بیکار ہوگی اور قضا پڑھنی پڑگی اور اگر وقت بیوش کا معین نہیں کیا یک بیوش ہو جاتا ہو تو اس بیوش کا اعتبار نہیں کذا فی الطحاوی وذل عطفہ بیخ وخر او دلہ لزمہ القضاء واطلا لائم یضم الجہاد کما لیس زائل ہوئی عقل نمازی کی بوٹی یا شراب یا کسی دواسے تو اسکو قضا پڑھنا بعقل کے وقت کی نمازوں کا لازم ہوگا اگر بدت بیوشی بہت ہو اسلئے کہ یہ بیوشی خود بندہ کے کرنے سے ہر مثل سورہ کے تو جیسا سونے سے قضا سا قط نہیں ہوتی بیطرح کچھ کھا کر بیوش ہوئے سے سا قط نہ ہوگی ہم بیخ وفتح موحده نام ایک بوٹی کا جو غنہ لاتی ہو سوائے جنگ کے کذا فی الطحاوی اور بعضوں نے کہا کہ اجناس خراسانی ہر ذلو قطع ید او رجلا و صلی فحق الکعبۃ بوجہہ حراحتہ صلی علیہا لا بلا عیدہ لا یعیبہا کما حرم و قد تم فی الیوم و قیل لا صلی علیہ قیل الیوم غسل موضع القطع اور اگر کٹے ہوں دونوں ہاتھ نمازی کے کہنی سے اور دونوں پاؤں ٹخنے سے اور اسکے چہرہ میں زخم ہو تو وہ نماز پڑھے بدون وضو اور تیمم کے اور انکا اعادہ نہ کرے یہی صحیح ہے اور یہ مسئلہ گند گیا تیمم میں اور بعضوں نے کہا کہ اس شخص پر نماز نہیں اور بعضوں نے کہا کہ اس پر لا تیمم ہو دھونا کٹی جگہ کا ہم یہ دونوں قول مقابل قول اصح کے ہیں اور زدم غسل اس صورت میں ہو کہ اسکو وضو کرانے والا موجود ہو کذا فی الطحاوی **فروع** مسائل متحدہ شراح کے امکن الغریق للصلوۃ بالایمان و بلا جمل کثیر لزمہ الا اذا ولا کلا قادر ہو اور بتاؤمی نماز پڑھنے پر اشارہ سے بدون عمل کثیر کے تو اسکو اور پڑھنا لازم ہو اور اگر بدون عمل کثیر کے نہ پڑھ سکے تو اول لازم نہیں قضا لازم ہے ہم بدون عمل کثیر کے اس طرح کہ کوئی چیز ہمارے کول گئی ہو یا تیرا خوب جانتا ہو کذا فی البحر امرؤ الطیب لا یستقلہ لزمہ الماء من عینہ صلی لا یجملہ لا حرمتہ الا عند کرمۃ النفس حکم کیا نمازی کو طیب حاذق مسلمان نے چت لیٹے ہوئے کا بسبب پانی نکال ڈالنے کے اسکی انگلی سے تو وہ نماز سے پڑھے اسلئے کہ حرمت اعضا کی مثل حرمت نفس کے ہو لیٹے جیسے جان کا سچا نارض ہو وہی اعضا کا سچا نارض ہو ہم نزع بفتح ذون و سکون زار معجمہ و عین مہملہ معنی نکالنا اور بعض شخون میں نزع ہو بفتح موحده و سکون زار معجمہ و عین معجمہ یعنی پھینکے لانے کے کذا فی الطحاوی ہر یوضو تحتہ ثیاب خستہ و کما بسط ثیاب خستہ من ساعۃ صلی علی حالہ و کذا الوہب فیہم شتم و شتم بیکہ ایک بیمار ہو جسکے نیچے خستہ کپڑے ہیں اور جب کوئی خیر بھیجائی جاتی ہو فوراً ناپاک ہو جاتی ہو تو وہ بیمار اسی حال پر نماز پڑھے اور بیطرح اگر ناپاک فوراً نہوتے ہوں مگر اُسکے دور کرنے سے بیمار کو حرکت کی وجہ سے تکلیف ہوتی ہو تب بھی نماز انھیں ناپاک کپڑوں میں پڑھے کہ اسکے حق میں پاک ہیں و اللہ اعلم

بَابُ سَجْدَةِ التَّلَاوَةِ

باب سجود التلاوة

یہ باب ہر سجود تلاوت کے احکام میں موعدا ضلعم الحکوا الی سبب سجود کی اضافت طرف تلاوت کے اضافت حکم کی ہر طرف اپنے سبب کے ہم طحاوی نے کہا کہ حکم تو وجوب سجود ہے نہ خود سجود تو اگر شراح حکم کی جگہ فعل کہتا تو مناسب تھا یا یہ کہ حکم یعنی محکوم ہو لینے فعل کے لیا جائے فجب بسبب تلاوة آیت کی اکثر ہا مع حرف السجدة میں اس پر معشرۃ آیتہ اربع فی النصف الاول و عشرۃ فی النصف الثانی واجب ہر ایک سجود بسبب پڑھنے ایک آیت کے چودہ آیتوں سجود سے شراح نے کہا ایک آیت سے عرض اکثر آیت ہر لفظ سجود کے ساتھ اور چودہ سجود دن میں سے ہر قرآن مجید کے نصف اول میں ہیں اور دس نصف دوم میں ہم پس اگر آیت سجود کو لکھے یا بجے کرے تو سجود واجب نہ ہوگا بیطرح ساری آیت میں سے اگر کلمہ سجود کو پڑھے یا اکثر آیت پڑھے مگر کلمہ سجود کو چھوڑ دے تو سجود واجب نہ ہوگا کذا فی الطحاوی شامی نے کہا کہ وجوب عام ہو خواہ تلاوت آیت نماز میں ہو یا نماز سے خارج

اعتبار نہیں بخلاف اس مسئلہ کے کہ یہاں رکوع کرنے والا قرات سے ممنوع ہے مثل جنب کی تو جیسے جنب کے پڑھنے سے سجدہ اُس پر واجب نہ ہو
وہاں یہاں بھی واجب ہونا چاہیے اور شامی نے وجوب ہی کو ترجیح دی ہے بشرط المصلی المتقدّم خلا الخرجۃ و نیتہ التعلیل
سجدہ واجب ہے ساتھ شرطوں نماز کے جو پہلے گزریں یعنی طہارت اور ستر عورت اور قبلہ رخ ہونے کے ساتھ سوا تحریم اور نیت تعلیم کے بغیر
سجدہ کے لیے جدا تحریم کرنا اور یہ کہ فلان آیت کا سجدہ ہے شرط نہیں مگر یہ نیت کہ یہ سجدہ تلاوت ہو اسکے مشروط ہونے میں کلام نہیں و یفسد
صا یفسد حوا و کتھا السجۃ اذ یدلکھا رکوع مصل و ایما و یفید الکیب اور فاسد کرتی ہے سجدہ تلاوت کو وہ چیز جو نماز کی مفسد ہے یعنی دست
حدث اور قہر اور کلام سے فاسد ہو جاتا ہے اور اُس پر اعادہ اشکا واجب ہو شامی نے کہا کہ عورت کی محاذات سے فاسد نہیں ہوتا اور سجدہ تلاوت کے
اندر قہر سے وضو نہیں جاتا اور رکن اشکا سجدہ کرنا ہی بایں سجدہ کا جیسے رکوع کرنا نماز پڑھنے والے کا اور اشارہ بیمار کا اور اشارہ سوار کا ہم
رکوع میں نماز کی قید اس لیے لگائی کہ خارج نماز اگر سجدہ کی جگہ رکوع کر لیا تو کافی نہ ہوگا اور بیمار اگرچہ آیت سجدہ حالت صحت میں پڑھے اور بیمار
میں اشارہ سے ادا کرے جائز ہوگا اور سوار پر سجدہ اگر حالت سواری میں شہر کے باہر واجب ہوا ہو تب تو سواری پر اشارہ سے ادا ہو جائیگا
گوچر میں اتر پڑا ہو اور اگر سجدہ واجب زمین پر ہوا ہو تو اشکا ادا کرنا سواری پر کافی نہ ہوگا کذا فی الشامی وھی صحیح بین تکبیرتین
مسنونتین صحیحہ و یسجدین بل فی رفع یدین تشہید و سلام اور سجدہ تلاوت ایک سجدہ ہے درمیان دو تکبیر و ن مسنون کے پکار کر یعنی
ایک بار اللہ اکبر کے سر رکھنے کو اور دوسری بار اُٹھانے کو اور اکیلا اتنا جہر کرے کہ اپنے آپ سنے اور امام اتنا کرے کہ اور دن کو آواز جاوے اور درمیان
دو سجدہ قیام کے یعنی کھڑا ہو کر سجدہ میں جانا اور بعد سجدہ کے کھڑا ہو جانا مستحب ہے بدو ن ہاتھ اُٹھانے کے اللہ اکبر کہنے کے وقت اور
بدو ن التیمات اور سلام کے و فیہما التسبیح السجود فی الاصحہ اور سجدہ تلاوت میں تسبیح سجدہ کی ہے صحیح تر قول میں یعنی سبحان ربی الا
تین بار کے ہم نسخ القدر میں کہا کہ اگر نماز فرض کے اندر ہو تب یہ حکم ہو اگر نفل نماز ہو یا خارج نماز تو جاہے سبحان ربی الاعلیٰ کے یا یہ دعا
پڑھے جو احادیث میں وارد ہے سجدہ و جنی للذی خلقنا الخ چنانچہ ہم نے باب صفۃ الصلوۃ میں لکھا ہے علیٰ امریکان متعلق ہے اھلا و جوا الصلوۃ
لا ینام احدا الا اداء کلا صلاۃ اقلھا و قضاء کما فیہ السکرات و السائو واجب ہے سجدہ تلاوت اُس شخص پر کہ ہو دے اہل نماز کے واجب ہونے کا ادا
کرنے کے اعتبار سے یعنی اس وقت اہل ہو جیسے ہر آدمی اگر آیت سجدہ پڑھے یا قضا کے اعتبار سے اہل ہو یعنی اس وقت اہل نہ ہو
دوسرے وقت ہو جیسے جنب اور متوالا اور سونے والا شایع نے کہا کہ علیٰ من متعلق ہے سجدہ سے اور وجوب سجدہ کے لیے نماز کے
وجوب کی اہلیت اس لیے معتبر ہوئی کہ سجدہ تلاوت نماز کے اجزائے میں سے ہے یعنی جس صورت میں کہ آیت نماز کے اندر پڑھی جاوے تو یہ سجدہ
جز نماز ہو جاتا ہے ہم متواسے پر سجدہ کے وجوب کے لیے اس کی عقل قائم رکھی گئی تاکہ اس کو تنبیہ ہو اور سونے والا اگر آیت سجدہ پڑھے اور بعد
جاگنے کے اس کو کوئی خبر کر دے تو اُس پر لزوم سجدہ میں اختلاف ہے واضح یہ ہے کہ سجدہ لازم ہے اور قول صحیح میں لازم نہیں اور اگر سونے اور بیدار ہونے
سے سجدہ کی آیت کوئی شخص سنے تو اس کا حکم عنقریب آویگا فلا تجب علیک افرۃ حیث یجوز فی حالتہ و نفسا قرأوا سمعوا انہم لیسوا اھلا لھما
پس نہیں واجب ہے سجدہ کا فریاد نہ بانیع اور دیوانہ اور حیض و نفاس والی عورت پر خواہ وہ آیت سجدہ کو پڑھیں یا سنیں اس لیے کہ یہ سب نماز کے اہل
نہ اس وقت پورا نہ اسکے بعد اور ایک نسخہ میں لہا ہی یعنی ادا اور قضا دونوں کے اہل نہیں و جنی بنا دھم لیسوا اللہ کو دین خلا المجنون المطبق فلا تجب
بنا دھم لعدم اہلیتہ اور واجب سجدہ تلاوت ان سب مذکورین کے پڑھنے سے سوار اُس مجنون کے جس کو فاقہ نہ ہوتا ہو کہ اسکے پڑھنے سے
سننے والوں پر سجدہ واجب نہ ہوگا بسبب اہل نہ ہونے مجنون کے ہم طحاوی نے کہا کہ شارح کی تعلیل میں لڑکا بھی داخل ہے یعنی اسکے پڑھنے سے سننے والے پر

ایک رکعت سے کم کا قصد نماز نہیں تو صرف ایک سجدہ کی زیادتی قصد ہوگی یا ان اگر سر پڑی کرے نماز پڑھنے والا تلاوت کر نیوالے کی لینے جب تلاوت کر نیوالے نے سجدہ کیا اس وقت نمازی نے اس کے ساتھ کیا تو نماز خاسد ہو جائیگی بسبب متابعت کرنے نمازی کے اس شخص کی جو اس کا امام نہیں اور یہ سجدہ نمازی کا اس وقت سے ہو جسے سجدہ کی طرف سے کافی ہو گا کذا فی التفتیش وجوبہ و ان تلاھا فی غیر الصلوٰۃ فیجوز شتم دخول فی الصلوٰۃ فتلاھا فیھا سجداً حرعاً ولو لم یسجدوا ولا کفہ واحد الا ان الصلوٰۃ اقصیٰ من غیرھا فتستقیم غیرھا وان اختلف المجلس اور اگر آیت سجدہ کو نماز سے خارج کر دے سجدہ کر لیا پھر نماز میں داخل ہوا اور اسی آیت کو نماز میں پڑھا تو دوسرا سجدہ کرے اور اگر اول سجدہ نہ کیا ہو تو یہ نماز کے اندر کا ایک سجدہ ہو اسکو کافی ہو اسلئے کہ نماز کے اندر کا سجدہ تو پھر پڑھ کر اپنا تابع کر لیا اگر مجلس بدل جائے مطلقاً وی نے کہا کہ شراح اس مسئلہ میں صاحب فہم الفہم کا تابع ہوا اور اگر الٹیں ہر مجلس کا ایک ہونا شرط کیا ہے ایک سجدہ کافی ہونے کے لئے تو اگر آیت سجدہ دوسری جگہ میں پڑھی اور نماز میں پھر اس آیت کو دہرایا تو اب نماز کے اندر سجدہ تلاوت کرنے سے پہلے کا سجدہ ساقط ہو گا اس کے لئے دوسرا سجدہ بعد نماز کے کرنا چاہیے ولو لم یسجد فی الصلوٰۃ سقطت فی الکاحۃ اش حکام اور اگر سجدہ نہ کیا نماز کے اندر تو دونوں سجدے ساقط ہونگے صحیح ترقیل میں اور گناہ بھگنا ہو گا چنانچہ گذرا اسی باب میں ہر دو ایک قول یہ کہ سجدہ خارج نماز کا ساقط ہو گا مگر صبح ہی ہو کہ دونوں ساقط ہیں اسلئے کہ خارجی سجدہ تابع ہر داغی کا کذا فی الحلیمی ولو کرھا فی مجلسین بلکہ نہ فی مجلس واحد لا تنکر رب بل کفہ واحد و فعلنا بعدہ و فی الاولیٰ قنہ فی الجہالتاخیر احوط اور اگر مکرر پڑھا آیت سجدہ کو دو مجلسوں میں تو سجدہ مکرر ہو جائیگا اور ایک مجلس میں مکرر ہو گا بلکہ ایک سجدہ کافی ہو اور اگر با سجدہ کا بعد اول آیت کے بہتر ہو بسبب جلیب سجالات عبادت کے کذا فی التفتیش و بحر الرائق میں ہے کہ تاخیر میں زیادہ احتیاط ہی م قاعدہ یہ ہے کہ وجوب سجدہ کا تین باتوں میں سے ایک کے باعث مکرر ہو جاتا ہے اول اختلاف تلاوت کا دوم اختلاف سننے کا سوم اختلاف مجلس کا پہلے دو سے غرض بدن آئین کا ہر لینے اگر ایک ہی مجلس میں مختلف آیتیں سجدہ کی پڑھیں گے یا سنیں گے تو تعداد آیات کے برابر سجدے واجب ہونگے اور اختلاف مجلس دو قسم ہے ایک حقیقی کہ ایک مجلس سے دوسرے میں دو قدم سے زیادہ چلے ہو چکے ہوں اور یہ شرط ہے کہ دونوں مکانوں کو ایک حکم نہ ملا جوئی مسجد یا گھر کی مختلف جگہ ہوں کہ ان کا حکم ایک ہی مکان کا ہو پس اگر ایک ہی آیت سجدہ کو مسجد یا گھر کے کئی کونوں میں پڑھیں گے تو سجدہ ایک ہی واجب ہو گا اور ایک قسم اختلاف مجلس کی حکمی ہے وہ یہ کہ دونوں دفعہ کے پڑھنے کے درمیان میں عمل کنیز کیا ہو مثلاً خرید و فروخت یا عقد نکاح یا کھانا کھانا یا تین قدم چلنا وغیرہ کیا ہو تو اس صورت میں بھی سجدہ مکرر ہو جائیگا اور اگر عمل قلیل کیا ہو مثلاً آیت سجدہ پڑھ کر ایک گھونٹ پانی یا ایک لقمہ کھالیا یا ایک دو قدم چلا پھر اس آیت کو پڑھا تو سجدہ تلاوت ایک ہی کافی ہو گا اور مستحب نہیں دوسرا سجدہ کرنا اس جگہ جہاں ایک کافی ہو کذا فی الشامی و الاصل ان مہنا کھا علی اللیل الخ لا یجوز بشرط اتحاد الایہ و المجلس اور اصل یہ ہے کہ نبی سجدہ کی تداخل پر ہی لینے ایک سجدہ دوسرے کا تابع ہو جاتا ہے واسطے دور کرنے حرج کے لینے ہر تلاوت پر سجدہ واجب کرنے میں پکھانہ اولوں و درسیکھے والوں پر وقت ہوگی بنا تداخل پر اس شرط سے ہے کہ آیت اور مجلس متحد ہو لینے ایک ہی آیت کو ایک ہی مجلس میں پڑھنے سے ایک سجدہ سیکھے لئے کافی ہو گا اس طرح اگر ایک آیت کو خود پڑھا اور اؤسیکو اؤی مجلس میں دوسرے سے سنا تب بھی ایک ہی سجدہ واجب ہوگا و هو تداخل فی السبب ان یجعل الکامل تلاوت واحد خکوت الواحد سبباً والباقی تبعاً لادھو ابق بالعبادۃ لان ترکھا مع وجود سببها کثیف اور وہ لینے مکرر سجدہ کا نہ کرنا تداخل ہی سبب میں اس طرح کر لیا جاوے سبب کا پڑھنا مثل ایک تلاوت کے پھر ایک کی تلاوت سبب سجدہ کا ہوگی اور باقی تلاوتیں اس کی تابع ہوگی و سبب میں تداخل کہنا لائق تر ہو عبادت کے لئے اسلئے کہ چھوڑنا عبادت کا باوجود دیا جانے اس کے سبب کے برابر ہو حاصل یک عبادت کے معاملہ میں ہم تداخل حکم میں نہیں کہہ سکتے کیونکہ اس کے کہنے سے یہ خلافی لازم آتی ہے کہ سبب عبادت موجود ہو

اور عبادت متروک حالانکہ عبادت کی کثرت مطلوب ہو اسلئے جتنے سبب سببوں کو ایک کر لیا تاکہ بخیرانی نہ ہو کذا فی الشامی طحاوی نے کہا کہ ضمیر ہوگی راجع ہو
عدم لکڑ کر طیف جو مصنف کے قول لا یشکر سے سمجھا جائے کہ وہ کہتا ہے اخل فی الحکم بان يجعل کل تلاوة سبباً للسجدة فتلا خلة السجدة فاکتفى
بواحد کا کہ الیق بالحق بالعبادة کہ تمنا للزجر و هو ان تجزى بواحد فحصل المقصود والکرم یعفو مع قیام سبب لعمامة نہیں تداخل ہو حکم میں
اس طرح کہ کچھ اسے تلاوت سبب ایک سجدا سجده کا پھر سجدے سے ایک دوسرے میں آجائیں اور التعلیل جائے ایک سجده پر اسلئے کہ حکم میں تداخل ہونا
زیادہ لائق ہو نہ کہ اس کے لیے کہ چونکہ سترائے کے لیے ہوتی ہو اور آدمی ایک ستر سے زنجیر یا جاتا ہو اور مقصود حاصل ہو جاتا ہو اور اگر حکم متعال غفلت کر گیا یا وجود قائم
ہوئے سبب ستر کے مہینے سترائوں کا معاملہ عبادت سے جدا ہو اٹلی بنا دفع اور غفور ہو تو اس کے ترک سے باوجود سبب کے کچھ خیرانی نہیں اور دنیا میں
زجر کا مقصود ایک ستر سے حاصل ہو اور آخرت میں کریم متعال سے توقع ہو کہ معاف کر دے اسلئے اٹھیں تداخل حکم میں مناسب معلوم ہو مثلاً ایک شخص نے
شراب پی دوبار تو پھر سبب دو ہیں مگر ستر ایک ہی دیکھا وہی اور دوسری بار کی ستر اسی میں داخل ہو جائیگی و افاد الفرق بقوله فتلو بواحد الواحدة
وقد اخل السبب عما قبلها وعما بعدھا ولا تنوب في تداخل السجدة لانهما قبلها حتى لو زنى فحدث ثم زنى في المجلس حد ثانياً اور مصنف نے
تلاوت فرق درمیان تداخل سبب اور تداخل حکم کے اپنے اس قول سے قائم مقام ہو گا ایک سجده تلاوت سبب کے تداخل میں اپنے پیشتر کے اور بعد کے
سجدوں کے یعنی اگر کسی شخص نے ایک مجلس میں ایک آیت سجده کی مثلاً یا ایہی اس طرح کہ تین بار پڑھ کر سجده تلاوت کر لیا پھر دوبار پڑھی تو ایک
سجده ہو گیا ہی سبکی طرف سے کافی ہو گیا کیونکہ جب اول تلاوت کو پڑھنے سبب قرار دیا تو چاروں اس کے بعد کی اسکی تابع ٹھہریں تو چنانہ سجده کرے گا وہ سبب کے بعد
ہی ہو گا اور نہ پڑھنا تمام مقام ہو گا سجده تداخل حکم کی صورت میں مگر اپنے پیشتر کے سجدوں کے مثلاً پہلی صورت میں اگر پانچون تلاوتوں کو جدا جدا سبب قرار دے
اور حکم کو تداخل کو تو تین بار کی تلاوت کے بعد جو سجده کیا وہ ان تینوں کو ہو گیا اب جو دوبار پڑھے سجده کے آیت کو پڑھا تو سبب جدید پیدا ہوا
سکے لیے دوسرے سجده چاہیے جیسا سترائوں میں ہوتا ہو کہ اگر زنا کیا پھر حد مارا گیا پھر اسی مجلس میں زنا کیا تو دوبارہ حد مارا جائیگا کیونکہ دوسری
حد کا سبب پایا گیا اور ظاہر ہوا کہ پہلی حد سے زجر حاصل نہیں ہوا کذا فی الشامی دایسدا الثوب ذاهباً واثباتاً واشتقاکاً من غرض شجرة
الآخر سجده فی غیر احوال یعنی تبدیل المجلس او کایة فجب سجدة او سجدة اخرى مجازاً لعلنا مسجد بیت وسفینة سائرۃ وفعل قلیل
کا کل نعمتین و قیامہ و سلام و کلا دایۃ فیصل علیہا لان الصلوۃ تقوم کا ماکون و لم یقل تسکیراً اور تاننا کسر کے کا جاتے اور آئے اور چلا جانا
پڑھنے والے کا رخت کی ایک شاخ سے دوسری پر اور تیرا اسکا ٹھہریں یا حوض میں بدلنا ہی مجلس کا یا آیت کا پس واجب ہو گا ایک اور سجده
پاکتی ہو کہ یعنی مثلاً تاننا ٹھہریں میں ایک ہی آیت جاتے ہیں پڑھے اور وہی لوٹنے کی وقت تو ایسا ہو گا کہ گویا دو مجلسوں میں پڑھی اور آیت کا بدلنا ہو گا
سننے والے کے حق میں یعنی مثلاً سننے والے نے اسی آیت کو ایک شاخ پر سنا اور اسی کو دوسری پر تو ایسا ہو گا کہ گویا دو آیتوں کو سنا مجازاً
کو نون سجدا اور کھڑی کشتی چلنے والی اور فعل قلیل کے جیسے دو قوموں کا کھانا بیچ میں دور با دور کی تلاوت کے اور کھانا ہو جانا اور سلام کا جواب دینا
کے اس مجلس نہیں بدلتی اور اس طرح سواری کے چلتے جانور پر اگر غار پڑھتا ہو تو مجلس دو ہوتی کیونکہ غار ان مجلس کو ایک کہہ دیتی ہو اسلئے کہ
اختلاف مکان کی صورت میں غار فاسد ہو جاتی ہو تو ضرورت کی وجہ سے سبب مکان ایک کہیے جاتے ہیں اور اگر سواری پر غار پڑھتا ہو تو سجده مکرر
ہو جائیگا کیونکہ سواری کا چلنا منسوب سوار کی طرف ہو تو ایسا ہو گا کہ یا خود چلتا ہو اور پڑھتا ہو کذا فی الشامی کا حکم کہ لو تبدل المجلس سلام دو بیت
قال حتی لو کن علیہا لعملة و غلامہ پیشہ تفکر علی الغلام کا الہ ایک جیسے مکرر ہوتا ہو سجده سننے والے پر اگر بیٹا جیسے مجلس سننے والے
کی میان تک کہ اگر گزر پڑھا آیت سجده کو سواری پر غار پڑھتے ہوئے اور اسکا غلام پیادہ چلتا ہو تو سجده مکرر ہو گا غلام پر نہ سوار پر

اذن انما جاء التلباء بشكركم اور اگر بنا آیت سجدہ کو ایک قوم سے لیئے انہیں سے ہر ایک شخص سے ایک جوف آیت کا سنا تو سنت والا سجدہ نہ کرے
اسلئے کہ اسنے ایک پڑھنے والے سے اسکو نہیں سنا کذا فی الحاشیہ تو صاحب خانہ کے تلامذہ کا پڑھنے والے کا ایک ہونا شرط ہے جو حقیقتہً لکھا جھٹکا یہ ایک
مفسد بات ہے ہر علم و ہر ضروری کے لیے فی الکافی قبل من قل ای السجدة کلھا فی مجلس و سجد لكل منعا کفاہ اللہ تعالیٰ ما اھلہ و ظاہر اذہ
یقرأھا اذہ سجد یحفل ان یسجد کل بعد اخر تھا حق من منکر وہ کافی میں کہتے ہیں کہ جو شخص سب سجدہ کی اتوں کو ایک مجلس میں پڑھے اور ہر ایک کے لیے
انہیں سے سجدہ کرے تو اللہ تعالیٰ اسکو اسکے حادثہ سے بچا دے اور طہر اسفل کا یہی کہ چودہ آیتوں کو پہلے پڑھے پھر سجدہ کرے اور ہر سنا ہو کہ سجدہ کرے
ہر آیت کے لیے بعد اسکے پڑھنے کے اور چودہ آیتوں کا پڑھنا مکروہ نہیں ہم پہلے گذر چکا ہے کہ آیت سجدہ کے ساتھ ایک دو آیت پہلے یا پیچھے کی طالعے تو
اس سے مفہوم ہوتا ہے کہ صرف آیات سجدہ کا پڑھنا اولے نہ مکروہ تہتر ہی ہوا اسلئے شایع نے آگاہ کر دیا کہ مکروہ نہیں اور انکا ملکر پڑھنا ایسا ہوا جیسا چند
موسوین ملکر پڑھنے کے مختلف جگہوں سے کذا فی الطحاوی و سجدة الشکر مستحبہ یہ فیض لکھا ذکر بعد الصلوٰۃ لان الجھلۃ یعقود دھاسنتہ او
واجبہ و کل من یسجد لیس فی کل ما اور سجدہ شکر کا مستحب اسی پر فتویٰ ہو مکروہ مکروہ ہی ہمارے کے اسلئے کہ جاہل سجدہ کو سنت یا واجب اعتقاد کرنے لگتے
ہیں اور جو مباح کہ نوبت پہنچا دے اسکے سنت یا واجب اعتقاد کرنے کی وہ مکروہ ہی ہم سجدہ شکر کی صورت یہ ہے کہ آدمی کسی نعمت کے بعد اسکا
شکر کے لیے سجدہ کرے تو یہ سجدہ صاحبین کے نزدیک مستحب ہے اور امام صاحب کے نزدیک مکروہ ہے مگر فتویٰ صاحبین کے قول پر ہی اور بعضوں نے
کہا کہ امام صاحب کے نزدیک مشروع نہیں اور اشیاء میں ذکر کیا کہ مستحب ہے کہ خلاف اس سجدہ کے مسنون ہونے میں ہی نہ جائز ہونے میں کذا فی الطحاوی
شامی نے کہا کہ غیر لکھنا کی مطلق سجدہ کی طرف ہی نہ سجدہ شکر کی طرف لیئے مسئلہ جدا گانہ ہے کہ تا کے بعد سجدہ کرنا مکروہ ہے کیونکہ جاہل اسکو سنت یا واجب سمجھ لیتے
ہیں غرض کہ جو سجدہ بدون سبب ہو وہ نہ ثواب ہی نہ مکروہ مگر تا کے بعد اسلئے مکروہ کہا گیا کہ جاہل اسکو سنت یا واجب اعتقاد نہ کر لیں طحاوی نے کہا کہ
شراح کو مناسب تھا کہ سجدہ شکر کو بعد تمام ہونے سجدہ تلاوت کے احکام کے بیان کرتا تو لکھ لایم ان یقرأھا فی مخافتہ و خو جعہ و عید
الا یكون بحیث تلویٰ برکع الصلوٰۃ و سجداً حرکاً اور مکروہ ہی امام کو کہ آیت سجدہ کو آیت سجدہ سے یا جمعہ اور غید جیسے جمع میں آیت سجدہ کی پھر
کلمہ اسطرح پڑھنا کہ سجدہ ادا ہو جاوے غار کے رکوع یا سجدہ سے مکروہ نہیں ہم امام کو خفیہ پڑھنا اسلئے مکروہ ہے کہ اگر آیت پڑھنے کے بعد سجدہ نہ کر لیا تو
واجب تارک ہوگا اور اگر سجدہ کر لیا تو مقتدیوں کی اشتباہ پڑے گا اور یہی اشتباہ مجمع عظیم میں نہ پڑھنے کا سبب ہوا اور اگر سجدہ آخر صورت میں ہو یا آیت سجدہ کے بعد قدر
تین آیتوں کے نہ پڑھنے فوراً رکوع کرے تو اس صورت میں مجمع میں یا خفیہ پڑھنے کا مضائقہ نہیں مگر امام کو چاہیے کہ رکوع میں نیت سجدہ تلاوت کی نہ کرے
فوزہ مقتدیوں کو بھی کرنی پڑے گی اور جو کوئی نہ کر لیا اسکو سلام کے بعد سجدہ کر کے قعدہ اخیر کا اعادہ کرنا پڑے گا کذا فی الحللی ولو تلا علی المنہب سجداً و سجداً
للمسافر و اگر آیت سجدہ کو منبر پر پڑھا تو سجدہ کرے اور سننے والے سجدہ کریں ہم خطیب کو اگر منبر پر سجدہ ممکن ہو تو اوی علیہ کہ اسے ورنہ منبر سے اوی
سجدہ کرے اور سننے والوں کی قید اسلئے لگائی کہ جس نے نہ سنا ہو وہ سجدہ نہ کرے حالانکہ نماز میں مقتدی کے لیے سنا شرط نہیں کذا فی الحاشیہ

باب صلوٰۃ المسافر

باب ہر نماز سے حکم میں من اضافۃ الشی الی شرطہ او محله اضافۃ صلوٰۃ کی مسافر کی صورت از غیل اضافۃ چہرے کی طرف اسکی شرط کیا
اسکے عمل کے ہم فی مسافر یا شرط ہر نماز مخصوص لیئے قصری نماز کی یا اسکا عمل ہو ابو سعید نے کہا کہ شرط نماز کی سفر ہی نہ مسافر کذا فی الطحاوی و کذا فی
ان التلاویۃ عارضۃ ہن عبادۃ و السفر عارضۃ و کذا فی الجہاد الخ اور یہاں بھی نہیں کہ تلاوت ایک پیش آنوالی چیز ہے جو عبادت ہی ہو مگر کسی
مانع کی وجہ سے اور سفر ایک امر عارضی مباح ہی ہو مگر کسی مانع کے سبب اسلئے سفر کا حکم بھی بیان کیا گیا ہم فی اس باب میں اور سجدہ تلاوت میں

باب صلوٰۃ المسافر

مناست تو یہ کہ وہ دن عاری ہو اور وہ تقدیم سجدہ تلاوت کی یہ کہ تلاوت میں اصل یہ کہ عبادت ہو مگر کسی وجہ سے مثلاً غم اور شہرت کے لیے پڑھنا یا بجا
 عبادت میں پڑھنا کہ عبادت نہیں بلکہ مصیبت اور اس قدر اصل میں بیجا ہو مگر کسی وجہ سے عبادت بھی ہو سکتا ہے جیسے حج کا سفر یا حرام ہو سکتا ہے جیسے رہنری کے
 لیے سفر کرنا تو جو چیز اصل میں عبادت ہو وہ مقدم ہو اس پر جو اصل میں بیجا ہو اور لا بجا فرض استثناء ہو عبادت اور مباح دونوں سے کذا فی الشامی
 دستیابی دیکھ کر سفر عیال و اولاد اور سفر اس لیے نام رکھا گیا کہ وہ ظاہر کرتا ہے مردوں کے اخلاق کو ہم نے سفر کے لغوی معنی ظاہر کرنے کے ہیں اور
 چونکہ سفر اصطلاحی میں آدمی کے اخلاق ظاہر ہو جاتے ہیں اس لیے سفر کہا گیا یا یہ کہ روی زمین کا حال اس سے ظاہر ہوتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ لغتاً سفر
 مسافر کے معنی میں ہر شرکت کے لیے مستقل نہیں اور ہو سکتا ہے کہ شرکت بھی ملحوظ ہو کیونکہ سفر اکثر رفاقت ہی کے ساتھ ہوتا ہے اور ایک رفیق کو دوسرے
 کی عادتیں ظاہر ہوتی ہیں کذا فی الشامی من خارج من حاکمۃ من جمیع اقامتہ من جانب خبر وجہ وان ہو بجا و من الجانب الاخر جو شخص نکلے اپنی
 اقامت کی جگہ کے گھروں سے یعنی اپنے نکلنے کی طرف سے آبادی کے باہر ہو جاوے اگر وہ دوسری طرف سے آبادی سے نکلنا دیکھا ہو اس طرح کہ کوئی
 محلہ مثلاً سیدھین پڑا ہو وہ زمین کی آگے آئی ہو لیکن وہ دو پڑے چار رکھتوں والے زمین کو شامی نے کہا کہ غارت سے غرض گھر میں یا کہیمہ میں ہوتے والے بھی شامل
 رہیں اور آبادی سے باہر ہونے میں اس طرف کا اعتبار ہو جس سے مسافر نکلے تو اگر کوئی محلہ ایسا ہو کہ پہلے شہر میں ملا ہو یا تھا اب جدا ہو گیا تو جب تک اس سے باہر ہو جاوے
 قصر کرے اور بلوغ داخل ہادی نہیں اگرچہ زمین بعض اوقات لوگ اگرچہ ہوں یا رکھنا ان کی جو چیز بات ہوں وہ فی الحقیقہ ان کا بیجا الفناء و للمصراقل
 من غلک و ولید یخبر عن زعمہ لیست من حاکمۃ و کذا ولا جلا و رخانہ میں ہو اگر فناء اور شہر کے درمیان ہو سو گھر سے کہ فاصلہ ہو اور دونوں کے درمیان
 کیمت نہ ہو تو اس سے باہر نکلتا قصر کے لیے شرط ہو ورنہ شرط نہیں مگر فناء شہر اس میں ان کو کہتے ہیں جو شہر کے قلع کے لیے ہو مثلاً گھوڑوں کے پھیرنے اور مردوں کی
 دفن کرنے اور مٹی ڈالنے وغیرہ کے لیے تو اس طرح کامکان اگر شہر سے متصل ہو اور بیچ میں کیمت نہ ہو تو قصر کے لیے شرط ہو کہ اس سے بیجا و رک جائے ورنہ اس سے
 تجاوز کرنا شرط نہیں غلوہ فمع معجم ۱۰۰ باتھ سے ۱۰۰ باتھ تک کے فاصلہ کو کہتے ہیں کذا فی المطحطاوی قاصداً کو کا قتل و محطاً اللہ یا ملاً قاصداً
 لم یخص سائر ثلاث ايام ولیا لایفان اقصر ایام الشدة و کذا بشرط سفر کل یوم الی الیکل بل الی الذوال اپنی اقامت کی جگہ سے نکلے قصد کرنا والا
 سفر کا اگر یہ حالت کہ سفر قصد کیا ہو مسلمان ہو گیا تو اب وہ قصر سے پڑے اور جو شخص دنیا کے گرد پھرے بدون قصد سفر کے وہ قصر کرے لیکن اگر مسلمان نہ ہو
 نیت کی وجہ دوسری منزل پر ہو یا جو پھر آگے کی نیت کی اس طرح نام دنیا میں ہو تو قصر کرے قصد کرے سفر میں لگا مع انکی راتوں کے برس کے سب سے
 چھوٹے دنوں میں سے اور زمین شرط ہو سفر تمام دن کا رات تک طلبہ شرط ہو زوال تک مسافر نے کہا کہ لیا لیا کا جفت کرنا سب ہی کو کیونکہ چلنا و نکاح رات کے
 معتبر نہیں بلکہ اگر واکی جلا و کتا تو ہر جو یا کسی نیت سفر میں دن کی ہوا یا تین راتوں کی دونوں صورتوں میں قصر کرے اور سال کے سب سے چھوٹے دنوں سے
 ملا دن ملکوں کے دن میں جو معتدل ہوں یعنی زمین دن ہریت چھوٹے ہو جاتے ہوں جیسے بلخار میں کہ دن چھوٹے سے چھوٹا ایک گھنٹہ کا ہو جاتا ہے تو
 مصر میں سب سے چھوٹے دنوں میں صبح صادق سے زوال تک پونے سات گھنٹے ہوتے ہیں تو تین دن کا سفر ہو ایسے گھنٹہ کا ہوا انتہی اور بریلی اور ساران پور میں
 صبح صادق سے زوال تک ساڑھے چھ گھنٹے سے کچھ زیادہ چھوٹے دنوں میں ہوتے ہیں اور ہر ایک شہر میں جیسا عرض بلدیہ کا اسکے موافق یہ مقدار کہ پیشین گوئی
 اور زوال تک سفر کی قید اس لیے لگائی کہ مسافر کو کھانا اور آرام اور نماز بھی ضرور ہو تو اگر پورے روز کے چلنے میں یہ باتیں کر لیا تو نصف روز یا شاید صرف
 ہو گا اس لیے زوال تک چلنا معتبر ہو کذا فی الشامی بقیوت ولا اعتباراً علی الخرافۃ علی المذہب اور اعتبار زمین فرسخ کا مذہب کے بموجب مسافر
 فرسخ ۳۰ میل کا ہو یا ۴۰ میل چار ہزار قدم کا تو اس حساب سے فرسخ بارہ ہزار قدم کا ہو تو جن لوگوں نے مدت سفر کو ۱۰ یا ۱۵ فرسخ کہا ہے اسکا
 اعتبار زمین اس لیے کہ ظاہر الروایت میں اعتبار تین دن کی مسافت کا ہے اور ہر ایک میں سیکو صحیح کہا ہے یا لیسیر الوسط طم الا سیر لاحت المحتاج

اور پہلے یوں ذکر کیا ہو کہ معنی اس کے یہ ہیں کہ وہ شخص گناہگار اور متقی الگ کا ہوا شامی نے کہا تو اس سے معلوم ہوا کہ مسافر کو نماز کا پورا پورا ثمر حاصل ہو کر وہ بھی ہر حال میں
یقعہ بطل فرضہ و صلا الکمل لقلل لترك القعدة المفروضة الا اذا انتهى الاقامة قبل ان يقيد الثالثة بسجدة لكنه يعيد القيام والمراد
بوجوه نقلًا فلا يتوب عن الفرض ولو نوى في السجدة صلا لقلل ولا ركعة اولی میں پڑھتا تو اس کے فرض میں باقی ہو گئے اور کل تین
نفل ہو گئیں فرض میں باقی ہوئے بسبب چھوڑنے قعدہ فرض کے مگر فرض میں باقی نہ ہو گئے اگر نیت کرے اقامت کی پہلے اس سے کہ تیسری رکعت کا سجدہ کرے
لیکن وہ اعادہ کرے قیام اور رکوع تیسری رکعت کا بسبب باقی ہونے اس قیام و رکوع کے نفل تو وہ قیام و رکوع فرض کا قائم مقام ہو گا اور اگر تیسری رکعت
کے سجدہ میں نیت اقامت کرے گا تو فرض نفل ہو جائیگا مگر شامی نے کہا کہ الا اذا نوى استئذان دون صور تون سے ہی یعنی اگر قعدہ اولی میں پڑھتا یا نہیں مگر
تیسری رکعت میں قبل سجدہ نیت اقامت کر لی تو فرض میں باقی نہ ہو گئے اور سجدہ کے اندر نیت کرنے سے نفل ہو جانا مذہب امام ابو یوسف کا ہی اور یہ
خاص ہے پہلی صورتوں میں ہی کہ قعدہ اولی میں پڑھتا ہو انہی و صلا استئذان المقيم بالمسافر في الوقت وبعده فاذا قام المقيم الى الاتمام لا يقرأ ولا يسجد
للمسافر في كل حال لا لاحقة القعدة لان فرض عليه و قيل لا قنينة اور درست ہے اقتداء مقيم کا بھیجے مسافر کے وقت کے اندر
اور بعد وقت کے یعنی مثلاً دونوں ایک ہی نماز کو قضا پڑھیں تو جب قیام اپنی نماز کے پورا کرنے کو کھڑا ہو بعد امام کے سلام بھیجے کے تو باقی کی دو صورتیں
قراوت نہ پڑھے بلکہ مقدار الحمد کے چپ کھڑا ہو کر رکوع سجدہ کرے اور قیام سجدہ پہنچے نہ کرے صحیح تر قول میں قراوت نہ پڑھے اس لیے کہ مقيم مثل الاتق کے ہو اور دونوں قریبی
فرض ہیں مقيم مذکور پر یعنی ایک امام کی تبعیت سے اور دوسرا اخیر ہونے کی وجہ سے اور بعضوں نے کہا کہ پہلا قعدہ اس پر فرض نہیں کہ اتانی القنينة و قد ب
تلام امام هذا يخالف الثانية و غير هاتئ العلم بخال الامام شرط كون في حاشية الهداية للصلاة الشرط العلم بحال في الصلاة لا في حال
الا ابتداء و في شرح الاشارة يفتي ان يخرجهم قبل فروع ولا بعد سلامه وان يقول بعد التتميد في كل حال اتوا صلواتكم فاني مسافر لانهم لو لم يسمعوا
اور مستحب ہو امام مسافر کو یہ کہ دنیا مقتدیوں سے بعد دونوں سلام کے صحیح تر قول میں کہ اپنی نماز کو پورا کر لو کہ میں مسافر ہوں یہ قول میں ہم کے دور کرنے کے
اس لیے مستحب ہو کہ کوئی نہ سمجھے کہ امام نے یہ کیا شارح نے کہا کہ یہ قول میں کا امام کو مستحب ہو خبردار کرونا اپنے حال سے مخالفت ہو قول غائبہ وغیرہ اس کے کہ
انہیں اقتداء کے لیے جانتا امام کے حال کا شرط یہ یعنی قول اتق سے معلوم ہوتا ہو کہ مقتدیوں کو امام کا حال معلوم نہیں مسافر یا مقيم اور غائبہ وغیرہ میں کو ہو کہ اقتداء کی شرط
ہو معلوم ہونا امام کے حال کا دونوں میں اختلاف ہوا لیکن ہندی کے حاشیہ ہدایہ میں ہے کہ مقتدا امام کے حال کا معلوم ہونا ہی فی الجملہ خواہ ابتدا میں معلوم ہو یا
انتہا میں یہ نہیں کہ شروع ہی میں معلوم ہو تو اس تقریر سے شائع شد اختلافات میں اور غائبہ کے قولوں کا دفع کر دیا اور شرح ارشاد میں ہو کہ امام کو چاہیے
یعنی مستحب ہو کہ مقتدیوں سے قبل اپنے شروع کرنے کے کہہ دے کیونکہ ممکن ہو کہ کوئی مقتدی اس کا حال نہ جانتا ہو اور اگر شروع غائبہ سے پیشتر نہ کرے تو یہ سلام کے
انکار کر دے ولو نوى الا تمامه لا حقيقة بل يلزم صلوة المقيمين ليعي مقيماً اور اگر امام مسافر نیت اقامت کی کرے حقیقت میں اقامت کے لیے بلکہ اس
فرض سے کہ مقيم مقتدیوں کی نماز پوری پڑھ دے تو ایسی نیت مقيم ہو گا یعنی اس صورت میں اس کے فرض پورا نہ ہو گئے دو فرض اور دو مقيمين ہو گئے اور اگر مقتدی اس کے
پچھے اپنی نماز پوری کرے تو ان کی نماز ناسد ہو گی کیونکہ نفل پڑھنے والے کے پیچھے فرض پڑھنے کے اتانی الشابی و اما اقتداء المسافر بالمقيم فيصير في الوقت
و بعد لا بعداً فيما يقتضيه لانه اقتداء المقتصر بالمقتل في حقه القعدة و اقتداء في ذلك لا يقتضيه في حقه القعدة و اقتداء في ذلك لا يقتضيه في حقه القعدة
مقيم کے درست ہو وقت کے اندر اور مسافر میں صورت میں چار رکعتیں پڑھے یعنی امام کی تبعیت کی وجہ سے اس کے فرض بھی پورا ہو جائیگا مہین
و درست ہو اقتداء مسافر کا پیچھے مقيم کے بعد وقت کے ان نمازوں میں کہ بدل جاتی ہیں یعنی ٹھہر وغیرہ عشاء میں اس لیے کہ اگر مسافر اول دو گانہ
میں اقتداء مقيم کا کرے گا تو فرض پڑھنے والے کا اقتداء ہو گا پیچھے نفل والے یعنی غیر فرض پڑھنے والے کے قعدہ اول کے نفل میں کہ وہ مقيم کے

[illegible]

اسکو بحر الرائق میں رکھا ہو ہم نے یہ صورت فرض کی ہو کہ ایک شخص اپنے شہر سے کسی گاؤں میں بدون ارادہ سفر کے اپنے کام کو گیا اور اس گاؤں میں
 بند رہا دن سے کم رہنے کی نیت کی تو وہ پوری نماز پڑھ گیا کیونکہ مقیم ہو گیا ہے پھر فرما کر کہ وہ گاؤں سے بدون سفر کے باہر نکلا اور بستی سے باہر ہو کر گیا
 تا اپنے شہر میں گیا تھا اور نہ کسی جگہ رات کو رہا تھا کہ اسکو یہ سوچا کہ سفر کیجئے تو وہ قصر سے نماز پڑھ گیا مسافر ہو گیا اور اگر اتفاقاً سفر کے بعد اسی گاؤں
 میں کوئی دوسرا گاؤں میں اسکا وطن سکنی ہو پوری نماز پڑھ لیتے کہ اس سے کوئی ایسا فعل نہیں پایا گیا جس سے وطن سکنی باطل ہو جاتا
 یعنی نہ نیت سے دوسری جگہ اقامت کی ہو کہ وہ وطن سکنی ہو تا اور اپنے محل پہلے وطن سکنی کو باطل کر دیتا اور نہ اپنے گھر گیا ہو کہ وطن اصلی کے سبب سے
 وطن سکنی باطل ہو تا اور نہ اس گاؤں سے سفر کیا ہو ملک سفر اس سے باہر نکلا گیا ہے تو جب کوئی مسیبل وطن سکنی کا پایا گیا اسلئے نماز پوری پڑھی مناسب
 بحر الرائق نے اسکا جواب یہ دیا ہے کہ جب بعد نیت سفر وہ گاؤں میں آیا تو ہنوز اسکا سفر باقی ہے کیونکہ اقامت کی نیت نہیں کی حالانکہ سفر سے وطن
 اقامت باطل ہو جاتا ہے جو وطن سکنی سے قوی ہو تو وطن سکنی کیسے باطل ہو گا پس یہ کہنا کہ وطن سکنی کا کوئی مسیبل نہیں پایا گیا غلط ہے اسلئے
 کہ بیان ہوا اسکا مسیبل سفر موجود ہو اور پورا بیان اس مسئلہ کا شامی میں ہے والمعتبر نية المتبوع لانه لا حصل الا المتابع كالمراة فافها هو
 المعجل بعد غير مكاتب وجندی کا کہ یترقی من كالمراة ویدیت المال واجرة واسير وغير ذلك مع زوج وموطا واصلي
 مستاجر لغيره في او مقبرته متبوع کی ہوا اسلئے کہ وہ اصل ہو یعنی اقامت اور سفر پر قادر ہو نہیں مقبرہ نیت تابع کی مثلاً زوجہ کی نیت مقبرہ
 نہیں شوہر کے ساتھ بشرطیکہ شوہر نے اسکو معر مجمل دیدیا ہو اور اگر دیا ہو تو وہ تابع شوہر کی ہوگی کیونکہ بیون او اسے معر مجمل شوہر اسکو سفر
 میں لے جانے پر قادر نہیں اور زوجہ کو اختیار ہے کہ اسوجہ سے شوہر کے پاس نہ جائے اور مثلاً غلام کی نیت مقبرہ نہیں آقا کے ساتھ بحر مکاتب کے اسلئے
 کہ مکاتب کو بدون اذن آقا کے سفر کا اختیار ہو تو اسپر طاعت آقا کی ضروری نہیں اور لشکری کی نیت مقبرہ نہیں امیر کے ساتھ جبکہ لشکری کا کمانا
 امیر سے ملتا ہو یا بیت المال سے اور اگر اپنے پاس سے کھاتا ہو تو ایسی نیت مقبرہ ہوگی اور فردوس کی نیت مقبرہ نہیں مستاجر کے ساتھ شامی نے
 کہا کہ یہ اس صورت میں ہو کہ وہ ماہ یا سالانہ ملتا ہو اور اگر یومیہ پاتا ہو تو شام کی وقت اجرت فتح کر سکتا ہے اسی لئے اختیار اسکی نیت گاہ گاہ مستاجر کی ورنہ
 کی نیت مقبرہ نہیں قید کرنے والے کے ساتھ اور قصداً کی نیت مقبرہ نہیں قریحواہ کے ساتھ بشرطیکہ قصداً غفلت ہو اور اگر دی نیت مقبرہ نہیں قصداً کے ساتھ
 جبکہ استاد کے ذمہ کھاتا ہو شامی نے کہا کہ عبارت ماتن میں بت و شمر مرتب ہے اسی لئے ترجمہ نے الفاظ شمر کو مناسب جگہ پر ترجمہ کیا شامی نے کہا کہ
 بیشایع اگر باپ کی خدمت کرتا جاتا ہو تو اسکی نیت کا بھی اعتبار نہ ہوتا جیسے قلت خفي للمعية ملاحظ في تحقيق التبعة مع ملاحظه شرط اخر
 لحقوله و هو ان تواف في مسألة الجندی و وفاد المهر والمراة وعدم كتابة العبد میں کتابوں کی قید ساتھ ہونے کی شرط
 ہے جو نیت کے ثابت ہونے میں مع ایک دوسری شرط کے لحاظ کے جو نیت کو ثابت کرتی ہو وہ دوسری شرط لشکری کے مسئلہ میں کھانا ملنا ہے
 اور عورت کے مسئلہ میں معر مجمل کا دینا اور غلام کا مکاتب ہونا شامی نے کہا کہ تابع جب متبوع کے ساتھ ہو تو اپنے متبوع سے حال اقامت و سفر کا
 دریافت کرے اگر وہ تادے تو اسکے بموجب کار بند ہو ورنہ معر حال پر ہو اسی پر عمل کرے یعنی صورت میں قصر کرے اور اقامت میں پوری
 نماز پڑھے ورنہ یا جواب حادثہ جہیز کا کہ بدستہ نماز پڑھ لے اور اس دوسری شرط کے لحاظ سے ظاہر ہو جواب حادثہ جہیز کا کہ بدستہ
 سندیکہ راہی میں ہم کہ یہ کسیر کاف فارسی نام ایک خبر یہ کا ہے اور حادثہ تھا کہ نہ نیت اور شکست کے بعد لشکری تر تہر ہو گئے یعنی نامیر
 کے ساتھ رہتے نہ اسکی طرف سے انکو کھانا ملا تو ہر ایک تابع نہ رہا مستقل ہو گیا حالہ جہیز طحاوی نے کہا کہ شاید یہ جواب حادثہ کا شامی کے کتاب
 کی تابعیت کے بعد ملتی کیا ہے کیونکہ تابعیت کتاب سے پوشتہ ابن فراغت پائی تھی چنانچہ آخر کتاب میں خود لکھا ہے کسی شاکر نے ملادیا ہے

بھیلی و برہان ملک کہ بعض راہل جمعہ کے بعد چار گیتین اس نیت سے پڑھتے ہیں کہ جو سب کچھ پھیلنا ظہر میر سے ذمہ ہوا ہو اور میں نے اسکو بھی نہ پڑھا ہو
 اسکو ترختا ہوں تو چونکہ اس میں یہ خوف ہے کہ جائز اسکے معتقد ہو جائیں کہ جمیع فرض نہیں لیتے میں نے اس غلہ کے نہ پڑھنے کا فتویٰ دیا و لیش شرط
 لصحتہا کیسے دعا شدیاد اور شرط میں واسطے صحیح ہوتے جمعہ کے سات چہرین ہم نہ الفائق میں بیان کیا کہ جمعہ کے لئے کچھ شرطیں واجب ہیں کی
 ہیں یعنی جب جمعہ آدمی پر واجب ہوتا ہو اور کچھ شرطیں ادا کی ہیں اور فرق ادا اور وجوب کی شرطوں میں یہ کہ ادا کی شرطوں کے نونے سے ادا
 صحیح نہیں ہوتا اور وجوب کی شرطیں نونے سے ادا درست ہے پھر صاحب نہ الفائق نے ایک قطعہ عربی کا جامع شرط و وجوب ادا کا نقل کیا ہے
 جبکہ ترجمہ ترجمہ فارسی میں کر دیا اور وہ یہ ہے قطعہ شرط وجوب غلق اقامت بلو بخ دان یہ بعدری است مردی و آراوی بعد از ان سلطان
 و وقت و خطبہ جماعت ہم اذن و شہرہ یا دوش پی ادا کریں بگذارد الکان بناس قطعہ میں چھ شرطیں ادا کی مذکور ہیں اور شارح نے خطبہ کا پیشتر
 نامہ کے ہونا ایک شرط جدا قرار دی ہے اسلئے تعداد سات ہوئی کا دل المصور و ہد ماہ یسج الکر مساجد اہلہ المکلفین عھا و علیہم السلام
 اکثر الفقہاء مجتہد لظہور التوالی فی احکام پہلی شرط صحت کی شہرہ یعنی وہ جگہ جہاں سب سے بڑی مسجد میں اسکے باشندے ہو
 جمعہ کے ادا کرنے کا حکم ہے و سماوین یعنی غورنوں اور لڑکوں اور مسافروں کے سوا اس قدر مسلمان ہوں کہ بڑی سی بڑی مسجد میں نہ تکمیل اور شہر
 کی اسی تعریف پر فتویٰ ہو اگر مقررہ کا کذا فی اجتہاد اس تعریف پر فتویٰ ہو بسبب ظاہر ہونے سستی کے احکام میں ہم یعنی ظاہر مذہب کی تعریف میں
 حدود کا قائم کرنا شہر ہونے کی شرط ہے اور چونکہ حاکم سزاؤں کے قائم کرنے میں کوتاہی اور سستی کرتے ہیں لہذا فتویٰ اس تعریف مذکور بالا
 پر ہو اذانی الفطوی و ظاہر المذہب اندہ کل موضع لہ امید و قاضی قد رتبہ اقلہ الحد و حکم خذناہ فیما علقناہ علیہ الملتحق
 اور ظاہر مذہب یہ ہے کہ شہرہ یعنی جو زمین ایک حاکم اور ایک قاضی ہو کہ سزاؤں کے قائم کرنے پر قادر ہو چنانچہ ہمارے اس موقع بیان کیا ہے ملتقی اللہ
 کی شرح میں ہم اس پر قاضی سے مراد یہ ہے کہ اسی شہر میں رہتے ہوں یہ نہیں کہ کبھی دور ہو چلے آتے ہوں اور قاضی اقامت حدود پر قادر ہو
 اسکے معنی کہ گویا بالفعل قائم کرنا ہو مگر اقامت پر قدرت ہو اور شارح مینہ نے اسی تعریف کو صحیح کہا ہے اذانی الشامی و فی التفتتانی نے
 اذانی کہیں بنا کے جامع و فی مستقر اذانی نا لجمہر اتفاقا علی ما قلہ التشریح و اذانی الشامی الحاکم صدارہ جمعہ علیہ فی الحفظ اور قستانی میں
 ہے کہ اذن دینا حاکم کا واسطے بنانے جامع مسجد کے گاؤں میں اذن ہو جمعہ کے لئے بالاتفاق اور اس بیان کے کہ کہا ہے اسکو مخری نے اور
 جب بلحاظ اسے اس میں سے حکم نہ ہو جائیگا اذن جمعہ کا بلا لاجماع تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم قستانی میں مذکور ہے کہ جمعہ پر ہر مضافات اور ہرے گاؤں
 میں جن میں باندہ ہوں فیہ واقع ہوتا ہے بلا غلط جیکہ مسجد جامع کے بنانے کا اذن حاکم یا قاضی ہے دیا ہو یا جمعہ کے ادا کرنے کا حکم دیا ہو کوئی کلام و جمعہ
 مختلف فیہ ہر مضافات اور ہرے گاؤں میں توجہ مختلف فیہ ہر حکم حاکم ہو گیا وہ مجمع علیہ ہو گیا اذانی الشامی مختصراً و ختامہ بکسر الفاء و ہوا حوالہ
 بقولہ اذانی الشامی و فی التفتتانی و فی المستقر اذانی نا لجمہر اتفاقا علی ما قلہ التشریح و اذانی الشامی الحاکم صدارہ جمعہ علیہ فی الحفظ اور قستانی میں
 یا شیعہ صحت جمعہ کی بنا پر ہر کسیر فالو فادہ علیہ ہر گرو شہر کے جو اسکے منافع کے لئے مثل دفن کرنے مردوں اور دوڑانے گھوڑوں کے ہر
 خواہ شہر متصل ہو یا نہیں چنانچہ متفق بیان کیا ہے اسکو ابن کمال وغیرہ نے اور مختار فتویٰ کے لئے امانہ کرنا اسکا ہے ایک فرسنگ یعنی تین میل کر گیا ہے اسکو
 ادا لہجہ نے ہم شامی نے کہا کہ بعض محققین نے تو صرف فدا کی تعریف پر اتفاق کر کے طلق چھوڑ دیا ہے اسکی کچھ حد مقرر نہیں کی یعنی جس جگہ شہر کی کار آمدیت میں ہوتی
 ہوں وہ فدا ہے جیسے گھوڑوں کا پھیرنا اور دوڑانا اور مردوں کا دفن کرنا اور فوج کا جمع ہونا اور چاند ماری وغیرہ ہوتی ہے اور بعضوں نے اسکی مسافت
 بھی مقرر کر دی ہے اور مسافت کے باب میں تو قول ہیں کسی نے کہا کہ شہر کی آواز اس میں آتی ہو کسی نے کہا اذان سنائی دیتی ہو کسی نے کہا چار

باتھ کا فاصلہ کسی نے میل کا کسی نے دو فرسنگ کا کسی نے تین فرسنگ کا کسی نے چار فرسنگ کا اور چونکہ ہر شہر کے حاج کے لئے مسافت مختلف ہوتی ہے اسلئے بہتر یہی ہو کہ صرف تعریف پر کتباً کیجئے واللہ اعلم بالصواب اور دوسری شرط صحت جمعہ کی بادشاہ اگرچہ متعجب ہو یا عورت پس درست ہے حکم کرنا عورت کا جمعہ کے قائم کرنے کو اور درست نہیں ہے قائم کرنا عورت کا جمعہ کو مقلد اسکو کہتے ہیں امامت کی شرطیں نہوں اگرچہ قوم اس سے راضی ہو جاوے یا جسکے پاس فریاد نہو اور اقامت جمعہ سے مراد خطبہ پڑھنا اور نماز پڑھنا ہی تو عورت کے حکم سے دوسرا شخص اگر یہ دونوں باتیں کرے تو درست ہے اور اگر عورت خود خطبہ پڑھے یا نماز پڑھے تو درست نہو گا کیونکہ وہ اقامت کے اہل نہیں شامی نے کہا کہ عورت جو بادشاہ ہوتی ہے تو تعجب ہی سے ہوتی ہے اسلئے کہ امامت کبرئیت سے مروی ہونا شرط ہے تو شارح کو چاہیے تھا کہ اولیٰ جگہ ولو کہتا یعنی اگرچہ متعجب عورت ہی ہو اور مامولہ یا قاضیہ ولو عہداً ولی عمل ناحیہ وان لم یکن انکحہ و احضرت یا دہ شخص جو بیکو بادشاہ وقت نے جمعہ کی اقامت کی اجازت دی ہو اگرچہ وہ غلام ہو کہ سیطوف کا عامل مقرر ہو اوگواٹ غلام کے نکاح کیے ہوئے اور مقدمات کے فیصلے جائز نہونگے کیونکہ یہ دونوں امر اس شخص کی طرف سے نافذ ہوتے ہیں جسکو ولایت ہو غیر پر اور غلام کو تو اپنے نفس پر بھی ولایت نہیں غیر کیسے ہوگی کذا فی الطحاوی و اختلف فی الخطیب للقرطبی من جملة الامام کہ حکم اومن جملة نایبہ هل یکنلک الاستتابة فی الخطبة فقیل لا مطلقاً ای لحدوثہ اذہا ان یمض عن الیہ ذلک وخیل ان الضرورة جازہ الا لا وقیل نعم یجوز مطلقاً بلا ضرر ویکون علی شرف الفوات لتوقفہا ان ذلک لا یستلزم ولا یؤکلک القضاء و اختلاف ہی متاخرین کا اس خطیب میں جو سلطان یا اسکے نائب یعنی بادشاہ اور قاضی القضاۃ کی طرف سے مقرر ہو کہ اسکو خطبہ پڑھنے کے لئے دوسرے شخص کو نائب کرنا درست ہے یا نہیں یعنی بدو اجازت حاکم کے اپنا نائب کر سکتا ہے یا نہیں تو بعض نے کہا کہ درست نہیں مطلقاً یعنی ضرورت نائب کرنے کی ہو یا نہو مگر اس صورت میں کہ خطیب مذکور کو یہ امر حاکم کی طرف سے تفویض کر دیا گیا ہو تو خلیفہ کرنا درست ہوگا اور بعض نے کہا کہ اگر کسی ضرورت کی وجہ سے ہو یعنی خطیب خود کسی مرض یا ضرورت سے وقت پر خطبہ نہیں پڑھ سکتا تو دوسرے کو نائب کرنا درست ہے اور اگر ضرورت نہیں تو نائب کرنا بھی درست نہیں بلکہ بعض نے کہا کہ مان درست ہے مطلقاً اگرچہ بلا ضرورت ہو اسلئے کہ ادا ہی جمعہ ایک وقت مقرر ہو قوف ہونے کے سبب فوت ہو جانے کے کنارہ پر ہی تو اجازت ادا سے جمعہ کی اذن و خلیفہ کر لینے کا بطور ولایت کے اور نہیں ہے ایسی قضاہ میں جمعہ کے ادا کے لئے ایک وقت معین ہو کہ وہ گزر جائے تو جمعہ جاتا ہے اسلئے جب حاکم نے اول جمعہ کے خطیب کو اجازت دی تو ولایت خلیفہ کرنے کی بھی اجازت ہوتی کیونکہ یہ تو حاکم جانتا ہی ہے کہ اقامت جمعہ میں مرض اور حدت بھی خطیب پر آسکتے ہیں تو بدوون خلیفہ کرنے کے جمعہ کیسے ادا ہوگا اور قضا کے لئے کوئی وقت خاص نہیں کہ اسکے گزر جانے سے خوف اسکے فوت کا ہو تو حکم دینا قضا کا اجازت خلیفہ کرنے کی نہوگی کذا فی الشامی ص ۱۸۸ لفظاً من عبدلہم ففی البدایہ کل من ملک الجمعة ملک اقامہ تغیر اور خطیب کو مطلقاً دوسرے کا خلیفہ کر دینا ہی ظاہر ہے قضا کی عبارتوں سے چنانچہ بدائع میں ہے کہ جو شخص مالک ہے جمعہ کا وہ اختیار رکھتا ہے اپنے غیر کے قائم کرنے کا یعنی جو خود اقامت کر سکتا ہے وہ دوسرے کو نائب کر سکتا ہے و فی الجمعة فی تعداد الجمعة لا یجوز بان یأخذ بشرط الاذن لا قاضیاً عند بناء المسجد ثم لا یشرط بعد ذلک بلکہ اذن مستحب لکل خطیب و قاضی فی الحدیث اور کتاب نجد فی تعداد الجمعة میں جو نایب یا بن جریاش کی ہر قوم ہو کہ اقامت جمعہ کا اذن صرف مسجد کے بنانے کے وقت شرط ہے پھر اسکے بعد شرط نہیں بلکہ اذن خطیب کو بدستور سابق رہتا ہے اور پورا بیان اسکا بجز الرائق میں ہے جمہ جمہ نون و سکون جمہ نام کتاب کا ہے اور ابن جریاش بجز جمہ و راہ حملہ صاحب بجز الرائق کے اساتذہ میں سے ہے حاصل مسئلہ کا یہ کہ جب بادشاہ اول بار اقامت جمعہ کی اجازت ایک شخص کو دے تو اس شخص کو اختیار ہو کہ غیر کو اجازت دیدے اور وہ غیر

دوسرے کو اجازت دے کہ یہ طرح اجازت دراجازت ہی جیسے بغیر منہ نہیں کہ بادشاہ جب اقامت جمعہ کا اذن کسی مسجد میں دے تو ہر شخص یا ہر خطیب کو اس مسجد میں اجازت اقامت جمعہ کی ہوگی اب ضرورت اجازت کی سلطان سے یا جسکو اسنے اجازت دی ہو اس سے نہیں ہی جیسا کہ عام عبارت شائع سمجھا جاتا ہے کہ انی الشاہ و صاحبہ الذی یلعی کا دلیل علیہ اور یہی ہے جو قید لگائی ہو کہ خطیب کو خلیفہ کرنا درست نہیں مگر جبکہ یہ ہو جائے تو اس پر کوئی دلیل نہیں فقہاء کی عبارتوں سے تو مطلق خلیفہ کرنے کا حجاز معلوم ہوتا ہے دوسرے یہ کہ یہ صورت خاص نماز میں خلیفہ کرنے کی ہو خطیب تو یہی جو بھی دست ہے حالانکہ ذکر یہ تھا کہ خطیب خطیب کے لئے نایب کر سکتا ہے یا نہیں کہ انی الشاہ ہم اقامت جمعہ سے مراد خطیب اور نماز دونوں ہیں اور اجازت پر صرف خطیب موقوف ہے نہ نماز تو اقامت جمعہ کے لئے خلیفہ کرنے سے مراد خطیب کے واسطے خلیفہ کرنا ہے نہ نماز کے لئے جیسا کہ بعض فقہاء کو ہم ہوا ہے کہ انی الشاہ دعا ذکر ملاحضہ وغیرہ انہما الکمال فی دسالة خلاصہ برہن فیما علی الجواز بلا شرط و اطنیعنا و ابدیع ولا کثیر من الفوائد اذ ذکرہ جہات کو ملاحظہ و ملاحظہ تھے ذکر کیا گیا اسکو ابن کمال نے ایک خاص رسالہ میں دیکھا ہے جس میں خلیفہ کرنے کا جواز بدون شرط اذن سلطانی کے بدل کیا ہے اور اس رسالہ میں ہی تقریر ہے و سنگ پر بیان کی ہے اور بہت سے فوائد مندرج کیے ہیں ہم ملاحظہ کرنے بیان کیا ہے کہ خطیب کو نائب کرنا نہیں ہے تو یہی حاجت کہ بادشاہ کی طرف سے اسکو نائب کر لینے کا اختیار نہ دیا گیا ہو حق فہم کہ ہمارا نہ جائز مطلقاً فی زمانہ کا نہ وقوع فی تاریخ حنفیہ و لا بعدہ و شعاعۃ اذت عام فی خلیفہ الفتویٰ اور مجمع المانہ میں ہے کہ خلیفہ کرنا جائز ہو مطلق ہمارے زمانہ میں یعنی خواہ ضرورت ہو یا نہ ہو ایسے کہ شہدائے بین سلطان کی طرف سے اجازت عام ہوگی جو کہ خطیب کو اختیار ہے کہ دوسرے شخص کو اپنا خلیفہ کر دے اور اسی پر فتویٰ ہے شامی نے کہا کہ شاید شراح کے زمانہ کے علما کا فتویٰ مراد ہو تو یہ تعین نام نہی کیونکہ اس میں مذکور ہے علی اہل تعین نہیں بلکہ تعین واسطے پیشتر کے لوگ ہیں و فی المساجد لوجہ احد بغیر اذن الخطیب کی جواز کا اذ احتیاج میں علی کلام الجمعۃ و یؤید ذلک انہ یلزم اداء النفل جیماعۃ و اکثر ما یشترک السلام اور سراجہ میں ہے کہ اگر کسی نے نماز پڑھا جائے بدون اذن خطیب کے تو درست نہ ہوگی مگر جبکہ اقتدار کے اسکے پیچھے و شخص جسکو اختیار جمعہ کا ہے کہ نہ کہ اقتدار کے سے ولات اجازت ہو جائیگی اور اگر ولی آیا اور اقتدار نہ کیا تو اقامت اس شخص کی ناجائز ہوگی اور یہی کہ یہ عدم جواز کی یہ امر کہ لازم ہے نفل کا اور اگر جماعت سے اور نایب رکھا ہو اسکو شیخ الاسلام نے ہم بھی جب جمعہ بدون اذن کے ناجائز ہو تو یہ نماز نفل ہوگی اور نفل جماعت سے پڑھتی ہوگی نہ کہ مکروہ تحریمی ہو خطیب نے کہا کہ مکروہ تحریمی جب ہو کہ نیت نفل سے شروع کیا ہو یہاں تو نیت فریضہ سے شروع کیا ہو تو مکروہ کیسے ہوگی کہ انی الخطاوی و مات والی مضر فہم خلیفہ او صاحب الشیطان فہم علی حکم الشیاطین اذ الفاضل للفاضل فی ذلک جا کلاک نفی عن امیر العاکم الیہم اذ ذلک کلاک مرگیا عالم کسی شہر کا جامعہ میں کسی فساد کے خون سے نہ آیا کلا فی البیاض میں ہے جو اب اس کے خلیفہ نے بیٹے ولی عہد نے یا اگر کو عداری نے یا قاضی نے جسکو اقامت جمعہ کی اجازت ہے تو درست ہے یا ایسے کہ سپر کرنا عوام کے امور کا اگر وہ لالہ اجازت ہو اقامت جمعہ کی شائع نے کہا کہ صاحب الشرط بفتح شین مجاہد و امجد عالم سیاست ہے یعنی جمع ہو شرعی کی ہم شامی نے کہا کہ جمیع تشدد بدیم جو یعنی مسیحا ماضی باب تفصیل سے فلحقاق القضاء بالشام ان یقعہا وان یروى الخطباء بلا اذن صریحہ و تقریر الباشا سو درست ہے شامی نے قاضی القضاء کو جمعہ کا قائم کرنا اور خطیبوں کو اختیار دینا بدون اجازت صریح اویہ دون مقرر کرنے با شامی نے ہم شامی نے کہا کہ یہ اختیار اس قاضی القضاء کو ہو جسکو قاضی المشرق والمغرب کہتے ہیں تو قاضی شام اور مصر دون اجازت اور دون کو اختیار نہیں دے سکتے اگر نہ کو بھی اذن عام خطیبوں کے تقرر کا ہو تو مضائقہ نہیں وقالو یقعہا امیر البلاد شد الشرط ثم الفاضل ثم من ذلک فاقض القضاء اور فقہانے ترتیب اقامت جمعہ کی اس طرح بیان کی ہے کہ جبکہ کو حاکم شہر قائم کرے پھر حاکم سیاست پھر قاضی پھر وہ شخص جسکو قاضی القضاء نے مقرر کیا ہو ہم شامی نے کہا کہ حاکم سیاست کا مقدم کرنا قاضی پر مخالفت ہے فقہاء کی تصریح کے کہ جواز میں ہے قاضی مقدم ہے حاکم سیاست پر و فقہاء اجماع کا حکم

کیونکہ کسی صحابی یا تابعی سے مجبہ کے چند جائز سننے کا جو از ثابث بنین اور شرح مینہ میں عدم جواز کو امام سے ظاہر تر روایت بیان کیا ہو اور نہ اتفاق میں حاوی قدسی سے فتویٰ اسی قول پر نقل کیا ہو تو معلوم ہوا کہ یہ قول مذہب میں معتقد نہ قول ضعیف اسی بہت سے شرح مینہ میں چار رکعتوں کے پیر سننے کو احتیاط کیا ہو کیونکہ خلاف چیز جب مجبہ کے جائز اور ناجائز ہونے میں قوی ہو اور اگر بالفرض عدم جواز ضعیف ہو تب بھی خلاف سے باہر ہونا بہتر ہوگا جو یہ جائز کہ قول مخالف مذہب کا ہو کذا فی الشاشی مختصر و فی المجموعہ کا ہر معنی المطلب داکھ و حوط نید الخضر اور حرکت و قتلہ لایف جہود علیہ الخ لا وقت فتنبہ اور مجمع الانہر میں مطلب کی طرف منسوب ہو کہ زیادہ احتیاط اس میں ہو کہ نیت یوں کرے کہ سب سے پچھلا ظہر جب کا میں نے وقت پایا ہو اور بھی ادا کیا ہو اسلئے کہ وجوب ظہر کا اسی پر آخر وقت سے ہی پس آگاہ ہو جاہم اس تعلیل میں غلط ہو کیونکہ وجوب ظہر اول وقت سے ہو اور اسی لیے اس جملہ کو نہ اتفاق میں ذکر نہیں کیا شایع اس میں بحر الرائق کا تابع ہو گیا ہو کذا فی الطحاوی اور فائدہ اس نیت کا یہ ہو کہ اگر جمعہ نہ ہو گا تو پچھلا ظہر جمعہ کے روز گاموگا وہ اس نیت سے ادا ہو جائیگا اور اگر جمعہ درست ہو اہوگا تو سب سے پچھلا ظہر قضا نماز نکاح اس سے ادا ہو جائیگا ورنہ غلط ہوگی اور ترتیب شرح مینہ میں اس طرح مذکور ہے کہ اول چار سنتیں ظہر کی پڑھے پھر چار رکعتیں احتیاطی پڑھے پھر دو سنتیں پڑھے اور چار سے کہ چار دن رکعتوں میں سورہ ملاوے اگر قضا نماز اس کے ذمہ نہ ہو اور اگر قضا ہو تو پچھلی دو رکعتوں میں سورہ نہ ملاوے بعض نسخوں میں قنبلہ کی جگہ قنبلہ ہو اور یہی صحیح معلوم ہوتا ہو کیونکہ یہ عبارت فقہی کی ہو کذا فی الشاشی والثالث وقت الظہر فتبطل الجمعۃ بوجہ مطلقا و لکن لا حقا لہذا فیہم اذ حجة علی المذہب ان الوقت شرط کذا اذ شرط کذا احتکام اور تیسری شرط ادا کی وقت ظہر کا ہو پس باطل ہو گا جمعہ کے نکلنے سے مطلقا یعنی اگر بعد بیٹھنے کے مقدار اشہد کی وقت جاتا رہے تب بھی جمعہ باطل ہو جائیگا گو مقتدی لما حق ہو گیا ہو بسبب غلط ہو جانے یا بیٹھنے کے مذہب معتد پر اسلئے کہ وقت شرط ہو ادا کی نہ شرط شروع کرنے کی ہم نوادر میں ہو کہ مقتدی بیٹھنے کے سبب رکوع سجدہ پر قادر نہ ہوا بیان تک کہ امام نے سلام پھیر دیا پھر وقت عصر کا ہو گیا تو وہ جمعہ کی نماز پوری کر لے اسلئے شارح نے اس قول کو رد کیا کہ مذہب معتد یہ ہو کہ لاحق خواہ بیٹھنے کی محبت سے ہو یا سو جانے سے اگر وقت ظہر کا نہ ہے تو جمعہ پورا نہ کرے کہ باطل ہو گیا بلکہ ظہر قضا پڑھے اسلئے کہ وقت ظہر ادا کی شرط ہو تو سب خانہ وقت کے اندر ہوئی جا ہے شروع کی شرط نہیں کہ صرف وقت میں شروع کرنے سے جائز ہو جائے کذا فی الطحاوی والراجح الخطیۃ فیہ فلو خطب قبلہ وصلى فیہ لم یختم اور جو بھی شرط صحت جمعہ کی خطبہ میں وقت کے اندر پس اگر خطبہ وقت سے پہلے پڑھ لیا اور نماز وقت میں پڑھی تو جمعہ درست ہو گا م خطبہ بغیر نماز جمعہ معنی مضمول ہو مشتق ہو خطبہ سے جس کے معنی دو شخصوں میں گفتگو ہونے کے ہیں کذا فی الطحاوی وحی الخامسی حکا ینا قبلہا کان شرھا الشیء سابق علیہ بحضور جماعۃ تنعقد الجمعیۃ ہم دلو کا نو اختیار دینا کا فلو خطب حدیث یخرج علی اکھم کذا فی الخضر الخ

کہ اگر ہر باب سے لے کر لیس کا لاستما وہم فالماور جمیعہ و جزم فی الخلاصۃ باتہ یکے حضور واحد اور بانچوں میں شرط صحت جمعہ کی ہونا خطبہ کا ہو پہلے نماز جمعہ سے اسلئے کہ شرط پڑھنے کی اس سے پیشتر ہو اگر فی خطبہ ہووے سامنے ایسے لوگوں کے جسے جمعہ ہو جاوے یعنی مرد بالغ اور عاقل ہوں اگر یہ بہرے یا مومن ہوے ہوں سو اگر خطبہ پڑھ لیا بدن کسی مقتدی کے حاضر ہونے کے تو درست ہو گا صحیح نرفول کے جو چھانچہ بحر الرائق میں ہو ظہر سے استواسلئے کہ حکم خطبہ کا ذکر کی طرف نہیں ہو گا اس ذکر کے سنتہ کے لئے اور ماوراء لفظ جمعہ ہو اور یقین کیا ہو خلاصہ میں اس پر کافی ہو حاضر ہونا ایک مقتدی ہم یعنی آیت (فاستوا الی آرائیں) میں حکم سنی کا بصیغہ جمع وار د ہو تو ایک کا حاضر ہونا کافی ہو گا اور بہرون اور مومن کے ہونے کے حاضر ہونے میں ہر چیز سننا یا یا نہیں جانا بجا آوری اس کے حکم کی موجود ہو اسلئے خطبہ کا پڑھنا ان کے سامنے درست ہو اور قول خلاصہ کا صحیح نہیں اسلئے کہ حضور جماعت شرط ہو پھر ایک کا حاضر ہونا کیسے کافی ہو گا کذا فی الشاشی و کفہ شیخہ الخ اولہ الخ لایف اذ یسجد للخطیۃ المفروضۃ مع المکررۃ و فیہا کذا

من ذکر طویل و اقلہ قدر المتعین لواء اور کافی ہو خطبہ فرض کے لئے ایک بار الحمد للہ کتنا یا سبحان اللہ کتنا ساتھ کراست کے امام صاحب
 کے نزدیک اور صاحبین نے فرمایا کہ ضرور ہو ذکر طویل کا ہونا اور کمتر مقدار اسکی التحیات واجب کے برابر ہو یہ دلیل امام صاحب کی یہ ہو کہ آیت
 میں مطلق لفظ ذکر ہو جو شامل ہو تھوڑے اور بہت کو اور وجہ کراست مخالفت سنت ہو پھر یہ کراست بعضوں کے نزدیک تحریری اور قستانی
 کی ظاہر عبارت سے معلوم ہوتا ہو کہ تشریحی ہو کہ ذی الطحاوی بنی تھا علو جہد لعطاسم او تعجباً لم یسب علیہا علیہا اللہ تعالیٰ علی
 اللہ یحییٰ لکنہ ذکر فی اللہ بانہ انہ ینصیب فتاملی کفایت کرتا ہو ایک بار الحمد للہ کتنا خطبہ کی نیت سے تو اگر الحمد للہ کتنا اپنی چھینک کے لیے
 یا تعجب کی راہ سے تو یہ کتنا خطبہ کے قائم مقام ہو گا نہ سب قوی پر جیسے نہیں کافی ہو الحمد للہ کتنا دیکھہ ہر وقت ذبح کے لیکن مصنف نے
 کتاب الذبائح میں ذکر کیا ہو کہ الحمد للہ کتنا چھینکنے والی خطبہ کے قائم مقام ہو جاتا ہو سو اس اختلاف کو سوچنے لے مصنف نے کتاب الذبائح
 میں کہا ہو اور اگر چھینک لے ذبح کرنے کے وقت اور الحمد للہ کتنا تو جانور طلال ہو گا صحیح تر قول میں بخلاف خطبہ کے تو اس سے صاف معلوم ہوتا ہو
 کہ اگر چھینک کے لئے الحمد للہ کتنا تو خطبہ کے لئے کافی ہو گا اور بیان بیان کیا ہو کہ خطبہ کا قائم مقام ہو گا شامی نے کہا کہ تطبیق اس طرح ممکن ہو
 کہ کتنا بلذائح میں اس روایت کے بموجب ہو جو مقابل مذہب قوی ہو یعنی ایک روایت شامی سے ہو کہ الحمد للہ کتنا چھینک والی کا کافی ہو خطبہ کے
 لئے ولین خطبہ ان خفیفان و لکنہ زیاد تھا علی قدر سونہ من طول السقطیل جلیستہ بدینہما بقدر ثلث ایاک علی المذہب
 و ثانیہ امشیق علی الاصح کہ کو کہ خرافۃ حدیث ثلاث ایاات اور سنون میں دو خطبے ملے مع ایک جلسہ کے ان دونوں کے درمیان
 میں مقدار تین آیتوں کے نہ سب متحد ہو اور چھوڑنے والا اس جلسہ و میان کی کثیر اکثریوا الای صحیح تر قول کے بموجب شامی نے کہا کہ دونوں خطبہ کو اتنا لکھ کر
 کہ برابر ایک سورہ کے طوالمفصل سے ہو جائیں مگر وہ ہو جیسے بقدر تین آیتوں کے پڑھنے کا ترک کرنا خطیب کو مکروہ ہو یعنی نہ اتنا طویل دے کہ
 خطبہ طوالمفصل کی برابر ہو جائے اور نہ اتنا چھوٹا پڑھے کہ تین آیتوں کی مقدار نہ رہے شامی نے کہا کہ بعض خطیب جو دوسرے خطیب میں پود چھپتے
 کی وقت اپنا تمیز دینے اور بائیں کو پھر تے میں تو ابن حجر نے شرح منہاج میں لکھا ہو کہ یہ بدعت ہو یعنی اسکو ترک کرنا چاہیے تنبیہ آجکل یہ دستور ہو رہا
 ہو کہ جب خطیب خطبہ اول کو پڑھ کر بیٹھا ہو تو لوگ باتد اوٹھا کر دعا مانگتے لگتے ہیں اسی لئے اس مسئلہ کی تحقیق اسجیہنا سب معلوم ہوئی ہو ابو داؤد میں
 حضرت ابن عمر سے مروی ہو کہ آنحضرت صلی اللہ وسلم خطبہ پڑھا کرتے تھے اس طرح کہ منہ پر جو ٹکڑے بیٹھتے جب تک کہ موزن فارغ ہوتا پھر
 کہتے ہو کہ خطیب بیٹھتے پھر بیٹھتے اور کلام نہ کرتے پھر کھڑے ہوتے اور خطبہ پڑھتے طحاوی نے کہا کہ اس جلوس میں کوئی دعا آنحضرت صلی اللہ علیہ
 وسلم سے ثابت نہیں ہوئی اور خمس لائے سرخسی نے شرح بدایہ میں فرمایا کہ خطیب کو دوران خطبوں کے جدائی کے لئے جلسہ تاکرنا چاہیے کہ تمام اعضا
 و ارباب جائیں اور اس جلسہ میں فکر یادعت ہو اور خلتی نے لکھا ہو کہ ماتھا و ثنائی دعا کے لئے دو خطبوں کے درمیان غیر مشروع ہو اور جامع خطیب میں ہو کہ ماتھا
 اوٹھا دعا کے لئے دو خطبوں کے چھ میں حرام ہو اور شیخ علی بنی نے شرح مشکوٰۃ میں صحت مذکورہ بالا کے ذیل میں لکھا ہو کہ کلام نہ کرتے اسکے معنی کہ نہ دعا مانگتے دعا
 کے سوا اور کوئی بات کرتے اور یہ جو حدیث میں آیا ہو کہ جموع میں دعائے قبول ہونے کی امام کے منہ پر چڑھنے کی وقت سے ہو تاکہ کے پورا ہونے تک ہو تو لا علی
 قاری نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہو کہ یہی وقت ہو کہ غیر کلام کو کلام اس وقت میں حرام ہو اور دعا سے مراد وہ دعا ہو جو امام سب سنانوں کے لئے پڑھا ہو خطبہ و دعا
 کے اندر اس سے پہلے ثابت ہو سکتا کہ امام یا سنتے والے جلسہ کے اندر باتد اوٹھا کر دعا مانگیں اس میں عین شریعہ ہو ایک استغفار ہوتا تھا تمام علمائے نامی علی
 ورا پور و ربی نے بھی لکھا کہ دونوں خطبوں کے سچ میں باتد اوٹھا کر دعا مانگنا درست نہیں مگر کوئی بدو نہ باتد اوٹھا کر دعا مانگے اور بدو نہ زبان بلائے و لیں دعا مانگے تو
 اسکا مفسدہ نہیں چنانچہ بحر الرائق اور فتح الباری میں مصرح ہو اور ثانیہ بن زکریا نے جب بشر میں مروان کو خطیب میں باتد اوٹھا کر دعا مانگتے

شراح نے لکھا ہے سو صحیح نہیں اور سراج کے مسئلہ میں جو لا تبطل نقل کیا ہے اس میں لفظ ہو کو نہ سحر الرائن میں کہا ہے کہ بطلان مطلق رکھنے سے وہ صورت بھی شامل ہو گئی کہ جمعہ کو پناہ پر دوری فاصلہ کی وجہ سے حالانکہ سب کثرت امام جمعہ پڑھتا تھا یا شروع ہی نہیں کیا تھا اور یہ قول بلجیون کا ہے اور سراج میں کہا کہ یہی صحیح ہے اس لیے کہ غازی جمعہ کی طرف جہاں سوقت کہ جمعہ اسکو ابھی تک فوت نہیں ہوا انتہی اور معذور کو ہر جہد سعی کا نہیں تو چاہیے تھا کہ اسکا ظہر باطل نہ ہوتا مگر سعی کو اپنے اوپر لازم کر لینے سے وہ بھی غیر مذکور کے حکم میں شامل ہو گیا ورنہ تحریۃ المعذور و مسجون و مسافر اداء ظہر لجماعتہ فی عصر قبل الجمعۃ و بعدھا لتقلیل الجماعۃ و صبرۃ المعادینہ اور مکروہ تحریمی ہر معذور اور مجبوس اور مسافر کو ادا پڑھنا ظہر کا جماعت سے شہر کے اندر جمعہ سے پہلے اور بیچے بسبب کم ہوجانے جماعت کے اور صورت مقابلہ کے ہم ادا کی قید سے معلوم ہوا کہ ظہر قصا کی جماعت ان لوگوں کو مکروہ نہیں اسطرح کا تو والوں کی جماعت ظہر مکروہ نہیں اور شہر میں جب کہ رسم یہ ہو کہ جمعہ کی جماعت کم ہو جائیگی یعنی معذور و مکروہ پڑھتے دیکھ کر اگر کوئی غیر معذور شریک جائیگا تو جماعت مستقیم کم ہو جائیگی اور دوسری وجہ معارضہ یعنی حکم اقامت جمعہ کا ہو تو دوسری جماعت کی اقامت مقابلہ اور عدول علی ہو کذا فی الطحاوی و اقادان المساجد تعلق جموع الجمعۃ کا الحاکم اور مصنف نے ظہر کی نماز جماعت سے پڑھنے کو مکروہ تحریمی بتا کر یہ افادہ کیا کہ تمام مسجد میں جمعہ کے روز نہ کیجا میں سوائے جامع مسجد کے یعنی اس لیے کہ مسجد میں اجتماع کی جگہ میں تو اس کے بند رکھنے سے اجتماع کی نوبت ہی نہ پہونچتی و کذا اللہ صبر فانتہم الجمعۃ فانہم یصلون الظہر بغیر اذان و کذا جماعت اور اسطرح مکروہ ہو جماعت سے ظہر پڑھنا نہیں والا تو جو کچھ جمعہ نہ ملا ہو بلکہ وہ ظہر بر صبر بدول ان و تکبیر اور جماعت کے و یستحب للمریض تأخیرھا الی آخر کما ہم و کذا ان لم یؤخرہ الصیحہ اور مستحب ہو بیمار کو دیکر پڑھنا نماز ظہر کا امام کے خارج ہونے تک جمعہ سے اور مکروہ تنزیہی ہو اگر تاخیر کرے یہی صحیح ہر دم اس کا فی تشہید و صحیح ہو او تشہد علی القول یہ فیما لکھا جمعۃ خلاف الظہر کا رہے فی العید اتفاقا کما فی عید الفصحہ اور جو شخص جمعہ میں ملے الغیاب کے اندر یا سجدہ سو کے اندر یا سجدہ سو کے تشہد میں وہ تمام کرے صحیح یعنی دو گانہ پڑھے شراح نے کہا کہ یہ ان لوگوں کے قول کے بموجب ہو جو سجدہ سو جمعہ میں کرنے کو کہتے ہیں یعنی متاخرین کے نزدیک یا وہ یہ ہو کہ کثرت از دہام جمعہ وغیرہ میں سجدہ سو نہ کرے تو اس قول کے بموجب سجدہ سو یا اس کے تشہد میں نہ لے سکیگا دو گانہ تمام کرے شیخین کے نزدیک بخلاف امام محمد کے کہ اگر ایک کے نزدیک سے کثرت پڑھنے تو سجدہ سو نہ کرے بلکہ ظہر پورا کرے جیسے تمام کرے دو گانہ عید کا بالاتفاق چنانچہ فتح القدیر کے باب العید میں ہو یعنی اگر عید کے تشہد یا سجدہ سو میں ملے تو بالاتفاق دو رکعت پوری کرے لکن فی السراج انہ عندہ صلیہ صمد کالہ لیکن سراج میں ہے کہ غازی امام محمد کے نزدیک عید کا پانچواں انہوگا یعنی تشہد میں ملنے کی صورت میں عید کی نماز امام محمد کے نزدیک ہوگی بلکہ نقل پوری کرے اور عید کی طہر یہ پڑھے بلکہ پانچویں تک پوری کرے پورا کرے شای نے کہا کہ نقل اول صحیح ہے یعنی بالاتفاق عید کا دو گانہ پورا کرے دینی جمعہ کا ظہر یا کہ اتفاق دلو نو ظہر لم یصلہ اعتداء کی اور نہ پڑھے تشہد میں ملے والا جمعہ کی نہ ظہر کی بالاتفاق و اگر ظہر کی نیت گریگا تو اسکا اعتداء درست ہوگا بالاتفاق ثم الظاہر انہ لا خرق بین المسافر و غیرہ یعنی یہاں پہلے پڑھے ہو کہ انہیں فرق ہو مسافر اور غیر مسافر میں کذا فی التہذیب ہا ہم ظہر میں ذکر کیا ہے کہ اگر مسافر تشہد میں جمعہ کے ملے تو وہ جوار کعتیں پڑھے اس لیے شراح نے ذکر کیا کہ مسافر اور غیر مسافر میں برابر ہیں شیخین کے نزدیک جمعہ ہی پورا اگر میں ادا خارج اکہ امام علی الحیرہ ان کان واکہ فقیہا المصعود شرح الحیرہ فلا صلوٰۃ واکہ کلام الی مقامہا وان کان فیما ذکر الظلمہ علی اکہ صحہ اور جب امام حجرہ سے نکلے اگر حجرہ ہو ورنہ امام کا کفر ہو تا نہیں ہر چہ ملنے کے لیے مقبرہ ہو کذا فی شرح الجمعہ تو اسوقت سے نہ کوئی غازی نہ کلام خطبہ کے غامی تک اگر خطبہ میں ذکر ظالمون کا ہو صحیح تر قول کے بموجب ہم مقابل قول جامع کا یہ ہو کہ جب ظالمون کا ذکر خطبہ میں ہوا اسوقت کلام درست ہو اور کان کو نہ کر لانا یا عینار مکان کے ہو کذا فی الطحاوی خلافتہ فانتہم لیسقط الترتیب بتیہا و بین الوقتین فانہا اکہ سراج وغیرہ لیسقط الترتیب بتیہا و بین الوقتین فانہا اکہ کوئی نماز خطبہ کی وقت

اس لیے کہ جماعت کا شرط ہے
امام و قضا کی اور
جو وقت تک کی اور
و اس صورت میں
پہونچنا چاہیے

عَلَيْهِ السَّلَامِ آخرُ تِلْكَ بِحَرْفِ تَحْجِیْنِ کِی پڑتا ہے کہ جب تو نے اپنے ساتھی سے جمیع کے روز کہہ کر خاموش ہوا سوقت کہ امام خطیب پڑھتا ہے تو تو
 التَّوْبِیَا تُوْمَ حَزْبِیْہِ پڑھتا تھا مگر امام صاحب کے نزدیک مکر وہ ہے اور صاحبین کے نزدیک جائز کہ ان فی الشَّامِی مختصراً ولما مالِیَ الْعَمَلُ الْمَوْذُونِ
 اَحَالَ الْخُطْبَةَ مِنَ التَّخْرِیْضِ وَخَفِیْ فَمُكْرَدَةُ الْفَقَاہِ وَتَمَاصِدُ فِی الْبَحْرِ اَوْ یُورِیْهِ اللّٰہُ عَمْدَ اَوْ تَمَلُّکَ مَوْذُونِ خُطْبَیْہِ کِی وقت کرتے ہیں سو یہ تو مکر وہ ہے بالافاضل
 اور اسکا پورا بیان بجز الرُّقِ مِنْ ہِمْ مَوْذُونِ کا دستور بعض عرب کے شہر وغیرہ ہے کہ جب امام نام خلفاء و اصحاب کا لیتا ہے تو وہ باواز بلند رضی اللہ عنہ کہتے
 ہیں اور جب سلطان کا نام لیتا ہے تو فَعَدَّ اللّٰہُ مَلْکَہُ یَا اَوْ رَکْلَہُ دَعَا کا پکارا کرتے ہیں تو یہ حرکت اگلی مکر وہ ہے ملحوظ اسی نے کہا کہ بجز الرُّقِ مِنْ ہِمْ سوائے عجب
 حیل و شایع بیان کرتا ہے اور کچھ بیان نہیں والجب مِنْ الرُّقِ یُنِجِیْ عَنْ کَافِرٍ بِالْمَعْرُوفِ بِمَقْضَیْہِ اَحَدِہٖ ثُمَّ یَقُولُ اَنْصَرُوا حَکْمَ اللّٰہِ قُلْتُ
 اَکَانَ یَحْلُ عَلٰی قَوْلِہَا فَنَتَبَّہُ اَوْ تَحْبِیْہِ تَرْقِیْہِ پڑھنے والے سے کہ منع کرتا ہے امر معروف سے اپنی بدیہ کی مقتضائے اعتبار سے پھر کہتا ہے
 خَدَّ اَعْمَالِیْ تَبْرِجْہِمْ کِسے میں گستاہوں مگر یہ کہ اسکا یہ کہنا معمول ہو صاحبین کے قول پر سو آگاہ رہنا ضروری ہے جب مرقی نے حدیث بیان کی تو اسکا معنی اس بات
 کو مقتضی ہے کہ امر بالمعروف سے بھی زبان بند کرنی چاہیے تو عجب آپ ہی اس پر عمل کرنا اور لوگوں کو خاموشی کا امر کرنا تعجب کی بات ہے ان اسکا امر صاحبین
 کے قول کے موافق درست ہو سکتا ہے کیونکہ وہ قبل خطبہ کے ترقیہ وغیرہ کرتا ہے اور صاحبین کے نزدیک قبل خطبہ امر بالمعروف کا مضامین نہیں ہے جب
 الشَّعْبُ الْیَہْدِیْ اَوْ لَہِ الْبَیْعِ وَلَوْ مَعَ السَّعِیْ وَفِی الْمَسْجِدِ الْعَظِیْمِ وَذَلَّ بِالْاَذَانِ الْاَوَّلِ فِی الْاَحْجَرِ وَاِنْ لَمْ یَكُنْ ذَمِّنَ الرَّسُوْلُ یَلِیْ فِی زَمَنِ
 عَثْمَآئِہٖ اور واجب ہے جو کبھی طرف چھٹتا اور بیع کو ترک کرنا اگرچہ بیع چلتے چلتے کرنا ہو اذان اول کے ہونے پر صحیح تر قول میں اگرچہ یہ اذان بعد
 مبارک میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نہ تھی بلکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ہوئی اور مسجد کے اندر یا اسکے دروازہ پر بیع میں مشغول ہونا بڑا گناہ ہے وہ
 بیع سے مراد وہ امر ہو جو نا اجماع سے باز رکھے تو اگر سوا بیع کے کسی اور کام میں مشغول رہیگا اور سعی نہ کرے گا تو مکر وہ تحریمی ہو گا اور سعی کی حالت میں بیع کرنا
 اگر خارج سعی ہو تو سراج میں کہا ہے کہ مکر وہ نہیں چنانچہ شارح نے بھی آخر باب البیوع الفاسد میں لایا ہے لکھا ہے پھر بعض اختلاف ہے کہ اذان اول
 کو کسی ہی کو بعض فقہانے کہا کہ اذان اول وہ ہو جو منبر کے سامنے خطبہ سے پہلے ہوتی ہے اسلیے کہ باعتبار شروع ہونے کے وہی اول ہے کیونکہ آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک اور خلافت حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما میں بھی کیا تھا ہوتی تھی جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں آدمی بہت ہو گئے
 تو آپ نے زور پر لگایا اذان اور پڑھادی اور صحیح تر قول یہ ہے کہ اذان اول وہی ہے جو وقت میں اول ہو یعنی جو اذان زوال کے بعد منارہ پر ہوتی ہے
 کذا فی الشَّامِیْ وَاَقَادِیْ الْبَحْرِ صَحْحَہٖ اَطْلَافُ الْحَرَمَۃِ عَلَی الْمَلْکُوۃِ وَتَحْرِیْمُہَا اَوْ رَجْعُ الرُّقِ مِنْ حَرِیْمَتِ کَابُوْنَا مکر وہ تحریمی پر صحیح بتایا ہے وہم اذان کی وقت
 بیع کو صاحب ہدایہ نے حرام کہا ہے حالانکہ وہ مکر وہ تحریمی ہے شارح صاحب ہدایہ کبھی فرسے عذر بیان کرتا ہے کہ مکر وہ تحریمی کو حرام کہنا صحیح ہے چنانچہ
 بجز الرُّقِ مِنْ ہِمْ اِذَا دَہِیَا کَذَا فِی الشَّامِیْ وَیُؤْذِنُ ثَانِیَا کَیْسَ یَذْکُرُہٗ اِی الْخُطْبَیْ اِذَا بَوَّعَ الْعَمَلُ اِنْ الْمَوْذُوْنَ اِذَا کَانَ الْکَرَمِ مِنْ وَاَحَدُ الْاَذَانِ
 وَاَحَدُ الْعَدِّ وَلِیْہِمْ مَعْنٰی کَافِی الْجَلَالِیْ وَالْمَرْتَبَیْ ذِکْرُہٗ الْقَسْمُ اِذَا جَلَسَ عَلِی الْمِنْبَرِ اَوْ مَوْذُوْنَ اِذَا نَ دَسَ دُوسَرِیْ بَارِئَانِی
 خطیب کے جب وہ منبر پر بیٹھے یعنی خطبہ پڑھنے کے لیے شارح نے کہا کہ ماتن نے فعل یؤذن کو بصیغہ واحد لانے سے افادہ کیا کہ مَوْذُوْنَ جب
 ایک سے زیادہ ہو تو اذان ایک بعد دوسرے کے کہیں سب ملکر زکیع چنانچہ جلالی و مرتبائی میں ہر ذکر کیا ہے اسکو قسائی نے ہم ملحوظی نے کہا کہ یہ
 افادہ اسوقت ہے کہ یؤذن کو بصیغہ معروف پڑھیں اور میں میں جمول پڑھیں تو افادہ مذکور ظاہر ہو گا فَاِذَا اَتَمَّ اَقَامَ یُکْرَہُ الْفَصْلُ یَا حَرَامُ الدِّیْنِ ذِکْرُ الْعِیْنِ
 جب امام خطیب تمام کو لے تو تکبیر کی جاسے اور مکر وہ ہے فاصلہ کرنا خطبہ اور تکبیر میں کسی دنیا کے امر کو ذکر کیا ہے اسکو عینی نے ہم سنی آخر خطبہ کا مقصد
 ہو تکبیر کے شروع سے اور امر دنیا کی قید اسلیے لگائی کہ امر بالمعروف اور امر منکر کا فاصلہ مکر وہ نہیں اور یہ جو دوسرے خطبہ میں خطیب

منہر سے ایک سیر علی وترتے میں پھر چڑھتے ہیں یہ بدعت شیعہ ہے کذا فی الشاشی طحاوی نے بحر الرائق سے نقل کیا کہ مسنون ہے منہر کا ہونا قبل کی یا میں طرہ
اور امام کا سورہ جمعہ اور منافقون پڑھنا اور زبیدی نے ذکر کیا ہے سورہ اعلیٰ وغیرہ کا پڑھنا کذا فی الشاشی طحاوی نے بحر الرائق سے نقل کیا کہ مسنون ہے منہر کا ہونا قبل کی یا میں طرہ
مناسب نہیں کہ سوائے خطبہ پڑھنے والے کے دوسرے شخص لوگوں کو نماز پڑھاوے اس لیے کہ خطبہ اور نماز دونوں ایک ہی چیز ہیں کہ نہ نماز اور نہ خطبہ دونوں میں شرط
ہو کہ شرط کے پائے نہیں جائے اور اس لیے کہ وہ کافرا علی ایک ہونا مناسب ہے کذا فی الشاشی طحاوی نے بحر الرائق سے نقل کیا کہ مسنون ہے منہر کا ہونا قبل کی یا میں طرہ
پس اگر ایسا کیا جائے کہ امام جدا ہو اور خطیب جدا اس طرح کہ خطبہ پڑھے ایک لڑکا یا بالغ سلطان کی اجازت سے اور نماز کوئی بالغ پڑھاوے تو درست ہے یہی مختار
ہو کہ ترکے کی فید اس لیے لکھا دی کہ وہ ہم سو کہ ترکے کا خطبہ پڑھنا جائز نہیں اور اذن سلطان کی قید خطبہ میں لگائی نہ نماز میں تاکہ معلوم ہو کہ خطبہ میں اذن شرط
ہو یا نماز میں کذا فی الطحاوی کا یاسن یا لکھنوی ص ۱۸۰ اذ اخرج من عمران البصر قبل خروج وقت الظهر کذا فی الخاتمة لکن عیلة الظہیر یہ
و غیر ہا بل یفقد جملہ الامور وجہ نہیں مضائقہ سفر کا دن جمعہ کے جبکہ نکل جائے شہر کی آبادی سے پہلے نکلتا ہے وقت ظہر کے کذا فی الخاتمة مگر
عبارت ظہر یہ اور اس کے سوا دوسری کتابوں کی تلفظ دخول پر جو من خروج کے نئی آبادی سے نکلتا ہے پیشتر داخل ہونے وقت ظہر کے ہم سفر سے مراد ہے
ایسی جگہ جانا جس کے باشندوں پر جمعہ واجب ہو کذا فی الشاشی طحاوی نے بحر الرائق سے نقل کیا کہ مسنون ہے منہر کا ہونا قبل کی یا میں طرہ
لیکن جملہ الامور اور شرح منہر میں کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ سفر کرنا بعد زوال کے جمعہ پڑھنے سے پہلے کر وہ ہو اور زوال سے پیشتر کر وہ نہیں ہونے کے زوال کے پیشتر
سفر جمعہ واجب نہیں ہر سب قول کو شارح نے ظہر کی تائید کے لیے بیان کیا اس غرض سے کہ معلوم ہو جائے کہ خانہ کا قول جمعہ پڑھنے کو کذا فی الطحاوی
المعروہ اذ اذ دخل البصر يومه ان ذی المکث ثم ذلک الیوم لزمتہ الجمعة وان ذی الخرج من ذلک الیوم قبل وقتها اذ اذ دخل البصر
لکن فی البصر ان ذی الخرج بعدہ لزمتہ ولا کذا فی شرح المنیة ان ذی المکث الی وقتها کن متہ و جملہ الامور کا رہنے والا
جب شہر میں جمعہ کے روز داخل ہوا اگر شہر میں آئے اس وقت شہر میں کی کی تب تو اس پر جمعہ لازم ہوگا اور اگر کسی روز پہلے جانے کی نیت کی جمعہ کے
وقت سے پہلے پہنچے تو جمعہ لازم ہوگا لیکن نہ الفائق میں ہے کہ اگر جانے کی نیت بعد جمعہ کی وقت کے کرے گا تو اس پر جمعہ لازم ہوگا اور نہیں ہے لازم ہوگا
شرح منہر میں ہے کہ اگر شہر میں کی نیت وقت جمعہ تک کرے گا تو جمعہ لازم ہوگا اور ایک قول یہ ہے کہ لازم ہوگا شام شامی نے کہا کہ قروی بطح قان و سکون ان نسبت
قوی بطح قان کا لازم ہوگا قریب ہوا علی عنہم ان کھنجر یومہا دلہنہ والاقام نصف شہر اچھے جمعہ لازم نہیں اگر کوئی مسافر آجائے
ان شہر میں اس بارادہ سے کہ اس روز روانہ ہوگا اور شہر دن شہر نے کی نیت کی یعنی اگر نیت اقامت کرے گا تو جمعہ واجب ہو جائے گا چاہے کہ امام
ایسی فی بلدہ فخت بہ مکملہ ولا لا کالمدینة امام خطبہ پڑھے تلوار حامل کر کے اس شہر میں کہ تلوار سے فتح ہوا ہو جیسے کہ مخطیہ ہو اور
اگر تلوار سے فتح ہوا ہو تو تلوار لیکر خطبہ پڑھے جیسے مدینہ منورہ ہو فی الحادی العقد سی اذ اخرج للثلاثون قام امامہ والسيف فی یسارہ
و ہذا متکی علیہ حاوی قدی میں ہے کہ جب موزن فارغ ہو جائیں خطیب کے سامنے اذان دینے سے تو خطیب کھڑا ہو اور تلوار اپنے بائیں ہاتھ میں لیکر
اس پر ہار لے مخطاوی نے کہا کہ یہ قول مخالف ہے تحقیق بحر الرائق کے کہ کہ اس میں تلوار کا حامل کرنا لکھا ہے لیکن صاحب نہ الفائق نے یہ توجہ کی کہ تلوار
کا حمل کرنے کے بعد ہر ایک نوک زمین پر ٹھہرا کر اس پر ہار دے تاکہ دونوں بائیں و راستہ میں حاصل ہو جائیں و فی الخلاصہ لیکر ان ہتھی علی قدس
الکھ ص ۱۸۰ اور خلاصہ میں ہے کہ مکر وہ ہے خطیب کو سہرا لگانا کان پر بالاشی برہم حلیہ میں خلاصہ پر اعتراض کیا کہ ابو داؤد کی حدیث سے اخذ
حلی اشد علیہ وسلم کا خطبہ میں لاشی یا عصا ہر ہاراد لیکر ہونا ثابت ہے مکر وہ لکھے ہوگا لکھ حلیہ میں ہے کہ جیسے کھڑا ہونا خطبہ میں سنت ہے
اس طرح عصا کا لینا بھی مسنون ہے کذا فی الشاشی طحاوی نے بحر الرائق سے نقل کیا کہ مسنون ہے منہر کا ہونا قبل کی یا میں طرہ

عہد نبوی یا مسیحی
نہ ہونا سکے کی
میں نہیں پڑھتا

اور بعض نے کہا کہ نماز عید کی ابتدا گریز قستانی میں کرتا شی سے من کرتا ہون لکھن میں نے تراثی کو دیکھا تو معلوم کیا کہ اسے اس مسئلہ کو غلط نہیں کے سوا کہیں اور کا قول نقل کیا ہو اور وہ بھی ضعیف کر کے سوا گاہ ہر جا قستانی کے اس میں بیان کرنے کی غلطی پر ہم جامع صغیر میں ہو کہ اگر عید اور عید ایک روز میں جمع ہوں تو عید سنت ہو اور جمعہ فرض اور دونوں میں سے کوئی ترک نہ کیا جائے تو یہ دونوں قول جو قستانی میں ہیں کہ جمعہ پڑھ لے یا عید پڑھے یہ عقوبت کا مذہب نہیں اور دوسرے مذہب والو کا بھی قول ضعیف ہے کذا فی الشامی ملتقا وود بشر فی الاذنی من الحجۃ او مشروع ہوئی عید اول سال ہجری میں ہم ابو داؤد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو دیکھا کہ لوگ دو دن سال میں کھیل کر رہے ہیں آپ نے پوچھا کہ یہ کیسے دن ہیں انہوں نے عرض کیا کہ ہم انہیں حالت کفر میں کھیل کر رہے تھے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو جو چیزیں مسموٰۃ الخظیم فاما سنتہ بعدھا واجب ہو نماز دونوں عیدوں کے صحیح تر قول میں اس شخص پر جب جمعہ واجب ہو مگر ان شرطوں جمعہ کے جو پہلے گذر رہے ہیں سوا سے خطبہ کے کہ وہ سنت بعد نماز عید کے صحیح قول کا مقابل یہ ہو کہ نماز عید سنت ہو اور پھر دونوں قولوں میں مخالفت نہیں کیلئے کہ سنت سے مراد سنت مکررہ ہو جو غیر واجب ہو یا یہ کہ سنت سے یہ عرض کہ ثبوت اسکا سنت سے ہو اور خطبہ عید کی نماز کے بعد سنت ہو یعنی اگر پیشتر خطبہ یا بالکل ترک کر دیا تو نماز کا اعادہ ہو گا اور یہ کہ گناہی الطحاوی و فی القنیۃ صلوٰۃ العید فی القنیۃ تکوۃ تحریر اولا کہ اشتغال کا حکم لیسر شرط الصحیحۃ اور قنیۃ میں یہ کہ عید کی نماز کا و نہیں مکررہ تحریری ہو یعنی اسلئے کہ عید پڑھنا کا تو نہیں ایسی چیز میں مشغول ہونا ہو جو درست نہیں اسلئے کہ محبت عید کی شرط شہر ہو جو کا تو نہیں مفتوح ہو مگر قنیۃ میں عید صحیح نہیں اگر شرط میں کہ تو عید نہ ہوگی نماز نفل جماعت سے ہوگی اور وہ مکررہ ہو جماعت کے ساتھ کذا فی الجلبی و تقدم صلواتہا علی صلوٰۃ الجنازۃ اذ الجمعتا کلاہ و واجب عیدنا و الجنازۃ کفایہ اور مقدم کیا ہے نماز عید کی جنازہ کی نماز پر جبکہ دونوں نمازیں جمع ہو جائیں اسلئے کہ عید واجب عین ہو یعنی ہر شخص پر اور جنازہ فرض کفایہ ہو کہ دوسروں کے پڑھنے سے لوہا ہو جانا ہو مگر واجب سے مراد بیان وہ ہو جسکا کرنا لازم ہو خواہ وجوب اصطلاحی کے طور پر ہو جب عید میں یا بائرنہ کے طور پر ہو چنانچہ جنازہ میں کذا فی الطحاوی و تقدم صلوٰۃ الجنازۃ علی الخطبۃ و علی سبۃ المغرب غیرھا و العید علی الکسوف و او تقدم کما و جنازہ کی نماز خطبہ عید پر اور مغرب وغیرہ کی سنتوں پر کیونکہ جنازہ کی نماز فرض ہو اور خطبہ عید اور سنتیں سنتوں میں اور مقدم کیا ہے نماز عید سورج نکلنے سے ہم یہ مسئلہ فرضی ہو ورنہ سورج نکلنے اور عید ایک روز نہیں پڑ سکتی کیونکہ سورج نکلنے کی قیامی پڑتا ہو اور عید پہلی یا دسویں کو ہوتی ہو لکن فی البحر قبل کذا ان عن الجلبی الفتوی علی تأخر الجنازۃ عن السنۃ اقرہ المصنف انہ الحاکم قال لیس باب الصلوٰۃ لیکن بحر الرائق میں کچھ پیشتر ان سے علیہ سے منقول ہے کہ فتویٰ جنازہ کو مؤخر کرنے پر ہی سنت سے اور ثابت رکھا ہو اسکو مصنف نے شاید اس سے کہ سنتیں نماز فرض میں لاحق ہیں یعنی فرضوں کے تابع ہیں لکن فی اخر الاحکام دین کا شکیا و یشیق تقدم الجنازۃ و الکسوف حتی علی الفرض لکن لم یضوق فتمت لیکن اشیاء کے احکام دین کے آخر میں ہو کہ مناسب ہو مقدم کرنا جنازہ اور سورج نکلنے کی فرض پر بھی اگر فرض کا وقت تنگ نہ ہو سکو تا مل کر لے مگر فرضی جنازہ کی تاخیر میں مردہ کے بکرنے کا خوف ہو اور کسوف کی تاخیر میں قیام کے روشنی و صاف ہو جانے اور نماز کو تنگ نہ ملنے کا اندیشہ ہو اسلئے کہ الکی تقدم کو مناسب کہا گیا ہے بحث ہو صاحب اشیاء کی تو قول معنی یہ کہ سامنے مقبرہ نہیں ہو سکتی و مذہب یوم الفصل کما جلا و یشر او قریہ یا قبل خراجہ الی صلوٰۃ و استیاء و اغتسالہ و تطہیرہ و کما دیر کلا و و لیسہ احسن یشاہ و لو غیر البیض و اور عقب ہو عید فطر کے دن کما لیسنا نمازی کا کوئی شیرینی لقمی میں طاق متلاکب باتین بابا کچھ خرا اگر عید نمازی کا نکل رہے ہوں و الا ہو پیشتر یہ جائز ہے

نماز میں ہو تو اسکی نماز فاسد ہو جائیگی جیسے جمعہ میں عصر کا وقت آجانے سے فاسد ہو جاتا ہو ایسا مذکور ہے سراج میں اور بعض اُسکی پیشتر بیان ہو چکا ہے
 اختلافی میں یعنی خلیفہ کرنے کے باب میں ہم فاسد ہونے سے یہ غرض ہے کہ وصفت فاسد ہو جائیگا اور ناقص ہو جائیگی کہ لفظی التامی و حصۃ الکامام ہم کھینچتے ہیں
 قبل الزوائد و کثیر ثلاث تکبیرات و کل رکعة و لو زاد تابع الاستسنة حشر لا نہ مافوق الا ان یسمع من المحدثین حیاتی یا لکل اور نماز پڑھاوے تو
 امام کو دوسری رکعت میں نماز تکبیروں سے پیشتر پڑھ کر مذکور آید تکبیر بن بن برکت میں اگر امام تیس سے زائد رکعتوں مقتدی اسکی متابعت کرے تو تکبیروں تک
 یہ تعداد بھی حدیث میں منقول ہو چکی ہے کہ تیس تکبیروں سے توکل تکبیر میں کہے ہم یعنی اول نیت کر کے دینا پڑھے پھر تکبیر میں کہے پھر غلو پڑھے کہ وہ تابع قرات کے ہو اور امام
 تیس سے زائد تکبیر میں کہے تو دونوں رکعتوں کی ملا کر سولہ تک متابعت کرے اور اگر تکبیر کی وار پر کتا ہو تو سولہ سے زائد بھی کہے کہ شاید تکبیر نے غلطی کی ہو اور حدیث کی جماعت کے
 لیے ایک شخص سے امام کے کافی ہو کہ لفظ الطحاوی و دیوالمی و ابوالکلام و یحییٰ بن الجعدہ اور مستحب ہے کہ دونوں قرات کو پہلے کرے اور پڑھے مثل جمعہ کے
 یعنی سورہ اطلہ اور غاشیہ ہم قراتوں کے پیانی کرنے سے یہ غرض کہ دوسری رکعت میں نماز تکبیر بن بعد قرات کے کہے تاکہ دونوں رکعتوں کی قرات میں صلا تکبیروں کا نہ ہو
 پھر اگر پہلی رکعت میں بھول کر قرات شروع کر دے تو اگر الحمد اور سورہ پڑھ چکا ہو تب تو نماز کو تمام کرے اور اگر صرف الحمد پڑھی ہو تو زائد تکبیر میں کہے اور قرات پھر سے پڑھے
 کہ لفظ الطحاوی و لو اخرجت المکونۃ الکامام فی القیام بعد ما تکبیر فی الحال یرای نفسہ لا نہ مستبوق اور اگر مقتدی نے امام کو قیام میں یا بعد
 تکبیر کہنے کے تو مقتدی اسی وقت تکبیر کہے موافق اپنے مذہب کے اسلیئے کہ وہ مستبوق ہو یعنی مستبوق اپنی نماز میں یا بعد امام کا نہیں تو ضعیفین تکبیر میں کھینچتے ہیں جو جاکر
 کہ لفظ الطحاوی و لو سبق بکثرة یقرع تم تکبیر لیسلائیو الی التکبیر اور اگر ایک رکعت میں سبق ہو ہو تو جہاں اسکو ادا کرے اول قرات پڑھے پھر تکبیر کہے تاکہ
 تکبیر میں یا نہ ہو جائیں یعنی دوسری رکعت میں امام کے ساتھ بعد قرات کے تکبیر بھی تھی تو اگر اپنی رکعت میں اول تکبیر میں کہیگا تو تکبیر میں یا نہ ہو جائیگی اور یہ
 امر صحیح ہے منقول نہیں کہ لفظ الطحاوی و فلو لم یکن حتی رکع الکامام قبل ان یکن یقرع لیسلائیو الی القیام و لکن یرکع و یکن فی الركوع علی الصلحہ
 لان للركوع حکم القیام فلا یتان بالواجب ولی من السنون پس اگر مقتدی نے تکبیر نہ کی بہانہ کہ امام نے رکوع کیا پہلے مقتدی کی تکبیر سے تو
 مقتدی قیام میں تکبیر نہ کہے بلکہ رکوع کرے اور رکوع میں تکبیر کہے صحیح قول ہے اسلیئے کہ رکوع کے لیے قیام کا حکم ہے واجب خبر کا ادا کرنا نہ ہو مستبوق
 یعنی تکبیر واجب کا کہنا رکوع کی تسبیح سنون سے اولیٰ ہر قسم اور صحیح الراقی میں کہا کہ صحیح یہ ہے کہ رکوع میں تکبیر نہ کہے ہاں اگر یہ خوف ہو کہ قیام میں تکبیر کو نہ لگا تو امام
 رکوع سے سر اٹھا لیا تو اسوقت رکوع میں کہے کہ لفظ الطحاوی و کما لو رکع الکامام قبل ان یکن فان الکامام یکن فی الركوع و لا یقرع الی القیام بل یکن فی ظاہر
 الروایۃ فلو عادی بنی الفساد نحو جیسے اگر رکوع کرے امام پہلے تکبیر کہنے سے تو امام تکبیر کہے رکوع میں اور نہ خود کرے قیام کی طرف تکبیر کہے کہ طحاوی روایت
 میں ہے اگر خود کرے تو چاہے تکبیر نماز فاسد ہو کہ لفظ النہر ہم معلیٰ نے کہا کہ صحیح یہ ہے کہ نماز فاسد نہیں ہوتی اسلیئے کہ انتہا یہ ہے کہ اس صورت میں کہ غرض ہو واجب کیلئے
 اور وہ محل صحت نماز کا نہیں دیکھو فتح ید نہ فی الذکر و الذکر وان لم یرامامہ ذلک الا اذا تکبیرا کما حکم فو فلا یقرع ید نہ علی المختار کان اخذ الوکبیین سنۃ
 فی محلہ اور اپنے دونوں ہاتھ کا نون تک اٹھائے زائد تکبیروں میں اگرچہ اسکا امام رفع یدین کا مقتدی نہ ہو مگر جبکہ زائد تکبیر میں رکوع کی حالت میں کہے تو مقتدی
 نہ اٹھائے مذہب مختار پر چنانچہ اور اگر اسلیئے کہ پڑھاوے دونوں کا سننے ہو اپنے محل میں در رفع یدین بھی سنت ہو مگر اسکا یہ محل نہیں تو جبکہ محل ہو اسی کا اعتبار
 کرنا اولیٰ ہو کہ لفظ الطحاوی و لیسلائیو الی التکبیرات ذکر مسنون و لایا یؤسئل ید نہ و یسکت لیکن کل تکبیر تین مقدار ثلاث تسبیحات ہذا تحت خطبہ
 الزحام و قلتم او نہیں ہو عید کی تکبیرات کے درمیان میں کوئی ذکر مسنون اور اسی لیے ان تکبیروں میں ہاتھ لٹکائے رکھے کیونکہ ہاتھ یا نہ ہٹا اس قیام میں
 مسنون ہو جبکہ کوئی ذکر مسنون ہو اور جب رہے ہر دو تکبیر میں مقدار تین یا سبھان اللہ کہنے کے سراج نے کہا کہ مقدار سکوت مختلف ہو کثرت ثبوت اور اسکی
 قلت کے لحاظ سے یعنی اگر انبوا کثیر ہو تو وقفہ زیادہ کرے اور کم ہو تو کم اسلیئے کہ مقصود یہ ہے کہ اشتباہ دور ہو جائے کہ لفظ البحر و خطبہ بعد خطبہ میں و تھا سنۃ

روٹیک تاخیر درست ہے نہ اس کے بعد پس وقت نماز عید کا دوسرے دن بھی مثل اول روز کے ہو اور دوسرے روز نماز عید قضا ہوگی نہ ادا چنانچہ انھیں میں کو
 ہو گا اور قضا میں نے دو قول نقل کیے ہیں ایک یہ کہ نماز دوسرے دن کی قضا ہوگی دوسرے یہ کہ ادا ہوگی اور شاید منشا اسکا اختلاف ہو روایتوں کا کذا فی الظہار
 واحکامہ احکام کہ حنفی الکن ہذا یحییٰ تاخیرھا الثالث یوم النحر بلا عذر مع الکراہۃ وہ ای یا عذر یدہا قالا عذر ہذا کلف
 الکراہۃ فی الظہار احکام یہ فطر کے مثل احکام عید قربان کے ہیں یعنی وقت اور صفت اور شرط میں دونوں یکساں ہیں لیکن عید قربان کا تاخیر کرنا قربان
 کے تیسرے دن تک یعنی بارہویں تاریخ کے زوال تک بدون عذر کراہت کے ساتھ درست ہو اور عذر کے ساتھ بلا کراہت تاخیر جائز ہو تو عذر
 قربان میں کراہت کے دور کرنے کو مشروط ہو اور عید فطر میں کراہت کے لئے شرط ہے یعنی بدون عذر کے عید فطر کو دوسرے روز قضا درست نہیں دیکھیں
 اتفاقاً لطیف فیہ فی المصلح علیہ عمل الناس الیوم کذا فی البیعت اور تیسرے ملینڈ آواز سے بالاتفاق راستہ میں اور ایک قول یہ ہو کہ عید گاہ
 میں بھی تکبیر چاروں کے اور اس قول پر عمل ہو لوگوں کا آج یعنی عید گاہ میں تکبیر کہتے ہیں اور ایک روایت یہ ہو کہ عید گاہ میں تکبیر کے جب تک
 امام نماز پڑھے جس کے بعد نماز کے تکبیر پکار کر کہے نہ تکبیر کے گھر کے اندر یعنی مسنون راستہ میں ہو نہ گھر میں اور کج الرائی میں جو مکروہ لکھا ہو تو کراہت کی وجہ
 کوئی معلوم نہیں ہوتی کذا فی الظہار وی دیندب تاخیر حکم عید ادا نہ لے لیچہ فی کراہۃ حلوا کلہ لیکھا ای تھیں یہاں اور مستحب ہو کھا نمازی کا نماز عید
 کے چھپے اگر عید قربانی نہ کر سچ ترقول میں اور اگر کھا لیکھا تو مکروہ تحریمی نہ ہو گا مگر معنی جن چیزوں سے روزہ کا افطار ہوتا ہو اسے نماز کے بعد تک
 کرنا چاہیے کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے اجابت اتر میں کہ عید قربان کی سچ کو کھانکھانے سے اور شرخواروں کو دوسرے روز دینے سے کذا فی الظہار وی
 تحریر کی تفسیر شائع نے لکھی تھیں کہ اسکی مقتضی یہ ہو کہ شاید کھانے میں کراہت نہ ہو بلکہ حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ میں کہہ رہا ہوں کہ گاہے گاہے چاہے نہ کھا
 مگر مستحب یہ ہو کہ نماز ہو چکنے تک کھائے تاکہ قربانی میں سے کھائے کذا فی الشامی دیکھو کہ خصیۃ تکبیر التشریق فاحظہ اور تیسرے خطیب قربانی اور
 تکبیر التشریق کو خطیبین امام غنیہم ہمزہ اور سرخوار قربانی کو کہتے ہیں اور تشریق کے منی گوشت کو دوپہن ٹانے کے میں چونکہ امام جمع میں قربانی کا گوشت بہت
 سکھایا جاتا ہو اسلئے دسویں تاریخ کے بعد تین دن ایام تشریق کھاتے ہیں لہذا وی نے کہا کہ چونکہ تکبیر معروفہ کی قبر سے شروع ہوتی ہو اسلئے معروفہ
 سے پیشتر کے جمع میں اس کے احکام بیان کرنے میں مناسب ہیں دو وقت الناس یوم عرفۃ فی غیرہا تشبہا فی الواقعین لیس یشتیٰ ہو لکھو فی وضع
 النہی فتم انما العبادۃ متین فزحیٰ و واجب و مستحب فیتقید کہ باحترام و حیل یستحب ان کذا فی مسکیح قال الیما قالوا و اجتمعوا الشرف ذلک الیوم
 ولما عوا و خطب بالادح و کثرت اسجلا کذا ہذا اتفاقاً اور پھر ان لوگوں کا عرفہ کے روز ہر بے عرفات کے واسطے مشابہت عرفات میں پھر نواہوں کی کوئی عبادت میں
 شائع نے کہا کہ تشریک عرفہ کی نیچے تو عام ہو گا سب تمون عبادت یعنی فزیر اور واجب اور مستحب کو یعنی یہ پھر زمانہ فرض ہو نہ واجب نہ مستحب تو فائدہ لکھا
 مباح ہونے کا اور قول سمیت یہ ہو کہ یہ وقت مستحب ہو ایسا ذکر کیا ہو ملاسکین نے اور باقانی نے کہا ہو گا اگر لوگ جمع ہوں اسدن کی نذر کی اور وعظ بننے کے لئے
 بدون پھر نے اور کھولنے کے تو درست ہو بلا کراہت بالاتفاق ہم شرح یمن میں کہا کہ عرفہ کی شام کو جو لوگ جامع مسجدوں میں یا شہر کے باہر کسی مکان میں
 جمع ہوتے ہیں اہل عرفات کی مشابہت پیدا کرنے کو تو یہ اجتماع مکروہ و عریان اگر اس دن طلب باران یا اور کسی مطلب کے لیے جمع ہوں تو مکروہ نہیں اور
 منع القدر میں کہا کہ اولیٰ یہ ہو کہ یہ اجتماع اگرچہ بدون وقوف اور کھولنے کے ہو تب بھی مکروہ ہو بلا عوام کے عتیدہ میں کوئی خلی پیدا نہ ہو اور درجہ میں
 لکھا ہو اور کج الرائی میں کہا کہ ظاہر عبارت غایۃ البیان یہ ہو کہ فعل مکروہ تحریمی ہو اور نہ المطلق میں ہو کہ عبارت فقہا کی ناظرین میں کراہت کو ترجیح ہو اور دوسرے
 اقوال شاذ میں کذا فی الشامی دیکھ تکبیر التشریق فی کراہۃ اللہ بہ حوۃ دان زاد علیہا کہون ففلا فلا یعنی صاحب ہو تکبیر تشریق میں عذر
 میں ایک بار حسب ادب کے نام نہ ہونے کے اور اگر زیادہ کے ایک سے تو کراہت نہیں کہ اسکی معنی نے ہر جمع کو یا جماع ہو کہ تکبیر تشریق ہو اور اگر

اس آیت میں ہر دو اذکار اللہ فی اقامتہ معذرتاً یعنی ذکر کرنا اللہ کا گنتی کے دنوں میں ایام معدودات سے مراد ایام تشریق میں گذرانی انسانی صفت اللہ کے
 اللہ انکر الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر
 حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہم تھا اسکا قصہ یوں بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت جبریل علیہ السلام جنت سے فدیہ حضرت اسماعیل کا لئے اور دوسرے
 کہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے کہے کہ جو کچھ نہ کروں تو یہ کہنا اللہ اکبر اللہ اکبر جبریل علیہ السلام نے حضرت جبریل کو دیکھا تو فرمایا لا الہ الا اللہ واللہ اکبر
 اور جب حضرت اسماعیل کو خبر ہوئی فدیہ آنے کی تو فرمایا اللہ اکبر واللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر
 معذرت اللہ اور قول مختار یہ کہ ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام میں اور قاموس میں ہر کہی فوہ صحیح تر ہو اور لفظ اسماعیل کے معنی عربی میں مطیع اللہ یعنی
 اطاعت کرنے والا اللہ تعالیٰ کا ہم اسمین اختلاف ہے کہ حکم ذبیح کا حضرت اسماعیل علیہ السلام کے نسبت ہوا تھا یا حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسبت نہیں ہوا
 نے بتایا کہ میں ذکر کیا کہ قرآن حدیث کے زیادہ مطابق ہی پڑتا ہے کہ حضرت اسماعیل ذبیح تھے کہ قرآن مجید میں بعد قصص کے ارشاد فرمایا و بشرناہ باحق
 اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جبکہ ذبیح کا حکم ہوا وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ہی تھا اور حدیث میں وارد ہے کہ اناب النعمین یعنی میں بیٹا ہوں وہیوں کہ ایک آپ
 کے باب عبد اللہ میں اور دوسرے جہاد محمد حضرت اسماعیل و بالانفاق ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل سے ہیں
 لہذا فی الطحاوی عقب کل فرض عین فی الفضل بنعم البنائے اذنی صحیحۃ و حقہ فیما لہما من عام لہما و حقہ کما حنیفہ مصیحۃ خیر جماعۃ
 النساء والعزۃ العیسٰی کا ہم چھوڑا جب ہر تکریر تشریق ہر فرض میں کے پیچھے لگا دیا جائے جماعت مستحب ہے بدون اسے فاصلہ کے جو مانع ہو بخلاف نماز کا یعنی اگر
 فاصلہ ہو جائیگا اس طرح کہ بعد نماز مثلاً بول پڑا مسجد سے باہر چلا گیا یا کچھ کھا لیا تو تکریر ساقط ہو جائیگی شراح نے کہا کہ یا فرض فضا بڑھا جائے ایام تکریر میں ایام تکریر
 کا وہی ہے تب بھی تکریر واجب ہے سبب قائم ہونے تکریر کے وقت کے متصل فرمائی کہ اگر اول روز کرے دوسرے یا تیسرے روز کرے کہ وقت اس میں تکلیفی ہوا جماعت
 مستحب کی قید سے عورتوں کی جماعت اور نگوں کی نکل گئی کہ وہ مستحب نہیں بل غلاموں کی جماعت خارج نہیں صحیح یہ قول میں لڑکے بعد تکریر واجب ہو کر انانی الحوہ واسلئے لگاؤ ہونا
 جماعت میں غرض نہیں ہم فرض میں کی قید سے فرض نماز کی جماعت یعنی جنازہ کی نکل گئی کہ لڑکے بعد تکریر واجب نہیں بل غرض نہیں جماعت میں تکریر واجب ہونے کی تین شرطیں ہیں
 اول یہ کہ فضا نماز تکریر کے ایام میں ہو جبکہ شراح نے مناس سے تکریر کا دو قسم بیان کیا سوئم یہ کہ کسی میں کی فضا ہو چکی ہو جو جبکہ ایسے
 میں علیہ نماز میں اس مسئلہ کی جارحہ تشریح کی ہے کہ اول یہ کہ غلام تکریر کی فضا ایام تکریر میں نہ ہو دوسرے یہ کہ ایام تکریر کی فضا غیر ایام تکریر میں نہ ہو تیسرے یہ کہ ایک سال کے
 ایام تکریر کی فضا دوسرے سال کے ایام تکریر میں نہ ہو چوتھے یہ کہ اسی سال کے ایام تکریر کی فضا دوسرے سال کے ایام تکریر میں نہ ہو پانچویں یہ کہ ایام تکریر میں تکریر
 نہ ہو دن میں گذرانی الحسی اولہ من فجر عرفة و اخرہ العصر العیدین کا دخل الغایۃ فی شان صلوات اللہ علیہ تکریر کی عرفہ کی فجر سے ہوا آخر اسکا عید کے
 عید تک کے شامل کرنے سے یعنی عصر میں بھی واجب ہو تو یہ آخر نمازین ہو میں یا نہ عرفہ کی اور تین عید کے دن کی وجہ یہ علی ایام مقیم ہونا
 مقیم مسافر اور قرووی و امرہ بالاتباعہ لکن المرأۃ تنافق حج علی مقیم افتدی عساکر اور واجب ہونا تکریر کا ایام پر ہے جہاں میں مقیم ہو اور
 مقیم مسافر یا گاون کے رہنے والے مقیم یا مقیم عورت پر ہے بسبب غیبت ایام کے لیکن عورت آہستہ تکریر کی یعنی روز کی پکار کر گناہ واجب
 ہو اور ایک قول میں نسبت گذرانی انسانی اور واجب ہو اس مقیم پر کہ اتنا کرے مسافر کا دقا ابوجوبہ فور کل فرض طلقاً ولو منہ و الاوصاف اولہا
 لانہ تیجۃ المکتوبۃ الی عصر المیعوم الحق مساخر الاام التشریق وعلیہ لاعتقاد العمل والفتویٰ عامہ کہ عید کا کافہ کا عید
 اور صاحبین نے جو تکریر کو فرمایا ہو مجبور پڑنے ہر فرض کے مطلقاً اگرچہ نماز مسافر یا عورت ایسے کہ تکریر یا عورت ایسے کہ تکریر یا عورت ایسے کہ تکریر یا عورت ایسے کہ تکریر یا عورت
 تکریر واجب ہونی چاہیے اور واجب ہو تو ہر فرض سے باوجود وہ کے عید تک جو تیرہویں تاریخ ہو تو صاحبین کے نزدیک ۲۲ نمازین

ہو میں جبکہ بعد تکبیر واجب ہے اور صاحبین کے قول پر اعتماد اور عیسائی بقوی ہو سب شہروں اور کل زمانوں میں نبی بس وہ سے کہ صاحبین کی دلیل قوی ہو
 کذا فی الخطاوی و کلاباس بہ عقب العید کان المسلمین تعداد ثلثة فوجیہ تملکهم علیہ الخ و اور کچھ مضائقہ متنب تکبیر کا بعد نماز عید کے اسلئے کہ اسلئے
 ایسا ہی کرتے چلے آئے ہیں تو ضروری ہو گی پیروی کرنی اور اسی پر بین تلخ کے علم کہ کلام اللباس کبھی مستحب کے لیے بولا جاتا ہے چنانچہ بحر الرائق
 میں بیان کیا ہے تو بیان بھی مستحب کی جگہ مستقل ہوا ہے اسی لیے کہا کہ اتبع ضروری ہو خطاوی نے کہا کہ واجب ہے فرض بیان میں اصطلاحی نہیں بلکہ معنی
 اتبع واجب ہے اور بحر الرائق کے قول سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ واجب ہے امراد اصطلاحی معنی میں و لا یمنعہم الحاح من التلبیک لکن اوقاف کلام العشر و ہذا
 بحسب و یحیی وغیرہ اور منع نہ کیے جاوےں عوام تکبیر کرنے سے باز راہ میں عشرہ تکبیر میں اور اسکو ہم لیتے ہیں کذا فی النہج والنجبی وغیرہ خطاوی نے
 کہا کہ بہتر یہ تھا کہ شارح بحر الرائق کہتا اسلئے کہ بحر الرائق میں اس مسئلہ کو مختص سے نقل کیا ہے و ہذا فی التلویح و وجودی و نبی کہ امام احمد و ابی یوسف
 قال ابو یوسف علیہ السلام للربیع عنہ عنہ عنہ ان الکر فکیر ہم ابی حنیفہ اور مقتدی تکبیر کے بغور وجوب اگرچہ اسلئے کہ امام نے تکبیر نہ ہی ہو وہا
 ادا ہوئے تکبیر کے بعد نماز کے یعنی نماز کے بعد امام کی مخالفت معتبر نہیں یا امام کے چھوڑنے سے مقتدی بھی چھوڑ دے امام ابو یوسف اچ فرماتے ہیں کہ
 میں نے لوگوں کو نماز عید کے روز بڑھائی تو تکبیر کہنا بھول گیا پس امام ابو حنیفہ نے لوگوں کو تکبیر کہلائی ہم اس حالت سے کہ امام نے معلوم ہوتے ہیں کہ امام اگر بھول
 جاوے تو مقتدی بار دہلاوے دوسرے یہ کہ خطیلم استاد کی اسلئے امر کی بجا آوری میں ہی چنانچہ ابو یوسف امام عظمیٰ ج کے فرمانے سے پیش امام ہونے پر سے
 کہ جب استاد کو کسی شاگرد کی تکبیر اور فضیلت معلوم ہو تو لوگوں کے سامنے اسکی تعلیم کرتے تاکہ لوگ اسکی توفیر کریں چوتھے یہ کہ اگر استاد شاگرد کی تعلیم کرے
 و شاگرد اسکی حرمت فراموش نہ کرے کذا فی الخطاوی و المسبوق بکسر وجہا کا لاحق لکن عقب القضاۃ علما فاقہ و لو کہیہ مع اکھا کما نقصد و لولہا
 ضدت اور مسبوق تکبیر کے وجوہا مثل لاحق کے لیکن قیچہ ادا کرنے اس نماز کے جو اس سے رکھی ہو اور اگر مسبوق یا لاحق امام کے ساتھ تکبیر
 کیگا تو نماز فاسد ہوگی مگر دوبارہ تکبیر کے کہ امام کے ساتھ کی تکبیر اپنے موقع پر نہیں ہوئی اور اگر بیک کیگا امام کے ساتھ تو نماز فاسد ہو جائیگی کیونکہ
 بیک آرمیوں کے کلام کے مشابہ ہو کذا فی الشامی ویدل اکھام سجود السہو لوجہ فخر عتقاہم بالکلیس بوجہ فخر متقاہم بالکلیس لوجہ فخر متقاہم بالکلیس لوجہ فخر متقاہم بالکلیس
 خلاصہ اور شروع کرے امام سجدہ سہو کو سبب واجب ہونے سجدہ کے حالت بقا تحریر نماز میں متقی سجدہ سہو ایسے وقت میں واجب ہے کہ اسوقت تک
 نماز کی تحریر باقی رہتی ہے اسی لیے سجدہ سہو میں اقتدا امام کا درست ہے تکبیر کے سبب واجب ہونے تکبیر کے نماز کی حرمت میں یعنی نماز کے بعد بلا فاسد
 بھلا کہ امام حرام باندھے ہو تو بیک کے سبب واجب ہونے بیک کے نماز کی تحریر اور حرمت میں کذا فی الخطاوی و فی الوالجیۃ لولہا بالکلیس سجدہ
 السجود والتکبیر و اللہ اعلم اور لوالجیہ میں ہے کہ اگر شروع کرے بیک کہنا تو ساقط ہوگا سجدہ سہو اور تکبیر کہنا اسلئے کہ بیک کہنا لوگوں کے کلام
 کے مشابہ ہو اور کلام نماز کو قطع کر دیتا ہے تو اس سے نماز قطع ہو جائیگی تو نہ تحریر باقی رہی جو شرط سجدہ سہو ہے اور نہ القضا باقی رہے گا جو تکبیر کے سبب
 چاہئے اسی لیے دونوں ساظر ہونے کذا فی الشامی والہدایہ

باب الکسوف

باب سورہ گن کی نماز کے ذکر میں مناسبہ امام میں حیث کھٹا دا والفقہاء مناسبہ مملوہ کسوف کی نماز عید سے یا باخبار اتحاد کسوف
 یا باخبار ایک دوسرے کی خبر ہونے کے ہم اتحاد سے یہ غرض کہ عید اور کسوف دونوں کی نماز میں جماعت سے نہ کو بلا اذان اور تکبیر کے ہوتی ہیں اور قضاء سے
 ہم لو کہ انسان کے دو حال ہیں ایک سرور اور ایک اندوہ و خوف کا تو عید اکثر امن و سرور کا وقت ہے اور کسوف و اندوہ کا یا یہ کہ جماعت عید میں
 شرط ہے اور ہر سے پڑھنا واجب بخلاف کسوف کے کذا فی الشامی ثم الجہود انہ بالکاف والحاء للشمس والقمر سجدہ فخر نقض کہتے ہیں کہ

باب الکسوف

کسوف کاف سے سورج گھٹن ہو اور خسوف سے چاند گھٹن ہو اور خسوف قول یہ کہ کسوف اور خسوف دونوں کا استعمال چاند اور سورج گھٹن میں برابر ہو مگر جو ہر
 نے افسح فعل اول کو کہا ہے پھر معلوم کرنا چاہیے کہ ناز کسوف قرآن و حدیث و اجماع سے ثابت ہو قرآن سے اس طرح کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿وَإِذَا كُوفِيَ النَّاسُ بِالْكَوْفِ﴾
 بکلیات الاصحیح یعنی ہم نشانیاں انہیں بھیجے مگر ڈرائیکو یعنی ناکہ بند سے ذکر اسکی طاعت بجا لادیں اور اسکی طرف رجوع کریں اور رب کی طرف
 رجوع سب سے زیادہ نمائش حالت میں ہو اور بخاری کی حدیث میں ہے کہ سورج اور چاند کسی آدمی کی موت کے سبب نہیں گھٹتے بلکہ یہ دونوں کون
 خدا تعالیٰ کی نشانیاں ہیں جب تم کو دیکھو تو اوٹھ کر ناز پڑو اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو پڑھا ہے اور اس ناز پر است کا اجماع بھی ہو کہ ان فی الطحاوی

لیخط بالناس من عیلت اقامۃ الجمعة بیان المستحب و ما فی السراج کایذ من شر الخطبہ کما خطبہ رذیہ فی الجہ عند الکسوف
 لکثیرین بیان کافہا وان شاکو ادیعاً و الذکر کل و کثیرین خطبہ و کل ایدیم جعے ناز پڑھا ہے لوگوں کو جو شخص کہ مالک ہو قائم کرنے جموع کا یعنی سلطان
 یا قاضی سورج گھٹتے وقت دو گھنٹین شرح لے کہ اس سلطان یا نائب کی قید مستحب کا بیان ہے یعنی مستحب ہے کہ قاضی یا سلطان امام ہو انکا ہونا ناز کی شرط
 نہیں اور سراج میں جو یہ ہے کہ ناز کسوف میں شرط جموع کا ہونا ضروری ہے سوائے خطبہ کے تو اسکو بجز لائق میں رد کیا ہے یہ لکھ کر البیہابی نے تصریح کر
 ہے کہ سلطان کا ہونا مستحب ہے شرط نہیں اور ماتن کا کہیں کہنا بیان ہو اقل درجہ ناز کا اگر نازی چاہئے تو چار پڑھے یا زیادہ ہر دو گانہ پر سلام پیرے
 یا چار چار پڑھ کر ان کی جہتی و صفہ کا انفل ای بیکم و واحد فی غیر وقت مکس و ہ الا اذان کا اقامۃ تک جہ و خطبہ اور ناز کسوف کا حال مثل
 فعل کے ہو یعنی ایک رکوع سے وقت مکروہ کے سوا دوسرے وقتوں میں بدون اذان یا تکبیر اور بدون بیکار کر پڑھنے اور خطبہ کے پڑھے ہم لکھ کر کی قید اسلئے لگا
 کہ امام شافعی کے نزدیک رکوع سے پڑھنے میں اگر سورج گھٹن وقت مکروہ میں ہو مستحب ہے کہ بعد از اذان یا تکبیر میں ناز پڑھیں اور عدم جہتی قید اسلئے کی کہ ہمیں اس ناز
 میں جہ کر کے کو فرمائے ہو اور خطبہ ناز میں نہیں لکھ کر کسی اثر میں خطبہ منقول نہیں ہو کسوف کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند ابی اسیر کی وفات کے دن اور اسلئے پڑھنا
 خود اسلئے تھا کہ جو لوگ وہم کرتے تھے کہ گھٹن کے تحت مگر کی موت کے باعث ہو اور انکا وہم دور فرمائیں کسوف کی خصوصیت سے تھا کہ ان فی الطحاوی دینا دی العبد کما
 لیجہ حق قول اور بکا دیا جائے یہ فطری الصلوۃ جامعہ تاکر لوگ کھٹے ہو جاویں ہم معنی بجا سے اذان ان فطنوں سے اعلام کر دینا چاہیے طحاوی نے کہا کہ الصلوۃ

مبتدایہ اور جامعہ بخاری و جامعہ بیہابی و بطیل فیہما الرکوع و السجود والقرآن و الادعیۃ و لا ذکر الذی هو من خصائصہا فہذا فیہم شیئ
 بعد ہلکھا لیساقبیل القبلة او قائم استقبل الناس القوم و منہم محتجب بالشک و اذ طلع سے اس تازی میں رکوع اور سجدہ اور قرات اور دعا
 اور ذکر و کو اساطیل جو فعل ناکہ کے خواص سے ہو پھر دعا مانگے بعد اس ناز کے بیٹھا ہو اقبل رخ یا کھڑ ہو کر لوگوں کی طرف منہ کر کے اور سب لوگ آمین
 کہیں ماسوت تک مانگے کہ آتا یا کل صاف اور روشن ہو جائے ہم قرات طویل اسقدر کہ پہلی گیت میں سورہ بعد اور دوسری میں آل عمران پڑھے اور اگر یہ یاد نہ ہوں تو
 اس کے برابر دوسری سویتن پڑھے طحاوی نے کہا کہ سنوں یہ ہے کہ دعا اور ناز میں سارا وقت کھڑے ہو رہو جائے تو اگر ناز کو خفیف پڑھے تو دعا کو طویل دے
 اور دعا مختصر کرے تو قرات طویل کرے اور رکوع اور سجدہ اگر چاہے چھوٹا کرے چاہے بڑا تو شرح نے جو طویل کہا اس سے یہ عرض کہ اگر اسکا دل
 چاہے تو طویل دے اور دعا مانگنا کھڑے ہو کر اور کوئی طرف منہ کر کے اچھا ہو اور کھڑے ہوئے میں اگر اٹھ کر کھڑے ہوئے میں اور اس سے تو بتبرعہ اور دعا کے لئے غبر
 پڑھے کہ ان فی اللہ وان لہ یجوز لامام للجموع صلی الناس فرادی من مناز لہم منہا عن القنۃ کما فی القنۃ اور اگر امام جموع حاضر ہو تو بھیجکوا احتیاج
 پڑھنا چاہیے وہ موجود ہوں تو کھڑے ہو کر ناز پڑھیں واسطے بھیجے کے جھگڑے سے یعنی پڑھے جموع میں پیش امام ہو نیک جھگڑا ہو اگر ناز ہو اسلئے کہوں پڑھنا پڑھنا
 ہر دو گانہ میں کی ناز کے اسکو بھی تھلن گھڑیں خواہ امام سجدہ ہو یا نہیں کیونکہ نازات کو ہوتی ہے اور سخت جمع ہونا لوگوں کا خالی حرج سے نہیں ہم
 پھر سویتن پڑھ کر اپنے اپنے محل کی مسجد و ان میں تمنا پڑھ لیں اور اگر جموع کا امام اجازت دیدی تو محکم امام جماعت سے پڑھا دے کہ ان فی الطحاوی

[illegible]

و سلم نے ایسا ہی کیا تھا شامی نے کہا کہ فتویٰ امام محمد کے قول پر ہو اور چاروں طرف امام بیٹے نہ مقتدی و بلا حصوص و محی طرک کان الایح ان دعاء الکافرون
استحباب استدراجا ما قوله بقوله دعاء الکافرون الا في ضلال في الحق و مشروم جمع اور دعا ہو بدو ن ساتھ ہونے کا فتویٰ کے اگر جم
قول لاج یہ کہ دعا کا قرعہ قبول ہوتی ہے خلاف عادت اور یہ جو ارشاد خداوندی ہے کہ نہیں ہر دعا کا قرون کی مگر یہ کہ تاویہ آخرت میں ہر کذا فی شروع جمع
ہم اس امر میں اختلاف ہے کہ دعا کا قرعہ مقبول ہوتی ہے یا نہیں تو بعض فقہانے کہا کہ مقبول نہیں ہوتی آیت مذکورہ صریح دلیل سے اور نیز اس پر
سے کہ کافر دعا خدا نالی سے نہیں مانگتا کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کو پہچانتا ہی نہیں اور بعض فقہانے کہا کہ دعا مقبول ہوتی ہے چنانچہ شیطان نے صلیت
مانگی اور اُسکی دعا مقبول ہوئی حالانکہ سب میں بڑا کافروہ ہو اور صدر تہجد نے کہا کہ فتویٰ اسی پر ہے کہ دعا کا قرعہ مقبول ہوتی ہے خصوص جبکہ
مظلوم ہو چنانچہ حدیث میں ہے کہ مظلوم کی دعا مقبول ہو اگرچہ کافروہ ہو اور آیت کا جواب شارح نے دیا کہ وہ آخرت کی دعا ہو اسلیئے کہ اس سے پہلے
وزن و الوان کا ذکر ہے کہ جب فرشتوں سے کہینگے کہ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو کہ ہمیں ایک دن عذاب ہلکا کر دے تو وہ کہینگے کہ تمہارے پاس کیا پیغامبر
ینات نہ لائے تھے وہ کہینگے کہ یوں نہیں فرشتے کہینگے کہ تو تم دعا مانگو اور ہمیں ہر کافروں کی دعا مانگ رہے ہیں کذا فی الطحاوی وان صلوا فدا علی جائزہ فی
مشر و عتہ المنفرد و قول التحفة وغیرہا ظاہر الدلیلہ لاصحی ای حجة اور اگر سب لوگ تمہاری زبردستی سے درست ہو تو کہ نماز تمہارے لیے مشروع
ہو اور تمہارے غیر کا یہ کہنا کہ ظاہر روایت یہ ہے کہ استسقاء میں غل زمین سے یعنی کہ جماعت کے ساتھ نماز نہیں دینا چوں ثلاثہ ایام کا نہ لے نہ نقل اکثر منہا
مستأبکات و یستحب لایام اذ یکا عزم بصیام ثلاثہ ايام قبل الخرج و بالذیلة فتم یخرج بجم فی الرابع مشاة فی ثیاب خفیلة او فی
مئذ لاینبوا اصنعین خاسعین کل یوم اور جنگل کو جا میں عاکسے لیے تین روز برابر اسلیئے کہ زیادہ تین روز سے بیٹھ کی دعا کے لیے باہر جانا مقبول نہیں
ہوا اور مستحب ہے امام کو کہ باہر نکلنے سے پیشتر لوگوں کو بتوجہ ان روزہ رکھنے کا اور گناہوں سے خالص تو یہ کر نیک حکم کرے پھر چوتھے روز تک ساتھ شگلہ اسطرح
کہ سب پیادہ یا نہ ہو سہے کپڑے پہنتے پڑنے یا پیوند لگے ذیلوں کی صورت بنائے فروقی اور عاجزی کرتے ہوئے گردن جھکائے ہوں ہم حاکم میں
جانے کا حکم ان لوگوں کو ہے جو کہ معظمہ اور بدینہ منورہ اور بیت المقدس کے باشندے ہوں کہ ان کے لیے حکم دیا گیا افضل ما جدید میں نیکار ہو اور تو یہ خالص ہے یہ غرض کہ
حقوق مقداروں کے بھی ادا کر دیں تو یہ میں یہ شرط لگی ہوئی ہے کہ کسی کا حق ذمہ نہ رہے کذا فی الطحاوی ویقصد صون الصدقة فی کل یوم قبل خرج و جم
و یجد و التوبة و یتغفر و یتسوی یا یضعف و الشیوخ و العجاء و الصبیان و یعدون الاطفال علی اصحابہم اور ہر روز
اپنے نکلنے سے پیشتر صدقہ دیں اور سرفرو تو یہ کریں اور مسلمانوں کے لیے دعا منفرت کر رابع ضعیفون اور یوڑھون اور برہمنوں اور شرکوں کے
ذریعہ سے بیٹھ کی دعا کر لی اور بچوں کو انکی ماؤں سے علیحدہ کریں ہم ان لوگوں کے ذریعہ کرنے کے یہ مخی کہ انکو آگے کر دینا کہ وہ دعا مانگیں اور بچا
آمین کہیں انکی دعا جلد مقبول ہوتی ہے چنانچہ بخاری کی حدیث میں ہے کہ کافر زرق و فرخ جو ملتی ہو تو تمہارے ضعیفوں کی بدولت ہی ملتی ہو اور بچوں کو
مان سے جدا رکھنے میں یہ حکمت ہے کہ دعا اور فریاد زیادہ ہوتا کہ لوگوں کو رقت ہو اور اس کے سبب سے دریاے رحمت انہ دی جو ش میں آوے کذا فی
الشمی و الطحاوی و یستحب احراج الذواب و اسب اور مستحب ہے باہر نکلنا جانوروں کا اسلیئے کہ کچھ مینہ آؤ نہیں کے سبب سے غنایت
ہوتا ہے چنانچہ احمد نے روایت کیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام لوگوں کے ساتھ بیٹھ کی دعا کو نکلے دیکھا تو ایک چنیٹی اپنی ٹانگیں آسمان
کی طرف اٹھا لے کر آپ نے فرمایا ملکوت چلو کہ تمہاری دعا اس جنت سے مقبول ہوئی کذا فی الطحاوی و الا ذلی الخرج الا حام
محم و ان خرجا یا ذنبا و یغیرا ذنبا جازا و برہمنی نکلتا امام کا لوگوں کے ساتھ اور اگر لوگ نگلیں امام کی اجازت سے یا بدو
اسکی اجازت کے تب بھی درست ہے و یجھقون فی المسجد و یدین بالمقدس لیس ذلک المدیة کا نہ لھیفہ اور جمع ہو بدو

مسجد الحرام میں کہ عظیمہ میں اور بیت المقدس میں اور یاقین تھے مدینہ منورہ کو نہ کیا کہان کے لوگ مسجد شریف میں جمع ہوئے شاید اس مسجد کے تنگ ہونے کی وجہ سے ذکر کیا ہو گا ہم شامی نے کہا کہ یہ وہ کافی ہنر اس لیے کہ باشندے مدینہ منورہ کے ایام حج کے قافلہوں سے زیادہ ہنر کی انکی نگاہیں تو ہو جائے اور باشندوں کی کہنا اس لیے ضرور ہو کہ دعا و اذان مسجد مبارک میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کیجائے جیسا کہ ہر حادثہ کے لیے دعا کیے مشاہدہ میں کیجائی ہو اور چوبالون کو ان مساجد کے دروازوں پر کھڑا کیا جائے وان دام المصالح حق آخر فلا یاسد اللہ عاجز جبہ حرم حیکت ینسخ اور اگر منہ کی جھڑی ہٹے بیان تک نقصان کرے تو مضائقہ نہیں عا کر نکا اسکے بند ہونے اور ایسی جگہ مصروف ہونے کے واسطے جہاں مفید ہو ہم یعنی یوں دعا کرے کہ الہی جان بیکار نہ رہنا مفید ہو ایمان برسا اور ایمان سے اسکو بٹالے وان سقوا قیل خرہم تک انجی جو اشکر اللہ تعالیٰ اور اگر باہر جانے سے پیشتر لوگوں کو بیخود عنایت ہو تو مستحب ہو کہ اللہ تعالیٰ کے شکر کے لیے باہر نکلیں یعنی جب قبل سوال کے مطلب پورا ہو گیا تو اب اس انجام کا شکر ہو کہ باہر نکل کر نا کر میں تاکہ مفید خاطر خواہ برے سے کذا فی الشامی ملتفتاً

باب صلوة الخوف

یہ باب ہر نماز خوف کے بیان میں اس لیے مناسب نماز استقامت سے یہ ہر کہ دونوں خوف کی وقت ہوتی ہیں من احنا فاعلم الشی علی شرطہ اضافت صلوة کی خوف کی طرف ہر کی اضافت ہر شرط کی طرف یعنی خوف شرط ہو اس نماز کی ہم بعضوں نے خوف کو سبب قرار دیا ہو اور کہا ہو کہ اضافت سبب کی ہر طرف سبب کے شامی نے کہا کہ بظاہر خوف نماز کا سبب ہو اور دشمن کا موجود ہونا شرط ہو تو خوف سے مراد دشمن کا ہونا ہو تو یہ اضافت شرط کی طرف ہو اور اگر خوف کے حقیقی معنی مراد ہوں تو اضافت سبب کی طرف ہو جی جائز ہے بعد تکلیف السلام عندہما ای عند الوضوء و عند دمہما اللہ تعالیٰ خلافت اللہ بشرط حضور بعد یقیناً فلا یصلی علی ظنہ فیما خلا فاعادوا و سلیم اوجیہ عظیمہ یعنی دعا و خارج و ج الوضوء کا جمع کا خبر دیا کہ لغیرہ فلیحفظ قلت ثم رأیت فی شرح البخاری للعلیہ انہ لیس بشرط الا عند البعض عند الغمام الحرب نماز خوف کی جائز ہو بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طرفین کے نزدیک یعنی امام اعظم رحمہ اور محمد رحمہ کے بخلاف امام ابو یوسف کے کہ انکے نزدیک باہر نہیں اسوجہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پڑھنے کے ثواب حاصل کرنے کو نماز شروع ہوئی تھی بعد آپ کے یہ بات جانی رہی تو اب اسکا ادا کرنا جائز نہ ہو گا اور طرفین فرماتے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ کے بعد اس نماز کو پڑھا ہو اس لیے جائز ہو بشرط موجود ہونے دشمن کے یقیناً یا موجود ہونے دژ یا اذہما اور اسکے مثل درجہوں کے مثلاً آتش دگی وغیرہ کے شامی نے کہا کہ یقیناً کی قید نہیں اس لیے لگائی کہ اگر لوگ دشمن کا موجود ہونا خیال کھ کے پڑھیں گے پھر اسکے خلاف ظاہر ہو گا یعنی دشمن موجود نہ نکلیگا تو نماز از سر نو پڑھیں اور دست ہو یہ نماز جبکہ وقت طے ہو جائے پھر نماز پھر الابرار میں ہوا وہ یہ قید میں نے اوروں کے کلام میں نہیں دیکھی تو اس قید کو یاد رکھنا چاہیے پھر میں نے عینی کی شرح بخاری میں دیکھا کہ وقت نکلنے کے قریب تھا اس نماز کی شرط نہیں بلکہ بعض کے نزدیک جبکہ لڑائی اور قتال ہو رہا ہو ہم شامی نے عینی کا قول نقل کے بیان کر دیا کہ عینی الابرار کی روایت پر عمل کرنا چاہیے اس لیے کہ وہ بعض کا قول ہو کذا فی الشامی فیکمل الکمام طائفة بازاء العدا و اربابہ فیصلہ یا حزی دکتہ فی التثانی ومنہ الجمعہ والحدید

و دکتہ فی غیرہ و ما ذکرہ ہیک الیہ جائدت الا حزی فیصلہ ہم ما یقہ و سکر و حہ و ہیک الیہ ندیا و جائدت الطائفة الاولی و انما اصلو قصہ بلا خرافہ کا ہم لا حقون و سلمو انما جائدت الطائفة الا حزی و انما اصلو ہم بقرانہ کا ہم مسیقون نوکرے امام ایک ٹولی مثلاً دشمن کے مقابل اسکے ڈرانے کے لیے اور نماز پڑھاوے دوسری ٹولی کو مثلاً اب کو ایک گھٹ دو گھٹ الی نمازوں میں اور اسی میں داخل ہو جیاد و مفید اور دور کتیں پڑھاوے غیر شامی میں بطور وجہ کے یعنی اگر ایک پڑھاوے بگا تو نماز فاسد ہو جائیگی اور چلی جائے

یہ بٹولی تہجد کے سامنے یعنی بعد دوسرے سجدہ کے ایک کھٹ پر بیٹھنے کی صورتیں اور بعد انتخاب کے دو رکعتوں کے پڑھنے میں ہر آدھے پہلے پہلے اولیٰ اس نیکو امام کے ساتھ
باقی نماز یعنی ہفتی نماز اسکو باقی ہو وہ اس بٹولی کے ساتھ ہر جگہ امام کے بعد پھر دس بعد قعدہ اخیرہ کے پھر یہ بٹولی ہفتی کے ساتھ پہلے براہ استیجاب یعنی اگر گناہ میں
اور اسی جگہ بقیہ نماز تمام کر لے بعد درست ہو اور آدھے بٹولی اور اپنی بقیہ نماز پوری کر میں بدون قراءت کے اسلئے کہ وہ لاحق میں اور لاحق کا حکم مقتدی کا سا ہو اور
مسلم پھر یہ بٹولی آدھے اور اپنی بقیہ نماز پوری کر میں دون قراءت کے ساتھ اسلئے کہ وہ سابق میں اور سابق کا ایک حال ہو ہم صلوٰۃ خوف کی کیفیت
میں علماء کا اختلاف ہے اور مستفی میں ہو کہ جائز ہے کیفیت سے ہو مگر اختلاف اس میں ہو کہ ہر کوئی ہو اور قرآن مجید میں جو کیفیت مذکور ہو اس سے زیادہ تر
قریب یہ صورت ہو جو ماننے مذکور کی اور دو رکعتوں کی نماز میں سفر کی نماز بھی داخل ہو اور عبدی قید سے شارح نے آگاہ کیا کہ صلوٰۃ خوف صرف فرشتوں میں
مخصوص نہیں واجب میں بھی ہوتی ہو کذا فی الشامی لمطاولی نے کہا کہ اگر دو رکعتیں یا تین رکعتیں کی طرف ہو تب بھی اس نماز میں کچھ فرق نہ ہوگا اسدی طرح دشمن کے مقابل
کی بٹولی اگر قبلہ کی طرف مشیت کیے ہو تو کچھ حرج نہ ہوگا اور دشمن کے مقابل جانا یا بدعت ہے اگر سوار ہو کر یا سینگے تو نماز باطل ہو جائیگی و ہذا ان تذاذ عوانی
الصلوٰۃ خلتک واجد والا کا فضل ان یصلیٰ بکل طائفہ امام اور یہ نماز اس کیفیت پر اس صورت میں ہو کہ مقتدی ایک ہی امام کے پیچھے نماز پڑھتا
میں جھگڑ کر کر رہا افضل یہ ہو کہ ہر بٹولی طائفہ امام کے پیچھے نماز پڑھے ہم یعنی ایک بٹولی دشمن کے مقابل رہے اور ایک امام کے ساتھ نماز پڑھے جب امام
خارج ہوئے تو یہ بٹولی دشمن کے سامنے چلی جائے اور دوسری بٹولی کے لیے امام کسیکو اجازت نماز پڑھانے کی دے کہ وہ آنگہ پڑھاوے اور اگر وقت آتا نہ ہو
تو یہی صورت ہو جو اوپر مذکور ہوئی کذا فی الشامی وان اشتد خوفہم وحجرا و اکل التمر لصلوٰۃ کی اذاکان ردیف الامام فیصلہ کا
یاد رکھنا انما جمعت قدس اتم للخص و لہ اور اگر زیادہ ہو خوف لوگوں کو اور غریبوں اور ترے سے تو نماز پڑھیں حالت سواری میں تہما رکوع اور سجدہ
کے لیے اشارہ کر کے جس طرف لوگ آئے ہو سکے بسبب ضرورت کے شارح نے کہا مگر وہ شخص کہ امام کے پیچھے سوار ہو ایک سواری پر تو اسکا اقتداء امام کے
پیچھے ہو گا بسبب انجا مکان کے و خستت عشرہ بغير اصطفا و سبق حدث و مرکوب مطلقا و قتال کثیر لا ھیکل کثیر ہم اور یہ نماز فاسد ہو جائیگی
پاؤں چلنے سے جو دشمن کے سامنے صفت باندھنے کے لیے نہواور نہ بیوقوف ہو جانے کے سبب ہو اور فاسد ہوگی سواری پر نہ جانے سے مطلق یعنی خواہ صفت باندھنے
کے لیے ہو یا دوسرے مطلب کے لیے اور فاسد ہوگی بہت کشت و خون کرنے سے نہ توڑا لٹنے سے مثلاً ایک تیر چلانے سے فاسد ہوگی کیونکہ عمل قلیل ہو اور رکوع
پر چڑھنا اور بہت لڑنا غل کثیر میں ان سے فاسد ہو جائیگی ہم لمطاولی نے کہا کہ تیر چلانے کا عمل قلیل ہو یا مسلم نہ ہو کیونکہ جو کوئی اسکو دیکھتا ہے حائیکا کہ
ماز نہیں ہو قتاد السائب فی الحجرات ان لمکن ان یرسل احصاء یا ساعۃ صلیا یا ماء و لا کلا لھم کصلوۃ للماھل و السائف و ھو یضرب بالسیف
اور ترے والا دیر میں اگر اسکو ممکن ہو کہ اپنے اعضا ڈھیلے کر دے ساعت بھر تو نماز پڑھے اشارہ سے ورنہ نماز صحیح ہوگی جیسے نماز پاؤں چلنے والے کی
اور تلواریں کی جیکہ تلواریں مارا ہو انکی نماز بھی صحیح نہیں خروج مسائل لمحہ شارح کے الرا کی ان کلان مطلق یا لھم صلوٰۃ تو ان کا طالب کا عدم خوف
سوار اگر مطلوب ہو یعنی اس کے پیچھے کوئی پکڑنے کو آتا ہو تو اسکی نماز درست ہو سواری پر اور اگر طالب ہو یعنی دوسرے کو پکڑنے جانا ہو تو سوار
پر اسکی نماز درست نہیں اسلئے کہ اسکو کچھ خوف نہیں شعوام ذھب العدو لمحیر الخرافیم و یحکھل ان لوگوں نے نماز خوف شروع کی پھر دشمن
چلا گیا تو انکا اپنی جگہ سے ٹلنا درست نہیں یعنی سر ٹولی جہان کی تھان نماز پڑھے لے کذا فی الشامی اور اسکا عکس ہو تو درست ہی یعنی شروع
کیوقت خوف نہ تھا پھر ہو گیا تو اس صورت میں اگر کچھ لوگ دشمن کے مقابل چلے جائینگے تو یہ جانا نماز کا غل ہو گا بسبب ضرورت کے کذا فی
الطحاوی کا تشریح صلوٰۃ الخوف للعاجی فی مسفرہ کافی الظہیرۃ و علیہم فلا تھم بالیغاثہ اور مشروع نہیں نماز خوف اس شخص کے لیے
جو اپنے سفر کی حجت سے گناہگار ہو چنانچہ مہربہ میں ہو اور اس بنا پر نماز خوف باغیوں سے درست نہ ہوگی ہم یعنی جس شخص

کما نفس سفر معصیت ہو جیسے رہبری اور نجات کے لیے سفر کرتا تو اسکی صلوٰۃ خوف جائز نہیں کذا فی الشان صحیحہ علیہ الصلوٰۃ والسلام صلاھا
فی الکعب ذات الرقاع ویطی غل حفسان و ذی ثنابت ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غایت خوف چار مقام پر پڑھی اول غزوہ ذات
الرقاع میں دوم بطین نخل میں سوم غزوہ عسفان میں چہارم غزوہ دوی قردوس میں ہم ذات الرقاع کے طعنی چونکہ وہاں اس غزوہ کا نام نہ ملا تو غل
اس لیے ہوا کہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے بخاری میں روایت کی کہ اس غزوہ میں ہمارے پانچ نخی ہو گئے تھے اور ناخن گر گئے تھے تو ہم بلون اجتناب سے
بیٹھے تھے اس سبب سے اسکو ذات الرقاع کہنا یہ غزوہ تیسرے سال ہجری میں غزوہ خندق سے پہلے ہوا تھا اور بطین نخل ایک جگہ کا نام ہے اور عسفان
بروزن عمان کے سے دو مترل ایک مقام ہے اور قردوس قاف در اہمل و دال ہملہ ایک مقام ہے ورنہ کے قریب اس غزوہ کو غزوہ غایہ بھی کہتے ہیں
یہ غزوہ تیسری ہجری میں ہوا مخطاوی نے کہا کہ ادا الفساح میں حاوی سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غایت خوف چار مقام پر پڑھی اور شایع
چار مقام لکھا ہے تو یاد مراد ہو کہ چار بار غزوہ میں اتفاق ہوا ہے جس بار دوسرے مقاموں میں یا کہ ان مقاموں میں جو ہیں غایت کی جہاں وہ لکھے

باب صلوٰۃ الجنائز

یہ باب ہر جنازہ کی نماز اور اسکے لواحق کے ذکر میں ہم متاجبیت اسکی ماقبل سے یہ ہو کہ خوف و قتال کبھی نوبت موت کی پہونچانے میں اور اسکو بھیجے اس لیے
بیان کیا کہ یہ نماز ہر صورت سے نماز نہیں کہونکہ بلا رکوع اور سجدہ اور اذان و تکبیر کے یعنی ہر دوسرے یہ کہ یہ نماز آدمی کے آخر حال سے متعلق ہو کذا فی الشان
من اضافہ للشواہد سبیلہ نماز کی اصناف جنارہ کی طرف جزیرا اصناف ہر اپنے سبب کی طرف یعنی میت سبب ہر اس نماز کا دھما یا غم میت و
بال کثیر السر و خفی القبان اور جنازہ یعنی مجسم مردہ کو کہتے ہیں اور کبیر چار بابی یا تابوت ہو جس مردہ ہوتا ہے اور جسکو کفن کہتے ہیں اور ایک قول یہ ہو کہ
بعض اور سرود مردہ کو کہتے ہیں کذا فی الشان و الموت صفة وجودہ اختلفت الصلحہ لیس و قیل عتہ اور موت ایک کیفیت و وجودی ہے میدانی
ہر زندگی کے مقابل اور ایک قول یہ ہو کہ کیفیت عدی ہو ہم موت میں اختلاف ہو کہ وجودی چیز یا بعدی جو وجودی کہتے ہیں انکی دلیل اور شواہد خداوندی
ہو (خالق الموت و الخلیق) یعنی پیدا کیا اللہ تعالیٰ نے موت اور حیات کو تو چونکہ پیدا کرنا ایک چیز کا موجود کرنا ہے اس سے معلوم ہوا کہ موت وجودی چیز ہے
اور اس میں اور حیات میں مقابلہ صدقین کا ہو کہ دونین جمع نہیں ہو سکتیں اور جو لوگ عدی کہتے ہیں انکی دلیل یہ ہو کہ زندہ چیز سے مواد حیات کو نیست
کرنا یا موت ہو تو عدی ہی سے اور ان میں مقابلہ عدم اور ملک کا ہو اور اکثر محققین نے دوسرے قول کو یعنی عدی ہونے کو اختیار کیا ہے اور آیت کے
معنی یہ کہ میں کہ مقرر کیا موت اور حیات کو کذا فی الشان یوجہ المختص و علامہ استرجاء قد صیرہ و اعوجاج مختصہ و انخساق صدقہ
القبلة علی غایتہ دھوا السنۃ منہ ہر جاوے وہ شخص جو مرنے کو ہو قبلہ کی طرف دہنی کر دے پورا ورنہ پھر یا سنت ہی شایع نے کہا کہ موت
موت کے قریب ہونے کی یہ ہو کہ پانچون اسکے ڈھیلے ہو جائیں اور ناک کا یا سا بیڑا ہو اور کن میں اندر کو دھس جائیں ہم مخطاوی نے کہا کہ مختص
بصیغہ مفعول یعنی جس پر موت حاضر ہوئی یا فرشتے موت کے آجود ہو کے و جازا کہ استقلال علی ظہر و قد صامہ الیھا و کھو اللعداد فی ذاتہا
کذا فی الشان سبیلہ قلیل الیو چہ الجبلۃ و قیل یو ضیعہ کا تیس علی کا حصر صحیحہ المیتۃ و ان شق علیہ تواتر علی حالہ و المرحوم لا یو چہ
چیز اور جائز ہے میت لٹا نا پشت پر اس صلوٰۃ میں کہ وہ دونوں پانچون اسکے قبلہ کی جانب ہوں اور پڑھی صورت لکچ ہو ہمارے زمانہ میں لیکن اسکا نسخہ
ہمارا و جاوے بلکہ جانب قبلہ اسکا نہ ہو جاوے آسمان کی طرف نہ رہے اور ایک قول یہ کہ منہ قبلہ کی طرف کر دیا جائے جس طرح بن کے صحیح
قول کے ہر وہ یعنی وہی کو پڑھ کر یا یا میں ہر پخت لٹا نے سے اس طرح منہ قبلہ کی طرف کر دینا چاہیے لکچ کی ہر اس قول
کی سنتی میں ہر اگر قبلہ رخ کرنے میں اسکو تکلیف ہو تو اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے اور جو شخص زمانہ کے سبب سے شکا ہو

وہ خون برین دیکھا لافنی دونوں میں نہیں پایا علاوہ اسکے اگر لاپرواہی کے قول میں اختلاف نہیں ہوتا اور پھر اراق کی توجیہ کی کہ حاجت رہی
 جو شائع آگے بیان کرنا ہے اس سے معلوم ہوا کہ کلمہ لا غلطی کتاب سے زیادہ ہو گیا ہو قلت دلیل فی التنقیح الی غسل یل ان یرفع فقط و غیر
 فی ایض یرفع و حیر و عیانہ الزیلعی و غیرہ تکرر الخراء و عندہ حتی یخسل و علیہ الشر فی لای فامداد الفتح تنزیہا الخراج
 نجاستہ میں شیعہ ملوث ہیں کتاب میں کہتے ہیں نہ اسے نک کی قید نہیں بلکہ اس میں صرف اتنا ہے کہ پڑھا جاوے قرآن میت کے پاس اوٹھائے
 جانے تک اور پھر اراق برین اوٹھائے جانے کی قید میت کی روح کے اوٹھائے جانے سے کی ہے یعنی صرف جان نکلتے تک قرآن پڑھے پھر اسکے نہ پڑھے اور پڑھی
 و غیرہ کی حاجت تو کہ مکرہ تحریمی ہی قیادت قرآن مردہ کے پاس بیان تک ہدایا جائے اور شریعتی سے امداد الفتح میں اسکی علت یہ بیان کی ہے کہ اس صورت میں
 قرآن کا علم نہ رکھتا ہو میت کی نجاست سے کیونکہ میت موت کے سبب سے بچتا ہو جاتا ہو قبل نجاست خبیث و قبل حدث بعض فقہانے کہا کہ میت
 کی نجاست خبیثی ہو اور بعض نے کہا کہ علی ہی ہم اول قول کی دلیل یہ ہو کہ آدمی خون کا تیل ہو مثل دوسرے حیوانوں کے تو جیسے دوسرے مرد اور انہیں خبیثی میں
 ویسے ہی آدمی بھی ہو جاتا ہو اور پڑھی تو انہیں خبیثی کا اور یہی علم ہے نہ ہو اور اسی کو کافی میں صحیح کہا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اگر مرد و مسلمان نہلانے سے
 غیر کونین گر جائے تو باقی ناپاک ہو جاتا ہو اور نہلانے سے جو پاک ہو جاتا ہو تو یہ مسلمان کی تنظیم کے تحت سے ہو اور دوسرے قول کی دلیل یہ ہے کہ موت کے
 باعث سے وضو جاتا رہتا ہو سبب ڈھیلے ہو جانے سے حاصل کے جیسے سونے سے جاتا رہتا ہو اور زندگی میں ہو سونے سے جو صرف ٹوٹے سے
 اخصا دھوئے میں اسکی وجہ یہ کہ وضو ہر روز پانچ بار کرسی پڑتی ہی اگر تمام بدن و عوارض کر تے تو بڑا حرج ہوتا اسلئے چند اعتبار پر اقتصار کیا گیا اور مرنے
 اور حیات میں وہ حرج نہیں اسلئے نام بدن کا دھونا مشرعی ہو اور دوسرے یہ کہ خاک نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 نے ارشاد فرمایا کہ اسے مردوں کو نجس مت جانو کہ مسلمان نہ زندہ نجس ہوتا ہے نہ مردہ شامی نے کہا کہ اس روایت سے معلوم نہیں ہوتا کہ مردہ کی نجاست
 حکمی ہو غلبہ معنی ہر مسلمان مردہ نہلانے سے پاک ہو جاتا ہو اسکی نجاست دایمی نہیں بخلاف کافر کے کہ وہ بعد نہلانے کے بھی پلید رہتا ہے غیر
 نجاست اراق و فہم کا قول اہل بدی ہو و علیہ فیہ حیوانا ہا کہ لاء المحدث اور مردہ کی نجاست حکمی ہونے پر چاہیے کہ اسکے پاس اوت درست ہو جیسے
 یوسف کو قرآن کا پڑھنا درست ہو ہم حاصل یہ کہ مردہ اگر ایسا کہا جائے جیسا ہو وضو آدمی ہوتا ہو تو اسکے پاس قرآن کا پڑھنا مکرہ نہیں اور نفق کا
 قول اسی پر محمول ہے اور اگر مردہ جلانہ کی طرح نجس ٹھہرایا جائے تو مکرہ ہو اور نہ پڑھی وغیرہ کا قول اس روایت پر محمول ہو گا خطا دیئے گئے
 کہ مکرہ اسوقت ہو کہ مردہ کے قریب پڑھا جاوے اور اگر دور پڑھا جاوے تو مکرہ نہیں شامی نے کہا کہ میت میں یہ قید بھی ہونی چاہیے کہ مردہ پاک چلو
 سے چھپا ہوا اور اگر چھپا ہوا ہو کتاب بھی قراۃ مکرہ نہ ہوگی و یوضح کجاءات کائنات فی الکتاب علی سبب و تالی سبب فقط قلم لکھتے ہیں
 خبیثی کا خلقم و کما فی القیادہ اور بھی کہ مر جائے رکھا جائے جس طرح بن سکے صحیح تر قول میں نجس پر جسکو طاق مرتبہ باہوسات و فیک
 فقط کوئی الفیض یعنی اس سے زیادہ نہ بائیں مثل اسکے کفر کے کہ وہ بھی طاق فہل باہوسات سے اور اسکی موت کی وقت خوشیو لبانی چاہیے تو یہ
 میں وقت کا سنا ہوا ہے چھپے اسکے اور نہ قبر میں ہم بہانے سے مراد یہ کہ کسی سرن میں آگ رکھ کر اس پر خوشیو جلاوے اور اسکو مردہ یا لقم کے گرو
 پھر ان میں تو یہ سبب باتین وقت چاہیے ایک جب وقت اسکی جان نکلے دوں غسل کی وقت تو مرنے کے وقت اور جنازہ کے چھپے اسی خوشیو
 نہ لیا بلکہ احادیث میں متع وارہ ہو کہ جنازہ کے چھپے آگ میت پہلو اور نہ قبر کو بائیں قبر میں آگ کیجانی بد فالی ہے اور یہ جو کہا کہ پھر مرنے کے وقت پڑھنا
 یا اس صورت میں ہو کہ جان اسکی نہیں پڑھی ہو یا میں لفظ کہ زمین کی تری سے اسکا بدن ہو گیا ہو پھر نہ پڑھا ایک قول یہ ہے کہ جنازہ پڑھنا کہیں قبر
 کی طرح اور ایک قول یہ ہے کہ پاؤں قبلہ کی طرف کرین و اصح یہ ہے کہ جیسے ممکن ہو ویسے رکھیں کذا فی الشامی تبصرہ دکر فی القیادہ

عندہ الی تمام غسل عبارتہ الزیاع جیسے غسل و عبارتہ النحر قبل غسل و کردہ تحریری قرآن کا پڑھنا میت کے پاس و سکو غسل کے پورا ہونے تک نیلی کی عبارت یوں ہو کہ میت کو غسل دیا جائے اور نہ اتفاق میں یہ ہو کہ اسکے غسل سے پیشہ کردہ ہو ہم اختلاف الفاظ کسی فائدہ کے لئے نہیں مراد یہی ہے کہ غسل ہو چکنے تک قرأت کر دے ہو کذا فی الخطا وی و تستر عورتہ الغلیظۃ فقط علی الظاہر من الروایۃ وقیل مطلقا الغلیظۃ والخفیفة و صحیح صحیحہ الزیلعی و عتیقہ اور پوشیدہ کجا دے مردہ کی صرف شرمگاہ غلیظہ ظاہر روایت کے بموجب اور ایک قول یہ ہو کہ مطلق برنگی چھپائی جائے خواہ غیف ہو یا غلیظہ اور اس قول کی تصحیح ہوئی ہو یعنی زلیعی وغیرہ نے اوسکو صحیح کہا جو ہم عورت غلیظہ مقام پاخانہ اور پیشاب اور انکے آسن کی کھنکھ بن اور عورت خفیظہ ناف سے لیکر کھنکھوں تک تہمد و الدین اسلئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو فرمایا کہ زندہ اور مردہ کی ران پر نظر مت ڈالو اس سے معلوم ہوا کہ مردہ کی ران کا دیکھنا حرام ہو کذا فی الخطا وی و یغسلہا تحت خرقة الشترۃ بعد لف خرقة مثاہا علی یدیمہ حرمة المسکاف نظر اور وہ ہوئے برنگی کو تھم کے نیچے بعد پٹنے ایک کپڑے مثل تھم کے اپنے ہاتھوں پر بسبب حرام ہونے ہاتھ لگانے کے مثل دیکھنے کے ہم شامی نے کہا کہ کیسہ کا مثل تھم کے ہونا شرط نہیں بلکہ ایسا ہونا چاہیے جو جھوٹے کا مان ہو کیونکہ بطن اڑ کے ہاتھ لگانا شرمگاہ کو حرام ہو جیسے دیکھنا حرام ہو اس سے معلوم ہوا کہ بچوں کے لیے تھم اور کیسہ ضرور نہیں و یجوز من ثیابہ کحما مات وغسلہ علیہ السلام فی قبضہ من خواجہ اور رنگ کیا جاوے اپنے کپڑوں سے بغور مرنے کے اور نہ ملایا جانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آپ کی قبض میں آپکے خواص سے ہم بغور مرنے کے اس لیے لگا کیا جائے کہ کپڑوں کی گرمی سے بغیر تھم نہ آوے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نہ ملایا جانا قبض میں اسلئے خواص سے ہوا کہ ابو داؤد نے روایت کی ہو کہ بعد وفات شریف کے لوگوں کو گرد ہوا کہ آپ کو نگا کرین جیسے اپنے مردوں کو کرتے ہیں یا معہ کپڑوں کے نہلاوین تو گھر کے گوشہ سے آواز سنی کہ آپکو معہ کپڑوں کے نہلاؤ کذا فی الشامی و یوضا من یروی بالصلوۃ بلا مضضۃ واستنشاق اللہرج وقیل یبعثان بخرقۃ وعلیہ العمل الیوم ولو کان جنباً او حائضاً او نفساء فعلاً اتفاقاً تبتم بالظہارۃ کما فی امداد الفتاح مستمداً من شرح للفقہاء اور وضو کرایا جائے وہ مردہ کہ حکم کیا جائے نماز کا بدو ن کھلی اور ناکین پانی دینے کے بسبب حرجیکے پٹنے پانی نہر ناک میں ڈالکر اوسکانکا لٹا وقت ہو اور ایک قول یہ ہو کہ کھلی اور ناکین پانی دینا کپڑے سے گرائی جائے پٹنے نہلائیوا لا اپنی اونگھی سے کپڑا لپیٹ کر دانتوں اور مسوڑھوں اور ناک کے ہتھکنڈوں پر سے اور اسی پر عمل ہو اس زمانہ میں اور اگر میت جنب یا حائض یا نفاس والی ہو تو دونو باتیں کجا جائیں بالاتفاق و لیسے پورا کرتے طہارت کے جیسا کہ امداد الفتاح میں ہو شرح مقدسی سے مد لیکر ہم غار کا حکم کیا جائے اس سے یہ غرض کہ جو بچہ بقتل ہوا و سکو وضو ہو کر نہا جائے شامی نے کہا کہ یہ قید اچھی نہیں اس لیے کہ اس سے معلوم ہوتا ہو کہ دیوانہ شخص کو بھی وضو کرایا جائے حالانکہ مجنون بالاتفاق وضو کرایا جاتا ہو بسطرح بچہ کو بھی وضو کرایا جائے کیونکہ یہ وضو غسل میت کی سنت ہو اور جنب کے لیے ہو کھلی اور ناک میں پانی دینے کو بالاتفاق لکھا ہو تو شامی نے کہا کہ میں نے بالاتفاق نہ امداد الفتاح میں پایا نہ شرح مقدسی میں و بعد ازاں چہ و میسے اسے اور شروع کیا جاتے اوس کے چہرہ سے یعنی جنب کی طرح اول دونوں ہاتھ بچوں تک نہ دھوئے جائیں بلکہ کپڑے سے منہ اور ہتھکنڈوں کو پھکڑ دھویا جائے اور مسح کیا جائے اوسکے سر پر یعنی وضو میں ہم شارح نے استنباح کو ذکر کیا کیونکہ اوس میں اختلاف ہو طرفین کے نزدیک استنباح کیا جائے اور امام ابو یوسف کے نزدیک نہ کیا جائے اور اوس کی صورت یہ ہو کہ نہلائیوا لا ہاتھ پر کیسہ لپیٹ کر شرمگاہ کو دھوئے کذا فی الشامی و یصبت علیہ ماء علی غلے بسدر ورق التبن او حیض بضم فسکون الا شتان ان تسیر ولا فحاً علیہ و لا یغسلہ اور اوپر وہ پانی ڈالا جائے نصیب میں پری کے پتے جوش دے گئے ہوں یا شتان پڑا ہو اگرچہ چیزین میں نہ پانی غاس جوش دیا ہو اور لا جاوے شامی نے کہا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ پتے میں اور حوض بضم حاء محلہ اور سکون را و محلہ شتان جو جو چھوٹی چھوٹی جڑیں ہوتی ہیں اوس سے کپڑے دھوئے ہیں جیسے مابوں سے صاف کرتے ہیں و یغسل براسہ و یحییہ یا یخطفہ نبت بالاعراق و لا یغسلہ بالکعبون و یخطفہ

لہذا لو کہان بھاشہ مرنے کو کان اور داو لجر کا فیصلہ در دھویا جائے سر اسکا اور داڑھی اوسکی گل خیر سے اگر میسر ہو ورنہ صابون سے اور اس کے مثل یعنی ملتان می ٹھی وغیرہ سے یہ حکم اوس صورت میں ہو کہ چہرہ اور سر پر مال ہوں یہاں تک کہ اگر وہ شخص بے ریش ہو یا سر پر بال نہ رکھتا ہو تو پھر نہ دھویا جائے
 شارح نے کہا کہ خطی ایک گھاس ہو عراق میں اور ہندوستان میں گل خیر کو ملاتا ہو و یضیع علی سائر لیبہا ابیمینہ فی غسل حتی یصل الماء الی
 مالک التخت منہ تع علی عینہ کذلک ثم یجلس مسکدا بالبناء للمفعول الیہ و یسبح بطنہ رفقا و ما خرج منہ فی غسل ثم یعد قعدا ینضح علی
 شقیہ لا یسیر و ینسل و ہذا غسلہ ثالثا لئلا یحصل المسنون و یصیب علیہ الماء عند کل اصبغ ثلاث مرات لہذا قرآن لا یجعلہا و نقص
 جازا اذا الواجب ۱۰ اور ملایا جائے مردہ اپنی بائیں کروٹ پر تاکہ پانی اول اور سکے داھنے جانب پر پڑے پھر ملایا جائے یہاں تک کہ پانی بدن کے اوس
 حصہ پر پہنچے جو تختہ سے ملا ہو پھر اسی کروٹ پر لٹا کر اسی طرح پانی ڈالا جائے کہ دوسری طرف تک پہنچ جائے پھر مردہ کو بٹھا دے یعنی نہلائیو الا
 اپنا سہارا دیکر اور سونے سے لٹکے بیٹ کو نرمی سے اور جو کچھ مردہ سے خارج ہو نہلائیو الا اوسکی دھوڈا سے پھر بٹھانے کے بعد اوسکو بائیں کروٹ پر لٹا کر
 غسل دے اور یہ تیسری بار کا غسل ہو تاکہ عدد مسنون حاصل ہو جائے یعنی تین بار نہلانا سنت ہو وہ اس مرتبہ ہو جائیگا اور یہ لٹائے کی وقت مردہ پر تین بار پانی
 ڈالا جائے اوسوچہرے کے گزری یعنی مسنون تین بار دھونا ہو اور اگر تین یا سے زیادہ ہر دفعہ میں پانی ڈالیا گیا کہ تب بھی غسل درست ہوگا اس لئے
 کہ واجب تو ایک بار کا دھونا ہی شارح نے کہا کہ مستند البصیغہ مہول ہو ہم شارح نے پہلے لکھا تھا کہ اوپر جوش دیا ہو پانی ڈالنا چاہیے بعد اسکے کہا کہ اول بائیں
 کروٹ پر لٹا کر پانی ڈالنا چاہیے تو پہلا بیان مجمل تھا اوسکی تفصیل بیان کر دی کہ اس طرح ڈالا جائے یعنی ترتیب دار اس طرح ہو کہ موجب وضو سے فراغت ہو تو سر
 اور داڑھی دھوئی جائے اور اوسکے بعد بائیں کروٹ پر لٹا کر وہ پانی جس میں پیر کا کپڑا جوش دے ہوں ڈالا جائے کذا فی الاشیاء مختار و لا یعد غسلہ الا
 وضو بہ بالخراج منہ لا غسلہ ما وجب لرفع الحدیث لبقائہ بالموت بل لتجسیہ بالموت کسائر الحیوانات الذمویۃ الا ان المستعمل یظہر
 بالغسل کرا منہ لہ وقد حصل بجمع اور اوسکے غسل اور وضو کا اعادہ کیا جاوے بسبب قارحے اوسکے بدن سے یعنی اگر میت دبانے سے کوئی نجاست
 خارج ہو تو اس سے غسل یا وضو دوبارہ ضرور تین اس لئے کہ نہلانا میت کا حدث کے دور کر نیکے لئے واجب نہیں ہوا کیونکہ وہ تہیوت کے باعث قائم ہو
 بلکہ اس سبب سے نہلانا واجب ہوا ہی کہ میت ناپاک ہو گیا ہو غسل دوسرے حیوانوں و موسی کے گریہ کہ مسلمان پاک ہو جاتا ہی نہلانے سے اوس کی
 تعظیم کی جہت سے اور یہ طہارت تو نہلانے سے ہو چکی کذا فی البیوہ و شرح مجمع ہم یعنی مردہ کا نہلانا اس غرض سے ہو کہ مرنے سے ناپاک ہو جاتا ہو
 تو جب نہلاو یا اوسکی نجاست دور ہو گئی اب جو کوئی نجاست اوس کے بدن سے نکلے گی تو صرف وہی مقام دھوڈالا جائیگا سارے غسل کا اعادہ
 ضرور نہیں اور مردہ کا نہلانا حدث کے دور کرنے کے لئے نہیں کیونکہ موت خود ایک حدث ہی جو دور نہیں ہو سکتا و ینشئ فی قوب و یجعل الخ
 و هو یفتح الخاء العطر المركب من الاشیاء الطیبۃ غیر مرغفران و درس کراہتہ مال الرجال جمعاً فی الخ کفر جمل علی
 مراسم و یختبر ندباً الکافر علی مساجد کراہتہ لہذا نیکے بعد خشک کیا جاوے کسی پاک کپڑے سے اور غوطہ ملا جائے اوسکے سر اور داڑھی پر براہ آجھانہ اور
 کا نور ملا جائے اوسکے سجدہ کی جگہوں میں یعنی جو مقام سجہ میں ہوں پر ٹکے ہوں اور وہ ماتھا اور ناک اور ہتھیلیاں اور کھٹنے اور پاؤں میں ان پر کافور
 ملا جائے انکی تعظیم کے لیے تاکہ جلد طعمہ خاک نہوں شارح نے کہا کہ غوطہ لقیح مار محلہ و ضم لون عطر مرکب ہو خوشبودار چیزوں سے سونے عفران
 اور درس کے بسبب مردہ ہونے ان دونوں چیزوں کے مردوں کو اور زعفران اور درس کو کفن میں رکھنا جہالت ہو و لا یستح شعراہ ای بیکر
 تحریر کیا و لا یقتصر زعفران الا المسک و لا شعراہ ولا یخفق اور مردہ کے بالوں میں کنگھی نہ کیجاوے یعنی کنگھی کرنا کہ وہ تحریری ہو اور نہ کتری چٹا
 ناخن اوسکے سواے ٹوٹے ہوئے ناخن کے کہ وہ کتر کر چٹک دیا جائے اور نہ بال کترے بائیں اور نہ ہتھکے کچاے ہم نہ الفائق میں ہو کہ بعد موت کے

حالت زندگی کا لحاظ کر کے ہم یعنی اگر مشرک یا کافر ہو کر زندہ رہتا اور اسکے مسلمان ہونے تک بعد اؤ کی زندگی نہ ہو تو یہ مسلمان ہوتی تو نکاح قائم رہتا اور مرد کو ہاتھ لگانا درست ہوتا اس طرح جب وہ اوسکے مرتبہ کے بعد مسلمان ہوتی تو اس صورت میں بھی ہاتھ لگانا درست ہوا کذا فی الجملی و جزیئاً کس ادنی واحد شقیہ

لا یغسل لا یصل علیہ بل یدفن لہ ان یوجہ لہ کثرہ نصفہ لوبلا حرا یس یا یا گیا سرادی کا یا ایک نصف اوسکے دواد ہو نہیں سے تو غسل دیا جاوے اور نہ اوپر نہانہ پڑھی جاوے بلکہ دفن کر دیا جاوے مگر جس صورت میں کہ نصف سے زائد کیا جاوے اگرچہ بڑن سر کے ہو تو غسل دیا جاوے بحر الرانی میں کہا کہ اگر نصف دہر نہ سر پایا جاوے تب بھی غسل دیا جاوے والا فضل رب یعقل المیت عجائبا فان یسغی الغاسل لہ لاجل جنازہ ان کان ثمہ غیرہ والا لا تعین علیہ ویذبح ان یکون حکم الحال والحفا رکذ لک سہیح اور فضل یہ کہ نہ لایا جاوے مردہ مفت پس اگر نہ لایا تو الا اجرت ملگے تو درست ہو اگر کوئی نہ لایا تو ان اور اسکے سوا بھی ہو اور اگر کوئی اور نہ تو اجرت درست نہیں پس بسبب واجب میں ہو جانے نہ لایا تیکہ اوپر اور چاہیے کہ حکم جنازہ کے اوسما نیواسے اور گور کن بھی یہی ہو کہ اگر اور بھی ہوں تو اجرت درست ہو ورنہ ما چائز کیونکہ اس صورت میں اوشحانا اور قبر کو دنا اوپر واجب ہو گا اور طاعت پر اجرت یعنی درست نہیں کذا فی السراج ولو غسل المیت بغیر ینۃ اخر ای نظراً لک لاسقاط الغرض عن ذمۃ الکلفین ولذا قال ابو جلی میت فی السراج فلا بد من غسل ثلاثاً لانا امرنا بالغسل فجزئہ فی السراج بنية الغسل فلا تفتح وتعدیلہ فیفیہ انتم لو صلوا علیہ بلا اعادة غسلہ صحیحہ وان لم یستطع فوجہ غفہ فقل بڑا اور اگر میت کو نہ لایا بدون نیت کے تو کافی ہو گا اوسکے پاک ہو جائیکو نہ واسطے ساقط کرنے فرض کے مکلف شخص کے ذمہ سے اور اسی ہمت سے کہ نیت شرط طہارت نہیں بلکہ شرط فرض کے ساقط کرنے کی ہو مصنف نے کہا کہ اگر کوئی مردہ ہمت سے پانی میں پایا گیا تو اُسکو تین بار نہ لانا ضروری ہے کہ ہمو حکم ہو میت کے نہ لائے گا پس اس مردہ کو غسل کی نیت سے تین بار پانی میں حرکت دے کذا فی الفتح اور فتح القدر کا حلت بیان کرنا اس بات کا مفید ہو کہ اگر لوگ اوپر نہانہ پڑھیں بدن تازہ غسل دینے کے تو درست ہو گا اگرچہ غسل کا وجوب اون سے ساقط نہ ہو گا تو اسکو سمجھ لینا چاہیے ہم طحا وی نے کہا کہ قول معتد بہ ہو کہ نہ لائے میں نیت شرط نہیں چنانچہ خانیہ میں مذکور ہے کہ اگر مردہ کو نہ لایا تو فرض اون کے ذمہ سے ساقط ہو گا اگرچہ ادنکو نیت نہو اور پانی میں مردہ کا ملنا دوسری صورت ہے اس میں بدون نہ لائے فرض ساقط نہ ہو گا مستند فی الاختیار الاصل فیہ تغسیل الملائکۃ لادم علیہ السلام وقال الولیدۃ ہذا سنۃ صونا کسکھ اور اختیار میں ہے کہ اصل غسل میت کے باب میں نہ لانا فرشتوں کا ہو حضرت آدم علیہ السلام کو اور انکی اولاد سے یہ کہنا کہ یہ طریق ہو تمہارے مردوں کا ہم طحا وی نے کہا کہ اس سے معلوم ہوا کہ یہ شریعت قدیم ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ نہ لایا لیکا مکلف ہونا شرط نہیں اور اسی وجہ سے اولاد آدم علیہ السلام نے آپکے غسل کا اعادہ کیا اور فرشتوں کے غسل پر لکھا کہ فرسوع مسائل لمقہ شراح کے لولہ یذکر اصلہم کا فروکا علامۃ قاری نے دامن غسل علیہ لکھا کہ اگر مردہ کا حال معلوم نہ ہو کہ مسلمان ہی یا کافر اور کوئی نشانی پہچان کی نہیں تو اگر اسطرح کا مردہ دارالاسلام میں ہو تو اسکو نہ لانا نہ پڑھی جائے اور اگر یہ علامت دارالاسلام میں نہ پایا جائے بلکہ دارالحرب میں ملے تو نہ نہ لایا جائے نہ نماز پڑھی جائے ہم بلعین ہو کہ مسلمانوں کی علامتیں چار ہیں اول خضاب دوم ختنہ سوم سیاہ لباس چہارم زیر ناف کے بالوں کا موٹنہ لیکن اس زمانہ میں سیاہ لباس اور خضاب علامت اسلام نہیں رہی اور ملک متحدوستان میں مویچوں کا کترانا اور بل کے بالوں کا موٹنہ اور بایں طرف پردہ کا ہونا بھی علامت مسلمان ہونے کی ہوا مختلف ہونا نا بکھارے علامۃ اعتبار کا اکثر خان استنوا وغیرہ و اختلاف فی الصلوٰۃ علیہم محل الدن مسلمانوں کے مردے کا فرض نہیں ملے اور کوئی پہچان نہیں تو اعتبار اکثر کا ہو گا یعنی اگر مسلمان زیادہ ہیں تو مسلمان قرار دے جائیکے نماز کے حق میں یعنیے اولیٰ برنسان یہی جاوے اور دجا میں مسلمانوں کی نیت کیجا وے اور اگر کافر زیادہ ہوں تو نماز کسی پر نہ پڑھی جاوے نہ لایا کر اور کفن دیکر کفائے قبرستان میں دفن کیے جاویں کذا فی شرح الطحاوی پھر اگر شہداء میں برابر ہوں تو سکو غسل دیا جائیگا اور اوپر نماز پڑھنی اور اونکے دفن کوئی جگہ میں اختلاف نہی

ہم بعض فقہانی کہا کہ اون پر نماز نہ پڑھی جاوے کیونکہ اکثر بعض مسلمانوں پر نماز نہیں پڑھی جاتی جیسے راہزن اور ناغی بن اور کا فر پھر نماز کسی صورت سے جائز نہیں بلکہ لیل ارشاد خداوندی ولا تفضل علیہم منہم ما کان لہم بلکہ ایسے او نہیں سے جو گویا ہوا و سپر کسی نماز پڑھ اور بعض فقہانے کہا کہ نماز پڑھی جاوے کیونکہ یہاں اگر تعین نہیں ہو سکتی تو قصد سے تو عاجزی نہیں مسلمانوں کا قصد کر کے نماز پڑھ لے شامی نے کہا کہ مذہب باقی تین اماموں کا یہی ہو اور یہی بہتر معلوم ہوتا ہو اور محل دفن میں بھی اختلاف ہو بعض نے کہا کہ مسند تو کنگے قبرستان میں دفن ہوں اور ہندوانی نے کہا کہ اونکے لیے قبرستان علیحدہ بنادیا جاوے کہ زیادہ احتیاط اسی میں ہو کہ انی انھوں کی کافریت کی وجہ سے مسلمانوں کو لا حوط نہ کیا علیحدہ و بجعل ظہرہا الی القبلۃ لا یوجہ الولد لظہرہا جیسے اختلاف ہو دفن میں اوس ذمی کتابیہ کے جو کسی مسلمان سے حامل ہو فقہانی فرمایا کہ زیادہ احتیاط ہو اوس کا دفن کن مٹا دیو اور کہا وے اوسکی پشت قبلہ کی طرف اسوجہ سے کہ پچہ کا منہ مالکی پشت کی جانب ہو ہم لینے پچہ بسبب تبعیت اپنے باپ کے مسلمان ہو تو دفن میں اوس کا رکھنا ہو گا کہ ایسی طرح دفن ہو کہ پچہ کا منہ قبلہ کی طرف رہے شامی نے کہا کہ اختلاف اوس صورت میں ہو کہ پچہ میں جان پڑ گئی ہو اور اگر جان نہ پڑی ہو لینے محل چار مہینے سے کم کا ہو تو بالاتفاق کفار کے قبرستان میں دفن کیا وے نہ انت بیدرجال او ہو بدنسک و عیۃ الحرم فالجوریکہ فالجانبی منہم ایک عورت مگر کسی درمیان مردوں کے یا مرد و عورتوں میں تو مردہ کو محرم تیمم کرادے پچہ مردہ عورت کو مرد محرم تیمم کرادے اور مردیت کو عورت محرم تیمم کرادے اور اگر محرم ہو تو اجنبی تیمم سے تیمم کرادے لینے اگر مردوں میں عورت کا محرم ہو یا عورتوں میں مذکر کی کوئی محرم ہو تو اجنبی مرد یا عورت ہاتھ کو کپڑا لپیٹ کر مردہ کو تیمم کرادے تیمم الخ شے المشکل لو لم یضربوا لکفیرۃ فی غسلہ للرجال والنساء اور تیمم کرایا جاوے غرضی مشکل اگر قریب بالغ ہوئے ہو اور اگر قریب البلوغ ہو تو وہ مثل اور بچوں کے ہو اور اگر مرد و خواہ عورتیں غسل و یون لینے پچہ ہوئی صورت میں اوسکے اعضا کو حکم برہنگی کا نہیں بلکہ جو کچھ لفقد ما و وصل علیہ ثوب و جلد و غسلوا و وصلوا انما و قبلہ مردہ کو تیمم کرایا گیا سبب نے بانی کے اور او سپر نماز پڑھی گئی پھر لوگوں کو پانی ملا تو مردہ کو نملاوین اور نماز دو بار پڑھیں اور ایک قول یہ ہو کہ غسل نہیں اور نہ نماز کا اعادہ کریں ہم بعد تیمم و نماز کے پانی ملنے میں امام ابو یوسف کے نزدیک غسل و نماز دونوں چار مہینے اور امام صاحب کے نزدیک صرف غسل دیا جائے نماز کا اعادہ نہ کیا جائے اور شرح میں ہے کہ زندہ کے لحاظ سے نہ غسل چاہیے نہ نماز لینے جیسے زندہ آدمی پانی نہ ملنے سے تیمم کر کے نماز پڑھ پچہ پانچواں وے تو وہ نماز کا اعادہ نہیں کرتا ایسا ہی ہر نماز چاہیے شامی نے کہا کہ قول راجح موافق اصول کے یہی ہو ولیکن فی کفن الجنائز و قیص و نفاۃ و تلک العماۃ للہیت فی الکاحصہ جتنی واسیت حسنہا المتاح و لا للعلاء و لا شراف اور مسنون ہو کفن میں مرد کو اسطے تین کپڑے ایک انداز لینے چار سر سے لیکر پاؤں تک اور ایک قمیص لینے کفنی گردن سے لیکر پاؤں تک بدون شستن کے اور ایک پونگی چادر اور مردہ ہی بگڑی میٹ کے لیے صحیح تر قول میں کذا المجتبے اور اچھا چاہا ہو اوسکو کچھ فقہانے علما اور سادات کیواسطے ہم کل کفن دینا فرض کفایہ ہو اور تین کپڑے و کفن مسنون ہو اور مجاہدین ہو کہ بگڑی کسی حال میں باندھ ہی نہ جاوے خواہ عالم ہو یا سید و زہد ہی نے کہا کہ اصح یہی ہو کہ تمام ہر حال میں مردہ ہو کذا فی الشامی و لا بأس بالزیادۃ حل الثلثۃ اور کچھ مشائخہ نہیں کپڑوں سے زیادہ کرنا کام یہ مسئلہ غایۃ البیان میں مرقوم ہو مگر مجتبے میں ہو کہ زائد کرنا تین سے مردہ ہو کذا فی الطحاوی و یحسن الصحن الحدیث حسنوا کفان المونی فانھم تیرا ورن فیما بینہم ویتفاحرن فیجس کفانہم فیہم اور اچھا کیا جاوے کفن بسبب اس حدیث کے کہ اچھا کرو مردوں کے کفنوں کو کہ وہ آپس میں ملاقات کرتے ہیں اور اپنے کفنوں کے اچھا ہونے سے فخر کرتے ہیں لینے خوش ہوتے ہیں اسوجہ سے کہ کفن موافق سنت کے ملاک انی الظیرۃ ہم اچھے کفن دینے سے مراد کفن مثل ہو لینے جیسے کپڑے مجہد اور عیدین پہنتا تھا و لیے کا کفن سفید اور سترا دینا چاہیے یہ مراد عیدین کہ سجاری دام کا ہو کیونکہ اوس سے ابو داود ورمی حدیث میں

لیٹا جاوے اور کفن مسنون اوس کو نہ دیا جائے جیسے میت کا عضو اگر بڑھے تو اوسکو بھی کپڑے میں لپیٹا جائیے اور کفن مسنون کی رعایت نہ کی جائے اور یہی حال اوس بچے کا ہو جو مردہ پیدا ہو کذا فی الشامی و آدمی منبوشطہ رتلیہ تیفسہ بیکفتہ کالذی لیس یلک فہ من بعد الخ و جس آدمی مردہ کا کفن اتار لیا گیا ہو ورنہ تازہ مرا ہو لیٹنے پھٹا ہو اوسکو کفن دیا جائے مثل اوس شخص کے کہ دفن کیا گیا ہو لیٹنے تین کپڑوں کا کفن اوسکو دینا چاہیے ہر دفعہ میں ہم اگر ایک بار کفن کیسے چورا لیا تو دوبارہ دین اور اگر دوبارہ بھی چوری جائے تو سہ بارہ دین اور علی ہذا القیاس جب تک وہ مردہ پٹھے نہیں تب تک کفن دیتے جائیں اوسکے خاص مال سے اور اگر اوسکا مال وارثوں میں بٹ گیا ہو تو اولیٰ مقدور کفن واپس لیا جائے کذا فی الشامی و ان تفسیہ کفن فی ثوب لچلہ اگر مردہ پٹ گیا ہو تو اوسکو ایک کپڑے میں کفن دیا جائے ہم ادنیٰ ہی حال کا فر مردہ کا ہو کہ اگر اوسکا کوئی محرم مسلمان ہو تو اوسکو نہ لاکر ایک کپڑے کا کفن دے کذا فی البدائع والہذا صارا مکفون احد عشر والثانی عشر الشہید ذکرہا فی المختار اور یہاں تک کفن والے شخص گیارہ ہوئے اور بارہ ہواں شہید ہو ذکر کیا ہو او نکو محبت میں ہم لیٹنے پانچ تن میں مذکور کیے اول مرد بالغ دوم عورت بالغ سوم شش مشکل چہارم جسکا کفن چوری گیا ہو اور تازہ مرا ہو پنجم جو مردہ پٹ گیا ہو اور شاریع نے چھ بیان کیے اول احرام والا دوم مراہن مرد سوم مراہن عورت چہارم بچہ مونث ششم بیٹ کا اگر بچہ یہ کیا رہ ہوئے اور شامی نے دو اور زیادہ کیے لیٹنے جو بچہ مردہ پیدا ہو اور کہ فر مردہ تو انکو ملا کر تیرہ ہوئے اور شہید کے ساتھ جو وہ ہوتے ہیں و لا بأس فی الکفن بالثوب و کتاب فی النساء حکم ہر دو من عفر مع صفر جوازہ بکل ما یجوز لیسہ حال الحیوۃ واجتہد للیاض و ما کان یصلک و رضائہ نہیں کفن میں یعنی پادرون اور کتان کے کپڑے کا اور عورتوں کے کفن میں ریشمی کپڑے اور زعفران اور کسم کے رنگے ہوئے کا لبیب درست ہوئے کفن کے اوس کپڑے سے جسکا پہننا حالت حیات میں جائز ہو اور سب سے بہتر کفن سفید ہو یا دھ رنگ جسین مردہ نماز پڑھا کرتا تھا کفن من کا مال النعم من حیث علیہ نفقۃ فارقتہ و افعیلہ قلم یلک انہم اور جس مردے کا کچھ مال ہو اوسکا کفن اس شخص پر واجب ہو جسپر اوس مردے کا نفقہ واجب ہو اور اگر ایسے شخص کئی ہوں تو کفن او پر حصہ رسد موافق او کی میراث کے ہوگا لیٹنے جس طرح او پر نفقہ واجب ہو اوسی حساب سے کفن واجب ہوگا چنانچہ تفصیل نفقہ کی باب النفقہ میں مذکور ہوگی کذا فی الشارح و مختلف والزوج والفتویٰ علی وجوب کفنها علیہ عند اللذان وان ترک ما لا خانیۃ لہ و فی الحج بانہ الظاہر لا نہ لکسوتہ اور اس میں اختلاف ہو کہ شوہر پر اوسکی زوجہ کا کفن واجب ہی یا نہیں اور فتوے شوہر پر زوجہ کے کفن کے واجب ہونے کا ہو امام ابو یوسف کے نزدیک اگرچہ عورت نے مال چھوڑا ہو کذا فی الخانیۃ اور ترجیح دی ہو بحر الرائق میں کہ یہی ظاہر ہو اس لیے کفن مثل زوجہ کے لباس کے ہو ہم اس باب میں فتویٰ مختلفہ و تجنیس اور شرح مجمع میں ہو کہ اگر عورت کا مال نہ ہو تو کفن رتیلہ پیر ہو اور اسی پر فتوے ہی اور شرح مجمع جو خود مصنف مجمع کی ہو اوس میں یہ ہو کہ اگر عورت کے پاس مال نہ ہو اور شوہر مالدار ہو تو اسی کا کفن واجب ہو اور اسی پر فتوے ہی اور خانیۃ میں بلا قید فتویٰ مذکور ہو لیٹنے عورت کے پاس مال ہو یا نہ ہو شوہر مفلس ہو یا مالدار ہر صورت میں اوسکا کفن شوہر پر واجب ہو اور اصل میں یہ ہو کہ جس شخص پر مردہ کے نفقہ کے لیے حالت حیات میں جبر کیا جاتا ہو اوسی پر وفات کے بعد کفن کے لیے جبر ہوگا کذا فی الشامی مختصر و ان لیس بیکر ثمنہ من ثمن نفقۃ نفقۃ المسال فان لیس بیکر بیت المال معورا او منتظما ففعل المسلم تکفیه فان لیس بقدر اسأل الناس لہ ثوبا فان فضل شیء لہ تصدق ان علموا کہ کفن بے مثلہ ولا تصدق بے محبتہ ظاہر نہ لایح علیہم کاسوال کفن انص لہ ولا لکافہم اگر وہ ان ایسا شخص نہ ہو جسپر مردہ کا نفقہ واجب ہو تو مردہ کا کفن بیت المال میں ہوگا اور اگر بیت المال میں روپیہ یا جس نہ ہو مگر انتظام کے ساتھ نہ لیٹنے جن مصارف میں اوسکا مرہن ہونا چاہیے اوس میں صرف ہوتا ہو تو کفن مسلمانوں پر واجب ہوگا لیٹنے جنکو مردہ کا مال معلوم ہوگا او پھر کفن دینا اوسکا واجب ہوگا اور اگر اولیٰ بسبب مفلسی کے نہ ہو سکے تو وہ مالدار

آدمیوں سے اسکے لئے کپڑا مانگین پھر اگر اس کپڑے سے کچھ باقی بچے تو عدد دینے والیکو واپس کر دین اگر معلوم ہو کہ فلان شخص نے یہ کپڑا دیا تھا تو اگر معلوم نہ ہو یا وہ واپس نہ لے تو اس باقی کپڑے سے اس مردہ کی طرح کسی اور مفلس کو کفن دین اور اگر کوئی اور مردہ اس طرح کا نلے تو اس کپڑے کو خیرات کر دین کذا فی المجتبیٰ اور فوباکنے سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ واقف کار و تبرع صرف کفن ضرورت کا مانگنا واجب ہے نہ کفن کفایت کا طحاوی نے کہا کہ کفن دنیا فرض کفایہ ہے اگر واقعہ کار نہ ہو تو سب گناہگار ہوں گے ولو کا سے مکالمہ فیہ لا واجد ذلک الواحد لیس لہ الا ثوب لا یلزمہ تکفینہ اور اگر مردہ ایسی جگہ ہو جہیں صرف ایک شخص ہو اور اس ایک کے پاس بھی سو ایک کپڑے کے دو سرائے تو اوپر لازم نہیں کفن دینا اس مردہ کا اس کپڑے سے کہو کہ زندہ نہ زیادہ حاجت مند ہو کلا شیخ جہ الکفن عہدات المبتزع اور کفن احسان کرنا ایک ملک سے خارج نہیں ہونا تو اگر مردہ کو مثلاً کوئی درندہ کہا جاوے تو اس کا کفن اصل مالک کو پہنچا کر مردہ کا وارث نہیں پاسکتا کذا فی الشامی والصلوٰۃ علیہ صفتہ فرض کھا تبا لا جماع فیکفر منکرہا لاندہ انکرہا جماع قنبہ لکذبہ وغسلہ بچہ خفا لکھا اور کھانا کی نماز کا حال یہ ہے کہ وہ فرض کفایہ ہے بسبب جماع نو کافر ہوگا اس کا انکار کرنا الا اسلئے کہ اس نے انکار کیا اس امر کا جو اجماع سے ثابت ہے تو آگاہ رہنا جیسے مردہ کا دفن کرنا اور اس کا تہانا اور سلمان دینا کہ یہ چیزیں بھی فرض کفایہ ہیں ہم شایع دہان نے نماز کی صفت اور شرطین اور رکن اور سنتیں اور ادائیگی کیفیت اور اسکے لیے زیادہ سختی شخص کا بیان کیا مگر بسبب وجوب اور وقت اور مفسد کا ذکر نہیں کیا پس سبب نماز جنازہ کے واجب ہونے کا مسلمان مردہ ہے اور وقت اس نماز کا حاضر ہونا جنازہ کا ہے اور جو چیز اور نمازوں کی مفسد ہے وہی نماز کی مفسد ہے بخبر عورت کی برابری کے کہ وہ نماز جنازہ کی مفسد نہیں اور مکروہ وقتوں میں یہ نماز مکروہ ہے اور اگر امام عین بیوض ہو جاوے تو اس کو تکلیف کرنا درست ہے کذا فی الشامی وشرط ما یستلزمہ السلام المیت طہلہ ما لم یقل علیہ التراب فیصلہ علی قدرہ بلا غسل واجب علیہ او لا استحسانا اور شرطین نماز جنازہ کی چھ بین اول مسلمان ہونا مردہ کا دوم اس کا پاک ہونا یعنی اسکے بدن اور کپڑے اور مکان کا پاک ہونا اور طہارت اور سوقت تک شرط ہے کہ اس کو مسمیٰ نہ بجائے اور سنی دینے کے بعد اس کی قبر پر نماز پڑھی جائے بدن غسل کے اگر قبر پر شتر یا پڑھی گئی ہو قبر پر نماز پڑھنا بوجہ استحسان کے جو ہم وہ استحسان کی ہے جو کہ اول نماز جو کہ بدوان طہارت ہوئی تھی باوجود قدرت کے اسلئے جائز نہوئی اور اب دفن کر دینے کے سبب سے طہارت معتد ہے اسلئے قبر پر نماز درست ہوگی کذا فی الطحاوی وفي القنبۃ المظہارۃ من النجاستۃ فی ثوب بدلیہ کا شرط فی حق المیت الامام جمیعاً فلوا لم بلا طہارۃ والقوہا اعتد بہا کثیرہ اور قین میں ہے کہ طہارت نجاست سے کپڑے اور بدن اور مکان کی اور چھپا تا برہنگی کا شرط ہے میت اور امام دونوں کے حقیقین ہیں اگر امام ہو اور بدن طہارت کے اور مقتدی طہارت کے ساتھ ہوں تو ہر نماز پڑھی جائے اور اسکے مجلس میں یعنی مقتدی بیوض ہوں اور امام وضو سے اعادہ نہ کیا جائے اسلئے کہ مرثیٰ امام کی نائے سب کے ذمہ سے فرض ساقط ہو جائیگا اور پہلی صورت میں امام کی نماز پڑھنا اور نہنگی نماز یعنی تھی جب اس کی نہنگی تو کسی کی نہوئی ہم طہارت مکان سے غرض چار بانی کا پاک ہونا ہے اگر مردہ چار بانی پڑھو اور اگر زمین پڑھو تو زمین کا پاک ہونا مراد ہے اور کپڑے اور بدن ابتداء میں پاک ہونا شرط ہے تو اگر بعد کفن کے مردہ سے نجاست نکلے کفن ناپاک ہو جائے یا بدن مردہ کا نجس ہو جائے تو دفع صریح کے لیے یہ نجاست ملنے نماز نہیں ہاں اگر پہلے سے ناپاک کپڑے کا کفن دیا جائیگا تو نماز درست نہوگی کذا فی الطحاوی کما لو اقامت امرئہ ولو اتمتہ لست قویٰ فرضہا بواجل ہے اگر امام ہوئی عورت نماز جنازہ میں اگرچہ لونڈی ہو تو نماز کا اعادہ نہ کیا جائے بسبب ساقط ہونے فرض نماز کے ایک شخص سے یعنی نماز جنازہ ایک مرد یا عورت کے پڑھنے سے فرض ساقط ہو جاتا ہے تو اگر عورت امام ہوئی مرد کی تو مرد کی نماز نہوگی اور عورت کی نماز سے فرض ساقط ہو جائیگا وبقی من الشر وطہلہ الامام نائل شرط حضور ووضو کون ہوا والا ترو اما المصلیٰ فکونہ للقبلة اور باقی رہا شرط نہیں سے بالغ ہونا امام کا اس کو سوجھنے یعنی یہ قیدی شرط ہے اور چھٹی شرط موجود ہونا مردہ کا ہے اور پانچویں

شرط مردہ کا رکھا جانا نہ میں پر نہ خواہ یا متھون پر نہ زمین سے قریب کذا فی المطحطاوی اور چھٹی شرط یہ ہو کہ مردہ بالکل یا اکثر نمازی کے سامنے ہو قید کتبہ یا
عم اگر مردہ کی ستر عورت اور قبلہ کی طرف نہ ہونے کو جدا شرط طھر یا یا جائے تو شرطین آجھ ہو جائیگی اور امام کی ستر عورت اور طہارت کو اگر زیادہ کر دو تو دس ہوگی
پھر سامنے ہونا مردہ کا امام سے چھین شرط یہی جملہ مردہ ایک ہو اور اگر زیادہ ہوں تو سب یا سامنے ہونا شرط نہیں ایک کا ہونا کافی ہو کذا فی الشامی فلا
تھتم علی غایب مجموعہ خفیہ بابہ و موضوع مختلفہ کہ کہ کا کام مردہ دون بعد لصیحة علی الصبہ پس نہیں درست ہو نماز اور مردہ
غائب کے بسبب نہ پائے جائے شرط ہو جو دگی کے اور نہ اوپر جو اوٹھا یا ہو مثل سواری پر لینے کسی کا رومی یا جا تو ریا کوٹھ موٹھ ہو پھر ہو بسبب نہ پائی جائے شرط کے
جائے نہ زمین اور نہ اوپر جو رکھا ہو ابو ذہبی کے پیچھے کیونکہ مردہ مثل امام سے ہو ایک طرح سے دوسرے بسبب صحیح ہونے نماز کے رکے پر
ہم یعنی اس لحاظ سے کہ مردہ کا ایک نماز اور مسلمان ہونا اور قبلہ کی طرف ہونا اور ستر عورت شرط ہو مردہ مثل امام کے بڑھ ہو ہر وجہ سے امام نہیں کیونکہ اگر ہر وجہ سے
امام ہوتا تو اسے ہر نماز درست ہوتی اسلئے کہ رک کا قابل امام ہونے کے بتین طحطاوی نے کہا کہ شرط اسلام سے معلوم ہوا کہ اگر ہر نماز درست نہیں اور
طہارت کی شرط سے معلوم ہوا کہ غیر ظاہر ہر نماز درست نہیں اور ستر عورت کی شرط سے معلوم ہوا کہ شہادہ پر درست نہیں اور بلوغ امام کی شرط سے پایا گیا کہ رک کے کی
امامت درست نہیں وصلوٰۃ اللہ علیہ وسلم علی النجاشی لغویۃ او خصوصیتہ اور نماز پڑھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نجاشی پر
نعمی ہو یا خاص ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہم لینے یا تو صلوة کے سنے صرف دعا کے لیے جائیں یا یہ نماز غائب پر آپ کے خواص سے ہو
نجاشی یکسہ بنون و فتح جیم بلا تشدید و یا و یخففہ جیشہ کا یا و شاہ جسکا نام محمد تھا اسکی خبر مرگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی سے معلوم ہوئی آپ نے
اصحاب کو خبر دی اور اذکے ساتھ اوپر نماز پڑھی شامی نے کہا کہ نعمی سنے لینے بعید بن بلکہ یا تو اس نماز کو آپ کے خواص سے کہا جائے یا یہ کہ
جنازہ آپ کے سامنے کر دیا گیا ہو کہ آپ دیکھتے ہوں اور دوسرے کو نظر نہ آتا ہو صحیح لو وضعوا الداس موضع الجلیل ساءوا ان تعمدوا
اور نہ جنازہ درست ہو اگر لوگوں نے سر کو ٹانگوں کے رکھ دیا ہو اور انہوں نے پڑ کیا اگر الداس جنازہ کو اولاد رکھا یعنی سر جنازہ کا امام کے دہن
ساتھ چاہیے اگر بائیں ہاتھ رکھ کر پڑھنے کے تو مکروہ نہ یہی ہو کذا فی المطحطاوی و او خطا و الفلہ صحت ان تحر و ان لا مفتاح السعادتہ
اور اگر چوک گئے قبلہ کو یعنی و طرف کو نماز جنازہ پڑھی تو درست ہوگی اگر قبلہ کی انکل کی ہوگی اور اگر بنا انکل پڑھی ہوگی تو درست ہوگی کیونکہ
اشتباه قید کی صورت میں انکل کرنا فرض ہو دیکھا شیخان التکلیفات الاربع فاولی رکن ایضا لا شرط فذلذا الخیر بناء اخری علیہا
والقیام قائم تھا چھٹا بلا عذر ہوا نماز جنازہ کی رکن دو یعنی بن اول چار دن تکیر بن دوم کھڑا ہونا شارح نے کہا کہ اس سے معلوم ہوا کہ پہلی بار اللہ کے
کہا ہو رکن بنو شتر تاخیر اور اسپنہ سے جائز نہیں دوسرے تکیر کی بنا اول الدار لکن بنو در جب کھڑا ہونا رکن ہو تو نماز جنازہ بیٹھ کر دون عذر کے صحیح
ہوگی ہم پہلے مسئلہ کی صورت یہ ہو کہ امام نے اول الدار کہا پھر اس تکیر سے نیت دوسرے الدار کی بھی کر لی تو نماز صحیح ہوگی کیونکہ اس صورت میں
میرتین دفرا اللہ اگر کہہ گا اور یہ جائز نہیں کذا فی المطحطاوی و سننہا ثلث التعمید و التناع و الدعا فہا ذکرہ الذراہدی وغیرہ و ما فہمہ
الکمال من ان الدعا رکن والتکبیرۃ اکوۃ فی شرطہ فی البحر صرح بہم بخلافہ و سننہا اس نماز کی تین ہیں اور ثنائی کرنا اور نماز میں دعا کرنا
ذکر کیا ہو اسکو زائد ہی وغیرہ اور جو کچھ کمال الدین محقق نے سمجھا ہو کہ دعا رکن ہو اور تکبیر اوے شرط ہو اسکو بحر الرائق میں کیا ہو بسبب تصریح کرنے فقہائے
اویسکے خلاف پر ہم شارح کے قول سے معلوم ہوتا ہو کہ ثنائی اور چیز ہو اور تجدید دوسری چیز حالانکہ تفسیر ثنائی خود آگے کر گیا ہے لکن اللہم و بعد کہ گئے اس سے
معلوم ہو کہ دونوں سے مراد ایک ہی چیز ہو تو مناسب تھا کہ یوں ذکر کرتا کہ تیسری سنت ہو و ہو اور جو کہ نماز میں تارہ کی حقیقت اور مقصود دعا ہو اس لیے
کمال نے دعا کو رکن کہا اور تکبیر اولی کو بحر یکو اسلئے ہونے کی وجہ سے شرط کہا بحر الرائق میں کہا کہ یہ قول فقہاء کی تصریح کے خلاف ہو چنانچہ محیط بن

مصرح ہو کہ دعا سنت ہو اور سب فقہاء کہتے ہیں کہ نماز جنازہ میں مسبوق لگا تا ربکیرین کہلے درود دعا کو ترک کر کے اگر دعا رکن ہوئی تو مسبوق
 اوسکو کس طرح ترک کرنا اور تکبیر اولے اگر شرط ہوئی تو دوسری تکبیر کی بنا اوپر نماز جائز کیوں ہوئی شامی نے کہا کہ شایع باب شرط الصلوٰۃ میں ہے
 لے دعا کرنا نماز ہی پر واجب کہ چکا ہی تو اس سے معلوم ہو کہ کمال کا قول دعا کے باب میں درست ہو اور تکبیر اولے کے باب میں قول فیصل یہ ہے کہ رکن چھٹا اور
 اور میں درجہ رکن انتہی دہی فرض ہے کل مسلم مات خلا اربعة بقاء وقطاع طریق کا فیصلہ علمہم اذ اقلوا
 فاصحب ولو بعد اصابہ علیہم لانه حد او قصاص وکذا اهل عضبة وکذا بر فی مصر لیل بسلم وحقنا وحقنا غیرہم فکما ہم کالبغاۃ
 اور نماز جنازہ فرض ہے ہر مسلمان پر جو مر جاوے سوا چار شخصوں کے اول قوم باقی جو امام کی اطاعت سے خارج ہو جائیں تو مر جائیں کہ نہ نہلائے جائیں اور
 نہ اوپر نماز پڑھی جاوے جبکہ اڑانی میں مارے جاوین اور اگر بعد وقت جنگ سے مارے جائیں تو اوپر نماز پڑھی جاوے اسلئے کہ یہ قتل یا جہر یا قصاص
 اور جو شخص صدیا قصاص میں مارا جاتا ہو تو نہلا یا جاتا ہو اوپر نماز پڑھی جاتی ہو شامی نے کہا کہ اگر یہ لوگ اپنی موت سے مرین گرفتار ہوئے سے پیشتر یا بعد
 تب بھی نماز پڑھی جائیگی اور نسل یا غیوہ کے میں اہل عصبہ جو اپنی قوم کی حمایت اور اعانت ظلم پر کریں اور قتل یا جہر یا قصاص میں مارے جائیں یا جہر سے
 اور جو شخص گلا گھونٹنے والا جس نے کئی بار گلا گھونٹا ہو تو اگر اہل عصبہ عانت کرنے میں اور مکار اور گلا گھونٹنے والا مقابلے میں مارا جاوے تو اس کو حکم مثل
 یا غیوہ کے ہو اوپر نماز نہ پڑھی جاوے ہم مکار و جہر و شخص ہو کہ کسی جگہ میں کھڑا ہو جاوے اور جو اس طرف کو نکلتا اسکا مال جبین سے کڈانی اشیاء میں قتل
 نفسه ولو عمد انفسه علیہ بہ یقینی وان کان اعظم ذنبا من قاتل غیرہ ورجح الکمال قول الشافعی فی مسلم لانه
 علیہ اسلحہ انی رجل قتل نفسه یصل علیہ شخص کہ اپنے آپ کو قتل کرے اگرچہ جان بوجھ کر ہو تو وہ نہلا یا جاوے اور اوپر نماز پڑھی جاوے اسی پر
 فتوے ہو اگرچہ قاتل اپنے نفس کا زیادہ گناہ کریمہ نہایت غیر کے قاتل کے اور ترجیح دی کمال سے امام ابو یوسف کے قول کو اس روایت سے جو صحیح
 مسلم میں ہے کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا جس نے خود کشی کی تھی تو آپ نے اوپر نماز نہ پڑھی ہم امام ابو یوسف کا قول ہے کہ
 اپنے نفس کے قاتل کو نہلا یا جاوے اور نماز نہ پڑھی جاوے اور اسکو کمال الدین سے راجع کہا ہے بسبب حدیث کے شامی نے کہا کہ اس حدیث میں کوئی
 دلالت اس بات کی نہیں کہ اوپر کہیں نماز نہ پڑھی ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو نہ پڑھے تو شاید زجر و نوح کے لئے ہو جیسے مقروض نہیں
 پڑھی تھی غرض کہ اس مسئلہ میں تصحیح مختلف ہے لا یصل علی قاتل احد ابویہ امانۃ لہ وکفۃ فی النہج بالبغاۃ تو اور جہنہ اپنے والدین میں سے
 ایک کو مار ڈالا ہو اوپر نماز نہ پڑھی جاوے اوسکی امانت کی واسطے اور لاجہ کیا ہو اوسکو نہ القاتل میں بغیر کہ ساتھ قاتل یا بخوان شخص نہیں اور نہیں
 چار و نہیں داخل ہو اوپر نہ کو مر ہو کڈانی الجھادی دہی اربع تکبیرات کل تکبیرۃ قائمۃ مقام رکعۃ فی یدیدہ فی الاولی فقط وقال
 اجمۃ بل فی کلھا وینبئ بعدھا کہ وہ سبحانک اللہم و بھدک ویصل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم کما فی التہجد بعد الثانیۃ لان فقہاء
 سنتہ لنداء ویدعو بعد الثانیۃ بامور الاخرۃ والماثورۃ وکذا اور نماز جنازہ چار تکبیرین ہیں ہر تکبیر قائم مقام ایک رکعت کے ہو اوسماوت دونوں ہاتھ
 اپنے فقط پہلے بار اللہ اگر کہتے ہیں اور بلکے فقہائے کہا کہ سب تکبیریں ہاتھ کا نون تک اوسماوت اور ائمہ ثلاثہ کا یہی قول ہو اور ایک روایت امام اعظم سے بھی ہے
 مگر قول اول ظاہر روایت ہے کڈانی الشامی اللہ بعد پہلی تکبیر کے ثنا پڑھے اور ثانیہ جو سبحانک اللہم و بھدک و تبارک سب و تعالیٰ جبرکہ و جل ثناوہ ولا الذکر بچہ دوسری
 تکبیر کے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے دوسری تکبیر کے بعد جیسے التحیات میں یعنی وہ درود پڑھنا چاہیے جو التحیات میں پڑھتے ہیں اسلئے کہ
 کہ مقدم کرنا درود کا دعا کی سنت ہو اور دعا مانگے بعد تیسری تکبیر کے امور آخرت کی اور وہ دعا جو حدیث میں ہو بہت دوسرے دعا حدیث کی یہ ہر اللہ اعظم اخصر طینا
 ومثلینا وسانھنا وصغیرنا وکبیرنا وکنا واننا اللہم من بعدہ منّا فاجیبہ علی لا سئلہ وھو توفیۃ منّا قنوتہ علی الاموال وروافہ

بہن نماز میں
 قتل نفسہ یا جہر یا قصاص
 میں مارے جائیں یا جہر سے
 قتل یا جہر یا قصاص میں
 مارے جائیں یا جہر سے
 قتل یا جہر یا قصاص میں
 مارے جائیں یا جہر سے

بن مالک رحمہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنازہ سے پرہیز دعا پڑھی اللہم اغفر لہ وارحمہ وکافہ واعف عہ واکرم منزله
 ووسع مدخلہ واغسلہ بالکاء والتلبم والبرد ونقه من الخطایا کما نیتہ الثوب الا بیض من الدنس ابدلہ الخیر من الدار واہل الخیر
 من اہلہ وزوجا خیرا من زوجہ وادخلہ الجنة اعدا من عبد القبر عند التذکرات فی الخطاوی اگر نازی ان دونوں کو پڑھ لے تو بہت اچھا ہوا اور جس کو دعا
 حدیث یاد ہو وہ یونکے اللہم اغفر لنا ولوالدینا وللمؤمنین والمؤمنات کذا فی المنح وقدّم فیہ الاسلام مع انہ الایمان کذا مبنی عن
 الا نقیحہ فی انہ دعاء فی حال الحیوان بالایمان والا نقیحہ ما فی حال الوفات فلا نقیحہ لعل عیدہ موجودا ورمقہ کیا گیا دعا ہے حدیث میں امام کا حق
 باوجود کہ اسلام ایمان ہی اس لیے کہ اسلام ضرورتاً ہی فرمانبرداری سے تو گویا حالت حیات میں ہی ایمان اور انقیاد دونوں کی ہو اور حالت موت میں فرمانبرداری
 موجود نہیں ہم اسلام کے معنی ایک شرعی ہیں اور ایک لغوی شرعی معنی اسلام کے اور ایمان کے ایک ہیں اور لغت میں اسلام فرمانبرداری کو کہتے ہیں تو شارح
 حکمت اسلام کے مقدم کرنے کی بیان کرتا ہے کہ زندگی میں اسلام کی دعا اس لیے ہوئی کہ حالت حیات کو دونوں معنی سے مناسبت ہو اور حالت موت میں
 چونکہ بجز تصدیق قلبی کے عمل ممکن نہیں اس لیے جو وقت میں ایمان کی خواہش مست مناسب ہوئی کذا فی الشامی مختصر اویسکو بلاد دعا بعد المدا بعہ
 بتسلیماتین ناویا للیت مع الفقہاء ورسلام پیرے بعد جو سنی بکیر کے بدون دعا کے دو سلام یعنی داہنی اور بائیں طرف نیت کرینا الامردہ کو منع مقتدیوں کے
 ہم غانیہ میں کہا کہ سلام میں مردہ کی نیت نکرے کیونکہ مردہ مخاطب سلام کا نہیں ہو سکتا لیکن خیر الدین رحلی نے کہا کہ نیت کرے اس لیے کہ آخر قبرستان میں
 السلام علیکم کہتے ہی ہیں پھر کہا وجہ کہ مردہ مخاطب سلام کا نہ ہو کذا فی الشامی ویسکو الکلال التکیہ زیلع وغیرہ لکن فی البدائع العمل فی زمانہ
 علی الجہر بالتسلیم ذی جواہر الفتاویٰ بحیرہ لو احاطہ اور ان سب باتوں کو آہستہ پڑھے سو اللہ اگر کہنے کے ایسا ہی نہ بلیغ وغیرہ میں لیکن براہ میں ہو
 کہ عمل ہمارے زمانے میں ایسا ہو کہ سلام پکار کر کہتے ہیں اور جواہر الفتاویٰ میں ہے کہ ایک سلام کو پکار کر کہے یعنی دوسرے کو آہستہ کہے وکافراۃ ولا
 تشہک فیہا وعلینا الشافی انفاۃ وکافراۃ یجوز عندنا بینه الدعاء بیکر بینه القرۃ لعلہ ثبوتہا فیہا عند علیہ السلاہ اور نماز جنازہ میں
 نہ قرأت قرآن ہونا التہیات اور میں کیا ہو امام شافعی نے لکھ کر بعد بکیر اوس کے اور جائز ہے ہمارے نزدیک احمد پڑھنا دعا کی نیت سے بعد بکیر اوس کے
 اور اس صورت میں قائم مقام نہا کے ہو جائیگی اور مردہ تحریری ہو قرأت کی نیت سے احمد کا پڑھنا بسبب نہ ثابت ہونے قرأت الحمد کے نماز جنازہ میں
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے و افضل صفوہا اخرها اظہاراً للتواضع اور نماز جنازہ کی سب صفوں میں بہتر پچھلی صف ہو بسبب ظاہر کرنے
 تواضع کے ہم لینے پچھلی صف میں انکسار زیادہ پایا جاتا ہے تو عجیب نہیں کہ مردہ کے باب میں قبول شفاعت کا سبب زیادہ ہو جائے کذا فی الخطاوی
 ولو کثر اما نہ خمساً لم یثب لہ منسوخ فیمکتا الموت حنی یسلمو معہ اذا سلمو بقیۃ ہذا اذا سمع من الامام لو من المبلغ فالبغ فالبغ ویکو
 الا فتاح بکل تکبیرۃ وکذا فی العبد اور اگر نازی کا امام پانچ بکیریں نماز جنازہ میں کہل وہ امام کی متابعت کرے اس لیے کہ پانچوں میں بار اللہ اگر کہت
 منسوخ ہو تو مقتدی شہر چلے یہاں تک کہ امام کے ساتھ سلام پچیرے جب امام سلام پچیرے اسی پر قوت ہے یہ حکم اس موقع میں ہو کہ مقتدی بکیر امام کی سنے
 اور اگر کبر سے سنے تو اوسکی متابعت کرے اور ہر بکیر سے شروع کی بکیر نیت کرے اور یہی حال عید میں ہو کہ اگر امام سے بکیریں سنے تو بعد چھ بکیروں کے
 متابعت کرے اور اگر کبر سے سنے تو اوس قدر آپ کے ہم لینے ممکن ہو کہ کبر سے غلطی ہوئی ہو اور امام نے کبھی دو ایک بکیر کے بعد اللہ اکبر
 کہا ہو اس لیے ہر بکیر پر نیت شروع کی کرے تاکہ امام سے پہلے بکیر نہ واقع ہو اور یہ جو شارح نے کہا کہ پانچ بار بکیر کہنا منسوخ ہو سکی وجہ یہ
 کہ نہ لینے نے کہا ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی پر چارہ بکیریں کہیں اور یہ روایات شریفہ کہ چارہ ہی کہتے رہے تو معلوم ہوا کہ جن عادی
 پانچ یا سات یا نو بکیریں مذکور ہیں وہ آپ کے آخر فضل سے منسوخ ہیں کذا فی الخطاوی ولا یستغفر فیہا یصبی معجون معتوہ لعلہ یصلیہم

بہار شریعت جلد اول
 اور میں کیا ہو امام شافعی نے لکھ کر بعد بکیر اوس کے اور جائز ہے ہمارے نزدیک احمد پڑھنا دعا کی نیت سے بعد بکیر اوس کے
 اور اس صورت میں قائم مقام نہا کے ہو جائیگی اور مردہ تحریری ہو قرأت کی نیت سے احمد کا پڑھنا بسبب نہ ثابت ہونے قرأت الحمد کے نماز جنازہ میں
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے و افضل صفوہا اخرها اظہاراً للتواضع اور نماز جنازہ کی سب صفوں میں بہتر پچھلی صف ہو بسبب ظاہر کرنے
 تواضع کے ہم لینے پچھلی صف میں انکسار زیادہ پایا جاتا ہے تو عجیب نہیں کہ مردہ کے باب میں قبول شفاعت کا سبب زیادہ ہو جائے کذا فی الخطاوی
 ولو کثر اما نہ خمساً لم یثب لہ منسوخ فیمکتا الموت حنی یسلمو معہ اذا سلمو بقیۃ ہذا اذا سمع من الامام لو من المبلغ فالبغ فالبغ ویکو
 الا فتاح بکل تکبیرۃ وکذا فی العبد اور اگر نازی کا امام پانچ بکیریں نماز جنازہ میں کہل وہ امام کی متابعت کرے اس لیے کہ پانچوں میں بار اللہ اگر کہت
 منسوخ ہو تو مقتدی شہر چلے یہاں تک کہ امام کے ساتھ سلام پچیرے جب امام سلام پچیرے اسی پر قوت ہے یہ حکم اس موقع میں ہو کہ مقتدی بکیر امام کی سنے
 اور اگر کبر سے سنے تو اوسکی متابعت کرے اور ہر بکیر سے شروع کی بکیر نیت کرے اور یہی حال عید میں ہو کہ اگر امام سے بکیریں سنے تو بعد چھ بکیروں کے
 متابعت کرے اور اگر کبر سے سنے تو اوس قدر آپ کے ہم لینے ممکن ہو کہ کبر سے غلطی ہوئی ہو اور امام نے کبھی دو ایک بکیر کے بعد اللہ اکبر
 کہا ہو اس لیے ہر بکیر پر نیت شروع کی کرے تاکہ امام سے پہلے بکیر نہ واقع ہو اور یہ جو شارح نے کہا کہ پانچ بار بکیر کہنا منسوخ ہو سکی وجہ یہ
 کہ نہ لینے نے کہا ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی پر چارہ بکیریں کہیں اور یہ روایات شریفہ کہ چارہ ہی کہتے رہے تو معلوم ہوا کہ جن عادی
 پانچ یا سات یا نو بکیریں مذکور ہیں وہ آپ کے آخر فضل سے منسوخ ہیں کذا فی الخطاوی ولا یستغفر فیہا یصبی معجون معتوہ لعلہ یصلیہم

اور نہ مغفرت کی درخواست کیجیے نماز جنازہ میں لڑکے اور دیوانہ اور بی عقل کے لیے بیٹ مکلف ہونے ان لوگوں کے ہم شامی نے کہا کہ مجنون اور معذور ستھہ مراد ہیں جو اصلی ہوں یعنی موت تک ان کے ہوش و عقل درست نہ ہو اور جو شخص کہ بعد بالغ ہونے کے دیوانہ یا بی عقل ہو یا ہو تو اس کے گناہ دیوانگی یا بے عقلی سے ساقط نہیں ہونگے اور ان کے لیے مغفرت مانگی جائے بل بغیر جلد دعا دعا البالدین اللہم جعلہ لنا فرطاً یفنی عننا ہی سابعالی انھوض لیہی الماء وھودہ اءلہ الضائقہ منہ الخیر وکوننا مشفعاً مقبول اللہ اعظمکے عوض دعا باللفظ ۱ کی کر دے کو بھارو اور کر اوس کو ذخیرہ اور سفارش کرے و الاسفار قبول کیا ہو شرح نے کہا کہ فرط فقیر و غنا اور فقیر و غنا کا معاملہ ہے معنی آگے بڑھنے والا عوض کو شرط نہ کہ پانی تیار کرے اور ذخیرہ بال ہیرہ معنوم یعنی ذخیرہ ہو اور مشفع بصیغہ مفعول باب تفعیل یعنی مقبول الشفاعت ہو اور یہ دعا ان کے لیے بھی ہو و اسے آگے بڑھانے لڑکے کے خیر کی طرف خصوص اس صورت میں کہ فقیرانہ کہہ جو کہ لڑکے کی نیکیاں لڑکے ہی کو ملی ہیں نہ اس کی ماں باپ کو بلکہ ماں باپ کو تو اب تعلیم کا ہوتا ہے یہ جواب ہو اس سوال کا کہ دعا تو میت کے لیے ہوتی ہو اس دعا میں میت کا لفظ کچھ نہیں بلکہ لفظ ماں باپ یا نذر یون کا ہو حاصل جواب یہ ہو کہ پانی کا تیار کرنا جب ہی ہو گا کہ جب اول وہ عوض پر ہو چکا تو زمین اوس کے لیے دعا ہو آگے بڑھنے کی دوسرے یہ کہ تو اب حنا کا فقہا کے قول کے بموجب لڑکے کو ملتا ہو تو اس صورت میں بھی دعا اس کے لیے مفید ہوگی اور یہ جو شانہ نے بعد دعا البالدین کے کہنا صحیح نہیں بلکہ بدل دعا البالدین صحیح ہو جو کسی کسی شخص میں پایا جاتا ہو یعنی بجائے دعا البالدین کے یہ دعا پڑھے چنانچہ مترجم نے ترجمہ صحیح لفظ کا کیا ہو اور شیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا کہ مقتضائے مثنون اور قراءے کا اور صریح عبارت غرر لا ذکر کی یہ ہو کہ صغیر یہ دعا البالدین نہ پڑھی جائے بلکہ اسی دعا پڑھے کہ اگلا کچھ دوسرے یہ دعا ہدایہ اور کنزین اس طرح ہو اللہم جعلہ لنا فرطاً واجعلہ لنا انجراً واجعلہ لنا ذخراً واجعلہ لنا شافعاً مقبولاً اور اگر لڑکی ہو تو ضمیر بدل ہی یعنی اجعلہ کی جگہ اجعلہا چارون جگہ کہ اور آخر میں شافعہ و مشفعہ کہ کذا فی الشامی بتصرف و یقوم الامام تدبیراً بعد الصلۃ مطلقاً للرجل والمرأۃ لانه حمل الايمان الشفاعۃ لاجلہ اور اگر مرد ہوے امام براہ ستیاب مقابل سنیہ میت کے ہر حال میں مرد اور عورت کے لیے اسلئے کہ سنیہ جگہ ہو ایمان کی اور شفاعت نمازیوں کی مردے کے لیے اور ان کے ایمان ہی کے سبب سے ہو و المسبوق ببعض التکلیفات لایکبریتۃ فی الحال بل ینظر تلکبیر الامام لیکبر معہ لا خفتنا کم لما قرآن کل تکبیرۃ کہ کعبۃ النسب لیکبر الامام جو کچھ تکبیر میں امام کے ساتھ ملی ہوں یعنی تجھے اگر شریک ہو اور وہ اوتھ تکبیر نہ کہ بلکہ امام کے اندر اکبر کہنے کا نظیر ہے تاکہ اوس کی تکبیر کے ساتھ شریعت کی تکبیر کے کیونکہ بیشتر گزر چکا ہو کہ ہر تکبیر مثل ایک رکعت کے ہو اور مسبوق پنی فوت شدہ رکعتوں سے شروع نہیں کیا کرتا ہم یعنی اگر مسبوق کو ایک رکعت نہ بجاتی ہیں تو وہ بعد فارغ ہونے امام کے ادا کرتا ہوا بیس طرح نماز چنانچہ کی مسبوق کو تکبیر میں پیشتر نہ کہنی چاہئیں امام کے سلام کے بعد کتنی چاہئیں اور اگر مسبوق بدو انتظار امام کی تکبیر کے اندر اکبر شریک ہو گیا تو شروع درست ہو گا مگر یہ تکبیر معتبر نہ ہوگی بعد سلام کے اسکو پھر سے کہ کذا فی الطحاوی وقال ابو یوسف لیکبر حین یخضر اور امام ابو یوسف نے فرمایا ہو کہ جب مقتدی حاضر ہو او مسبوق تکبیر کے ہم صورت مسئلہ کی یہ ہو کہ امام تکبیر تحریر نہ کہ یکا تھا کہ ایک شخص آیا تو طوفان کے نزدیک وہ تکبیر تحریر نہ کہ بلکہ جب امام دوسری تکبیر کے اوس وقت اندر اکبر شریک ہو اور ایک تکبیر اوس وقت ہو گئی بعد سلام امام کے اسکو کہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک جب وقت یہ شخص آیا او مسبوق تکبیر تحریر نہ کہ شریک ہو جائے اور دوسری تکبیر امام کے ساتھ کہ اس صورت میں مسبوق ہو گا کذا فی الشامی کما لاینبط علیہ ظننا فی حال التخرج بل یدکر اتفاقاً للتحقیق لانه کما لاینبط علیہ ظننا فی حال التخرج بل یدکر اتفاقاً للتحقیق لانه جیسے انتظار کرے وہ شخص جو موجود ہو تحریر امام کو وقت بلکہ تکبیر تحریر نہ کہ بلکہ اتفاق طوفان اور ابو یوسف کے اسلئے کہ وہ شخص مثل مرد کے ہو یعنی ایک شخص امام کے تحریر کی وقت موجود ہو کر اس کے ساتھ تکبیر تحریر نہیں کہی تو وہ دوسری تکبیر کا انتظار کرے

اور نہیں جائز ہے پر سوار ہو کر اور نہ پیٹھے ہو سے بدون عذر کے پر لیل استسنان میں لینے اگر عذر کے باعث سوار ہو کر پڑھیں مثلاً گاڑی یا مینے کے پشت
 اور ترسکین یا بیٹھ کر پڑھیں کہ کھڑے ہونے کی طاقت نہ تو نماز درست ہوگی ورنہ کھٹک ترمیم اور فیل تزییناتی مسجد جماعت ہو علیٰ میت فیہ وحدۃ
 اومع القوم اختلاف فی الخراج علی المسجد حدیث اومع بعض القوم المختار الکراہۃ مطلقاً خلاصہ بناء علی ان المسجد انما یبذل لکنونہا لہا کما فائدہ ذکر
 جملہ بیس عالم وھو الوافی لظلالی یحذی الی اودم صلی علی میت فی المسجد خلاصہ اور کردہ تحریری میں اور بعض کے نزدیک تشریحی نماز جنازہ کی مسجد جماعت میں
 جامع مسجد یا محل کی مسجد میں کردہ اسکے اندر ہوتا یا کل یا بعض نمازیوں کے ساتھ اور اختلاف ہے مسجد سے باہر ہوئی صورتیں تہا مردہ باہر ہو یا کچھ نمازوں کے ساتھ
 باہر ہو اور قول مختار ہر صورت میں کردہ ہوتا یا کذا فی الخلاصہ اسوجہ سے کہ مسجد صرف نماز فرض وقتی اور اسکے توابع کے لیے بنی ہو جیسے نماز نفل اور یا الہی اور عام کا
 پڑھنا یا اور یہی قول کراہت کا موافق ہے واسطے اطلاق حدیث ابو داؤد کے کہ جسے نماز پڑھیں مسجد کے اندر تو اسکے لیے نماز نہیں ہم شامی نے کہا کہ ابی داؤد کی
 روایت میں فلاشی لہو لینے اسکو کچھ ثواب نہیں اور ایک روایت میں فلاجر کہہ رہا اور ابن ابی شیبہ نے خلاصہ ذکر روایت کیا ہوا وشرح نے جو علت کراہت کی بتائی
 ہے کہ مسجد نماز فرض وقت اور اسکے توابع کے لیے ہو تو یہ ظاہر نہیں اس لیے کہ نماز جنازہ بھی ذکر اور دعا ہی اور مسجد میں ذکر اور دعا کے لیے ہوتی ہو ورنہ چاہیے کہ
 طلب ہلان اور کسوں کی دعا سے بھی مسجد میں منع کیا جائے اور اگر علت مسجد کے آلودہ ہونے کو تھا یا جاوے تو جس صورت میں مردہ باہر مسجد کے ہوتا نہ کردہ ہو فی چاہیے باقی
 حال حدیث کا تو نہیں تین احتمال ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ فی المسجد طرف نمازی کا ہو دوم یہ کہ طرف میت کا ہو سوم یہ کہ دونوں کا ہو اگر نمازی کا طرف کہو تو چاہیے کہ
 جس صورت میں نمازی باہر مسجد کے ہوا در میت اندر اوس نماز میں کراہت نہ ہو اور اگر میت کا طرف کہو تو جب میت باہر اور نمازی اندر ہو تب کراہت نہ ہوگی اور اگر دونوں کا
 طرف کہو تو کراہت دونوں کے اندر ہونے میں منحصر ہوگی اگر ایک باہر ہوگا اور ایک اندر تو کراہت نہ ہوگی پھر قول مختار جو ہر صورت میں کراہت کا ہوتا ہو وہ کہان ہا
 لیکن میرے نزدیک اس حدیث سے مطلق کراہت اسطرح معلوم ہوتی ہے کہ فعل کا اثر کبھی ظاہر نہیں ہوتا جیسے علم اور ذکر ہی اور کبھی ہوتا ہے جیسے
 ضرب و قتل ہو تو اگر طرف پہلی قسم میں بولا جائیگا تو وہ قائل کا طرف ہوگا تو وہ مفعول اوس میں ہو یا نہ ہو مثلاً کہ میں نے زید کو مسجد کے اندر ذکر کیا تو مسجد میں
 شکر کا ہوگی خواہ زید اسکے اندر ہو یا نہیں اور دوسری قسم میں طرف متعلق مفعول ہوگا تو قائل اوس میں ہو یا نہیں مثلاً اگر کہ میں نے زید کو مسجد میں مارا تو مسجد
 زید کا طرف ہوگی خواہ شکر مسجد میں ہو یا نہ ہو جیسے حرم کے اندر کوئی شخص شکر کے تہا سے تو وہ قائل مسجد حرم کما یبک گا گو خود یا ہر حرم سے ہو اب جو نماز جنازہ کو دیکھتے ہیں
 تو اسکو اول قسم سے پاتے ہیں اسے معلوم ہوا کہ مسجد نماز کا طرف ہو خواہ میت اوس میں ہو یا نہ ہو اور اسکی مؤید یہ ہے روایت کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب صلیاں
 خبر گرج نباشی کی شائی تو مسجد سے ٹکڑے مصلیٰ میں تشریف لینگے وہاں اوپر نماز پڑھی اگر مسجد میں جائز ہوتی تو پھر باہر نکلنے کے کیا مٹے جنازہ تو مسجد کے اندر تھا
 ہاں یہ صورت رہی کہ مردہ مسجد کے اندر ہو اور نمازی باہر تو اسکی کراہت دلائل اللہ الغرض سے پائی جاتی ہے کیونکہ جب باوجود نماز جنازہ کے ذکر و دعا ہونے کے خود
 نماز مسجد میں کردہ ہوئی تو مردہ کا اوس میں داخل کرنا بطریق اولیٰ مکروہ ہوگا کہ ایک فعل لغوی اور کھٹکا مسجد کی آلودگی کا جدا ہی پس معلوم ہوا کہ حدیث مذکور
 مؤید قول مختار کے ہے کہ نماز مسجد کے اندر ہر صورت میں مکروہ ہے پھر یہ کراہت اوس صورت میں ہے کہ بدون عذر کے مسجد میں نماز پڑھی جاوے اور اگر
 کسی عذر سے ہو تو مکروہ نہیں اسطرح کردہ ہے نماز جنازہ قبار عام میں تمام ہوا قول شامی کا مختصر اومع لدفیات یفصل فیہ علیہ یرث ویورث
 ویسمان استہل بالبناء للفا علیٰ حد منہ ما یدل علی حیوۃ بعد خروج اکثرہ حتیٰ لو خرج راسہ وھو یصیم فذبحہ رجلاً لفعلیہ
 الغرق وان قطع اذ نہ فخرج حیاً فمات فعلاً لہ وجوبہ پیدا ہو کر مراد سے اگر وہ آواز کرے تو بھلا یا جائے اور اوپر نماز پڑھی جاوے اور وہ وارث
 ہوگا دوسرے کا اور اسکی میراث اور دیکھو لیکن اونا نام کما جائیگا شامی نے کہا کہ متعلیٰ بصیغہ معروف ہو اور اوس سے مراد یہ ہے کہ بچے سے وہ بات پائی جائے جس سے
 اوسکا زندہ ہونا معلوم ہو بعد اکثر بچے کے نکلنے کے چاہے کہ اگر بچہ کا سر نکلا اور وہ چیخا ہی اور اوس وقت اوسکو کہنے دیج کہ دیا تو اسپر خرچہ لازم

ہوگا اور اگر سر نہ کھنے کے بعد اس کا کان کاٹ لیا پھر وہ زندہ نکلا اور مر گیا تو اوپر خون بہا لازم ہوگا ہم نہ تو غسل کا ذکر کرتے ہیں اور کفن کو بابت نماز ہونے کے چھوڑ دیا یعنی کفن بھی دیا جائے اور نام ایسے رکھا جائے کہ آدم زاد ہی نام رکھنے میں اس کی تعظیم ہو اور سہل طلاق آواز نہ کرنے کو چاندی دیکھنے کے وقت کہتے ہیں پھر پیدائش کی وقت بچے کے رونے کو بھی کہنے لگے اس لئے شائع نے کہہ دیا کہ رونے کا شرط نہیں بلکہ زندگی کی علامت مثلاً حرکت کرنا اعضا کا بھی کچھ ہونا اور چونکہ شریعت میں ایسے بچے کا حکم زندہ کا ہے ایسے وہ وارث اور مورث ہو سکتا ہے غرض ہم نہیں سمجھتے کہ شریعت کے مصلحت سے اس کو کھتے ہیں اور مرد کا خون نہا دس ہزار درم باہر دینا ہوتا ہے میں تو غرض پانچ سو درم یا ۵۰ دینار کا ہوا اور درجہ غرہ کی پھر کہ جب تک بچہ اکثر نہیں نکلا اس کو حکم پیدائش کے بچے کا ہوا اور پیدائش کے بچے کے تلف کرنے میں غرہ ہوتا ہے اور کان کاٹنے میں خون بہا ایسے لازم ہوگا کہ سبب موت کا وہی ہوا اور قصاص شہید کی وجہ لازم ہوا کہ انی الشامی ولا یستعمل غسل سے عند الشکی نہ ہوا کہ ہم فقہیہ علی خلاف ظاہر الروایۃ اگر انا اپنے آدم کا فی صلیفہ البیہار اور اگر کوئی علامت زندگی کی بعد اکثر پیدائش کے پائی جاوے تو نہ لایا جاوے اور نام رکھا جاوے امام ابو یوسف کے نزدیک اور یہی قول صحیح ہے تو اپنے فتویٰ میں جاسے بر خلاف ظاہر الروایۃ کے سبب تعظیم آدم کے چنانچہ متقی البیہار میں جو ہم اگر ماملت من کی ہو یا یلتقی کی اور یہ اس بچے کا حکم جو جسکی پیدائش پوری ہو اور جسکی خلقت پوری نہ ہو اس کے متعلق میں اختلاف ہے چنانچہ شائع بیان کرتا ہے والفہم عن ابي یوسف نہ و اذا استبان بعض خافہ غسل حشر ہو المحدثا اور نہ الفانی میں ظہیر سے منقول ہے کہ جب ظاہر ہو جائے بعض پیدائش ہوگی تو اس کو غسل دیا جائے یہی قول مختار ہے اور اس کا حشر ہوگا حشر ہی ہے کہ کما کہ ہو پختار کے بعد و حشر کہنا مناسب تھا اس لئے کہ ظہیر میں ہی طرح ہے غرض کہ مشرق اختلاف ہے بعض فقہاتے کہ کما کہ اگر روح پڑ گئی ہوگی تو حشر ہوگا اور بعض نے کہا کہ اگر بعض خلقت ظاہر ہو گئی ہوگی تو حشر ہوگا و اد ریح فی خرقہ و دفن فی القبر علیہ کذا لایرث ان لفصل بنفسہ کصبہ سبب مع احدا بویہ لا یصل علیہ لانه نفع لای فی حکام الدنیا لا یصل لکما مر اہم خدم اہل الجنۃ و سبب علامت زندگی بعد نہ کھنے کے ظاہر نہ غسل و نام رکھنے کے بعد پیدائش جاوے ایک پرے میں اور دفن کر دیا جاوے اور اوپر نماز نہ پڑھی جاوے اور ایسی طرح وہ بچہ وارث نہ ہوگا اگر علیحدہ ہوا ہوگا خود بخود جیسے وہ بچہ کہ قید کیا جائے مع ایک مان باپ میں سے کہ اگر مر جائے تو اوپر نماز نہ پڑھی جاوے ایسے کہ وہ تابع ہوا و الا یون کا یعنی احکام دنیا میں اس کا تابع ہونا حکام آخرت میں بسبب اس قول کے کہ پیشتر گذرا کہ شہر کین کے بچے اہل جنت کے خادم ہوں گے ہم خود بخود کی قید اس لئے لگائی کہ اگر کینہ مثلاً عورت کے پید پڑا اور بچہ مردہ مکمل پڑا تو وہ وارث اور مورث ہوگا کیونکہ شائع نے جب غرہ اس کے قاتل سے دلویا تو معلوم ہوا کہ اس کی زندگی کا حکم کیا کہ انی الشامی و لو سبہ بدو نہ فهو مسلم و تبعاً للامام او الشامی او بدہ فاسلم ہوا و اسلم الصمد و ہوا قل ای بنی سبب سنن علیہ بصیر و پیر مسلم اور اگر بچہ بڑا مان یا باپ کے گرفتار آیا تو وہ مسلمان ہے یہ تبعیت دار الاسلام جبکہ گرفتار کنندہ ذمی ہو یا تبعیت گرفتار کنندہ کے جبکہ وہ مسلمان ہو خواہ وہ بچہ پڑا گیا مان یا باپ کے ساتھ پھر مان یا باپ سلطان ہو یا خود وہ لڑکا مسلمان ہو گیا حالانکہ وہ عاقل ہی لینے سات برس کا ہو تو اوپر نماز نہ پڑھی جائے بسبب ہو جانے اس بچے کے مسلمان لینے یہ تبعیت مان یا باپ کے خواہ اپنے مسلمان ہو جانے سے ہم سات برس کے لڑکے کے مسلمان ہونے کی صحت قادی ہلایہ کی طرقت منسوب ہو اور عنایہ میں عاقل بچہ اس کو لکھا ہے کہ نفع نقصان کو سمجھے اور یہ کہ اسلام ہدایت ہو اور اس کا اتباع ہوتا ہے اور فتح القدر میں ہے کہ صفت اسلام کی سمجھنا ہو لینے ایمان اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں اور کتابوں اور رسولوں اور قیامت اور تقدیر پر رکھنا ہوشامی نے کہا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اگر اس کے سامنے ان امور کی تفصیل کسی جاوے اور اس سے پیر ایمان کا سوال ہو تو کہے کہ میں ایمان لایا تھا و لا ینبغ ان یسأل لعامی عن الاسلام بل یدکر عند حقیقۃ ایمان کی ایمان یہ شہر نقال لعل انت یصل لہذا فاذا قال نعم اکتفی بولا یض توفیقہ فی جواب ایمان کا اسلام فقہ و فقہائے کہا ہے کہ عادی آدمی سے اسلام کا حال نہ پوچھنا چاہیے بلکہ اس کے سامنے اسلام کی حقیقت اور جس چیز پر ایمان واجب ہو اس کو ذکر کرنا چاہیے پھر اس سے کہا جائے کہ کیا تو اس کی تصدیق کرتا ہے پس اگر وہ مان کہہ دے

اوس کے مسلمان ہونے کے لیے اسی پر اکتفا کیجئے اور اوسکو مضہ نہیں سکوت کرنا جواب میں ان سوالات کے کیا بیان کیا بخیر اسلام کیا ہو کہ انی الفتح کیونکہ
عوام اکثر ان تفصیلوں سے ناواقف ہوتے ہیں مالا کہ اقرار توحید و رسالت کا کرے میں یغسل المسلم ویکن یدفن قریۃ کذا لکھا کہ اولا صاع اما المرتد
فیہ یغسل فی حق کلب عند احتیاج فلونہ فریقہ لاولیٰ نہ کہ انہم من غیرہ اعاۃ السنۃ فیغسل غسل التوبل الخس بلفظہ فخرۃ بلفظہ
فخرۃ دلیس لکن فخرۃ بلفظہ المسلم اور مثلاً و سے مسلمان اور کفن دیوے اور دفن کرے اپنے رشتہ دار کا قریٰ کو مثلاً اپنے ماموں کو حاجت کی وقت تو اگر اس کا
کا قریٰ اور رشتہ دار ہوں تو بتو کہ مسلمان اوسکا فرمودہ کو اول رشتہ داروں کے حوالہ کرے اپنے آپ متکفل غسل وغیرہ کا تو حاجت کی وقت مثلاً و برون رعایت طریق سنت
یعنی وضو نہ کرے اور داہنے طرف سے شروع کرے بلکہ ایسے غسل دے جیسے نجس کپڑا ہو تو اسکو ایک کپڑے میں لپیٹے اور ایک گڑھی میں ڈال دے یعنی رعایت کفن
مسنون اور بعد کی نکرے شاعر نے کہا کہ قریٰ کی قید ایسے لگا کی کہ تیر کو کتے کی طرح کرے میں ڈال دے غسل و کفن کچھ نہ کرے اور نہیں جائز نہ ہو کہ کو نہ لانا اپنے رشتہ دار
مسلمان کا ہم شامی نے کہا کہ مکر وہ ہو کہ قریٰ مسلمان کی قبر میں اور ترنا اوسکے دفن کرنے کو واذ جعل الجنائزۃ وضع نہ یا بعدہ ہا بکسر الدال لفظہ فکذا المخرج
علیٰ مینہ عشر خطرات تحتہ من جمل جنانہ ان عین خطوۃ کثرت عند رعبین کبیرۃ ثم وضع موخرہا کحلہ مینہ کذا لکھا تو مقدمہ ہا بکسر الدال
ثم موخرہا کذا لکھا فیقع الفرغ خلف جنازۃ فیمشی خلفہا اور جب کوئی شخص جنازہ اٹھاوے تو مستحب یہ ہو کہ جنازہ کی اگلی جانب یعنی سرانجام اول اپنے دہن
موندھے پر دس قدم رکھے پھر پچھلے جانب یعنی پتیا تا دس قدم دلہن موندھے پر رکھے پھر اگلے جانب یا مین موندھے پر دس قدم رکھے پھر پچھلے جانب یا مین موندھے پر سہ سطر
لکھے تو پچھلی جانب پر دس قدم سے فراغت ہو جائیگی اوسوقت جنازہ کی پیچھے چلے اور اسطرح اٹھانا اسلئے مستحب ہو کہ حدیث شریف میں ہو کہ جو کوئی جنازہ کو یہ قدم اٹھاوے
تو اوسکا اٹھانا بھی گناہ کبیرہ کو دور کرتا ہو شاعر نے کہا کہ لفظ مقدمہ کسر وال ہو اور کبھی بفتح بھی پڑتے ہیں اور یہی حال موخر کا ہو کہ بکسر یا بفتح ہی دیتے ہیں ہم گناہ
کبیرہ سے مراد یا وہ صغیر ہیں جو دوسری نسبت سے بڑے ہوں یا خود کبیرہ مراد ہو سکتے ہیں اور کثرت یعنی متعدد ہوں یا حاصل و سکا جنازہ ہو بتقدیر رمضان طحاوی نے کہا
کہ شاعر کو مناسب تھا کہ حدیث کو بعد تمام کرنے کیفیت جنازہ کے بیان کرنا اسلئے مترجم نے موقع پر اسکا ترجمہ کیا وکلم انہ علیہ السلام وجمل جنازۃ
مسعد بر معاذ اور ثابت ہوا ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازہ سعد بن معاذ کے اٹھایا ہو ہم یہ صحابی بڑی جلیل القدر ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
انہیں کی شانیں فرمایا کہ انکی موت سے عرش خداوندی مل گیا ویکرہ عندنا حملہ بین جمودی السیریل رفع کل سجل قائمہ بالیدہ اهل العنق
کلا متعۃ ولذا لکرہ حملہ اظہر و د ابہ اور مکر وہ ہو ہمارے نزدیک اٹھانا مویکا چار پائی کی دوپٹے یا نہون کے بیچ میں سے بڑا کر خواہ دشمن و دشمنین یا پارہیک
اٹھنا ایک یا چار پائی کا ہاتھ سے پکڑا اٹھاوے شروع سے گردن پر نہ رکھے جیسے اسباب اٹھایا کرتے ہیں اور اسوجہ سے مکر وہ ہو اذ اندر دیکھا پشت پر اور سوار کے
جانور پر کیونکہ یہ طریق نہاب کے اٹھانے کا ہو جنازہ میں مسنون یہ ہو کہ چار شخص ایک ایک یا یہ اٹھا کر ہی کو موندھے پر رکھیں والصلاۃ الضعیف او الفطیم او فوق
خلک قلیل یحملہ واحد علی یدیدہ ولود الباء ان کل کبیر حمل علی جنازۃ کچھ شیر خوار یا دوہ چھوٹا ہو یا اس سے کچھ زیادہ عمر کا اوسکو ایک شخص بخود لے لیں یا تین
اٹھاوے اگرچہ اٹھانے والا سوار ہو اور اگر لڑکا بڑا ہو تو گھوڑے یا چار پائی پر اٹھایا جاوے وکسیر بھایا لجنب کسی عدل سے دیکھو لکھا اور جلیل القدر ہیں جنازہ میں
بیشبکی کے اور تیز چشبکی کے ساتھ چلتا مکر وہ ہو جو ایڑے مردہ اور ساتھ والوں کے ہم جنازہ میں تندر چھیننا مسنون ہو کہ میت چار پائی پر اور دھڑ دھڑ کرے
نکڑے کیونکہ حدیث میں وارد ہو کہ جنازہ کو جلیجھا کر اگر صالح ہو تو جلاوے اسکو اچھی جگہ پہنچا دے اور اگر بُرا ہو تو جلاوے اپنی گردنوں سے بڑائی کو دور کر دے
کہ انی الشامی وکرہ تاخیر صلوٰۃ ودفنہ لیصل علیہ جمیع عظیم بعد صلوٰۃ الجمعۃ الا ان اخیف فوطا بسبب فتنہ قذیہ اور مکر وہ ہو مردے کی
نماز اور دفن میں اسلئے دیر کرنا کہ جمعہ کے بعد میت سے آدمی او سپر تاہ پڑھیں ان جنب نہ خوف ہو کہ اسکے دفن کی جہت سے جمعہ فوت ہو جائیگا تو اوس
صورت میں دفن میں تاخیر مکر وہ نہوگی کہ انی القنیہ کما لکرہ ملتہم ساجلوس قبل نضمہا و قیام بعدہ جیسے مکر وہ ہو کچھ چلنے والے کو بٹھانا پہلے

جنازہ کے رکھنے کے وقت رکھنا بعد جہانہ کے رکھنے کے ہم عبادہ بن صامت سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب تک نہ بیٹھتے کہ جنازہ کھدینا اوقات
 جاتا ایک قبر پر آپ کھڑے تھے کہ ایک یہودی نے عرض کیا کہ ہم اپنے مردوں کے ساتھ ایسا ہی کرتے ہیں آپ بیٹھ گئے اور صحابہ سے فرمایا کہ انکے خلاف کرو
 کذا فی الطحاوی اس سے معلوم ہوا کہ کھڑا رہنا مکروہ تحریمی ہو گا یقوم میں فی المصلیٰ طحاوی اس راہ قابل وضع ہو گا کہ من حیث علیہ طحاوی اور
 فیہ منسوخ فیہ اور نہ کھڑا ہو جو شخص نماز پڑھنے کی جگہ میں ہو جسکے جنازہ کے نو رکعہ پیشہ ہو سکے۔ بیٹھنے کے اور وہ منحصر کھڑا ہو جسکے پاس جنازہ ہو کہ
 گذرے ہی قول مختار ہو اور جو کچھ کھڑا ہونے کے باب میں وارد ہو وہ منسوخ ہو کذا فی الزیلعی ہم لینے یہ جو حدیث میں آیا ہو کہ جب تم جنازہ کو دیکھو تو اس
 لیے کھڑے ہو جاو یہاں تک کہ تماری نظر سے غائب ہو یا زمین پر رکھا جاوے یہ حدیث منسوخ ہو اس حدیث سے کہ احمد نے حضرت علیؓ سے روایت کی کہ آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم نے ہلکے جھانکے لیے کھڑا ہونے کا حکم کیا تھا پھر آپؐ کے بعد بیٹھے رہی اور ہلکے حکم بیٹھے رہنے کا کیا اور مسلم نے بھی اس نعمون کو روایت کیا اور کہا کہ
 کھڑا ہونے کا حکم پہلے تھا پھر منسوخ ہو گیا کذا فی الشامی وندب المشی خائفہا کما فی مقبوضہ الا ان یكون خلف النساء فالشیء اما ہا
 احسن المختار اور مستحب ہو بیٹھے چلتا جنازہ کیلئے اسلئے کہ جنازہ متوجہ ہو اور متوجہ تابع کے آگے ہو اگر تاہی مگر یہ کہ ہو دین جنازہ کے پیچھے عورتیں تو اس میں
 جنازہ کے آگے چلنا بہتر ہے کذا فی الاغتیار ہم جنازہ کو متوجہ اسلئے کہ کہا کہ حدیث میں حکم ہو اتبل جنازہ کا اور لفظ اتبع پیچھے چلنے واسے پر بولا جاتا ہو لگے
 چلنے واسے پر کذا فی الشامی ویکوہ خریمین حکم ہما ذکرہ المناشیحہ ولا یرکب البکاء لاجلہا مکروہ تحریمی ہو چلنا عورتوں کا جنازہ کے ساتھ
 اور زبردستی کے نوہ کرنے والی اور سطح پیچھے والی اور جنازہ کے ساتھ چلنا نہ چھوڑا جائے بسبب نوہ کر نیولی کے ہم حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 نے عورتوں کو جنازہ کے ساتھ دیکھ کر کوچھا کہ تم اوٹھنا واولوں کے ساتھ جنازہ کو اوٹھنا کوئی یا قرین اوٹھنا والوں کے ساتھ ہو کو اوٹھنا کوئی یا جنازہ پڑھنے
 والوں کے ساتھ نماز پڑھو گی اور تمہوں نے عرض کیا کہ ان باتوں میں سے کوئی نہ کرینگے آپؐ نے فرمایا کہ ہٹ جاؤ گناہ کے ساتھ نہ ثواب کے ساتھ نہتے اور نوہ
 والیکے سبب سے جنازہ کا ساتھ اسلئے نہ چھوڑا جائے کہ نوہ بدعت ہو اور اتباع جنازہ سنت تو اگر بدعت کی جہت سے اس سنت کو چھوڑ دیا جائے تو جنازہ کے
 امور کا کفل موقوف ہو جاوے کذا فی الطحاوی ولا یمشی عن یمنہ او یسارہا ولو مشی امامہا جاز و فیہ فضیلۃ ایضا و لکن ان تباعد عنہا او تقدم
 الکل اور کب امامہا کہ کما کہ فیہ آرفع صوتہا و ذکرہ او قرآنہ فلیحکم اور نہ چلے جنازہ سے دایمہ اور بائیں یعنی داہنے یا بائیں چلنا اولے نہیں اور اگر
 جنازہ کے آگے چلے تب بھی درست ہو اور او سیمین بھی فضیلت ہو لیکن اگر جنازہ سے دور ہو گیا یا سب کو آگے بڑھ گئے یا جنازہ کے آگے سوار ہو گیا تو مکروہ ہو چھوڑ
 کر وہی جنازہ کے ساتھ بلند کرنا آواز کا ذکر یا قرات قرآن میں کذا فی الفتح ہم آگے چلنے میں فضیلت اس قول سے نکالی کہ پیچھے چلنا افضل ہو لیکن فضل میں فاضل
 انقیض ہو تو مطلق فضیلت آگے چلنے میں بھی ہوئی اور تہا دور ہونا مکروہ ہو کہ لوگ سمجھیں کہ اکیلا جاتا ہو اور ذکر اور قرات پکار کر نہ پڑھے اگر متصور ہو تو
 اپنے دلیں پڑھے کذا فی الشامی و یجوز فیہ ان یرکب الدابة فان ذلک یحسن فیہ لحد ولا یشتق الا فی ارض رخصۃ
 اور مکودہی جائے قبر وکی اس کے ہلکے سود و سبب جگہ میں بقدر لطف قد آدم ہم کے اور اگر زیادہ ہو تو بہتر ہے لیکن استدراکی ادنی مرتبہ اور چاتی تک
 اوسط درجہ اور قد آدم سبب میں فضل ہو اور لحد بنائی جاوے پیچھے یا نب قبلہ قبر کے کرا لگودا جائے پے ہو سے مکان کی صورت اور شوق کیجا سے بیٹھ کر کے چلنا
 اگر ہا لگیا جائے مگر زمین نرم میں اگر سجدہ نہ سکے تو شوق بنائی جاوے ہم خود دار کی قید کی ضرورت نہ تھی کہ خود مان لگے بیان کرتا ہو اور طول قبر برابر قد مردہ کے ہونا
 چاہیے اور عرض آو حاطول سے لے لفتح وضم لام ہو اور شوق اسلئے منع کیا کہ حدیث میں آیا ہو کہ لحد ہمارے لیے ہو اور شوق غیر ونگے لیے پس بدن ضرورت شوق بنانا نہ چاہیے
 ولا یجوز ان یوضع فیہ مضربۃ وماردی علی غنیمہ مشہور ولا یؤخذ بہ فیہ ویرید ان یرکب کما جالسے اور جو کچھ حضرت علیؓ نے مروی
 وہ مشہور نہیں اور اس پر عمل نہیں کذا فی الطحاوی ہم طہرہ میں ہمارے علیؓ کے ذکر حضرت عائشہؓ کا ہو کہ انہوں نے کرا لگوا یا اور مشہور نہیں یعنی ثابت نہیں ہوا

اور اگر زیادہ ہو تو بہتر ہے لیکن استدراکی ادنی مرتبہ اور چاتی تک اوسط درجہ اور قد آدم سبب میں فضل ہو اور لحد بنائی جاوے پیچھے یا نب قبلہ قبر کے کرا لگودا جائے پے ہو سے مکان کی صورت اور شوق کیجا سے بیٹھ کر کے چلنا اگر ہا لگیا جائے مگر زمین نرم میں اگر سجدہ نہ سکے تو شوق بنائی جاوے ہم خود دار کی قید کی ضرورت نہ تھی کہ خود مان لگے بیان کرتا ہو اور طول قبر برابر قد مردہ کے ہونا چاہیے اور عرض آو حاطول سے لے لفتح وضم لام ہو اور شوق اسلئے منع کیا کہ حدیث میں آیا ہو کہ لحد ہمارے لیے ہو اور شوق غیر ونگے لیے پس بدن ضرورت شوق بنانا نہ چاہیے ولا یجوز ان یوضع فیہ مضربۃ وماردی علی غنیمہ مشہور ولا یؤخذ بہ فیہ ویرید ان یرکب کما جالسے اور جو کچھ حضرت علیؓ نے مروی وہ مشہور نہیں اور اس پر عمل نہیں کذا فی الطحاوی ہم طہرہ میں ہمارے علیؓ کے ذکر حضرت عائشہؓ کا ہو کہ انہوں نے کرا لگوا یا اور مشہور نہیں یعنی ثابت نہیں ہوا

بلکہ اور مردہوں سے اس کا خلاف ثابت ہو کہ حضرت ابن عباسؓ فرماتے تھے کہ مردہ کی نیچے کوئی چیز ڈالی جائے اور حضرت ابو موسیٰ نے فرمایا کہ میرے اور میرے
درمیان کوئی چیز مت کرنا غرض کہ گدہ اور کبوتر کی پٹائی سب کا حکم ایک ہو کیونکہ اگر کھانا چاہیے کہ انی الشامی کلاہا سب ہاتھ آتا تا بوقت ولوم سچا و حدید لہ
عند الحاجة کما خاؤا الارض فیسئ ان یفرش فیہ التراب اور کچھ مضافہ نہیں حاجت کی وقت مردہ کے لئے تابوت بنانے کا اگرچہ پتھر یا لوہے کا ہو مثلاً مین کی
نرمی کی جوت سے اور سفون ہو کہ صندوق یا حدیث میں بھی بچھا دیا جاوے ہم شامی نے کہا کہ اگر حاجت کے سبب صندوق نہ پایا جاوے تو چاہیے کہ اس کے نیچے مٹی
بچھا دیں اور دھنچے اور بایں مٹی انٹین کی رکھیں اور دھنچے کے اندر کھانا بھر بیٹھی کیسین تاکہ کھانہ کی صورت بن جائے اور بدون حاجت صندوق بنانا مکروہ ہر مساکت و سفینہ
عسول لکن دیکھتے علیہ ذلک فی النحران لم یکن قریباً من البہقم ایک شخص کشتی میں مر گیا تو غسل دیا جائے لگنا یا جائے اور نماز پڑھ کر دریا میں ڈال دیا جائے
اگر کشتی خشکی سے نزدیک ہو کر انی لفتح ولا یبغی ان ید فی المیت فی الدار ولو کان صغیراً لاختصاص هذه السنة بالانبياء علیہم السلام افعالاً
اور نہیں چاہیے کہ مردہ مکان میں دفن کیا جائے اگرچہ سچے ہو واسطے خاص ہونے اس طریق کے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ کذا فی الواتعات ہم یعنی ہر
مکان میں مرے اور میں دفن ہو یہ طریق مخصوص بہ انبیاء علیہم السلام ہوا دون کے لیے نہیں چاہیے ویسے ہی ان بدل محل من قبل القبلة بالوضع مرجع تھا
تو یحصل فیہ وان یقول واضعہ بسم اللہ وباللہ علی ملۃ رسول اللہ یوجہ الیہا وجوہا اور مستحب ہو کہ مردہ قبلہ کی جانب سے قبر میں دفن کیا جائے
کو وہ سمت معلوم ہو سطرچ کہ جنازہ او سطرچ رکھا جائے پھر اوٹھا کر کھڑی میں اتارا جائے اور مستحب ہو کہ کھڑی میں اتارنے والا مرد یا یون کے بسم اللہ وباللہ علی ملۃ
رسول اللہ اور قبلہ کی طرف اس کا منہ کر دیا جائے بطور وجوب شامی نے کہا کہ تحفہ میں مصرح ہو کہ قبلہ رخ کرنا مردہ کا سنت ہو دینیغہ کو نہ علی شقۃ الا بحسن
ولا یشس لیوجہ الیہا وتسل العقد للاستغناء عنہا ویستوی للیون علیہ القصص الا اجر المطبوع والخشب حول المیت ا ما فوقہ فلا یدکرہ
وکرہ ابن الملک اور مناسب ہو ہونا مردہ کا داہنی کروٹ پر اور قبر نہ اوڑھیری یاے مردہ کے قبلہ رخ کرنے کے لیے یعنی بعد مٹی دینے کے اگر معلوم
ہو کہ مردہ قبلہ رخ نہیں ہو تو قبر نہ اوڑھیری جائے اور کھڑی میں مردہ کے کفن کی گرہ کھول دی جائے بسبب یہ ہوا ہونے کے اس سے لینے کفن کے کھلنے کے خوف
گرہ تھی وہ خوف جاتا رہا اور کھڑی جاوین او سپرچی انٹین اور نہ رکھ نہ کی انٹین اور تختہ اگر گرو میت کے ہو لیکن اس کے اوپر تختہ رکھنا مکروہ نہیں ذکر کیا ہو
اوسکو ابن ملک نے ہم کی انٹین اول کھد کے منہ پر کھڑی کی جائیں اور ان کی درز پر نہ رکھ یا دیلے رکھ دیے جائیں تختہ نہ رکھیں اور اگر اڑانے پر تختہ رکھا جاوے
تو مکروہ نہیں فائدہ کا یہ ایک کام کی بات ہو حد دلالت محمد بنی صلی اللہ علیہ وسلم تسبیح بھنسے شمار کی انیئون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے شریف بچا ہوا ذکر کیا ہوا و سکو بھنسی نے لکھا اسی نے کہا کہ کچی انیئون کے ساتھ نہ رکھ کی سیتے تھے و جاز ذلک حوالہ باریض و خوف کالنا بق اور جاز ہو
بلکہ انیث اور تختہ گرو میت کے نرم زمین میں جیسے صندوق درست ہو ویسے ہی ایے بعض قبر ہاؤ لو خنے لا قبل الا لاعدل کطرد اور دھانی جا
قبر مورت کی قبر میں اتارنے کے وقت ہا تک کہ کھد کا منہ بند کیا جائے اگرچہ مردہ غنٹی ہو تو دھانی جائے قبر مہ کے مگر کسی قدر سے مثلاً بارش کی جوت سے
وہال التراب علیہ ویکرہ الزیادۃ علی ما خرجه منہ من التراب لا تہ منزلنا البناء یستحب حبیبہ من قبل لیسہ ثلثا و جلوس ساحتہ
بغداد ختہ لدعا و قراۃ بقدر ما یمن الجود و یدفع الحسمہ اور بعد کھد بند کرنے کے اوپر مٹی ڈالی جاوے اور مکروہ ہو زائد کرنا مٹی کا اس مقدار
جو قبر میں سے نکلی ہو واسطے کہ زائد مٹی بھیجے عمارت کے ہوا و تختہ ہو مٹی دنیا اس کے سر کی جانب تین بار لینے دونوں ہاتھوں سے تین دفعہ مٹی دے اول دفعہ میں
کے منہ خلیق تکم اور دوسرے میں کے دھما لعلہ کم اور تیسرے میں کے دھما خیر حکم تارۃ آخری چنانچہ ابن ماجہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نقل
اسی طرح مردی ہو اور مستحب ہو بعد دفن مردہ کے ایک ساعت توقف کرنا دعا اور قرأت کے لیے ہر قدر کہ قربانی اونٹ کی ہو کر اس کا گوشت بیٹ جاوے
م تہ کی مٹی سے زائد مٹی ڈالنی اسلئے مکروہ ہوئی کہ ابو ہریرہ کی حدیث میں ہاوس سے مخالفت دار دیو اور دفن کے بعد توقف کرنا بھی ابوداؤد میں

وہ شرفی ہو کہ
تم سے اور اس کا
برکت سے اور اس کا
مسلک الیہا اور
عہدہ کے
میں نہ ہو
نام لکھتے ہیں
اور اگر اور بھی
کہہ کی مٹی پر
نہی کرنا
سے بھرتی
اور اس میں
دوبارہ دفن کرنا
اور اس میں سے
نکال دوسرے
بار دفن کرنا

انکس سے اسکا مردود ہونا صاف ظاہر ہو دلوں تک حال غیریہ و ماتت جس لیشق قولان: لا اول نعم فتم اور اگر کوئی شخص چاہے مال لنگر کر گیا تو اسکا
پیشہ چیرا جائے یا نہیں اس باب میں وقول ہیں اور بہتر یہ ہو کہ بان چیرا جائے کیونکہ اسکی حرمت اسکی تعدی کے سبب سے جاتی رہی اس سے معلوم ہوا
کہ اگر بلا تعدی اسکی میت میں مال چلا گیا ہو گا تو میت نہ چیرا جائیگا کذا فی الشامی فرس مسائل فقہ شافعی کے اتباع افضل من التواضع لوقرانیہ و جواز
وفیہ صلوات معروفت جنازہ کے ساتھ جانا افضل ہو بہ نسبت نفون کے اگر میت کے ساتھ قرابت یا ہمسائیگی ہو یا مردہ نیکو مت مشہور ہو مفضل
ہو نیکی یہ ہو کہ جنازہ کے ساتھ جانین سلوک زندہ اور مردہ دونوں کے ساتھ ہی اسلئے اسکا ثواب زیادہ ہو کذا فی الطحاوی یندب دفنہ فی جفۃ
موتہ و تعجیلہ دستر موضع غسل فلا یراہ الا غاسلا ومن یعینہ وان راہی ما یکرہ لہ یجوز ذکرہ فی ذکرہ اسی من متاکم کفول مساکم
مستحب ہو دفن کرنا میت کا اسکی موت کی جہت میں یعنی جس جگہ مرا ہو وہاں تک قبرستان میں دفن کرنا مستحب ہو و ان سے دوسری جگہ لیجا تا چلیئے اور مستحب ہو جلدی
دفن میں اور مستحب ہو نہ لٹا کی جگہ چھپا نا اسطرح کہ نہ لانے والے یا اسکے دگر کے سوا اور کوئی نہ دیکھے اور اگر مردے سے کوئی امر ایسا دیکھ جو بہرہ معلوم ہو مثلاً صوٹا
برا ہو یا رنگ سیاہ ہو یا تو اسکا بیان کرنا درست نہیں لیسبب اس حدیث کے کہ بیان کرو خوبیاں اپنے مرد و نیکی اور باز رہو نیکی برائیوں سے ہم شامی نے کہا کہ اگر میت
بدعتی ہو تو اسکے حال کے اندیکھا مضائقہ نہیں تاکہ اور لوگ بدعت سے باز رہیں و لا بأس بنقلہ قبل دفنہ اور کچھ مضائقہ نہیں مردیکو دوسری جگہ
لیجا نیکا بشر او سکے دفن ہونے کے ہم لینے دفن کرنے کے بعد بالاتفاق نقل درست نہیں اور قبل دفن نقل کرنا بعض فقہاء کے نزدیک تو مطلقاً درست ہو کتنا ہو
فاصلہ ہو اور بعض نے کہا کہ اگر مدت سفر دونوں جگہ میں نہ ہو تو نقل درست ہو اور امام محمد نے ایک یا دو میل کے فاصلے کی قید لگا دی ہو کہ اسقدر دور کی
نقل درست ہو اور اس سے زیادہ فاصلہ پر لیجا نا مکروہ ہو کذا فی الشامی و لا اہل احلام بکوتہ اور کچھ مضائقہ نہیں میت کی مرنے کی خبر آپس میں ایک
دوسرے سے کہہ دینی تاکہ لوگ اسکا حق ادا کریں اور تحفہ و تکفین میں شریک ہوں و یا رثائہ لیشعر او خدیوہ لکن بیکوہ الا فراط فی مکحہ کاسیمما
عند جنازۃ محدث من تغری بغیر الہی و کچھ مضائقہ نہیں مردے پر رونے کا شعر سے یا غیر شعر سے مکر مکروہ ہو زیادتی کرنی اسکی تعریف میں خصوصاً
اسکے جنازہ کے پاس بسبب اس حدیث کے کہ جو کوئی واویلا کرے ایام کفر کے رونے سے یعنی وہ ہم سے نہیں ہم جاہلیت کے رونے سے مراد چنچنا اور نوح
کرنا اور پینا اور کچھ اسپاژ نا ہو کہ یہ سب امور ناجائز ہیں و شعر سے رونے سے یہ غرض کہ ایسا شعر پڑھ کر رونا جس سے اپنے غم کا اظہار یا مردے کے محاسن کا
شمار بدون مبالغہ ہو شامی نے کہا کہ شارح نے ارشاد بایں فعال سے لکھا حالانکہ مزید مستعمل نہیں رونے کے معنی میں بخیر و بی آتا ہو مصداق مکمل شیعہ ہو
و بتغزیۃ اھلہ و ترعیتہم فی الصبر اور کچھ مضائقہ نہیں میت والوں کی تسلی کرنی اور انکو صبر میں رغبت دلانے کی ہم شرح منیۃ میں کہا کہ ماتم پرسی مستحب ہو
اسلئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا جیسے صبر دلایا اپنے بھائی کو کسی مصیبت میں اللہ تعالیٰ اسکو قیامت دن کرامت کا لباس پہناوے گا
کذا فی الشامی و باتخاذ طعام لکھ اور کچھ مضائقہ نہیں میت کے گھر والوں کے لیے کھانا پکوانے کا ہم فتح القدیر میں کہا کہ میت کے ہمسایوں اور در
رشتہ داروں کو مستحب ہو کہ میت کے گھر والوں کے واسطے کھانا پکوائے جو انکو اس دن احوال میں شک پر کر دے اور اس باب میں صل
وہ حدیث ہو کہ حضرت جعفر ثری نے فرمادے کہ جب آپ نے ارشاد فرمایا تمہا کہ جعفر کے متعلقوں کے لیے کھانا تیار کرو کہ وہ اپنے دہندہ میں
گئے ہیں و بالکل و سر لہا فی غیر مسجد ثلاثۃ ایام اولہا افضل لہا و تکرہ بعدہا الا لثغاً و کچھ مضائقہ نہیں سوگ کیوا سطر تین دن بیٹھنے کا
مسجد کے سوا دوسرے مکان میں اور اول روز یعنی جس روز مردہ دفن ہوا ماتم پرسی کیوا سطر اور دونوں سے بہتر ہو کیونکہ پہلے زمین
وحشت فراق زیادہ ہوتی ہو تو تسلی ایسی ہی وقت میں مناسب ہو اور مکروہ ہو تغزیۃ بعد تین دن کے مگر غائب کے لیے مکروہ نہیں لینے اگر کسی
شخص نے تین دن کے بعد موت کی خبر سنی اور اسوقت داما ندون کی تعزیت کو آیا تو مکروہ نہیں اسطرح اگر میت کا رشتہ دار موت کیوقت نہ ہو

لوگ لڑنے کی وصیت کیا کرتے تھے اسلئے آپ نے ایسا فرمایا کہ انی البحر اور شامی نے کہا کہ حضرت عائشہؓ نے یہ ارشاد اوس وقت فرمایا تھا کہ آپ ایک یہودی کی قوم پر کر رہے جو اوس یہودی کو روہے تھے آپ نے فرمایا کہ اوسکو تو عذاب ہوتا ہو اور یہ لوگ اوس پر رونے میں لگے تھے جہنم المیت اور عذابہ فکفہ عہد نامہ یحییٰ ان یغفر اللہ للمیت مردہ کی پیشانی یا عامہ یا کن پر عہد نامہ لکھا گیا تو یہ ہو کہ میت کو اللہ تعالیٰ بخش دے ہم عہد نامہ کی دعا یہ ہو اللہ فاطر السموات والارض عالم الغیب والشہادۃ الرحمن الرحیم اقی اعہد الملک فی ہذا الحیوان الدنیا اذ الشہید انک انت اللہ لا الملائکۃ انت وحدک لا شریک لک وان محمدًا عبدک ورسولک فلا تکلنی الی نفسی فانک ان تکلنی الی نفسی تغربنی من الشریعۃ لدنی من الخیر لدانی لا اثق الابرہمتک فاجعل اعہدک عندک توفیقہ بوم الیقینۃ انک لا تخلف المیعاد اور اس کے الفاظ اور طرح بھی لوگوں نے لکھے ہیں باقی رہا اس دعا کا لکھنا مردہ کی پیشانی وغیرہ پر سوا اوسکو بعض فقہانے بقصد تبرک جائز لکھا ہو مگر ابن صلاح نے فتوے دیے ہیں کہ لکھنا اور اسامہ معظمؓ میں سے کچھ نہ لکھا جائے کیونکہ لکھنا جان بوجھ کر مدعی نجاستوں میں انکو الودہ کرنا ہو اور فتح القدیر میں ہے کہ قرآن و احادیث کی لکھنا ویسوں اور محرکوں اور دیواروں پر کر دہ ہوا سئلے کہ خوف اور کئے پانوں تلے آئے اور اہانت کا ہوا اس سے معلوم ہوا کہ مردہ کے بدن یا کن پر لکھنا بطریق اولیٰ مکروہ ہو گا جب تک کہ مجتہد سے ثابت نہ ہو یا کسی حدیث صحیح میں اسکی صراحت نہ ہو کہ انی الشامی محقق اوصالی بعضہم ان یکتف فی جہتہ وصد لہ بسم اللہ الرحمن الرحیم ففعل ثور بنی فی اللہ نام ففعل فقال لہا ووضعت فی القبر جاء منی ملائکہ العذاب فلما راوا عکلتوا علی جہتہ بسم اللہ الرحمن الرحیم قالوا امنت من عذاب اللہ کسی شخص نے وصیت کی کہ میری پیشانی اور سینہ پر بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھ دینا سو لکھ دی گئی بعد اسکے کہنے اوسکو جو بہن دیکھ کر اوسکا حال پوچھا اوسنے کہا کہ جب میں قبر میں رکھا گیا تو میرے پاس عذاب کے فرشتے آئے سو جب انہوں نے میری پیشانی پر بسم اللہ لکھی دیکھی انہوں نے کہا کہ تو خدا کے عذاب سے مامون ہو امں چونکہ اوپر کے بیان سے معلوم ہو چکا ہے کہ لکھنا کلمات میت کے کا بخوف نجاست اور پامالی کے مکروہ ہو تو یہ واقعہ شاید اس طرح ہوا ہو کہ صرف نگشت شہادت سے بدوں کسی سیاہی و قلم کے پیشانی پر بسم اللہ لکھ دی ہو چنانچہ بعض فقہا اس طرح اوٹکلی سی لکھنا بسم اللہ کا پیشانی پر اور کلید طیب کا چھاتی پر بعد نہلا نیلے کفن دینے سے پیشتر تجویز کرتے ہیں مگر بہر حال کیسے ہو ا ہو شرعی احکام کا مدار خواب پر نہیں ہو سکتا اور علم

باب الشہید

یہ باب ہو شہید کے احکام میں ہم ہر چند شہید بھی مردہ ہو مگر اوسکو نماز جنازہ سے جدا یا بکر کے اسلئے بیان کیا کہ جو فضیلت شہید کو ہو وہ دوسرے مرد کو نہیں کذا فی النہر فیل معنی مفعول لہ مشہور لہ بالجنۃ اذ فاعل لہ لہ حی عند ربہ فہو مشاہد شہید ورن فیصل ہو معنی مفعول اسوجہ سے کہ اوسکے لیے جنت سامتی کا گھر یا معنی فاضل ہو کیونکہ وہ زندہ ہو اپنے پروردگار کے پاس تو وہ حاضر ہوتے والا ہو شہید شہیق شہود سے ہو یا شہادت سے تو مشہود بھی ہو سکتا ہے کہ فرشتے اوسکی عظمت آئے ہیں اور جنت اوسکے سامنے پیش کیجاتی ہو اور شاہد بھی ہو سکتا ہو کہ خدا ہی تعالیٰ کے پاس حاضر ہوتا ہو یا یہ کہ اوسکا خون اور زخم اوسکے شاہد موجود ہیں ہو کل مکلفین مسلم عطا ہو شہید جسکا حکم آگے مذکور ہو وہ ہر عاقل بالغ مسلمان یا ک شخص ہو ہم بہ تعریف شہید کی یا اعتبار حکم آئندہ کے ہو مطلق شہید کی نہیں چنانچہ آگے بیان ہو گا کہ شہید اور بھی ہوتے ہیں عاقل بالغ کی قید سے معلوم ہوا کہ لڑکا اور دیوانہ نہلائے جاوے تیکے اور مسلم کی قید سے کا قتل کیا گیا کہ غلط مارا گیا ہو مگر شہید نہ ہو گا اور یا ک کی قید سے جنب و راحۃ و انشاء تکلیفی کہ یہ اگر یہ شہید ہو گئے تو انکو غسل دیا جاوے گا کھا پھل اذرا ث ثلثۃ ایاہم غسلت لہ لا لہم کو کھا کھا پھل پس حق والی عوار تین روز خون دیکھے تو نہلائی جاوے ورنہ غسل نہ سچا ہے بسبب نہ ہونے اوس عورت کے مائتہم لینے ایک عورت نے مثلاً تین دن خون دیکھا پھر دیکھا مائتہم لینے تو چونکہ اقل مدت حیض کا گزرنے سے وہ قطعاً ناپاک ہو گئی تھی اسلئے اوسکو غسل دینا چاہیے اور اگر خون دیکھنے کے دور دور کے بعد مار لیگی تو غسل نہ سچا ہو گی کیونکہ بسبب شہادت ہونے کے وہ ابھی حائضہ نہیں ہو سکتی کہ شاید یہ خون استیاضہ کا ہو ولم یقل علیہ السلام غسل خطۃ لہ بفعیل الملائکۃ بدلیل قصۃ آدمؑ اور

اقتباس ہوا کہ شہید اس
آسانوں اور بزرگوں سے
جائے واسطے لوشہ
اور نظام کے بہتر
دست پر چون کہ بزرگ
بہتر سے سامنے ہیں
زنی میں کہیں کوئی
دینا ہوں کہ تو نہ ہو
کیسی بیجو و بھین ہوا
بہتر سے تو ایک بار
کوئی غیر شہید نہیں
اور جو خطہ العزیز
دست پر بے بند
اور رسول بن بل
تو جو بھر سے
بہر مدت کو کوئی
اگر تو چاہے
فصل سے
تو وہ چاہے
تو وہ کی
دور دور کی
اقتدار کا اور میں
کہ بڑی رشتہ میں
کہ اسے یہ خطہ میں
ایک ہو کہ اور اسے
تو اسے
کے ان سے قدرت
حیات نہیں
۱۲

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے احقرت غلطہ کو دوبارہ غسل ندیا بسبب ہو جانے غسل کے فرشتوں کے فعل سے حضرت آدم علیہ السلام کے قصہ کی دلیل ہے۔
 بن ابی عامر نقلی جب شہید ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تیری بے یا غلطہ کو فرشتے ہزار ہا بی بی سے پوچھا تو اس نے کہا کہ وہ ناپاک
 حالتیں تھیں تھے آپ نے فرمایا کہ یہی وجہ ہے کہ فرشتوں نے او کو نہ دیا تو ہمیں صاحبین یہ فرماتے ہیں کہ اگر ناپاک شہید کا نہلا ناہی آدم پر واجب ہوتا تو چاہیے تھا
 کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت غلطہ کو دوسری بار نہلاتے شام کا عظم کی طرف سے جواب دیتا ہو کہ غسل بلا شہد واجب ہو مگر نہلانے والے کچھ ضرور ہیں کہ آدمی ہون
 پناہ حضرت آدم کے نہلانے کا قصہ یا یا بھنا زمین گذرا کہ او کو فرشتوں نے نہلایا تھا اس طرح یہاں بھی جب غرض غسل یعنی طہارت فرشتوں کے نہلانے سے حاصل ہوئی
 تو پھر نبی آدم کے غسل دینے کی کیا حاجت رہی کذا فی الشامی مختصر قتل ظلماً بغیر حق بجا رحمة ای بجا وجب القصاص لم یجب بنفس القتل دية بل قصاص
 شہید وہ پاک مسلمان مکلف ہو کہ ظلم سے ناحق قتل کیا جاتا ہو زخم کی زوالی چیز سے یعنی ایسی چیز سے مارا جائے جو قصاص کی موجب ہو مثلاً تلوار اور چھری اور تیرہ
 نہ لاشی اور غلہ کے مانند سے کہ ان دونوں سے مارنے کی صورت میں قصاص لازم نہیں آتا اس لیے ان کے کشتہ کو غسل دیا جائیگا اور نہ واجب ہو وے خود اس قتل کے
 سبب سے مال بلکہ واجب ہو قصاص حتیٰ لو وجب المال بعراض کا قصاص و قتل الابل ابنہ لا تسقط الشہادۃ ہائیک کہ اگر مال واجب ہو کسی
 عارض کی جہت سے نہ قتل کیوہر سے جیسے قتل سے صلح کر لینے کہ ہر چند قتل موجب قصاص ہو مگر قصاص ساقط ہو جاتا ہو صلح سے جو امر عارضی ہو یا قتل کرے
 باپ اپنے بیٹے کو کہ یہاں بھی نفس قتل سے قصاص ہی واجب ہو مگر باپ ہونے کی جہت سے قصاص نہیں لیا جاتا تو ان دونوں صورتوں میں شہادت ساقط نہیں
 یعنی اس کو غسل دیا جاوے گا و لم یرث فلوارث غسل کما سیکون اور ایک شرط غسل دینے کی یہ ہے کہ زخمی ہونے کے بعد زندہ نہ رہا ہو پس اگر زندہ رہا ہو
 تو غسل دیا جائیگا چنانچہ آگے مذکور ہو گا کہ ارتثا میدان جنگ سے اٹھا لانے کو کہتے ہیں جبکہ زخمی میں جان باقی ہو اور یہ فعل محمول ہوتا ہو کہ انی اقامت
 اور شرع میں جو کیفیت ارتثا کی ہو وہ آگے مذکور ہو گی لکن ایکون شہیداً الوقتلہ بانج او حرقی او قاطع طریقہ لو تسمیاً و بغیر اللہ حاجۃ
 خان مقتولہم شہیداً ہی لکو قتل و کان لا صل فیہ شہداً لحد لم یکن کلمہ قتل سلام اور یہ طرح یعنی بشرط زندہ پائے جانے کے شہید ہو گا
 اگر قتل کیا ہو اس کو باغی یا کافر حربی یا رازن نے اگر قتل سبب سے ہو یا بدون او رازن زخم کی زوالی کے ہو تب بھی شہید ہو گا کیونکہ ان لوگوں کا مارا نہیں
 شہید ہوتا ہو کسی ذرا سے اس کو مارین اس لیے کہ اصل اسباب میں جنگ احد کے شہیدین اور وہ سب ہتیار سے نہیں مقتول ہوئے تھے ہم قتل سبب کی مثال
 یہ ہو کہ مثلاً کسی کافر یا رازن یا باغی سوار کے پاؤں تلے دیکر مسلمان مر گیا یا انہوں نے کسی مسلمان سوار کے گھوڑے کو بچرکا یا ہاتھ لگا کر دھکے مارے یا مسلمان
 کے رستے کی جگہ میں آگ لگا وے اس سے مر گیا تو ان صورتوں میں شہید ہو گا کذا فی الشامی بصرف او وجد جریحاً میثاقی مقتولہم لربا بجرلجۃ صلاۃ
 القتل کزجر الدم من عنینہ او اذینا و حلقہ صافیا لا من شقہ و ذکرہ و دبرہ و حلقہ بجا مد یا شہید ہو گا وہ شخص کہ پایا جائے زخمی مردہ ان لوگوں کے
 میدان جنگ میں شامی نے کہا کہ مرد زخم سے قتل کا نشان ہو خواہ ظاہر میں زخم ہو یا نہ ہو مثلاً کلنا خون کا او سکی آنکھ سے یا کان سے یا حلق سے خون صاف کا
 کلنا نہ کلنا خون کا لاش کی ناک سے یا پیشاب کی جگہ یا مقام یا خانہ سے یا حلق سے خون لے کر کلنا ہم یعنی خون جس مقام سے نکلتا ہو دیکھا جائے کہ اس مقام سے
 بدون کسی مرض یا طنی کے بھی نکلا کرتا ہو یا نہیں اگر نکلتا ہو جیسے نکسیر تو اس صورت میں شہید ہو گا اور اگر بدون مرض یا طنی نہیں نکلتا جیسے آنکھ یا کان سے تو یہ
 خون علامت قتل ہو اس سے شہید ہو گا اور اگر خون منہ سے نکلتا ہو تو اگر سر سے اترتا ہو تب تو شہید ہو گا اور اگر پیٹ سے پڑھتا ہو تو شہید ہو گا کیونکہ
 بدون زخم یا طنی کے پیٹ کی طرف سے خون نہ کو نہیں آتا اور پچان سرور پیٹ کے خون کی یہ ہے کہ سر کا خون صاف ہوتا ہو اور پیٹ کا خون لیتہ ہوتا ہو کذا فی الشامی
 والفتح شامی نے کہا کہ شامی کی عبارت میں قلب ہو گیا صواب یہ ہے کہ جادہ اول ذکر کرنا چاہیے اور صافیا اخر میں فیخرج حنہ ما لا یصل الی الکفین
 دیر اذ ان نقص ما علیہ عن کفین السنة دینقص و لا یصل الی کفین کلمہ سنون پس او بار بجا شہید پر سے وہ چیز جو کفین کی لیاقت نہیں رکھتی

ہوگی تیب تو غسل نہ دیا جائیگا اور اگر امور مذکورہ میں سے کسی سے فائدہ لینا بعد زخمی ہونے کے پایا جائیگا تو شہادت کامل نہیں ملے گی جس سے غسل
و نہی ترک کیا جھکو و عذاکلہ اذ کان بعد ان تضاعف الحرب لوفہا ای فی الحرب لا یصدیر من کتاب بنی ممّا ذکر اور یہ سب باتیں جن سے شہادت ناقص ہوتی ہے
اوس صورت میں کہ لڑائی ہو چکی ہو اور اگر لڑائی کے اندر یہ امور ہوں تو ان مذکور چیزوں میں سے کسی سے فتنہ نہ ہوگا ہر صورت میں شہید کامل ہوگا رکعت اولت
فی الشہید الکامل الاثر الثانی شہید آخرۃ و کذا الحجت مخوۃ ای یہ سب شرطیں شہید کامل کے باب میں ہیں جو دنیا اور آخرت دونوں میں
شہید ہو ورنہ مرتب شہید آخرت تو ہوتا ہی ہوا اور اس طرح شہید آخرت جو جنابت والا اور مثل ویسے لینے مجنون اور لڑکا اور وہ مقتول جو ظلم سے مارا جا
اور اس کے مارے جانے سے مال واجب ہو یہ بھی شہید آخرت ہیں ہم شرطیں شہید کامل کی چھ مذکور ہوئی ہیں اول عقل دوم بلوغ سوم طہارت جنابت جیسی چیز سے
چھارم قتل ہونا براہ ظلم یا جہاد میں یہ حکم واجب ہوتا عرض مالی کا شتم بعد زخمی ہونے کے منتفع نہ ہونا امور مذکورہ بالا سے اور شہید دنیا سے یہ عرض کہ غسل
نہ دیا جائیگا مگر اوس صورت میں کہ جنب ہو یا نجاست خارجی سوا اسکے خون کے لگی ہو اور شہید آخرت سے یہ مراد کہ جو ثواب شہدائے لیے وعدہ ہوا ہی
اوسکو حاصل ہوگا کذا فی البحر من قصہ العدۃ ثا صاب نفسہ والغریب الحریق والغریب والمہدم علیہ المبطون والمطعون انفساء الملبیۃ
الجمعة و صاحب خاٹا کجنب مرآتہ و یطلب العلم عند علم السیوۃ سوا الذلین واللہ تعالیٰ اعلم اور شہید آخرت ہی جو شخص کسی دشمن کا قتل کرے اور تیار
اپنے ہی مارے اور پانی میں ڈوبا ہو اور بکھر مرے والا اور سفر میں مرے والا اور جہاد میں مرے والا اور بیٹ کی بیماری لینے دستوں یا استسقا سے مرے والا اور
وہا سے مرے والا شامی نے کہا کہ جو شخص ایام و بایں اپنے شہر میں صابر بہ نیت حصول ثواب ٹھہرا ہے وہ اگر اوس عرصہ میں کسی اور مرض سے مر جائیگا وہ بھی
شہید ہوگا اور نفاس الی عورت خواہ جینے کی وقت مرے یا مدت نفاس میں اور جو شخص چھبر کی شب کو وفات پاوے اور ذات بکثت والا اور جو شخص اوس حالت میں
ہوئے نہ علم کا طالب ہو لینے علم میں مشغول ہو خواہ تالیف کرتا ہو یا پڑھتا ہو یا ترمیم کرتا ہو یا سنتا ہو اور شہداء آخرت کو سیوطی نے بقدر قس کے شواہد کراہی
والد اعلم ہم جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب تثبیت میں لقا مذکور کو طرح بیان کیا ہے بیٹ کی بیماری والا غریق و ب کمر بٹے والا ذات البیہ والا بھڑکتا
کہ اپنے محل وغیرہ بیٹ کے اندر کی چیز سے مر جائے سئل والا سفر میں مرنے والا مرنے والا بیٹ والا اپنے گھر والوں کی حفاظت یا اپنے مال کی حفاظت یا اپنی جان
بچانے میں مرنے والا ظلم سے مرنے والا استحقاق میں مرنے والا بشرطیکہ یا رسائی اور پوشیدگی کے ساتھ ہو جس شخص کے گلے میں پانی وغیرہ کا پھندا لگا کر چھوڑ دیا
جسکو درندے نے بھاڑا ہو جسکو بادشاہ نے ظلماً قتل کیا ہو یا زبردستی پڑا ہو یا بادشاہ کے خوف سے چھپا پھرتا ہو اور مر گیا ہو اور جسکو سانپ بچھو
وغیرہ نے کاٹا ہو جو علم شرعی کی طلب میں مرا ہو جو بہ نیت ثواب اذان دیتا ہو جو سردار کے بیچ بولتا ہو جو شخص اپنے زن فرزند اور طلبہ کو ان میں اور تعارض
جاری کرتا ہو اور طلال کی گمانی سے اوٹ نکھلاتا ہو جسکو جہاد میں لڑائی سے وفات ہو جو عورت پر مبرک کر کے مرے جو شخص ہر روز ۲۰ بار یہ کلمات کہہ لیا کر
اللہم بارک لی فی الموت و فی ما بعد الموت جو شخص نماز چاشت پڑھے اور ہر چھ مین تین روز سے سکھ اور ترک کرے کہ نہ کرے نہ سفر میں نہ مقام میں
جو شخص امت کے فساد کی وقت سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر مضبوط رہے جو شخص اپنے مرض موت میں ۴۰ بار کہے لا الہ الا انت سبحانک انک انت
کے کثرت من لظالمین کذا فی اللحاوی شامی نے کہا کہ اس تعداد پر بعض علماء مالکیہ نے اتنے اور زیادہ کیے ہیں جو جگہ مر جائے جو کہہ کر اسکو نظر
جہاد کا ہے جو حرب سورہ لیس پڑھے جو شخص سوار کے جانور پر سے گر کر مرے جو کھوکھو طہارت کے ساتھ سوئی اور مر جائے جو شخص نہنگی بھر لوگوں کی مدد کرتا رہے
جو شخص ہر روز سو بار درود پڑھے جو شخص سچے دل سے اسکی راہ میں قتل ہونے کی دعا مانگا کر گئے جو شخص حاجت کے وقت مسلمان کے کسی شہر میں
علم لیا ہے جو شخص روز جمعہ کو وفات پاوے جو شخص صبح کو تین بار کہے اعوذ باللہ الشیخ العکیم من الشیطان الرجیم اور تین بار آمین سورہ حشر کے
آخر کی پڑھے اور اوس روز وفات پاوے اور ان سب اشخاص کے لئے ثواب شہادت اعادیت میں آیا ہے اور پورا بیان شامی میں ہے

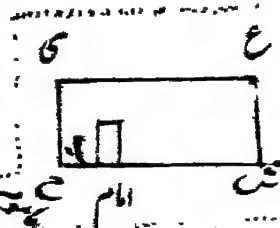
اسی طرح کہ
میت پیداوار
اس حالت میں
کہ موت کے
بعد جو
یعنی جنین جو
موت کے بعد
نوبت ہو جائے
میت میں ہوں
خدا وین میں

باب الصلوٰۃ فی الکعبۃ

باب الصلوٰۃ فی الکعبۃ

یہ باب ہے کعبہ کے اندر نماز پڑھنے کی کیفیت میں فی الساب زیادہ حال الترتیب و حسن اس باب میں مضمون نسبت عنوان کے زیادہ ہو لینے عنوان میں صرف کعبہ کے اندر نماز کا ذکر ہو اور عبارت میں ذکر کعبہ کے گرد اور اوپر نماز پڑھنے کا بھی ہو اور یہ اچھی بات ہے کہ عنوان سے زیادہ بیان کیا جائے اور معیوب ہو جس بات کا ذکر عنوان میں ہوا اور مکالمہ حال نہ بیان کیا جائے یہ صحت فرض و فضل کافی اور فوقہ کو بلا سترہ لان القبلۃ عندنا ہی العزۃ والھواء الی عند اللہ صلی علیہ وسلم ہے فرض اور نقل کعبہ کے اندر اور کعبہ کے اوپر اگرچہ بدون سترہ ہو اسلئے کہ قبلہ ہمارے نزدیک میدان اور ہوا ہے آسمانی سطح تک ہم امام تک کے نزدیک کعبہ کے اندر فرض نماز درست نہیں اسلئے کہ جب ایک طرف کو نہ کر گیا دوسری جانب کو پشت ہوگی حالانکہ وہ بھی قبلہ ہو اور ہماری دلیل یہ ہے کہ حاجت ہے کعبہ کے ایک بڑے مہاجرین کی طرف منہ کیا جاوے اور یہ بات جس جزو کی طرف منہ کر کے نماز شروع کر گیا حاصل ہو جائیگی وہی جزو میں قبلہ ٹھہر گیا اور اسکے غیر کی طرف پشت کرنا مفسد نماز نہ ہوگا اور عرصہ اور ہوا سے مراد یہ کہ عمارت کعبہ قبلہ نہیں بلکہ خالی جگہ اور اسکے اوپر کی ہوا آسمان تک قبلہ ہو کرانی الشامی دارالکتاب والذہبی تریک التعظیم اگرچہ مکرر ہو دوسری صوت لینے نماز پڑھنا اور خانہ کعبہ کے بسبب حاجت کے اور بسبب نہونے تعظیم کے ہم شرح ملتقی ہیں کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سات جگہ نماز پڑھنے سے منع فرمایا اول اذنوں کے پھینکنے کی جگہ دوم قبرستان سوم نجاست ڈالنے کی جگہ چارم شیع عام ہے کعبہ لینے جانور کی ذبح کرنے کی جگہ ششم خانہ کعبہ کے اوپر ہنرمند عام کے اندر منبر لگا دیا اور جماعت ان صلی اللہ علیہ وسلم فی النوحۃ الکعبۃ الا اذا جعل فضاہ الی وجہہ امامہ فلا یصلیٰ اقتداءہ لتقدمہ علیہ صحیح ہے نماز کعبہ کے اندر نہایا جماعت سے اگرچہ کعبہ کی طرف منہ کر نہیں جماعت والوں کے منہ ہر طرف ہو کر ہر جگہ مقتدی اپنی پشت امام کے چہرہ کی طرف کر گیا تو اس کا اقتدار درست نہ ہوگا بسبب اس کے بڑھانے مقتدی کے امام سے لینے جس صورت میں کہ مقتدی کی پشت امام کی طرف ہو تو دو منہ ایک ہی طرف اور مقتدی کعبہ سے قریب ہو شایع ہے کہ کمالان متعلقہ شرط یہ نہیں دیکھو جعل وجہہ لوجہہ بلا حائل ولو لم یجدہ لم یکرہ فیہی اربعہ اور مکرر ہو کر نہ اپنے چہرہ کا مقابل چہرہ امام کے بدون آڑ کے اسلئے کہ مشابہ صورت پرستی کے ہو اور اگر امام کے پہلو کی طرف منہ کر گیا تو مکرر ہوگا تو یہ چار صورتیں ہوں ہم لینے صوت اول یہ ہے کہ مقتدی کا منہ امام کے منہ کی طرف ہو یہ صورت مکرر ہو تو ہم یہ کہ مقتدی کا منہ امام کے پہلو کی طرف ہو یہ بدولت کہ اہل جائزہ ہی شوم یہ کہ مقتدی کا منہ امام کی پشت کی جانب ہو یہ بھی بلا کراہت درست ہو چنانچہ یہ کہ مقتدی کی پشت امام کے منہ کی طرف ہو یہ صورت ناجائز ہے کذا فی الطحاوی و تلخیص لوتخاوا حو کھا ولو کان بعضہما قریبا لکھا من امامہ ان لم یکن فی جانبہ لکھا وحکما اور درست ہو نماز اگر حلقہ کریں گرد کعبہ کے اگرچہ بعض مقتدی کعبہ زیادہ قریب ہوں بہ نسبت اپنے امام کے بشرطیکہ امام کی طرف میں زیادہ قریب نہوں اور کعبہ سے قریب شخصوں کی نماز اسلئے درست ہے کہ وہ مکمل امام سے پیچھے ہیں ہم یہاں سے حکم کعبہ کے باہر لینے مسجد الحرام میں پڑھنے کا ذکر ہے کہ جماعت اور میں گرد کعبہ کے حلقہ کی صورت درست ہے کہ عہد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آج تک اس طرح نماز ہوتی آئی ہے پھر اس حلقہ کی جماعت میں ہے اگر کوئی شخص امام کی نسبت کعبہ سے قریب ہو تو دیکھنا چاہیے کہ اگر شخص مکرر ہو اور اس طرف ہو جس طرف امام ہو تب تو اس کی نماز نہ ہوگی کیونکہ اس صورت میں وہ امام سے آگے بڑھنا ہوا ہوگا اسلئے اس کا تالیف نہ ٹھہرا اور اگر دوسری جانب میں کعبہ سے قریب ہو گیا ہو تو اقتدار درست ہو اسلئے کہ اگر بڑھنا امام سے اس وقت ہوتا ہو کہ دو نوں کی ہمت ہوتی ہو جب ہمت ہوتی ہو تو امام سے آگے بڑھنا بھی ثابت نہوا اسید سے اقتدار صحیح ٹھہر کذا فی الشامی و او دھن مستأثر کر کے فی جانب الامام و کان اقرب الیہ و یبغی لفساد احتیاطا لکعبۃ الامام و لہذا صورتہ

اور اگر کوئی مقتدی اس کو سننے کی سیدھ میں کھڑا ہو اور امام کی جانب میں ہو اور کعبہ سے نسبت امام کے زیادہ قریب ہو تو میں نے ماموم امام اس مسئلے کے حکم نہیں دیکھا اور احتیاط کی رو سے تاسد ہو تا نماز مقتدی کا شایان ہے بسبب غالب ہونے امام کی ہمت کے اور یہ صورت ہو اس کی ہم اس مسئلے کے سمجھانے کے لئے ہم صورت مذکورہ بالا کو دونوں سے نشان کرتے ہیں فرض کرو کہ شعی ح خانہ کعبہ اور درکن مجرگو شعی ح اور فرض کرو



امام دروازہ ب کے سامنے کھڑا ہو اور مقتدی نے رکن حجر کی طرف منہ کر کے نیت کی تو ہر صورت میں چونکہ گوشہ
حدیث کے دو طرفوں کا ہوتا ہو مقتدی کی جہت قبلہ دیو اسح ش اوسح ی دونوں میں لیکن اگر امام کی نسبت
کعبہ سے قریب ہو جائیگا تو اوسکی نماز درست ہوگی اسلئے کہ ہر جہد جانب ح ی بھی اوس کی جہت ہی ہوگی چونکہ
ح ش کی طرف امام ہی تو اعتنا ملا نہیں کہ اسی جہت کو مقتدی کی جہت ٹھہرائی جائے تو مقتدی کا کعبہ سے قریب ہونا
ایسا ہوگا کہ اتحاد جہت کی صورت میں اپنے امام سے آگے بڑھ گیا اور حلقہ اقطار کا پہلے مسئلہ کی صورت میں تاہر کہ امام کی طرف کے نقطے مقام مقتدی کی نسبت میں جو امام کی نسبت کہ
کعبہ سے دور ہیں اور باقی تین طرفوں میں کعبہ سے قریب ہیں وکذا الواقفہ و امر خا جہا امام فیہا والباب مقبوضہ لاندہ کفایہ فی الخراب اور اس طرح
درست ہو اگر مقتدی کعبہ کے باہر سے اقتدار کریں اوس امام کے پیچھے جو کعبہ کے اندر ہوا اور دروازہ کعبہ کا کھلا ہوا سیلے کا امام کعبہ کے اندر ہونا ایسا ہی جیسا مقتدی میں
کھڑا ہونا امام کا کعبہ کے اندر ہونا امام ہی اس سے کہ مقتدیوں میں سے کوئی اوسکے ساتھ ہو یا نہیں اور یہ اقتدار کو درست ہی مگر کراہت کے ساتھ اس لیے
کہ امام کا قدام اوچھا کھڑا ہونا مکروہ ہو اور دروازہ کے کھلے ہونے کی قید اسلئے لگائی کہ امام کے رکوع سجدہ کا حال مقتدی دیکھ کر معلوم کر لیں پس اگر دروازہ
بند ہو اور کوئی بکرا امام کے الہا کی آواز پوچھا تا جائے تو اقتدار جائز ہونا چاہیے لکن فی الخطا وی والداعلم واستغفر اللہ العظیم الکریم

کتاب الزکوٰۃ

یہ کتاب جو احکام زکوٰۃ کے بیان میں قرآن بالصلوٰۃ فاشتبہ ثمانین موضعاً فی التشریح دلیل علی کمال الاتصال بینہما و فرقت فی السنۃ الثانیۃ
قبل فی ضرر مضار متصل بیان کرنا زکوٰۃ کا نماز سے ۸۲ جگہ قرآن شریف میں دلیل ہے دونوں میں کمال کے درجے کے اتصال کی اور زکوٰۃ دوسرے
پرس فرض ہوئی رمضان کے فرض ہو نیسے پیشہ ہم یہ بیان مناسبت کا شارح نے کر دیا کہ ہر خیر و نہ اور نماز عبادت بدنی میں نون پس پس کر ہونی چاہیے مگر چونکہ نماز
زکوٰۃ میں اتصال شدت سے ہوا سو جو سے زکوٰۃ کو روزے پر مقدم کیا گیا طحاوی نے کہا کہ شارح نے ۸۲ جگہ یہ توجیہ صاحب تہر الفائق اور بحر الرائق کے کلمہ یا جنوفا
اس شمار کو مناقب بزانہ کی طرف منسوب کیا ہو مالا نکہ یہ شمار غلط ہے صحیح یہ ہے کہ ۲۲ جگہ ایک ساتھ دونوں کا ذکر قرآن مجید میں ہو چنانچہ ہمارے استاد نے اوسکو
شمار کیا ہو ولا تجب علی الانبیاء اجماعاً اور زکوٰۃ واجب نہیں انبیاء علیہم السلام پر بالاتفاق ہم مفتی بابو السعود نے وجہ انبیاء علیہم السلام پر زکوٰۃ واجب
نہونے کی یہ لکھی ہے کہ یہ بزرگوار اپنے پاس کی چیز کو ولایت جانتے تھے تخریج کے موقع پر اوسکو صرف کر ڈالتے تھے اور بیوقوف صرف کرنے سے اوسکو روکتے
دوسرے یہ کہ زکوٰۃ طہارت ہو اوس شخص کے حقیقین جو آلودہ گندہ ہوا اور انبیاء علیہم السلام گناہوں سے معصوم ہیں لکن فی الخطا وی ہلک فی الظہارۃ والنام
و شہا تصلیک تخریج لا باحۃ فلو اطعم یتیمنا زکوٰۃ لا تجزیہ الا اذا طعم الیہ المطعوم کما لو کساہ بشرط ان یقبل القبض الیہ لاجل علیہ نفقتہم
مضمرات خلافاً للشافعی بزانہ زکوٰۃ لغت میں پاک ہونے اور بڑھنے کو کہتے ہیں اور شرعاً مالک کرنا ہو تو اوس حصہ مالی کا جسکو شارح نے معین کیا ہو شرعاً
کہا کہ ملک کی قید سے اباحت لینے چیز کا مباح کر دینا کل گیا تو اگر کسی یتیم کو یہ نیت اور زکوٰۃ کوئی شخص کھلا کر دے تو کافی ہوگا اسلئے کہ ہر جہد کھانی کی
یہ چیز یتیم کو دینا لے تو کافی ہوگا جیسے کافی ہو ادا سے زکوٰۃ کے لئے اگر کبریا پر پنا دے یتیم کو بشرطیک وقوع کو سمجھتا ہو لیکن جہت کو چھٹیک نہ دیتا ہو لیکن جس صورت میں
کہ اوس شخص پر یتیموں کے نفقہ کا حکم ہو گیا ہو تو اب اوسکو کبریا پر پنا نا ادا سے زکوٰۃ میں کافی ہوگا لکن فی المضمرات بخلاف ابو یوسف کے کہ لانی البزازیہم چیز کے
لینے کو سمجھنا کھانے اور لباس دونوں سے متعلق ہے اور مسئلہ حکم نفقہ کی یہ صورت ہے کہ مثلاً قاضی نے یتیموں کا نفقہ کیسویہ سے اوس شخص کے ذمہ کیا
آپ اگر یہ شخص نفقہ کی چیز کو زکوٰۃ میں شمار کرے گا تو زکوٰۃ ساخط ہوگی اس لیے کہ حکم قاضی کی تعمیل تو خود واجب ہو پس ایک واجب سے دوسرا واجب
کیسے ادا ہوگا اھ منی جمع کی نفقہ میں مناسب نہیں غیر مفروض چاہیے اسلئے کہ اوس کا مرجع یتیم بعینہ مفروض ہو اور امام ابو یوسف کے نزدیک اباحت

سے بھی ادائی زکوٰۃ درست ہو کہ انی الشامی اور قرق اباحت اور تملیک میں یہ ہو کہ اباحت سے پیشتر کا کام میں لانا مباح ہو جانا یہ نہیں کہ او میں جو تصرف چاہے وہ کر سکے اور تملیک سے سب طرح کے تصرف کا اختیار ہو تاہو مثلاً اگر کھانا یا غیر کو مباح کیا تو اسکو اختیار اس کے کھا لینے کا ہو نہ اور تصرف کا اور اگر مالک کیا تو چاہے خود کھائے چاہے دوسرے کو دے یا بیچے جزو مال حرم المنفعة فلوا سکن فقیراً ادارۃ سنۃ ناویلاً لا یجوز بحکمہ الشامی

دھول یعنی غنسی نصاب خولی خرم النافذۃ والنفطۃ زکوٰۃ مالک کرنا ہو مال کے ایک ٹکڑے کا کہ شارع سے اسکو ٹھرا دیا ہو اور وہ چالیسوں حصوں میں تقسیم ہو چہر ایک سال گذر گیا ہو شارح نے کہا کہ مال کا حصہ کھنے سے نفع خارج ہو یعنی وہ زکوٰۃ میں محسوب نہیں ہو سکتا مثلاً اگر کسی فقیر کو اپنے گھر میں یک سال بنیت ادائے زکوٰۃ رکھنا تو کافی ہو گا کیونکہ اسکو نفع کا مالک کیا نہ مال کا اور چالیسوں حصہ کی قید سے صدقہ نفل محل گیا کہ اس کے باہین کچھ تعیین ہی نہیں اور صدقہ فطر بھی محل کیا اس لیے کہ وہ چالیسوں حصہ نہیں ہوتا مطلقاً دئی گیا کہ چالیسوں حصہ شارح نے بیان کیا اور زکوٰۃ جائز دن اور غلہ کی بھی سہین شامل ہو گیونکہ وہ قائم مقام چالیسوں حصہ کے ہو مفسر فقیر دلو معنوا غیر ہاشمی کہ مولانا ہی معتقہً هذا معنی قولاً لکتب لک الممال الی المعهود اخرجہ

مشرعاً مالک کرنا ہو مسلمان فقیر کو اگرچہ ناقص العقل جو نہ اولاد ہاشم کو اور نہ اس کے موٹے بیٹے آزاد کیے ہوئے غلام کو اور نہی ہو مراد کنز کے قول تملیک الممالکی یعنی وہ مال جس کا کھانا شرعاً معلوم ہو ہم مصنف نے زکوٰۃ کی تقریر میں تملیک جزو مال عنہ الشارع کہا ہو اور صاحب کنز نے تملیک الممال کہا ہو تو شارح کہتا ہو کہ مال دونوں تقریروں کا ایک ہو کیونکہ کنز میں الممال سے مال معهود مراد ہو اور الف لام عہد کا ہو یعنی وہی مال جو شارح نے مقرر کیا ہو جمع قطع المنفعة عن الممال من کل وجه فلا یکون فی أصلہ دفع مالک کرنا ہو ہر طرح کہ منفعت مالک کرنا ہو اسے کی ہر وجہ سے منقطع ہو جاوے اس سے یہ نکال کہ زکوٰۃ کا دینا اپنی اصل یعنی مان باب داد ادائی تا نانانی وغیرہ اور اپنی فرع یعنی بیابانی پوتا پوتی تو اسانوا سنی وغیرہ کو نہ کیونکہ انکو دینے میں من وجہ اسکی منفعت تاتی

لہ تعالیٰ بیان لا شترائط الذی مالک کرنا ہو غلامے کے حکم کی تعمیل کیلئے شارح نے کہا کہ یہ بیان جو بنیت مشروط ہونے کا ہے جب یہ کہا کہ فقیر کو دینا خدا سے بقائے کے امر کی بجا آوری کے لیے ہو تو معلوم ہو کہ زکوٰۃ میں بنیت شرط ہو جیسے اور عبادات مقصودہ میں شرط ہو بالاجماع کذا فی الیہ دشر دشر اضرابا عقل وبلوغ و اسلام وحریۃ والعلمۃ لوحکم انکونہ فی دارنا اور زکوٰۃ کے فرض ہونے کی شرط عاقل ہونا اور بالغ ہونا اور مسلمان ہونا اور آزاد ہونا اور فرض ہو نہکا جانتا ہو اگرچہ فرض ہو نہکا علم حکم کی رو سے ہو جیسے مالدار کا دارالاسلام میں ہونا کہ یہاں بیعی عذر نہیں ہو سکتی ہاں اگر کوئی کافر مالدار دارالحرب میں مسلمان ہوا اور چند سال یہاں رہا اور اسکو زکوٰۃ کا حال معلوم ہوا تو اوپر زکوٰۃ واجب نہوگی کذا فی الشامی ہم فرض ہونے میں اتنی قیدوں کے لگنے سے معلوم ہوا کہ لڑکے اور مجنون اور کافر اور غلام کے مال پر زکوٰۃ نہیں دسکتی اسی سبب افتراضہا کیلئے نصاب حرم نسبة للمحول محکوم علیہ نام بل فی صفتہ مالت خرج مال منکب اور سبب اس کا لینے زکوٰۃ کے فرض ہونے کا پوری ملکیت نصاب حولی کی ہو شارح نے کہا کہ حولی نسبت ہو حولی کی طرف یعنی سال اور اس مال کو حولی اس لیے کہا کہ اوپر سال گذر جاتا ہو اور لفظ تام رفع کے ساتھ صفت ہو ملک کی اس قید سے مکاتیب کا مال محل گیا کہ اوپر ملک کامل مکاتیب کو نہیں ہوتی اسی وجہ سے اس کے مال پر زکوٰۃ نہیں ہم سال سے مراد چاند کے بارہ مہینے ہیں سال شمسی کذا فی الشامی اقول انہ خیر بالشترائط الحریۃ علی ان المطلق یصرف لکامل میں کہتا ہوں کہ مکاتیب تو مکمل چکا ہو حریت کی شرط ہونے سے علاوہ اسکے مطلق ملک سے فرد کامل یعنی ملک تام ہی مراد ہوگی ہم اس بیان سے شارح کی غرض یہ ہو کہ لفظ تام مصنف کی عبارت میں زائد ہو شامی نے کہا کہ شارح کے قول میں کلام ہو کیونکہ مصنف سبب وجوب کی تعریف کرتا ہو جو جامع و مانع ہونی چاہیے تو اگر ملک مطلق بیان کیا ہو اور تام کی قید لگائی جائے تو بلاشبہ ملک مکاتیب تعریف میں داخل ہوگی اور ذکر حریت کا شرط بیان میں سبب کی تعریف کا نقصان دہ نہیں کرتا اور مطلق کا محمول ہونا مفرد کامل پر ایسی جگہ ہو اگر تاہو کہ کسی وجہ سے قید مذکور نہ ہو تو دفع اعتراض کے لیے یہ

نصاب
نصفین ہیں اور غنسی
نصفین ہیں اور غنسی
نصفین ہیں اور غنسی
نصفین ہیں اور غنسی
نصفین ہیں اور غنسی
نصفین ہیں اور غنسی
نصفین ہیں اور غنسی
نصفین ہیں اور غنسی
نصفین ہیں اور غنسی
نصفین ہیں اور غنسی

وہ

توجہ کر دیتے ہیں نہ یہ کہ جو قید مفید ہوا و سکون نہ سمجھا جاوے خصوصاً سمجھانے کے مقام میں اتنے دخل مافیک بسبب حیثیت کہ منصوب خلط مال کا
 نہ غیر منفصل عند یونان ہے اور واضح ہو لیسے اس نصاب میں سپر زکوۃ واجب ہو وہ مال جس کا مالک نہ حیثیت سبب سے جیسے چھینی ہوئی چیز کو اپنے مال میں
 ملا دیا بشرطیکہ اسکے پاس اور مال ہو اس مال مخلوط سے جدا اس قدر کہ پورا کر دے اور اس کا دین لینے مال منصوب کی قدر اس جدا گانہ مال سے ادا ہو جائی ہم صورت
 مسئلہ کی یہ ہے کہ ایک شخص کسی مال چھین کر اپنے مال میں لپی طرح ملا دیا کہ دونوں میں نہیں ہو سکتے تو امام صاحب زکوة دوسرے مال کا خلط کر دینا ایسا ہی جیسے اسکو تلف کر دینا
 لینے اس شخص پر ضمان لازم ہو تو اس سب مال کی زکوۃ اسکو دینی ہوگی کیونکہ خلط سے جو سبب حیثیت ہو وہ اس مال منصوب کا مالک ہو گیا ہو اگر سب کی زکوۃ دینے میں
 یہ شرط ہو کہ اسکے پاس اس مال مخلوط کے سوا طبعی ہوتا مال ہو کہ اس سے ضمان دادا کر سکے اور اگر اور مال نہ ہوگا تو چونکہ اسکے مال میں خیر کا حق ملا ہوا ہے اسلئے اس پر منصوب
 مال کی زکوۃ واجب ہوگی اور صاحبین کے نزدیک خلط کرنا مثل تلف کر دینے کے نہیں اسلئے موجب ضمان بھی نہیں تو اس سے ملک ثابت ہوگی اور نہ زکوۃ واجب
 ہوگی کہ اتنی اتنی تصرف خارج عن ین لا مطالبہ موجب قلع باک سوا کل للہ زکوۃ و خراج اول العبد لو کھالہ و مولا و صدقات زحمتا و مال المغرقات
 اور نفقہ ملوئہ بقضاء اور ضائع بخلاف دین نہ رکھنا و کفایت و کفایت سبب وجوب زکوۃ ملکیت ایسی نصاب کی ہو جو زائد ہو اس قرض سے
 جس کا طلب کرنا لا کوئی بندہ کی طرف سے ہو برابر ہو کہ قرض کو راند لے گا کہ ہو جیسے زکوۃ اور خراج یا قرض بندہ کا ہو یا بویہ نکالت کے ہو یا قرض معاوی ہو یا اگر
 مہر کی زکوۃ کا ہو جسکی مدت وقت فراق ہو یا قرض بندہ کا بطور نفقہ کے ہو کہ اوپر قاضی کے حکم سے یا ایسی رضامندی سے لازم ہوا ہو بخلاف قرض تدار و رکھنا
 امر حج کے بسبب نہ مطالبہ لینے ان قرضوں کا طلب کرنا لا کوئی بندہ نہیں اگرچہ قیامت میں کاملاً لیا ہوگا ہم زکوۃ میں بندہ کی طرف سے طلب ہو کہ شروع
 اسلام میں حضرت عثمان غنی کی قیادت تک زکوۃ امام لیا کرتا تھا پھر آپ نے قعدین کی زکوۃ کا نکالنا مالکوں کے سپرد کر دیا تاکہ حکام غلام لوگوں کے مال پر طبع کر دیں تو
 گویا ہر مالدار آپ کی طرف سے زکوۃ لینے کا اپنے مال سے وکیل ہو گیا اور قرض زکوۃ سے زکوۃ کے واجب ہونے کی یہ صورت ہو کہ مثلاً ایک شخص کے پاس
 مال بقدر نصاب ہو اور اوپر دوسرے برس گز گئے تو اوپر دوسرے برس کی زکوۃ واجب ہوگی اس لئے کہ پہلے برس کی زکوۃ اسکے ذمہ قرض ہو و سکون کالنے کے بعد
 نصاب ناقص ہو جائی اور کفالت کے قرض کی یہ صورت ہو کہ کسی شخص نے ہزار روپہ قرض لینے اور وٹل آدمی اسکے کفیل ہوے اور ان سب سے پاس ہزار ہزار روپہ
 تو ان میں سے کسی پر زکوۃ واجب نہیں اسلئے کہ قرض دینے والی کو اختیار ہو کہ جس سے چاہے اپنا قرض سکتا ہو اور ہر محل بعض فقہاء کے نزدیک مانع زکوۃ نہیں کیونکہ
 حاجت یہ ہے کہ اسکو کوئی مانگنا نہیں اور خوشانی میں سیکو صحیح کہا ہو کہ اتنی اطمانی تو نشانہ کا قول ہر محل کے باپ میں ضعیف ہو شامی کہ مانع خارج صفت
 نصاب کی ہو اور نفقہ فقیر کے ساتھ خلط ہو کفالت پر کہ لا ینعم الذین یحبون عذر و خراج و کفالت اور قرض مانع نہیں ہو وہ یکی اور خراج اور کفالت کے
 واجب ہونے کا لینے اگر آدمی کے ذمہ قرض ہو تو یہ نہیں کہ زمین کی پیداوار سے وہ یکی یا خراج اسکے ذمہ واجب ہو یا کفالت کسی قصور کا اوپر واجب ہو کیونکہ عذر
 و خراج متعلق پیداوار سے ہیں جو ہمیشہ نیا ہوتا رہتا ہو اور کفالت متعلق ذمہ سے ہو اس میں مغاسل و رتوگر برابر ہیں اتنا فرق ہو کہ مغاسل کو مہلت دینے میں بھیگی
 طوطا وینے کہا کہ میرا مال باپ کے لئے تعلق نہیں رکھتا شامی نے فرمایا ہو کہ خارج عن حاجتہ الاصلیۃ لا انشغال بھا کالمعدوم ذمہ و ابن ملاح
 بسا اذ فی حنہ المہلک تحقیقاً کتبا بہ و نقدیرا کد کف و نصاب مذکور ظاہر ہو اس شخص کی حاجت اصلی سے کیونکہ جو مال اصلی حاجت نہیں لگا ہوتا
 و غرض کے برابر ہو اور حاجت میں لگے ہوے مال کو ابن مالک نے یون بیان کیا ہو کہ جس سے آدمی اپنے اوپر سے ہلاک دفع کرے حقیقت میں
 جیسے اسکے کپڑے میں یا ہلاک تقدیری دفع کرے جیسے دین ہم حاجت اصلی کی چیز میں یہ ہیں خرچ روزمرہ مکان سکونت آلات حرب جاگیر
 گرمی کے کپڑے پیشہ ورون کے اوزار سامان خانہ و دوسری سوار سی کے جانور اہل علم کے حق میں کتابیں اور قرض کو ہلاک تقدیری اسلئے
 کہا کہ اسکی فکر میں آدمی شب و روز گھلتا ہو وراگے کوئی قرض نہیں دیتا اور قرض جو ان کے ہاتھ سے دولت اوٹھاتا ہو کہ اتنی اتنی

نقد ہر سال
 زکوۃ واجب

زکوٰۃ ہر بدن کے کپڑوں میں جگہ گرمی سردی کے دور کرنے کو ہوتی ہو کذا قال ابن ملک اور نہیں زکوٰۃ ہو گھر کے سہا بے ور رہنے کے گھروں اور ان کے شل لینے کا لون اور سرانوسین جکا کر ایہ ملتا ہو کذا فی الطحاوی وکذا الکتاب وان لم تکن لاهلها اذ المرنو للنجاسۃ غیر ان الاحل لہ اخذ الزکوٰۃ واما ساوت نضبا الا ان نکلون غیر فقہ وحدیث و تفصیل او نزیل علی نضبتہ منہا ہو المختار اور سیطرح زکوٰۃ نہیں کتابوں میں اگرچہ نہوں او سکے پاس ہو کما ابن ہو یعنی بے علم غص کے پاس ہوں تب بھی اونیں زکوٰۃ نہیں بشرطیکہ تجارت کی نیت اونیں نہوں ان استدہر کہ علم والے کو زکوٰۃ لینا جائز ہو اگرچہ کتابیں کئی نصاب کے برابر ہوں یعنی کتابیں او سکے حقیقین تو انگریز ہو گئی بخلاف بیعلم کے کہ او سکے پاس کتابیں بقدر نصاب ہوں تو او سکے زکوٰۃ کا لینا جائز نہوگا کذا فی الطحاوی مگر یہ کہ ہو وین کتابیں فقہ اور حدیث اور تفسیر سوا اور علموں کی بقدر نصاب او سکے ہونے سے عالم کو بھی زکوٰۃ کا لینا درست نہیں یا یہ کہ کتابیں علوم دینی کی ہوں مگر دو و نسخہ سے زیادہ ہوں تب بھی زکوٰۃ کا لینا درست نہیں یہی قول مختار ہو ہم طحاوی نے کہا کہ دو نسخوں سے زیادہ ہونے کا قول ضعیف ہو زکوٰۃ کے زانیہ نہیں معتبر ہو کہ ایک نسخہ سے زائد اگر ہوئی تب بھی زکوٰۃ لینا درست نہوگی اور فتح القدیر اور نہ الفائق میں اسکو مختار کہا ہو وکذا لک الا ان المحترقین الہامیقی انرجینہ کا بعض لایعجلہ ففیہ الزکوٰۃ بخلاف مال الایقی کیسا بون یساوی نضبا وان حال الحول اور سیطرح زکوٰۃ نہیں حرفہ والوں کے آلات میں مگر جس لک انرا باقی رہے جیسے کس کمال نگنے کے لئے تو او میں زکوٰۃ ہو بخلاف اس چیز کے کہ باقی نہ رہی جیسے صابن کہ برابر کئی نصاب کے ہو اگرچہ او سپر برس گذر جاوے مگر زکوٰۃ نہوگی ہم حرفہ والوں کے آلات دو قسم ہیں ایک وہ کہ کام کے بعد خود موجود ہیں جیسے بسولہ اور سوہن وغیرہ دوسرے وہ کہ باقی نہیں اور اس قسم کی دو نوع ہیں ایک وہ کہ انکا اثر موجود رہتا ہو جیسے کسم اور زعفران کی پیرا نگنے میں اور کس وریل کمال نگنے میں دوسرے وہ کہ او سکے کچھ اثر نہ رہے جیسے صابن تو پہلی قسم کے آلات میں زکوٰۃ نہیں اور دوسری پہلی نوع میں لینے کسم وغیرہ میں زکوٰۃ ہو اور دوسری نوع میں نہیں اور بعض نسخہ میں غص کی جگہ عصفور وہ غلط ہو کیونکہ عصفور کسم کو کہتے ہیں جو کچھ ارنگنے میں کام آتا ہو کمال نگنے میں فالہ اشامی و فی الاشباہ الفقہ لایکون غنیا بلکتبہ الاحتباب الیہا الا فی البعاد فتبا لہ اور اشاہ میں ہو کہ عالم اپنی حاجت کی کتابوں سے غنی نہیں ہوتا یعنی او سپر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی اور او سکے زکوٰۃ کا لینا درست ہو مگر بند و نکلے قرض میں مالدار تصور ہوگا لوگوں کا قرض داکرنیکے لیے او سکے کتابیں فروخت کیجائیںگی و لانی مال مفقود وجد بعد سنین و ساقط فی غیرہ

بعد ہا و مضبوط لایدینہ علیہ فالولہ بینہ تہب لما مضی لانی غضب السائمہ فلا یجب وان کان الفاضل مقرر اکمالہ اثنائہ اور نہیں ہو زکوٰۃ مال میں جسکو کئی برس کے بعد پایا لینے ایام گذشتہ کی زکوٰۃ دینی ہوگی اور نہ اس مال میں جو دیر میں گرا اور بعد کئی برسوں کے نکالا اور نہ اس مال میں جو کینے چھین لیا اور او سپر گواہ نہیں پس اگر او سکے گواہ ہوں تو ایام گذشتہ کی زکوٰۃ واجب ہوگی بعد قضا میں آنے مالکے مگر سائلہ جانور و نکلے غضب میں کہ زکوٰۃ واجب نہوگی اگرچہ چھینے والا غضب کا مقرر ہو جیسا خانہ میں جو ہم سامہ اون جانور و نکلے کہتے ہیں جبکو آدمی اکثر ایام سال میں مباح جمل میں چرائے دودہ اور بچہ لینے کی غرض سے تو چونکہ بعد غصہ ہوئے یہ امر اسکو حاصل نہوگا اس لیے ان ایام کی زکوٰۃ او سکے دینی نہوگی کذا فی الطحاوی و صدقون بعبیۃ شعی مکانہ نہ تذکرہ وکذا للودیۃ عند غیر معارفہ اور نہیں زکوٰۃ اس مال میں جو جمل میں مدفون ہو اور دفن کی جگہ بھول گیا ہو پھر او سکے یاد کیا ہو کیونکہ جگہ محفوظ نہ تھی اتفاق سے مال مل گیا اور سیطرح اس مال میں زکوٰۃ نہیں جو نا آشنا لوگوں کے پاس ہو کیونکہ اس صورت میں احتمال نیان کا غالب ہو اور اگر مال جان بچان والوں کے پاس نہ ہو تو زکوٰۃ واجب نہوگی بخلاف المدفون سے حرز بخلاف اس مالکے کہ کسی محفوظ جگہ میں مدفون ہو کہ او سپر زکوٰۃ واجب ہو ہم طحاوی نے کہا کہ مرز خواہ اپنا گھر ہو یا بیگ اور وجہ وجوب یہ ہو کہ سب گھر کو کھود کر مال ہلکتا ہو لیکن اگر مکان بہت بڑا ہو تو او میں دفن کیا ہو مال لیا ہو جیسا جمل میں و اختلاف فی المدفون فی کرہ و ارض مملوکہ و اختلاف ہو اس مال کی زکوٰۃ میں جو کسی باغ میں یا زمین مملوک میں دفن ہو ہم جو لوگ او سپر زکوٰۃ واجب بتاتے ہیں انکی دلیل یہ ہو کہ تمام زمین کا کھودنا ممکن ہو اور جو واجب نہیں کہتے وہ یہ کہتے ہیں کہ سب میں کا کھودنا دشوار ہو یا خالی دقت سے نہیں کذا فی الطحاوی

وہ دین کاں محمد المدیون سنین ولابینۃ علیہ شصا کرتا کہ بان اقرب بعد ہا عند قوم و قیدہ فی مصرف الخانیۃ بما اذا حلف علیہ عند القاضی اما قبلہ ففجب لما مضی اور زمین زکوٰۃ اوس قرض میں جس کا قرض دار نے برسوں انکار کیا تھا اور مالک کے پاس اوپر گواہ نہ تھے پھر اوس کے پاس گواہ ہو گئے اس طرح کہ قرض دار نے برسوں کے بعد لوگوں کے سامنے قرض کا اقرار کر دیا اور زکوٰۃ کے واجب نہ ہونے کو مقید کیا ہو خانہ کے بایا مصرف میں اس سے کہ قرض دار مکر سے قسم لگئی ہو قاضی کے محکمے میں اس سے یہ نکلا کہ قسم لینے سے بدیہ اگر منکر اقرار کر دیا تو گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ واجب ہوگی و ما اخذ مصلک ای طلب اکثر و صل الیہ بعد سنیں۔ بعد منہ و اور زمین زکوٰۃ اوس مال میں کہ بطور ڈانٹ کے زبردستی لیا جائے پھر مالک کو بعد چند برس کے طے بسبب بڑھنے مال مذکور کے ہم طحاوی نے کہا کہ عدم التمولیٰ مال مفقود سے لیکر مال مصادرہ تک کی لینے ان مالوں میں وجہ زکوٰۃ کے واجب نہ ہونے کی یہ ہے کہ مالک کیسویں ہا نہیں سکتا والاصل فیہ حدیث علی زکوٰۃ فی مال الضمار و هو مال لا یجوز ان ینفق بہ مع بقاء المالك اور اصل ایسے اموال کی زکوٰۃ کے نہ ہونے میں حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ہے کہ زکوٰۃ نہیں مال ضامین و مصادرہ مال ہے کہ مالک تو مال کی باقی رہے مگر اوس سے فائدہ لینا اوس کو ممکن نہ ہو ولو کان الدین علی مقوم علی اعلیٰ معسر و مفلس ای محکم مبالغہ اعلیٰ جاحد علیہ بدینۃ وعن محمد لا زکوٰۃ و هو الصبیح ذکرہ ابن مالک و غیرہ لان البینۃ قد لا تقبل او علم بہ قاضی سچی ان المفتی بہ عدم القضاء لعل القاضی فوصل لی مالک لزم زکوٰۃ ما مضی و تفصل الدین فی زکوٰۃ المال اور اگر قرض ایک شخص کا کسی مقر تو اگر نا و ہند پر ہو یا سنگدست پر یا دوا لیل پر لینے جس کے مفلس ہونے کا حکم مشہور ہو چکا ہو یا ایسے منکر پر قرض ہو کہ اوپر گواہ ہوں یا اوس قرض کو قاضی جانتا ہو پھر اس طرح کا قرض مالک کی ملک میں ہوئے تو اوپر گزشتہ برسوں کی زکوٰۃ لازم ہوگی شاریح نے کہا کہ امام فخر سے یہ مقول ہے کہ منکر پر قرض ہو تو باوجود گواہ ہونے کے اوپر زکوٰۃ لازم نہ ہوگی اور یہی قول صحیح ہے ذکر کیا ہے اوس کو ابن مالک اور دوسرے لوگوں کیوں کہ گواہ بعض اوقات مقبول نہیں ہوتے تو انکا ہونا نہوتا برابر ہو اور آگے آگیا کہ مفتی یہ ہے کہ اگر قاضی اپنے علم کے بموجب کسی معاملہ میں حکم کر دیا تو اس کا حکم صحیح ہوگا اور دین کی تفصیل ہم مال کی زکوٰۃ کے بانیین عنقریب ذکر کریں گے یعنی دین تین قسم ہو قومی اوسط ضعیف تو جو قرض ضعیف ہو اوپر زکوٰۃ نہیں کذا فی الشامی و سبب الزم و ادانھا توجہ الخطاب یعنی قولہ تعالیٰ ان الزکوٰۃ اور زکوٰۃ کے ادا کر نیچے لازم ہونیکا سبب متوجہ ہونا خطاب یعنی ارشاد خداوندی کا ہے کہ زکوٰۃ دوہم یعنی جب آیت میں خطاب تکلفون پر بعضیہ امر دیکھ لے ہو تو ادا کرنا اوسکا لازم ہو شامی نے کہا کہ یہ سبب حقیقی ہے اور پہلے جو مالک انفا کو سبب کہا تھا وہ مجازی تھا و سطر ای شرط افتراض ادانھا حولان الحول یعنی ملک و قلیۃ المال کا لہذا ہم والدنا کنیر لتعینھا للتجارة باصل الخلفۃ فلتزک الزکوٰۃ کیفما مسکھا للفقراء و السوم بقید ہا الا فی او نیۃ التجارۃ فی العروص اور شرط اوسکی لینے اداے زکوٰۃ کے فرض ہونے کی لازم جانا برس کا ہو یا طرح کہ مال مالک کی ملک میں رہی اور زمین ہوتا مال کا نقد کی زکوٰۃ میں جیسے روپے اشرفیان ہیں بسبب متعین ہونے ان دونوں کے تجارت کے لیے اصل بدایش میں تو لازم ہوگی ان دونوں پر زکوٰۃ جس طرح اونکو روک رکھنا اگرچہ خرچ روزمرہ کے لیے روپیہ یا اشرفیان کہ چھوڑ کر یا جنگل میں چرنا قید آئندہ کے ساتھ لینے جانور و نکی زکوٰۃ کے ادا میں جیسے برس کا گدنا شرط ہے ویسے ہی جنگل میں چرنا بھی شرط ہے یا شرط ہو نیت تجارت اسباب کی زکوٰۃ کے باب میں ہم پہلے جو شرطیں عقل وغیرہ کی مذکور ہوئیں وہ صاحب مال میں متعین اور یہ شرطیں خود مال کی ہیں مگر کمیون اور پھلون کی زکوٰۃ میں برسا گدنا شرط نہیں کذا فی الشامی اما صولیا و لابد من مقدارنھا لفقراء التجارۃ کی سیطی او دلالۃ لفقار بشرط عینا بعرض التجارۃ او بوجہ داسۃ الی التجارۃ بعرض فتصیر للتجارة بلا نیۃ صریحا اور اسباب میں نیت تجارت یا صراۃ ہو اور ضروری متقل ہوتا اس نیت کا عقد تجارت سے چنانچہ آگے آگیا لینے عقد کی وقت نیت کرے کہ جو چیز میری ملک میں آتی ہے وہ تجارت کی ہے تو اگر کوئی چیز گھر کے کام کو مولے پھر نیت تجارت کی کرے تو تجارت کی نہوگی چنانچہ آگے آتا ہے یا نیت تجارت دلائل ہوا سطح کہ مول

کوئی چیز میں سبب تجارت کے بدلے یا کرایہ دے اپنا مکان تجارت کا عوض کسی سیاب کے تو ہو جائیگا یہ سبب تجارت کے لئے برونیت
صحیح کے واستثنوا من اشتراط النیۃ عایشہ المصائب فانہ یکون للتجارۃ مطلقا لاندلیمالک بما لها غیرھا اور ہشتا کیا ہی علمائے
نیت کے شرط ہو نیسے اوس مال کو کہ مضارب خرید کرے اسلئے کہ وہ ہر صورت میں تجارت کے لئے ہو خواہ مضارب نیت کرے یا نہ کرے اسلئے کہ مضارب مال
مضارب تجارت کے لئے خریدے سوا اختیار نہیں رکھتا نہ الفاسق میں کہا کہ اگر مضارب کی مولی ہوئی چیز کو دالت نیت میں شامل رکھیں تو ہشتا کی
حاجت نہیں کذا فی الطحاوی ولا تصح نیت التجارۃ فیما سخر من ارضہ العشریۃ والحراجیۃ والمستأجرۃ للاستأجرۃ لئلا یجتمع المحققان
اور درست نیت تجارت کی اوس پیداوار میں جو پیدا ہوا و سکی زمین عشری میں یا خراجی یا اجارہ لی ہوئی یا مالگی ہوئی میں تاکہ نہ جمع ہوں
دو حق ہم علت ہی چاروں صورتوں کی مگر کرایہ اور عاریت کی صورت میں اوس وقت نیت درست نہوگی کہ زمین عشری ہو کیونکہ کرایہ اور عاریت کی زمین کی
دیہ کی ذمہ کرایہ دار اور مانگنے والے کے ہوتی ہی اسلئے اگر پیداوار میں زکوۃ بھی لازم ہو تو دو حق جمع ہو جائینگے ہاں اگر زمین مذکور خراجی ہو تو خراج مالک
زمین پر ہوتا ہو اب اگر کرایہ دار اور مانگنے والا نیت تجارت پیداوار میں کرینگے تو درست نہوگی کیونکہ اس صورت میں دو حق جمع نہونگے خراج اور شفع ہوگا
اور زکوۃ دوسرے پر کذا فی الطحاوی و شرط صلیحۃ ادا النہائیۃ مقارنۃ لہ اے للاذاعہ ولو كانت المقارنۃ حکما کما لو دفع بلا نیۃ ثمر لوی ولما
فأکثر فی بدال الفقیر و لوی عند الدفع للوکیل ثم دفع الوکیل بلا نیۃ او دفعها لذی لیدفعها للفقیر اذ لان المعبرۃ نیت الامر ولذا قال هذا
تطوعا وعن کفار فی ثمرہ لواء عن الزکوۃ قبل دفع الوکیل صرح اور صحت ادا سے زکوۃ کی شرط وہ نیت ہی جو ادا کے ساتھ متصل ہو اگرچہ
متصل ہو نامکمل ہو مثلاً زکوۃ فقیر کو بلا نیت دی پھر نیت کی اوس وقت کہ مال فقیر کے پاس سلامت ہی یا ایک شخص کو ادا سے زکوۃ کا وکیل کیا اور
وکیل مذکور نے روپہ دینے کی وقت نیت ادا سے زکوۃ کی کر لی پھر وکیل نے بلا نیت مستحق کو حوالہ کیا یا زکوۃ کسی ذمہ کی دی اس غرض سے کہ وہ فقیر کو دیوے
تو درست ہی اسلئے کہ معتبر نیت امر کرنے والے کی ہو اور سہوہ سے اگر وکیل سے کہا کہ یہ صدقہ نفل ہی یا میرے کفارہ کی عوض ہی پھر بیشتر اس سے کہ وکیل مال
کیکو دے نیت کوئی کہ زکوۃ کی طرف سے ہو تو درست ہی ہم نے اگرچہ وکیل دینے کی وقت نیت صدقہ نفل یا کفارہ موکل کی کرے مگر جو کچھ موکل اوسکے دینے
بیشتر نیت کر لیا وہی معتبر ہوگی اور ذمی کے دینے کی مثال اسلئے لکھی تاکہ معلوم ہو کہ عبادت مالی میں کافی نیابت جائز ہی بخلاف حج کے کہ وہ مرکب ہی
عبادت بدنی اور مالی سے اوس میں کافی زکوۃ کیل کرنا درست نہیں کذا فی الشامی و لو خلط زکوۃ موکلیہ خمن وکان متبرعا الا ان کلہ الفقراء
اور اگر وکیل نے اپنے موکلوں کی زکوۃ میں یا ہم خلط کر دیں تو وکیل ضمان دیگا اور مال مخلوط اگر فقیروں کو دیدیا تو اپنی طرف سے احسان کرنے
والا ہوگا موکلوں کی طرف سے زکوۃ ادا نہوگی مگر اوس صورت میں کہ وکیل مذکور کو فقیروں نے مال زکوۃ لینے کا اپنی طرف سے وکیل کیا ہو ہم
ضمان وکیل پر اوس صورت میں ہی کہ مالکوں نے اذن خلط کا دیا ہو اور اگر اذن دیا ہو صراحت یا دلالت اذن ہو اسطرح کہ مالکوں کو علم خلط کا ہو
اور وکیل سے تعرض کیا تو اس صورت میں خلط جائز ہی کذا فی الطحاوی و فلوکیل ان یدفع لولد الفقیر و زوجته لا لنفسہ الا
اذا قال ربھا فضعھا حیث شئت اور وکیل کو جائز ہی کہ زکوۃ دیوے اپنے ارگے محتاج اور اپنی زوجہ محتاج کو نہیں جائز ہی کہ لینا خود لے لے
مگر جس صورت میں کہ مالک نے کہ دیا ہو کہ صرف کرنا زکوۃ کو جس موقع پر تو چاہے تو ہر صورت میں اگر وکیل صرف زکوۃ ہوا و اپنے لئے رکھ لے تو جائز ہی
ورنہ جائز نہیں کذا فی الجلی و لو تصدق بدارھم نفسه اجراء النکاح علی نیت الجمع و کانت در اھم لکن لکذا و اگر وکیل نے خود اپنے روپے
زکوۃ میں دیوے تو کافی ہی بشرطیکہ وکیل کی نیت ہو کہ موکل کے روپیہ میں سے انکو لی لو لگا اور موکل کے روپیہ بھی اوسکے پاس موجود ہوں
تو اگر موکل کے روپیہ اسکے پاس اٹھ گئے ہوں یا اسے نیت اپنے روپیہ کا عوض لینے کی ہو تو موکل کی طرف سے یہ دینا کافی نہوگا کذا فی الطحاوی

اوصافہ بعض مال ماو حاکمہ وبعضہ ولا ینخرہ عن العہدۃ بالکفر بل بالادام للفقر اذ ینت ادا سے زکوۃ مقل ہوز کوۃ واجب کے
 علیہ کہنے سے خواہ کل واجب کے علیہ کہنے سے مقل ہو یا بعض کے اور مالدار بری الذمہ ہو گا زکوۃ کو علیہ کہہ دینے سے بلکہ فقیروں کو دینے کی بہت
 ذمہ پاک ہو گا کم لینے اگر زکوۃ کا مال جو علیہ کہ کیا تھا غلط ہو جائیگا تو زکوۃ ساقط نہوگی اور تصدق نہکے الا الذی نذر سراً او واجباً آخر
 فیصلہ بعض الزکوۃ یا ادا سے زکوۃ کی صحت کے لئے شرط ہر کل مال کا خیرات کر دینا مگر جس صورت میں کہ اس خیرات سے نیت کرے کسی نذر کی یا کسی
 دوسرے واجب کی تو یہ نیت اسکی نیت کے موافق درست ہو جائیگی اور زکوۃ کا ضمان دے مطلقاً وہی لئے کہا کہ تصدق کی قید سے معلوم ہو کہ اگر مال کو
 بعد زکوۃ واجب ہو چکے کسی غنی کو وہ بے کردیگا تب بھی زکوۃ ساقط نہوگی جیسے نذر میں اوٹھا دینے سے ساقط نہیں ہوتی ولو تصدق ببعضہ لا تسقط
 حصہ عند الثانی خلافاً للثالث اور اگر بعض مال صدقہ کر دیا تو اس صدقہ کیے ہوئے کی زکوۃ ساقط نہوگی امام ابو یوسف کے نزدیک بخلاف امام محمد کے کہ اگر
 نزدیک ساقط ہو جائیگی اور امام ابو حنیفہ اس مسئلہ میں امام محمد کے ساتھ ہیں تو یہی راجح معلوم ہوتا ہے کہ ان فی المظاہر والاطلاق فی بعض العین والدین
 حق لوانہ الفقیر عن النصاب ہم وتقطعنا وراتن نے تصدق کو مطلق رکھا تو وہ عام ہو موجود چیز اور دوسرے کچھ دے دین کو یہاں تک کہ اگر فقیر کو بری
 کر دیا نصاب تو صحیح ہو گا ابراہیم زکوۃ اس کے ذمہ سے ساقط ہوگی ہم لینے مثلاً زید کا قرض نہ عرو کے بقدر نصاب ہو اور عرو منسلک ہو نہ دے کہ کیا کہ میں نے تجھ کو
 قرض معاف کیا تو یہ معاف کرنا بھی صحیح ہو اور زید کے ذمہ سے زکوۃ بھی اوس نصاب کی ساقط ہوگی واصلہ ان اہل الدین عن الدین والعین عن العین
 عن الدین مچھوڑا دے اہل الدین عن العین وعن دین سب قبضہ لایمچی زاد جانتا چاہیے کہ ادا کرنا دین کا عوض دین کے اور ادا کرنا موجود چیز کا بدلہ
 موجود کے اور بدلہ دین کے درست ہے اور ادا کرنا دین کا بدلہ موجود چیز کے اور بدلے اوس دین کے جو عنقریب قبضہ میں آوے گا درست نہیں ہم مراد دین سے
 وہ مال زکوۃ ہو جو دوسرے کے ذمہ ہو اور عین سے مراد یہی کہ اوسکی ملک میں قائم ہو نقد ہو یا اسباب تو اس مسئلہ کی چار صورتیں ہیں اسلئے کہ زکوۃ دو حال سے
 خالی نہیں ہوا دین ہوگی یا عین اور جس مالکی زکوۃ دینی منظور ہو وہ بھی یا دین ہو گا یا عین لیکن چونکہ مال دین دو طرح کا ہو سکتا ہے ایک وہ کہ قبضہ میں نہ آوے
 ساقط ہو جائے اور ایک وہ کہ بھر زکوۃ اس کے قبضہ کرنے کا استحقاق ہو تو آپ پانچ صورتیں ہو گئیں جن میں سے تین میں ادا درست ہے اور دین ناجائز پہلی
 صورت زکوۃ دین کا ادا کرنا اوس مال دین سے کہ ساقط ہو جائے جیسی مثال اوپر گزری یعنی دیون منسلک کو نصاب بالکل معاف کر دینا دوسرے ادا کرنا زکوۃ
 عین کا مال ہو جو سے مثلاً نقد یا اسباب بقدر نصاب ہو اوس میں سے مقدار واجب کو دینا لا تو ادا درست ہے سوم ادا سے زکوۃ عین مال دین کے عوض
 مثلاً ایک شخص دوسروں سے پیسہ کا مالک ہو مگر کسی کو قرض دے رکھے ہیں تو اون کی زکوۃ میں پانچ روپیہ اپنے پاس سے دے دے تو یہ ادا درست ہو اور چرن
 صورت تو نہیں ناجائز ہے اور نہیں سے اول یہ کہ مال موجود کی زکوۃ میں دین کو دینا مثلاً ایک شخص کے پاس ۸۰۰ روپیہ موجود ہیں اونکی زکوۃ میں سے
 ۲۰ روپیہ اس کے ۲۰ روپیہ کسی منسلک پر آتے ہیں تو اون روپیوں کو اس مال موجود کی زکوۃ میں بھرا دینا جائز نہیں دوسری صورت
 یہ ہو کہ ادا کرے دین کو اوس مال دین کے عوض جو عنقریب مقبوض ہو گا مثلاً حامد کے ڈیڑھ سو روپیہ محمود کے ذمہ قرض ہیں حامد نے اونکو
 ۵۰ روپیہ معاف کر دیئے تو اون ۵۰ کی زکوۃ بھی اوس کے ذمہ سے ساقط ہوئی لیکن اگر یہ نیت کرے گا کہ سوا جو باقی رہے اونکی زکوۃ بھی انہیں
 پچاس میں آجاوے تو یہ درست نہوگا کیونکہ جب سوا کے قبضہ میں آئیگے تو میں ہو جائیگے اور عین کی زکوۃ دین سے درست نہیں کذا فی
 الشامی تبصرہ وحیلۃ الجواز ان یعط مدیونہ الفقیر زکوۃ ثم یأخذها عن دینہ ولو امتنع المدیون مدبداً وانفذھا لکونہ ظفر
 بجنس حقہ فان ما عند دفعہ للفقیر اور جواز کا میلہ لینے مال موجود کی زکوۃ کو دین سے ادا کرنے کی تفسیر یہ ہو کہ اپنے قرضدار محتاج کو اپنی زکوۃ
 ہوا لے کرے پھر اوس زکوۃ کو عوض اپنے قرض کے اوس سے لے لے اور اگر وہ نہ لوے تو ہاتھ بڑھا کر جبین لے کیونکہ اوسکو اوس کے حقکی جنس مل گئی

اور ضرر خواہ جب قرضہ اس کی کوئی چیز اپنے حق کی مجلس سے پاتا ہو تو زیر دست و باسکتا ہو پھر اگر محتاج فراموش کرے تو اسکو قاضی کے پاس لیجاوے کہ وہ
اوس سے واپس لے لیا وگرنہ اس صورت میں قرض بھی اس قدر وصول ہو جائیگا اور مال کی زکوٰۃ بھی ادا ہو جائیگی وحیلۃ التکفین بھا التصدق علی فقیر بشر
ہو لیکن فیكون الثواب وکذا فی تعذر السجدة وقرآنہ فی حیلۃ الاشباہ اور حیلۃ زکوٰۃ سے کفنیہ کا یہ ہو کہ زکوٰۃ کو کسی محتاج کی ملک کر دے پھر وہ محتاج
اوس سے مردہ کو کفن دے تو اس صورت میں ثواب دونوں کو ہوگا اور ایسا ہی حیلہ ہے زکوٰۃ کو مسجد کی تعمیر میں لگانے کا یعنی کسی کو دیے کہ وہ مسجد میں مصروف
کرے اور اسکا پورا بیان انشاء کے حیلوں کے بیان میں ہے ہم اور یہی حیلہ ہے نبی اشتم کو زکوٰۃ کے دینے کا بشرطیکہ درسیاتی شخص میں ہو بیچ میں دیا نہ کہے وافتراض
عمر کے ای علی التراخی و صحیح الباقانی وغیرہ وقیل فوسر ہی ای واجب علی الفور وعلیہ الفتویٰ کہ کافی شیہم الوہب کینہ ورفرض ہوتا زکوٰۃ کا عمر ہی ہو
یعنی اگر عمر بچہ میں کبھی داکر لگا تو کنگار ہوگا اور سیکو صحیح کہا ہے باقانی وغیرہ اور ایک قول یہ ہے کہ اسکا فرض ہونا فوری ہی ہے یعنی اس وقت ادا کرنا واجب ہے اور
اسکے قیوہ ہے چنانچہ شرح دہبائیہ میں ہے فیما یشترک فیہا بلا عذر و تردید شہادتہ لان الامر بالصرف الی الفقیر معہ فی نیتہ الفور وھی انہ لیدفعھا
وھی معجلۃ فتمتی لم یجب علی الفور لم یحصل المقصود من الإيجاب علی وجہ التمام ویکف فی العلم پس گناہگار ہوگا ادا ہی زکوٰۃ میں بدون عذر تاخیر کرے
اور اسکی گواہی مقبول نہ ہوگی یعنی بسبب ناسی ہو جائیکے اسلئے کہ زکوٰۃ کو فقیر صرف کر نیکی امر کے ساتھ علی الفور ہو نیکیا قرینہ موجود ہے اور وہ قرینہ یہ ہے کہ اگر فقیر
دیکھے گا اسکی حاجت کے دور کر نیکی ہو اور اسکی حاجت سروسرست موجود ہے تو اگر زکوٰۃ علی الفور واجب ہو تو زکوٰۃ کے واجب کرنے سے مقصود کامل طور پر حاصل
ہوگا اور اسکا پورا بیان فتح القدیر میں ہے لا یبقی للتجار ما ی عبد مثلاً اشترا لہا قوی بعد ذلك خدمتہ ثم ما فوہ لہا ما لا یصیر للتجار
وان لوالہا ما لم یجب تجنس ما فیہ الزکوٰۃ والفرق ان التجار عمل فلا یمجدون النیت بخلاف الاول فانہ ترک العمل فیتجاسر ان یبانی رہتا تجارت کے لئے
وہ مال یعنی مثلاً غلام کہ اسکو مول لیا ہو تجارت کے لئے اور بعد اسکی نیت کر لی اوس سے خدمت لینے کی تو بجز دینیت خدمت کے تجارت کا نہ ہوگا پھر جس کو استعمال
کے لئے نیت کی وہ تجارت کا نہ ہوگا اگرچہ مالک اسکو تجارت کے لئے نیت کرے جب تک کہ اسکو ایسے مال کے عوض نہ بیچ دے جس میں کوہ ہوتی ہے یعنی مثلاً غلام
خدمت کی نیت مول لیکر تجارت کی نیت کی تو صرف نیت سے تجارت کا نہ ہوگا جب تک اس کے عوض ایسا مال نہ لے جس میں زکوٰۃ ہو اور فرق دونوں صورتوں میں
یہ ہے کہ تجارت ایک عمل ہے تو صرف نیت سے پورا عمل ہوگا بخلاف اول صورت یعنی خدمت کے کہ وہ ترک عمل ہو اور ترک عمل نیت سے بھی کامل ہو جائے اور
ہم جنس ما فیہ الزکوٰۃ کی قید سے یہ صورت نکلی کہ مثلاً غلام مذکور کو بعد نیت تجارت انہی زکوٰۃ کے مہر میں دینا یا قصاص کی صلح میں دینا یا عورت
لے خلع کے عوض میں حوالہ کیا تو ان صورتوں میں اوپر زکوٰۃ نہ آوے گی اور ترک عمل میں صرف نیت کافی ہے مثلاً مقیم اور روزہ دار اور کافر میں
صرف نیت کافی ہے کیونکہ اقامت ترک سفر کا نام ہے اور روزہ ترک افطار کا اور کفر ترک اسلام کا اور انکے مقابل میں صرف نیت کافی نہیں مثلاً صرف نیت سے
مسافر ہوگا اور نہ افطار کرے یا لا اور نہ مسلمان کہانی اٹھائے و ما اشترا لہا ای للتجار کان لہا المقارنۃ النیت لاعتقاد التجار کہ لا ما ویرثہم و لوالہا لہم
العقد الا انہ صرف فیہ ای ناویا فلیجب الزکوٰۃ لاقتزان النیت بالعمل لا الذہب والفضۃ والسماکۃ مثلاً فی الخانیۃ لیس و سرت ساعۃ
لنا مہ ترکوا قہا کعب محول نواہ اولاً اور جو مال کہ تجارت کی واسطے مول لیا وہ تجارت ہی کا ہوگا بسبب متصل ہونے نیت کے عقد تجارت سے
نہیں ہوگا تجارت کا وہ مالی کہ اسکا وارث ہوا اور نیت کی تجارت کی بسبب نہ ہونے عقد کے یعنی میراث کے ملنے میں کوئی عقد معاوضہ نہیں کہ اس کے
باعث سے نیت کا اعتبار ہو مگر جب مال وراثت میں مقرر کرے نیت تجارت ہی سے کسے وقت مثلاً نیت کرے کہ اسکا عوض تجارت کے لئے ہو تو اب زکوٰۃ
واجب ہوگی بدل پر بعد گذرنے برس کے بسبب متصل ہونے نیت کے عمل سے مگر سونا اور چاندی اور چرائی کا جائز اگر میراث میں ملے تو
اوپر زکوٰۃ لازم ہو اس لئے کہ خانیہ میں ہے کہ اگر سائیکہ کا وارث ہو تو اسکی زکوٰۃ اوپر لازم ہے جس گزرنے کے بعد نیت التجار کی کرے یا نیکرے

ہم چاہی ہو ناچکہ اس خلف کے لحاظ سے تجارت کے لئے مستین بن ایسے میراث میں پانے سے ان پر زکوۃ ہوگی خواہ تجارت کی نیت کرے یا نہیں اور ساتھ میں چونکہ پہلے سے صفت سوم موجود تھی ایسے اب وراثت کی نیت کی حاجت نہیں غرض کہ ہر گزرنے کے بعد ان تینوں پر زکوۃ لازم ہوگی کذا فی الطحاوی و ما ملکہ بصنعہ کعبۃ بن و صیۃ او نکاح و خلع او صلح عن قود قید بالقدولان العبد للتجارة اذا قتل عبدا خطا و دفع به کان المدفوع للتجارة خاتمة و کذا اکل ما قوبض به مال التجارة فانه یكون له بالانبة كما هو و نواه له کان له عند الثاني والاصل انه لا یكون له بالجو عن البدل الخ اور جس چیز کا مالک اپنے فعل سے ہو یعنی جو مال قبول کرنے پر اسکا مالک ہوتا موقوف ہو مال کا بدلہ مال سے ہو جیسے ہب میں ملنا و صیۃ یا ہر نکاح میں یا طلع کے عوض میں یا صلح بعوض قصاص میں اور اس مال میں نیت تجارت کی کرے تو یہ مال امام ابو یوسف کے نزدیک تجارت کا ہو جائیگا اور صحیح ترین یہ ہے کہ تجارت کے لئے ہوگا کیونکہ تجارت مال کا حاصل ہونا ہر مال کے عوض اور ان معاملات میں بدون مال کے ہاتھ لگتا ہو تو تجارت کے لئے یہ ٹھہر کر کافی ابو یوسف نے اربعہ شرح لئے کہا کہ اتن نے صلح میں قود کی قید ایسے لگائی کہ تجارت کے غلام کو اگر کوئی غلام براہ خطا مار ڈالے اور مقتول کے عوض غلام قاتل مقتول کے مالک کو حوالہ کیا جائے تو یہ غلام تجارت کا ہوگا بدون نیت مالک کے کذا فی الخانیۃ اور سیطرح جو چیز مال تجارت کی عوض قبضہ میں آوے تو وہ بھی تجارت کے لئے ہوگی بدون نیت کے چنانچہ اوپر گذر کر مال تجارت کے عوض دوسری چیز لینے میں نیت تجارت دلالت موجود ہے تو اب نیت جدید کی حاجت نہیں و نہ اوائل الاشباہ و یلو قارنت النية ما لیس بدل مال الی الاصل علی الخ اور شروع اشباہ میں ہو کہ جب نیت متصل ہو اس چیز سے کہ مال کا بدلہ مال سے نہیں تو یہ نیت درست نہ ہوگی مذہب صحیح کے بموجب ہم اس قول کو شارح نے صحیح قول کی تائید کے لئے بیان کیا لا سکر کو فی الدلالتی و الخ و ان ساوت النفا انفا کذا لان تکون للتجارة نہیں ہو زکوۃ موتیوں اور جواہر میں اگرچہ ہزار کی قیمت کے ہوں بالاتفاق مگر اوسمورتین کہ موتی اور جواہر تجارت کے لئے ہوں تو اوپر زکوۃ ہوگی ہم جواہر سے مراد یا قوت و زمرہ وغیرہ ہیں اور اوپر زکوۃ نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اصل میں یہ چیزیں غنم نہیں کذا فی الطحاوی والاصل ان ما عدا الخیرو السوا الثمن انما یزکى بقیۃ التجارة بشرط عدم المانع للودی الی الشئ و شرط مغایرة العقد للتجارة و هو کسب المال بالمال العقد شرعا و اجازۃ و استغناء و قیادہ کلیۃ زکوۃ کے ہونے کا یہ ہے کہ جو مال سوائے چاندی اور سونے اور چمچے جانوروں کے ہو اوپر زکوۃ نہیں ہوگی جب تجارت کی نیت ہو بشرط نمونے مانع کے جس سے دوبارہ زکوۃ کی نوبت پہنچے اور بشرط متصل ہونے نیت کے عقد تجارت سے اور عقد تجارت حاصل کرنا مال کا ہو عوض مال کے بدلہ خرید کے عقد کے یا اجارہ کے یا قرض لینے کے ہم طحاوی نے کہا کہ ثنی بکثرۃ و لون مفتوح و الف مقصورہ ایک برس میں دوبارہ صدقہ لینے کو کہتے ہیں تو اگر زمین عشر کو بہ نیت تجارت مولے تو اوس میں زکوۃ ہوگی کہ عشر اور زکوۃ دونو جمع ہو جائے لی فلو توجع التجارة بعد العقد و اشترى شیئاً للقيمة أو یابن و جدر بها بآبہ لازم زکوۃ علیہ کما لو نزل بالتجارة فیما خرج من ارضہ کما ہر پس اگر نیت کی تجارت کے بعد عقد کے یا مولے کی کوئی چیز گھڑیں رکھنے کو اس نیت سے کہ اگر نفع ملے گا تو بیچ دینگے تو اوپر زکوۃ نہیں ہو یہ متصل ہونے نیت کے عقد تجارت جیسے اگر نیت کی اوس پیداوار میں جو پیدا ہوا کسی زمین عشری یا خراجی میں تو اوپر بھی زکوۃ ہوگی کیونکہ یہاں مانع موجود ہے یعنی عشر اور خراج مانع زکوۃ ہیں و کما لو شری ارضا خواجه تاویا التجارة و عشرتہ و زجھا أو بذر التجارة و زرعہ لایؤتی التجارة لایؤتی المانع و ہر سیا کہ اگر خرید کر کوئی زمین خراجی بہ نیت تجارت کے خواہ او کو بودے یا نہیں یا زمین عشری مولے اور اسکو بودے یا بیچ مولے یا تجارت کے لیے پھر اسکو بودے یا تو ان صورتوں میں پیداوار تجارت کے لئے ہوگا بسبب موجود ہونے مانع کے ہم پہلے اول صورت میں خراج اس کے دے ہو بسبب مالک ہونیکے خواہ بودے یا نہیں اور دوسری صورت میں عشر ہونے والے پر زکوۃ تو اگر زمین عشری کو بہ نیت تجارت لیس کر نہ ہو بیگا تو اسکی زکوۃ واجب ہوگی اور عشر نہ پڑے گا بسبب نہ ہونے پیداوار کے اور تیسری صورت میں اوس وقت مال تجارت ہوگا کہ بیچ کو زمین خراجی یا عشری میں بودے اور اگر اپنی زمین مملوک میں بودے گا تو زکوۃ واجب ہوگی کذا فی الطحاوی

باب السائلہ

یہ باب ہے چرنوالے جانوروں کی زکوۃ کے بیان میں بھی اربعہ بشر عالم مقبہ بالری المباح ذکرہ الثمنی فی اکثر العام لقصد المدبر
وانسل ذکرہ الذی یلغی وقداد فی محیط وانزادۃ والسن ليعمل الذکور فقط لکن فی البدائع نوی ساءمھا اللحم فلا زکوۃ فیھا کما لو اسامیھا
للحم والکوکوب ولو للتجارة ففیھا زکوۃ التجارة وعلیہم ذکر کذا ذلت لقصد شیء یا محکمین سائمت من چرنے والے جانور کو کہتے ہیں
اور شرعاً جو اکتفا کرے جب چرائی پر لینے حسین مالک کو کچھ دینا تر پڑے اس قید کو ثمنی نے ذکر کیا ہے اکتفا کرے اکثر سال میں واسطے قصد دود کے
اور نسل لینے کو لینے کے ذکر کیا ہے اور سکونہ یعنی نے اور محیط میں آتا اور زیادہ کیسا ہے اور زیادتی اور ناپے کے لیے تاکہ شامل ہو مرقہ نہ ہو بھی لیکن
بدائع میں ہے کہ اگر چرایا سوا تم کو گوشت کے لئے تو ان میں زکوۃ نہیں ہے ایسا ہی اگر چرایا لادنی یا سوا تمی کے لئے اور اگر تجارت کے لیے چرایا تو ان میں
زکوۃ تجارت کی ہے اور شاید کہ اہل متون نے اس قید کو اس لیے نہیں ذکر کیا کہ دونوں ممکن کی تصریح کر چکے ہیں م یعنی بیان کر چکے ہیں کہ جس مالکی
نیت تجارت کی ہو اور سب زکوۃ ہو اور مال کا لفظ حیوانات کو بھی شامل ہے اور سوا تم جو حمل اور رکوب کے لیے ہوں اور میں زکوۃ نہیں ہے قالہ الشافعی
فلو علفھا نصف لا نکون سائمت فلا زکوۃ فیھا للشاک فی الموجب پس اگر گھاس کھلایا جانوروں کو آدھے برس لینے گھر پر یا ندھ کر تو
سائمت نہوگی اور اس لیے زکوۃ بھی ان میں نہوگی کیونکہ موجب زکوۃ لینے سوم مشکوک ہو م لینے جانوروں میں زکوۃ بشرط سوم ہوتی ہے موجب
نصف برس اپنی گرہ سے گھاس کھلایا تو سوم میں شک پڑ گیا و بطل حول زکوۃ التجارة فجعلھا اللسوم لان زکوۃ السوا تم وزکوۃ التجارة مختلفان
قد اوسبیا فلا یبني حول احدھما علی الآخر اور زکوۃ تجارت کا برس باطل ہو جاتا ہے اور انکے سائمت کرنے سے کیونکہ زکوۃ سوا تم کی اور
زکوۃ تجارت کی مختلف ہیں مقدار میں اور سبب میں تو ایک کا برس دوسرے کے برس پر مبنی نہیں ہو سکتا ہم اس مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص
پاس تجارت کے مویشی ہیں چند روز بعد اس نے انکو دودھ اور نسل کے لیے چرنے چھوڑ دیا تو اب سال زکوۃ چرائی کے دن سے شروع ہوگا
پہلے دن سے سال میں محسوب نہوں گے کیونکہ زکوۃ تجارت کی مقدار یا لیسون حصہ ہے اور سوا تم کی زکوۃ جانور دینا پڑتا ہے اور دونوں کو تو مناسب
بھی مختلف ہے کہ تجارت میں نصاب مالی کا مالک ہوتا سبب ہے اور سوا تم میں عدد معین کا مالک ہونا کذا فی المحیط وسی فلا تشتري لھا ای التجارة
ثم جعلھا سائمت اعتبارا لول الحول من وقت الجعل للسمو کما لو باع السائمتہ فی وسط الحول وقبلہ بیوم یجنسھا او بغیر جنسھا او بقدر
ولا تعد عندنا وبعرو من ولوی بها التجارة فاندستقبل حول آخر جو ہر وہ فیہا کیس نے سوائے الوقف وخیل المسبلہ زکوۃ لعدہ لک و
فی المواشی اللحم ولا مقطوعة القسوا ثم لا ینفک الکنس سائمت پس اگر خرید مویشی کو تجارت
کے لیے پھر چھوڑ دیا چرائی پر تو معتبر ہوگا اول سال جس وقت سے چرائی پر کیا ایسا ہی اگر بیچ دیا سوا تم کو برس کے اندر یا برس روز سے ایک دن پہلے
برس کے اول کے جس کے یا غیر جس کے یا بدلے نقد کے اور نقد اس کے پاس موجود نہیں یا بیچا بدلے اسباب کے اور نیت کر لیا اسباب میں
تجارت کی تو ان سب صورتوں میں نئے برس سے برس شروع ہوگا کذا فی البجہ اور اس میں یہ بھی ہے کہ وقتی مویشی میں زکوۃ نہیں ہے اور
نہ گھوڑوں میں جو فی سبیل البدی کے گئے بسبب نہونے مالک کے اور نہ اندھ مویشی میں اور نہ پانوں کٹوں میں کیونکہ وہ سائمت نہیں
ہم نقد پاس نہونے کی قید اس لیے لگا کی کہ اگر اسکے پاس نقد نصاب ہوگی تو قیمت سوا تم کی اس کے ساتھ ملا کر زکوۃ دینی ہوگی
نقد حال کے لیے نیا برس مقرر نہ کیا جائیگا اور بہتر یہ تھا کہ شارج لافصاب عندہ کتا کہ شامل ہوتا ہر طریق کے مبادلے لینے جتنی اور
غیر جنسی کو اور گھوڑوں پر صاحبین کے نزدیک بالکل زکوۃ نہیں اور طریقہ میں لکھا ہے کہ اندھ مویشی میں دو روز واپس ہیں

اور صاحبین کے نزدیک واجب ہو اس سبب ابراہیم بن یحییٰ لکھتے ہیں کہ انشاء فی

باب

یہ باب جو اونٹوں کی زکوٰۃ کے بیان میں ہم طحاوی نے کہا کہ لفظ باب نمون کے ساتھ ہے اور اس کی خبر خذون ہی نصاب الابل بکسر الباء و تسکن ہونہ
لا و احد لہا من لفظها والنسبة الیہا الی سبغ الباء ہمیت بہ لانہا قبول علیا افشحت اذہب انصاب اونٹوں کے پانچ میں شارب نے کہا
اہل ب کے کسہ کے ساتھ ہے اور کبھی ساکن بھی کہ جاتی ہے مونث مستعمل ہو اسکا واحد اس لفظ سے تین آتا اور بے نسبت لگانے سے بت کو فتح ہو جاتا ہے اور زکوٰۃ
اہل اسیلے کہتے ہیں کہ رانوں پر پیشاب کرتا ہے ہم نے اہل اور بول میں اشتقاق کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ اکثر حروف میں اشتراک ہوا اور معنوں میں تناسب طحاوی نے
کہا کہ نصاب الابل مبتدا ہے اور خمس اس کی خبر خمس فیہ خذ من کل خمس منہا کے خمس و عشرین بخت جمع نحتہ و هو مالہ سینا کما کن منسوس
الی بخت انصہ لکنہ اول من جمع بین العربی والجمعی فوجدنا منہا اول فسمی بختیا اور حباب شکار و ابلین النصابین عقوبۃ
نصاب اونٹوں کی پانچ میں ہیں لیجا سے ہر ایک پانچ پانچ سے پچیس تک ایک بکری خواہ اونٹ بختی ہوں یا عربی شارب نے کہا کہ بخت جمع بختی کی ہے اور
بختی دو کو بان والے اونٹ کو کہتے ہیں منسوب ہے بخت نصر کی طرف اس لیے کہ اول اس نے عربی اور جمعی اونٹوں کو جمع کر کے نسل خاص کی تھی
اسلئے وہ بختی نسل کہلاتی اور بائین ہر دو نصاب کے حقوہ ہم نے جیسے پانچ بکری پر ایک بکری ہے چار سات پر بھی ذری ایک بکری ہے تو تک اور دس پر دو بکریاں
تو پانچ سے زیادہ اور دس سے کم کچھ زکوٰۃ نہیں وہ معاف ہیں و فیہا ای الخمس و عشرین بذلت مخاض وہی التي طعننت فی السنة
الثانیة و ہمیت بہ لان امہا غالباً تکلون مخاضاً ای حاملہ بکری اور اس میں یعنی پچیس اونٹوں میں بنت مخاض ہوا اور بنت مخاض
وہ شواہد ہے جسکو دوسرے نہیں لگا ہو یہ اسکا نام اسیلے ہوا کہ مخاض کے معنی حاملہ کے ہیں اور دوسرے ہیں اس کی بان اکثر حاملہ ہوتی ہے دوسرے بچے کی و فی
سنتہ و ثلاثین الی خمس و اربعین بذلت لبون وہی التي طعننت فی الثالثۃ لان امہا تکلون ذات لبین لا خیرے غالباً اور جمعی ہیں
اونٹوں میں بنتا لیس تک بنت لبون ہے اور بنت لبون وہ اونٹنی ہے جسکو تین بار لگتا ہوا اور اسکے لفظی معنی ہیں دو دہ والی کا بچہ اسیلے کہ اس کی بان
اکثر اس مدت میں دوسرے بچہ جن کر دو دہ والی ہوتی ہے و فی سنتہ اربعین اسلئے ستین حقۃ بالکسر وہی التي طعننت فی الرابعۃ و خیر کر کو
اور جمعی لیس میں ساٹھ تک حقہ ہوا مائے حلی کے کسہ سے اور حقہ وہ اونٹنی ہے جسکو چوتھا برس شرع ہوا ہوا اور لائق ہوتی ہو سواری کے و فی
اجدی و بستین الی خمس و سبعین جذۃ بقائم الذال العجمۃ وہی التي طعننت فی الخامسۃ لانہا تجذم ای تقلم اسنان اللین اور کسہ میں چھ بکری
جذۃ ہو ذال مجھے کے فتح سے یعنی وہ اونٹنی جو پانچوں میں لگی ہو اور اسکے لفظی معنی ہیں توڑ توالی توڑ توالی نام ہوا کہ دو دہ کے دانت
اس عمر میں توڑتی ہے و فی ست و سبعین الی تسعین بنات لبون و فی احدی و تسعین حقان الی مائۃ و عشرین کذا اکتب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم و ابی بکر رضی اللہ عنہ و رچتر میں نوئی تک دو بنت لبون اور کا نوئی میں دو حقہ ایک سو بیس تک یہی ہو مکاتبہ
رسول المدنی علیہ وسلم کا اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہم لفظ کتب مصدر مضاف ہے اور بعض نسخوں میں الی ابی بکر یعنی کتابت رسول اللہ
کی جو پہنچ طرف ابی بکر کے کیونکہ زکوٰۃ کا نامہ حضرت نے قریب وفات کے لکھوایا تھا اور جاری ہونے کی نوبت نہ آئی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا
انتقال ہو گیا اس لئے کہ موافق حضرت ابو بکرؓ تعین کی اور شارب نے اس جملے کو بیان درج کیا آخر کلام میں نہیں لکھا اس واسطے کہ بعد اسکے روایات
میں کچھ اختلاف ہوا اور ایک سو بیس تک اتفاق ہے مگر وہ جو حضرت مرتضیٰ علی رضو سے منقول ہے کہ پچیس پر پانچ بکریاں بھی جائز ہیں کذا فی الشافعی
لخمسنا حقین البزضیۃ عندنا فیوخذ فی کل خمس ستاۃ مع الحقین ثم فی کل مائۃ و خمس اربعین بذلت مخاض و حقان

والاشقی من البقر ابن سنتین ومن الابل ابن خمس ولجذ من البقر ابن سنته ومن الابل ابن اربع اور لیا جائے بھیر بکری کی زکوۃ میں
تینے یعنی میندھا اور بکر پورے برس روزگار دے ہو کہ دوسرے برس میں ہو جیسے ہر بار اور کتب فقہ میں مسطور ہے لیا جائے جسے گنتیت کرے اور منیع او کو
کتے میں کہ پندرہ سال گذر گیا ہو اور نہ لیا جاتا منیع کا بنا بر ظاہر روایت ہو اور ایک روایت امام صاحب سے یہ کہ جن میندھوں کو لیا جاسکتا ہو اور یہی قول ہے
صاحبین کا اور دلیل اسکو ترجیح سی ہی ذکر کیا ہے سکو کمال نے لیکن پھر وغیرہ ظاہر روایت پر جزم کیا ہے اور اختیار میں ہے کہ یہی صحیح ہے اور شی بیلون میں د
برس کا ہوتا ہے اور اوٹمون میں پانچ برس کا اور منیع بقر میں ایک برس کا ہے اور اہل میں چار برس کا ولاشیقی فی جیل ساکنہ عندہما وعلیہ الفتوی
حاکمہ وغیرہا عند الامامہل لہا انصاب مقدر الاصل عدم النقل بالنقل پر اور زکوۃ نہیں ہو گھوڑوں جنگل کے چرنے والوں میں صاحبین
نزدیک اور اسی پر فتوے ہو کذا فی الخانیۃ وغیرہ اور طحاوی نے کہا کہ یہی پندیرہ ہے اور اسرار اور زیلعی اور بیاضی اور جواہر اور کافی میں اسکو ترجیح دی ہے
لیکن فتح القدیر میں قول امام کو ترجیح دی ہے اور صاحبین کی دلیل سے جواب بجا لہذا یہ اسطرح دیا ہے کہ عدم زکوۃ شیل سے مراد خازنون کے گھوڑے ہیں
اور یہ قول باعتبار محنت کے قوی ہے جیسا تحریر اور بیوط اسکے شاہد ہیں کذا فی الشامی پھر جب امام کے نزدیک اونہیں زکوۃ ہوئی تو کوئی نصاب بھی اوکے لئے مقرر ہے
یا نہیں تو بعضوں نے میں اور بعضوں نے پانچ کہے ہیں لیکن اصح یہ ہے کہ کوئی نصاب مقرر نہیں کیونکہ تقدیرا در اندازہ سلف سے منقول نہیں ولا فی بغال و
حبر ساکنۃ ہما علیہما التجرۃ فلو ہا فلا کلام لانہما من العروص اور نہیں زکوۃ بالاتفاق پھر دن اور گدھوں جنگل کے چرنے والوں میں
کہ تجارت کے نہوں پس اگر تجارت کے ہوں تو کچھ کلام نہیں زکوۃ کے واجب ہونے میں کیونکہ وہ ماخذ اور اسباب کے ہیں ولا فی عوہل
وعلوۃ ما لکن العلوۃ للتجارۃ اور نہیں زکوۃ کام کرنے والے جانوروں یعنی کھیتی کے بیل وغیرہ میں اور نہ گھر سے گھاس کھانے
والوں میں زکوۃ ہے جب تک کہ گھروائے جانور تجارت کے نہوں ہم عوہل میں قید تجارت کی نہیں لگائی علوۃ میں لگائی کیونکہ عوہل تجارت کے
لیے نہیں ہو سکتے اگرچہ نیت بھی کرے اسلئے کہ حاجت اصلی میں مشغول ہیں کذا فی الشامی ولا فی حمل بفتحیم و لد الشاکر
وفصل ولد الناقة وحمل بوزن سنوس ولد البقرۃ وصورتہ ان میوت کل نکبار ویتم الحول علی ولادھا الصغار اور نہیں ہو زکوۃ بچوں میں
خواہ بکری کے ہوں یا اونٹنی کے یا گائے کے اور مسئلہ کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ سب بڑے مر جاوین اور بچہ باقی رہیں اور پھر برس گذر جاوے
ہم بچہ پیر امام عظم اور امام محمد کے نزدیک زکوۃ نہیں واجب ہوتی اور امام ابو یوسف کے نزدیک اونہیں میں سے ایک ادا کرے جانتا چاہے
کہ چھوٹے اونٹوں کی نصاب میں بچیس ہونا امام ابو یوسف کے نزدیک ضروری ہے اور پچیس سے کم میں بالاتفاق کچھ لازم نہیں ہونا
اور صحیح قول طرفین کا ہے کذا فی الشامی الاتباع الکبیر ولو اعدا ویجب بذلک الواحد ولو ناقصا فلو جید البزیم الوسط وہ لالہ
یستطہا کیے بچوں میں زکوۃ نہیں مگر بہ تبعیت بڑوں کے اگرچہ بڑا ایک ہی ہو اور زکوۃ میں وہ بڑا ہی دینا واجب ہے اگرچہ ناقص ہو
پس اگر وہ اول قسم کا ہو تو وسط لازم ہوگا اور اگر وہ بڑا بعد برس گذر جانے کے ہلاک ہو جاوے تو زکوۃ ساقط ہو جاتی ہے ہم
سیض طرفین کے نزدیک اور امام ابو یوسف کے نزدیک ایک بچے کے لئے لازم ہوں گے کیونکہ بڑے کے مرنے سے ایک جزو فیض
چالیسواں حصہ ساقط ہو گیا قال الشاکر لو نقد الواجب وجب الکبار فقط ولا یکمل من الصغار خلاف الشاکر نے اور اگر زکوۃ واجب
نقد ہو تو صرف بڑے ہی دے جاوین اور چھوٹوں سے ملا کر پورا کرنے کی حاجت نہیں بخلاف قول امام ابو یوسف کے ہم بیان
اسکا یہ ہے کہ جب کسی شخص کے پاس دو مسنہ اور ایک سواوٹیس بکری کے بچے ہوں تو اس صورت میں واجب دو مسنہ ہیں بالاتفاق
اور اگر ایک مسنہ ہو اور ایک سو بیس بچے ہوں تو طرفین کے نزدیک ایک مسنہ لازم آتا ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک ایک مسنہ

اور ایک بچہ اور سب سے بڑے مال کے بچے پر ہر ایک بیع کنانی اشائی کے غنیمت جو ملکیت لیسب فی کل الاموال اور غنیمت زکوۃ
 اس عدد میں جو غنیمت اور غنیمت وہ عدد ہر درمیان دو نصابوں کے ہونا تمام قسم کے اموال میں ہم شیخ کا قول پر غنیمت واجب بمقابلہ نصاب کے ہر
 نہ غنیمت کے اور امام محمد اور زکریا کہ واجب بمقابلہ کل عدد کے ہر اور نتیجہ خلاف اس صورت میں ظاہر ہوتا ہے کہ ایک شخص کے پاس نوادیش
 ہر اور چار ہلاک ہو گئے تو غنیمت کے نزدیک ایک بکری پوری لازم آوے گی اور امام کے نزدیک چھ ایک بکری کے لازم آوے گی اور چار نوین حصہ
 ہو جائیگا قال الشافعی حصہ ہا سوا شہر اور صاحبین نے غنیمت کو خاص کیا ہر سوا کم میں نہ غنیمت میں ہم اس واسطے کہ لغو میں جو در سود درم سے
 زیادہ ہو صاحبین کے نزدیک معاف نہیں ہر بلکہ چالیسواں حصہ کل کا لازم تھا ہر خلاف امام غنیمت کے کہ ان کے نزدیک بعد سود درم کے جو زیادہ ہو
 وہ غنیمت ہے جب دو سو کے اور چالیس درم زیادہ ہوں تو ایک درم زیادہ لازم آوے گا یعنی چھ درم ہو جائیگا الغرض درم کی کسر امام صاحب زکوۃ
 معاف ہر کنانی اشائی کے خلاف حالت بعد وجوبھا ومنہ السامی فی الاصل لعلھا بالاعیان لا بالذمۃ وان هلك بعض
 سقط حقه اور جو مال ہلاک ہو گیا ہو بعد وجوب زکوۃ کے اور منع کرنے ساعی کے اس میں زکوۃ نہیں اصح مذہب پر لینے اگر بررس
 گذر گیا اور ساعی نے طلب کیا اور مال دے سے انکار کیا یہاں تک کہ مال ہلاک ہو گیا تو صحیح ہے کہ زکوۃ ساقط ہو گئی کیونکہ زکوۃ
 معین چیز سے علاوہ رکھتی ہے نہ اس سے قال الشافعی اور اگر بعض مال ہلاک ہو گیا تو اسی قدر کی زکوۃ ساقط ہو گئی دیصرف الحالات الى البعض ولا ثم
 لے انصاب یلیمہ ثم وشم اور جو مال ہلاک ہوا وہ پہلے غنیمت کی طاعت لگایا جاوے گا پھر اس نصاب کی طرف جو اس کے متصل ہے پھر اس سطح
 اس نصاب کی طرف جو اس سے پہلے ہے ہم لینے اگر مثلاً کسی شخص کے پاس تین انصاب ہیں اور کچھ چیز زیادہ ہو کہ نصاب کو نہ پہنچتی ہو پھر اس میں سے
 کچھ ہلاک ہو جاوے تو وہ اول غنیمت سے سمجھا جاوے گا پھر جو زیادہ تھا اگر سب ہلاک ہو گیا تو وہی تین نصابوں کی زکوۃ اُس کے ذمہ واجب
 ہوگی اور اگر اور زیادہ ہلاک ہو گیا تو یہ صرف ہوگا اس نصاب کی طرف جو اس کے قریب ہے یعنی تیسری نصاب کے اور صرف دو نصابوں کی زکوۃ
 دیگا اور یہی حال ہے اگر نصاب اول تک ہلاک ہو چکے کنانی اشائی بخلاف المستعملات بعد الحول والوجود التقوی عنہ ومنہ
 مال وجبھا عن العلف والذمۃ حتی هلك فیضم جدا ثم بخلاف اس صورت کے کہ قصدا ہلاک کر دے بعد برس گذرنے کے
 کیونکہ تعدی اس کی طرف پہلے گئی اور تعدی میں شمار کیا جاوے گا اگر جانور دن کو گھاس یا پانی ندیا اور بانڈھ رکھا یہاں تک کہ ہلاک
 ہوئے پس زکوۃ کا ضمان دیگا بدائع والتقوی بعد الغرض ولا عارة واستبدال مال التجارۃ بمال التجارۃ هلاک و بغير مال التجارۃ
 واستعماله بالمساقمۃ استصلاح اور کم ہونا مال کا بعد قرض دینے کے یا عاریت کے یا بدلے مال کے بدلے مال کے ہلاک شمار
 کیا جاتا ہے اور بدلے مال کا اور کسی چیز کے ساتھ سوا سے مال تجارت کے یا سائے کا بدلے سائے کے بمنزلہ استهلاك کے ہر ہم حکم نقد کا
 حکم مال تجارت کا ہو لینے مثلاً کسی شخص کے پاس ہزار درہم میں پھر اس کے بدلے ایک غلام تجارت کا مول لیا یا ادب کچھ اسباب تجارت
 کا خرید یا بچہ ہلاک ہو گیا تو زکوۃ ساقط ہو گئی اور اگر غلام خدمت کا خرید تو ساقط نہیں ہوتی اور بہتر یہ ہے کہ لفظ بالانصاب ساقط
 کر دیا جاوے تاکہ شامل ہو استبدال سائے کو غیر سائے سے درم ہوں یا عروض کیونکہ زکوۃ متعلق ہوتی ہے عین کے ساتھ اولاد والذرات
 اور عین بدل گیا پس جب ہلاک ہو گیا عین لینے سائے بدل ہوا تو واجب ہوگی زکوۃ اور پوشیدہ نہ رہے کہ یہ اس وقت ہے کہ بعد برس کے
 استبدال کرتا ہو لیکن جب برس کے اندر استبدال کر لیا تو جب تک اس عوض پر برس نگزرے گا زکوۃ واجب نہوگی یا یہ کہ اسکے پاس
 ان درہم میں شے کے سوا اور درہم ہوں تو ان کے ساتھ ملا کر سبکی زکوۃ دے کنانی اشائی و جازد فہم القیصر فی زکوۃ وعشر وحضو لہ

اور فرق امام صاحب کے نزدیک یہ ہو کہ شمس سائہ کا مال زکوۃ کا بدل ہو اور بدل کو مکمل تبدیل نہ کیا ہوتا ہو پس اگر غنایا جائیگا تو تکرار زکوۃ کا لازم آوے گا
 و لیس انصافاً بان مالک فیضاً واحداً کثرت سائۃ زکوۃ الف درہم و وراثۃ الف اخفت الی اقربھا کحوالہ و ربہ کل یضم الی اصلہ
 اور اگر اوسکے پاس دو نصیب ہیں ایسی ہیں کہ نہیں ملائی جاتیں جیسے شمس سائہ زکوۃ دی ہوئی کا اور ہزار درہم اور وراثت میں ملے اوسکو
 ایک ہزار و ہزار وراثت کے اوسکے ساتھ ملائے جائیگے جسکا اعتقوب برس پورا ہونے والا ہو اسلئے کہ ملائے میں تو دو تو برابر ہیں مگر قرب کی رحمت سے
 قریب کو ترجیح ہو اور اس میں فقیروں کا فائدہ ہو کہ زانی الشامی اور فائدہ ہر ایک کا اوسکی اصل کے ساتھ ملا یا جاوے یعنی اگرچہ اوسکا برس پورا ہو نہیں پرچہ
 کیونکہ فائدہ اپنی اصل کے تابع ہو اور یہی حکم ہے کچھ کا سوائے میں اخذ البقاہ و السالطین الجابرة زکوۃ الاموال علی الظاہرۃ کا لیسوا شمس و الغنم
 والحوالہ لا احادیث علیہا ان صیوف الماکو فی محلہ الا فی ذکوۃ لا یصرف فیہ فقیہہ فیما بینہم و بین اللہ احادیث غیر الخراج لانہم مصارفہ
 اگر باغیوں سے اور ظالم بادشاہوں نے اموال ظاہری کی زکوۃ لی جیسے سوائے اور عشر اور خراج پس مالکون کے ذمے دوبارہ دینا
 لازم نہ ہوگا بشرطیکہ انہوں نے اوسکو صرف کیا ہو صرف کے موقع پر جبکہ بیان باب مصرف میں آوے گا یعنی فقیروں وغیرہ کو دیا ہو اور اگر اپنے
 موقع پر صرف نہیں کیا تو مال والوں کے ذمے دیانت کی راہ سے پھر دنیا لازم ہو سوائے خراج کے کہ اوسکا اعادہ لازم نہیں اسلئے کہ دے لوگ
 خراج کے مصرف میں کیونکہ خراج حق مقایس کا ہو ابرہل یعنی اہل حرب سے مقاتلہ کرتے ہیں ہمال ظاہری وہ کھاتا ہو جسکی زکوۃ حاکم اہل اسلام لیتا
 یا جو مال عشر لینے والے کے سامنے آوے و مختلف فی الاموال الباطنۃ ففی الاولیاء الخیرۃ و شرح الوہدانیۃ المفقہہ عدۃ الاجتزاء
 اور اختلاف ہو اموال باطنیہ میں پس دلوا بجدہ میں اور شرح و بیان میں ہو کہ مفتی یہ عدم کفایت ہو مال باطنی نفوذ اور سبب تجارت کو کہتے ہیں
 لینے اگر مال باطنی کی زکوۃ باغیوں نے لے لی تو فتوے اس پر ہو کہ مالک کی طرف سے کافی نہ ہوگی اوس کو پھر سے ادا کرنی چاہیے مگر یہ شرط ہو کہ مالک
 سامنے نہ لگی ہو ورنہ مال ظاہری کی زکوۃ کا حکم ہوگا اور شارح کے کلام سے مفہوم ہوتا ہو کہ اموال ظاہری میں اختلاف نہیں ہو حالانکہ اوس میں بھی
 اختلاف ہو اور تفصیل اوسکی شامی میں ہو فی المیسرۃ الاصلحۃ الصلحۃ اذ انوی بال دفع الظلمۃ و انما الصدقۃ علیہم لا نفہم بما علیہم
 من التبعات فقرا حقہ افقۃ امیرہم بالکصیام ککفارۃ عن یمنہ اور بسو ط میں ہو کہ صحیح یہ ہو کہ درست ہو لینے مالک پر دوبارہ دینا
 لازم نہیں جبکہ مال باطنی کی زکوۃ باغیوں اور ظالموں نے لے لی ہو بشرطیکہ نیت کرے ظالموں کے دینے سے اوسکا اوپر مدقہ کرنے کی واسطے
 کہ وہ لوگ فقیر ہیں بسبب اذن حقوق کے جو اذن کے پیچھے لگے ہیں اور اس واسطے فتوے دیا گیا امیر بلخ کا کفارہ یمن میں کہ روزے رکھے
 امیر بلخ لینے موسے بن صیبر بن ہامان خراسان کے دلے نے محمد بن سلیمان سے سوال کیا اپنے تم کے کفارہ دینے سے پس محمد بن سلیمان نے روزے
 رکھنے کا فتوے دیا حالانکہ کفارہ قسم دس مسکینوں کو کھانا یا کپڑا دینے کا یا بردہ آزاد کرنے کا ہو اور جب یہ امور میہ نہ ہوں تو روزہ رکھنے کا حکم ہو مگر
 چونکہ امیر مذکور کے پاس مال موجود لوگوں کے حقوق سے زائد نہ تھا اس لیے اوسکو فقیہ نے دسترس تصور کیا کیا فتح القدر میں ہو کہ اس فقیر پر
 اگر کسی نے وصیت کی کہ ثلث مال اوسکا فقر کو دیا جاوے پھر وہ دیا گیا سلطان ظالم کو تو اوسکی وصیت ادا ہو گئی و لو اخذھا الساکتہ
 جبراً لہم دفع زکوۃ لکونہا کلا اختیار و لکن مجرب بالجنس لیوۃ دی بنفس لان الاکوالہ لا ینافی الاختیار اور اگرے لیا مصدق نے
 زکوۃ کو بجز تو زکوۃ نہ ہوگی کیونکہ اوس میں اختیار نہوا اور زکوۃ دینے میں نیت اور اختیار ضروری ہو لیکن مالک مال کا قید کیا جاوے
 ہا کہ خود بذاتہ ادا کرے اس واسطے کہ وہ باو دنیا اختیار کے منافی نہیں ہم محتقر کہ خی میں ہو کہ اگر امام نے مدقہ بجز لیکر مصرف میں صرف کیا
 تو کفایت کرتا ہو اسلئے کہ امام کو ولایت اخذ مال کی ہو تو اس کے لینا مالک کے دینے کے قائم مقام ہو گیا ہوا لہذا فی میں ہو کہ مفتی یہ

تفصیل ہی یعنی اگر اموال ظاہری میں سے لیا ہو تو فرض ساقط ہو جائیگا اس واسطے کہ سلطان کو اور اسکے نائب کو ولایت افغانی کی اور اگر اموال باطنی میں سے ہر ذرے لیا ہو تو ساقط نہ ہوگا ورنہ تجنیس المقتتہ بہ سقوطہا فی الاموال لظاہرۃ لا باطنۃ اور تجنیس میں ہو کہ حاکم جابر کو دینے کی صورتیں مفتی یہ یہ ہو کہ زکوۃ ساقط ہو جاتی ہے اموال ظاہری میں نہ باطنی میں ولو خلط السلطان المال المعصوب بملک فجب زکوۃ واجب ہو جاتی ہے لان الخلط استهلاك اذ المیکر قید من عند الی حنیفۃ وقولہ ارفق اذ قلما یخلو ما من غصب اور اگر ملایا بدشاہ نے چھینا ہو مال اپنے مال میں لیا ہو سکا مالک ہو جاوے گا پس زکوۃ واجب ہوگی اور مرنے کے بعد وراثت بھی جاری ہوگی اس لیے کہ خلط کرنا اس طرح کہ تمیز ممکن ہو نہ ہو امام صاحب کے مترادف ضائع کر کے ہی لینے جب ہتھکڑیاں ثابت ہو تو ضمان اور س کا لازم آیا اور مغبوب کا مالک ہوتا ضمان کے عوض لازم ہوا اور امام کے قول میں لوگوں کے لیے سہولت ہو اس واسطے کہ کٹر کوئی مال غصب سے خالی ہوتا ہو اور صاحبین کے نزدیک ضمان نہیں لازم ہوتا اور جب ضمان لازم نہ ہو تو مالک بھی ثابت نہ ہوئی اور وراثت بھی جاری نہ ہوئی کیونکہ وہ مال مشترک ہو اور اوس میں سے صرف حصہ میت کی میراث جاری ہوگی وھذا اذا کان لئمال غیروا استھلک یا خلط من فصل عنہ فی دینہ والا فلا زکوۃ کما لو کان کل خبیثا کما فی النہر عن الجواشی السعدیۃ اور خلط کی جہت سے زکوۃ واجب ہونا اس صورت میں ہو کہ اس کے پاس جدا مال سوا اوس کے جسکو خلط سے ہلاک کیا ہو اتنا ہو کہ اوس کے دین کو کافی ہو ورنہ زکوۃ نہیں لازم آوے گی جیسا اس صورت میں کہ کل مال غیث ہو کذا فی النہر عن الجواشی السعدیۃ ہم لینے جب غیث مال نصاب کو پہنچ جائے تو زکوۃ لازم نہ ہوگی کیونکہ اوس مال کو بتمامہ تصدق کرنا واجب ہو بعض کا صدقہ دینا کیا کام کرے گا کذا فی القنیۃ فی شرح الوہبانیۃ من البزازیۃ انما یکفر اذا تصدق بالحر او القطع اما اذا احتل من انسان یا کتہ ومن اخر یا کتہ و خلطہا کثرت تصدق لا یکفر لانہ یسیر مجامع قطع لا استھلک بالخلط اور وہابیہ کی شرح میں نقلا عن البزازیۃ یہ ہو کہ آدمی اسی صورت میں کافر ہوتا ہو کہ حرام قطعی کو صدقہ دیوے لینے بہ بنت مصلوب ثواب کہ ملاں جائے پرنہی ہو لیکن جب لیے ایک سے سوا در دو سے سے سو پھر اد کو ملا یا پھر سب کو تصدق کیا کافر ہوگا کہو یہ دو سو حرام قطعی نہیں اس لیے کہ خلط کی وجہ سے گواہاؤں سے اوسکو ہلاک کر دیا اور بوجہ وجوب ضمان اوسکا مالک بن گیا م شائع نے صرف عدم کفر براقص کیا اس میں اشارہ ہو کہ مال مخلوط بھی نصرت کرتا بدو ادا سے ضائع ہوتا نہیں اگرچہ خلط کی وجہ سے مالک ہو گیا ظہر میں ہی ہو کہ کسی شخص نے مال حرام میں سے کسی فقیر کو کچھ دیا ثواب کی توقع سے تو کافر ہوا اور اگر فقیر جانتا ہو اور وعادی اور معطی نے آمین کی تو دونوں کافر ہو گئے اور شرط وہابیہ میں ہو کہ اگر غیر شخص آبن سے نہ معلوم ہوتا ہو کہ اسکا حال بھی سچی ہو اور آدمی اس سے غافل بن اور جلال آئین مبتلا پس شائع نے حرام قطعی کی قید لگا کر گویا ظہر کی کلام کو مستحکم کر دیا اور ظاہر کر دیا کہ مراد حرام سے حرام قطعی ہی جس میں کافر ہوتا ہو کذا فی الشامی ووجہ ذی نصاب زکوۃ السنین اول نصاب قلم لوجود السبب کذا لوجہ عشر زرعہ او ثمرہ بعد الخروج قبل الاداک اور اگر نصاب والی زکوۃ پیشگی چند سال کی ادا کرے یا چند نصابوں کی زکوۃ ادا کرے تو درست ہے کیونکہ سبب زکوۃ لینے نصاب موجود ہو اور ایسا ہی اگر عشر کھیتی کا یا ثمار کا پیشگی ادا کر دے بھٹنے کے بعد کپتے سے پہلے تو درست ہے ہم لینے اگر کسی کے پاس تین سو درہم ہیں اور اوس نے دو سو درہم کی زکوۃ سو درہم میں برس کے لینے ادا کیے تو درست ہو یا یہ کہ سو درہم ادا کیے نہایت دو سو درہم نصاب موجود وہ انصاف غیر موجود کے سوا اوس برس میں دسے نصاب میں اوس کے پاس موجود ہو گئیں تو درست ہو اور اگر اوس برس میں موجود نہ ہوئیں تو زکوۃ لینے ضرر رہا ورنہ سو درہم زکوۃ نصاب موجود کی لینے دو سو درہم کی برس برس کے لیے ہو جاوے گی جیسا پہلے مسئلہ میں سمجھا کذا فی الشامی وخالفت فیہ قبل النبات وخروج الثمرۃ والاظهر ان زکوۃ لوجہ الخراج رأسہ وتمامہ فی النہر اور اختلاف ہو

اس صورت میں کہ پیشگی دسے چلے کھیتی اوگنے سے اور بچل نکلتے سے اور ظاہر ہو کہ جائز ہی اور ایسے ہی اگر خراج جو سر زمینوں پر لگایا جاتا ہو اپنی طرف سے کئی برس کا پیشگی ادا کرے تو جائز ہو اور اسکا پورا بیان نہ افقائے میں ہو ہم قسمستانی میں کہا کہ ایسے ہی تعمیل خراج زمین کی چند سال کے لئے جائز ہو تو وہ کذا لو عمل معطوف ہو و لو عمل و نصاب یروان و حیلہ لیسر الفقیر قبل تمام الحول او ماکت او ارتدا و ذلک لان باعتبار کون نہ مصرفا وقت الصرف الیہ لا یجوز یعنی نصاب کا پیشگی ادا کرنا جائز ہو اگر یہ فقیر قبل پورا کرے برس کے تو اگر ہو جاوے یا نہ ہو جائز ہو جاوے اسلیئے کہ فقیر کا مصرف ہونا اسوقت معتبر ہو جب زکوۃ اوسکو دیا جائے دینے کے بعد کا اعتبار نہیں و لو عن سب فی ارض الخراج کوہا یا یثم الکروم مکان علیہ خراج الزرع جمع الفقائے اور اگر خراجی زمین میں انگور پونے تو جب تک انگور پورے نہ ہوں اوسکے زکوۃ خراج کھیتی کا لازم ہوگا اسلئے کہ انگور پونے کی وجہ سے زمین زرعی کو گو یا معطل کر دیا تو کھیتی کا خراج واجب ہوا یا تنگ کہ انگور بچل لاوے اسوقت خراج انگور کا اوسکے ذمی ہوگا اور کھیتی کا خراج فی جریب ایک ساع اور ایک درم ہو اور انگور کا خراج دشل درم ہیں اور یہ مسئلہ عشر و خراج کے مسائل میں چاہیے بیان تبعاً ذکر کر دیا ہو کذا فی الشامی و لاشی فی مال حبیب تعلیق بقائم اللہ و بکسر لا نسبت لبی تغلب بکسر ہا قوم من نصاری العرب و علی المرأة ما علی الرجل منهم لان الصلح و قد منہم کذا اور نہیں ہو زکوۃ تغلبی لیکون کے مال میں تغلبی بفتح لام اور کسر بھی جائز ہو مشوب ہو بنی تغلب کی طرف لام کے کسر سے کہ ایک قوم ہو عرب کے نصاریں سے اور انکی عورتوں پر بھی اوسقدر لازم ہو جسقدر انکے مردوں پر لیغنی نصف لعشر اور ان کے لڑکوں کے مال میں زکوۃ تین گز عشر لیا جاتا ہو و و نامسلمان کے لڑکوں کی نسبت اسواسلئے کہ تغلبیوں سے ہی طرح صلح تحریری تھی و یوخذ فی زکوۃ السائمة الوسطا العرم و الکذا و و سواکم کی زکوۃ میں اوسط لیا جاوے نہ بڑھانہ بہت بڑھکا اور اس کا مذکور پہلے ہو چکا یعنی نہ دو وہ پلائی لیجاوے نہ گاہجن نہ دانہ خوری کی نہ وہ کہ گاہجن نسل کے لیے رہتا ہو و لا یؤخذ من توکلت بغير حیة لفقد شرطها و هو التیة وان او حی بجا اعتبار من الثالث الان یجوز العوس ثناء و زکوۃ نہ لیجاوے ترک میت سے بدون اوسکے وصیت کی کیونکہ شرط زکوۃ کی بیت ہو اور وہ معدوم ہو اور اگر میت وصیت کر کے مرا ہو تو تہائی سے معتبر ہوگی نہ کل مال سے گریہ کہ وراثت کل مال سے دینا جائز کہیں و حولہا ای الزکوۃ قصوی لوجع التقنیۃ الشمسی و یجلی الفرق من العین اور ادائے زکوۃ میں جو سال معتبر ہو وہ قمری ہو نقل کیا ہو بحرین تہیہ سے نہ سال شمسی اور انھیں فرق باب العین میں آدیکھا یعنی سال قمری ۲۵۴۱ روز کچھ اوپر ہو اور سال شمسی اس سے گیارہ زیادہ ہو شاہد انہ ادق الزکوۃ او کا یو دیا لان و فقہا العمر اشباہا بالدار کو شک ہو کہ زکوۃ ادا کی یا نہیں تو اسکو ادا کرے لیئے کہ زکوۃ وقت تمام عمر ہو کوئی وقت مقرر نہیں کہ بعد اوسکے قضا کہلاوے کذا فی الاشباہ ہم سحرین واقعات سے منقول ہو کہ فرق ہو ہیں اور نماز کے شک میں وقت گزرنے کے بعد اور یہاں کے مسئلہ کی نظر یہ ہو کہ نماز کا وقت موجود ہو اور مصلی کو شک ہو کہ نماز پڑھی یا نہیں تو اس صورت میں اعادة لازم

باب زکوۃ المال

یہ باب ہو زکوۃ مال کے بیان میں لافیه المعهود فی حدیث ہاتق اربع عشر اموالکم فان للزکوۃ غیر السائمة لان زکوۃ کما غیر مقدرة بھا الف لام زکوۃ المال میں عہد کا ہو ایما اس مال کی طرف کہ حدیث شریف میں یا تو اربع عشر اموالکم میں مذکور ہو اور وہاں مراد مال غیر سائمة ہو اسواسلئے کہ سوائے زمین کوۃ یا لیسون جمع مقرر نہیں ہو ہم یہ جواب ہو اسکا کہ کہتے ہیں ل وہ ہو جس سے تو لگزی حاصل ہو پس شامل ہوگا سو کم کو بھی ورس ہوگا جو اب اس طرح بھی دیا گیا ہو کہ مراد مال سے مال عرفی ہو اور عرفاً فقہ اور سب کو مال کہتے ہیں سو کم کو کذا فی الشامی نصاب الذهب حشو شغلا والفضة ما شاکم کل عشر و دھون سبعہ مثاقیل و الدینار عشرون قیرا و الدھم اربعہ عشر قیرا و الفیض خمس شعیرات فیکون الدھم الشش و

سبعین شیعہ و الثمال جائز شیعہ فہود ہم و ثلثیہ ہم سونے کی نصاب میں مثقال ہوا اور چاندی کی دو سو درہم ہر دس درہم ہون سات مثقال کے اور بنار
بیس قیراط کا ہوا اور درہم چودہ قیراط کا اور قیراط پانچ جو کا تو درہم شری اس حساب سے شہر کا ہوا اور مثقال سو جو کا پس مثقال مساوی ایک درہم اور بن
ساتو بن حصہ درہم کا ہوا م نصاب سونے کی بیس مثقال یعنی پانچ تولہ وزن دانی اور نصاب چاندی کی ۲۰۰ درہم یعنی ۴۰ مثقال یعنی ۵۲ تولہ جسکے ۵۴ درہم
روپیہ بحساب فی روپیہ ۱۱ ماشہ اور ۵ روپیہ بحساب ۱۱ ماشہ اور ۵ روپیہ یعنی تقریباً بحساب ۱۱ ماشہ رقی زیادہ یعنی ۱۲ ماشہ ۳ رقی کم جو درہم
چہرہ شامی روپیہ کا ہوا اور جاننا چاہیے کہ درہم حضرت عمرؓ کے زمانے میں مختلف تھے بعض دس مثقال کے دس درہم یعنی چھ مثقال کے دس درہم
یعنی پانچ کے دس درہم حضرت عمرؓ نے سب کو جمع کر کے وزن مساوی نکال لیا تو سات مثقال کے دس درہم ٹھہرے اور شامی میں اس میں زیادہ گھٹکی ہو
دقیل یعنی فی کل بلد یورہم و مستحقہ و متفقہ فی البیوع اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہر شہر میں ان کے وزن کے موافق قنوسے دیا جاوے اور متفرقات بیوع میں
اسکی تحقیق ابو بکر م شامی بن لکھا ہے اسی قنوسے کو تسلیم کیا ہے دو ابجہ میں اور اسی کو لیا ہے شری نے اور پتہ کیا ہے محضہ اور جمع النوازل اور بیوع اور عراج
اور خانیہ اور فتح القیر میں پھر اسکے بعد میں کہتا ہوں کہ درہم رائج الوقت کمتر ہونا چاہیے اس درہم سے جو حضرت کے وقت میں کم سے کم وزن کا رائج تھا
یعنی وزن ختمہ لیکن جمہور کا قول یہ ہے کہ درہم چودہ قیراط کا ہوا اور سپر کتب متقدمین و متاخرین متفق ہیں اور بیوع میں جو درہم کی تحقیق کی ہے انکو زکوٰۃ سے
کچھ علاقہ نہیں بلکہ عقود سے متعلق ہی ہے عرف میں کو سادہ درہم مراد ہوتا ہے جب مطلق بولیں واللعنہ و درہمھا اداء وجوباً لا قیمتہما اور زکوٰۃ کے
نصاب میں معتبر نہ ہونے چاندی کا ہوا باعتبار ادا کے اور وجوب کے نہ قیمت اُن دونوں کی مثلاً اگر تین چاندی کا سو درہم کے وزن کا کسی شخص کے
پاس ہو اور خوبی ساخت کے اعتبار سے انکی قیمت دو سو درہم کی ہو تو اس پر زکوٰۃ آویگی جب تک وزن پورا دو سو درہم کا ہو الا انہم یستندون فی بعض روایات
کل منہما و معولہ و لونہما و ارجلیہما مطلقاً مباح الاستعمال او لا دلو للجمال و لافقہ لا ہما خلقاً انما انافیر کما کیف کانا
اللازم تہذیبی اسکی خبر گئے آتی ہے ربع عشر یعنی چالیسواں حصہ لازم ہو اس مال میں جو سونے چاندی کا سکے ہو جیسے درہم دینار روپیہ شرفی یا انیسے کچھ تہذیب
جیسے تین یا تلواری کی کوئی یا لکام اگرچہ سونے یا چاندی کی ڈلی ہو یا زبور بنایا گیا ہو ہر حال میں یعنی اسکا استعمال مباح ہو یا نہ ہو اگرچہ ارش کے یہ یہاں
کے لیے رکھا ہو بلکہ سونا چاندی بحسب خلقت ثمنیت کے یہ موضوع ہیں تو انکے اوپر زکوٰۃ ہر صورت میں ہوگی و فی عرض تجار قیمت
نصاب اجملة صفة عرض و ہونہا ما لیس بنقد و ما عدم صفة النية و منحو لا ضراخا حجة فلحقیا مالم مانع کما قد مناک لا و لا
لیست من العرض فتنبہ اور چالیسواں حصہ لازم ہو باب تجارت میں جسکی قیمت نصاب کو پہنچی ہو شارح نے کہا کہ یہ جملہ صفت ہی
عرض کی اور عرض سے مراد یہ ہے کہ نقد نہ ہو اور زمین خراجی میں جو نیت تجارت کی صحیح نہیں ہو وہ بسبب مانع کے ہی جیسا پہلے گذر چکا ہے تکرار زکوٰۃ کا لازم نہ آتا
تس جہت سے کہ زمین پر اطلاق عرض کا نہیں ہوتا اس بات کو سمجھ لو میں ذہب اور ورق سی فضة مضروبة فاذا دان التقویما انما
یکون بالسکوک عملاً بالعرف من ذہب اور ورق بیان ہو نصاب کا یعنی باب تجارت کی قیمت نصاب ہو سونے مضروب یا چاندی سکے لگائی ہو
سے تو اس سے معلوم ہوا کہ قیمت کرنا بجز سکے کے دوسری چیز سے نہیں ہوتا کیونکہ یہی بخلاف ہو مقوماً باحدہما ان استویا فلواحدکھما
ارجح تعین التقویم بہ قیمت کی گئی ہو نصاب مذکور ان میں سے کسی ایک سے اگر دونوں برابر ہوں یعنی ملن میں پس اگر ایک رواج میں نہ ہو تو قیمت
کرنے کے لیے وہی متعین ہوگا ولو یبلغ باحدہما نصاباً و الا خیر تعین ما یبلغ باحدہما اگرچہ ہونچے ایک کے ساتھ قیمت کرنے سے نصاب کو نہ
دوسرے کے ساتھ جو سکے ہتھارے نصاب کو پہنچے وہی متعین ہی قیمت کے نقرہ کے لیے مثلاً مال تجارت کی قیمت اگر چاندی سے کیجاتی ہو
تو سارے ہا دن تولہ کا ہوتا ہو اور سونے سے کرنے میں تو تین یا چار تولہ کا ہوتا ہو تو قیمت چاندی سے لگائی جائیگی ولو یبلغ باحدہما نصاباً

اسکی تحقیق ابو بکر م شامی بن لکھا ہے اسی قنوسے کو تسلیم کیا ہے دو ابجہ میں اور اسی کو لیا ہے شری نے اور پتہ کیا ہے محضہ اور جمع النوازل اور بیوع اور عراج اور خانیہ اور فتح القیر میں پھر اسکے بعد میں کہتا ہوں کہ درہم رائج الوقت کمتر ہونا چاہیے اس درہم سے جو حضرت کے وقت میں کم سے کم وزن کا رائج تھا

یعنی اگر چاندی اور روپیہ کا ہوا تو اس پر زکوٰۃ آویگی جب تک وزن پورا دو سو درہم کا ہو الا انہم یستندون فی بعض روایات کل منہما و معولہ و لونہما و ارجلیہما مطلقاً مباح الاستعمال او لا دلو للجمال و لافقہ لا ہما خلقاً انما انافیر کما کیف کانا

کیونکہ دینار و درہم کا
۴۵۰ درہم ہوتا ہے اور دینار کا
صاحب ہوتا ہے

دینار و درہم کا
۴۵۰ درہم ہوتا ہے اور دینار کا
صاحب ہوتا ہے

خمساً و بالآخر اقل قوصہ بلا تفعی لتقم بہ لحد اور اگر پہونچے سونے چاندی میں سے ایک کے ساتھ تقویم کرنے سے نصاب اور خمس نصاب کو
اور دوسرے کے ساتھ قیمت کر سنے کے لئے کو تو انکو تقویم کریں اسکے ساتھ جو فقیروں کے حق میں نافع ہو گا فی السیر ہم بیخ اگر درہم کے ساتھ قیمت کریں
تو دوسو چالیس درہم ہوں اور دینار کے ساتھ تیس دینار ہوں تو درہم کے ساتھ تقویم کریں گے کہ وہ کم ہیں چھ درہم لازم ہونگے بخلاف دینار کے کہ انہیں
و جب نصف دینار ہو کہ مساوی ہو پانچ درم کو اور اگر دینار و سہم ۲ کو پہونچے اور درہم سے ایک سو پچیس کو تو دیناروں کے ساتھ تقویم ہوگی
ہر بارہ میں ہی کہ شرح میں دینار دس درم کا ہوتا ہے فتح بقدر میں کہا کہ دینار کی قیمت جو دس درہم لگائے جائے ہیں تو شرح میں ایسا ہی تھا نیز عشر
خیر تولہ اللہ لازم و کل خمس بضم الخاء بحسابہ ففی کل اربعین درہم ۴۰ و فی کل اربعۃ مائتین قیراطان مائین
الحسن للخصف و قال ما زاد بحسابہ مساکین و عشر غیرہی لازم کی بیخ و جب سونے چاندی میں چالیسواں حصہ ہو اور ہر پانچویں
حصہ نصاب میں اسی حساب سے و جب ہر چالیس درم پر ایک درم اور ہر چار مائت پر دو قیراط اور ایک خمس سے دوسری تک عاف ہو اور مائیں کہیں
کہ جتنا نصاب سے زیادہ ہو سکے ہی حساب سے زکوۃ لیجاوے بیخ خمس تک کہ جو کسور نام صاحب کے نزدیک عاف نہیں وہ انکے نزدیک نہیں اور یہ مساکین کو
ماخوذ ہو حدیث لا فخذن الکسور شایعہ شکسرون میں کچھ کذا فی اشامی وغالب الفضۃ والذہب فضتہ و ذہب و ما غلب غشہ منہما
بقدر کم کا عروض و شیط فی الملیۃ اور سونا یا چاندی اگر کسی بلونی کے ساتھ مخلوط ہوں اور بلونی پر سونا یا چاندی غالب ہو تو حکم سونے کا لیا جائے
اس میں نصف و شرح میں ہے اگر سونا غالب ہو تو سونے کا حکم ہو اور چاندی غالب ہو تو چاندی کا حکم ہو تو ہر مخلوط میں زکوۃ سونے چاندی کی لازم ہو تاکہ
کہ اگر قیمت تجارت بھی رکھا ہو گا تو زکوۃ نقدین کی لازم ہوگی نہ عروس کی اور اگر بلونی نقدین پر غالب ہو تو اسکی قیمت کیجاوے مثل اور اسباب
تجارت کے بشرطیکہ تجارت کی نیت ہو لا اذ اکان محاضد منہ ما یباع نصاباً و اقل و عند ما یتیم بہ او کانت اشمانا رابحۃ و بلغت
نصاباً من اد زلفی تجب نہ کہ نہ فجب و لا فلا یت شرط ہو مگر اس صورت میں کہ مخلوط میں اسقدر چاندی یا سونا جدا ہو سکے کہ نصاب
کی مقدار کو پہونچے یا سونا چاندی اگرچہ نصاب سے کم ہو لیکن جسقدر نصاب میں کمی ہو اسکے پورا کرنے کو اسکے پاس کوئی تجارت کی چیز یا نقدین میں سے
موجود ہو یا یہ کہ غالب انش میں مروج ہوں اور قیمت میں اس ادنیٰ نقد کے نصاب کے برابر ہوں جسپر زکوۃ واجب ہوتی ہو تو زکوۃ واجب ہوگی درہم میں
واجب ہوگی و لخصائص و الفش المساکوی و المختار لزومها احتیاطاً خانیہ و لذاک شباع الا و س نا اور جو مال ایسا ہو کہ اس میں بلونی
اور چاندی یا بلونی اور سونا دونوں برابر ہیں اس میں اختلاف ہو مختار یہ ہو کہ زکوۃ لازم ہو محتاطاً کذا فی الخانیہ اور اسی جہت سے اسکی بیخ بغیر مذکور
نہیں جائز ہو تا کہ بر الو لازم نہ آوے و اما الذہب المخلوط بفضۃ فان غلب الذہب فذہب والا فارباع الذہب او الفضۃ
و جب اور سونا جو چاندی میں مخلوط ہو پس اگر سونا غالب ہو تو حکم سونے کا ہو اور اگر سونا غالب نہ ہو پس اگر سونا یا چاندی نصاب کو پہونچے تو واجب ہو
مشتی میں اسطرح تصریح کی ہو کہ اگر کھلا یا سونا چاندی کے ساتھ پس اگر سونا نصاب کو پہونچے تو کل کی زکوۃ سونے کی دیجاوے گی سونا غالب ہو یا مخلوط
اسلئے کہ وہ عزیز ہی اور اگر سونا نصاب کو نہ پہونچے پھر اگر چاندی نصاب کو پہونچے گی تو کل کی زکوۃ چاندی کی زکوۃ ہوگی میں کہتا ہوں کہ صورت سونے
چاندی کے مخلوط ہونے کی بارہ طرح ہو سکتی ہو یا یہ کہ سونا غالب ہو یا مخلوط یا برابر اور ہر صورت میں یا دونوں حد نصاب کو پہونچیں یا نہ پہونچیں سو نقطہ
نصاب ہو یا چاندی فقط نصاب ہو ان میں سے دو صورتیں متبع ہیں ایک یہ کہ سونا غالب ہو اور چاندی فقط نصاب کو پہونچے دوسرے یہ کہ سونا چاندی
دونوں برابر ہوں اور چاندی فقط نصاب کو پہونچے باقی دس صورتیں ممکن ہیں اور تا نا خانہ میں ہی کہ جب فضہ غالب ہو اور سونا مخلوط یعنی دو
چاندی اور ایک شحائی سونا یا زیادہ تو کل کا حکم چاندی کا ہو گا کیونکہ سونا قیمتی چیز ہو اپنے سے کتر کا تابع نہیں ہو سکتا بخلاف اسکے کہ سونا

غالب ہو اس سے یہ معلوم ہوا کہ جب چاندی نصاب کو پہنچے اور سونا نصاب سے کم ہو تب چاندی کی زکوۃ لازم آتا علی الاطلاق نہیں بلکہ مقید ہو خاص اس صورت میں کہ وہ سونا مخلوط قیمت میں کم ہو چاندی سے نہیں تو کل کی زکوۃ سونے کی ہوگی ورنہ علم قائم ہشامی اور ہر نقشہ سے حال ہر ایک کا معلوم ہوتا ہے جس کا نقشہ چاندی سونے کے احکام کا در صورت مخلوط ہونے کے کہ زکوۃ لازم ہی یا نہیں

سونا غالب اور ہر ایک بقدر نصاب حکم سونے کا ہوگا	چاندی غالب اور ہر ایک بقدر نصاب حکم سونے کا	دونوں برابر اور ہر ایک بقدر نصاب حکم سونے کا
سونا غالب اور فقط سونا بقدر نصاب حکم سونے کا	چاندی غالب اور فقط سونا بقدر نصاب حکم سونے کا	دونوں برابر اور فقط سونا بقدر نصاب حکم سونے کا
سونا غالب اور فقط چاندی بقدر نصاب ناممکن ہے	چاندی غالب اور فقط چاندی بقدر نصاب حکم چاندی کا	دونوں برابر اور فقط چاندی بقدر نصاب ناممکن
سونا غالب اور دونوں سے کوئی نصاب نہیں اس میں زکوۃ نہ ہوگی	چاندی غالب اور دونوں میں سے کوئی نصاب نہیں اس میں زکوۃ نہیں	دونوں برابر اور کوئی بقدر نصاب نہیں زکوۃ نہیں

جانتا چاہیے کہ اس میں سے وہ صورت خارج ہو کہ سونا چاندی دونوں ملکر پوری نصاب ہو جاوے تو یہ خاص صورت میں آگئی و شرط کمال انصاف و لو ساعۃ نظر فی محول فی الاستدلاء بالانقضاء و فی الاستدعاء للوجوب فلا یضر نقصان بینہما فلا یصلح کل بطلان محول حال ان فلا یقطع محول لومستغرقاً و شرط کیا گیا ہو کہ سونا نصاب کا سال کے اول آخر میں شروع میں انقضاء کے لیے اور آخر میں وجوب کے لیے پس نقصان نصاب کا ہٹانے میں مانع وجوب کوۃ کا نہیں پھر اگر کل نصاب ہلاک ہو گئی تو برس کا حساب باطل ہو گیا یہاں تک کہ اگر دو سال اسی برس میں لگوا تو اس کے وسط میں برس شروع ہو گا کذا فی الشامی اور دین میں کو نہیں توڑنا اگرچہ دین مستغرق ہو مگر یہ قول امام ابو یوسف کا ہی اور امام صاحب سے بھی ایسا منقول ہے جیسا صحیح میں ذکر کیا ہے مگر شارح نے شرع کتاب الزکوۃ میں بعد قول مصنف کے فلا زکوۃ علی الکاتب ربوون للعبد الخ بیان کیا ہے کہ دین عارض ہو جائے مثل ہلاک نصاب کے شامی کیا جاتا ہے امام محمد کے نزدیک اور اس کے بجز تین ترجیح دی ہو کذا فی الشامی و فیما العرض للتحقیق فی التفتیح لان الکمل للتجارت و وضعہ و جعلہ زکوۃ کے ادا میں اسباب تجارت کی قیمت نقدین کے ساتھ ملائی جاوے اس لیے کہ سب مال تجارت کا ہو نقدین تو بحسب اصل وضع کا وہاں تجارت باہر کی قیمت کرنے سے و فیما الذہب المانقض و عکسہ یباع بالثمنیۃ قیمت نقدی کا لخواہ اور ملایا جاوے سونا چاندی کے ساتھ یا چاندی سونے کے ساتھ یا متباہ قیمت کے بجز کہ دونوں میں شہیت پائی جاتی ہو اور صاحبین کہتے ہیں کہ ملائی جاوے یا اجزا کے اعتبار سے جیسا کہ اس مثال میں ہو

فلو کہ ما تدرہم و عشرتہ دینا قیمتہا کا معنی دار بعون تجب سئہ عندہ و خمسئہ عندہ ما فہم پس اگر منہ کی کے پاس سود و دم اور دین بیا
 موجود ہوں کہ دیناروں کی قیمت ایک سو چالیس درہم ہوں تو چھ درہم امام صاحب کے نزدیک چھ ہونگے اور پانچ صاحبین کے نزدیک ستم یعنی نصف نصاب
 چاندی کی جو سود چھ ہوں انکی زکوٰۃ ڈھائی درہم ہوئی اور دس دینار جو نصف نصاب ہونے کی ہو امام صاحب کے نزدیک باعتبار قیمت کے ملائے جائینگے اور قیمت انکی
 ایک سو چالیس درہم مفروض ہیں جسکی زکوٰۃ ساڑھے تین درہم ہوئے پس کل زکوٰۃ چھ درہم ہوئی اور صاحبین کے نزدیک اجزاء کے اعتبار سے جمع ہوگی یعنی
 نصف نصاب چاندی کی ہو اور نصف ہونے کی تو ایک نصاب ہوگئی اور چونکہ ایک نصاب دو سو درہم کی ہوتی ہے تو دو سو کی زکوٰۃ یعنی پانچ درہم لازم ہونگے
 شامی نے کہا کہ یہ قیمت نہ الفائق شارح نے پانچ درہم کہے حالانکہ صورت مفروضہ میں صاحبین کے نزدیک بھی چھ درہم ہوتے ہیں نزدیک ہر نصف نصاب
 چالیسواں حصہ لازم ہو تو دس دینار کا چالیسواں حصہ دینار کی چوتھائی ہو اور یہاں دینار چودہ درہم کا مفروض ہو تو کل چوتھائی ساڑھے تین درہم ہوں
 جسکو سود درہم کی زکوٰۃ میں ملائے سے چھ درہم ہوتے ہیں اور شارح نے فافہم کہنے سے قول کافی کار کیا جو یہ کہتے ہیں کہ امام صاحب کے نزدیک وجوب
 اجزاء کے پورا ہونے سے ہو قیمت کا اعتبار نہیں چنانچہ اگر کسی کے پاس سو درہم اور دس دینار ہوں جسکی قیمت سو درہم سے کم ہو تو زکوٰۃ واجب ہے
 حالانکہ قیمت کے اعتبار سے دو سو درہم نہیں مگر اجزاء کے اعتبار سے نصف ہونے کی اور چاندی کی ملکہ پوری نصاب ہو اور یہ قول کافی کا غلط ہے اسلئے
 کہ وجوب امام صاحب کے نزدیک قیمت ہی کی جست سے ہو اور مثال بالا میں ہر چند نصاب چاندی کی پوری نہیں مگر جب سو درہم کے دینار بنائی جائیں
 تو دس دینار ہو گئے پانچ رہینگے تو سو نے کی نصاب پوری ہو جائیگی مگر خدا امام صاحب کے نزدیک قیمت کے اعتبار سے ہر ادنیٰ کہ دونوں نصاب پوری
 ہو سکے بلکہ یہ غرض ہو کہ دونوں میں سے کسی کی پوری ہو جائے کذا فی الخطا و ای تبصرہ ولا تجب الزکوٰۃ عندنا فی نصاب مشترک من سائے
 و مسائل تجارتیہ اور نہیں وجوب ہوتی زکوٰۃ ہمارے نزدیک نصاب مشترک میں خواہ سائے ہو یا مال تجارت میں نصاب مشترک سے مراد یہ کہ جدا جدا ہر شخص کا
 مال زکوٰۃ کے لائق نہیں بلکہ جب دونوں کا مال ملاوین تو نصاب ہوتی ہو دان صحت الخلط فیہ ای فی النصاب بائنا و انتسابا لک سائے
 المتسعة التي یجمعها ارض مریشفع و بیانہ بشرح المجمع اگرچہ ملانا درست ہو گیا ہو نصاب میں بسبب متحد ہونے سببوں چرا لی کے جو عدد میں نہیں
 جسکی طرف ہمارے نامی جملہ اوص میں شفع اور ہر بیان شروع مجمع میں ہم منہ کے لفظ سے اشارہ ہو طرف خلاف امام شافعی رحمہ اللہ کے کہ انکے نزدیک زکوٰۃ
 واجب ہوا ہر سبب سے کہ حقیقت میں شرط تسعة میں مجازاً شرط کو سبب کہا اور اوص میں شفع میں عجزہ اشارہ ہو طرف ہلیت کے یعنی دونوں مشترک
 اہل ہوں وجوب زکوٰۃ کے اور دا اشارہ ہو وجود اختلاف کی طرف شروع سال میں اور صا و تعدد اختلاف کی طرف یعنی اختلاف اختیار ہو اور ہم تکاد شرح
 کی طرف یعنی جاننا دونوں مواشی کا چرگاہ میں ایک جگہ سے اور دون اشارہ انا و واحد کی طرف یعنی دو ہنی زمین دودہ دو جا جاوے ایک ہوا وری مخلو
 راعی کی طرف کہ دونوں کا چرنے والا ایک ہوا ور شین اتحاد شرب کی طرف یعنی پانی پیئے کا کنواں یا تالاب ایک ہوا وری اتحاد فحل کی طرف یعنی ایک ہی
 دونوں پر چرا ہوا وری میں اتحاد مری کی طرف یہ شرطیں سوائے کہ اختلاف کی ہیں اور شرط اختلاف کی مال تجارت میں کتب شافعیہ میں مذکور ہیں منہ انکے یکم
 وکان او چوکیدار اور مکان حفاظت کا ملحد ہو کذا فی الشامی دان تعدد النصاب تجب اجماعاً و بذرا جعان بالخصص و بیانہ فی الحاشیہ
 اور اگر نصاب متعدد ہو تو بالاجماع زکوٰۃ واجب ہے یعنی اگر قبل ملائے کے ہر ایک کا حصہ جدا جدا نصاب ہو تو زکوٰۃ دونوں پر واجب ہے ہر ایک کے
 مال کی اور ان میں ایک دوسرے سے پھر بیویں بحساب حصہ اپنے مال کے اور اسکا بیان حاوی بن یوم قاضی خان نے حاوی سے زیادہ
 بیان کیا ہے اسکی صورت یہ ہے کہ ان دونوں کے پاس ایک سو بیس بکریاں ہیں ایک کی دو تھائی اور ایک کی ایک تھائی پس زکوٰۃ واجبہ
 دو بکریاں ہوں تو ہر ایک سے ایک ایک بکری صدق لے لے پھر دو تھائی مال والا تھائی اس بکری کی جو ایک تھائی والے نے دی ہے

کیونکہ مال
 زکوٰۃ کی قیمت ہے

پھر لے اور ایک تھائی مال والا دو تھائی اُس بکری کی کہ دو ٹلٹ والے نے دی ہو واپس لے تو ٹلٹ ٹلٹ کے بدلے میں بکرا ہوگا باقی رہا ایک ٹلٹ پس
ایک تھائی مال والا اسکا مطالعہ دو تھائی والے سے کرے اور اس سے بھی ظاہر ہوا کہ تراجیح جانبین سے ہو موافق اصل باب تقاضا کے کذا فی الشامی
فان بلغ نصیب احدہما نصفاً بائناً لکذا اخر پس اگر پونچھ حصہ ایک کا اُن دونوں میں سے مقدار نصف کو تو وہ اپنے حصہ کی زکوۃ دیوے نہ دوسرا
میں اسکی صورت یہ ہو کہ اسی بکریاں دو شخصوں کی مشترک ہیں ایک کی ایک تھائی ایک کی دو تھائی مصدق نے ان میں سے ایک بکری لی یعنی دو تھائی
والے کی زکوۃ تو ایک ٹلٹ والا دوسرے سے بکری کی تھائی قیمت پھر یوں کیونکہ تھائی والے پر زکوۃ نہیں کذا فی الشامی عن المحیط ولولینہ فہا من
تکالیف جلائل انون شاة لکذا علیہ لکذا لیس قسم خلا لکذا فی السراج اور اگر ایک شخص کے اور سب آدمیوں کی شرکت میں اسی بکریاں ہوں یعنی
نصف نصف تو اس شخص پر کچھ لازم نہیں آتا کیونکہ یہ مال مشترک اس قبیل سے ہو کہ تقسیم نہیں ہو سکتا یعنی ہر بکری کا آدھا نہیں ہو سکتا برخلاف قول امام
ابو یوسف کے کذا فی السراج مہم بنس میں ہو کہ اسی بکریاں درمیان چالیس آدمیوں کے مشترک ہیں اس طرح کہ ایک شخص کی ہر بکری میں سے آدھی ہو اور دوسرا
نصف باقی بکریوں میں ہو تو اس چالیس والے پر زکوۃ نہیں امام ابو حنیفہ کے نزدیک اور یہی قول امام شافعی کا ہے اور اگر دو ہی آدمی مشترک ہوتے تو پھر
زکوۃ دینے کی سبیل سے اس حالت میں تقسیم ہو سکتی ہو اور پہلی صورت میں تقسیم نہیں ہو سکتی یعنی چونکہ ہر ایک بکری نصف نصف ہو تو تقسیم نہیں ہو سکتی ہر
اتلاف کے بخلاف اسکے کہ اسی کے دو آدمیوں میں دو بکری کرین کذا فی الشامی واعلم ان الدیون عند الاہام ثلثہ قوی و متوسط و ضعیف
فنجب کو تھا ان اتم نصاباً و حال الحول لکن فی اہل عند قبض الیہین درہما من الدین القوی کفرض بدل مال تجارت
فکما قبض الیہین درہما یلزم درہم اور جان لے کہ دیون امام صاحب کے نزدیک تین قسم کے ہیں ایک قوی دوسرے متوسط تیسرے ضعیف
زکوۃ دیون واجب ہونی ہے جب نصاب پوری ہو اور برس گزر جاوے لیکن علی الفور نہیں بلکہ واپس درم دین قوی سے قبضہ کرے اور دین متوسط و ضعیف
یا مال تجارت کا بدل ہی مہر بارہ چالیس درم وصول کرے ایک درم لازم آوے گا یعنی پہلے چالیس پر ایک درم پھر جب چالیس اور وصول ہوں دوسرا
درم و علی ہذا القیاس ہر چالیس پر ایک درم ہوگا کیونکہ امام کے نزدیک کسور معاف ہیں جن اشامی و عند قبض ما بین مہر لغیرہا ہی من بدل مال
بغیر تجارت و ہوا المتوسط سائلہ و عبید خذ مہ و نحوہا اتم اتم مشغول بچوا لکذا الاصلیۃ عظامہ شراہ املات
اور لازم ہو زکوۃ وقت قبضہ دو درم کے بدل مال سے جو تجارت کے لیے نہوا و یہ دین متوسط ہی جیسے قیمت سائلہ کی یا خدمت کے غلام کی اور
مثل انکے ان چیزوں کی کہ حرج اصلی میں مشغول ہیں جیسے کھانا پینا املاک وغیرہ کی ممالک جمع ملک کی ہر معنی ملک مطلق پر عطف عام کا ہوا ہے
اور عرف میں الارضی کو کہتے ہیں اس صورت میں یہ عطف مابین کا ہوا ہے من الشامی و باعتبار مضی من الحول قبل القبض فی الاصلہ اور لکھا
جاوے شنگ برس کے وہ ابام جو دین متوسط کے قبض سے پہلے گزر گئے اصح روایت میں م دین متوسط میں دو روایتیں ہیں روایت پہلی یہ ہو کہ زکوۃ واجب ہو
اور ادا لازم نہیں رہا تک کہ قبض کرے دوسروں اس وقت زکوۃ ادا کرے اور ابن حاکم کی روایت میں امام ابو حنیفہ سے ہے کہ اُس میں زکوۃ واجب نہیں
رہا تک کہ قبض کرے اور برس گزرے ہو سب سے پہلے کہ یہ مال زکوۃ کے قابل بعد قبض کے ہوتا ہو تو پھر اس مال کے جو ابھی پیدا ہوا اور وجہ ظاہر روایت کی
یہ ہو کہ جب سب سے حاجت کی چیز کی بیع پرا قدام کیا تو گو یا مال تجارت کا بیع سے پہلے کر دیا حاصل یہ ہو کہ تین اختلاف کا دین متوسط میں اس بات پر ہو کہ
مال زکوۃ کا بعد قبض کے ہونا ہی یا قبل اسکے پہلی صورت میں ضرور ہو گزر نارس کا بعد قبض نصاب کے اور دوسری صورت میں بدلے سال وقت قبض
ہو اور راجع بھی ہو اور بعض مشہدین سے اس جگہ خطا واقع ہوئی ہو اور دین قوی میں کچھ اختلاف روایات نہیں زکوۃ اُس میں اصل مال کے
برس سے واجب ہو کر ادا اس وقت لازم ہو کہ چالیس وصول کرے کذا فی الشامی بصرہ و مثلاً مال و درہم یا علی رجل اور دین متوسط

کے پیش ہو اگر وارث ہو اس دین کا جو کسی شخص کے ذمہ ہو یعنی نصاب اسکی وقت وراثت سے معتبر ہو اور یہی ظاہر الروایت ہے تنبیہ پہلے جو مذکور ہو کہ دین قوی اور متوسط میں ادا سے زکوٰۃ نہیں واجب مگر بعد قبض کے اس سے یہ معلوم ہوا کہ صورت اگر بعد چند سال کے مگر قبض دین کے تو تسکین وصیت اخراج زکوٰۃ کی قبض ہونے پر لازم نہیں ہو کیونکہ ادا اسکے ذمے بھی لازم ہی نہیں ہوا اور وارث کے ذمے زکوٰۃ لازم ہوگی کیونکہ اہل ملکیت وراثت پہلے نہیں تو اسکا ابتدائے سال وقت موت سے ہوگا کذا فی الشامی وعند قبض ما شئین مہم حوالان الحول بعد اسی بعد قبض مرہون ضعیف و هو بدل غیر مال کھریڈیہ لکن لکنا بالمشاع اور زکوٰۃ لازم ہو وقت قبضہ و سود مرہون کے دین ضعیف سے اور گذر جانے سال تمام کے بعد قبض کے اور دین ضعیف وہ ہو کہ بدل مال نہ ہو جیسا مرہونیت اور بدل کتابت اور بدل خلع ہو لکن اذ ان کا عند ما یضیق الی الذکر الضعیف استما ہر جہاں ہو اسکے پاس وہ مال کہ ملاوے دین ضعیف کے ساتھ جیسا پہلے ذکر کیا ہم یہ ہتھکڑی شتر اطعوان جول سے بعد قبض کے حال پر جب اسکے کوچہ چال ہو اور اسکے پاس پہلے سے نصاب ہو تو قبض کو نصاب کے ساتھ ملا کر زکوٰۃ ادا کرے اور قبض کے وسط بعد سال بعد قبض کے شرط نہیں و تولد کما مر شاربہ المستفاد فی شتر الحول کی طرف اور مراد یہ ہو کہ یہاں جو مذکور ہو وہ کسی قاعدے میں داخل ہی نہ ہو نہ کوئی تصریح پہلے بیان نہیں کی و لو ان ارباب الدین المالیون بعد الحول خلا زکوٰۃ سواء دین ان الدین قویاً او لا خائبہ اور اگر ایسا فائدہ دین کے والی نے دیون کو بعد برس گذرنے کے تو زکوٰۃ نہیں برابر دین قوی ہو یا نہ ہو کذا فی الخانیہ و قیئدہ فی الحجۃ بالمعسر اما المؤمن فہو استعلاک فیلحفظ اور محیط میں عدم زکوٰۃ کو برابر دائیں کی صورت میں عقید کیا ہی دیون مفلس کے ساتھ اس صورت میں برابر معتزلہ ہلاک کے ہوا لیکن اگر دیون مالدار ہی تو یہ بمنزلہ تصدق کر کے ہی یعنی زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہ ہو کذا فی البحر قال فی النہر ہذا ظاہر فی اذہ تفسیر بالاطلاق و هو خبر شیخہ فی الضعیف کما لکن فی الفایق میں کہا اور یہی قول بکر کا وقیدہ الخ ظاہر ہو کہ اس باب میں کہ تول مذکور ہے سو اطفال الدین تو یا دالا کہ دین کے قسام ثلثہ کو شامل ہی عام نہیں ہو بلکہ بقیدہ مفلس کے ساتھ اور صحیح نہیں ہو دین ضعیف میں کیونکہ دین ضعیف میں زکوٰۃ نہیں واجب ہوتی مگر بعد قبض نصاب کے اور گذر نے برس کے بعد قبض کے اس صورت میں اسکا بری کرنا استہلاک ہوا واجب سے پہلے زکوٰۃ کا ضامن ہوگا اور یہی حال دین متوسط میں ہو کذا فی الشامی و تجب علیہا ای علی المرأة زکوٰۃ نصف مہم من نقد مرد و بعد نصف الحول من الف کانت قبضتہ مہم ثم ردت النصف بطلاق قبل الحول فتزکی الکمل لما تقرران المنقود لا تعین فی العقود المنسوخہ اور واجب ہو عورت پر زکوٰۃ نصف مہم نقد کی کہ مٹایا گیا بعد برس روز کے ہزار میں سے کہ بقیہ مہم قبض کیا پھر مٹایا آدھا بسبب طلاق قبل الحول کے پھر کوۃ دیوے کل ہزار کی اسلئے کہ ٹھہرا ہوا قاعدہ ہو کہ نقد یعنی مونا جائزی عقود میں یعنی بیع اور اجارہ اور نکاح وغیرہ میں اور نسخ میں یعنی اقالہ اور خلع وغیرہ میں متعین نہیں ہیں مہم نقد کے لفظ سے احتراز ہی سائے سے اور شارح نے جو مہم نقد زیادہ کیا اسکی ضرورت نہیں ہو کیونکہ مہم الف جو نصف نے کہا ہو وہ اس مطلب کے ادا کے لیے کافی ہو صورت مسلکی یہ ہو کہ کسی صورت سے نکاح کیا ہزار درم کے مہر پر اور ہزار بیخ کن مہر اسکو دیدیا اور ایک برس گذر گیا پھر شوہر نے قبل الحول طلاق دی موت کو نصف مہر پھر نا پڑا تو عورت پر اس نصف مرد و کی زکوٰۃ ہی مرد کے ذمے نہیں کیونکہ عقود میں نقد معین نہیں ہوتے آیتہ جو قبض کیا تھا وہ اسکی ملک میں ہو گیا تھا اب جو ہٹا نا پڑا تو بعینہ وہ پانسو ہٹانے پر ضرور نہیں ہیں بلکہ اسکی جگہ اور پانسو اگر دیوے تو درست ہو اس جہت زکوٰۃ اسکے ذمے لازم ہوئی اور دین کا ذمہ پر لازم ہونا بعد سال گذرنے کے مانع زکوٰۃ نہیں کذا فی الشامی نقلاً عن الولو لکیمہ تسقط الزکوٰۃ عن مہوہ بکہ فی نصاب مرجوع فیہ مطلقاً سواء رجع بقضاء وغیرہ بعد الحول لو رد الا مستحقاق علی عین المہوہ بکہ لکنا رجوع بعد ہلاک اور ساقط ہوتی ہو زکوٰۃ مہوہ بکہ کے ذمے سے اس صورت میں کہ وہاں ہٹا ہے

یہاں تا اب اور پھر
خفی بیخ کن ہو گیا

برس روز کے نصاب کو دیکر مٹایا ہو وہ حال یعنی قاضی کے حکم سے مٹایا ہو یا بغیر اس کے اس لیے کہ استحقاق شریعین مہبوب پر واقع ہو اور اسید مہبوب سے بعد ہلاک ہو مہبوب کے ربوع نہیں پہنچتا قید یہ کہ لائے لا زکوٰۃ علی الواہل اتفاقا لعدم الملائ فی من انجیل مہبوب کی قید زکوٰۃ کے سقوط میں وسوٹ لگائی کہ وہاں کے ذمہ بالاتفاق وجہ نہیں ہے کیونکہ اس کی ملک منقطع ہو گئی تھی اور یہ سقوط زکوٰۃ کے لیے ایک جیلہ ہی ہے اور اتفاقا کے لفظ میں ایسا ہے کہ مہبوب اس سے زکوٰۃ ساقط ہونے میں اختلاف ہو چنانچہ امام زفر وجوب کے قائل ہیں اگر بغیر حکم قاضی پھر دے دے اس لیے کہ اس نے اپنے اختیار سے شکوہ کیا تو جب بد ہوا اور غیر مستحکم کے ہوا ہے کہ ہر دور وہ میں اختیار نہیں ہے اگر یہ خود نہ دیتا تو وہ قاضی کے بیان نالاش کر کے پھر لیتا ہو مہبوب سے بد ہوا کے ہوا یہ مستحکم کے خلاف و منہا ان کی جیلہ لطف قبل التمام بیوم اور ایک جیلہ سقوط زکوٰۃ کا یہ ہو کہ مال ہمہ کر دے اپنے لڑکے کو سال پورا ہونے سے ایک روز پہلے م اور اس قسم کا جیلہ دفع زکوٰۃ کے لیے امام محمد کے نزدیک مکروہ ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک مکروہ نہیں اور محیط بن ہی کہ یہ بھی صحیح ہے اور اول کو شیخ حمید الدین نے اختیار کیا ہے اور ایسا ہی اختلاف ہے دفع شفعہ کے جیلہ میں اور کہا گیا ہے کہ فتوے شفعہ کے باب میں امام ابو یوسف کے قول پر ہی اور زکوٰۃ میں امام محمد کے قول پر اور یہ تفصیل اجمعی اور پندیدہ ہے کہ لانی شرح در البیجار اور کتاب الشفعہ میں مصنف اور شارح نے اس کو بیان کیا ہے

باب العاشر

یہ باب ہر عشر لینے والے کے بیان میں قبل ہذا مرقبہ شیعہ باسم بعض احوالہ لا حاجۃ الیک بل العشر علف لما یأخذ العاشر مطلقاً ذکرہ سعدی ^{۱۱} جنس کیا گیا ہے کہ یہ نام رکھنا ہو کسی چیز کا اسکے بعض حالات کے اعتبار سے یعنی ماشر کبھی عشر لیتا ہے اور کبھی نصف العشر ^{۱۲} کبھی ربع العشر ^{۱۳} بعض حالات میں کہ جن میں عشر لیتا ہے تو اسی اعتبار سے اس کا نام ماشر رکھا گیا اور اس تکلف کی کچھ ضرورت نہیں بلکہ عشر نام ہوا ہے چیز کا جو عاشر مال والوں سے لیتا ہے خواہ عشر ہو یا نصف العشر ذکر کیا ہے اس کو سعدی نے یعنی یہ علم جنس ہی میں شامی نے کہا کہ مناسبت ہے کہ اسم جنس کہا جائے کیونکہ علم جنس میں حکمت ضرورت مانا کرتے ہیں جیسا اساتذہ میں کہ معرفوں کا استعمال ہوتا ہے اور کوئی آذ تعریف کا نہیں اور یہاں کوئی ضرورت علم ماننے کی نہیں ہو مگر مستحکم ہے فیما یعلم حرمۃ تولیت الیہ ہود علی الاعمال ماشر زادہ مسلمان یعنی نہ ظلام ہونے کا ظلم سے معلوم ہوا کہ ہود کی عامل بنانا حرام ہو غیر ہاشمی ہا فہ من شیعۃ الزکوٰۃ اور ماشر ہاشمی نہ ہوے کیونکہ ہمیں زکوٰۃ کا شیعہ ہو کہ ہاشمیوں کو جائز نہیں ہے ہاشمی کی شرط طنائہ میں لگائی ہے اسکے سوا اور کسی کتاب میں نظر نہیں آئی اور یہ مخالف ہے جو نہا یہ وغیرہ میں مذکور ہے کہ جب ہاشمی صدقات پر مقرر کیا جائے تو شکوہ جرت لینا حلال نہیں اور اگر عامل مقرر کیا جاوے اور روزیہ کسی دوسری جگہ سے دیا جاوے یا وہ بلا جرت تبرعاً کام کرے تو درست ہے کہ لانی شامی قادر علی الحماۃ من الصور القطاع لان الجبائیۃ بالحماۃ وہ ماشر قدرت رکھتا ہو تجارت کے بچاؤ کی چوروں اور رہنوں سے اس لیے کہ لینا یا کا تجارت سے بسبب حمایت کے ہے یعنی امام جو مال لیتا ہے تو سوال کی حفاظت کے لیے لیتا ہے نصبتاً لا عام علی الطریق للمساقرین بخ السائغ فأنہ الذی یسیر فی القباہل لیاخذ صدقۃ الموائی فی ما کان مقرر کیا ہو ماشر کو امام نے راہ پر سافروں کے لیے اس سے کل گیا سامی کیونکہ سامی وہ ہے جو قبائل میں جاوے تاکہ موائی کا صدقہ موائی کے مکانوں پر ہو چکر وصل کرے لیاخذ الصدقات تغلیباً للعبادۃ علی غیر مالکوا امام نے مقرر کیا ہو تاکہ وصول کرے صدقہ اور چونکہ ماشر مسلمانوں سے صدقہ وصول کرتا ہے اور کفار سے جزیہ تو تعریف میں صرف صدقہ کا ذکر کرتا مگر جمع دینا بھی عبادت کو غیر عبادت پر موالحاً ربوزن فی آراء الما ربوا مالہم الظاہرۃ والباطنۃ علیہ لفظ تجار جمع تاجر کی جیسے فاجر جمع فاجر کی یعنی مال وصول کرے صدقہ ان تاجروں سے کہ اس پر گزیرن اپنے مال سمیت خواہ مل ظاہر ہو یا باطن م مال کی دو قسمیں ہیں ظاہر اور باطن ظاہر ہوائی اور جو مال کے پاس تاجر لیکر آوے ہو باطن ہونا چاندی اور مال تجارت ہے مرقہ پر کٹائی ہوا اور یہاں بالغہ سے مراد موائی کے سوا ہیں بقریہ المارین باسوا لہم کے

اور زکوٰۃ مال عاشر کے سامنے آیا تو وہ ایک قسم ظاہر کی تھیں لہٰذا بطن کسنا مجاز ہی یا متعارف حال کے سوسطے کہ مال باطنہ جو طہرین میں اگر عاشر کو خبر بھی
 کرے تو انہیں سے نہیں لے سکتا جیسا بجزیر میں مصلح اور باطنہ اور ظاہرہ کی تعلیم میں اشارہ عناد وغیرہ کی رد کی طرف تکریر اموال باطنہ میں کیونکہ مال
 ظاہرہ یعنی سوائے میں عاشر کے پاس آنے کی ضرورت نہیں بلکہ عاشر خود جاکر وصول کرنا چاہو اشارہ اس طرح ہوا کہ یہی عاشر اور سامی میں فرق نہ کرنے
 حالانکہ ان دونوں میں فرق ہو جیسا کہ چکا گذارنی ہشامی و ما در حنفی ذم العتصا و محمول علی الاخذ ظاہر ہو وہ جو حدیث شریف میں مائتہ فی
 مذمت میں وارد ہوا اور لایہ دخل صاحب کس ایختہ رواہ ابو داؤد وغیرہ یعنی نہ داخل ہوگا عاشر یعنی والا جنت میں سوسطے محمول ہی ظلم سے لینے پر فعل انکر تمام
 الحول او قال لہ انما لہا رۃ او علی ذی شیعۃ او منقص للنصاب لان یا اخذ زکوۃ معراج ہونے سے مجر د لہذا اطلاق المصنف
 پس جو شخص انکار کرے برس کی تمامی کا یا کچھ کرے میں نہ نیست تجارت کی نہیں کی بلکہ کہ میرے ذمہ وہیں مجبوظ ہوا بقدر دین کہ بعد ادا کے مال بقدر انفا
 نہیں رہتا اشارے سے نہا کہ دین کی تعلیم سوسطے ہو کہ عاشر جلیبتا ہی بطنہ زکوۃ لیتا ہو گذارنی المعراج اور یہی حق ہو گذارنی البحر اور سلیہ مصنف نے دین کو طلاق
 رکھا او قال ادب الی عاشر اخر و کان عاشر اخر محققا یا لہ کہ میں دوسرے عاشر کو دے چکا اور دوسرا مائتہ حق ہو او قال ادب الی الفخر فی
 المصٹر بعد اخر وچ لیا آت یا لہ کہ میں ادا کر چکا فقیروں کو شہر میں نہ شہر سے نکلنے کے بعد ملکی و بے غریب او کی وحلف صدق فی الکمل بلا
 اخراج برأۃ فی الاصل لا شتباہ الخط یعنی ان سب صورتوں مذکورہ میں اگر بیان کو بخل موکہ کرے تو مانا جاوے برون پیش کرنے چہی دوسرے
 عاشر کے سوسطے کہ خطوط شتباہ ہوتے ہیں اصح روایت میں اور یہی ظاہر الروایت ہو گذارنی البدل لہی لہا علی خلاف اسم
 ذلک العاشر وحلف صدق محدث عدا مگاہا تک کہ اگر چھٹی پیش کی برخلاف نام اس عاشر کے ورغم کائی تو مانا جاوے اور چھٹی
 کا عدم شمار کیجاوے ولو ظہر کذبہ بعد سنن اخذ منہ اور اگر ظاہر ہو دے جھوٹ مال دایک یا چند سال کے بعد تو زکوۃ لہی جاوے
 اس سے الا فی السوائم و الا موال الباطنہ بعد اخراجہا من المبدل یہ ہشتا ہی صدق سے یعنی قول مانا جاوے لیکن سوائے میں اور
 و مال باطنہ میں بعد کھانے کے شہر سے نہ مانا جاوے لہذا بالاکراج التخت بالاموال لظاہرہ فکان لاخذ فیہا لادھام فلیحکون
 ہو الذکوۃ والاول یقبل فذلک اسلئے کہ سوال مذکورہ نکلنے کی جہت سے مال ظاہرہ کے ساتھ ملحق ہو گئے پس حق لینے زکوۃ کا نہیں نام کو ہوگا
 پس یہ اخذ زکوۃ ہوگا اور پہلا دیا ہو الفل یاخذ ہا نہ بقولہ ثقل عمر لا شتباہ اصل الناس متاعہم لکنتہ یجافہ اذا اقمہم اور بے زکوۃ
 کو عاشر مال دے سے بموجب اسکے بیان کے کیونکہ جہت میں نے فرمایا ہو کہ نقیض کہ دو لوگوں کی متاع کو لیکن مال دے کو عاشر ترم دہوے اگر کو تھم جانے
 وکل ما صدق فیہ مسلم صام صدق فیہ ذی لان لہم لانا اور مذکورہ میں سے جو امیر ہیں کہ نہیں مسلمان کا قول مانا جاتا ہی کافر ذمی کا
 بھی قول انہیں مانا جاتا ہی کیونکہ انکے لیے وہ رعایت لہی ظہر جو ہمارے لیے ہو الا فی قولہ اخذت انا الی فقیر لعدم ولایہ ذلک لہا گروے کا یہ قول
 کہ میں نے فقیر کو دیر یا قبول نہوگا کیونکہ کافر کو اسکی ولایت نہیں ہوم سوسطے کہ جو کچھ اس سے لیا جاتا ہی وہ جزیرہ ہی اور جزیرہ میں جب ادا کا دعویٰ
 کرے تو نہیں مانا جاتا سو جہ سے کہ اہل ذمہ کے فقر اسکے صرف انہیں اور کافر کو مستحقوں پر یعنی مسلمانوں پر صرف کرنے کی دلائل ہیں
 گذارنی ہشامی لا یصدق حرانی فی شیعۃ اور کافر حرابی کا قول کسی امر میں نہیں مانا جاتا یعنی اسکی طرف التفات نہیں اگر یہ گواہوں
 ثابت کرے افادۃ الکمال الا فی اقر و لہ مگر اسکے والد کے باب میں کہ اگر کسی باندی کو ام ولد ہونے کا اقرار کرے تو مانا جائے گا بخلاف
 اقرار مرد ہونے کے کہ وہ موصول نہیں اسلئے کہ دیر احراب میں مدبر کہنا صحیح نہیں گذارنی البحر وقولہ لغللام یوکد مثله لثملہ حدیث
 اور مگر اس صورت میں کہ کسی غلام کو کہے کہ یہ میرا بیٹا ہو اور وہ غلام ایسا ہو کہ اس جیسا اس جیسے کا بیٹا ہو سکتا ہی یعنی اور پہلے

یہ حدیث در سنن ابوداؤد
 مؤثر علی سامی مذمت
 سوائے عاشر و مال کما
 ۱۱

وہ ثابت النسب ہو ورنہ اسے مکذوب کی ہو کہ انی اطحاوی لفقہ المالکۃ بسبب ہونے مالیت کے بطلت دونوں مسکون کی ہو یعنی دونوں
 صورتوں میں ام ولد اور غلام مال نہیں حالانکہ زکوٰۃ مال کی لیا جاتی ہو کہ انی اطحاوی فان لم یولد غنق حلیہ و عشر لانه اقرس بالعتق فلا
 یصدق فی حق غنق پس اگر وہ غلام ایسا ہو کہ اس جیسا اسکا بیٹا نہیں ہو سکتا تو اس قول سے وہ غلام اسپر زاد ہو جاوے گا اور عشر لیا جاوے گا
 سیکے کہ حربی نے اقرار غنق کا کیا ہے لکھتے ہیں یعنی عاشر بطل عشر کے باب میں حجت شوگا کہ انی اشامی و الا فی قولہ ادیت الی عاشر
 و تمنہ عاشر اخر اور مگر اس صورت میں کہ کہہ کہ میں ادا کر چکا کسی دوسرے عاشر کو اور وہاں کوئی دوسرے بھی ہو لعلہ دی الی السیصل
 المال خرم بہ ملاخسر و ذکرہ الذلیع تبعاً للسر اج بلغ فیہ یبطل انقلہ الصنف علیہ اسکا قول سلیہ مانا جاوے کہ کمال جڑ سے نہ کھ جاوے
 یعنی ہر عاشر کو عشر دیتے دیتے لکے پاس کچھ نہ ہوگا یقین کیا ہی ملاخسر نے اور ذکر کیا اسکو زلیعی نے بیعت سراجی بلغ فیہ یعنی سزاوار ہو کہ مانا جاوے
 یون ہی نقل کیا صنف نے بحر سے ہم قولہ ملاخسر و سبط جوی بعض نسخہ میں زیادت لفظی شرح الدرر اور دوسرے نسخوں میں ملاخسر فی شرح
 الدرر ہی اور یہی صواب ہے سلیہ کہ عبارت ملاخسر کی مانند عبارت کنز کے ہو اور وہ عبارت جسکو شارح نے ذکر کیا ہو وہ عبارت امام محمد بن محمد بن محمود بخاری
 مشہور ملاخسر کی ہو اسکی کتاب عزرا الا ذکر شرح در البیاضین لکن جزم فی العناية والغایۃ لعدم تصدیقہ و رجح فی الفہر لیکر فی کما ہی غنا میں اور
 غایۃ البیان میں اسکے قول نمائے کا اور نہ تین اسکو ترجیح دی ہو و اخذ متابع عشر ومن الذم سواہ کان تغلیباً اولم یکن کما فی الدرر جندی
 عن المظاہرۃ الی ضعفہ ومن الحسن بے عشر اور لیا جاوے ہے یعنی مسلمانوں سے چالیسواں حصہ اور کافر ذمی سے بیسواں حصہ خواہ وہ غنی ہو
 جیسا کہ جندی میں ہے منقول ظہیر سے اور حربی سے دسواں حصہ بذلت امر عمر اسکا مرفر یا حضرت عمرؓ سے ہم یعنی ان غنوں باتوں کا احقر ہے
 سامیون کو کیا بحر الرائق میں ہو کہ مسلمانوں سے جو لیا جاتا ہو وہ زکوٰۃ ہو اور ذمی سے دوا صدقہ اور کفار حربی سے بطور حفاظت دسواں حصہ یہ مال
 کفار سے حاصل ہو جو چیز کے مصارف میں صرف کیا جاوے بشرط کون المال کل واحد نصیباً بالان عادون عفو بشرط ہونے مال ہر وحد کے پوری
 نصاب سلیہ کہ نصاب سے حکم عاف ہو بشرط جھلنا قدر ملخذا و امنا و بشرطیکہ ہو معلوم ہو کہ وہ لوگ مسلمانوں سے کس قدر لیتے ہیں فان علم اخذ مثلاً کذا
 پس اگر معلوم ہو تو اسقدر لیا جاوے جقدر وہ مسلمانوں سے لیتے ہیں وسط مکافات کے ہم یعنی لینا اسقدر زمین پر مجازۃ ہو اصل لینا کیونکہ ہم لوگ
 ان سے یہ سبیل حق لیتے ہیں اور وہ لوگ ناحق حاصل کرچکے ہو کہ وہ لوگ حمایت علی اسلام میں آئے تو ان سے مال لیا گیا پھر اگر قدر معلوم ہو کہ مسلمانوں سے کتنا کتنا
 ہیں تو اسقدر مسلمان لوگ بھی ان سے بطور مجازت کے لینے لگے مگر اس صورت میں کہ وہ کل لیتے ہوں اور اگر کسیت اور قدر کفایہ کے لینے کی معلوم ہو تو وہ اس سے
 دسواں حصہ لیا جاوے گا اسوسطے کہ حمایت کی جہت سے حق لینے کا تو ثابت ہو چکا اور ہنار مجازۃ کا معتذر نہیں فی سے دوا تشخیص کیا گیا کیونکہ حربی مجاز
 حفاظت کا ذمی سے زیادہ محتاج ہو تمامہ فی الفع الا اذا اخذ کل فلا فخذ بل نذر کل ما یبلغہ ما منہ ابقاء للاحسان مگر اس صورت میں
 کہ کفار مسلمانوں سے جو دار الحرب میں جاوے کل مال لیتے ہوں تو ہم لوگ کل مال نہ لینے بلکہ بقدر جسکے پاس باقی چھوڑ دینگے کہ ہم نے امن تکسہ مجاز
 وسط نبوت حق امان کے دلا فخذ منہم شیاً اذ المرسلین مالہم نصاباً وان اخذوا منہم الا حصہ اور ہم نہ لیوں ان سے کچھ جبکہ بل
 نصاب کو نہ ہو سچا اگرچہ وہ ہم سے لیتے ہوں اسحد وایت میں لانا ظہر وامتابعہ علیک اسلیہ کہ نصاب سے حکم مال میں سے کچھ لینا ظہر ہو
 اور ظہر میں کسکا اتباع نہیں ہم اس میں اتالی بات ہو کہ کفار جو کچھ ہم سے لیتے ہیں خواہ نصاب ہو یا نو سراسر ظہر ہو یا ان مگر یوں کہیں کہ قلیل مال سے لیا
 صح ظہر ہو کہ جسکو سب قتل والے جانتے ہیں کیونکہ قلیل مال صرف نفقہ کے وسطے ہوتا ہو پھر اس میں لینا مقتضی انان کے محی الف ہو جیسا
 کل کلے لینا کہ انی اشامی اولی باخذ و امنا لیستم و علیہ یا جبکہ وہ نہ لیتے ہوں جسے تو ہم پھر اسے لیں یوں تاکہ وہ نہ لینے پر ثابت ہیں لانا حق

ترجمہ اردو در مختار جلد اول

بالمکاسب اور پینے کے تمام مکھڑم خزانے ہم زیادہ مستحق ہیں دلا یوخذ العشر مصل صید حریر الا ان یکنوا یاخذون من اموال صبیبا فتاشنا حکما فی کافی الحاکم اور نلایا جاوے عشر حربی کے لڑکے کے مال سے کس صورت میں کہ دس لوگ ہمارے لڑکوں کے مال میں
ایک لیتے ہوں جیسا کہ نبی حاکم کی کافی میں یخذ من الحربی مائة ولا یوخذ منه ثانیاً فی تلك السنة الا اذا عاکد المذار الحرب
حربی سے ایک بار عشر لیا گیا تو دوبارہ اس سے اس برس میں نہ لیا جاوے مگر یہ کہ دارالحرب کو بکلوٹ جاوے یعنی اور پھر دارالاسلام میں آپسے تو دوبارہ
لیا جاوے لیکہ عدم جو ازلاخذ بلا حین دخول و عقد کیونکہ لینا جائز نہیں جب تک نیا سال نہ ہو یا نیا عہد نہ ہو مگر حربی کو قدرت ندی جاوے
دارالاسلام میں پھر نہ کی پورے برس بلکہ ٹکڑا نام آتے وقت یہ کہہ سکے کہ اگر تو یہاں اقامت آ لیا تو پھر جزیہ لگایا جاوے لیکہ پھر اگر وہ اقامت کہے تو
جزیہ لگاوے پھر دارالحرب بدن ثقل دے کہ کافی لفتح ولو من الحربی بعاشیر ولو یعلم به العاستر حین دخل دارالحرب ثم خرج ثانیاً لم یغزو لما
مضی السقوط بل لقطاع الولاية اور اگر حربی گذرے عاشر پر اور عاشر کو خبر ہوئی یہاں تک کہ وہ دارالحرب کو پہلا گیا پھر دوبارہ دارالحرب سے
نکلے یا تو اس سے پچھلا عشر نہ لے کہ وہ ساقط ہو گیا ولایت کے منقطع ہونے سے یعنی دارالحرب میں جلف سے حکومت اہل اسلام کی سپر نہیں رہتی
بجلائ المسلم والذیم لعدم السقوط ذکرہ الذی یلغی بخلاف مسلمانوں اور ذمی کے کہ اگر بغیری میں گذر جاوے پھر عاشر کو خبر ہو تو ان سے
عشر لیا جاوے کیونکہ یہاں سقوط یعنی شکر ساقط کرنے والا سقوط ذکر کیا ہی ہو کوزیلی نے ویوخذ نصف عشر من فیتہ خیم و جلود میتہ کافی
کذا قرا المصنف متسنہ فی شرحہ ولو للثی آرقہ و یکع نصاً بآ اور لیا جاوے دسواں حصہ کافر کی شراب کی قیمت سے وہ اس کی کھانوں کی
قیمت سے اگر تجارت کے لیے ہوں اور نصاب کو پوچھیں شارح نے کہا کہ مصنف نے اس طرح اپنے متن کو پڑھ کر ثابت رکھا ہے مگر خمر صاف ہی اور جلود میتہ
دوسرے اضافہ ہی اور کافر اضافہ الیہ سلیے خمر کو تین سے نہ پڑھنا چاہیے بلکہ ایک کسر ہزار و یہاں یہ اشکال ہی کہ کھالین مثلی نہیں ہیں بلکہ قیمت کی چیز ہیں
تو یہ سور کے مانند ہیں نہ شراب کی تو اسے عشر نلایا جاوے اور ہکا جواب یہ کہ نجس میں کی قیمت میں جس سے بالکل نفع نہیں ہو سکتا اور اس چیز کی قیمت
میں کہ جس سے نفع ہو سکتا ہو فرق ہو پس خمر سے کسی وجہ سے نفع درست نہیں اور جلود میت سے بعد وباغت کے نفع درست ہی
اور اس لیے انکوں نے شراب کے مشابہ کھانوں کے مانند نہیں کہا کذا فی الشامی باختصار ویوخذ عشر القیمۃ من حربی بلا نیۃ تجاراً ولا یوخذ
من المسلم شراً نقلاً اور لیا جاوے دسواں حصہ قیمت شراب کا حربی سے بدون نیت تجارت کے اور نہ لیا جاوے مسلمان سے بلکہ باتفاق مسلمان
کے مسلمان شراب کے مالک ہونے سے عشر کیا گیا ہو تو اگر اس سے عشر لیا جائے گا تو ہکا قبضہ سپر اور مستحکم ہو جائیگا کذا فی المطاوی دلا یوخذ من خنزیر مطلقاً
لانہ قیمتی فاخذ قیمته کعبہ نہ لیا جاوے عشر کافر کے سور سے بالکل اس لیے کہ وہ قیمت والی چیزوں سے ہو تو اس کی قیمت کا لینا گویا اسکا خورد لینا ہی
ہو سکتا ہے حیوان کی قیمت کا حکم حیوان کی کالی سلیے اگر کسی ایک عورت سے نکاح کیا اور کوئی حیوان مگر پھر ایسا جو دسہ پر لازم آوے تو ہکا قیمت
دے کرے چاہے حیوان اور شراب کی قیمت کا حکم میں شراب کا سا نہیں اسد واسطے اگر کسی ذمی نے شراب کے بدلے نکاح کیا پھر قیمت دینے لگا
تو عورت کے قیمت پر خبر نہ لیا جائے گی سو اس جہت سے عشر شراب کی قیمت سے لیا گیا نہ نفس شراب سے کیونکہ مسلم کے مالک ہونے سے منع کیا گیا
کذا فی شرح بیاح لفاضی خان بخلاف الشفعة لانه لو لم یأخذ الشفیع بقیمۃ الخنزیر بیطل حقه اصلہ فیتضرر و مواضع
الخنزیر و قد مستثنی ذکرہ السعید بجواب ہی سوال مقدار کا تقریر سوال کی یہ کہ قیمت کا حکم میں کا حکم نہیں ہو کیونکہ اگر کسی ذمی نے
اپنا گھر بولہ خنزیر کے دوسرے ذمی کے ہاتھ بچھد یا اور ہکا شفیع مسلمان ہی تو وہ قیمت خنزیر کے بدلے لے سکتا ہو شارح نے ہکا جواب یہ دیا کہ شفعہ کا
حکم سلیے خلاف ہو کہ اگر شفیع خنزیر کی قیمت کے عوض مکان کو نہ لےوے تو ہکا حق باطل ہوگا پس اسکا نقصان ہوگا اور مواضع ضرورت تو مد کلیہ

سے مستثنیٰ ہوتے ہیں ذکر کیا ہی اسکو سعدی نے حاصل یہ کہ یہاں جو از حق العبد کے لیے ہو کہ وہ حاجت ہو اور حق شرع میں ضرورت نہیں کہ شائع مستثنیٰ ہی
 کہ لبطنی لم یخرج عن الکافی ولا یؤخذ ایضاً من مال فی بیتہ مطلقاً اور نہ لیا جاوے اس مال سے جو گذرنے والے کے گھر میں ہو مطلقاً یعنی خواہ
 مسلمان ہو یا ذمی ہو یا حربی ہو ولا مر مال بضاعت اور نہ لیا جاوے مال بضاعت سے ہم بضاعت لغت میں ایک قطعہ مال کا ہو اور اصطلاح میں
 وہ مال ہو مالک کی تجارت کے لیے ہر دکر سے ہر طرح کہ نفع سب مالک کا ہو اور عامل کا کچھ نہیں کذا فی البحر اور اگر صنف بضاعت کی جگہ مانہ ہوتا جیسا
 صدر الشریعت نے کہا تو کافی ہوتا اور جو مابعد مذکورین الکی ضرورت نہ ہونی الا ۱۲ رجحون لخریفت مگر یہ کہ ہو مال بضاعت کسی حربی کا تو عشر لیا جائے گا
 ولا من مال مضارب الا ان یکون المضارب فی عشر نصیبہ ان یبلغ نصاباً اور کچھ نہ لیا جاوے مال مضارب سے مگر اس صورت میں مضارب کو نفع ہو
 پس مضارب کے حصہ کا عشر لیا جائے گا اگر مضارب کی مقدار کو پونچھ ولا من کسب ما ذون مدیون بدین محیط بجمالہ ورقبتہ اور نہ لیا جاوے
 عبد مذون کی کمائی سے کہ مدیون ہو ایسے قرض کا کہ محیط ہو جسکے مال اور تنگی جان کو ہم یہ قید سلب بڑھائی کہ یہ مسئلہ محل خلاف ہوا امام صاحب اور
 صاحبین میں امام صاحب کے نزدیک مولی غلام کی مقبوض چیز کا مالک نہیں ہو اور صاحبین کے نزدیک تنگی کمائی کا مالک ہی جیسے تنگی جان کا بالاتفاق
 مالک ہو پس اگر عبد مذون کی کمائی میں کوئی غلام ہو اور اسکو مولیٰ از ذکر دے تو امام صاحب کے نزدیک حق جاری نہ ہوگا اور صاحبین کے نزدیک جاری
 ہوگا سو اس حالت کا عبد مذون اگر عاشرہ گزرتا تو اس سے کچھ نہ لیا جاوے گا مولیٰ جسکے ساتھ ہو یا نہ ہو امام صاحب کے نزدیک تو اس جہت سے مولیٰ کی ملک
 میں نہیں اور صاحبین کے نزدیک اس جہت سے کہ دین سے فارغ نہیں او کا ذون غیر مدیون نہ ہو لیس معصوم ولا یجوز ذون قرض دار نہ ہو لیکن
 اسکے ساتھ اسکا آقا نہیں تب بھی نہ لیا جاوے جلی نے کہا ایسا ہی ہو مدیون کہ دین اسکا محیط نہ ہو وے اور جس صورت میں کہ آقا اسکے ساتھ نہ ہو
 اس پر دین نہیں رہا لیکن محیط نہیں اسکے کسب کو جو زیادہ دین سے ہو اگر مقدار مضارب ہو تو اسکا عشر لیا جاوے کذا فی المعراج علی التصحیح فی
 الثلثۃ لعدم ملکهم عشر لیا جاوے بنا بر روایت صحیح کے مسائل ثلثہ مذکورہ میں واسطہ مفقود ہونے ملک ان تینوں کے یعنی مضارب اور بضاعت
 و لے اور غلام کے ہم معراج میں ہو اگر ایضاً میں مذکور ہو کہ لینے میں شرط ہی حاضر ہونا ملک اور مالک دونوں کا پس اگر مالک بلا مال آوے تو نہ لیا جاوے
 اور اگر مال بلا مالک آوے تب بھی نہ لیا جاوے ولذا لا یؤخذ العشر من الوصی اذا قل هذا مال الیتیم لا مر جب تک کتاب اور ایلیہ
 یعنی بوجہ نہ ہونے ملک کے نہیں لیا جاتا ہی مشروعی سے جب بیان کرے کہ یہ مال یتیم کا ہو اور نہ غلام سے جیسا گذر چکا اور نہ مکاتب سے کیونکہ اسکی ملک نام
 نہیں مراد ہے اشرا لخواج فاعشر وہ ثم مر علی اشرا کل العدل اخذ منه ناکتاً لتقصیرہ بمرور لہم سودا اگر گذر باقیوں
 کے عاشرہ پس انھوں نے اس سے عشر لے لیا پھر گذر اہل حق کے عاشرہ کے پاس تو اس سے دوبارہ عشر لیا جاوے کیونکہ خواج کے عاشرہ کے
 پاس جانا یہ قصور اسکا ہو بخلاف مالو غلبوا علیہ بخلاف اس صورت کے کہ خواج یعنی باغی تسلط کر لیں بزور کسی شہر پر یعنی اس صورت میں
 اگر وہ صدقات وصول کر لیں تو دوبارہ دینے نہ آوے کیونکہ اس صورت میں قصور امام کا ہو نہ مالداروں کا کذا فی الطحاوی فرج مسئلہ لمحتر
 شارح کا مہر بنصاب رطاب للنجارۃ کبطیم و نحوہ لا یعشر وہ عند الاموال اذا کان عند العائش فقر فی اخذ کین فی الم
 تاجر بیوہ تر بقدر مضارب تجارت کے لیے لیکر عاشرہ گزرتا تو بوز و غیرہ تو امام صاحب کے نزدیک عاشرہ لیا جاوے مگر اس صورت میں
 کہ عاشرہ کے پاس فقر ہو تو مال والے سے عشر لے تاکہ انکو دیرے مر طاب سے مراد جو چیزیں سال بھر میں نہیں شریعتاً لیس
 میں یہ کہ صورت مسئلہ کی یہ ہو کہ کسی شخص کے پاس مال تجارت تھا تمام سال کے نزدیک اسکے بدلے بقولات میں سے کچھ خرید
 لیا پس امام صاحب کے نزدیک ذکوۃ نہیں لیکن مالک کو کہد یا جاوے کہ بنفسہ ذکوۃ ادا کرے اور صاحبین کے نزدیک مال میں

ع
 وہ مالک کا ہے
 ایک سے
 ذون تجارت
 کا دیا ہوا

اُسی جس کے زکوٰۃ لے لی جاوے کیونکہ آخر حمایت امام کی اسکو شتمل ہو کذا فی الزمان و امام کے قول کی وجہ میں کمال نے ذکر کیا ہو کہ اگر لیکھا تو یہ چیز
لی ہوئی خراب ہو جاوے گی اور عامل کے ساتھ فقہ ہر وقت موجود نہیں ہوتے ہاں اگر عامل کے ساتھ فقہ ہوں یا اپنے عمل میں صرف کہنے لکھنا
تو اسکو اجازت ہو کذا فی الشامی فقہ بحث یہ مذکور ہو نہر الفایق میں بطریق بحث کے م نہر کی عبارت میں کوئی بات نہیں کہ دلالت کرے بحث
ہو نہر پر علاوہ برین ذکر کیا ہو اسکو کمال نے جیسا گذر چکا اور کمال کے کلام میں بھی کوئی لفظ دال بحث پر نہیں ہو بعد ازاں کچھ کمال نے
ذکر کیا ہو وہ شرح منظومہ میں مع زیادت مذکور ہی زیادتی یہ ہو کہ اگر مالک قیمت دیتے پر راضی ہو تو قیمت لے لی جائے اور عیاہ میں مالک عاشرین یہ
مذکور ہو کہ جب خضر ادا یعنی بہتری توکاری لیکر عاشرین پر گذرے اور عاشر فقہ کے لیے اُمنین سے بعینہ عاشر لینا چاہیے یہ صورت انکار کرنے مالک کے
اعطاء قیمت سے تو نہیں لے سکتا اور فقہ کیو اسطے کی عین اسلئے قید لگائی کہ اگر اپنے عمل کے لیے خضر ادا سے بعینہ لے لیوے تو جائز ہو اور مالک کے
انکار کی قید اسوا اسطے لگائی کہ اگر وہ قیمت دینے پر راضی ہو تو اُسکے جو از میں کچھ کلام نہیں فافہم و ادا اسلم کذا فی الشامی

باب الزكاة

[illegible]

海

۱۶

جاتا ہی اور ڈھلتا ہی کسی دوسری چیز کے ساتھ ملکر تو چاندی کے مانند ہوا یعنی چاندی جب تک کسی دوسری چیز کے ساتھ مخلوط نہ ہو
 دھلتی کذا فی الفتح اور معلوم ہو کہ خلاف اس پارہ میں ہی جو معدن میں سے حاصل کریں لیکن جو موجود کفار کے خزان و غیرہ میں ہو
 بالاتفاق خمس لازم ہو کذا فی الشامی فخریج المائت کے نفع و قار و غیرہ المنطبع کے بعد ان کے احوال پس نکل گئیں بہت سی چیزیں ہیں جہاں کی
 تیسرے جیسے لفظ اور رال اور نکل گئی نفع کے قدر سے جو نرم نہیں ہوتے جیسے کان پتھروں کے یعنی فیروہ و زمرہ و غیرہ کے ہم ہستانی
 میں ہو کہ کان میں قسم کی ہو ایک وہ سخت چیزیں کہ نکل جاتی ہیں آگ سے جیسے سونا چاندی رنگ تانبا پتیل لوہا دوم وہ سخت چیزیں
 جو آگ سے نرم نہیں ہوتیں جیسے چونا نورہ سرسہ یا توت وغیرہ سوم وہ چیزیں کہ جامہ نہیں جیسے پانی رال لفظ وغیرہ کذا فی المبسوط والتمنعہ
 لفظ ایک دفع ہو کہ پانی پر آجاتا ہو اور قار و قیر اور زفت وہ جس سے کشتیوں کو روغن کرنے ہیں کذا فی الشامی فی ماضی خراجیۃ او حشۃ
 خرج المذکک المضاف لذل خولھا بالاولی کان یا دنیہ پاوے کے زمین خراجی سے یا عشری میں شایع کہ کذا زمین کی قدر سے نکل گیا گھر
 و زمین خارج ہو چکل کیونکہ وہ بالاولی داخل ہوم مراد عشری اور خارجی سے یہ ہو کہ جبکہ وظیفہ عشر ہو یا خراج ہو خواہ کسی کے قبضے
 میں ہو یا نہ ہو تو جب عشر و خراج کے ہوتے خمس لیا جائیگا تو چکل جس میں عشر ہو نہ خراج بطریق اولی داخل خمس رہیگا کذا فی الفتح و
 خمس مخففا ای اخذ حسبہ الحدیث فی الرکاز الخمس وهو یعمم المعدن کے افسر سلطان پاؤں کی پاکی ہوئی کان خواہ دنیہ سے
 پاؤں حصد لیا جاوے بموجب اس حدیث کے فی الرکاز خمس اور یہ شامل ہو معدن کو جیسے گدراو یا قیہ لکھا ان ملک کے اور باقی رکان
 یعنی چار خمس زمین کے مالک کے ہیں اگر وہ زمین کیسی ملک ہو م عاشر ابو سعید دین کہا کہ مملوک سے مراد یہ ہو کہ فیکر کی ملک ہو یا نہ ہو
 کی نہ ہو کیونکہ پانے والے کی ملک ہوگی تو اس میں خمس نہ ہوگا جیسا نصف آگے بیان کرتا ہی دلاشی فی ارشد شامی نے کہا کہ اسکی کوئی وجہ معلوم
 نہیں ہوئی کہ جب پانے والا مالک زمین نہ ہو تب تو خمس واجب ہو اور خود مالک ہو تو واجب نہ ہو کیونکہ علت وجوب دونوں میں ایک ہو
 یہ کہ معدن تمام اجزائے مالک کی ملک ہو تو نصف کے کلام میں تعارض یقیناً ہو بیان باقیہ لکھا کہتا ہی اور آگے دلاشی فی ارشد کہا ہو شیخ
 رحمتی نے اس تعارض کو یوں دفع کیا کہ زمین مملوک کی معدن میں دو روایتیں ہیں روایت اصل ہو کہ اس میں خمس نہیں کل مالک کی ہو
 اور جامع صغیر کی روایت یہ ہو کہ اس میں خمس ہو اور چار خمس مالک کے ہیں پس یہاں کا قول مطابق روایت جامع صغیر کے ہو اور قول آئندہ موافق
 روایت اصل کے کذا فی الشامی ملتقطاً والا لجل و منارۃ فلو اوجد اور اگر زمین رکاز کی کیسی مملوک نہ ہو جیسے ہارڈ و چکل پس وہ چیز پانے
 والے کی ہو معدن کا شئی فیہ ان وجد فی دارہ و کافوتہ اور معدن میں کچھ لازم نہیں آتا اگر پاوے اُسکو اپنے گھر میں اور اپنے
 دکان میں م معدن کے لفظ میں احتراز ہی دنیہ سے پہلے کہ اُسکا خمس لیا جاتا ہو اگر کسی کی مملوک زمین میں ہو یا اُسکے گھر میں ہو
 پہلے کہ وہ اجزائے زمین سے نہیں ہی جیسا برائے میں ہو اور گھر اور دکان کی معدن میں کچھ نہ لازم آتا امام صاحب کے نزدیک ہی
 برخلاف قول صاحبین کے کذا فی الشامی وارضہ فی روایۃ الاصل و اختارہا فی الکنتز اور کچھ نہیں لازم آتا اگر پاوے
 معدن اپنی اراضی میں اصل کی روایت کے بموجب اور اسی کو اختیار کیا ہو کثر میں م غایۃ البیان میں کہا ہو کہ زمین مملوک میں
 امام صاحب سے دو روایتیں ہیں روایت اصل کے موافق ارض اور دار میں کچھ فرق نہیں یعنی دونوں میں کچھ لازم نہیں لیکن وہ
 زمین جب اُسکی طرف منتقل ہوئی تو بالکل مع اپنے تمام اجزائے منتقل ہوئی اور معدن بھی اسی زمین کی مٹی کی ہو تو خمس لازم آیا
 جیسے غنیمت جب اُسکو امام کسی کے ہاتھ فروخت کر دے تو اور لوگوں کا حق اُس سے ساقط ہو جاتا ہی پہلے کہ وہ شخص اُسکا

یعنی چار خمس زمین کے مالک کے ہیں اگر وہ زمین کیسی ملک ہو م عاشر ابو سعید دین کہا کہ مملوک سے مراد یہ ہو کہ فیکر کی ملک ہو یا نہ ہو

مالک بمقابلہ عوض کے ہوا ہی ہو ہی کیا ہی خاص نے اور جامع صغیر کی روایت کے موافق ان میں فرق ہی اسکی وجہ یہ ہو کہ دارین
 کی سیرح کی مشقت اور بکیر نہیں تو خمس بھی لازم نہ آیا اور سب کا سب پانے والی کا ہوا بخلاف ارض کے کہ اس میں موت خراج
 اور عشر کی لازم آتی ہو پس اس میں خمس لازم ہو اور کٹر کے اختیار کرنے کو بیان کرنے سے ظاہر اشارہ کو ترجیح روایت اصل کی مقصود یہ ہے
 یہاں میں امام سے دور دانتین نقل کیں اور وجہ فرق کی جامع صغیر کی روایت کے بموجب بیان کی اور اصل کے روایت کی وجہ نہیں ذکر
 کی اس سے استدلال ہو سکتا ہے کہ صاحب ہدایت نے روایت جامع کی اختیار کی اور علامہ نوح نے ذکر کیا ہے کہ قیاس بھی ترجیح روایت جامع صغیر کو چاہتا
 دو وجہ سے اول یہ کہ جامع صغیر اور ون پر معارفہ کے وقت مقدم ہوئی ہو دوسرے یہ کہ یہی قول صاحبین کا ہے تو متفق علیہ روایت کو اخذ کرنا
 اولیٰ ہو حاصل یہ ٹھہر کہ امام نے فرق کیا ہی وجہ خمس میں در میان معدن اور دینہ کے اور در میان جنگل اور گھر کے اور در میان زمین
 سبلح اور ملک کے اور صاحبین نے کچھ فرق نہیں کیا انہیں وجہ کے باب میں کذا فی الشامی ولا یشی فی یاقوت و زر و فیروچ و
 نحو ہا و جدت فی جبل ای فمعدن اور کچھ نہیں عشر وغیرہ یاقوت اور زر و مراد اور فیروزہ اور اسکی مثل میں یعنی پتھر کی قسم جو زم
 شوکتی ہو اور ہارون میں پانی جاوین مراد یہ ہو کہ اپنے معاون میں خواہ ہار ہو یا نہ ہو ولو جدت دین الجاہلیۃ ای کذا
 خمس دینہ وغیرہ اور اگر ہارے جاوین اشیاء مذکورہ یاقوت وغیرہ در حالیکہ بر لون جاہلیت کے ہوں یعنی کٹر کا حکم آگے آوے گا
 تو خمس میا جاوے گا کونکہ وہ بمنزلہ غنیمت کے ہو کہ کفار کے پاس بھی پھر ہمارے قبضہ میں آگئی کذا فی البحر والحاصل ان الکتر خمس صفت
 کان المعدن ان کان منطبع اور حاصل یہ ٹھہر کہ دینہ میں خمس لیا جاوے ہر حال میں اور معدنی جس صورت میں کہ آگ سے
 نرم ہو جاوے یعنی انعامات میں خمس ہو مثل رمل وغیرہ کے اور جو نرم نہ ہو ان میں خمس لازم نہیں و کافی لر لور و مطر المبیع اور کچھ نہیں لازم
 موقوف میں کہ وہ ہمارے مینہ سے پیدا ہوتا ہے یعنی سیب میں کہتے ہیں کہ وہ ایک جانور ہے چھلی کی قسم سے اللہ تعالیٰ اس میں موتی پیدا کرتا ہے
 کذا فی الکرمانی و عن جیش یطعم فی البحر و خشی دابة اور نہ بمنزلہ میں کہ وہ ایک قسم کا گاس ہے کہ دریا سے اگتا ہے یا گو بر کسی چوہا
 کا ہر سم شیخ داؤد الفاکی نے اپنے تذکرے میں لکھا ہے کہ صحیح یہ ہو کہ قمر دریا میں چشمے ہیں وہ دہشت باہر کی طرف رخ کرتے ہیں وہ پانی
 جیتی ہو اسکو دریا کی موج کنارے پر ڈالتی ہو وہ بمنزلہ کذا فی الشامی و کذا جمیع ما یستخرج من البحر من حلیۃ و لون و ہب و کان
 کذا فی قعر البحر اور ایسے ہی سب چیزوں جو دریا سے لگائی جاوین زیور وغیرہ کے لیے اگرچہ سونا ہو کہ دینہ ہو قمر دریا میں یعنی
 کسی کار کھا ہوا اور ظاہر یہ ہو کہ اسپر علامت اسلام کی نہ ہو لیکن میں نے اسکو نہیں دیکھا قال الشامی لانه لم یرد علیہ الفہم علم
 لکن غلیظہ اسوا سیطہ کہ اسپر غلبہ اور تسلط کیسکا نہیں وارد ہوا پس غنیمت نہ واسم حاصل یہ کہ محل خمس غنیمت ہو اور غنیمت وہ ہو کہ لشکر کا
 مال ہو پھر مسلمانوں نے اسکو بڑے لیا ہوا اور قمر دریا پر کیسکا زور اور غلبہ نہیں ہوا پس وہ مال غنیمت ہو اذ قال قاضی خان و ما
 علیہ سمة الا سلام من الکونز نقد او غیرہ فلفظہ شیء حکمھا اور جو دینہ کہ اسپر علامت اسلام کی ہو خواہ نقد ہو یا
 اسکے پس وہ لفظ ہو کہ اسکا حکم آگے آوے گا خمس نقد میں شامل ہیں ہتیار آلات اثاث البیت کرا وغیرہ یا اور غنیمت اسوا سیطہ
 نہیں ہو کہ مسلمانوں کا مال غنیمت نہیں ہوتا اور لفظ کا حکم جو آوے گا وہ یہ کہ مسجد ون کے دروازوں پر اور بازار ون میں
 پکارا جاوے یہاں تک کہ گمان ہو کہ مالک انکی طلب سے بیٹھ رہا ہو گا پھر اگر خود فقیر ہی تو اپنے آپ صرف میں نہیں
 کہ کسی دوسرے سے فقیر کو دے بشرطیکہ جب طالب اسکا آوے تو ضمان دے کذا فی الشامی و ما علیہ سمة

الکفر خسر و بآفیه المساکت اول الفتح اور جو دفتہ ایسا ہو کہ اس پر علامت کفار کی ہو تو اس میں سے خمس لیا جاوے اور باقی اس شخص کا ہو جو اول فتح اسلام میں اسکا مالک ہوا امام کی تکلیف سے ممانعتی خان نے کہا کہ یہ خمس لینا بالاتفاق ہو سیکے کہ کثر اجزاء اور اس سے نہیں تو خمس مقرر کرنا اس میں ہو سکتا ہی خلاف معدن کے اولوانہ کو چٹا والا کلیت المال علی کل وجه اصل مالک کے وارث کا ہو اگر وہ زندہ ہوا اور نہیں تو بیت المال کا ہو اور یہ اوجہ می نہ رہن کہا ہی اگر ورثہ مالک اول کے معلوم نہ ہوں تو اقصی مالک زمین کا جسکے وارث کا ہو اور ابو ایسہ نے کہا کہ بیت المال میں رکھا جاوے فتح القدر میں کہا ہی کہ یہ سوجہ ہو تامل کے بلکہ اس لیے کہ بحر میں مذکور ہو کہ کثر زمین میں امانت ہو پس جب مالک اول زمین کا مالک ہو تو جو اس میں رکھا ہو اسکا بھی مالک ہو اور اگر زمین کو وہ بیچ دے تو فروخت سے جو چیز زمین کے اندر ودیعت ہو اسکی ملک سے نکل نہ جاوے گی جیسے مچھلی کے بیت میں موتی وہذا ان ملک امرضہ والا فلا و اجد باس صورت میں ہو کہ زمین اسکی ملک ہو اور اگر ملک ہو جیسے فحل وغیرہ تو پانے والی کا ہو یہ خمس لیا لکرا فی البحر اشارہ ہو بآفیه لئلا مالک کی طرف اور یہ صاحبین کا قول ہے اور ہر ایہ وغیرہ اسکی ترجیح معلوم ہوتی ہی لیکن سرایح میں مذکور ہو کہ امام ابو یوسف نے کہا کہ یا قی پانے والی کا ہو جیسا حال غیر ملک کو زمین کا ہو اور اسی پر فتویٰ ہی شارح نے کہا کہ آج کل ہی مناسب ہو کہ بیت المال کا انتظام نہیں ہو و لودنیہا صغیراً انہی لانہم من اهل الغنیمۃ اگرچہ پانے والا آدمی ہو غلام ہو مسفر ہو عورت ہو اس لیے کہ یہ سب اہل غنیمت ہیں یعنی امام غنیمت میں سے کچھ بطور عطا انکو دیا کرتا ہو شامی عن رحمتی حلال حربی مستامن فائتہ یسترد منه ما اخذ فیہ پانے والے کا ہو سوائے کافر حربی مستامن کے کہ لوٹا یا جاوے اس سے جو اسنے لیا کیونکہ غنیمت میں اسکا کچھ حق نہیں الا اذا عمل فی الفساد و باذن الامام علی شرط فلفه المشروط لکریب کہ کام کرے جنگوں میں امام کے اذن سے کسی شرط پر تو اسکو مشروط یعنی مقررہ ملیگا ولو عمل رجلاً ن فطلب الرکاز فهو للو لاجد اور اگر دو شخص ملکر کام کریں دفتہ کے طلب میں تو وہ اسکا ہو گا جس نے پانے کا کام کیا اسکا دلالت کرتا ہو کہ دو سرے کو کچھ نہ ملیگا اور یہ اس صورت میں ہو کہ ایک نے کھودا پھر دوسرا آیا اسنے باقی رہا ہو انکو دیا اور اگر لیکن اگر وہ دونوں مشترک ہوں اسکی طلب میں سو باب الشکر الفاسدہ میں آوے گا کہ شرکت صحیح نہیں گھاس کھودنے کا اور کفار کرنے اور پالی بھرنے اور باقی مباحات میں جیسا پہاڑوں میں سے بیوہ چٹا اور طلب کرنا کان کا اور پکانا اینٹوں کا مباح حتیٰ سے اس لیے کہ یہ شرکت متضمن ہو وکالت کو اور وکیل کرنا مباح چیز کے لینے کے لیے جائز نہیں اور جو کچھ ان میں سے کسی نے حاصل کیا وہ اسکا ہو گا اور جو دونوں نے حاصل کیا وہ نصفانصف ہو گا اگر یہ معلوم ہو کہ کتنا کتنا کھا ہو اور جو کچھ ایک بھرا ہی کی مدد سے کھا تو وہ اسکا ہو اور بھرا ہی کو اجر مثل ملیگا جس قدر ہو امام محمد کے نزدیک اور امام ابو یوسف کے نزدیک اس قدر کہ اس شئی کی نصف ثمن سے زیادہ نہ ودان کا نا الجبرین فهو المستاجر اور اگر وہ دونوں مزدور ہوں تو مال اسکا ہو گا جسے انکو اجرت پر رکھا و ان خلا عنہا ای العلامة او اشتبه الضرب فہو جائز علی کل المذہب ذکرہ الزیلعی لانه الغالب وقیل للقطۃ اور اگر خالی ہو علامت سے یا مشتبہ ہو سیکے تو وہ جائز ہی ہو یعنی اسلام سے پہلے کا ظاہر مذہب یہ ذکر کیا ہی اسکو زلیعی نے کیونکہ غالب یہی ہو اس لیے کہ کفار حریں ہوتے ہیں جمع اموال پر کفار علی ظاہر اور ایک قول یہ ہو کہ مال مذکور نقطہ کے مانند ہو مہر ایہ میں ایک قول یہ کہا ہی کہ اسکو مال اسلامی تصور کرینگے بہت زمانہ تک کی جست سے چھنے ظاہر یہ ہو کہ آثار جمالیات سے کچھ باقی نہیں رہا اور ظاہر ہی کا اعتبار ہی جب تک اسکا خلاف معلوم نہ ہو

۱۰۰
۱۰۱
۱۰۲
۱۰۳
۱۰۴
۱۰۵
۱۰۶
۱۰۷
۱۰۸
۱۰۹
۱۱۰
۱۱۱
۱۱۲
۱۱۳
۱۱۴
۱۱۵
۱۱۶
۱۱۷
۱۱۸
۱۱۹
۱۲۰
۱۲۱
۱۲۲
۱۲۳
۱۲۴
۱۲۵
۱۲۶
۱۲۷
۱۲۸
۱۲۹
۱۳۰
۱۳۱
۱۳۲
۱۳۳
۱۳۴
۱۳۵
۱۳۶
۱۳۷
۱۳۸
۱۳۹
۱۴۰
۱۴۱
۱۴۲
۱۴۳
۱۴۴
۱۴۵
۱۴۶
۱۴۷
۱۴۸
۱۴۹
۱۵۰
۱۵۱
۱۵۲
۱۵۳
۱۵۴
۱۵۵
۱۵۶
۱۵۷
۱۵۸
۱۵۹
۱۶۰
۱۶۱
۱۶۲
۱۶۳
۱۶۴
۱۶۵
۱۶۶
۱۶۷
۱۶۸
۱۶۹
۱۷۰
۱۷۱
۱۷۲
۱۷۳
۱۷۴
۱۷۵
۱۷۶
۱۷۷
۱۷۸
۱۷۹
۱۸۰
۱۸۱
۱۸۲
۱۸۳
۱۸۴
۱۸۵
۱۸۶
۱۸۷
۱۸۸
۱۸۹
۱۹۰
۱۹۱
۱۹۲
۱۹۳
۱۹۴
۱۹۵
۱۹۶
۱۹۷
۱۹۸
۱۹۹
۲۰۰
۲۰۱
۲۰۲
۲۰۳
۲۰۴
۲۰۵
۲۰۶
۲۰۷
۲۰۸
۲۰۹
۲۱۰
۲۱۱
۲۱۲
۲۱۳
۲۱۴
۲۱۵
۲۱۶
۲۱۷
۲۱۸
۲۱۹
۲۲۰
۲۲۱
۲۲۲
۲۲۳
۲۲۴
۲۲۵
۲۲۶
۲۲۷
۲۲۸
۲۲۹
۲۳۰
۲۳۱
۲۳۲
۲۳۳
۲۳۴
۲۳۵
۲۳۶
۲۳۷
۲۳۸
۲۳۹
۲۴۰
۲۴۱
۲۴۲
۲۴۳
۲۴۴
۲۴۵
۲۴۶
۲۴۷
۲۴۸
۲۴۹
۲۵۰
۲۵۱
۲۵۲
۲۵۳
۲۵۴
۲۵۵
۲۵۶
۲۵۷
۲۵۸
۲۵۹
۲۶۰
۲۶۱
۲۶۲
۲۶۳
۲۶۴
۲۶۵
۲۶۶
۲۶۷
۲۶۸
۲۶۹
۲۷۰
۲۷۱
۲۷۲
۲۷۳
۲۷۴
۲۷۵
۲۷۶
۲۷۷
۲۷۸
۲۷۹
۲۸۰
۲۸۱
۲۸۲
۲۸۳
۲۸۴
۲۸۵
۲۸۶
۲۸۷
۲۸۸
۲۸۹
۲۹۰
۲۹۱
۲۹۲
۲۹۳
۲۹۴
۲۹۵
۲۹۶
۲۹۷
۲۹۸
۲۹۹
۳۰۰
۳۰۱
۳۰۲
۳۰۳
۳۰۴
۳۰۵
۳۰۶
۳۰۷
۳۰۸
۳۰۹
۳۱۰
۳۱۱
۳۱۲
۳۱۳
۳۱۴
۳۱۵
۳۱۶
۳۱۷
۳۱۸
۳۱۹
۳۲۰
۳۲۱
۳۲۲
۳۲۳
۳۲۴
۳۲۵
۳۲۶
۳۲۷
۳۲۸
۳۲۹
۳۳۰
۳۳۱
۳۳۲
۳۳۳
۳۳۴
۳۳۵
۳۳۶
۳۳۷
۳۳۸
۳۳۹
۳۴۰
۳۴۱
۳۴۲
۳۴۳
۳۴۴
۳۴۵
۳۴۶
۳۴۷
۳۴۸
۳۴۹
۳۵۰
۳۵۱
۳۵۲
۳۵۳
۳۵۴
۳۵۵
۳۵۶
۳۵۷
۳۵۸
۳۵۹
۳۶۰
۳۶۱
۳۶۲
۳۶۳
۳۶۴
۳۶۵
۳۶۶
۳۶۷
۳۶۸
۳۶۹
۳۷۰
۳۷۱
۳۷۲
۳۷۳
۳۷۴
۳۷۵
۳۷۶
۳۷۷
۳۷۸
۳۷۹
۳۸۰
۳۸۱
۳۸۲
۳۸۳
۳۸۴
۳۸۵
۳۸۶
۳۸۷
۳۸۸
۳۸۹
۳۹۰
۳۹۱
۳۹۲
۳۹۳
۳۹۴
۳۹۵
۳۹۶
۳۹۷
۳۹۸
۳۹۹
۴۰۰
۴۰۱
۴۰۲
۴۰۳
۴۰۴
۴۰۵
۴۰۶
۴۰۷
۴۰۸
۴۰۹
۴۱۰
۴۱۱
۴۱۲
۴۱۳
۴۱۴
۴۱۵
۴۱۶
۴۱۷
۴۱۸
۴۱۹
۴۲۰
۴۲۱
۴۲۲
۴۲۳
۴۲۴
۴۲۵
۴۲۶
۴۲۷
۴۲۸
۴۲۹
۴۳۰
۴۳۱
۴۳۲
۴۳۳
۴۳۴
۴۳۵
۴۳۶
۴۳۷
۴۳۸
۴۳۹
۴۴۰
۴۴۱
۴۴۲
۴۴۳
۴۴۴
۴۴۵
۴۴۶
۴۴۷
۴۴۸
۴۴۹
۴۵۰
۴۵۱
۴۵۲
۴۵۳
۴۵۴
۴۵۵
۴۵۶
۴۵۷
۴۵۸
۴۵۹
۴۶۰
۴۶۱
۴۶۲
۴۶۳
۴۶۴
۴۶۵
۴۶۶
۴۶۷
۴۶۸
۴۶۹
۴۷۰
۴۷۱
۴۷۲
۴۷۳
۴۷۴
۴۷۵
۴۷۶
۴۷۷
۴۷۸
۴۷۹
۴۸۰
۴۸۱
۴۸۲
۴۸۳
۴۸۴
۴۸۵
۴۸۶
۴۸۷
۴۸۸
۴۸۹
۴۹۰
۴۹۱
۴۹۲
۴۹۳
۴۹۴
۴۹۵
۴۹۶
۴۹۷
۴۹۸
۴۹۹
۵۰۰
۵۰۱
۵۰۲
۵۰۳
۵۰۴
۵۰۵
۵۰۶
۵۰۷
۵۰۸
۵۰۹
۵۱۰
۵۱۱
۵۱۲
۵۱۳
۵۱۴
۵۱۵
۵۱۶
۵۱۷
۵۱۸
۵۱۹
۵۲۰
۵۲۱
۵۲۲
۵۲۳
۵۲۴
۵۲۵
۵۲۶
۵۲۷
۵۲۸
۵۲۹
۵۳۰
۵۳۱
۵۳۲
۵۳۳
۵۳۴
۵۳۵
۵۳۶
۵۳۷
۵۳۸
۵۳۹
۵۴۰
۵۴۱
۵۴۲
۵۴۳
۵۴۴
۵۴۵
۵۴۶
۵۴۷
۵۴۸
۵۴۹
۵۵۰
۵۵۱
۵۵۲
۵۵۳
۵۵۴
۵۵۵
۵۵۶
۵۵۷
۵۵۸
۵۵۹
۵۶۰
۵۶۱
۵۶۲
۵۶۳
۵۶۴
۵۶۵
۵۶۶
۵۶۷
۵۶۸
۵۶۹
۵۷۰
۵۷۱
۵۷۲
۵۷۳
۵۷۴
۵۷۵
۵۷۶
۵۷۷
۵۷۸
۵۷۹
۵۸۰
۵۸۱
۵۸۲
۵۸۳
۵۸۴
۵۸۵
۵۸۶
۵۸۷
۵۸۸
۵۸۹
۵۹۰
۵۹۱
۵۹۲
۵۹۳
۵۹۴
۵۹۵
۵۹۶
۵۹۷
۵۹۸
۵۹۹
۶۰۰
۶۰۱
۶۰۲
۶۰۳
۶۰۴
۶۰۵
۶۰۶
۶۰۷
۶۰۸
۶۰۹
۶۱۰
۶۱۱
۶۱۲
۶۱۳
۶۱۴
۶۱۵
۶۱۶
۶۱۷
۶۱۸
۶۱۹
۶۲۰
۶۲۱
۶۲۲
۶۲۳
۶۲۴
۶۲۵
۶۲۶
۶۲۷
۶۲۸
۶۲۹
۶۳۰
۶۳۱
۶۳۲
۶۳۳
۶۳۴
۶۳۵
۶۳۶
۶۳۷
۶۳۸
۶۳۹
۶۴۰
۶۴۱
۶۴۲
۶۴۳
۶۴۴
۶۴۵
۶۴۶
۶۴۷
۶۴۸
۶۴۹
۶۵۰
۶۵۱
۶۵۲
۶۵۳
۶۵۴
۶۵۵
۶۵۶
۶۵۷
۶۵۸
۶۵۹
۶۶۰
۶۶۱
۶۶۲
۶۶۳
۶۶۴
۶۶۵
۶۶۶
۶۶۷
۶۶۸
۶۶۹
۶۷۰
۶۷۱
۶۷۲
۶۷۳
۶۷۴
۶۷۵
۶۷۶
۶۷۷
۶۷۸
۶۷۹
۶۸۰
۶۸۱
۶۸۲
۶۸۳
۶۸۴
۶۸۵
۶۸۶
۶۸۷
۶۸۸
۶۸۹
۶۹۰
۶۹۱
۶۹۲
۶۹۳
۶۹۴
۶۹۵
۶۹۶
۶۹۷
۶۹۸
۶۹۹
۷۰۰
۷۰۱
۷۰۲
۷۰۳
۷۰۴
۷۰۵
۷۰۶
۷۰۷
۷۰۸
۷۰۹
۷۱۰
۷۱۱
۷۱۲
۷۱۳
۷۱۴
۷۱۵
۷۱۶
۷۱۷
۷۱۸
۷۱۹
۷۲۰
۷۲۱
۷۲۲
۷۲۳
۷۲۴
۷۲۵
۷۲۶
۷۲۷
۷۲۸
۷۲۹
۷۳۰
۷۳۱
۷۳۲
۷۳۳
۷۳۴
۷۳۵
۷۳۶
۷۳۷
۷۳۸
۷۳۹
۷۴۰
۷۴۱
۷۴۲
۷۴۳
۷۴۴
۷۴۵
۷۴۶
۷۴۷
۷۴۸
۷۴۹
۷۵۰
۷۵۱
۷۵۲
۷۵۳
۷۵۴
۷۵۵
۷۵۶
۷۵۷
۷۵۸
۷۵۹
۷۶۰
۷۶۱
۷۶۲
۷۶۳
۷۶۴
۷۶۵
۷۶۶
۷۶۷
۷۶۸
۷۶۹
۷۷۰
۷۷۱
۷۷۲
۷۷۳
۷۷۴
۷۷۵
۷۷۶
۷۷۷
۷۷۸
۷۷۹
۷۸۰
۷۸۱
۷۸۲
۷۸۳
۷۸۴
۷۸۵
۷۸۶
۷۸۷
۷۸۸
۷۸۹
۷۹۰
۷۹۱
۷۹۲
۷۹۳
۷۹۴
۷۹۵
۷۹۶
۷۹۷
۷۹۸
۷۹۹
۸۰۰
۸۰۱
۸۰۲
۸۰۳
۸۰۴
۸۰۵
۸۰۶
۸۰۷
۸۰۸
۸۰۹
۸۱۰
۸۱۱
۸۱۲
۸۱۳
۸۱۴
۸۱۵
۸۱۶
۸۱۷
۸۱۸
۸۱۹
۸۲۰
۸۲۱
۸۲۲
۸۲۳
۸۲۴
۸۲۵
۸۲۶
۸۲۷
۸۲۸
۸۲۹
۸۳۰
۸۳۱
۸۳۲
۸۳۳
۸۳۴
۸۳۵
۸۳۶
۸۳۷
۸۳۸
۸۳۹
۸۴۰
۸۴۱
۸۴۲
۸۴۳
۸۴۴
۸۴۵
۸۴۶
۸۴۷
۸۴۸
۸۴۹
۸۵۰
۸۵۱
۸۵۲
۸۵۳
۸۵۴
۸۵۵
۸۵۶
۸۵۷
۸۵۸
۸۵۹
۸۶۰
۸۶۱
۸۶۲
۸۶۳
۸۶۴
۸۶۵
۸۶۶
۸۶۷
۸۶۸
۸۶۹
۸۷۰
۸۷۱
۸۷۲
۸۷۳
۸۷۴
۸۷۵
۸۷۶
۸۷۷
۸۷۸
۸۷۹
۸۸۰
۸۸۱
۸۸۲
۸۸۳
۸۸۴
۸۸۵
۸۸۶
۸۸۷
۸۸۸
۸۸۹
۸۹۰
۸۹۱
۸۹۲
۸۹۳
۸۹۴
۸۹۵
۸۹۶
۸۹۷
۸۹۸
۸۹۹
۹۰۰
۹۰۱
۹۰۲
۹۰۳
۹۰۴
۹۰۵
۹۰۶
۹۰۷
۹۰۸
۹۰۹
۹۱۰
۹۱۱
۹۱۲
۹۱۳
۹۱۴
۹۱۵
۹۱۶
۹۱۷
۹۱۸
۹۱۹
۹۲۰
۹۲۱
۹۲۲
۹۲۳
۹۲۴
۹۲۵
۹۲۶
۹۲۷
۹۲۸
۹۲۹
۹۳۰
۹۳۱
۹۳۲
۹۳۳
۹۳۴
۹۳۵
۹۳۶
۹۳۷
۹۳۸
۹۳۹
۹۴۰
۹۴۱
۹۴۲
۹۴۳
۹۴۴
۹۴۵
۹۴۶
۹۴۷
۹۴۸
۹۴۹
۹۵۰
۹۵۱
۹۵۲
۹۵۳
۹۵۴
۹۵۵
۹۵۶
۹۵۷
۹۵۸
۹۵۹
۹۶۰
۹۶۱
۹۶۲
۹۶۳
۹۶۴
۹۶۵
۹۶۶
۹۶۷
۹۶۸
۹۶۹
۹۷۰
۹۷۱
۹۷۲
۹۷۳
۹۷۴
۹۷۵
۹۷۶
۹۷۷
۹۷۸
۹۷۹
۹۸۰
۹۸۱
۹۸۲
۹۸۳
۹۸۴
۹۸۵
۹۸۶
۹۸۷
۹۸۸
۹۸۹
۹۹۰
۹۹۱
۹۹۲
۹۹۳
۹۹۴
۹۹۵
۹۹۶
۹۹۷
۹۹۸
۹۹۹
۱۰۰۰

اور حق یہ ہے کہ اس ظاہر ہونے کو نہ مانیں بلکہ جاہلیت کے دینے اب تک شہرون میں نکلتے رہتے ہیں کذا فی فتح القدر شامی
 کہا کہ اکثر نفوذ جن میں علامت اہل حرب کی ہو اور اہل اسلام میں رائج ہو ظاہر ہے کہ وہ قسم مشتبہ سے ہیں لیکن میں نے شرح
 فقہاء میں جو ملامتی قاری کی ہو دیکھا اس میں لکھا ہے کہ کفار کے درمیان میں مخلوط ہونے کی صورت میں جیسا فی زمانہ
 رواج ہو اسلامی بھی ہونے چاہئیں ولا ینحسب کفار معدنا کان او کفر او جد فی صحرا عدد ارا حرب بل کله للواجب
 ولو مستانما لانه کالتماصص اور نہ خمس لیا جاوے وہ رکاز کہ پایا جائے دار الحرب کے جنگل میں خواہ معدن ہو یا دینہ بلکہ کل
 پانے والے کا ہو اگرچہ وہ دار الحرب میں ہیں لیکن گویا ہوا سوا سبط کے وہ شخص جو کہ طرح ہو ولذا الودخلہ جماعت ذمہ و منفعة و طفلا
 بشیخ من کنوزہم و معدنہم خمس لہ و نہ غنیۃ اور اسی واسطے اگر دار الحرب میں ایک جماعت شوکت والی داخل ہو اور
 کچھ خزانہ یا معدن انکو دستیاب ہو تو خمس لیا جاوے گا کیونکہ وہ غنیمت ہو یعنی غلبہ اور قمر سے حاصل ہوا ہو وان جلا ای الزکات
 مستانم فی ارض مملوکہ لبعضہم ردہ الی مالکہم ترنا عن الغد اور اگر معدن یا دینہ کسی ستان میں نہ خربوں کی مملو کہ ہیں
 میں سے پایا تو اسکو اسکے مالک کو ہٹا دے قدر سے بچنے کے لیے ہم اپنے خربوں کے مال اس شخص ستان پر بدون اُلکی رضامندی
 کے خرام ہیں تو بدون اجازت کے کسی مال کا رکھ لینا خیانت ہو گا فان لم یردہ و اخرخہ منها ملکہ ملکنا خینا فسیبیلہ
 الذم صدق پس اگر نہ ہٹایا اسکو اور دار الحرب سے کال لایا تو اسکا مالک ہو جاوے گا غنیمت ملک سے کہ اسکا تصدق کرنا
 واجب ہو فلوا عہ صح لقیام ملکہ لکن لا یطیلہ شکر پس اگر کسی دوسرے شخص کے ہاتھ بچد یا تو درست ہو کیونکہ اسکی ملک
 ثابت ہے لیکن بشری کو اچھا نہیں ہم بخلاف اس صورت کے کہ کسی سے ایک چیر بشر افساد خریدی پھر کسکے ہاتھ بچدے تو مشتری ثانی
 کیواسطے کچھ خرابی نہیں ہو کیونکہ فتح مع اول کا اس صورت میں ممتنع ہو گیا کذا فی الجلی عن البحر ولو وجدہ ای الزکات غیرہ ای غیر
 مستانم فی ارض مملوکہ لہم حل لہ فلا یرد ولا ینحسب امر بلا فرق بین متاع وغیرہ اور اگر
 معدن یا دینہ پایا غیر ستان میں خربوں کی زمین مملو کہ میں سے تو اسکو حلال ہے پس نہ ہٹا دے اور نہ اس میں سے خمس لیا جاوے
 اسیوجہ سے کہ گزری یعنی وہ مثل غنیہ لیجانے والے کے ہو کذا فی الدررہ دون فرق کے درمیان متاع اور غیر متاع کے ہم متاع کے معنوں میں
 فضا کا اختلاف ہی صحیح ہے کہ متاع وہ ہے جس سے نفع لیا جائے خواہ کپڑے ہوں یا گھر کا اسباب یا کھانا یا برتن کذا فی المطاویع مافی النقایۃ
 من ان رکاز متاع ارض ثمر ملک ینحسب سہو اور جو کچھ فقہاء میں ہو کہ رکاز زمین غیر مملو کہ کا خمس لیا جاوے وہ سہو ہی ہم
 فقہاء کتاب ہی صدر الشریعہ کی اور یہی ہوا قایم جو اسکے داد ائج الشریعہ کی کتاب ہو در زمین کہا ہو کہ یہ صحیح نہیں ہو کیونکہ
 شرح ہدایہ نے اور علما نے تصریح کی ہے کہ خمس واجب ہوتا ہے اس چیز میں کہ غنیمت کے معنوں میں ہو یعنی اہل حرب کے
 ہاتھ میں ہو پھر مسلمانوں کے پاس آ جاوے تو بت بازو سے اور وقایہ میں جو مذکور ہے وہ اس طرح کی صورت نہیں ہو کیونکہ
 ستان مثل چور کے ہو اور زمین دار الحرب کی مسلمانوں کے ہاتھ نہیں آئی مطاویع ہی نے کہا کہ اضافت رکاز کی متاع
 کی طرف بیانی ہو کہ ان محمل حمل متاع ہم الموجود فی ارض ضیعتا مگر یہ کہ مراد لیا جاوے متاع سے جو خربوں کا
 متاع دار الاسلام میں موجود ہو و فرغ مسئلہ بخارج کالواجل صرف الخمس لنفسہ و اصلہ و فرعہ
 واجبیۃ بشرط فقر ہم پانے والے کو جائز ہے خمس کا صرف کرنا اپنے نفس پر اور اپنی اصل یا بی پر اور اپنی

۴۶۴
 بیان جنگ
 و مسلمان
 و غیر مسلمان
 و غیر مسلمان

۴۶۵
 کی صورت یہ
 پوچھا کہ اگر
 اس صورت میں
 پایا یا مسلمان
 جہلہ دار الاسلام
 نابین فریاد

پر اور اپنی فہم یعنی اولاد پر اور چھٹی پر بشرطیکہ محتاج بہن م یعنی وہ خود اگر محتاج ہو اور چار خمس میں اسکا کام نہ نہیں نکلتا تو خود سب رکھ لے اگر نصاب سے کم ہو اور اگر نصاب نوپوش ہو تو خمس کا خرچ کر لینا اسکو جائز نہیں کذا فی البحر من البدل من کما ہون کہ اس میں گفتگو ہو کہ بعض اوقات نصاب سے زیادہ بھی کافی نہیں ہوتا مثلاً جب کہ ہلفہ والا قرضدار ہو پس بہتر یہ ہے کہ حاجت میں پر قضا کیا جاوے اور حکم نے کافی میں کہا ہے کہ جبکہ زکاۃ کا مال ملنا اسکو گنجائش ہو کہ صرف کرے خمس مسائین پہ پچھ اگر نہ ہو تو اطلاق ہو تو اسکے کیے ہوئے کو قبول کرے اور اگر اسکو تمام مال کی ضرورت ہو تو گنجائش ہو کہ اپنے واسطے رہنے دے اور یہ بھی گنجائش ہو کہ حاجت مند کو دے اگرچہ اسکا پاپ دادا اولاد ہوا اور یہ مال غیر لہ اس عشر کے نہیں ہو کہ زمین پر لازم ہوتا ہو کذا افادہ الشامی

باب العشر

یہ باب ہوا وہ یکی کے حکام میں خمس کہتے ہیں دس میں کے ایک ٹکڑے کو اور یہاں مراد وہ ہے جو عشر کی طرف منسوب ہوتا کہ شامل ہو نصف العشر اور نصف العشر کو کذا فی الشامی اور اسکو زکوٰۃ میں اسلیے ذکر کیا کہ اسکا صرف وہی ہے جو زکوٰۃ کا ہے بحسب العشر فی مسئلہ ان قل وجب اور سوال حد شد میں اگرچہ قبل ہوم شامی میں لکھا کہ حل میں کسرہ ہی توین نہیں کیونکہ مضاف ہوا غرض کی طرف اور نقطہ وان قل کی ضرورت نہیں اسلیے کہ نصف کا قول بلا شرط نصاب اس سے مثنی ہوا رخص غیر الخراج و لو غیر عشریۃ نجعل و مضافہ عشر وجب ہوا اس شہد میں کہ غیر خراجی زمین کا ہو اگرچہ غیر عشری بھی ہو جیسے بہار و جنگل بخلاف الحرجۃ لیل الخراج العشری الخراج بخلاف شہد زمین خراجی کے یعنی اس میں عشر نہیں تاکہ نہ جمع ہو جاوے عشر اور خراج م ارض غیر الخراج کے لفظ میں اشارہ ہے کہ یہ شامل ہی زمین عشری کو اور اس زمین کو کہ نہ عشری ہو نہ خراجی جیسے بہار و جنگل لیکن غانیہ میں ہے کہ بہار عشری ہے یعنی اگر استعمال میں ہے تو عشری ہو کذا قال الشامی و کذا یجب العشر فی ہر وجہ کی اد مغاۃ ان حواء الا حاتم لاند مال مقصود اور ایسا ہی عشر واجب ہوا ہی یا جنگلی پھلو میں اگر امام نے ٹکی حفاظت کی ہو پہلے کہ وہ مال مقصود ہی امام کو ٹکی حفاظت اسلیے مقصود ہے کہ عشر واجب ہو کیونکہ قرض حفاظت ہی کی جہت سے تو یہ علت اشتراط کی ہو یا یہ کہ وہ اس جنس سے ہو کہ جس سے غلہ حاصل کرنا زمین کا مطلوب ہوتا ہے تو یہ علت وجوب کی ہوئی کذا فی الشامی لان النجھ لاند کا تصدی عشر وجب ہوگا اگر امام نے اسکی حفاظت نہیں کی جیسا شکار کہ اس میں بھی عشر نہیں۔

و یجب فی منقحہ سماء ام مطر و سیمہ کنھ اور وجب ہی عشر اس زمین میں جو مینہ سے پانی دی گئی ہو یا جاری پانی سے شل نہر کے حصہ میں کے چاری ہونے کو کہتے ہیں زمین پر یعنی نہر کا پانی یا نالون کا کذا فی مغرب بلا شرط نصاب اجمع للکل بدون شرط نصاب کے یعنی بلکہ ضرور نہیں کہ پیداوار بقدر نصاب ہو اگر کمتر ہو گاتب بھی عشر وجب ہوگا شارح نے لکھا کہ نصاب کا بہا ناسب زکوٰۃ کی طرف ہے یعنی شہد و پھل وغیرہ بلا شرط بقا و حولان حول لاند فیہ معنی المودفۃ اور بدون شرط بانی رہنے تمام سال کے اور گرد کے برس کے اسو سبط کہ عشر میں معنی ہونہ الارض کے میں یعنی اجرت میں کی تو یہ عشر عایت محض ہوا م اگر پیداوار سال بھر میں کہی بار ہو تو ہر بار عشر وجب ہوگا اور ایسا ہی خراج مقامہ یعنی بٹائی کا لیکن خراج موظف جو فی جریب ایک اع یا مثل اسکے سالہ مقرر ہو کر تا ہی تو وہ برس زمین ایک وجب ہوگا اگر زمین ہوتا اگرچہ زمین کا پیداوار کہی بار ہو کذا فی الشامی و لذا کان للامام اخذ مجبراً یؤخذ من التوۃ اور اسلیے امام گنجائش ہو کہ ان چیزوں کا عشر بذور لے اور ترک سے لیا جاسکتا ہے و یجب مع الذل فی ارض صغیر و محنون و مکاتیب و مذکور وقف اور وجب ہوتا ہی عشر باوجود قرضداری کے اور لڑکے کی زمین میں اور محنون کے اور مکاتب کی اور ماذون کی اور دخی زمین میں

کتاب

خارجی کی زمین میں بھی عشر واجب ہے اگرچہ وہ زمین میں ہو یا خارجہ میں ہو یا جنگلی ہو یا کھیتی باڑی کی ہو یا نہر کا حصہ ہو یا قرضدار کی ہو یا غیر ذلک

م زمین کی ملکیت جو عشر کے لیے شرط نہیں بلکہ پیداوار کی ملکیت ہے اس لیے کہ عشر پیداوار میں ہوتا ہے نہ زمین میں ہوتا ہے نہ ہونا اور نہ ہونا
 دونوں برابر ہیں اور زمین وقتی میں عشر اس صورت میں ہو کہ اہل وقت نے اس کو بویا ہو کہ زانی ہشامی مختصراً و نہیثہ زکوٰۃ چنانچہ اگر عشر کو زکوٰۃ کہنا
 مجازاً و مابہا ہی مفہوم ہوتا ہی عنایہ سے اور نہ زمین اس کی تقویت کی ہو لیکن عشر بے اس باب میں جو گفتگو ہو چکی ہو کہ لا یقصد
 بہ استغلاک الارض مگر ان چیزوں میں عشر نہیں کہ زمین کے محاصل میں مقصود نہ ہوں نحو خطیف قصب فارسی جیسے لکڑی اور زعم
 قصب لغت میں نبات ساقدار گرہ والی کو کہتے ہیں اور فارسی کے لفظ سے احتراز ہو گیا گئے اور قصب الذریرہ سے جس کو قصب نہیں کہتے ہیں
 کیونکہ ان دونوں میں عشر ہو کیا ہی ہو کہ ہر دو معراج میں ہو کہ گنے کے رس میں عشر ہو خود گنے میں کہ زانی الشربنالیہ وحشیہ دقہب اور
 جیسے گھاس ہر اور سو گھاس فسخ میں کہا مگر زنی بات ہو کہ اگر اس کو کاٹ لیا دانہ کے انعقاد سے پہلے تو اس میں عشر واجب ہو کیونکہ وہ بھی مقصود
 ہو گیا اور ایک روایت امام محمد سے ہو کہ سو گھاس میں عشر ہو کہ زانی ہشامی وسعوت قصب و قطران و خطمی و اشنان اور جیسے کھجور کے
 ٹٹے اور جیسے گوند اور قطران جو ایک درخت کا عصارہ ہو اور خطمی اور اشنان و شکر قطنی و بادنجان اور جیسے گھاس کا درخت اور
 بنگن کا درخت مے بیضان دونوں کے درختوں میں عشر نہیں بلکہ خود گھاس اور بنگنوں میں عشر ہو کہ زانی الشربنالیہ و خطمی و قطنی و بادنجان و اشنان
 حکم کی تشریح و تفسیر کے لیے اور لکڑی کے اور جیسے دوا بیان شل مٹی اور کونجی کے م کیونکہ تخم سے مقصود مرکب یا ہونے میں اور نہیں
 عشر لازم آتا ہو خود تخم مقصود نہیں ہیں خانیہ میں ہو کہ دواؤں میں عشر نہیں ہو جیسے کیلا اور ہلیہ اور کنہر میں کہ زانی الشامی حتی لو اشغلی
 ارضہ بہا کیجب العشر یہاں تک کہ اگر زمین کو انھیں چیزوں میں لگا دیا تو عشر واجب ہو گا مے یعنی اگر کوئی شخص زمین کو نے اور گھاس
 وغیرہ کیو سطر رکھتا ہو محاصل کے لیے اور اس کو کاٹا ہو اور بچتا ہو تو اس میں عشر ہو گا کہ زانی غایۃ البیان والبدائع اور شربنالیہ میں
 کہا کہ بچتا کچھ شرط نہیں اس لیے قاضی خان نے مطلق رکھا یعنی بچنے کی قید نہیں لگائی کہ زانی ہشامی و یجب نصف فی مسقیۃ عمر بے ای
 دل کو کہ پیر و دلایۃ ای دیکھ لکھتہ المونۃ اور نصف عشر یعنی میوان حصہ واجب ہو اس زمین کی پیداوار میں جو چرس سے پانی دی
 گئی ہو یا ر ہٹے سے بسبب زیادتی محنت کے م یہ وجہ نصف عشر لازم آنے کی و یجب نصف العشر لازم آنے کی و یجب نصف العشر لازم آنے کی و یجب نصف العشر لازم آنے کی
 میں مذکور ہو اس صورت میں کہ پانی اول لیکر دیا ہو اور یہ ہمارے قواعد کے مخالف نہیں ہو یعنی اس صورت میں خضیون کے نزدیک بھی میوان
 حصہ لیا جاوے گا کہ زانی الشامی و ثوبقی سجداً و بالذکر اعتبار الغالب اور اگر پانی یا اس کو نہر سے اور کسی آلہ سے یعنی ہر س منہر سے
 تو اعتبار کیا جاوے گا کہ اگر اکثر چرس سے پانی دیا ہو گا تو میوان حصہ لیا جائیگا اور اگر باران سے یا نہر سے دیا ہو گا تو دسواں حصہ کہ زانی
 الزبلی و لو استویا نصف اور اگر دونوں طرح پانی دینا برابر ہو تو نصف عشر ہو کیونکہ زیادتی میں شک واقع ہوا اور شک سے لازم
 نہیں ہوتا و قیل ثلثہ اربعہ اور ایک قول یہ ہو کہ تین ربع عشر کے اس صورت میں لازم ہیں م غایۃ البیان میں کہا کہ یہی قول ہی
 ائمہ ثلثہ کا کہ نصف نصف دونوں وظیفون کا لیا جاوے یعنی چونکہ آدمی زمین نہر کی ہوئی تو دسویں حصہ کا آدمی لازم ہو اور آدمی و لابی
 تو میوان حصہ کا آدمی لازم ہو اس لیے تین ربع عشر کے ہوئے اور زبلی نے روایت اول یعنی لزوم نصف عشر کو ترجیح دی ہے سو ائمہ پر قیاس
 کر کے جس صورت میں آدمی ہر س گھاس دیا ہو کہ زانی الشامی بلا دفع مؤوی ای کلف الذرع و بلا آخر اہم البذل و تصدیرہم
 بالاعشر فی کل الخارج عشر اور نصف عشر لیا جاوے بدون مجر کرنے آخر اجات گھیتی کے اور بغیر لگا لکھنے کے اس لیے کہ علمائے فخر
 ان کی ہر عشر کل پیداوار سے ضم یعنی عشر اول صورت میں اور نصف عشر دوسری صورت میں جو لازم ہو تو کل میں سے لازم ہو بغیر جدا کرنے مزدوری

کمرون اور خراج بلون کے اور نہروں کی کھدوائی اور اجرت حفاظت وغیرہ کی کذا فی الدرد و یجب فی حصہ فی ارض عشرینہ تغلیب مطلقاً اور واجب ہو و ناشر کا یعنی پانچواں حصہ اس عشری زمین میں جو تغلیب کی ہو ہر صورت میں ہم بنی تغلیب قوم نصاریٰ میں سے ہیں حضرت عمرؓ سے صلح میں بات پر ٹھہری تھی کہ مسلمانوں کا دونا اُسے لیا جاوے مطلقاً وہی نے کہا کہ علماء نے فرقی نہیں بیان کیا زمین کے دو لابل سے ملانی دینے یا نہر کے پانی دینے میں اور مقتضای صلح کا جو واقع ہوئی یہ ہو کہ مسلمانوں کی نسبت اُسے دو چاند لیا جاوے ہر صورت میں دان حکم آن طفلک ادا کنی ادا سلوا و ابتاعھا من مسلمان اگرچہ تغلیب لڑکا ہو یا عورت یا اسلام لے آیا یا زمین خرید کر کی ہو مسلمان سے ہم تغلیب اگرچہ مسلمان ہو تو اُسکے پاس جو زمین تغلیب ہو جو وہ طرفین کے نزدیک تضعیفی رہتی ہو اور امام ابو یوسف کے نزدیک عشری ہو جاتی ہو اور یہی حال ہو جب خرید ہو اُس سے کسی مسلمان نے اور اگر خرید تغلیب نے عشری زمین کو کسی مسلم سے تو شیخین کے نزدیک تضعیفی ہو جاوے گی اور امام محمد کے نزدیک عشری باقی رہے گی کذا فی الجلی و ابتاعھا منہ مسلم اذنی لا ینقصہ کالخیراج فلا یتبدل یا خرید زمین کو تغلیب سے کسی مسلمان نے یا ذمی نے اس جہت سے کہ تضعیف خراج کے مانند نہیں متبدل ہوگی ذمی جب تضعیفی زمین تغلیب سے خریدے تو بالاتفاق تضعیفی رہتی ہی کذا فی الجلی اور شرکاذکر بنا بر کثرت ہو و نہ سب انتقالات میں بھی حکم ابو اسمعیل عن البرجدی اور عدم تبدل خراج بالاتفاق اور تضعیف میں امام ابو یوسف کا اس صورت میں خلاف ہو کہ تغلیب مسلمان ہو جاوے یا اُس سے کسی مسلمان نے خریدی ہو کیونکہ وہ عشری ہو جاتی جیسا پہلی حدیث میں کذا فی الجلی و اخذ الخراج من ذمی غیر تغلیب اشترى ارضاً عشرینہ من مسلمان و قبضہا منہ فالتناضحیٰ اور لیا جاوے گا خراج اُس ذمی سے جو تغلیب ہو اور خرید ہو زمین عشری مسلمان سے اور قبضہ کیا اُسکو کیونکہ عشرین اور کفرین ساقاۃ ہم ذمی سے خراج لینا اس صورت میں نہ سب شیخین کا ہے اور امام محمد کے نزدیک عشری ہر پہلی اور غیر تغلیب کی قید اسوا سے لگائی کہ عشری اُس پر ضامن ہو جاتی ہو شیخین کے نزدیک اور قبضہ کی قید پہلے لگائی کہ خراج واجب نہیں ہوتا مگر زراعت کی قدرت سے اور زمین پر قدرت نہیں حاصل ہو سکتی بدین میں کے اور کفر منافق ہو عشر کے سلیے کہ عشرین معنی عبادت کے ہیں حاصل یہ ہو کہ زمین عشری ہو تو یا خراجی تضعیفی اور عشری یا مسلم ہو گا یا ذمی یا تغلیب پس جب مسلمان خریدے عشری یا خراجی کو تو بدستور نہ خراج پر رہتی ہو یا خریدے تضعیفی کو تب طرفین کے نزدیک بدستور رہتی ہی اور امام یوسف کہتے ہیں کہ عشری ہو جائیگی اور جب تغلیب خریدے خراجی کو تو خراجی رہے گی اور تضعیفی کو خریدے تو تضعیفی رہے گی اور اگر عشری کو کسی مسلمان سے خریدے تو تضعیفی ہو جائیگی شیخین کے نزدیک بر خلاف قوم امام محمد کے اور جب خریدے ذمی غیر تغلیب خراجی یا تضعیفی کو تو بدستور رہے گی اور اگر عشری خریدے تو خراجی ہو جائیگی اگرچہ ہر اسکی ملک میں امام عظیم کے نزدیک کذا فی الشامی و اخذ العشر من مسلمان و اخذھا منہ من الذم من یشفعہ التحوّل الصنفۃ الیحدہ اور لیا جاوے گا عشر مسلمان سے کہ لیا ہو زمین عشری کو ذمی سے شفعہ کی وجہ سے واسطہ تبدل عقد کے ذمی سے طرف مسلمان کے مہینگی کو یا کہ مسلمان نے یا ذمی کا واسطہ بیچین سے اٹھ لیا کذا فی الجوز وغیرہ اور حدیث علیہ لفساد البیع یا زمین و کی کسی مسلمان پر بیع کے فساد کے سبب ہم اور رد عطف ہو اخذ یا یعنی جبکہ خرید اُسکو ذمی نے مسلمان سے بشرا فاسد ہو زمین بھٹ شرا فاسد ہونے کے رو کی کسی مسلمان پر تو وہ زمین عشری نہ ہوگی بدستور بچرین کہا ہو کہ رد او فسخ کی جہت سے بیع کان طہرین ہوگی سلیے کہ بیع مسلمان کا یعنی بیع کا اس طرح کی بیع سے منقطع نہیں ہوتا تھا کہ ہنوز متحقق پھر لینے کا اسکا ثابت ہو یا بخیر شہر طیار و کی گئی ہو یا خیر شرط کی جہت سے ہم نے جس صورت میں کہ بایع کو خیار تھا جیسا قاضی خان نے جامع صغیر کی شرح میں قید لگائی ہے سلیے کہ خیار بایع کا مشع کرنا بخیر و ال ملک کو قال اللہ علی و ردۃ مطلقاً یا رو کی گئی ہو یا خیر رویت ہر حال یعنی رد قضا فاضی سے ہو یا غیر اُسکے کذا فی الشامی و عیب بقبضہ عیار و کی گئی جہت عیب کے

یعنی جس حدیث سے
مصلحت یہ ثابت ہو

اداء خیر اچھا اور نہیں حلال خراجی زمین والے کو کہ کھاوے اسکی آمدنی خراج کے اداسے پہلے بعضوں نے کہا کہ یہ حکم خراج مقایسہ کے
 اسلئے کہ خراج موقوف ذمہ پر لازم ہوتا ہے پیداوار سے پہلو علاقہ نہیں اور بعضوں نے کہا یہ کہ خراج وظیفہ بھی ایسا ہی ہے پہلے کہ مالک یعنی مالک کو
 کا حق جو خراج کے اداسے پہلے پس اگر پیداوار کو مالک کھا جاوے تو امام خراج کہاں سے لے گا فی الذکر طحاوی نے کہا کہ دفعات میں موقوفہ البرز
 پیداوار سے کھانا دست نہیں قبل ادا کرنے خراج کے اور یہاں ہی قبل ادا کرنے عشر کے مگر جبکہ مالک غنم ادا عشر کا کھتا ہو وہ یہ قید غنم کی لائق شامی و دیگر
 من طعام العشر حتی یدوی العشر دان کل ضمیر عشر و جمع العشر و یہ سورہ نہ کھاوے مالک عشر سے بہا تک ادا کرے غنم اور اگر کھاوے مالک
 عشر کا خاص ہو گا کذا فی مجمع الفتاویٰ م شرح مفتی بن محمد سے منقول ہے کہ اگر دستور کے موافق تھوڑا سا کھالے تو نہ کچھ نہیں فقہ ابو الیث نے کہا کہ قول کو
 ہم لیتے ہیں کذا فی طحاوی و الامام حنبلہ الخراج للبرز اور امام کو پوچھا کہ پیداوار کو روکے وسط وصول خراج کے من منم اختیار سنین
 یؤخذ لما مضی عندی حنیفہ خانیہ اور جس شخص نے خراج چند سالہ نادا کیا ہو تو گذرے برسوں کا خراج دلیا جاوے گا امام صاحب کے نزدیک
 کذا فی بخانیم اور بسن کتاب بھاد کے باب بخرزین مع ثانی زائد مذکور ہو اور خانیہ کا یہ قول محمول ہے اس حالت پر کہ مالک راعی ہے صاحب جو جیسا کہ دوسری
 عبارت خانیہ کی معلوم ہوتا ہے کذا فی شامی مختصر او فیہا مریک عشر و افواج اذا مات لخذ من تریک ہونی رواۃ لای یسقط بالسموت
 والا دل من طامہ الروایۃ اور خانیہ میں جو عشر خراج ہو جب چاہے تو شے ترکہ سے لیا جاوے اور ایک حالت یہ ہو کہ نہ لیا جاوے بلکہ موت کی
 جست ساقط ہو جائے اور اول ظاہر الروایت ہم شامی نے کہا کہ ذخیرہ میں ہو کہ نہیں ساقط ہوتا عشر سبب سے دوسرے شخص کے جسکے ذمہ ظاہر الروایت میں ہے الباری
 ابو حنیفہ سے روایت کیا ہے کہ ساقط ہو جائے پھر دو روایوں کے بعد ہو کہ ساقط ہوتا ہے خراج کے مرنے سے جسکے ذمہ خراج ہو جبکہ جو خراج موقوف ظاہر الروایت میں اور
 المبارک نے کہا کہ ساقط ہو جائے پس معلوم ہوا کہ باہر دونوں روایتوں کے فرق یہ دو میان عشر و خراج کے اور موقوفین خراج کی قید رکائی اس
 معلوم ہوا کہ خراج مقاسمہ ساقط نہیں ہوتا ماشہ عشر کے ظاہر الروایت میں انتقی فرج مسائل الخراج کے عنک دلم یزعم و جب الخراج دور العشر قادر
 ہو زمین کا قابض راعی یا زراعت یا تو خراج و جب عید عشر مرنے خراج موقوف اور خراج مقاسمہ و جب نہیں ہوتا جیسا پہلے گذر چکا اور مصنف بھی
 باب العشر الخراج میں ذکر کیا کہ کذا فی شامی و یسقطان بھلا الخراج اور ساقط ہو جاتے ہیں دونوں یعنی عشر و خراج مقاسمہ پیداوار کے
 ہلاک ہو جانے سے لیکن موقوف اگر کھتی کھنے سے پہلے ہلاک ہو جاوے تو ساقط ہو جائے اور بعد کھنے کے نہیں کذا فی الحلی و الخراج محل الغاصب
 ان زعموا کما ان جاحل ولا ینبذ لہا جمع اور خراج غاصب کے ذمہ ہو اگر بویا ہو زمین مضمون کو اور وہ غصب سے نکال کر تاہو اور مالک کے پاس وہ زمین
 م خانیہ میں ہے کہ وہ زمین کے ہکا خراج مقرر ہو کسی شخص نے اسکو غصب کیا اور غصب سے نکال دیا اور مالک کے پاس کو وہ نہیں اگر غاصب نے اسکو نہیں بویا
 تو خراج کسی پر نہیں اور اگر غاصب نے بویا و زراعت سے زمین ناقص نہیں ہوئی تو خراج غاصب پر اور اگر غاصب غصب کا حق ہو مالک کے پاس وہ زمین
 اور زراعت کی وجہ سے زمین میں کچھ نقصان نہیں آیا تو خراج مالک کے ذمہ ہو اور اگر زمین کو زراعت نقصان پہونچا ہو تو امام صاحب کے نزدیک زمین کے مالک
 پر ہو نقصان تھوڑا ہو یا بہت کیونکہ گویا اس شخص نے زمین کو اجارہ دیا ہے نقصان کے غاصب کے ہاتھ اور یہی تفصیل جو زمین بشری کی غصب میں گذر
 قالہ شامی و الخراج فی بیع الوفا علی المبیع ان بقی فی یدہ یا و بیع بالوفاء میں خراج بائع پر اگر زمین اسکے قبضہ میں رہے ہم بیع بالوفاء کا نام
 بیع الطاعت بھی تو اس میں شرط ہوتی ہے کہ بیع بائع کو پھر دیا جاتی ہے وجہ غنم مشتری کو پھر دے اور ہکا بیان آخر کتاب البیوع میں آویگا اشارہ بقالہ
 و یباع الذی راع ان قبل ادا لک فالعشر حل للشرعی و یبطل البیاع و اگر کھتی کو پھر دیا پس اگر پکڑے سے پہلے ہی او مشتری پر ہو
 اور اگر بعد پکڑنے کے تو بائع پر ہے اور یہ مثال جو اس صورت کو کہ کھتی کو پھر دیا او مشتری نے مالک کی اجازت سے پکڑے تک بدستور رہنے یا تو طریق کے

اور اگر فقیر چکا کوئی ولی نہ ہو اس قسم سے انکا فقر اور دوا اور کفن اور جنایت کا عوص خرچ کیا جاوے جیسا زلیمی وغیرہ میں عوص موصول ہو چکا ہو
مصرف عاجز فقیر ہیں پس اگر ناظم رابع کو ثالث کی جگہ رکھنا یعنی دار بعد ما خواہ عاجزون و ثانی النما فقیر جہات کہتا تو اکثر کتابوں کے مواضع کا ذکر ملتا ہے

باب المصروف

ای مصروف الزکوٰۃ والعشر یہ باب ہر مصرف زکوٰۃ اور عشر کے خرچ کے ہوا فقیران کے بیان میں م سابق گذر چکا کہ عشر سے مراد مسو لیبہ عشر یعنی عشر اور
اور رابع عشر یعنی سنی بن بزر جو مصرف عشر کا ہر وہی مصرف صدقہ فقیرانہ اور نذر اور وجہ مستحق کا ہوا اما خمس المعدن فمصرفہ کا لفظ لکھ
اور معدن کے مصرف کا مصرف ثانیہ غنیست کے ہر وہی مصرف قضا زکوٰۃ و عشر کی وجہ کی طرف اشارہ ہو یعنی خمس معدن کا ذکر کرنا اس جگہ مناسب نہیں اگر چہ
اور مصرف میں ذکر کیا ہو اور ولی بہتھا کہ شارح خمس البرکات کہتا ہے کہ اکثر کتب میں شامل ہونا کیونکہ مصرف میں کثر بھی مثل معدن کے ہو کہ فی الشامی
ہو فقیر ہو من لہ بدی شیع ایک مصرف زکوٰۃ و عشر کا فقیر ہو اور فقیر وہ ہے جس کے پاس تھوڑا مال ہو فقیر کو مقدم کیا انیت شریف کے تیل سے
اور سیکر کہ فقر شرط ہے جمع مقام میں سوا داخل اور مکاتب اور مسافر کے اور شعی سے مراد نصاب نامی ہو اور ادنیٰ سے مراد اس کے کم اور ظاہر چھوٹا
کہ تالاب مالک انصاف بامیالین جو کہ غنی فقیر اور مسکین میں مقصود ہر غنی میں اور فقیر میں اور مسکین کے معنی یہ ہیں کہ اس کے پاس کچھ نہ ہو تو اس کے مقابلہ کی
جست سے فقیر کے یہ معنی ہوئے کہ اس کے پاس کچھ مال ہو کہ فی الشامی مختصر مصرف ای دون نصاب اور قدر نصاب غیر نام مستغفرت
فی الحاجۃ یعنی کہ ہر نصاب نامی سے یا غیر نامی نصاب کے برابر ہو اور حاجت میں مشغول ہو م حاجت میں مشغول جیسے رہنے کا گھر اور خدمت کا کام
اور پہننے کے کپڑے اور اپنے پیشہ کے آلات اور کتا بن جس کو انکی ضرورت ہو پڑھانے میں یا یاد کرنے میں یا تصحیح میں جیسا زکوٰۃ کے شروع میں
بیان اسکا گذر ہے پس چیزیں مستغرق باحاجہ ہیں تو مالک کو مباح ہے زکوٰۃ کا لینا نہیں تو حرام ہے بلکہ اس شخص پر زکوٰۃ کے سوا اور حقوق لازم ہو
یعنی صدقۃ الفطر اور قربانی اور اپنے قریب محرم کا انفق کذا فی لہجہ وغیرہ و مسکین من لا یتقوا اللہ علی المذاہب دوسرا مصرف زکوٰۃ
و عشر کا مسکین جو یعنی وہ شخص جس کے پاس کچھ نہ ہو یا بزدل یا مجرم یعنی مذہب یہ ہے کہ مسکین زیادہ تک حال ہو فقیر سے اور بعض نے اس کے عکس
کہا ہے لیکن پہلا معنی کذا فی البحر اور بی قول ہے اکثر سلف کا اور عطف سے مفہوم ہوا کہ فقیر اور مسکین دو صفتیں ہیں مصارف کی اور یہی امام
کا قول ہے اور امام ابو یوسف نے کہا کہ یہ دونوں ایک ہی صفت ہیں کذا فی الشامی عن النہر بقولہ تعالیٰ او مسکینا اذا متربہ بذلیل قول
حق سبحانہ تعالیٰ کے مسکین چاک ہیں امام یعنی اپنی جلد میں گرہا کھود کر چھپا رکھی ہو کہ قائم مقام زار کے ہوا نذر غوبنے کی جہت سے اپنے
بے کوزہ میں لگا رکھا ہو جس کی شدت اور آیت شریف سے استدلال اس بات پر ہو تو فہم کہ دائرہ لطف کا شیعہ و احترازی نہیں ہو کر
ان کے مخالف ہیں باقی فتح القدیر میں مذکور ہے وایۃ السفینۃ للترحمہ اور تبت سفینہ میں مسکین کا طلاق دہلے ترجمہ کے ہر وہ جو لوگ فقیر
دیادہ تک حال کہتے ہیں وہ آیۃ اما السفینۃ فکانا کثیرا کثیرا کثیرا فی البحر سے استدلال کرتے ہیں کہ نکلے پاس تھی پھر انکو مسکین قرار
اسکا جواب یہ کہ انکو مسکین قرار کیا اور دوسرا جواب بھی دیا گیا ہے کہ وہ تبتی انکی ملک تھی بلکہ وہ مزدور تھے یا بکاریت تھی کذا فی لفتح
اس صورتیں لازم دہلے خصا میں کے ہونہ دہلے ملک کذا فی الشامی و حامل یجوز الساعی و العاشر یعنی مصرف کی حامل ہو اور یہ عام ہو
ساعی اور عاشر کو ساعی و د کہ قبائل میں سوا حکم کا صدقہ لینے کو جاوے اور عاشر وہ جو امام نے عشر وغیرہ لینے کو شرک پر عین کیا ہو فقیر
ولو غنی لا ہا شیا لانہ قد تم نفسه لہذا العی فیما حکم الکفاۃ والغنی لا ینفع من تناولہا عند الحاجۃ کابن السہیل یجوز
عن البذل انعم بہا عمل کو زکوٰۃ کے مال میں سے دیا جاوے اگر غنی ہو لیکن یا غنی ہو علیہ کہ سننے اپنی ذات کو اسی کام میں لگا دیا پس ہو

یہاں امام ابو یوسف کا قول ہے کہ اگر فقیر ہو تو زکوٰۃ لینے کو جائز ہے
اور اگر غنی ہو تو زکوٰۃ دینے کو جائز ہے
یہاں امام ابو یوسف کا قول ہے کہ اگر فقیر ہو تو زکوٰۃ لینے کو جائز ہے
اور اگر غنی ہو تو زکوٰۃ دینے کو جائز ہے

ہر دست و خرچ کی کہ جسکو کافی ہو وہ غنی کو ضرورت کی وقت اسکی ممانعت نہیں ہے جسے مسافر کذا فی البحر نقلاً عن البدائع ہم یعنی حامل ہونے کی
 ہجرت لینا ہی اسلئے اگر زکوٰۃ ادا کرنے والے عام کو خود ادا کرے تو حامل کو کچھ نہیں ملیگا اور اگر ہلاک ہو جاوے گا سب مال حامل کا جمع کیا ہوا
 تب بھی حامل کو کچھ نہ ملے گا لیکن اس میں شبہ صدقہ ہونے کا ہی بدلیل ساقط ہونے زکوٰۃ کے مال لون کے ذمہ سے سوائے جس سے حامل ہاشمی کو لینا حلال نہیں کہ
 بنی صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت کو میل کے شبہ سے بھی بچانا چاہیے وغنی کو حلال ہی کیونکہ غنی ہاشمی کے رتبہ کو شرافت میں نہیں پہنچتا تو اسکے حین
 شبہ معتبر نہوازیلعی علاوہ برین حامل ہاشمی کو لینے سے ممانعت صریح حدیث میں جو دہی اور نہاہ میں ہو کہ اگر عامل ہاشمی صدقات کے لینے کے واسطے
 مقرر کیا جاوے اور اس میں سے روزینہ دیوین تو اسکو لینا نہیں چاہیے اور اگر وہ یہ کام کرے اور روزینہ دوسری جگہ سے دیا جاوے تو کچھ مضائقہ
 نہیں بحر میں کہا کہ اس سے معلوم ہوا کہ اسکو اس کام پر مقرر کرنا درست ہے اور اسکو چرت صدقات سے لینا مکروہ و نہ حرام الخ مراد کہ اہل ہمت شہریم کیونکہ
 علماء اسکو لایکل سے تعبیر کرتے ہیں کذا قال ہاشمی و هذا التعلیل یقوی ما نسب للواقعات من ان طالب العلم یجوز لہ اخذ الزکوٰۃ ولو
 غنیاً اذا فزع نفسه لافادة العلم واستفادته بحجۃ عن الکسب والحاجة داعیۃ الی ما لا ید منه کذا ذکر المصنف
 اور اس توجیہ کے بیان سے قوی ہوتی ہو وہ روایت جو مشوبہ ہو و خات کی طرف کہ علم شرعی کے طالب کو زکوٰۃ لینا جائز ہی اگرچہ غنی ہو جب
 اپنے آپکو لگا دے پڑھے پڑھانے میں کیونکہ مشغولی کی جست وہ کسب عاجز ہی اور حاجت ضروریات کی طرف ہوتی ہی تو یہی ذکر کیا ہی مصنف
 ہم لینے انسان کو بہت سی چیزوں کی ضرورت ہوتی ہی اگر زکوٰۃ لینا اسکو جائز نہواور کسب کی فرصت نہیں تو جو اسکے پاس ہو وہ فنا ہو جاوے گا
 پھر وہ محتاج ہو جاوے گا اور قیام اور تعلیم سے باز رہیگا پھر ذہن سست ہو جاوے گا اور یہ خاص مسئلہ مخالف ہی اسکے جو علم لینے غنی کو زکوٰۃ لینا
 بمطابق احرام کہا ہی اور اس مسئلہ پر کسی نے غناد نہیں کیا ہی کذا قال لعلہ دی شامی نے کہا کہ قول طحاوی کا تنجیب ہی اور بہتر ہی کہ طالب علم کو
 فقیر کی قید کے ساتھ مقید کرین اور طالب علم فقیر کو مال زکوٰۃ وغیرہ کے سوال کے لیے اجازت و رخصت دے جاوے اگرچہ وہ شخص کسب قادر ہو
 بقدر عملہ مایکفیہ و اعوانہ بالوسط یعنی حامل کو جہت دے جاوے اسکے عمل کے موافق بقدر کہ کہو اور اسکے عمل کو کفایت کرے ہو
 مرتبہ پر ہم اسلئے کہ خواہش فسانی کا تعلق کھانے پینے میں حرام ہی کیونکہ ہر اف ہی اور امام کے ذمہ ہو کہ ایسے آدمی کو بھیجے کہ جو اوسط پر
 راضی ہووے لکن لا یزاد علی نصف مایقبض لیکن زرقونہ کے آدمی سے زیادہ نہ دیا جاوے ہم یعنی اگر قدر کفایت تمام
 مال زکوٰۃ کو مستغرق ہو تو نصف سے زیادہ نہ دیوین اسلئے کہ تنصیف عین انصاف ہی کذا فی البحر و کتاب لغیر ہاشمی جو تھما صرف
 زکوٰۃ کا مکاتب ہی کہ ہاشمی کا مکاتب نہوہ کیونکہ جب ہاشمی کے آزاد کیے ہووے غلام کو زکوٰۃ کا مال دینا درست نہیں تو مکاتب میں تو کچھ
 عبادت باقی ہی اسکو بطریق اولی دینا جائز نہیں اور مکاتب کو زکوٰۃ کا مال لینا جائز ہی اگرچہ غنی کا مکاتب ہو یا مکاتب کے پاس اسقدر مال
 جمع ہو گیا ہو کہ اسکی بدل کفایت کے سوا جو زائد ہو وہ نصاب کو ہو چکے کذا فی ہاشمی لو حجر حل لملک لا و لو غنیاً اور اگر مکاتب
 عاجز ہو جاوے تو مال زکوٰۃ کا جو مکاتب کے پاس ہی اسکے مولی کو حلال ہی اگرچہ مولی غنی ہوہم اسلئے مولی کی ملک میں جب باکیہ مکاتب کی
 ملک میں آچکا ہو ہووے کہ مکاتب کو تصرف آزادانہ حاصل ہی اور ملک کے بدل سے احکام بدل جاتے ہیں ہجرت نے فرمایا لہا صدقۃ
 ولنا ہذہ کذا فی ہاشمی فقیر استعذر و این السبیل و صل لصلہ صی طرح حلال ہی فقیر کو کہ غنی ہو جاوے یا مسافر کو کہ اپنے
 مال تک پہنچ جاوے ہم یعنی اگر فقیر کے پاس مال زکوٰۃ کا باقی ہو اور پھر اسکو غنا حاصل ہو تو جو ملل اسکے پاس موجود ہو
 اسکو حلال ہی کیونکہ اعتبار فقر و غنا کا ادا کے وقت ہی اور وقت ادا کے وہ فقیر تھا اور ایسا ہی مسافر کذا فی ہاشمی و اسکت

یعنی اگر وہ غنی ہو جائے
 ہذا کی روایت ہمارے
 میں تو اس وقت فرمایا
 تھا کہ میں نے نہ سنا
 میں سے جو ملا تھا کہ
 ہذا تا آخرت صلی اللہ
 علیہ وسلم پہنچا تھا

عن المولفة قلوبهم بسقوط صداما بزوال انعقاد و رسکوت کیا مصنف نے موقوفہ قلوب کے حال سے کیونکہ وہ سے ساقط ہوئے حضرت ابو بکر
 خلافت میں ہجرت صحابہ یا تو اس جہت سے کہ وہ لگے دینے کی نہ تھی موقوفہ قلوب لوگ کہ ان کی خاطر داری سے مال صدقہ ان کو ملتا تھا اور وہ عین
 قسم تھے ایک قسم کفار تھے حضرت ان کو اسوجہ سے عطا فرماتے تھے تاکہ ایمان لے آویں اور ایک قسم ایسے تھے کہ دفع ایذا کے لیے ان کو دیتے تھے اور
 ایک قسم اسلام لائے تھے لیکن ضعیف الايمان تھے حضرت ان کو ایسے دیتے تھے کہ ایمان پر ثابت ہیں غرض کہ ان کو گونہ گونہ دینا اسلام کی عزت و تکریم کے
 تھا اور جب ایمان فترتہ زور پر نہ لیا تھے دینے کی حاجت بھی نہ تھی کذا فی اشامی او سلم بقولہ صلی اللہ علیہ وسلم لمعاد فی آخر الامر
 خدا ہا کہ ان غنیہ کہ ہم و رد حاکم فقر و غنی اس جہت سے کہ موقوفہ قلوب کو دینا مسوخی کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے سے
 معاذ بن جبل کو آخر امر میں کہ لے صدقہ ان کے غنی سے اور دے ان کے فقیر و ناکو م الفاظ اس حدیث شریف کے جیسا منع میں صحابہ سے منقول ہیں
 ہیں و انما انہ فی فقر و غنی صدقہ تو قد من اغنیاءکم فرد علی فقرکم انما ورجن لفظون سے کہ شارح نے بتبعیت ہدایہ نقل کیا ہے سو حافظ
 ابن حجر نے کہا ہے کہ میں نے کسی سند میں نہیں دیکھا اس حاصل چونکہ فقیر و غنی کی مسلمین کی طرف بھرتی ہی تو موقوفہ قلوب میں سے کفار کو
 یا غنی کو نہ دینا چاہیے اور یہ حدیث ہجرت میں سند پر نسخ حضرت کی حیات میں حدیث مذکور سے ہوا جس کا ہلال اجماع ہے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 سے ساتویں کا ثبوت صحابی کی نسبت قطعی ہوا کہ کتاب اللہ کے نسخ ہو سکے اور مجاہدین اجماع کی سند اس آیت کو لکھا ہے جس کو حضرت عمر نے وقت فقار
 اجماع کے پیش کیا تھا قل الحق من ربکم فمن شاک فلیؤمن ومن شاء فلیکفر اور جماع کو نسخ نہیں ٹھہرایا اس واسطے
 کہ جو جب صحیح مذہب کے نسخ میں ہوتا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں اور جماع نہیں ہوتا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد
 مصنف نے اس کو منع میں ذکر کیا ہے کہ اشامی و مدیون لایملاک نصاباً فاذا ضاع بیننا وچوان مصرف کوہ کا دیون ہو کہ اس کے پاس ان
 کی مقدار سے زیادہ اس قدر مال نہ ہو کہ نصاب کو پہنچے ہم شامی نے لکھا کہ آیت شریف میں جو غارم کا ذکر ہے اس سے مراد دیون ہوں و فی الظہیرۃ
 الدفم للمدیون اولی من الفقیر اور نظیر یہ ہے کہ دیون کو دینا فقیر کی نسبت زیادہ مناسب ہے کیونکہ اس کو محتاج زیادہ ضروری ہے
 اللہ و هو منقطع الغزاة چھٹا مصرف چھٹا زکوٰۃ کا خدا کی راہ میں صرف کرنا یعنی جو غازی لشکر اسلام سے نہیں مل سکتے فقر کی جہت یا نفقہ
 جاتے رہنے سے یا سواری وغیرہ کے نمونے سے تو ان کو صدقہ لینا حلال ہے اگرچہ وہ کسب کے ہوں اس لیے کہ اگر کسب میں مشغول ہوتے تو چھٹا
 رہا جاتے کذا فی ہستانی وقیل الحاح اور ایک قول یہ ہے کہ فی سبیل اللہ سے مراد منقطع الحاح ہے یعنی جو لوگ کسی وجہ سے قافلہ میں نہیں مل سکتے
 اور حاج اگرچہ مفرد ہو لیکن معنی حاج ہے اور یہ قول امام محمد کا ہے اور ہذا قول امام ابو یوسف کا اور مصنف نے اس کو اختیار کیا ہے کہ اگر کے اتباع سے
 غایۃ البیان میں ہے کہ یہی اظہر ہے اور بیجا بی نے لکھا کہ یہی صحیح ہے وقیل طلبۃ العلم اور کہا گیا ہے کہ مراد فی سبیل اللہ سے طالب علم کی طلبہ
 والمخنیانی وفسر فی البدائم جمیع القرب اور بدائع فی سبیل اللہ کی تفسیر ہو کل تقربات اور خیرات ہو داخل ہے اس میں ہر شخص کہ
 خدا سے نالے کی طاعت میں اور سبیل خیرات میں کسی کرے بشرطیکہ محتاج ہو کذا فی اشامی وقرۃ الاختلاف فی الفحلا و قاف اور
 اختلاف کا نتیجہ ظاہر ہوتا ہے اوقات وغیرہ میں مہینے خلتاں حکم میں نہیں اس لیے کہ بشرط محتاج ان سب کو دینا جائز ہے خواہ غازی ہوں خواہ
 حاجی خواہ طالب علم مگر اختلاف لفظی ہے کہ اگر کوئی وقف کرے فی سبیل اللہ یا وصیت کرے یا نذر کرے تو کیا مراد ہوتی ہے کہ کذا فی اشامی
 بتصرف و ابن السبیل و ہو کل ملکہ مال لا مع ساتون مصرف مسافر یعنی وہ شخص کہ ایسی ملک میں مال ہی لیکن اس کے ساتھ
 نہیں ہم یعنی وہ شخص مسافر ہو یا اپنے وطن میں اس طرح ہو کہ اس کا خر خدہ کو گون کے ذمہ ہو اور اس کے لینے پر قادر نہ ہو کہ یا فی انہر

عن النقاۃ اور فتح القدیر میں کہا کہ ابن السبیل کو قدر حاجت سے زیادہ لینا جائز نہیں اور اولیٰ میں کہ فرض لے اگر قدرت ہو لیکن لازم نہیں ہے
 کہ جسے ہو سکے کا صدقہ کرنا واجب ہے اسکو اپنے مال پر قدرت ہو بخلاف فقیر کے کہ اسکو حاجت زیادہ لینا بھی درست ہے بحوالہ الشامی
 مال کو کان مالہ منی جلا او علی غائب او معسر او جاحد ولولہ بینۃ فی الخ اور اسی قسم میں شامل ہو اگر ہوا سکے پاس مال او دینار یا کسی
 شخص غائب کے ذمہ یعنی اگرچہ بقیدی ہو یا مفلس پر یا منکر پر اگرچہ اسکے پاس گواہ بھی ہوں اصح روایت پر ہم یعنی اگر مال موجب ہوا اور اسکو
 نفقہ کی ضرورت ہو تو بقدر کفایت اس مدت مقرر کے لیے زکوۃ کا لینا جائز ہے لکن فی الزکوۃ لیس فی الخانیہ اور اگر مفلس پر اسکا دین آتا ہی تو اصح
 اقوال میں زکوۃ لینا جائز ہے کیونکہ بمنزلہ مسافر کے ہو اور اگر دیون اقرار کرے تا تو انکو بدست نہیں جائز غنائی الخانیہ اور فتح القدیر میں ہے کہ اگر کسی عورت
 کو اگر اسکا مہر اسکے خاوند کے ذمہ بقدر نفایا ہو اور خاوند مالدار ہی اسطرح کہ اگر عورت مانگے تو دیدے تو عورت کو زکوۃ لینا جائز نہیں اور
 اگر چلے کہ مانگنے پر نہ دیکھا تو جائز ہی ہے مگر میں کہا کہ مہر سے مراد ہر مہل ہی اور چند زکوۃ سے مانع نہیں کہ اقالہ شامی والی باقی قید بصرہ فالمنز
 الی کلہ ص او الی بعضہ ولو واحد امن ای مصنف کان زکوۃ دینے والے کو اختیار ہے کہ زکوۃ ان سبب فاسام میں صرف کرے یا بعض میں اگرچہ
 ایک ہی شخص کسی قسم کا ان الجنبیۃ بتطل الجمیع تم سلیک کہ الف لام جنس جمع کے معنوں کو کھودینا ہم جلی نے کہا کہ یہ علت ہے
 اگر فرد پر قصدا کرے لیکن اقسام صدقہ کو یہ ہیں سے لیکن جمع قسام سے بعض اقسام اقتضا کر کے کی وجہ یہ کہ مراد آیت شریف میں بیان ان صنف کا
 جبکہ دینا جائز ہے انکی تعیین کذا فی البحر و شرط الشافعی ثلثہ من کل صنف اور امام شافعی نے شرط کیا ہے کہ مرکزی قیومین
 سے تین تین شخصوں کو دیوے بشرط ان ہکون الصرف تمسکاً للاحکام و اور شرط ہے کہ دینا زکوۃ کا بطور تمسک کے ہو
 نہ بطور اباحت کے جیسا کہ ذرا اول کتاب الزکوۃ میں اور فرق تمسک و اباحت میں مترجم خاص جگہ بیان کیا ہے لایصح فی الخ
 مسیح خرج نکر ہے زکوۃ سجد وغیرہ کی بنا میں من شل سجد سے مراد بل اور سبیل اور سکر اور نہاد و رج اور جہاد و رج و سجد
 پیر میں ہوں کہ جس میں تمسک ہو کہ اقالہ شامی عن الزبیری ولا الی کف صیت اور ذخرج کرے میت کفن میں ہم سلیک کہ میت میں ہوں تمسک
 نہیں بن سکتا ایسویطے اگر میت کو کوئی در نہ کھا جاوے تو کفن کفن دینے والے کا ہو گا نہ وارث کا کذا فی النہر و قضائہ دینہ و میت
 دین کا کرے میں نہ صرف کہ ہم اسویطے کہ زندہ کا دین اور اگر نامریون کی تمسک کو مقتضی نہیں مثلاً اگر ایسین داٹن اور مریون بان بیون کہ دین
 قومہ پر نہیں تو اگر نہ ہوا اپنے دیا ہوا دائن سے ہٹا سکتا ہے اور مریون اسکو نہیں سکتا جب زندہ کا دین ادا کرنا تمسک نہ ہوا تو مردہ کا
 بطریق اولیٰ ہو گا کذا فی الشامی اما دین الی الفقیر فی الخ زکوۃ باکھرا لیکن دین زندہ محتاج کی طرف سے ادا کرنا جائز ہی مال زکوۃ سے
 اگر اسکی اجازت ہو یعنی ہونہ سے کہ دینے والے نے فقیر کو مالک کر دیا اور دائن نے فقیر کی طرف نیابتہ قیض کر لیا پھر اپنے دین میں مجر
 کر لیا کذا فی التتبع ولو اذن فمات فاطلاق الکتاب یفید عدہ الخ اور اوجہ فقیر اور اگر فقیر اجازت دیکر گیا تو طلاق
 کتاب قدوری کا مفید عدم جو زکوۃ اور یہی وجہ ہے کہ کذا فی النہر کتاب سے مراد ہر یا قدوری کیونکہ دونوں نے دین میت کو طلاق
 رکھا یعنی امر کی قید نہیں لگائی اور اصل بحث ابن ہمام کی یہ ہے کہ شریعت میں کہا ہے کہ اگر زکوۃ کے قصد سے کسی زندہ کا دین
 ادا کرے یا مردہ کا اسکے اس سے تو جائز ہے اور ظاہر خانیہ کا بھی اسکے موافق ہے لیکن ظاہر اطلاق کتاب کا مفید عدم
 جو کہ نیست میں ہر حال میں اور خلاصہ سے بھی ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس میں کہا ہے اگر داکرین دین زندہ کا یا مردہ کا
 بغیر اذن زندہ کے تو نہیں جائز ہے پس زندہ کو مفید رکھا اور مردہ کو مطلق اور ہوا واجب سے یہ فرض کہ زکوۃ میں تمسک

مفسر
 اسکا وجہ الی الخ
 ادا کی جائے

ماری

ضروری ہو اور صرف امر کرنے سے تملیک نہیں ہوتی کیونکہ مامور نے قبضہ کیا اس وقت بیرون مرد ہوئی تملیک کے لائق نہیں حالانکہ اس وقت قبضہ کے وقت اسکا تملیک کے لائق ہونا چاہیے کذا ذکرہ اشامی ولالی ثمن عائی قن یعتق اور نہیں جائز صرف کرنا زکوٰۃ کا قیمتین اس غلام کی جو آزاد ہو گا ہم یعنی زکوٰۃ کے مال سے غلام خرید کر آزاد کرے تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی یا اپنے باپ کو مثلاً زکوٰۃ کی قیمت سے خریدے تب بھی زکوٰۃ ادا نہ ہوگی لحدہ التملیک وهو الرکن بسبب نبوی تملیک کے اور یہی جزو عظمیٰ علی علت ہی سبب اس مذکورہ کی قائل ہے و قد امنان الحیاء ان یتصدق علی الفقیر ثم یأمره بفعل هذا لا یشیاء اور ہم پہلے بیان کر چکے کہ جیلہ زکوٰۃ کی درستگی کے لیے یہ چیز کہ کسی فقیر کو زکوٰۃ دے اور یہ کہہ دے کہ اسوات مذکورہ میں اپنی طرف سے صرف کر دے کہ اس شخص کو زکوٰۃ کا نواب ہو گا اور فقیر کو نواب اس خیرات میں صرف کرنے کا کذا فی البحر وھل لہ ان یخالف امرہ لحوالہ و الظاہر نعم رہی یہ بات کہ فقیر کو زکوٰۃ دینے والے کے امر کی مخالفت جائز ہے یا نہیں میں نے اس مسئلہ کو کہیں نہیں دیکھا اور غلط ہے کہ یہ مخالفت ہو سکتی ہے اس لیے کہ فقیر مذکور جب مالک ہو گیا تو اپنی ملک میں جو چاہے سو کرے کذا فی المنہر ولالی من بینہما ولاد اور نہ اس شخص کو زکوٰۃ دینا جائز ہے کہ اس میں اور دینے والے میں مخالفت ہو لے کی ہو ماسئلہ کہ منافع الماک کے آپس میں جملے ہیں تو تملیک پوری پوری نبوی کذا فی البدایہ اور ولاد شامل ہی سبب اصول کو یعنی مان باپ دادا وادی نانا نانی وغیرہم اور شامل ہی سبب فروغ کو یعنی بیٹا بیٹی پوتا پوتی نواسا نواسی وغیرہم کو خواہ اولاد نکاح سے ہو یا زنا اور البیہابی ہر صدقہ واجبہ جیسے فطرہ نذر کفارہ لیکن صدقہ فضل جائز ہے بلکہ شخص ہی کذا فی البدایہ مان باپ کے لیے جیلہ کرنا ہر سطح کہ زکوٰۃ کا مال کسی فقیر کو دینے والے کے کہہ کر دے کہ انہیں صرف کر دے کہ وہ یہ کما فی یقینہ اور شرح وہابیہ میں ہے کہ یہ مسئلہ مشہور ہے اور اکثر کتابوں مذکور و لو مملوک کے الفقیر اگرچہ ولاد و الاملوک کسی فقیر کا ہو یعنی اسکو زکوٰۃ دینا تب بھی ناجائز ہے و بینہما ولاد و حیۃ و لو مملوک بلوینے والے اور لینے والے میں رشتہ زوجیت کا ہو اگرچہ زوجہ مالک کی ہوئی ہو یعنی عدت میں ہو اگرچہ عدت میں طلاق کی عدت ہو کذا فی المنہر معراج الدرایہ و قال تدفع ہی لزوجه اور صاحبین کہتے ہیں کہ عورت دے سکتی ہے اپنے خاوند کو بسبب بے نافرمانی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حضرت ابن مسعود کی زوجہ کو جب انھوں نے اپنا زیور دینا چاہا کہ تیرا خاوند اور اولاد زیادہ مستحق ہیں کذا فی المطاوی و لا الی مملوک المیز کے اور نہیں جائز زکوٰۃ دینا اپنے مملوک کو م یا ایسے ناتے والے کے مملوک کو جنہیں قرابت ولاد یا زوجیت کی ہو کیونکہ بھروسہ نہیں کیا ہو کہ اپنے بیٹے کے مکان کو دینا جائز نہیں جیسا اپنے بیٹے کو نہیں جائز نہ بنالید و لو مکاتب او مملوک اگرچہ مملوک مکان ہو یا مدبر م یعنی اس وجہ سے کہ عبد اور مدبر میں تو تملیک نہ ہوگی کہ وہ لیاقت مالک ہونے کی نہیں کہتے اور مکاتب کے سبب میں ہولی کا حق ہو کذا فی المنہر ولالی عبد اعتق المیز کے بعضہ اور نہیں جائز زکوٰۃ دینا اس غلام کو کہ مزی نے اس کے بعض کو یعنی نصف یا چوتھائی وغیرہ کو آزاد کیا ہو سواہ کان کلہ او بینہ و بین ابنہ فاعتق الاب حظہ معسل لا یدفع لہ لائمہ مکاتبہ او مکاتب ۱۲۔ ہر بار ہو کہ ہو سے غلام تمامہ مزی کا یا شریک ہو اس میں اور اس کے بیٹے میں پھر آزاد کیا باپ نے اپنا حصہ بحالت غلامی مزی کی ایسے غلام کو زکوٰۃ نہیں دے سکتا اس لیے کہ وہ یا اسکا خود کا مکاتب ہو یا اس کے بیٹے کا م کیونکہ جب غلام تمامہ اسکا ہو یا اس میں اور اس کے بیٹے میں مشترک ہو اور باپ تو انکر ہی اور بیٹے نے اپنے حصہ کی قیمت کا ضمان باپ سے پھر لیا اور باپ نے غلام سے تو غلام باپ کا مکاتب ہو کہ جب اسقدر ادا کر دے تو آزاد ہو اور اگر باپ غلام سے یا تو انکر لیکن بیٹے نے غلام سے سنی کرنا اختیار کیا تو وہ مکاتب بیٹے کا ہو اور بیٹے کے مکاتب کو بھی زکوٰۃ دینا درست نہیں اور ہم نے جو فقرہ کی اس سے

واضح ہوا کہ لفظ محسر کا قید اس ترمیمی نہیں ہو سکتا شارح نے اس غلام کا نام مکاتب لکھا اس میں جس کے سوا کسی کو نہ ہوتا تھا کہ ہوا قالہ شامی
 واما المشتري فبينه وبين الاجنبى محكم علمه محسرا اور اگر غلام مشترک در میان مزرکی کے اور کسی بیٹی کے ہو تو اس کا حکم
 معلوم ہوا بیان گذشتہ سے ہم بھرتین ہو کہ اگر غلام مشترک دو شخصوں میں چھینا ہو پس آزاد کیا ایک اپنا حصہ اور وہ مفلس ہو اور شریک
 ساکت کسی کو نہ ہونی اختیار کی ہو معتق اس کو زکوۃ دے سکتا ہو کیونکہ یہ مکاتب اس کے شریک ہوا اور ساکت کو بھی نہیں ہونا اگر اس کو زکوۃ دے کیونکہ اس کا
 مکاتب ہو اور اگر معتق تو انکار ہوا اور ساکت نے معتق سے ضمان لینا اختیار کیا تو ساکت غلام کو زکوۃ دے سکتا ہی اس لیے کہ یہ جہنی ہو اور معتق زکوۃ میں
 دے سکتا جہاں اختیار کرے ضمان لینے کے بعد غلام سے سنی کرنا کیونکہ اس صورت میں وہ اس کا مکاتب ہو کہ قالہ شامی لانه اما مكاتب نصف
 اما غلام اسو سطر کہ وہ غلام یا مکاتب اس کا خود کا ہی یا غیر کام اس کی توضیح بیان گذشتہ سے معلوم ہو سکتی ہو قالہ جہاں زمطلقا
 اور صاحبین کہتے ہیں کہ جائز ہے ہر صورت میں ہم لینے معتق مالدار ہو یا مفلس اور غلام تمام اس کا ہو یا مشترک میان اس کے اور اس کے بیٹے کے یا بیٹی کے ہو
 کہ آزاد ہوا شامی لانه حركه او حرمل بون فاقسم اس لیے کہ وہ غلام آزاد ہو یا تمام یا آزاد ہو اور قرضدار ہو یا سوا کو سمجھ لے ہم تمام آزاد ہو
 یہ غیر بیون جبکہ کل معتق کا ہو یا بعض اس کا ہو کر معتق تو انکار ہوا اور شریک اس سے ضمان چکا ہو اور حرمل بون اس صورت میں کہ معتق
 مالدار ہو اس لیے کہ غلام شریک کیونکہ سطر روپیہ کا ویک آزاد ہو کر فریج ہو کہ یہ سطر بیٹی ہیں کہ امام صاحب کے نزدیک یک ساکت کو اختیار ہو
 بیٹے یا بیٹا حصہ آزاد کرے چاہے برابر یا مکاتب کیسے چاہے غلام سے اپنے حصہ کا روپیہ کوالے بشرطیکہ آزاد کرنے والا مفلس ہو اور اگر وہ
 مالدار ہو تو شریک مذکور اس سے تاوان چلی سکتا ہی اور صاحبین کے نزدیک مفلس کی صورت میں بجز غلام سے کوالے کے اور مالدار کی
 صورت میں بجز آزاد کنندہ سے ضمان لینے کے اور کچھ اختیار نہیں رکھتا چنانچہ کتاب العقیق میں ویک اور قافم کا اشارہ اس طرف ہے کہ عہدہ تحریر
 مطلب کی اس طرح کی کہ جو اعتراض درمیں ہلایہ کی عبارت پر وارد کیا ہی میان نہیں وارد ہوتا اگرچہ شرح نے تکلف کر کے تاویلین کی ہیں مبادی
 ملاحظہ کتب ہر ایہ و در رسد و فرم ہو کہ زانی شامی و لالی غنی یحکات قدس نصاب فارغ عن حاجتہ الإصلیۃ من ای حال کان
 اور نہیں جائز زکوۃ دنیا غنی کو کہ مالک ایسے نصاب کا ہو جو حاجت اصلی سے زاید ہو اگرچہ کسی مال کی ہوم و فرم ہو کہ نصاب میں تین ایک نامی
 جو بیون سے زائد ہو اور حاجات سے فارغ وہ تو سب مالی چیزوں کی وجہ سے والی ہو مثل زکوۃ و کفارات وغیرہ کے دوسری نصاب نامی
 کہ وہ و ان احصا جہاں سے زاید ہو اس کے باعث قربانی اور فطرہ اور محتاج قریبوں کا نفقہ و حجب ہوتا ہو اور زکوۃ کا لینا ایسے نصاب کے مالک کو بھی حرام
 ہے جیسے مال کی نصاب نامی کے مالک کو حرام ہو اور ایک نصاب ہی جس کے ہوتے سوال کرنا حرام ہو وہ غذا ایک ذکی ہی اس کو نصاب کہنا حجاز
 شرعی ہو کہ زانی لفظ لاوی اور تارخانہ میں صفر سے منقول ہو کہ ایک شخص کے پاس گھر ہو کہ اس میں رہتا ہی لیکن اس کی
 قدر حاجت سے زیادہ ہو کہ سب مکان رہنے میں مشغول نہیں تو اس کو لینا صدقہ کا صحیح روایت میں حلال ہو اور اسی میں یہ ہو
 کہ امام محمد نے فرمایا کہ جس کے پاس زمین ہو کہ اس کو بوتا ہی یا دکان کہ اس کا گریہ کھانا ہو یا مکان ہو کہ گریہ اس کا تین ہزار ہیں اور اس کے
 اور اس کے خیال کے نفقہ کو برس دن کے لیے کفایت نہیں کرتا تو اس کو زکوۃ کا لینا حلال ہی اگرچہ اس کی قیمت نفقہ کو
 ہوتا کہ تی ہو اور اسی پر فتوے ہو اور یحییٰ کے نزدیک نہیں حلال کہ زانی شامی کہن لہ نصاب سبامہ لاسا
 ملحق در حتم کما جزمہ فی البحر والنہر و اقوالہ المصنف قال لا یبہ یظہر وضعف ما فی الیہیانیۃ و شرحہ
 من انہ یحل لہ الزکوۃ و تلزمہ الزکوۃ الخ جیسا زکوۃ دینا جائز نہیں اس شخص کو کہ اس کے پاس سوا ہم کی نصاب ہو

کہ دو سو درہم کی قیمت کو نہ پہنچتی چنانچہ اسی پر بحر اور نہ زمین جزم کیا ہی اور اسکو مصنف نے ثابت رکھا ہون کہ لکھ کہ اس سے ظاہر ہو گیا نہ
 اسکا جو وہابیہ اور شکی شرح میں مذکور ہے کہ زکوٰۃ لینا حلال ہے اور نہ لکھ کہ اوپر زکوٰۃ دینا لازم ہے بلکہ ہم بحر میں کہا ہے کہ نصاب نامی میں
 داخل ہے پانچ اونٹ ہیں اگر پانچ اونٹ کا مالک ہو یا کسی اور نصاب کا سو اونٹ کسی ان میں سے ہو تو اسکو زکوٰۃ میں دینا جائز نہیں
 برابر ہے کہ دو سو درہم کو اسکی قیمت پہنچے یا نہ پہنچے اور ہدایہ کے شاہ حنفی اسکی تصریح کی کہ قال الشامی و لکن اعتد فی الشنبلائیۃ
 کافی العہدۃ فی حرور و جوفہ بان ما فی البحر و ہبہ لیکن شربہ لالیہ میں وہابیہ کے کلام پر اعتقاد کیا ہی اور جزم کیا ہی
 کہ بحر میں جو مذکور ہے وہ وہی ہے شربہ لالیہ میں کہا ہے کہ جو بحر میں اسکے خلاف مذکور ہے وہ وہی ہے اس سے متنبہ ہو حالانکہ صاحب نے
 اسکے مخالف اشیاء و نظائر کے الفاظ میں ذکر کیا ہی پس اپنے قول کا آپ ہی خلاف کیا اور میں نے کسی کو نہیں لکھا ہدایہ کے شاہ حنفی میں سے
 کہ بحر کے موافق تصریح ہے بلکہ انکی عبارت سے اسکے برخلاف معلوم ہوتا ہی اور اکثر کتابوں میں اسکی تصریح کی ہے کہ اعتبار سوائیم کی قیمت کا
 اشیاء اور سراج اور وہابیہ اور شکی دونوں شرحوں اور ذخائر اشرفیہ اور جوہرہ میں مذکور ہے کہ مرغینانی نے کہا کہ جب کسی شخص کے
 پاس پانچ اونٹ ہوں کہ انکی قیمت دو سو درہم سے کم ہو تو اسکو زکوٰۃ لینا حلال ہے اور اسپر زکوٰۃ واجب بھی ہے اور اس سے ظاہر ہوا
 کہ معتبر نصاب نقد کی ہو کسی مال سے ہو وہ مال اپنی جنس کے اعتبار سے نصاب کو پہنچے یا نہ پہنچے انتہی ما قالہ مرغینانی یہ شربہ لالیہ
 کے کلام کا خلاصہ بیان کیا ہی شامی میں اسکو زیادہ بسط سے بیان کیا ہی اور بحر کے کلام میں اور اس میں تطبیق کی ہے جو چاہے وہاں
 ملاحظہ کرے و لا الی ہلکی کہ ای الغنی و لو صدقہ اور نہیں جائز زکوٰۃ دینا غنی کے مملوک کو اگرچہ مدبر ہو ہم اس سے معلوم ہوا
 کہ فقیر کے مملوک کو دینا جائز ہو کیافی نسبتہ لغنی اور مدبر کے حکم میں ام ولدہ قال الشامی عن البحر و زمینا لیس فی عیال موکد
 او کان معہ لا غائب علی المذہب اگرچہ مملوک اپنا بیچ اپنے مولیٰ کی عیال میں نہو یا مولیٰ اسکا غائب ہو تب بھی اسکو زکوٰۃ دینا
 درست نہیں بنا برہب صحیح کے ہم ذخیرہ میں کہا کہ روایت ہے ابو یوسف سے کہ اسکو زکوٰۃ دینا جائز ہے فتح بقدر میں کہا کہ اس میں نظر ہی
 کیونکہ وہ محتاج کی یہ ہے کہ زکوٰۃ عبد کی ملک نہیں ہوتی بلکہ مولیٰ کی ملک ہوتی ہے اور وہ غنی ہی اور اسکا جواب اس طرح دیا جاسکتا ہے کہ جس
 صورت میں کہ مولیٰ غائب ہو اور مملوک کسب پر قادر نہیں ہو اب اسبیل کے وجہ سے تو کم نہیں ہے کہ جسکو زکوٰۃ لینا جائز ہی کہ فی الشامی
 لان المانع و قویۃ المانع لمو لاہ اسواسطے زکوٰۃ عدم جو از اس جہت سے ہے کہ جو عبد کو دیا جاتا ہی وہ اسکے مولیٰ کی ملک ہو جاتا ہی
 غیر المکاتب و العادون المذنبون محیط فیہم زغنی کے کلام کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں سوائے مکاتب کے اور ما ذونہ کے جسرین
 اتنا ہے کہ اسکے رقم اور کسب کو محیط ہو سو انکو زکوٰۃ دینا جائز ہی ہم مکاتب کی وجہ پہلے گذر چکی اور ما ذونہ اس جہت سے کہ اسکے
 کسب کا مالک امام صاحب کے نزدیک مولیٰ نہیں ہوتا اس صورت میں بخلاف صاحبین کے قول کے قالہ فی البحر و لا الی طفلہ بخلاف
 وللا الکبیر اور زکوٰۃ دینا جائز نہیں غنی کے رکے نابالغ کو بخلاف بالغ کے م یعنی بالغ کو اگرچہ اپنا بیچ ہو نفقہ کے مقرر ہونے سے
 پہلے زکوٰۃ کا دینا بالا جماع جائز ہے اور بعد فقر کے امام محمد کے نزدیک جائز ہی بخلاف امام ابو یوسف کے اور اسی قیاس پر باقی قاری
 بن ادغنی کی ذخیرہ و ندوالی میں اختلاف ہے اور صحیح جو از ہی اور ہی قول طرفین کا ہی اور ایک روایت امام ابو یوسف سے کہ فی النہر
 و ادبیہ و امراتہ الفقراء و طفلی الفسۃ فیہم زکوٰۃ المانع اور بخلاف غنی کے باب کے اور اسکی بی بی کے بشرط فقر ہونے کے
 بخلاف مالدار و عورت کے رکے کے یعنی اگرچہ اسکا باپ نہ ہو کہ فی البحر سوان سب کو زکوٰۃ دینا جائز ہی واسطے نہونے

جمع شرح معنی سے لکھا
 علی حیات

ما ذونہ و غلام مملوک
 اسکے آقا و امائد
 تجارت کی دی ہو

مانع کے سبب کی علت یعنی چھوٹا لڑکا غنی گنا جاتا ہے اپنے باپ کے غنا سے بخلاف برے لڑکے کے اور باپ اور زوجہ کے اور اس بطرح اور کما
اپنی ماں کے مالدار ہونے سے غنی نہیں شمار کیا جاتا ہی جلی عن البحر والی بنی ہاشم اور نہیں جائز ہے زکوٰۃ دینا بنی ہاشم کو کم جانا چاہیے
کہ بعد مناف جو چوتھی پشت کا دادا بنی علی علیہ وسلم کا ہونے کے چار بیٹے تھے ہاشم مطلب و قیل عبد محسن بھرا ہاشم کے چار بیٹے ہوئے
جن میں سے ایک عبد المطلب بن ہاشم کی نسل منقطع ہو گئی عبد المطلب کے بارہ ہوئے سو زکوٰۃ ان سب کو دینا سکتی ہو بشرطیکہ مسلمان اور حاضر ہوں
ہوں مگر اولاد حضرت عباس کی اور حارث کی اور اولاد ابو طالب کی یعنی حضرت علی و حضرت عقیل کذا فی القستانی اور اس سے معلوم ہوا کہ بنی ہاشم
کو بطور اطلاق بیان کرنا چاہیے سلیہ کہ تمام بنی ہاشم پر زکوٰۃ حرام نہیں ہو بلکہ بعض پر حرام ہو کذا فی الشامی الامن البطل النص قرابتہ
و عدم تولد بفتح من اسلم منہم کما تحل لبنی المطلب مگر لڑکوں کو جائز ہے کہ جسکی قرابت بنص رسول علیہ وسلم منقطع ہوئی
اور وہ ابو سب کی اولاد بن ہاشم سے سلام لے آیا اسکو زکوٰۃ جائز ہے جیسا حلال ہی مطلب یعنی ہاشم کے بھائی کی اولاد کو کم
نص سے مراد قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کالافسرا بنی و بن ابی لب فاند اثر علینا لا محسن اور بعض نسخ میں بنو ابی
لب ہزارویں درست ہو کذا قالہ الشامی ثم ظاہر المذہب بطلان المقدم وقول العینی بھی مراد دفع زکوٰۃ مثلاً صنف
العینی فی شہر ظاہر مذہب یہ ہے کہ بنی ہاشم کو مطلقاً ممنوع ہے یعنی خواہ بنی ہاشم کو دے یا کوئی غیر دے اور ہر زمانہ میں ممنوع ہے
اور عینی نے جو کہا ہے کہ جائز ہے ہاشمی کو کہ زکوٰۃ دے اپنے مثل یعنی ہاشمی کو تو صحیح عبارت یہ چاہیے کہ نہیں جائز ہے کذا فی النہر ص ابو
صفہ نے امام سے روایت کی ہے کہ فی زمانہ بنی ہاشم کو زکوٰۃ دینا جائز ہے سلیہ کہ زکوٰۃ کا عوض یعنی پانچویں حصہ کا خمس جو بنی ہاشم کا حق
تھا وہ انکو نہیں پہونچتا کیونکہ غنیمت کے باب میں اور انکو مستحقین میں صرف کرنے میں لوگ تداخل کرتے ہیں درجب عوض انکو نہ پہونچتا تو
کی طرف رجوع کیا کذا فی البحر اور نہ میں کہا ہے کہ امام ابو یوسف نے کہا ہے کہ ہاشمی ہاشمی کو دے اور یہ امام صاحب سے بھی منقول ہے اور
عینی میں جو یہ کہا ہے کہ امام صاحب کے نزدیک درست ہے کہ ایک ہاشمی دوسرے کو زکوٰۃ دیدے بخلاف امام ابو یوسف کے تو سہمیں صحیح لفظ
لا یختری چاہیے یعنی امام صاحب کے نزدیک ہاشمی کا دوسرے ہاشمی کو دینا کافی ہوگا کیونکہ امام ابو یوسف تو جواز کے قائل ہیں پھر درست ہونے
کی صورت میں انکے خلاف کے کیا معنی ہونگے اور شارح کے اختصار میں لبام ہی قالہ الشامی عن الجلی ولا الی مولیہم ای محققانہم
فادقاً تھم اولے اور نہیں جائز زکوٰۃ دینا بنی ہاشم کے آزاد کیے ہوئے غلاموں کو اور جب آزاد کیے ہوئے کو نہیں جائز تو غلاموں کو
بطریق اولی نہیں جائز کیونکہ غلام کی ملک بولی کی ہوتی ہے لحدیث مولی القوم منہم بنی ہاشم کے مولی کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں بسبب
اس حدیث شریف کے کہ آزاد کیا ہو کسی قوم کا وہ انھیں میں سے ہوتا ہے ہم اسکو روایت کیا ہے ابو داؤد و ترمذی اور نسائی نے
بلفظ مولی القوم من القسسم و انما نکل لنا الصدقة ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور یہ حکم صدقہ کی
حرمت و حلت کے باب میں ہے نہ جمیع وجوہ میں کیونکہ مولی اپنے معق کا کفو نہیں ہوتا اور جب آزاد کیا ہو کسی مسلمان کا کافر ہو
تو جزیہ لیا جاتا ہے اور غلبی کے آزاد کیے ہوئے سے دو چند نہیں لیا جاتا کذا فی التہذیب قالہ الشامی و حل کانت تحل لساکن الانبیاء
خلاف و اعتماد فی النہر حلہا لا قریباً تھم لا لھما اور باقی انبیاء علی نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لیے
صدقہ حلال تھا یا نہیں اس میں خلاف ہے اور نہ میں حلت کو معتد کیا ہے انکے اقربا کے لیے نہ انکے خود کے لیے
و جازت التطوعات من الصدقات وغلۃ الاوقاف لھما ای لبنی ہاشم سوا انھما لھما الواقف او لا علی

بنی ہاشم کے لیے زکوٰۃ واجب ہے
اور ابو سب کے لیے زکوٰۃ واجب ہے
اور ابو سب کے لیے زکوٰۃ واجب ہے

عبد المطلب کے لیے زکوٰۃ واجب ہے
اور ابو سب کے لیے زکوٰۃ واجب ہے
اور ابو سب کے لیے زکوٰۃ واجب ہے

ما کھوا الحق کما حققہ فی الفتح اور جائزہ فی نفل صدقہ اور آمدنی اوقات کی بنی ہاشم کو برابر ہو کر وقف کرنے والے نے انکا نام لیا ہو یا نہیں
 نبی حق ہی جیسا فتح القدیر میں اسکو تحقیق کیا ہوشامی نے کہا کہ بحر میں متعدد کتابوں نقل کیا ہو کہ نفل صدقہ انکو جائز ہی بالاجماع اور ذکر کیا ہو کہ
 مذہب ہو اور یہ کہ تطوع اور وقف میں فرق نہیں ہی جیسا محیط اور کافی میں ہے لیکن زبلی میں اسکے خلاف ہے یعنی صدقہ نفل انکو بالکل حرام ہے اور فتح
 میں اسکی تقویت کی ہو اور کہا ہو کہ حق یہ ہو کہ وقف کو بجائے نفل کے سمجھنا چاہیے اور جلیبی نے اسکی عبارت طویل نقل کی ہو جسکا حاصل یہ ہو کہ
 وقف بھی بنی ہاشم کو ممنوع ہے مثل نفل کے اور اس سے معلوم ہوتا ہے ہاشم کلام شارح کا کیونکہ شارح کے کلام کا مقابہ ہو کہ فتح القدیر کا کلام صرف
 وقف میں ہو اور وقف انکو حلال ہے لیکن جلیبی نے جس نسخہ در المختار سے لکھا ہے اس میں علی ما ہو بحق سے پہلے اسقدر زیادہ ہے وقیل لا مطلقا
 زیادتی سے البتہ عبارت درست ہو جاتی ہو اور بعض نسخوں میں یہ زیادتی مع البعد کے ولا نفع الی ذمی تک ساقط ہے انتہی ماقالہ الشامی لکن
 فی السراج وغیرہ ان سما ہم جائز والا قلت وقد جعلہ محشی الاشباہ محل القولین لیکن سراج وغیرہ میں ہو کہ اگر بنی
 ہاشم کا نام وقف نے دیا ہو تو جائز ہو نہیں تو نہیں جائز میں کتابوں کہ اشباہ کے محشی یعنی صاحب غرہ مصنف کے بیٹے شارح جلیبی
 سراج کی عبارت کو دونوں قولوں کا محل ٹھہرایا ہوشامی نے جس صورت میں نام لیا ہو تو جائز اور نہ نام لیا ہو تو ناجائز اور وجہ یہ ہو کہ
 کہ جس صورت میں نام نہیں لیا تو ہر وجہ سے صدقہ ہوا ہاشمیوں کو جائز نہ ہوا اور جب انکا نام لے دیا تو تبرع اور جملہ ہوا صدقہ ہوا
 جیسا کہ وقف کیا جماعت اغنیاء پر پھر ہر حال الشامی نے نقل عن صاحب البحر عن المبسوط وھل تحمل الصدقۃ لساائر الانبیاء قبل
 نعیم وھذا خصوصیتہ لنبینا صلے اللہ علیہ وسلم وقیل لا بل تحمل لقرابتہم فھو خصوصیتہ لقرابتہ نبینا اکراھا
 اظہر کما لفضیلستہ صلے اللہ علیہ وسلم فلیحفظ بھر محشی مذکور سے بحر الرائق سے اور اسنے مبسوط سے نقل کیا کہ آیا
 حلال ہے صدقہ باقی انبیاء کے لیے تو ایک قول یہ ہو کہ ہاں جائز ہے اور یہ خصوصیت ہی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کہ انکو نہیں
 جائز اور ایک قول یہ ہو کہ انبیاء کو حلال نہیں بلکہ انکے اقربا کو حلال ہے تو خصوصیت ہوئی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اقربا
 لیے بھت اکرام اور فضیل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ یاد رہے ہم یہ مسئلہ مکرر ہی سابق اسکا مذکور ہو چکا تو اسکا حذف کرنا
 مناسب ہی قالہ الشامی ولا تدفع الی ذمی لحدیث معاذ اور نہیں جائز دینا زکوۃ کا ذمی کو واسطے حدیث معاذ کے ہم یعنی وہ
 حدیث ہو جسکو شارح نے بلفظہ یا سن اغنیاء ہم ان بیان کیا ہو اسلیے کہ اغنیاء ہم کی ضمیر مسلمانوں کی طرف پھرتی ہے تو فقہ الحنفی کی صحیح
 اسی طرف پھرنی چاہیے اور کافر کو نہ دینی چاہیے کذا فی المعراج وحارذ دفع غیرہا وغیرہ الخراج الیہ امی الذمے اور جائز ہے صدقہ
 دینا سوائے زکوۃ کے اور سوائے عشر اور خراج کے ذمی کو ہم عشر زکوۃ کے ساتھ ملحق ہے لیکن خراج ان صدقات میں نہیں ہے
 جتنا ذکر ہو کیونکہ انکا مصرف معلومت عامہ مسلمین ہی جیسا پہلے بیان ہوا اور اسلیے کہ اور ہر ایہ میں اسکا استثنا نہیں کیا قالہ الشامی
 ولو واجباً کذا یرکضاً وفطرۃ خلافاً للثانی اگرچہ صدقہ واجب ہو جیسے نذر اور کفارہ اور فطرہ بخلاف قول امام ابو یوسف
 کے ہم یعنی وہ کہتے ہیں کہ کسی صدقہ واجب کا دینا ذمی کو جائز نہیں اور ہر ایہ وغیرہ میں تصریح کی ہو کہ ہر ایک روایت ہو ابو یوسف
 سے اور اس عبارت کا ظاہر دلالت کرتا ہو کہ قول مشہور امام ابو یوسف کا مثل طرفین کے ہے ویقولہ یفتی حاوی القدسی
 اور امام ابو یوسف کے قول پر فتویٰ ہو کہ ذانی حاوی القدسی ہم لیکن ہر ایہ وغیرہ سے معلوم ہوتا ہو کہ قول طرفین کا راجح ہو اور
 اسی پر متون منعقد ہیں کذا فی الشامی واما الحنفی ولو مستأصناً بتیمم الصدقات لا تجوز لہ اتفاقاً بھر عن العنایتہ وغیرہ

یعنی ایک نفل ہے جو بنی
 ہاشم کو اوقات طوعاً
 یا حراماً میں دیا

لیکن حربی اگرچہ مستامن ہوا اسکو کوئی صدقہ دینا جائز نہیں بالافتاق کذا فی البحر عن الغایۃ وغیرہا لکن جزءہ الزلیعی یجوز از
الطوع لہ لیسکن زلیعی نے جزم کیا ہے کہ نفل صدقہ حربی کو دینا جائز ہے ہم یعنی مستامن کو جیسا نہر کی مبارک سے معلوم ہوتا ہے
پھر شامی نے کہا کہ اسکو میں نے زلیعی میں نہیں دیکھا اور ایسا ہی ابو السعود وغیرہ نے کہا ہے معمد الاتفاق کے دعویٰ کے خلاف ہے
لیکن محیط کی کتاب الکسب میں ہے کہ سیر کبیر میں امام محمد نے ذکر کیا ہے کہ مضائقہ نہیں کہ مسلمان کافر حربی کو یا ذمی کو کچھ دے
یا اسکا ہدیہ قبول کرے اسوجہ سے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ پانسو دینار قحط کے دنوں میں مکہ کو بھیجے اور حکم دیا
کہ صفوان بن حرب اور ابوسفیان کو دین کر دے فقرائے اہل مکہ پر تقسیم کر دین اور اسوجہ سے کہ صلہ رحمی ہر دین میں پسندیدہ ہے اور ہر چہ چھٹا
لکھارم خلاق سے ہے انتہی قالہ الشامی دفع تجولن یظنہ مصر فافہان انہ عبیدہ او مکاتبہ او حربی ولو مستامنًا اعداھا کما مر
صدقہ دیا انکل کر کے ایسے شخص کو کہ اپنے گمان میں مصرف جانتا تھا پھر ظاہر ہوا کہ مزکی کا غلام ہے یا اسکا مکاتب ہے یا حربی ہے اگرچہ
مستامن ہو تو پھر دوبارہ دے اسوجہ سے کہ سابق مذکور ہوئی ہم یعنی عبد کی صورت میں تو اپنی ملک سے خارج نہیں ہوا اور مکاتب
کی صورت میں ایسے کہ اسکا حق مکاتب کی کمائی بن لگا ہے تو پوری تمیک نہ ہوئی اور حربی محل زکوۃ ہی نہیں لیکن حربی کے دیتے ہیں
ایک روایت یہ ہے کہ دوبارہ نہ دے کذا فی الشامی وان بان غناہ او کو نہ ذمیہ او انہ ابوہ او ابنہ او امراتہ او ہاشمی لا یعید
اور اگر خطا ہو کہ جسکو دیا تھا وہ غنی ہو گیا ذمی ہو گیا اسکی بی بی ہو گیا اسکا خود باپ ہو گیا بیٹا ہو گیا ہاشمی ہو گیا عادیہ لازم نہیں لانہ اسنے
بمسائی وسعدہ سلیہ کہ وہ کرچکا جقدر اس سے ہو سکتا تھا ہم یعنی تمیک کر دی جو اسکی وسعت میں تھی یہی بات کہ اندھیرے میں
یہ پوچھے کہ تو کون ہو اور نسب اسکا دریافت کرے اسکا مکلف نہیں لیکن حربی کی طرف سے دلیل پر شبہ پڑتا ہے کیونکہ حربی میں تمیک جو کون
تھی پوری ہو جاتی ہے پس اس تعلیل سے وہ روایت جو حربی کے دینے کے بعد عادیہ لازم نہیں آتا تا یہ پاتی ہے کذا فی الشامی حتی لو
دفع بلا تحولہ یجوز ان اخطا یہاں تک کہ اگر بدون تحری کے دیا تو نہیں جائز ہے اگر خطا ظاہر ہو وکوہ اعطاء فقیر
نصابا او کثرا و کمروہ ہو دینا ایک فقیر کو مقدار نصاب یا زیادہ ہم اور ایک روایت ابو یوسف سے ہے کہ قدر نصاب دینا مضائقہ نہیں
لیکن زیادہ کمروہ ہو ایسے کہ فقیر ہونے کی جست سے نہ محال ایک جزو نصاب کا محتاج ہو اور باقی رہا ہو نصاب سے کم ہو کذا فی
الشامی الا اذا کان المد فوم المد لیونا او کان صاحب عیال لم یجوز لوفرقہ علیہ لا یجوز کلا او لیفضل بعد
دینہ نصاب فلا یکو فتم کر جبکہ ہو وہ شخص جسکو زکوۃ دی ہے بیون یا عیال دار اس طرح کہ اگر تمام عیال پر زکوۃ تقسیم کیجاوے تو ہر ایک کے
بائے نصاب نہ آوے یا دین کے ادا کے بعد قدر نصاب باقی نہ رہے تو کمروہ نہیں کذا فی الفتح ہم بحیث لوفرقہ صاحب عیال سے ملا قہ رکھتا ہے
اور لا یفضل بیون سے پس اس میں لغت و نشر غیر مرتب ہو اور وجہ تقسیم عیال کی یہ ہے کہ حقیقت میں وہ صدقہ عیال ہی ہے نہ جو جن پر وہ خرچ کرے لگا
کذا فی الشامی من المعراج وکر لا نقلھا الا الی قوابلہ و کمروہ ہو زکوۃ کا نفل کرنا یعنی ایک شخص سے دوسرے شخص کی طرف لیجانا مگر اپنے فم کی طرف
ہم کیونکہ اس میں رعایت پڑوس کی ہے تو یہی اولیٰ ہے زلیعی اور اس سے متبادر یہ ہے کہ گراہت شریعی ہے اگر نفل کرے تو جائز ہے کذا فی الدرر
اور زکوۃ میں معتبر وہ جگہ ہے جس جگہ مال ہو سب روایات میں کذا فی الشامی بل فی الظہیریۃ لا تقبل صدقۃ الرجل وقوابلہ محاکم
حتی یبدا بفسھہ بلکہ ظہیرہ میں ہے کہ نہیں مقبول ہوتا صدقہ اس شخص کا کہ قسرا ہی اس کے محتاج ہوں یہاں تک کہ شروع
انہیں سے کرے ہم عدم قبولیت سے مراد نہ ملنا ثواب کا ہے اگرچہ فرض ساقط ہوتا ہے ہستانی میں ہے کہ نفل سہائی اور ہن میں

پھر انکی اولاد پھر مرنے کا چچا اور پھوپھی پھر ماما اور خالہ پھر ذوی الارحام پھر بڑی پھر نیکے کو جو والے پھر شہر والے اور احوال
 او اصل او اوصاف او انعم للمسلمین او من حارب الجحیم اور نقل کرنا مکروہ نہیں طرف زیادہ احتیاج والے یا زیادہ
 نیکیاں زیادہ پرہیزگار کے یا اس شخص کے جو مسلمانوں کو نفع پہونچانے یا دار الحرب سے دار الاسلام کی طرف
 فقراء مسلمان دار الحرب کے فقراء سے فضل ہیں کذا فی البحر من کتابہ کہ مسلمان قیدیوں کو ہتھکڑیاں کرنا چاہیے جبکہ ان لوگوں کے دین
 اعانت ہو قید سے چھڑنے پر کہ قال الشافعی والی طالب علم وفي المعراج التصديق على العالم الفقير افضل اولی الزهد
 او كانت معجزة قبل تمامہ الحول فلا یکرہ خلاصہ و مکروہ نہیں نقل کرنا زکوٰۃ طرف طالب علم کے اور معراج میں ہی کہ صدقہ
 کرنا عالم فقیر پر افضل ہے جاہل فقیر سے اور مکروہ نہیں نقل طرف زاہدون کے یا یہ کہ زکوٰۃ پیشگی ہو پہلے سال تمام ہونے کے تو نقل کرنا
 مکروہ نہیں کذا فی الخلاصہ ولا یجوز صرفہا لاهل البہم کالکرامیۃ و نہیں جائز اسکا صرف کرنا اہل بدعت پر جیسے کرامیہ
 ہم عبارت بزاز کی یہ ہے کہ نہیں جائز صرف کرنا کرامیہ کی طرف ہیں مراد بدعت سے وہ ہے جو تکفیر تک نوبت پہونچا دے نازل اور
 کرامیہ ایک مشبہ فرقہ ہے منسوب عبد الدین محمد بن کرام کی طرف وہ قائل ہے کہ حق تعالیٰ عرش پر مستقر ہے اور اسم جوہر کا اسپر طلاق
 ہو سکتا ہے کذا فی المغرب لانہم مشتبهون فی ذات اللہ تعالیٰ و کذا المشبہون فی الصفات فی المختار اسلئے کہ فرقہ کرامیہ
 تشبیہ کا قائل ہے خداوند تعالیٰ کی ذات میں اور یہی حکم ہے اس فرقہ کا جو صفات میں تشبیہ کے قائل ہیں مذہب مختار میں ہم یہ فرقہ ہی
 کہ تمام حوادث کا خدا تعالیٰ کی ذات کے ساتھ جائز رکھتے ہیں تو بعض صفات کو حادث کہتے ہیں جیسے اور حوادث کے صفات ہیں کئی
 الطحاوی لان صفات المعرفۃ من جهة الصفات ملحق بالمفوت المعرفۃ من جهة الذات مستجمع الفتاویٰ اسو اسط
 کہ فوت کرنے والا معرفت حق سبحانہ کا صفات میں یعنی نہ جانتے والا صفات کا لاحق کیا گیا ہو اسکے ساتھ جسے فوت کر دی معرفت
 ذات کی یعنی تشبیہ ذات اور تشبیہ صفات ایک حکم رکھتے ہیں کذا فی مجمع الفتاویٰ کیا لا یجوز دفع زکوٰۃ الزانے لولدہ منہ
 امی من الزانی و کذا الذی نفی احتیاطا حیثا نہیں جائز ہونی کو زکوٰۃ دینا اپنے بیٹے کو جو زنا سے ہوا اور یہ ہے اسکو
 جسکو نفی کر چکا ہے خواہ ام ولد کا لڑکا ہو جسکو نفی کیا یا ملائکہ کا لڑکا نفی کیا ہوا ہوا اور یہ عدم جواز براہ احتیاط ہو الا اذا کان الولد
 من ذات زوج معروف فصولین مگر اس صورت میں کہ لڑکا ہو ایسی عورت کا جسکے خاوند کو لوگ جانتے ہیں کذا فی جامع الفصولین ہم
 سادہ میں اسکی وجہ یہ لکھی ہو کہ چونکہ نسب نامہ سے ثابت ہوتا ہے تو یہ شرعاً بیہودہ نام کا ہوا اور میر فیہ سے اسکے خلاف ایک روایت شامی نے
 نقل کی ہے والکل فی الاشتباہ اور سب فروع لا یجوز صرفہا لاهل البدع سے بہانہ کہ اشباہ میں مذکور ہیں ولا یجوز ان یسأل شیا من
 القوت من لہ قوت یومہ بالفعل او بالقوۃ کا الصیغہ المکتسبہ اور نہیں حلال کہ مانگے کچھ قوت وہ شخص کہ اسکے پاس اس وقت کا
 قوت موجود ہو بالفعل یا بالقوۃ موجود ہو مثلاً ندرست کہ کمالی پر قادر ہو ہم شیا من القوت اسلئے کہا کہ اگر حاجت کی چیز جیسے کپڑا وغیرہ
 سوال کرے تو جائز ہے قال الشافعی ویکون معطیہ ان علانہ بحالہ لا حائز علی المحرمہ اور گنہگار ہو گا اسکو دینے والا اگر اسکا حال جائز ہو
 کیونکہ حرام چیز پر عانت کرتا ہے ہم اکل نے شرح مشارق میں کہا ہے کہ اس جیسے شخص کو دینا اگرچہ از روئے قیاس گناہ معلوم ہوتا ہے لیکن
 اگر اسکو جب کہیں تو گنہگار نہ ہو گا مقدسی نے اپنی شرح میں کہا کہ نیا ہے جو کہ مراد علما کی اس سے یہ ہے کہ اس جیسے شخص کو دینا
 مادہ کرتا ہے سوال پر اس میں ہبت سے اور نہ دینے سے ہو سکتا ہے کہ ایسی باتوں سے تو یہ کرے کذا فی ہاشمی

یعنی جس عورت سے نہ
 کیا ہوا اور اسکی عورت
 باب اللعان میں آئی

ولو سال للکسوة ولا اشتغاله عن الکسب یا جمہاد اطلب العلم جائز لو محتاجاً اور اگر سوال کیا کپڑے کے لیے یا قوت کا سوال کیا یا اس جہت سے کہ جمہاد میں یا طلب علم میں مشغول ہونے سے کمائی نہیں کر سکتا تو جائز نہ ہی اگر محتاج ہو مگر یعنی اگر چہ قوی اور کسب قادر ہو ذکرہ فی البحر فروع مسائل ملحقہ شارح کے یندب دفع ما یغنیہ یومہ عن السؤال مستحب ہو مقدار دینا کہ اس روز کو سوال کی ضرورت نہ ہو و اعتبار حالہ من حاجت و عیال اور معتبر ہو حال قدر کفایت کا حاجت سے اور عیال سے منہج ہے کہ فقیر کا حال معلوم کیا جاوے یا متبار عیال کے اور حاجات ضروریہ کے مثل میں نہیں اور کپڑا اور کھرا کر ایہ وغیرہ کذا فی فتح القدیر والمعتبر فی الزکوۃ فقراء مکان المال اور معتبر زکوۃ میں وہاں کے فقیر ہیں جہاں مال ہو مگر یعنی اگر چہ مال والا دوسرے شہر میں ہو لیکن زکوۃ اُس شہر کے فقیروں کو دینا جہاں مال ہو قال ابن کمال یعنی جمیع روایات میں یہی ہو کذا فی البحر وفی الوحیۃ مکان الموصی اور وصیت میں معتبر ہو مکان وصیت میں زیور کا ہم ایسا ہی جو ہرہ میں منقول ہو فتاویٰ سے لیکر شرح وہبانیہ کے وصایا میں خلاصہ سے منقول ہو کہ وصیت کیا کہ میرا ثلث مال فقرا پر تصرف کیا جاوے تو افضل ہے یہ کہ انھیں پر صرف کریں اور اگر اور وں کو دیدیں تب بھی جائز ہے اور یہ قول ابو یوسف کا ہے اور یہی پر فتویٰ ہے اور امام محمد کہتے ہیں کہ نہیں جائز ہو کذا فی الشامی وفی الفطرۃ مکان المودی عند محمد وهو الاصل لان رؤسہم تبع لراسہم و فطرہ میں مکان اور کرنے والے کا یعنی نہ مکان اُن لوگوں کا جنکی طرف سے ادا کرنا ہو امام محمد کے نزدیک اور یہی اصح ہے سبیلے کہ جن لوگوں کی طرف سے دینا ہو واداکر نے والے تابع ہیں ہم بلکہ ہذا یہ اور عنایہ میں کہا ہے کہ میں ظاہر الروایت ہے جیسا شر بنیالیہ میں ہے اور یہی مذہب ہے جیسا بحر میں ہو کذا فی الشامی دفع الزکوۃ الی صیان اقا ربہ برہم عید اولے مبشر ومعدی البکوریۃ جاک زکوۃ دی اپنے اقارب کے لڑکوں یعنی عفا کو عید کی تقریب سے یا خوشخبری سننے والے کو یا اُس شخص کو جو نیا پھل پہنچا دیا تو جائز ہے اور انصر علی التعلیض مگر جبکہ تصریح کر دی معاوضہ کی تو جائز نہ ہوگی ولودفعہا لاختہ ولہا علی زوجہا مہربان نصاباً و ملی مقر ولوطلبت لا یمنع عن الاداء لاجتناب الاحجاب اور اگر دے زکوۃ اپنی بہن کو اور اُسکے خاندان کے ذمہ مرہی جو نصاب کو پہنچاتا ہے اور وہ شخص تو انگریز کہ عورت کے طلب کرنے پر نکار کرے تو نکار زکوۃ دینا جائز نہیں اور جو ایسا حال نہ ہو تو جائز ہے اور یہ مسئلہ پہلے گذر چکا ہے ولودفعہا للمعالی لخلیفۃ ان کان یحییٰ لہ لولہ یعطہ صم والالا اور اگر دی زکوۃ معلوم نے اپنے خلیفہ کو اگر وہ سطح کام کرتا ہے اگر علم نہ تیا تب بھی اسکا کام کرتا تو درست ہے ورنہ نہیں درست ماسئلے کہ دیا ہوا ہنزلہ عوض کے ہو جاتا ہے اور میں یہ خدشہ ہے کہ انعام نے پھل لانے والے کا ایسا ہو تو وہاں بھی نیت کا اعتبار چاہیے قالہ الشامی ولو وضعہا علی کفہ فانتہبہا الفقراء جائز اور اگر کھا زکوۃ کو اپنے ہاتھ پر اور لوٹ لیا اسکو فقیروں نے تو جائز ہے اور یہ فقرا کی تملیک ہوئی اور زکوۃ کی نیت پہلے سے نکالنے وقت ہو چکی تھی اور یہی حکم ہے جبکہ نیت پہلے سے نہ ہو اور لوٹنے کے بعد نیت کرے اور مال فقیروں کے پاس موجود ہو قالہ الشامی ولو سقط مال فرغہ فقیر فرغی نہ جائز ان کان یعرفہ والمال قائم خلاصۃ اور اگر مال ہاتھ سے گر گیا اور فقیر نے اسکو اٹھا لیا پھر مالک راضی ہو گیا تو جائز ہے اگر اسکو پہچانتا ہے اور مال بھی قائم ہو کذا فی الخلاصۃ ہم بھی سننے کی قدر ہو سکتی تملیک جنہوں شخص کی نہ ہو کیونکہ جب اسکو نہ پہچانتا ہو سطح کہ مالک جب مال کے پاس آیا تو مال کو نہ پایا اور کسی شخص نے اسکو کھا کہ فقیر اسکو اٹھا لیا جسکو مالک نہیں پہچانتا تھا اور مالک راضی ہو گیا تو درست نہ ہو گا کیونکہ یہ اباحت ہوئی اور زکوۃ میں تملیک شرط ہے اور مال کے قائم ہونے کی اس واسطے شرط لگائی کہ اگر مالک بعد ہلاک ہونے مال کے راضی ہو تو نیت صحیح نہ ہو گی جان لو کہ مدق وہ مستحب ہے جو فاضل ہو اپنی قدر کفایت اور ایسے

یعنی فقیر میں اقارب کو
پہنچا دینا زکوۃ کی ضرورت
ہو نہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عیال کی فدر کفایت سے اور اگر اس طرح صدقہ دے کہ خدا رون کے حق میں کوتاہی ہو تو گنہگار ہوگا اور جو شخص کہ تنگی پر صبر نہ کر سکے اسکو اپنا نفقہ قدر کفایت تامہ سے کم کرنا مکروہ ہے کذا فی شرح درر البحار اور تاتار خانیہ میں محیط سے منقول ہے کہ جو شخص نفل صدقہ سے تو انفل یہ ہے کہ جمیع مومنین و مومنات کی نیت کرے کیونکہ انکو ثواب پہونچے گا اور اسکے اجر میں سے کچھ کم نہوگا و اللہ اعلم

باب صدقة الفطر

یہ باب بر صدقة فطر کے احکام میں ہے جسکی مناسبت زکوٰۃ سے ہے یہ کہ وہ فون و فطیہ مالیہ میں ہیں اور مبسوط میں بعد صوم کے بیان کیا ہے کیونکہ صوم کے بعد صدقہ فطر ہوتا ہے اور فطر سے مراد فطر کا دن ہے یعنی لغوی معنی کیونکہ اس طرح تو ہر شام کو رمضان میں افطار ہوتا ہے اور محکم صدقہ اس جہت سے کہتے ہیں کہ دینے والے کا صدف اور اخلاص ظاہر کرنا ہے کذا فی المعراج من اضافة الحکم لشرط اضافة صدقة کی فطر کی طرف اضافة حکم کی ہے بشرط کب طرف حکم سے مراد وجوب صدقہ ہے اسلئے کہ حکم شرعی وجوب ہے تو یہاں حذف مضاف کا ہے اور وجوب سے مراد وجوب لادائی ہے سو شرط کہ وجوب کی شرط فطر ہے نہ نفس وجوب کا یہ یعنی نہ وجوب کا مدار سبب کے موجود ہونے پر ہے اور سبب اس ہے قال الجلی والفقیر لفظ اسامی والفقیر مؤنث بل قبل جن اور فطر مطلق ہذا م والون کی ہے اور فطرہ ساختہ ہے بلکہ کہتے ہیں کہ غلط ہے ہم ظاہر ہے کہ شارح کی مراد یہ ہے کہ لفظ فطر جو مضاف ابید صدقہ کا ہے اور نام روز مخصوص کا ہے یہ لفظ شرعی ہے یعنی اطلاق اسکا اس خاص روز پر مصطلح شرعی ہے کیونکہ فطر جو ضد صوم کی ہے لغوی ہے شرعی سے پہلے مستعمل ہے و اسکی لفظ فطرہ کا ہے یعنی فطرہ کہ جس سے صدقہ مراد ہو لغوی نہیں ہے اسلئے کہ ان معنوں میں نہیں آیا اور وہ جو قاسوس میں مذکور ہے لفظ بالکسر صدقہ الفطر تو قاسوس کے اغلاط میں شمار کیا گیا ہے اور نوادی نے تحریر میں کہا ہے کہ اسم مولد ہے اور غالباً مانعہ ہے فطرہ سے جو جہنی خلقت کے ہے یعنی گویا کہ یہ زکوٰۃ ہے بدن کی قال الشامی و امر ہما فی السنۃ التي فرض فیہا رمضان قبل الزکوٰۃ اور حکم کیا گیا ہے ادائے صدقہ فطر کا جس برس کہ رمضان فرض ہوا زکوٰۃ سے پہلے م روز سے رمضان کے فرض ہوئے شعبان میں بعد تحویل قبلہ کے کعبہ کی طرف اور حکم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ فطر کے لیے عید سے دو روز پہلے ہوا اور یہ زکوٰۃ کی فرضیت سے پہلے ہی صحیح ہے قال الشامی و کار علیہ السلام یخطب قبل الفطر بیومین یا خراجھا ذکر الشہدۃ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ پڑھتے تھے عید سے دو روز پہلے حکم فرماتے صدقہ کلائے کا ذکر کیا اسکو یعنی نے سند صحیح سے تخریج کیا ہے عبد اللہ بن ثعلبہ سے کہ خطبہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم الفطر سے ایک روز یا دو روز پہلے پھر فرمایا کہ ادا کرو ایک صلے کیون دو آدمیوں میں یا ایک صلے کیون پھر یا جو ہر شخص کی طرف سے آدھ ہوا غلام چھوٹا ہو یا بڑا کذا فی الفتح مجیب و حدیث فرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زکوٰۃ الفطر معنایا قدر اللاجتماع علیان منکرھا لا یکفر واجب ہے صدقہ الفطر اور وہ حدیث جس میں مذکور ہے کہ فرض کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ فطر کو جسے معنی یہ ہیں کہ مقرر کیا ہو جس سے کہ اجراع ہے اس بات پر کہ شکر اسکا کا فرض نہیں ہے ہم امام شافعی کے نزدیک صدقہ الفطر فرض ہے اذکا ہند لال حدیث مذکور ہے شارح نے استدلال کے جواب کی طرف اشارہ کیا موسعا فی العمر عند اصحابنا و هو الصالحیم محمد بن عبد اللہ النعم مع اللابان الامر بآداب انھا مطلق کا لکن لا علی قول وجوب ہے صدقہ الفطر اس طرح کہ مدۃ العمر میں ادا کی گنجائش ہے ہمارے تینوں اماموں کے نزدیک بھی صحیح ہے کہ ذکر کیا اسکو بجز میں بدائع سے اور وجہ یہ بیان کی کہ امر صدقہ الفطر کی ادا میں مطلق ہے یعنی وقت کی قید نہیں سو مدۃ العمر میں جب ادا کرے گا تو ادا ہی ہوگا قضا نہوگا بان البتہ عید گاہ میں ملنے سے پہلے ادا کرنا مستحب ہے کذا فی البدائع و اللہ اعلم زکوٰۃ کے کہ اسکا وجوب بھی موسع ہے ایک قول پر بیسہ پہلے گذر چکا و لومسات فادھا و ارثہ جائز اور اگر مر گیا پھر اسکے

یعنی وجوب فطرہ

اس صبر علیہ

مذکورہ بالا کے الفاظ کا
مذہب میں لکھا ہے

وزارت صدقۃ الفطر اسکی طرف سے ادا کیا تو جائز ہے جو ہر مین ہو کہ جس شخص کے ذمہ زکوٰۃ یا صدقۃ الفطر یا کفارہ یا نذر ہو سکے اور وہ
مذہب سے تو اسے ترک سے لیا جاوے مگر یہ کہ ورثہ شریعہ کے مین اور ورثہ اہل شریعہ کے بھی ہوں اور جہر نکلیا جاوے انہر اور اگر خود وصیت
کر کے مرا تو ثلث مین وصیت جاری ہوگی قالہ الشامی وقیل مضیقاً فی یوم الفطر عیناً اور کہا گیا ہو کہ ادا اسکا مقید ہی خاص مین کے روز
ہم قول حسن بن زیاد کا ہو کہ ادا کرنا اسکا یوم الفطر مین ہی اول سے آخر تک اگر اسکو نہ ادا کیا کہ عید کا دن گذر گیا تو ساقط ہو جائیگا مثل قرانی کے
گذرانی البعدی وشرح المدایہ وغیرہ اور ابن ہمام نے اپنی تحریر مین ترجیح دی ہو کہ یہ مطلق نہیں بلکہ مقید بالوقت ہو کہ چونکہ حضرت نے فرمایا
اخیر عمر فی ہذا الیوم عن المالہ تو بعد اس روز کے قضا ہوگا اور ابن نجیم نے بھی اسکا اتباع کیا ہی بحر مین لیکن اسے اپنی شرح مین جو مار
پرسہ کر لیا ہو کہ یہ ترجیح مقابل صحیح کے ہو مین کتا ہوں کہ یہ تیسرا قول ہی مذہب سے خارج ہو اسطے کہ عید کا دن گذرنے کے بعد صدقہ کا قضا واقع ہو
منازل اس قول کے ہو کہ عید کا دن گذرنے سے ساقط ہو جاتا ہو اور علامہ مقدسی نے اسکو رد کیا ہو کہ حضرت کے وقت مین صحابہ صدقہ ۳ لفظ شکی
دید یا کرتے تھے اور یہ بات حضرت کی اجازت سے تھی جیسا خود ابن ہمام نے لکھا ہو تو اس سے صاف ظاہر ہو کہ مقید یوم الفطر نہ تھا اسو سطلے کہ
اگر خاص اس روز کے ساتھ مقید تھا تو اس سے پہلے ادا نہونا مثل قرانی اور نماز روزہ کے اور اخر عمر ہم الخ محمول ہی انتخاب پر لکھانی الشامی
فیعد لا یسکون قضاہ واختار الکمال فی تحریرہ ورجح فی تنویر البصائر پس بعد یوم البعدی کے ہو ویکا قضا اور اسکو اختیار کیا ہی
کمال نے اپنی تحریر مین اور ترجیح دی ہو کہ تنویر البصائر مین ہم پہلے معلوم ہو چکا کہ عین کے دن کا ایک تیسرا قول ہو کہ سوے ابن ہمام کے
کس اور نے نہیں کہا اور اس مین جو کچھ ہو وہ بھی واضح ہو چکا اسو مین اس تفسیر مین نظر ہی قالہ الشامی علی کل جو مسلمہ ووصفیر او مجنون
جو جب صدقۃ الفطر پر آزاد مسلمان پر اگرچہ صغیر یا مجنون ہو جو کہ لفظ سے معلوم ہوا کہ غلام پر لازم نہیں اور مسلمان کی قید سے معلوم ہوا
کہ کافر کے ذمہ نہیں اگرچہ اسکا غلام یا بیٹا مسلمان ہو لکھانی البحر اور بعض نحون مین و مجنون او کے ساتھ واقع ہو اور یہ اس صورت مین ہی
کہ ان دونوں یعنی صغیر اور مجنون کے پاس مال ہو بدائع مین کہا ہو کہ عقل اور بلوغ و وجوب کی شرائط مین نہیں ہوں امام ابو حنیفہ اور ابو یوسف کے
نزدیک یہاں تک کہ اگر مجنون و صغیر کے پاس مال ہو تو انکا ولی صدقہ نکالے انکے مال مین سے اور امام محمد اور ابو دفر کہتے ہن کہ نہیں وجوب ہوں
ولی صدقہ انکے مال مین سے دیگا تو ضامن ہوگا قالہ الشامی حتی لو لم یخرجہا ولیہما و جب لا یجد بعد البلوغ یا تکملہ اگر نکالے
صدقۃ الفطر مجنون اور صغیر کا ولی تو بعد بلوغ کے اور بعد افاقہ کے او واجب ہوگا ذی نصاب فاضل عن حاجتہ الاصلیۃ
کدامینہ وحوالہ عمالہ وان لو ینہ کماہر یعنی صدقۃ الفطر واجب ہی پر آزاد مسلمان پر کہ نصاب والا ہوا و وہ نصاب زیادہ ہو اسکی حاجت علی سے
جیسا مین اور زیادہ ہو میال کی حاجت سے اگر یہ نصاب نامی ہو جیسا پہلے لکھنا و یہ ای بہذا النصاب تقوم الصدقۃ کما فرقی
الا ضلیۃ و نفقة الحاکم علی الراجح اور ہی نصاب کی جہت سے حرام ہوتا ہو صدقہ و چہ جیسا لکھنا اور واجب ہوتی ہو قرانی اور نفقہ
مجاہد کا نہا ہر قول راجح کے ضم یعنی انکو جو فقرا و جو کسب عاجز ہوں یا عورتیں فقیر ہوں اور محارم کی قید نہاں پاب کے نکالنے کو کیونکہ مان باب
جب فقیر ہوں تو محتاج رہے ہو کہ انکو اپنے فقر مین شامل رکھے اگر کسب کرتا ہو و انکا لیشترط الغولان و جو بجا بقدرت ممکنہ اور
نموکی شرط جو نہیں لکھائی سو اسی جہت سے کہ وجوب صدقۃ الفطر کا قدرت ممکنہ کی جہت سے ہو ما یجب لہو التمسک من الفعل فلا
یشترط لہا کما یقار الی وجوب لہا شرط محض قدرت ممکنہ کاف مشد کے کسرہ سے وہ ہو جو جب ہو بقدرت کے فعل پر نہیں
شرط باقی رہنا اس قدرت کا وجوب کے باقی رہنے کی واسطے کہ وہ صرف شرط ہو و فتح ہو کہ قدرت جس سے آدمی ماسور بہ ادا کر سکے

دو قسم کی ایک تو انگریز اسکے ساتھ معتبر نہ ہو گا قدرت مطاعی اور قدرت ممکنہ یعنی قادر کرنے والی کہتے ہیں کیونکہ اسکی جہت سے آدمی آزاد ہے
 نامور یہ کہ قادر ہو جاتا ہی جیسے نصاب صدقۃ فطر کی قدرت ممکنہ ہو اور ذرا اور راحلہ مج کی اور اگر قدرت کے ساتھ تو انگریز بھی معتبر ہو تو وہ قدرت
 میسرہ یعنی آسان کرنے والی اور قدرت کامل کہلاتی ہے جیسے نصاب نامی ہو کذا فی الطحاوی اس سے معلوم ہوا کہ شارح نے جو تعریف کی ہے وہ خود قدرت
 کی نہیں بلکہ اس وجہ کی ہے جو قدرت مذکور پر بشرط ہوا اور بقائے قدرت ممکنہ کے شروط نہ ہونے سے یہ نکلا کہ اگر نصاب عید فطر کی صبح کے بعد بتی ہوگی
 تو صدقۃ فطر ساقط ہوگا چنانچہ آگے آویگا لا بقدرۃ میسرہ ہی صاکیب بعد التمسک بصفتہ الیسر فغیرتہ من العسر الی الیسر
 نہ قدرت میسرہ کے ساتھ میں مشد کے کسرہ سے قدرت میسرہ وہ ہو کہ واجب ہو بعد قدرت کے سہولت کے بھٹکے ساتھ ہو بدل دیا ہو گا و ثبوتی
 آسانی کی طرف م اس تعریف میں بھی وہی خلل ہے جو قدرت ممکنہ کی تعریف میں گذرا حاصل یہ کہ قدرت ممکنہ ہر گاہ شرط ہی ممکن اور احداث فعل کی تو شرط
 محض ہوئی کہ اس میں معنی علت کے نہیں ہیں اسکا بقا بھی شرط نہیں بقا واجب کیلئے کیونکہ بقا معیار ہی وجود کا اور وجود کی شرط کو کچھ لازم نہیں
 کہ بقا کی شرط بھی ہو جیسے کلح کے شاہد کہ شرط میں بقا دکلح میں وبقائے کلح میں بخلاف میسرہ کے ہو سکتے کہ وہ ایسی شرط ہے کہ اس میں معنی علت کے
 ہیں کیونکہ اسے نفس وجہ کی صفت کو دشواری سے سہولت کے ساتھ بدل دیا یعنی ہو سکتا تھا کہ فعل وجہ تا بغیر وجود قدرت ممکنہ کے بھٹکے و ثبوتی
 سود دشواری کو چھوڑ کر ہوگا بھٹکے میسرہ وجہ کیا پس اس طرح کی قدرت کا دوام شرط ہی یا اعتبار معنی علت کے کیونکہ حکم نہیں باقی رہ سکتا بدون اسکے
 کذا فی الشامی مختصر افیشترط بقا کما لا یفیشترط فی معنی العقلی پس شرط کیا گیا ہو بقائے قدرت میسرہ کا کیونکہ یہ شرط ہی علت کے معنی میں
 ہے یعنی اور حکم اپنی علت کے ساتھ رہتا ہے وجود اور عدم میں کذا فی الطحاوی وقد حررنا فیما حلقنا علی المنار اور منہ اسکو شفع بیان کیا ہے
 منار کی تعلیقات میں ثم فرغ علیہ فلا یسقط الفطرۃ وکذا الخ یمضی لا المال بعد مالہ جو ب پھر تعریف کیا بھٹکے میسرہ جو سابق میں ہو گیا ہے
 معنی قدرت ممکنہ اور میسرہ نہیں ساقط ہوتا فطرہ اور ایسا ہی حج مال کے ہلاک ہو جائے سے وجہ ہونے کے بعد کیونکہ ان دونوں میں قدرت
 ممکنہ میسرہ کہ قال الشامی کما لا یبطل النکاح بعموت الشہود جیسا نہیں باطل ہوتا کلاخ گواہوں کے مرنے سے بخلاف الزکوۃ والعتق
 والخراج لا یبطل بعموت المیسرۃ بخلاف زکوۃ اور عشر اور خراج کے معنی خراج مقاسمہ ہو سکتے کہ قدرت میسرہ کی بقا شرط ہی یعنی خراج
 ہم یعنی اگر مال برس گذرنے کے بعد ہلاک ہو جاوے ادا کی قدرت اسکو ہونی ہو یا نہ ہونی ہو تو زکوۃ ساقط ہو جاتی ہے بخلاف ہر ہلاک کے کیونکہ ہر ہلاک
 تقریر قدرت باقی ہے کہ اس میں زجر ہی تعدی سے اور غیر و کما بھی کا ظاہر ہے عن نفسہ متعلق یحب وان لم یصل لعدو عن نفقہ متعلق ہو سکتا ہے
 یعنی صدقۃ الفطر واجب ہے اپنے نفس کی طرف سے اگر کسی عذر سے روز نہ رکھا ہو ہم یہ بیان فطرہ کے سبب اور اصل اس میں خود اسکا نفس ہی اور آدمی
 بیشک اپنا جو چہرہ آپٹھائے ہو ہے اور اپنے راس کا آپٹھائی ہو تو ایسیکے معذور ہیں ہی وہ جو اس کے ساتھ ملحق ہو یعنی اس کے ذریعہ جسکی ہوت اس کے زکوۃ
 اور صوم میں عذر کی قید اتفاقی ہو اگر بلا عذر بھی کوئی شخص افطار کیسے نہ سبھی یہی حکم ہو کیونکہ فطرہ کے ادا میں یہ شرط مذکور نہیں قال الشامی و یصل
 الفقیر و الکبیر العجز و العز و اپنے چھوٹے لڑکے محتاج کی طرف سے اور بڑے مجنون کی طرف سے ہم یعنی چونکہ فقیر ہو کیونکہ فقیر کا صدقہ اسکے مال میں سے
 ہوگا امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک جیسا پہلے گذر چکا اور طفل کے لفظ سے معلوم ہوا کہ جن میں کی طرف سے صدقۃ الفطر لازم نہیں و طفل
 لڑکے اور بڑی دونوں کو شامل ہو کذا فی المنزہ قال الشامی ولو تعدد الذم فعلى کل فطرۃ ادا کر یا پ بعد ہوں تو ہر ایک پر فطرہ لازم ہوگا ہم
 اسکی صورت یہ ہے کہ کسی قیصر برد آدمی دعویٰ کریں کہ یہ میرا بیٹا ہی یا مشترک یا زنی کے بیٹے پر دونوں ملکوں نے دعویٰ کیا قال الشامی و لو زوج
 طفلة الصالحة بخدمۃ الزوج فلا فطرۃ اور اگر نکاح کر دیا اپنی زنی کا کہ زوج کی خدمت کر سکتی ہو پس فطرہ لازم نہیں آتا ہم نہایت

پر لازم آویگا جیسا کہ مذکور ہوگا اور نہ باپ پر کہ زوج کو تسلیم کر چکا خلاصہ میں ہی صغیرہ اگر اپنے خاوند کے سپرد کی گئی ہو تو اُسکے باپ پر فطرہ نہیں ہوگی کیونکہ اُسکی موت اُسکے ذمہ نہیں رہی اس سے معلوم ہوا کہ مسئلہ میں دو قیدین میں خدمت کی صلاحیت اور خاوند کی سپردگی قالہ انشائی و الحمد کا لایب عند فقد لا کما اختارہ فی الاختیار اور دادا باپ کے مثل ہی باپ کے نمونے جیسا اختیار میں ایکوا اختیار کیا ہی ہم یہ حسن کی روایت اور ظاہر الروایت کے خلاف ہو کہ دادا باپ کے حکم میں ہو مگر چند مسائل میں انہیں سے ایک مسئلہ ہی ہو اور فتح القدر میں بھی ایکوا اختیار کیا ہو کیونکہ سبب وجوب کا مستحق ہی یعنی اس اور اُسکی موت اور تولیت بولایت مطلق دادا کے ذمہ ہی رہا ہو اسطے شارح نے بھی اسی روایت کو اختیار کیا کہ انافی انشائی وعبدہ لخدمتہ ولومد یونا او مستاجرا و مرہونا اذا کان عندہ وفاء بالکدین اور فطرہ واجب ہو اپنے غلام خدمتی کی طرف سے اگرچہ بیرون ہو برین مستغرق کذا فی البدل اجارہ دیا ہوا ہو یا رہن رکھا ہوا ہو جبکہ راہن کے پاس دین کے دینے کی قدر ہو مگر بنی دین سے زائد نصاب بھی ہو جیسا ہندیہ میں ہے اور مراد نصاب سے یہ ہے کہ غلام کے سوا ہو کیونکہ وہ جو بیچ و خرید میں ہو کذا فی شریعہ مالک و اما الموصی بجد متہ لواحد و برقبۃ لاخر ففطرۃ علی مالک رقبۃ وہ غلام جسکی خدمت کی وصیت ایک شخص کے لیے کی اور اُسکی ملکیت کی دو حصے کے لیے تو فطرہ رقبہ کے مالک پر ہوگا کعبد العاسرۃ والولیۃ والجائز جیسے عاریت کا غلام اور وصیت کا اور وہ غلام جسے کسی کا بگاڑ کیا ہو کہ اُنکا صدقہ مالک کے ذمہ ہی جنایت کوئی سی ہو مگر ہوا یا خطا کیونکہ مالک کی ملک غلام سے جب زائل ہوتی ہو جب جنایت کے بدلہ میں اُسکو دیے پہلے سے زائل نہیں ہوتی کذا فی النخانیہ وقول الزلیعی لا یجب سبق قلم فتمہ اور زلیعی کا قول کہ صدقہ واجب نہیں ہے خطا پر کہ قلم سے نکل گئی کذا فی الفتح ہم زلیعی میں ہے کہ جس غلام کے رقبہ کی وصیت ہو تو اُسکا فطرہ مالک پر نہیں لیکن شبلی محشی زلیعی نے اُسکو محمول کیا ہے اس صورت پر کہ موصی مر گیا اور موصی نے بھی نہ قبول کیا نہ دیکھا قالہ انشائی و مدبرہ وام ولدہ ولو کا عبدہ کا کافر الخقق السبب وهو مرأس بموتہ و بل اعلیہ و صدقہ دے اپنی مربرا و ام ولد کی طرف سے اگرچہ غلام کا فقیہ ہی ہو کیونکہ باپ وجوب مستحق ہو یعنی اس جسکی موت اُسکے ذمہ ہو اور اُسکا وہ ولی ہو مگر یعنی موت واجبہ کاملہ مطلقہ پہلی قید سے موت اجنبی نکل گئی جو ذمہ اپنے ذمہ رکھے نہ واجبہ اور دوسری قید سے عہد مشترک نکل گیا کہ اُسکی موت کامل نہیں اور تیسری سے زوجہ نکل گئی کہ اُسکی موت مطلقہ نہیں بلکہ موت ضروری ہو انتظام خانگی کے لیے اور اس لیے بحر معنوی اخراجات کے کچھ لازم نہیں جیسے دوا کرنا کما فی الزلیعی لا عن زوجہ و ولدہ الکبیر العاقل نہیں واجب ہی صدقہ لفظ ابھی بی بی کی طرف سے اور اپنے ولد کی طرف سے جو بالغ عاقل ہو مگر زوجہ کی طرف سے اس لیے نہیں واجب کہ اُسپر ولایت تامہ نہیں کیونکہ سوائے حقوق زوجیت کے اور کسی طرح کی ولایت نہیں ہے اور ولد عاقل بالغ اگرچہ اپنا بیچ ہوا اور خورد و نوش میں اُسکا شریک ہو مگر اُسکا باپ پر واجب نہیں کیونکہ ولایت نہیں کذا فی جوہرہ اور عاقل کی قید سے احتراز ہو گیا مقننہ اور مجنون سے کہ اُنکا حکم مانند صغیر کے ہو ولولادی عنہما بلا اذن اجزا استحسنانا للاذن عادی لوفی عیالہ والا فلا فہستاکن عن المحيط فلفظ اور اگر فطرہ بی بی کی طرف اور بلوغ کے کی طرف سے بدون اجازت دیدیا تو کافی ہے بدلیل احسان اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی النخانیہ کیونکہ عادی اذن موجود ہے یعنی اگر اُسکے عیال میں ہو ورنہ نہیں کافی کذا فی فتاویٰ عن المحيط اسکو یاد رکھو ہم للاذن عادی سے اشارہ ہے کہ بیعت حکما موجود ہو ورنہ بدائع میں تصریح کی ہے کہ فطرہ بدون نیت کے اور نہیں ہونا مگر کہا ہے کہ ظہیر کی ظاہر عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر ادا کرے ان اشخاص کی طرف سے جو اُسکے عیال میں ہیں یعنی جنکا خورد و نوش اُسکے متعلق ہو بدون انکی اجازت کے تو جائز ہی مطلقا یعنی قید زوجہ اور ولد کی نہیں قابلہ انشی وعبدہ والا بنو والماسور والمغصوب المحججان لم تکن علیہ بیئۃ بھاگے ہوئے غلام کی طرف سے کیونکہ ولایت اُسپر قائم نہیں ہے

صاع مطلق گناہی اور حید کی قدر نہیں لگائی ہو سکتی کہ اگر نصف صاع خراب بھی ادا کر لیا تو جائز ہی اور اگر ادا کیا ہو دوا یا عیب دار تو اس کا نقصان بھی بھر دے اور اگر دوسری کی قیمت دمی تو جو دیا دینی باقی رہ گئی وہ بھی ادا کر دے کہ انہی اظہار اور اگر گیمون جو میں مخلوط ہوں پس اگر چاہا ہوں تو ایک صاع اور اگر گیمون غالب ہوں تو نصف صاع قالہ الشامی و ما لہ من صاع علیہ کذا سہو و خیر بعت برید القیمۃ ایہ جو غلہ وغیرہ کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے انہیں تصریح دار نہیں ہوئی انہیں معتبر قیمت ہی جیسے حید اور دمی ہم بدلے میں کیا ہی کہ مخصوص علیہ میں بعض کو بعض جگہ قیمت کے اعتبار سے دینا جائز نہیں برابر ہی کہ جس چیز کے بدلے میں دیا ہی وہ اس کے جنس سے یا خلافت جنس ہو مثلاً گیمون دینا گیمون کے بدلے قیمت کے اعتبار سے یعنی اس طرح کہ نصف صاع چھ گیمون کے بدلے ایک صاع متوسط گیمون دینے تو جائز نہیں یا دوسرا غلہ گیمون کے بدلے قیمت کے اعتبار سے دینے وہ بھی جائز نہیں جیسے نصف کھجور جو قیمت میں نصف صاع گیمون کی برابر ہو بدلے نصف صاع گیمون کے ادا کرے بلکہ بجائے نصف صاع کھجور کے شمار کیا جائیگا اور اس کے ذمہ باقی کا پورا کرنا لازم ہوگا کیونکہ قیمت مخصوص میں حشر نہیں کہ قالہ الشامی و هو الصالح المعتبر ما یصح الذوا اربعین درہم ہا صاع مائت اوقیہ اس اور صاع جو شہ نامعتبر ہی وہ ظرف نہیں ایک ہزار چالیس درہم کے وزن کے ماش یا سویر سماوین ہم صاع چار مد کا ہوتا ہی اور مد دو رطل کا اور رطل نصف من کا اور من درہم دو دوساٹھ درہم کا اور ستار سے چالیس ستار کا اور ہزار بلس ہزار درہم کے وزن سے ساٹھ چار مثقال کا کہ انہی شرح درر البحار میں وزن دونوں برابر ہیں یعنی ہر ایک دو رطل عراقی اور صاع کا چوتھائی اور رطل ایک سو تیس درہم کا اور ذیلیع اور فتح القدر میں بھی کہ صاع میں اختلاف ہی امام ابو حنیفہ اور محمد نے کہا ہی کہ آٹھ رطل عراقی کا ہی اور امام ابو یوسف نے کہا ہی کہ پانچ رطل کا اور نہائی رطل کا اور کہا گیا کہ اختلاف نہیں ہی بلکہ تعبیر کا فرق ہی سلیک کہ ابو یوسف نے اندازہ مدینہ شریف کے رطل سے کیا ہی جو تیس ستار کا ہی اور عراقی میں ستار کا ہے اور جب مقابلہ کیا جاوے آٹھ رطل عراقی کا ۱۱ رطل مدنی کے ساتھ تو دونوں برابر ہیں کیونکہ میں ستار کو آٹھ میں ضرب دینے سے ایک سو ستار ہوتے ہیں اور پانچ کو تیس میں ضرب دینے سے ڈیڑھ سو ہوتے ہیں اور نہائی تیس کے دس ہوئے تو یہ بھی ایک سو ساٹھ ستار ہوئے اور یہی مشابہ بصواب ہی کیونکہ امام محمد نے خلاف ابو یوسف کا نہیں ذکر کیا اگر ہوتا تو بیشک ذکر کرتے پھر جانا چاہیے کہ درہم شرعی جو وہ قیراط کا ہوتا ہی اور جو اب متعارف ہی وہ سولہ قیراط کا ہی جب صاع ایک ہزار چالیس درہم شرعی کا ہو تو متعارف درہم کے وزن سے نو سو دس کے برابر ہو ا کہ قالہ الشامی قاضی ثناء اللہ بانی تہی نے لکھا ہی کہ رطل میں ستار کا ہوتا ہی ہر ستار ۴ مثقال کا پس وزن رطل کا برابر چھتیس روپے دہلی کے ہی یعنی جو روپیہ کہ سوا گیارہ ماش کا ہی حاصل ہے کہ صاع یعنی ۱۰ درہم = ۲۷۳ روپے دہلی = ۱۲۲ روپے چہرہ شاہی کچھ کم = ۳۰ روپے دہلی کے سیر سے جو اسی روپے بھر کا ہی اور قریب ۳۲ روپے چھٹا ایک کے سہارنپور کے سیر سے ہی جو اٹھاسی روپے بھر کا ہی انما قدس دھما کتساویہما کیل و ذلک ماش اور عدس کے ساتھ اندازہ ایسے مقرر کیا کہ یہ کیل اور وزن میں برابر ہوتے ہیں یعنی پچھتے چھوٹے اور بعضے ٹھوس بنین ہوتے ہیں جب ایک برتن کو ایک قسم کے ماش یا عدس سے پر کرین کہ بمقدار ۱۰ درہم کے ہوں پھر انکو نکال کر دو سرے ماش یا عدس اس میں بھرین تو ہلکے یا بھاری ہونگے بلکہ پہلے کے برابر ہونگے بخلاف گیمون اور جو کہ ان میں بعض بھاری اور بعض ہلکے ہوتے ہیں تو اس کے کیل اور وزن میں اختلاف ہو سکتا ہی پس عدس اور ماش سے کیا اس واسطے مقرر کیا کہ جنجا ہو مختلف نہ ہو دفع القیمۃ ای الدراہم افضل من دفع اللین اور دینا قیمت صدقۃ الفطر کا یعنی درہم وغیرہ کا افضل ہی اس معین کے دینے سے کیونکہ فقہ کی حاجت کے دفع میں قیمت زیادہ معاد

کہ فی الشیء علی المذہب منفق بہ جوہر و البحر عن الظہیرۃ بہ مذہب معنی کے کہ انانی الجوہر و البحر نقلاً عن التفسیر صم اور اسکے مقابل
وہ قول ہی جو مضمرات میں ہو کہ گھوٹ کا دنیا افضل ہی سب احوال میں یا م شدت کے ہوں یا نہوں اسلئے کہ یہ موافق سنت کے ہو اور
اسی پر فتویٰ ہی کہ انانی المنع پس فتویٰ میں اختلاف ہی کہ انانی الطحطاوی و ہذا فی السعد اما فی الشدۃ فذوقہ العبد افضل کما فی النسخۃ اور یہ قیمت کا
اداکرنا افضل ہو انسانی کے دنوں میں لیکن گرائی کے دنوں میں تو خود اس شیء میں کا دنیا یعنی غلو وغیرہ کا نقص ہی سبب کہ پوشیدہ نہیں
ہم ظاہر اس عبارت کا دلالت کرتا ہی کہ یہ شارح کی طرف سے بحث ہی باوجود اسکے کہ تار خانہ میں اسلو محمد بن سلمہ کی طرف نسبت کیا ہی
اور نہ میں کہا ہی کہ یہ مستحسن ہی کہ انانی الشامی بطولہ فی الفطر متعلق ہی بحج کے یعنی صدقۃ الفطر واجب ہی عید کی تسبیح
صادق کے نمودار ہونے پر ہم اور امام شافعی کے نزدیک رمضان کے آخر روز کے آفتاب غروب ہونے پر کہ انانی البدائع فمن ماکت
قبلہ ای الفجران و لا بعدہ ان اسلمہ لا تجب علیہ جس شخص مر گیا اس فجر سے پہلے یا پیدا ہوا اسکے بعد یا اس نے باقی اس سپر فطرہ واجب کا
ہم کیونکہ یہ اشخاص وجوب کی وقت اہلیت سے خارج ہیں کہ انانی النہر اور یہی حکم ہی جو فقیر ہو جاوے فجر سے پہلے یا تو غر ہو جاوے فجر
بعد کہ انانی البندیہ فی سبب اخراجہ قبل الخروج الی المصلی بعد طلوع فجر الفطر علیہ السلام و فعلہ علیہ الصلوۃ والسلام و یہ مستحب ہی فطرہ دینا
عید گاہ میں جانے سے پہلے بعد نمودار ہونے فجر عید کے و نہیہ تمیز حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور وسطی اقتداء افضل حضرت کے
ہم اس قول و فعل کو حاکم نے ابن عمر سے روایت کیا ہی اور فتح القدیر میں اسکو بیان کیا ہی کہ انانی الشامی و حمل اداءہا اذا قدم علی
الفطر ان اخرہ اعتباراً بالزکوۃ اور درست ہی ادا کرنا فطرہ کا یوم الفطر سے پہلے او بیچ زکوۃ پر قیاس کر کے و اسبب موجودا ذہولکس و سبب
وجوب کا یعنی اس موجود ہی ہم ادلی یہ ہی کہ بخاری کی حدیث سے استدلال کیا جاوے کہ نہی یا عید سے ایک روز و نہی پہلے فطرہ دیا کرتے تھے فتح القدیر میں
کہ پہلے سے دینا صحیح ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر مخفی نہ تھا بلکہ آپ کے اذن ہی سے ہو گا کہ انانی الشامی بشرط دخول رمضان فی الاول ای من
التقدیر ہو الصحیح و بہ یفتی جوہر و البحر عن الظہیرۃ بشرط دخول ہونے رمضان کے تقدیم کے مسئلہ میں بھی صحیح ہی اور یہی پر فتویٰ دیا جاتا ہی کہ انانی
الجوہر و البحر عن الظہیرۃ یعنی اگر رمضان سے پیشتر فطرہ دیکھا تو صحیح نہ ہو گا لیکن عامۃ المسلمون و الشرح علی صحیحۃ التقدیم مطلقاً و صحیح غلو
درجہ فی الثہر و نقل عن الولی الجلیۃ انہ ظاہر الروایۃ قلت کل ما لا یسکن اکثر من اور شرح متفق ہیں تقدیم کی درستی ہر صورت میں یعنی اگرچہ رمضان
پیشتر دیوے اور کچھ ایک نے نہیں بلکہ بہتوں نے اسکی تصحیح کی ہی اور نہ میں اسکو ترجیح دیا ہی اور دواجمیہ سے نقل کیا ہی کہ یہی ظاہر الروایت ہی میں
کہتا ہوں بس یہی ہی مذہب ہم طحاوی نے کہا کہ جس روایت پر فتویٰ ہوتا ہی وہ مقدم ہونی ہی ظاہر الروایت پر و جائز دفع کل شخص فطرۃ الی مسکین او
مسکین علی ما علیہ لا کذا و جاہز ہی دینا ہر شخص کو اپنا فطرہ ایک مسکین کو یا جماعت کو اس بنا پر کہ اکثر شیعہ اسی پر ہیں و بہ جوہر فی الولی الجلیۃ و الخانیۃ
و البدائع و المعیط و تبعہم الزبلی فی الظہار من غیر ذکر خلاف و صحیح فی البرہان فکان ہذا مذہب کفر بقیہ الزکوۃ اسی پر جزم کیا ہی و یوہر و بحر
اور ہر الع اور محیط میں اور الکاتب کیا ہی زبلی کے تلبہ ائمہ میں ہر وہ ذکر اختلاف کے اور برہان میں اسکو صحیح کہا ہی پس ہی مذہب پیشتر زکوۃ کی ہم
درست ہی ایک مسکین کو دے یا چند کو و الامر فی حدیث اغنواہم للتدب فیفید الاولیۃ و لذلک قال فی الظہیرۃ لا لیکرہ التاخیل فی تہمہا و امر
حدیث شریف اغنواہم الخ من استجاب لکے ہی پس مفید ہی اولویت کو اور ہیو سطر ظہیر میں کہا ہی کہ تاخیر کر وہ نہیں ہی یعنی تحریر یا ہم یہ حدیث دافعی اور
ابن ابی عدی اور حاکم نے علوم حدیث میں ابن عمر سے ان لفظوں سے روایت کی ہی اغنواہم عن الطوف فی ہذا الیوم کہنا قالہ نوح اس حدیث سے سوال پیدا ہوتا
کہ اغناہم اسل سبب ناسب تا جب تک کہ ایک فقیر کو پورا فطرہ دیا جاوے پس عیسے کہ ایک ہی کو پورا فطرہ دینا واجب ہی بقضائے امر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شایع

بہرہ و بحر
عمر بن عبد
الرحمن

جو ابدیہ کہ امر استجابت کیلئے ہو ورنہ یہ ہم دینا نہیں چاہئے نہ توئی اور نقد بطور تاخیر کے جو ان پریسل سابق میں مذکور ہو چکی تو جب امر استجابت کے لیے ہوا تو اس کا خلاف
 مکر وہ نہ ہو گا بلکہ تنزیہی ہو گا اس جواب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک کا فطرہ متعدد کو دینا مکر وہ نہ ہے بلکہ تنزیہی ہے جیسا کہ امام ابو حنیفہ سے تاخیر کرنا مان کر یہ کہ
 اس طرح بیان کیا جاوے کہ اگر وہ اب ہم بعد سے تاخیر کریں تو غرض بالکل حاصل ہو گا بخلاف اس کے کہ متفرق دن کیونکہ مجموعہ سے فضا حاصل ہو جاتا ہے جیسے
 کرنی نے یہ علت بیان کی ہے کہ انسانی کے کما جائزہ دفعہ صدقہ جماعت الی مسکین واحد بلا خلاف بقدر جیسا جائز ہو دینا متعدد و مخصوص کا فطرہ ایک
 مسکین کو بغیر ایسے اختلاف کے کہ زکوٰۃ کا ہر حصہ ہر حصہ سے حصف کے کلام کی تفسیر کی ہے یعنی مراد نفی خاص بخلاف کے ہے کیونکہ ہوا جب الرحمن میں
 دونوں مسئلوں میں خلاف کی تصریح کی ہے کہ جائز ہے دینا ایک شخص کا جماعت سے اور دینا ایک کا جماعت کو جائز ہے بلکہ صحیح ترک اس سے معلوم ہوا کہ قول صحیح
 مدد ہوا ہے کہ جماعت میں حصف خلاف اس جگہ شاید وہ صورت ہو کہ چند آدمیوں نے اپنے فطرہ جمع کر کے دے دیا ہے اور اب کو دینا یہ لیکن جبکہ
 ہر شخص نے جدا جدا ایک ایک شخص کو دیا تو خلاف کا جائز ہی ہوتا ہوا و عدم جواز میں بغیر ہی قالہ انسانی خلطت امر کے اس کا رواج ہوا کہ فطرہ حنفیہ
 یختص بہا بغیر اذن الزوج و غرضت الی فقیر جازعہا لہذا کسی عورت کو اس کے خاوند نے فطرہ کا حکم دیا اس نے یا اجازت دینے کے اس کے گہن
 اپنے گہن میں ملا یہ اور کسی فقیر کو دیدینے تو عورت کی طرف سے جائز ہے مرد کی طرف سے اس کو اپنے مال میں سے
 اپنے مال میں دی بھی جب عورت نے مرد کا فطرہ اپنے فطرہ میں ملا یا تو امام صاحب کے نزدیک خلط کی جہت سے مستحب ہو گیا ہو اس کی
 مالک عورت ہو گئی اور عورت کے ذمہ فتنے اناج کا تھان لازم آوے گا قالہ انسانی ہا کہ ان الاصلہ عند الامام استمراد بطلان بنظم حق صاحبہ عند
 لا مطلق فیہ اذن اجازت الزوج ختمہ پر یہ ہوجاے کہ سابق میں مذکور ہوئی یعنی مخلوط ہونا مستحب ہے امام صاحب کے نزدیک کہ مالک کے حق میں
 صحیح مطلق کر دینا ہے اور صاحبین کے نزدیک نہیں قطع کرنا تو فطرہ جائز ہو گا اگر زوج نے اجازت دی کہ لائی الظہیر بیع یعنی زوج کی طرف سے بھی
 جائز ہو گا و لو بانک کس قال فی النہج لہذا اگر صورت مسئلہ کی بالعکس ہو یعنی عورت نے مرد کو کہا کہ میرا فطرہ او اگر دے اور مرد نے عورت کا
 غلام اپنے غلام میں ملا لیا اور فطرہ دیا تو نہ میں کہا ہے کہ میں نے اس صورت کو نہیں دیکھا اور مقتضی مآثر جواز لہذا ہوا کہ اگر جو سابق میں
 مذکور ہوا یعنی ولو اذی عنہا بلا اذن اجزاء وہ مقتضی ہے کہ خاوند اور بی بی دونوں کی طرف سے جائز ہے بی بی عورت کی اجازت کے بھی ولا یجوز
 الامام علی حمدقہ الفطرہ کما لہ علیہ السلام لہ یفعل بدائع اور نہ بھیجے امام صدقہ الفطرہ کیے کسی ساعی کو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
 یہ نہیں کیا کہ فی البذلح ہم یعنی یہ ثابت نہیں ہوا اگر کسی کو آپ نے مقرر کیا ہو کہ وہ گشت کر کے صدقہ فطرہ وصول کر لائے قالہ انشاحی و صدقہ الفطرہ
 کا لڑکے کو فی المصارف فی کل حال اور فطرہ مصارف کے باب میں مانند زکوٰۃ کے ہر سب حالات میں ہم فی کل حال سے تقیم احوال مطلقا اور ہر وجہ سے
 مراد نہیں ہو گی کیونکہ ہر ایک کے لیے جہی شرطیں ہیں جو دوسرے کے لیے نہیں ہیں مثلاً زکوٰۃ میں شرط ہر سال اور نصاب نامی و عقل و بالغ اور
 فطرہ میں ایک بھی شرط نہیں ہے بلکہ بیان مراد تقیم احوال کی ہر مصارف میں بھی کرنے کے لحاظ سے یعنی نیت شرط ہونا اور تملیک یہاں تک کہ صرف
 اجازت کافی ہوگی کہ لائی البذلح یہ توجیہ وہ ہے جو مجھے ظاہر ہوئی قالہ انشاحی الا فی جواز الدفع الی الذمی وعدہ سقوطہا بطلان المال وقد مر
 مکر زکوٰۃ اور فطرہ میں اتنا فرق ہے کہ فطرہ ذمی کو دینا جائز ہے اور مال کے ہلاک ہونے سے ساقط نہیں ہوتا اور دونوں مسئلہ سابق گذر چکے ہیں
 باب المصروفین میں دوسرا اسی باب میں غائبہ میں ہے کہ ذمی کو فطرہ دینا جائز ہے اور مکر وہ ہے اور ہر ایک امام شافعی کے اور ایک روایت میں
 امام ابو یوسف سے جائز نہیں اور حاوی میں ہے کہ فتویٰ امام ابو یوسف کے قول پر ہی قالہ انشاحی ولو دفع صدقہ الفطرہ الی زوجہ غیر
 جاز وان كانت نفقہا علیہ عمدۃ الفتاویٰ للشیخین اور اگر دیا اپنا فطرہ اپنے غلام کی بی بی کو تو جائز ہے اگرچہ اس کی بی بی کا

اور بھارت کے روزہ کی کیسے نذر کی تو اس کے بارے میں دوسرے دونوں میں بھی رکھ سکتا ہے لیکن یہ حکم اس نذر کا ہے جس کو کسی چیز پر مشروط کیا ہو
 چنانچہ قبل اعتکاف کے تو کیا قالہ الشامی والکفائل الحنفی والفقہاء سب کفار کے روزوں کا قسم کا توڑنا اور قتل کرنا یعنی قتل کرنا کسی شخص کا
 خطرات قتل کرنا صید کا حرام میں شامی نے کہا کہ اعلیٰ وہ عبارت ہے جو فتح میں ہو کہ کفاروں کے روزہ کا سبب لگے یہاں میں قسم توڑنا اور قتل وغیرہ پہلے
 کہ اسباب میں یہ بھی تو ہیں عود پر غم کرنا ظہار میں اور روزہ تو نار رمضان میں توڑنا اور انا حرام میں قالہ الشامی ورمضان شہود جزو من الشہور
 من لیل او نھا کر حل الحذر کما فی الجنازیۃ اور سبب رمضان کے روزہ کا حاضر ہونا ایک جزو کا اس جیسے سے ہی حوالہ دات ہو یا دن بنا بر جزو
 سرخی کے جیسا جزیہ میں نزداختہ جزیہ وغیرہ اندلجوزہ الذی یمنک الشیء الصویر فیہ من کل یوادر و فخر الاسلام وغیرہ منہ بنایا
 کہ ہر یوم کا وہ جزو سبب ہے جس میں روزہ کی ابتداء ممکن ہو یعنی صبح صادق کے شروع سے دو پہر سے لے کر پہلے تک کیونکہ رات میں اور خود دو پہر اور پہلے
 بعد میں انتشار صوم ممکن نہیں اور رات میں تو صرف نیت ہی ایسا صوم نہیں کیونکہ صبح میں تصریح کی ہو کہ سبب جزو ہے جس کے ٹکڑے نہیں ہو سکتے ہر روز میں
 میں روزہ واجب ہوتا ہے اسی جزو کے متصل اور یہ کلام مجرب کا مقتضی ہے اس بات کو کہ سبب ہر دن کا جزو اول ہی جیسا اور علمائے بھی اسکی تصریح کی ہے
 قالہ الشامی حتی لو افاق المجنون و فی لیلۃ اوفی آخریامہ بعد الزوال لا یقضی علیہ وعلیہ العتق کما فی المجتبی والنہج عن الدرایۃ بمان تکلمہ
 مجنون کو کسی رات میں افاقہ ہو یا آخر روز رمضان میں بعد زوال کے افاقہ ہوا تو اسے قضا لازم نہیں اور اسی پر فتویٰ ہی جیسا مجتبیٰ میں ہے اور نہ بہر
 منقول ہو رہا ہے سے وضعی غیر واحد و حوالہ کی کما فی الذکیۃ اور بہت لوگوں نے اسکی تصریح کی ہے اور یہی حق ہے جیسا عامہ میں ہے صوم یعنی صاب
 نہایہ اور ظہیر اور قاضی خان اور غزالی اور سیحانی اور حمید الدین وغیرہم نے تصریح کی ہے کہ اس بات میں کہ اسکی تصریح کو ذخیرہ میں نقل کیا ہے
 لیکن یہ بھی نقل کیا ہے کہ روزہ صوم قضا صحیح ہے اور اسیدہ فقیہ تقدیر چلائے ہے شرح ملتانی میں ہے کہ یہی ظاہر الروایت ہے اور بدائع میں اسکی ہمارے
 اصحاب کی طرف نسبت کیا ہے اور خلاف نہیں نقل کیا اور ایسا ہی سراج میں ہے اور اسی پر جزم کیا زلیح نے اور ظاہر قدوری اور کتار اور
 ہر اب کا بھی اسی یرد لالت کرتا ہے حاصل ہے کہ دونوں قولوں کی تصریح کی گئی ہے اور متعدد دوسرے قول بھی کیونکہ وہ ظاہر الروایت ہے اور مستون کی
 پر معتقد ہیں قالہ الشامی وھو قسمہ ثمانیۃ فوجن وھذہ نوعان مغین کصوم رمضان اداء وغیرہ معین کصوم قضاء کصوم الکفارات
 اور صوم کی آٹھ قسمیں ہیں ایک فرض ہے اسکی دو قسمیں ہیں معین جیسے رمضان کے ادا کرنے اور غیر معین جیسے رمضان کے قضاء کرنے اور کفاروں کے
 روزے لکھنے میں عدم الازلۃ عند اول الذلک جملہ قالہ البیہقی تبع الابن الکمالی لیکن کفاروں کے روزے فرض علیٰ من نہ اعتقادی اسلیے
 اس کے منکر کو کافر نہیں کہتے یہی بنی نے کہا بنی کمال کی اتباع سے مایضی لا اصلاح میں کہا ہو کہ روزہ نذر اور کفارہ واجب ہے اسکی فرضیت
 پر جماع نہیں منعقد ہوا بلکہ اس کے وجوب یعنی نبوت پر عمل کے اعتبار سے نہ اعتقاد کے اعتبار سے یہی وہی ہے اسکا منکر کافر نہیں حاصل ہے اگرچہ
 لزوم ہر واحد کا کتاب اللہ اور جماع سے ثابت ہے لیکن سطح نہیں ہو کہ اسکا منکر کافر ہو جیسا مال فرض قطعی کا ہوتا ہے مثل رمضان وغیرہ کے
 اس تقدیر پر ہر مائیں کو مناسب تھا کہ کفارات کو واجب کی قسم میں ذکر کرتا جیسا ابن کمال نے کیا ہے قالہ الشامی و واجب وھو نوعان معین
 المعین وغیرہ معین کا گذر لفظ اور ایک روزہ واجب ہے اسکی دو قسمیں ہیں ایک معین جیسے ہر معین اور ایک غیر معین جیسے ہر مطلق ہم معین وہ جس کا
 خاص ہو مثلاً چھ روزہ اور غیر معین جیسے ایک دن کا روزہ مثلاً اور واجب کے اقسام میں ہر نقل روزہ جو شروع کرے تو روزے بالکل کی قضاء کو فاسد
 کر دے اور اعتکاف کے روزے قالہ الشامی واما قولہ تعالیٰ ولینو فونذ وھم قد خلدہ لخصوص کالندہ بعضیہ فہم یوقطعوا لیکن نزل جن سجا نقا
 کا دیونہ اندر ہم ہر خصوص وارد ہوا یعنی گناہ کی تراس میں سے مخصوص ہوں قطع نہ کرے لیکن مخصوص بعض قطع لایزال نہیں ہوتا وقیل قالہ

جیسا جزیہ میں
 نزداختہ جزیہ

فقیہ میں
 واجب نہیں
 نقل میں
 کہ وہ فتویٰ
 اسکی نذر

الاجمل وغیرہ واعتقدوا الشرب لانی اور کہا گیا ہے کہ نذر فرض ہی شارب نے کہا کہ قائل الکمل وغیرہ اور شرب لانی نے اس پر اعتماد کیا ہم پس ہمیں
پیشہ ہے کہ الکمل نے عنایت میں تو وجوب ثابت کیا ہی کر کے اس موضع کے سوا اور کہیں کہا ہو اور پھر وغیرہ میں مذکور ہو کہ اس کا قائل کمال ہو تو شاید
پہ شارب کے قلم کی خطا ہو تبسبب شاید دونوں لفظوں کے قائل اجملی اور کمال کا کلام فتح القدر میں یہ ہو کہ فرضیت اس سے مستفاد ہو کہ اجماعی
اس کے لزوم پر نہ آیت شریف سے کیونکہ وہ مخصوص بعض ہی قالہ شامی لیکن تعقبہ سعدی بالفروق بان المنذورة لا توحى بعد صلوة العصر بخلاف
الفاکة لیکن سعدی نے نذر کے فرض ہونے پر عرض کیا ہی اس فرق سے کہ صلوة مندورہ بعد عصر کے اور انہیں کجائی بخلاف قضا نمازوں کے تو اگر نذر فرض
ہوئی تو بعد عصر کی نماز کو وہ نہوتی ہو فرض علی الاطلاق کا کفارات یعنی عمدا لان جملہ انما بعد الفریق علیہ اور کہا گیا ہے کہ نذر فرض ہونا
اقتہ اقول کے جسے کفارات یعنی فرض علی ہی کیونکہ مطلق اجماع فرض قطعی کو مفید نہیں ہوتا ہم فرض علی کہ شارب کا توجہ کرنا ایسا ہے کہ خود بھی اسکو چھا
نہانے کا اسو اسطے کہ جو شخص آیت شریف سے فرضیت پر استدلال کرنا یہ وہ فرض قطعی کہتا ہے قطعی حیا اور زمین نصیر کی ہی اور اسی یسر فتح میں
عرض کیا ہی کہ آیت سے استدلال فرضیت پر نہیں ہو سکتا کہ وہ مخصوص ہو اور صدر شریعت نے اسکو چھوڑ کر حمل سے استدلال کیا ہی کہ فی شامی
کما بسط اخره جیسا تفصیل بیان کیا ہی خسرو نے ہم یعنی درمیں صدر شریعت کا یہ قول ذکر کیا کہ مندور فرض ہی ہو جس سے کہ لزوم ہکا بالا اجماع ثابت ہو پس
قطعی ثبوت ہوا پھر طرح جواب دیا کہ فرض سے مراد یہاں فرض ہتھادی ہو جس کا منکر کا فرہونا نہ چنانچہ عبارت ہادی ہی اس پر دلالت کرتی ہو اور فرضیت ان
معنوں سے مطلق اجماع سے ثابت نہیں ہوتی بلکہ اس اجماع سے جو ہوتا منقول ہو فرضیت پر جیسا رمضان کے روزے اور جب مندور میں اجماع فرضیت پر جو از منقول
نہو اتو تہ وجوب میں ہا سو سٹے کہ اجماع جو منقول بطریق شہرت یا حاد ہو وجوب کو مفید ہوتا ہی فرضیت کو قالہ شامی و فصل اخیر ہما اور ایک روزہ فضل و جہانہ
و جب سواد و سکر و زے ہم بیان نقل کے معنی لغوی مراد ہیں یعنی بنیادی معنی شری کیونکہ کہیں دونوں قسمیں مرد و کی بھی نقل میں اور کبھی کہا جاتا ہی کہ معنی شری ہی
مراد ہیں ہوجہ سے کہ روزہ ایام منیہ کا باعتبار ہی ذات کے عبادت مستحسہ ہی اور اس اعتبار سے کہ ضیافت غذا و تہی و گردانی کو مستارم ہی نہ ہو پس اپنی اصل کے
اعتبار سے مشروع ٹھہر اور مصنف کے اعتبار سے کہ وہ قالہ شامی بعد السنۃ کصو و رعاشور اعم التامہ نقل شامل ہی سنت کو جسے روزہ و سوین محرم کا مع
نویں کے ہم جو نقل کہ اس پر شخصت صلی اللہ علیہ وسلم نے قطبیت کی ہو یا خلافت سے راشدین نے حضرت کے بعد وہ سنت ہی پھر وہ وقم ایک منہ الہدی کہ کھانک
نہائی اور کراہت کو وجہ ہی جیسے جماعت اور اذان دوم سنت و اند جیسے عبادت ہی صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس و قیام و قعود میں اور کھانک کراہت کو موجب
اور ظاہر ہو کہ یہ ہم عاشر قسم ثانی میں ہی بلکہ ثانیہ میں ہی ملکتی ہو اور ایسا ہی ہر معین بن قائل قالہ شامی والحمد للہ کیا ام البیض من کل شہر
اور نقل شامل ہی مندوب کو جیسے ہر عین کے ایام میں ہو و نہ ہم بعض حضرت یحییٰ کی جو خذوف ہی یعنی شریعت میں جو دھوین پندرہویں شعب کا ذکر نہیں کیا
کیونکہ ہولیوں کے نزدیک شعب اور مندور میں قریب نہیں مینی وہ فعل ہی شخصت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر وہ طہت ملی ہو اگر کبھی نکایا ہو مگر رخت ہی طرف
ثابت ہو لہذا فی التخریر اور فقہا کے نزدیک شعب ہی جو حضرت نے بھی کیا ہو و کبھی نہ کیا ہو و نہ وہ صرف ایک بار یا دو بار جو از کی تعلیم کے لیے کیا
قالہ شامی ولو ہر الجموعہ و لو منفردا اور شامل ہی جمعہ کے دن کے روزہ کو اگر چاہیے ناما ہوجم نہرین اسکی تصریح کی ہی اور ایسے ہی بحر میں بیٹے کہا کہ
کہ جمعہ کا روزہ اگر کلا مستحب ہی اکثرین کے نزدیک جیسا دو شعبہ اور جمعہ سنت کا اور بعض دن سے سبکو کر دے کہا ہو و نہ سنی مثل مجتہدین اور یہ سبب بیان
کیا ہی کہ ان ایام کی فضیلت ہو اور بلکہ روزہ بن قبلہ والون کے ساتھ تشبیہ میں انہیں جو شاہ میں کراہت کیسے جمعہ کے روزہ کی نقل کی ہی سو وہ قول
بعض کا ہی اور ثانیہ میں ہی کہ کچھ مصنف نہیں جمعہ کے روزہ کا امام ابو حنیفہ اور محمد کے نزدیک کیونکہ ہما صدر ہی اس اشعار روزہ رکھتے اور اقطار
مکرتے تھے اور اس اثر سے استشہاد کرنا دلیل ہی اس بات پر کہ اباس سے مراد استحباب ہی اور ابو یوسف نے کہا کہ حدیث اسکی کراہت میں بھی وارد ہو پس

اصطلاح یہ ہو کہ ایک روز پہلے یا پیچھے ملائے قالہ الشامی وحکمہ وظولہ آج لہ فیضہ اور نفل میں ہی روزہ اگرچہ حاجی رکھے جو روزے سے نہایت مفید یعنی
 نوین بھر کا روزہ اگر کوئی حاجی رکھے کہ اسکو وقوف عرفات میں خلل نہ پڑے اور نہ جان کا خارج نہ ہو تو مکروہ نہیں گناہی محیط اور اگر ضعف طاری ہو تو مکروہ ہے
 کہ قالہ الشامی والمکروہ تحریمی کا لعیدیت اور نفل شائے ہی مکروہ تحریمی کو جیسے بعدین کا روزہ ہے یعنی اور ایام تشریق کا لذائی لہذا در الغلہ نصب
 کے علامت سے عطف ہی سنت پر با مرفوع ہے اور کا لعیدین خبر وہیں صورت میں جو تکلف نفل کے معنوں میں کیا گیا مکروہ کے شامل کرنے کو اسکی ضرورت نہیں
 قالہ الشامی وتنبہ ہر قس کا شہور واحد اور شائے ہی مکروہ تہنہ کو جیسا عاشور کا روزہ اکیلاہ یعنی اس طرح کہ نوین یا گیارہویں کو شکے ساتھ نکالایا جائے
 قالہ امداد پہلے کہ مشابہت ہی ہو وہ کے ساتھ لذائی محیط قالہ الشامی وسبب استجداء اور ہمنہ کے روز کا اکیلاہ کیونکہ یہود کے ساتھ مشابہت ہی
 لذائی البحر اور یہ علت کراہت تحریمی ہر دلالت کرتی ہی مکروہ کہ کہا جاوے کہ کراہت تحریمی قصد مشابہت سے ثابت ہوتی ہی وینروزہ و مہر جان تقید
 اور روزہ نور و ز اور مہر جان کا اگر قصد رکھے شکوم تبر و معرب ہی نور و ز کا اس روز کا نام ہی کہ آفتاب برج حمل میں آتا ہی اور مہر جان عرب ہی مہر کا
 وہ دن کہ آفتاب بنجران میں آتا ہی اور یہ دونوں فارسیوں کے عہد کے دن ہیں قولہ ان عمدہ لذائی محیط پھر محیط میں کہا ہی کہ مختار یہ ہر اگر پہلے سے روزہ رکھتا
 ہو تو نفل ہی کہ روزہ رکھے روزہ نفل ہی کہ روزہ رکھے کیونکہ اس روز کی تعظیم کی مشابہت ہو جاتی ہی اور ہر حرام ہی قالہ الشامی و صوم دھرم صومہ صحت و وصال
 و انفس کا نام مختار شائے ہی نفل کراہت کے ساتھ تحریر کے روزے کو اور سکوت کے روزے کو یعنی یہ کہ روزہ میں کلام نہ کرے اور کلام نہ کرنے کی کراہت اسوقت
 کہ محرم کے ساتھ مشابہت ہی کہ وہ روزے میں نہیں لگنے لذائی محیط اور شائے ہی وصال کے روزے کو یعنی کئی روزے میں پائے رکھے و بیچ میں فطار نہ کرے اور پھر روزہ
 رکھنا مکروہ ہے اگرچہ پانچ دن مراغت کے یعنی دونوں عید کے دن اور تین ایام تشریق میں فطار کرے ہم خلاصہ میں ہی کہ جب ایام منہ میں فطار کرے تو مختار یہ
 کہ کچھ منہ ایام نہیں قالہ الشامی و عندا عندا بی یوسف حکم محیط اور یہ امام ابو یوسف کے نزدیک ہی جیسا محیط میں ہم یعنی مکروہ ہونا مہر کے روزہ رکھنے کا
 امام ابو یوسف کے نزدیک اس جہت سے ہی کہ فرائض اور واجبات اور کسب ضروری میں ضعف طاری ہو گا یا روزہ رکھنا اسکی سرشت ہو جائے گی شفت
 لذائی بحلی فحی خمسہ عشرہ تفریع ہی لیسٹس پنج یعنی جملہ مذکورات جو نفل میں داخل ہیں ہندوہ میں ہم اس طرح کہ بعدین کو دو شمار کریں اور انوار کا دن کہ بہت
 منہ میں موجود ہی اس میں شامل نہیں لیکن مکروہ تحریمی سے ایام تشریق اور صوم یوم الشک باقی رہتے اور مکروہ تہنہ ہی سے عورت کا روزہ بدوین اپنے
 خاوند کی اجازت کے اور غلام کا روزہ بدوین ہولی کی اجازت کے اور اجیر کا روزہ بدوین مستاجر کی اجازت کے باقی رہتی اور مندوبات میں سے دو شبہ
 اور جمعرات کا روزہ اور صوم داؤد یعنی ایک روز صوم اور ایک روز فطار او شش عید کے روزے باقی رہتی قالہ الشامی و انوار عن ثلثہ عشرہ اور انواع صوم لایم
 کے تہہ ہیں سبعة متتابعہ سات قسین بلا فصل روزہ رکھے جاتے ہیں رمضان و کفارۃ ظہار و قتل و عین و فطار رمضان و نذر معین و کفارۃ
 ایک تو رمضان کے روزے دوسرے کفارہ ظہار کے روزے تیسرے کفارہ قتل کے چوتھے کفارہ عین کے پچھون کفارہ فطار رمضان کا چھٹے نذر معین توین و کفان
 واجب دستہ پنج فیہا نفل و قضاء رمضان و صوم متعہ و فدیۃ حلق و خرام صید و نذر مطلق اور چھ قسین وہ ہیں جنہیں کھنے والے کو اختیار ہی فصل کا
 ایک نفل دوسرے رمضان کی قضا تیسرے حج تمتع اور قرآن اس کے روزے یعنی جب استطاعت ذیحیٰ نو اور تین روزے ایام حج میں اور سات پھرنے کے بعد
 رکھے چوتھے سر منڈانے کے فدیہ کے روزے پچھون جزا صید کے روزے چھٹے نذر مطلق کے روزے یعنی جنہیں معین مہینہ یا پیار رکھے کی قید نہیں لگائی اور نہ نیت کے
 بانہ التمر ہذا فی صوم رمضان والنذر المعلن بعدتہ من الیل جب یہ ثابت ہو چکا پس صحیح ہر اداسے رمضان کے روزے اور نذر معین اور
 نفل کے رات سے نیت کرنے سے ہم ادا کی قید ہو سکتی لگائی کہ فضا رمضان کے اور قضا نذر معین اور نفل کی قضا لے یہ رات سے نیت کرنی اور تعیین مشروط ہی
 جیسا اولیٰ کا اور نفل سے مراد سوائے فرض اور وجیب کے یعنی سنت ہو یا مندوب یا مکروہ لذائی البحر والنہر اختیار میں کہا ہی کہ نیت شرط ہی روزہ میں بیٹھے

شاکر کوئی نسخہ
 روزہ رکھنا چاہتا ہے
 تو یہ چیز ضروری ہے
 کہ روزہ میں کھانے پینے
 سے احتیاط کرے

دلین جائے کہ روزہ رکھو گے اور رمضان شریف کی راتوں میں کوئی مسلمان اس سے خالی نہیں روزانہ سے نیت کا کہنا شرط نہیں اور بھرنے سے قبل کیا ہی
 کر سکتا تھا نیت ہی قالہ الشامی فلا تصوم قبل الغروب ولا عند غروب و بعد غروب سے پہلے اور غروب کے وقت صوم یعنی اگر نیت کرے غروب سے پہلے
 یا غروب کے وقت کہ میں کل روزہ رکھوں گا بھروسہ کیا یا بھوش ہو گیا یا غافل ہو گیا یا شاک کہ اگلے دن آفتاب کے نہ وال کا وقت آیا تو روزہ نہ ہوا اور اگر غروب
 کے بعد نیت کی تھی تو جائز ہے کہ فی النجاشی قالہ الشامی الی الضحوة لکن سے لا بعد ہا ولا عند ہا اعتبار الالاکثر انہ یوم صحیح ہویت نیت علیہ رکھو کہ
 تک نہ اس کے بعد روزہ اس کے متصل بلحاظ الزیوم کے صحیح ہے کہ ہر روز صوم اور نصف نہار شرعی ہو اور نہار شرعی شروع صبح صادق سے ہو غروب نہیں تک اور اسکو
 ازوال نہیں سے فقیر کیا جیسا قدری و مجمع وغیرہ میں بتعیر کیا ہے کیونکہ زوال کا وقت نصف روزہ طلوع آفتاب سے حالانکہ وقت صوم کا طلوع فجر سے ہی
 لکن فی البحرین الملبسوط ہذا میں جامع صغیر سے منقول ہے کہ نصف لہنا سے پہلے نیت ہو اور یہی صحیح ہے کیونکہ وجود نیت کا اکثر روزین ضروری ہے اور نصف
 روزہ طلوع فجر سے صحیح ہے کہ روزہ زوال تک ہر روز سے پہلے نیت شرط ہے تا کہ اکثر ہونا ثابت ہو قالہ الشامی وبمطلق النیۃ ای نیت الصوم قالہ
 مدلل من المصنف فی الیہ اور درست ہیں صیام مذکورہ مطلق نیت سے یعنی روزے کی نیت سے پس لہذا صیام سے صیاف الیہ کے صوم مطلق نیت سے کہ اس میں قر
 اور وجوب و سنت کی قید نہ ہو سیکے کہ تمام رمضان اپنے فرض و زون کے لیے پورا وقت ہو کہ میں و مرا صوم شروع نہیں پس فرض ہی کے لیے متعین ہوا اور
 جو شارح کی طرف سے متعین ہو اس میں نہیں کی ضرورت نہیں اور نہ زمین کو رمضان پر قیاس کیا کیونکہ رمضان شارح کی تعیین متعین ہوا و نہ نادر کی طرف سے
 تو دونوں میں مطلق نیت کافی ہو اور چونکہ بعض لوگوں نے اعتراض کیا تھا کہ مطلق نیت سے درست ہونا مستلزم ہو کہ کسی عبادت کی نیت سے روزہ درست ہونا چاہیے
 شارح نے ہکا جواب دیا کہ الف لام عوض مضاف الیہ کے یعنی نیت سے مراد نیت صوم کی ہو کہ فی الشامی وینتہ نقل بعد المزاحمہ اور درست ہے صوم
 مذکور فضل کی نیت سے کیونکہ رمضان و نہ زمین کا کوئی مزاحم نہیں جیسا مطلق نیت میں جان ہو چکا بخط فی وصف کثرتہ و جب آخر جلد دوم رمضان فقط
 لتعینہ بتعین الشارح اور درست ہے یا وجہ خط کے صحیح وصف مضافیت کے جیسے نیت کسی اور واجب کی کی لیکن صحت صرف ادا سے رمضان میں ہو نقل اور
 نہ زمین میں نہیں کیونکہ رمضان شارح کی طرف سے متعین ہو یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب شعبان گزر جاوے تو پھر کوئی روزہ نہیں پڑے رمضان
 کے بخلاف ذی الحجہ کے کہ ان کا وجوب نادر کے قبل ہے ہی جیسے دوسرے وجہ کی نیت کی ہو کہ یا پہلے کو یا ناطل کیا کہ فی الشامی الا اذا وقعت النیۃ من بعد
 او مسافر حیث یختار فی تعیین لحدہ تعیین فی حقہا یا استثنای نیتہ نقل و بخلاف فی وصف سے یعنی اگر جب کہ دفع ہویت مریض یا مسافر سے تو روزہ نہ پڑے
 ہوگا جو مریض یا مسافر نیت کرے کیونکہ صوم محتاج تعیین کا ہو وسطی عدم تعیین صوم کے مریض اور مسافر کے حق میں محتاج کی غیر مریض اور مسافر کی طرف سے ہی
 بنا وین ہر دو کے یا صوم کی طرف قالہ الشامی اور ہو سکتا ہے کہ محتاج بصیغہ مجہول ہو اور جار مجرور مقول بالمسم فاعلہ ہو فلا یقع عن رمضان بل یقع عما
 نوی من نفل او واجب علی و علیہ الا انہ یجوز پس نہ وقع ہوگا روزہ رمضان سے بلکہ اس سے واقع ہوگا جسکی نیت کی یعنی نفل با واجب ہو جیسا اس قول کے پیشتر
 متباح ہیں کہ فی البحرین ابن ہشام ہون بھرنے جو قول نسبت اکثر شارح کی طرف کیا ہے تو وہ مریض کے حق میں ہو اور مسافر کے حق میں یہ تفصیل ہو کہ اگر کسی دوسرے
 واجب کی نیت کرے گا تو اسی واجب کی طرف سے واقع ہوگا امام صاحب کے نزدیک اور اگر نفل کی نیت کرے گا یا مطلق نیت ہوگی تو امام صاحب دور و زمین میں
 صحیح ہے کہ رمضان سے واقع ہوگا اسو سطر نفل کا فارہ نوب ہو روزہ فرض وقتی میں یادہ ہو قالہ الشامی وهو الاصح سراج وقیل لکن مطلقا ہر الودایۃ فلا یفل
 المصنف تبعاً لکذا میں اور یہی صحیح ہے کہ فی الشامی اور کیا گیا ہے کہ یہ ظاہر الروایت ہو پس اسلئے مصنف نے اسکو اختیار کیا اور کے شرع سے و لکن فی اوائل الاشیاء
 الصحیح وقوع الکلی عن معصک سوا مسافر و نوی وجہ آخر و اختارہ ابن الکمال فی الشرح لایۃ عن البرہان انہ الاصح لیکن اوائل اشیاء میں ہے کہ صحیح ہے کہ مسافر
 رمضان ہی سے واقع ہوگا سوا اس صورت کے کہ مسافر نیت کرے کسی اور واجب کی اور اگر ابن کمال نے اختیار کیا ہے اور نہ لایۃ میں ہاں سے منقول ہے کہ یہی صحیح ہے

نفل رمضان سے
 مسلمان کو روزہ رکھنا
 ضروری ہے تا کہ اسکی جان
 محفوظ رہے و نہ جو شخص
 کی ذمیت کا مطلقان
 رکھتا ہے کہ کافر کا صوم
 ہو کہ فی الشرح ۱۱

خبر ما بان یمن لم یلا علی الفطر اور نیت نہیں باطل ہوتے انشاء اللہ کہنے سے بلکہ نیت کے رجوع کرنے سے باطل ہو جاتی ہے سطح کہ رات سے عزم کما
فطار کا ہم نہیں نفل ہوتی یعنی بھڑانا بھی صحیح ہے سو سہل ہے کہ یہ حقیقت میں ہشتا نہیں ہی بلکہ ہستانت اور طلب توفیق کو سہل ہے یہاں تک اگر راوہ ہشتا کا کہہ
با تحقیق تو صائم ہوگا جیسا شمار خانیہ میں ہے قالہ اشامی و نیتہ الصائم الفطر لغو اور روزہ دار کی نیت فطار کے باب میں لغو ہی یعنی مذکور نیت
وفطار سے روزہ ٹھیکہ و نیتہ الصوم و نیتہ الصلوہ صحیحہ و لا یفسدہا الا لفظ اور نیت روزہ کی نماز میں درست ہے اور بدون تلفظ کے نماز کو فاسد
نہیں کرتی ولو نوی القضاء صلا رکعات فلا فی قضیہ لہ افسد لان الجھل فی دارنا غیر معتد فلو یکمل المظنون لہ اور اگر مذکور نیت فطار روزہ
کی کرے تو وہ روزہ نفل ہوگا اگر کو توڑ دے تو فطار سے ہو سہل ہے کہ دار الاسلام میں جہل غیر معتبر ہے پس نہوا نفل روزہ نفل کے کذا فی الجہم فتح القدیر میں
ایک قول نقل کیا ہے کہ روزہ فطائر صورت میں ہو کہ فطائر نیت نہ ہو درست نہیں لیکن جب نہ جانتا ہو تو شروع کرنے سے لازم نہ ہوگا
شراح نے یہاں جواب دیا کہ دار الاسلام میں جہل معتبر نہیں خصوص اس صورت میں کہ عدم جواز نیت فطار کا ذکر ظاہر متفق علیہ ہے اور ظنی روزہ کی یہ صورت
ہے کہ ایک شخص خاص مکان سے کہہ دے روزہ ہے بشرط انظر لہ روزہ شروع کیا پھر اس کو ظاہر ہوا کہ میرے ذمہ روزہ نہیں تو اس شخص کو اس روزہ کا اتمام لازم
نہیں ہوگا کیونکہ اس نے اپنا ذمہ برہی کرنے کے لیے شروع کیا تھا نہ کہ اپنے ذمہ اکرام کیا ہو قالہ اشامی ولا یصام یومہ الشک وھو یومہ التلثین و
شعبان ان لو یکمل رکعاتہ و نفل رکعاتہ روزہ یومہ الشک کا یعنی تیسویں تاریخ شعبان کا اگر چہ برابر وغیرہ نہ ہو شراح نے شرح متنی میں کہا ہے کہ اس سے رد ہو گیا
کلام قہستانی وغیرہ کل یعنی اسے مقید کیا ہے کہ یومہ الشک اس صورت میں ہے کہ شکیبہ ہو بال رمضان کا اور معلوم نہ ہو کہ شعبان کی تیسویں ہے یا رمضان کی پہلی
یا ایک شخص یا دو فاسقون باللال دیکھا اور ان کی شہادت نامقبول ہوئی پس اگر تھان صاف ہوا اور کسی نے نہ دیکھا ہو تو یومہ الشک نہیں ہے اور ایسا بھی صحیح
میں ہے کذا فی اشامی علی قول یعدم اعتبار اختلاف المطالع لہجواز تحقق الرویۃ فی بلد الاخری واما علی مقابلہ فلیس بشک ولا یصام
اصلا شرح الجہم للعینی عن ائمہ یعنی شک کا روزہ بنا براس قول کے ہے کہ اختلاف مطالع کا معتبر نہ ہو کیونکہ ہو سکتا ہے کہ کسی دوسرے شہر میں نیت
ہوئی ہو لیکن بنا برقول اعتبار اختلاف مطالع کے یعنی ہر جگہ کا مطالع جدا جدا ہے ایک جگہ کا دیکھنا دوسرے کے لیے کافی نہیں تو اس صورت میں وہ
روزہ روزہ شک نہیں ہے اور روزہ بالکل نہ رکھا جاوے کہ کذا فی شرح الجمع للعینی عن الزاہری ہم یعنی ابتدا روزہ فرض نفل ہو سہل ہے کہ اس روزہ رکھنے میں کچھ حیات
نہیں بخلاف یومہ الشک کے قالہ اشامی الا فلا ہو یکرا غیرہ لکہ یومہ الشک میں بہت نفل روزہ کا معاف ہے نہ نفل اور نفل کے سوا دوسرا روزہ مکروہ ہی
ہم فرض ہو یا واجب نیت معینہ سے ہو یا متردد سے اور ایسے ہی مطلق نیت سے بھی مکروہ ہے کیونکہ مطلق اپنے افراد کو شامل ہو کہ کذا فی المعراج ولو صام لہ
اخو کر و تنزیہا اور اگر یومہ الشک میں کسی دوسرے واجب کا روزہ رکھا تو مکروہ تنزیہی ہو ولو جزمہ ان لیکن عن رمضان کہ کذا فی المعراج اور اگر باجماع
رمضان کا کر کے رکھا تو مکروہ تحریمی ہو ماسیلاً کہ اہل کتاب کی سبابت لازم آتی ہو کہ انھوں نے اپنے روزوں میں پھر دن بڑھائے اور اسی پر
حدیث شریف محمول ہو کہ رمضان سے ایک دور و پہلے روزے میں سبقت نہ کر و کذا فی البحر و یقع عنہ فی الاہم ان لہ یظهر رمضان قبلہ و واقع ہوگا
واجب سے جسکی نیت کی تھی اصح روایت میں اگر نظر ہو کہ وہ رمضان کا دن ہو مگر سراج میں ہے کہ جب کیسے اور واجب کی نیت سے اس روزہ رکھا
تو اسکے ذمہ سے وہ واجب ساقط نہ ہوگا کیونکہ جائز ہے کہ دن رمضان کا ہو پس شک کی اجرت واجب کا ادا ہو جانا ثابت نہوا اس سے معلوم ہوا کہ اگر حال
معلوم نہ ہو تو جسکی نیت کی تھی اسکے لیے بھی کافی نہیں پس منتصف کو یوں کہنا مناسب تھا جیسا ہر ایہ میں ہے کہ اگر نظر ہو کہ وہ دن شعبان کا ہے
تو جسکی نیت کی تھی اسکے لیے کافی ہے اصح روایت میں اور اگر ظاہر ہو کہ رمضان کا دن ہے تو رمضان میں مجرہ ہوگا کیونکہ اصلی نیت
موجود ہے قالہ اشامی والابان اظہرت فضا لوم مقیما اور اگر ایسا نہ ہو یعنی رمضان نیت ظاہر ہو جاوے تو وہ روزہ رمضان کا ہوگا

ان

۴
جہم نے فرمایا کہ روزہ فطار
کے روزے میں

کا ہر گاہ اگر شخص مقیم ہو کہ پہلے معلوم ہو چکا کہ مسافر اگر رمضان میں دوسرے واجب کی نیت کرے تو اسی واجب کا ہو گا جیسے کہ ادا ہے
 رمضان اس کے ذمہ واجب نہیں والتنقل فیہ احب افضل اتفاقا ان وافق صوما بعتاد و صام من اخر شعبان ثلثة فاکثر لاقول
 اور نقل کی نیت سے روزہ رکھنا شک کے روزہ بالاتفاق افضل ہو اگر موافق اپنی عادت کے روزہ کے ہو یا آخر شعبان میں تین روزے یا زیادہ رکھے
 نہ کم تر مبنی مثلاً اسکی عادت دو شبہ یا جمعرات کے روزہ کی ہو اور یوم الشک دو شبہ کو پڑا یا جمعرات کو یا یہ کہ آخر شعبان میں پچیسویں یا چھیسیویں
 سے برابر روزہ رکھنے شروع کیے اس میں یوم الشک بھی آگیا تو ان صورتوں میں روزہ افضل ہو لحدیث لا تقدوا امر رمضان بغير
 یوم او یومین کیونکہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ رمضان سے پیشدستی نہ کرو ایک دو روز کے روزہ کی ہم یہ حدیث صحیح ستہ میں ابو ہریرہ سے مروی
 روایت کی گئی ہے اس طرح کہ نہ سبقت کرو رمضان سے ایک روز یا دو روز کے روزہ کی مگر وہ شخص اگر اُس روز روزہ رکھنا ہو تو وہ اسکو رکھے اور
 اس سے مراد نفل روزہ کے سوا ہو اور ہر ایہ اور اسکی شرح وغیرہ میں تصحیح کی ہے کہ ممنوع تقدم ایدو روزے کا رمضان پر بقصد صوم رمضان کی
 اور وجہ تخصیص ایدو روزہ کی یہ ہے کہ اکثر نقصان کا احتمال ایدو مہینے میں ہوتا ہے پس ایدو روزہ زیادہ رمضان سے پیشتر رکھے اور اسکو احتیاط تقویٰ
 یہ مکر وہ ہے کہ ذانی الشامی مختصراً و اما حدیث من صام یوم الشک فقد عصی اللہ القاسم فلا یصل لیکن یہ حدیث کہ جسے روزہ رکھا بعد از شک میں اسے
 تا فرانی کی ابو القاسم مسلم کی تو اسکی کچھ اصل نہیں مگر زبانی نے بھی یہی کہا ہے پھر کہا ہے کہ موقوفہ اعمار بن یاسر سے یہ حدیث منقول ہے اور وہ اس حدیث
 میں مرفوع کی مانند ہیں کہنا ہوں کہ لا اصل کہ کو مرفوع ہونے پر حمل کرنا چاہیے ورنہ یہ حدیث موقوفہ اور دوسری مجاہد سے اور ابو عبیدہ سے اور
 اشکو بخاری نے تعلیقاً بیان کیا ہے اس طرح کہ قال صلی بن عمار عن عمار بن صام الخ قال لا الشامی واما من فی الفتح واکال یصوم الخ واصل فی غیر غلہم بعد
 الزوال بہ یعنی فی النہۃ النہی اور اگر نہ موافق ہو عادت کے روزہ کو اور نہ آخر شعبان کے تین روزہ رکھے تو خواص اُصل سدن کا روزہ رکھیں اور
 عوام بعد زوال کے افطار کریں اسی پر فتویٰ ہے تاکہ مہنی پر اقدام کی تمت سے بری رہیں مہنی فتح القدر میں ہے کہ خواص اس طرح روزہ رکھیں کہ عوام کو
 خبر نہ ہو تاکہ جہاں کو شبہ رمضان کی زیادتی کا نہ ہو ذانی الشامی وکل من علم کیفیۃ صوم الشک فیمون الخ واصل الا فاضل العوالم اور جو شخص چاہتا ہو
 کیفیت صوم الشک کی وہ خواص میں جو نہیں تو عوام میں والنیۃ المعتبرۃ ہنا ان ینوی التطوع علی سبیل الجہنم من کال بعتاد صوم ذلک
 الیوم اما المعتاد فیکلہ اور نیت اتبہ کیفیت صوم الشک میں یہ ہے کہ نفل کی نیت کرے بطور یقین جو اسدن کے روزہ کا عادی نہیں ہو اور جو عادی
 ہو اسکا حکم سابق میں گذر چکا کہ مکروہ نہیں ولا یحظر ببالہ انہ ان کان من رمضان فہذا ذکرہ لخص زادہ اور اپنے دلیل اس بات کا خطرہ ہی نہ کرے کہ اگر وہ
 دن رمضان کا ہو تو یہ روزہ رمضان کا ہو ذکر کیا اسکو اخذی زادہ سے ہم حاصل یہ کہ نیت میں تردد نہ کرے کہ اگر وہ دن شعبان کا ہو تو روزہ نفل ہے اور اگر شعبان
 کا ہو تو روزہ فرض ہے بلکہ نفل محض کی نیت کرے بقیۃ اور مضایق کا خطرہ دلیلیں آج بعد نیت نفل کے مضر نہیں کیونکہ آخر احتیاط روزہ رکھنا ہے کذا قالہ الشامی
 ولیس بصائد لوجہ وین اصل النیۃ بان لوی ان یصوم عند ان کان من رمضان ولا فلا صول لعلہ اور اس شخص کا روزہ نہیں ہو جسے
 اصل نیت میں تردد کیا یعنی اس طرح نیت کی کہ کل اگر رمضان ہو گا تو روزہ نہیں تو نہیں کیونکہ یقین نیت کا نہیں کما انہ لیس بصائم او لوی انہ لم
 یجد خلاء فیہ واصل ففطر جیسا اس شخص کا بھی روزہ نہیں ہے کہ نیت کی اگر صبح کو ناستہ ملا تو روزہ نہیں ہو افطار و یصوم صائم اما لکل
 لوجہ فی وصفہا بان لوی ان کان من رمضان فہذا ذکرہ لخص زادہ اور اپنے دلیل اس بات کا خطرہ ہی نہ کرے کہ اگر وہ دن شعبان کا ہو تو روزہ نفل ہے اور اگر شعبان
 میں تردد کی یعنی اس طرح نیت کی کہ اگر دن رمضان کا ہو تو روزہ رمضان کا ہو نہیں تو کسی دوسرے وجہ سے و کذا لیکرہ لوطا لافاضل ان کان من رمضان لا یفل
 اور ایسا ہی مکروہ ہے اگر کہا میں روزہ سے ہوں اگر دن رمضان کا ہو اور نہیں تو روزہ نفل ہے لکن وہ دین مکروہین اور مکروہ ذمہ کیونکہ نیت میں

مسئلہ کیونکہ
 اصل نیت میں
 تردد نہیں
 ۱۳

ترجمہ درمیان دو مکروہوں کے یعنی فرض واجب کے پہلے مسلمان یا درمیان مکروہ اور غیر مکروہ کے یعنی فرض و نفل کے دوسرے مسئلہ میں فان ظہرتم قضاء فعدہ لا فقل فیہما ای لو اجب النفل غیر مضمون بالتضاع لعد النفل قضاء پس اگر واضح ہوا کہ وہ دن رمضان کا ہو تو وہ روزہ رمضان ہی کا ہوگا نیز تو نفل ہوگا دونوں صورتوں میں یعنی واجب اور نفل میں ایسا کہ توڑنے سے قضا لازم نہ آوے گی کیونکہ قضاء نفل نہیں تمام اس لیے کہ سن و وجہ استقام فرض کا قصد رکھنا تھا تو نفل روزہ کے مانند ہوا سو جب سے کہ دونوں میں استقام نہ نظر ہو نہ التزام قالہ الشامی اکل المثلوه مناسباً قبل الغیہ کا کلمہ بعد ہوا و صبح شہر و ہبائۃ فقط کا لکھنا بھوکہ نیت سے پہلے ایسا ہو جیسا بد نیت کے بھوکہ لکھنا اور یہی صحیح ہو کذا فی شرح و ہوا نیم یعنی یوم الشک میں ایک شخص نے نصف روز تک انتظار کیا اور بھوکے سے اس عرصے میں کچھ کھا لیا پھر معلوم ہوا کہ رمضان کا دن ہو تو اگر اب روزہ کی نیت کرے گا تو جائز ہوگی اس واسطے کہ بھوکہ لکھانے سے روزہ نہیں بائنا اور ایک قول یہ ہے کہ نہیں جائز ہو جیسا قنیدہ میں ہے اور اس کا جزم کیا ہے سراج اور شربلا میں قالہ الشامی رای مکلف ہلال رمضان والقطر و رد قولہ بدلیل شرعی صام مطلقاً وجوباً قبل یا کس عاقل یا نفل ہلال رمضان کا دیکھا یا سید کا اور سکا تو دل حجت شرعیہ کی رو سے نہانا گیا یعنی فاسق ہوئی جب سے یا غلطی کی وجہ سے تو وہ روزہ رکھے بہر صورت میں عید کا چاند ہوا رمضان کا وجوب یا اور کھا گیا ہو کہ روزہ رکھے نہ یا ماقبل یا نفل یعنی اگرچہ فاسق ہو کذا فی البہار اور اگر لڑکا یا مجنون دیکھے تو واجب نہیں اور یہی حکم ہے اگر خود امام تنہا دیکھے اور لوگوں کو نہ روزے کا حکم کرے نہ افطار کا اور خیر الدین ربی نے کہا ہے کہ اگر دیکھنے والی جماعت ہو اور انکی شہادت مسترد ہو گئی ہو جماعت عظیم نہوتے کی جہت سے تو ہر صورت میں بھی حکم ہو فان افطر فمضی فقط فیہما الشبہۃ الرحم پس اگر افطار کیا تو صرف قضا لازم ہو و دونوں میں صبی کفار نہیں واسطے شبہ مسترد ہونے شہادت کے کہ ہم اونٹنی نہ رہے کہ یہ ملت متوط کفارہ کی ہے ہلال رمضان میں لیکن عید کے چاند میں اس جہت سے کفار نہیں کہ اسکے نزدیک وہ عید کا دن ہو کذا فی النہر وغیرہ اور شاہ اسکو ظہور کی جہت سے بیان نہیں کیا قالہ الشامی واختلف المشائخ لعدم المرجح ایتۃ عن المتقدمین فیما اذا افطر قبل الرمہ لشہادۃ و الراہج عدم وجوب الکفارة و صحیحۃ خیر واحد لا تراہم حتی ان یکون خیلاً کالہذا اور شایع نے اختلافات کیا ہے اسوجہ سے کہ متقدمین سے کوئی روایت نہیں ہے نہ کہ افطار کرے نہ شہادت سے پہلے اور راجح یہ ہے کہ کفارہ واجب میں اور سبکی تصحیح کی ہے بہتوں نے کیونکہ جو اسے کھا ہے شاید خیال ہو ہلال بنوہ حضرت عمر سے منقول ہے کہ جسے چاند دیکھا تھا اسکو کما کہ اپنی بھوکہ دھوپانی سے پھر کما اب بنا چاند کمان ہو اسے کما وہ تو کما ہو گیا جب فرمایا کہ بال بھو و نہیں قائم ہو گیا تھا تو نے اسکو چاند جان لیا کذا فی سراج اور جیسا پہلے مذکور ہوا یہ ملت ہلال رمضان میں ہو سکتی ہے اور عید میں یہ کہ اسکے نزدیک وہ عید کا دن ہو قالہ الخلی دام بعد قولہ فی کفارۃ و کو فاسق لا صحیح لیکن بعد قبول شہادت یعنی رمضان کے چاند میں پس کفارہ واجب ہے اگرچہ فاسق ہو صحیح روایت پر ہم کیونکہ وہ تو لوگوں کے روزہ رکھنے کا دن ہے پس اگر عدل ہو تو چاہیے کہ وجوب کفارہ میں خلاف نہ ہو کیونکہ کفارہ کی وجہ یہ ہے کہ فاسق کی شہادت پر حکم لگانا جائز نہیں اور وہ یہاں نیتی ہو کذا فی البہار عدم جواز سے عدم حلیہ کر کیونکہ قضا فاسق کی شہادت پر صحیح ہے اگرچہ قاضی گنگار ہوتا ہے کذا قالہ الشامی و قبل بلا دعوی و بلا لفظہ اشہد ببلال و مجلس قضاء لا نہ خبر لا شہادۃ للصائم مع عدل کفیم و غبار اور قبول کجا و سے روزہ رکھنے کے لیے خبر عادل کی آسان میں روگ ہونے سے مثل ابو غبار کے بغیر دعویٰ اور بغیر لفظہ اشہد کے اور بدو حکم اور مجلس قضاء کے بوجہ اسکے کہ یہ خبر شہادت نہیں خبر عدل او مستوسط ما صحیح الذی از حدی خلاف ظاہر الرایۃ خبر عدل منقول المسمی فاعلم فی قبل کا یعنی قبول کجا و سے خبر ایک حدیث و آئینی ہے نہ گار کی یا ایک متور المال کی بسند ابی اس قول کے کہ بزاری نے اسکی تصحیح کی ہے ظاہر الروایت کے خلاف م اور معراج اور نہیں میں بھی اسکی تصحیح کی ہے اور فتح المسدیر میں کہا ہے کہ یہ روایت حسن کی اور علوانی نے اسکو لیا ہے اور نور الایضاح والا بھی وہ بھی لیا ہے میں کتا ہوں کہ یہ بھی ظاہر الروایت ہے کیونکہ حاکم شیبہ نے یعنی جسے امام محمد کے

مسئلہ حدیث وہ لکے ہو کہ
ہمیشہ تقویٰ اور ہر وقت پر
قائم کرے اور بیان
ادنی درجہ شہادتی ہو
کہ نہ لڑکا نہ کافر نہ عیسیٰ
امور صائر پر اور خود
کے خلاف سے ہیں
اور لازم ہے کہ مسلمان
اقبل یا نفل ہو کذا فی
البہار

اقوال اُنکی کتابوں سے حج کیسے ہیں جو ظاہر الروایت کلماتے ہیں کافی بین یہ کہا ہو کہ قبول کیا ہو سے شہادت مسلم اور مسلمہ کی خواہ عا دل اور غیر عا دل اور غیر عادل سے ہر دستور ہوتا قال الشامی لا فاسق اتفاقاً نہیں مقبول روزہ کے لیے قول فاسق کا بالاتفاق ہم اس واسطے کہ فاسق کا قول ایسے دینیات میں مقبول نہیں جنگا حاصل ہوتا عادلون سے ہر سر ہو سکتا ہو جیسے روایت امام دین بخلات پانی کی طہارت و نجاست وغیرہ کے اسکی خبر میں نکل گئی ہے اس لیے کہ بعض اوقات ایسی چیزوں کا ملنا عادلون سے میر نہیں ہوتا قال الشامی وهل له ان يشهد مع علمه نفسه قال الزنادی لفعلا ان الفاضل رجعا قبله ورايا فاسق مجاز ہوا اسکا کہ شہادت دیوے باوجودیکہ اپنا فسق جانتا ہو بزازسی نے کہا کہ ان اس واسطے کہ قاضی کبھی فاسق کی شہادت قبول بھی کر لیتا ہو ہم حوااتی نے کہا کہ عادل کو لازم ہو اگرچہ لوثی یا پردہ نشین ہو کہ اس رات شہادت ادا کرے کہ کوئی کسب جمع کو افطار نہ کر لیں اور یہ شہادت فرض میں ہو لیکن فاسق اگر جانے کہ حاکم میرا قول مان لے گا تو اسچیز ادا سے شہادت واجب ہو اور دستور میں روزہ میں کذا فی لہاج ولو کان العدل قنا او اتی او احد وحده فذات ما بین کیفیة الوقتیة والحمد للہ اگرچہ عادل مذکور غلام ہو یا عورت یا نکاحا تمت میں پڑا ہو کہ توبہ کر لی ہو کیفیت رویت کی بیان کرے یا کفر سے باہر مذہب درست کے ہم برخلات امام فضلی کے وہ کہتے ہیں کہ واحد عدل کی خبر جب مقبول ہوتی ہے کہ تفسیر کرے اور کہے کہ چچ شہر کے باہر جنگل میں دیکھا ہے کہ شہوت پر کے ٹکڑوں میں دیکھا ہے اور بدوں ایسی تفسیر کے مقبول نہیں کذا فی نظیرہ قال الشامی وتقبل شہادۃ واحد اخر کعید ولفظہ اور مقبول ہو گا وہی ایک کی دوسرے پر جیسے مقبول ہو شہادت غلام اور عورت کی ہم یعنی بخلات شہادت علی الشہادت کے اور احکام میں کہ وہ مقبول نہیں جب تک ایک شخص بی گواہی پر دو مرد یا ایک مرد و دو عورتین شاہدین نہ ہوں کہ اقامہ الجلبے ولو علی مثلہما اگرچہ شہادت غلام اور عورت کی اپنی مثل پر ہو ہم اس تعیم سے یہ نکالا کہ ان دو نوکی شہادت آزاد اور مرد کی شہادت مقبول ہو اور کو صاحب نہرے بطریق بحث بیان کیا ہے اور کہا کہ میں نہیں دیکھا ویجب علی الجارۃ الخدمۃ ان تخرج فی لیلہا بلا اذن مولیٰ کا ہوا تشہی والیٰ اور واجب ہو لوثی پردہ نشین پر مٹی جو مردوں میں آمد رفت نہیں رکھتی کہ نکلے اس رات بدوں اجازت اپنے مولیٰ کے اور شہادت ادا کرے جیسا حافظہ میں جو ہم اور یہی حکم آزاد عورت کا ہے کہ بے اجازت اپنے خاوند کے نکلے اور غیر خذریہ یا بے نکاح بطریق اولیٰ نکلیں قال الطحاوی اور ظاہر یہ کہ ہر حال میں کہ اثبات رویت اس پر موقوف ہو ورنہ نکلنا لازم نہیں قال الشامی وشرط للفطر مع العلة والعدالة لنصاب الشہادۃ ولفظ الشہادۃ فمضمون لحد فذہب لخلق لقم العبد اور ہلال عید میں غبار وغیرہ کے ہوتے عادل ہونے کے ساتھ نصاب شہادت موال یعنی دو مرد یا ایک مرد و دو عورتین شرط ہو اور نقض شہادۃ اور محدود فی القصد ہونا شرط ہو کیونکہ ہمیں نفع بندہ کا متعلق ہوم بعلت ہر شرط شہادت مذکور کی فطر میں نہ صوم میں نہ بی چونکہ صوم امر دینی ہے اس میں یہ شرط نہیں اور فطر میں نفع دینا ہی ہے پس در حقوق کے مشابہ ہوا پس جو چیزیں حقوق میں شرط ہیں وہ بیان بھی شرط ہونگی قال الشامی لکن لا تشترط الدعویٰ کما لا تشترط فی عتق الامۃ وطلاق الحر بلین شرط ہو لوثی کے عتق میں اور جرہ کے طلاق میں ہم لوثی کی زادی میں دعویٰ اس لیے شرط نہیں کہ اس میں حق العبد کے ساتھ حق ابد قائلے کا بھی ہو یعنی حفاظت اپنی فحی کی بہ طرح فطر اگرچہ حق عید ہو لیکن اس میں بھی حق اللہ قائلے کا ہو یعنی صوم اس روز کے روزہ کا حرام ہونا اور صلوة عید کا واجب ہونا اس لیے ہم بھی دعویٰ شرط نہیں ہوا اور طلاق میں جرہ کی قید سے مفہوم ہونا ہو کہ زوجہ مملوکہ میں دعویٰ شرط ہو اور طلاق مملوکہ میں طلاق معلوم ہونا کیونکہ انسانی ولو کانوا بیلدۃ لا حاکم فیہا صا موا تقول نقیۃ اور اگر لوگ ہو میں ایسے شہر میں یا گا تو نہیں کہ اس میں حاکم ہو یعنی نہ قاضی نہ مالی تو روزہ رکھیں ایک مستند کے قول پر مٹی روزہ رکھنا فرض ہے اسکا ہوتا ہے مصنف کی شرح سے ہم میں کہتا ہوں کہ ظاہر یہ ہے کہ گائون والو پر روزہ لازم ہو تو پوچھی آوازوں سے بائند یونکی روشنی سے اسے کہ ہر ظاہر روزہ اور غلبہ ان کو مفید ہو اور غلبہ ان میں حجت ہو عمل کیو اسے جیسا علمائے فقیر کی ہے اور یہ احتمال کہ رمضان کے سوا کسی ورثی کیو اسے ہو یہ کیونکہ ہر وقت

بیشک میں نہیں کیے جاتے مگر ثبوت رمضان کے لیے قالا الشامی و افطرہ اباجار علیہ السلام العلة للصحة اور فطار کرین دعا اول خبر دینی سے
اگر آسمان میں بخار وغیرہ ہو اسلئے ضرورت کے ہم یعنی ہوجہ سے ضرورت ہو کہ کوئی جاگم موجود نہیں جبکہ سانسے شہادت ادا کیا جائے اور یہ علت متعلق ہے
صاموا اور فطروا دونوں کے ساتھ قالا الشامی ولورایہما کاحد واحد خلیف المصوم بین نصب شدہ بین اھم بالاصوم بخلاف العلة فی الجواز
اور اگر ایکلے حاکم نے چاند دیکھا ہو تو روزہ کے چاند میں اشکو بہ اختیار ہو کہ کوئی شاہد اپنے قول پر ضرر کرے یا کوگوں کو روزے کا حکم دے بخلاف عبد کے ہاں
کہ اصمین ایک آدمی کافی نہیں جو کذا فی بھر ہو مٹع شبنا ہر سے بغرض کہ اپنی شہادت پر دو سر اثابہ مصین کرے تاکہ دو سر شخص شہادت پر شہادت
اداکرے افادہ الجلی لیکن جو ہر کی عبارت آن نصب من شہد عنہ الخ ہو اور اسکے معنی ظاہر ہیں کہ حاکم اپنی طرف سے کوئی نائب
مقرر کرے تاکہ اس نائب کے سامنے شہادت گزرے جیسا علمائے خصوصیت کے بائیں کہا اگر حاکم کو کسیکے ساتھ حضومت واقع ہو تو ایک نائب مقرر کرے
کہ اسکے رو برو مقدم پیش ہو کیونکہ حاکم کا حکم اپنے اوپر درست نہیں اور چھنے جو پستی کے اسکی دلیل یہ ہے کہ بعض نسخوں درختار بن منصب نائب ہو
بدلہ منصب شاہد کے قالا الشامی ولا عبادة بقول الموقنین لوعد علی الذہب اور نہیں اعتبار بخوبیوں کا اگرچہ علوکا ہوں بنا بر مذنب صحیح م
یعنی وجوب صوم کے باب میں سراج میں کہا ہے کہ ان لوگوں کا قول بالا جمل مستبرنین او خود نمج کو نہیں جائز ہے کہ اپنے حساب پر عمل کرے اور نہ میں ہے
کہ نمج کے قول پر کہ غلامی تاریخ چاند و کمالی دیگر روزہ لازم نہیں اگرچہ صحیح عدل ہوں صحیح روایت پر کذا فی الشامی قال فی الوہبا ینف
س وقول اولی التوقيت یلس بموجب وقیل نعم والبعض ان کلن یکثر رہبانہ میں کہا ہے کہ قول اوقات ضبط کرنے والوں کا روزہ
رکھنے کا موجب نہیں اور کہا گیا ہے کہ بان اور بعض کا قول بھی اگر تیرہ دن میں یہ عبارت یعنی قتل نعم موہم ہو سکے کہ دو سر قول یہ ہے کہ عمل کو موجب ہو مالا کہ
ایسا نہیں ہے بلکہ خلاف صرف جو از احتیاد میں ہو اور نیز میں تبخون قول نفل کیے ہیں پس پہلے قاضی عبدالجبار وصاحب مجمع العلوم سے نقل کیا ہے
کہ نمجون کے قول کے اعتبار کرتے ہیں کچھ سنائیقتہ نہیں واربن مقابل سے نفل کیا ہے کہ وہ اسنے پوچھا کرتے تھے اور اسنے قول کا اعتبار کرتے تھے بلکہ
اسکی جماعت متفق ہوتی تھی پھر شرح سرحدی سے نقل کیا کہ یہ بعید ہے اور حسن اللئم حلوانی سے کہ وجوب موم اور افطار کی شرط روت ہی ہے ورنجونا قول
ما خود نہیں پھر عبدالائمہ ترجمانی سے نفل کیا کہ محاسب بخلفہ سواس شاذ و نادر کے اور شافعیہ مشیق بن کنجوسک قول کا اعتماد نہیں کذا قالا الشامی
وقیل بلا علة جمع عظیم یقع العلم الشرعی وهو غلبۃ الظن بخیر ہم اور قبول کیا جاوے جب آسمان صاف ہو تو جماعت عظیم کا کہ حال ہو علم شرعی
یعنی غلبۃ ظن اسکی خبر سے م یعنی جب مطلع صاف ہو تو خبر ایک شخص کی مستبرنگوی کیونکہ ایک شخص کو نظر آتا اور ایک خلق کو نظر نہ آتا نا وجود دیکھ سب
اسکی طرف متوجہ ہیں اور کوئی ملغ نہیں اور یکی بیانی درست ہے اگرچہ بعض تیز نظر ہوں اسکی غلطی کی دلیل ہو کذا فی ابوجعلی نے کہا کہ جماعت میں
اسلام اور عدالت شرط نہیں جیسا امداد افشاء میں ہے اور نہ حریت اور نہ دعویٰ میاقتستانی میں کہ جن کتابوں جو امداد کی طریقت نسبت ہا سو میں ہے
الحجین ملاخلہ کیا وہاں نہیں پایا اسلام شرط نہونے میں نظر ہو کیونکہ حج عظیم سے بیان یہ مراد نہیں ہے کہ حد تو اترا کہ پہونچے جس سے علم طلعی حاصل ہوتا ہے کہ
اسمیں سلام شرط نہونکہ مراد یہ ہے کہ غلبۃ ظن کو مفید ہو اور اسمیں سلام شرط نہونہا اسکے لیے کوئی صریح نفل چاہیے قالا الشامی و علم شرعی سے مراد اصطلاح
اصولیوں کی ہے جو موجب عمل کا ہوتا ہے نہ وہ علم جو فقہین کے متنوں میں ہے یا سرفض کی ہر منفذ اور غایۃ البیان و بحر میں نقلا عن الفقہاء و صدر الشریعہ نے جو علم
معنی نہیں لیا جو این مال نے اسکو دیکھا ہو کہ خطا ہو صدر الشریعہ سے قالا الشامی وهو مفوض الی رای الا امام من غیر تقدیر بعد علیہ السلام اور
امام کی رائے پر مقرون ہو بغیر تصدیق کے بنا بر مذنب صحیح کے م سراج میں کہا ہے اس جماعت کی تشدد و ظاہر راہ وابتدہ میں نہیں ہے اور ایک روایت ابن سبت
ست مردہ ہیں وبعض کے نزدیک اکثر اہل محلہ اور بعض کے نزدیک ہر مسجد میں ہے ایک یاد اور خلعت میں آپ نے کہا ہے کہ تلخ میں قلیل ہیں

اور ان سب میں سے صحیح یہی ہے کہ امام کی رائے پر منہ نہیں بنانا چاہئے بلکہ دین کی دینی اور صحت کے لئے تو صوم حکم دے اور وہاں میں سے کوئی صحیح
 کہا ہو اور شریعتی نے اسکا اتباع کیا ہو اور بجز منہ سے نکلے گا جو حق ہے جو محمد و ابو یوسف سے روایت کیا گیا ہو کہ اعتبار خبر متواتر آنے کا ہو
 ہر طرف سے اور نہ میں کہا ہو کہ یہ صحیح سراج کے موافق ہے قالہ الشافعی عن اکام انہ یکتفی بآحادین واختلاف فی الحج اور ایک روایت
 اکام صاحب سے یہ ہے کہ اکتفا کیا جاوے دو کو ہوں پر اور بجز میں سے کسی نہ کیا ہو کہ اس مانہ میں چاہیے کہ عمل اسی روایت پر ہو اسکا
 کہ لوگ چاند دیکھنے سے کالی کرے میں اس علمائے جو لکھا ہو کہ جم غفیر لال کے طالب میں پختی ہو گیا پس دیکھنے والے کی غلطی کا احتمال غیر ظاہر ہے
 اسکی تائید کی کہ دلوا بھیر اور ظہیر یہ ظاہر اولالت کرتی ہیں کہ ظاہر الروایت صرف اشتراط عدد ہے نہ صحیح عظیم اور عدد تو درہم بھی صادق تھا اور اسکی
 صادق رکھا ہو نہیں اور شرح میں قالہ الشافعی وصح فی الاقصیۃ الکفاء لواحدان جاء من خارج البلد وکان مکان من فہم وختار
 ظہیر الدین اور اقصیۃ میں درج ایک کتاب کا نام ہے تصحیح کی ہے کہ ایک شخص کفایت کرتا ہو اگر شہر کے باہر سے آیا ہو کسی اونچے مکان پر ہو اور اسکی تائید میں
 اختیار کیا ہو اور فتاویٰ مغربی میں اسی پر اعتماد کیا ہو اور یہی قول ظاہر سے کا ہو اور امام محمد نے اسکی طرف اشارہ کیا ہو اصل کی کتاب
 الاستحسان میں مگر خلاصہ میں کہا ہے کہ ظاہر الروایت یہ ہے کہ شہر اور خارج شہر میں فرق نہیں ہے کہ ان فی المخرج وغیرہ میں کہنا ہوں کہ نہا
 میں کہا ہو کہ بیسوط میں ہے کہ امام اسکی شہادت رد کرے کہ آسمان صاف ہو اور وہ شخص شہر والا ہو پس اگر آسمان میں ابر ہو یا وہ باہر سے
 آوے یا اونچے مقام پر ہو تو ہمارے نزدیک مقبول ہوگی پس انقضائے اولالت کرتا ہو کہ ہمارے ائمہ نکتہ کا یہی قول ہے اور محیط میں سی پر ہرگز کیا ہو
 اور اسکے مقابل کو بالفاظ قبل بیان کیا ہو پھر ذکر کیا ہو کہ وجہ ظاہر الروایت کی یہ ہے کہ روایت مختلف ہوتی ہے ہر اعتبار ہوا کے صفائی و کدورت کے
 اور باعتبار مکان کے نیچے اور اونچے ہونے کے کیونکہ منہ کی ہر اسات ہوتی ہے شہر کی نسبت و کبھی لال اونچے مکان سے نظر آتا ہو تو اس
 شخص کی نظر و حلال ظاہر ہوا بلکہ ظاہر کے موافق ہو الی سوا اس کلام میں تصحیح ہے کہ یہ ظاہر الروایت ہے اور حقیقت میں ایسا ہی ہے کیونکہ بیسوط میں
 کتاب ظاہر الروایت سے ہو پس معلوم ہوا کہ دونوں روایتیں ظاہر الروایت میں کذا فی الشافعی و طریق اثبات رمضان العیدان یدعی کالہ
 معلقہ بدخول بقض دین علی الحاضر فقیہ الدین والنوکالہ وینکر الدخول فی شہد الشہود برقۃ الهلال فیقض علیہ بقیۃ دخول الشہر
 ضمنہ لعدم دخول تحت الحکیم اور رمضان اور عید کے اثبات کا طریق یہ ہے کہ کوئی شخص کسی حاضر پر غائب کے دین کے قبضہ کرنے کی
 وکالت کا دعویٰ کرے جو مشروط ہو رمضان یا عید کے آنے پر پھر یہ شخص حاضر دین و رکعات کا اقرار کرے اور رمضان یا عید کے آجانے سے انکار کرے پھر
 رویت لال پر گواہی دین پس حکم لگایا جاوے ادا دین کا شخص حاضر پر اور مینے کا داخل ہونا ضمتا ثابت ہو جاوے گا کیونکہ مینا زیر حکم داخل نہیں م
 قیسی مجہول ہے یا معلوم ہے اور داخل ضمیر مدعی کی جو سیاق عبارت سے معلوم ہے یعنی مدعی دعویٰ کرے کسی شخص حاضر ہے کہ فلا نے شخص کے ہر ذمہ ہوتا ہے
 دین اور مجہول اسے کہہ یا ہو کہ جب رمضان داخل ہو تو تو وکیل جو دین کے قبضہ کرنے کے لیے اور مینا زیر حکم داخل نہیں بلکہ مصلحت ہے کہ رمضان کا روز غیر
 ثبوت بھی واجب نہ کہتا ہے یعنی صرف خبر سے کیونکہ وہ دینیات میں سے ہے اور وجوب صوم سے ثبوت رمضان لازم نہیں آتا اور ہر وقت میں تاکہ وصل کے اثبات
 بطریق مذکور یہ ہے کہ جماعت عظیم پر ہر وقت فریگا اگر آسمان صاف ہو کیونکہ شہادت ثبوت وکالت پر ہر وقت دخول رمضان کے نہ رویت لال پر اور وکالت
 دو گواہوں کا ہے ہر کسی جو حق عید ہونے کی جہت سے اور وکالت ثابت نہیں ہوتی جب تک رمضان کا دخول نہ ہو اور جب دخول ضمتا ثابت ہو تو روزہ
 واجب اقالہ الشافعی شہد وانہ شہد عند قاضی مصر کذا اشاہدان برقۃ الهلال فی لیلۃ کذا وقضا لہما ووجدہما یجتمع شرائط
 الدعوی قضای جازہذا القاضی ان یحکم شہادۃ لہما یقضی ثبوت من شہد لہما ثبوتہ اور میں بخون میں شہدوا لبقط مع ہر اس سے مراد

ما فوق الواحد یعنی اگر دو گواہوں نے گواہی اس بات پر دی کہ عصر کے قاضی کے سامنے فلا نے شہادت دیا ہے یا نہ کی گواہی دی ہے اور وہ ان کے قاضی نے اس پر حکم لگا یا ہو اور شرائط دعویٰ کی سطحانی نہیں تو اس قاضی کو جائز ہے کہ انکی گواہی پر حکم لگا دے لان قضاء القاضی حجة وقد شهد وابہ اس واسطے کہ ان کے قاضی کی قضیہ بحث پر وہ بیان کے گواہوں کی شہادت ہی کا لو شہد و ابوہ فیہ خیر کاند حکایہ نہ حکم دیوے قاضی اگر شہادت دیوین خبر کی رویت پر اس واسطے کہ یہ حکایت جو ہم یعنی نہ اسخون نے اپنی رویت بیان کی نہ غیر کی رویت کی شہادت ہی صرف غیر کی رویت کی حکایت کی کذا فی فتح القدیر میں لکھا ہوں کہ ایسا ہی ہو اگر غیر کی رویت کی شہادت دی اور اس بات کی کہ اس شہر کے قاضی نے لوگوں کو روزہ کا حکم دیا اس واسطے کہ یہ فعل قاضی کی حکایت ہو اور وجہ نہیں بطلان قضاء قاضی کے اور اس واسطے مجموعہ شرائط کی قید لگائی نہ لو استفاض الخبر فی البلدة الاخری الامام علیہ السلام صیوم من اللذہ بختہ وغیرہ ان اگر کسی شہر سے شہر میں بکثرت خبر شائع ہو جاوے تو انکو لازم ہوگا روزہ رکھنا یا نہ نہ یہ صحیح کذا فی المجتبیٰ ہم وغیرہ میں ہے کہ شمس اللہ جلوانی نے لکھا کہ صحیح ہمارے مذہب میں ہے کہ خبر جب پھیل جاوے اور شوق ہو جاوے دوسرے شہر میں تو انکو بھی لازم ہوگا اس شہر کا حکم رعیتی نے لکھا کہ ہنفاضہ کے سنی یہ ہیں کہ اس شہر سے جماعت متعدد اگر بیان کریں یا انکی خبر کو انہوں نے روزہ رکھا چاند دیکھ کر نہ مجرد شمس پھیلی سے کہ نہ معلوم ہو کہ کسے خبر شائع کی چنانچہ بہتری خبر میں شہر میں شہرت پکڑاتی ہیں اور زمین معلوم ہوتا کہ کسے شائع کیو چنانچہ حدیث میں وارد ہے کہ آخر زمانہ میں شیطان مجمع میں بیٹھ کر ایک بات کہیگا اور لوگ اسکا نکرور کھینچنے اور کہنے کہ یہ نہیں جانتے کہ اسکا کوئی سقم کی بات لائق سماعت کے بھی نہیں ہے یا یکہ اس سے کوئی حکم ثابت ہو میں لکھا ہوں کہ یہ بخوبی معلوم ہے اور اسکی طرف قول ذہیر کا اشارہ کرتا ہے اور ہذا ہنفاضہ و تحقق کذا فی الشامی ولعل صوم ثلثین بقول عدلین حل القطر لاء متعلقہ بصوم وبعد متعلقہ یحل الوجوب فیضا للشماعاد اور حکم روزہ کے قول سے روزہ رکھا ہو تو بعد ہر دن کے افطار حلال ہے بسبب جو ہونے لفظ شہادت کے شائع نے لکھا کہ یہ متعلق ہے صوم سے اور لفظ بعد ظن ہے فعل حل کا ہم یعنی اگر کسی صومین رات کو ابر ہو تو بالاتفاق صبح کو افطار حلال ہے اور یہی حکم ہے اگر آسمان صاف ہو جیسا تصحیح کیا ہے اور ابہ اور خلاصہ اور بنابر یہ میں واسے یہ خلاف تصحیح کی ہے مجموعہ الذی ازل میں اور سیدنا صر الدین نے کذا فی الامداد اور علامہ نوح نے اتفاق نقل کیا ہے دوسری صورت میں بھی بدلے اور سراج اور جو ہر سے اور کہا ہے کہ اتفاق سے مراد ہمارے علماء ائمہ کا اتفاق ہے اور خلاف جو منقول ہے صوم بعض شائع کا ہے اور قیض میں ہے کہ فتویٰ افطار کی علت بزرگ کذا فی الشامی ولو صاموا بقول عدل حیث یجوز وغیرہ لال الفطر لایحل علی المذہب خلافاً لہم کذا فی المستدرک روزہ رکھا ہو ایک عدل کے قول سے صیوم کہ جائز ہے اور مال ہے جو کہ عید کے چاند کے دن ابر ہے تو افطار حلال نہیں صحیح مذہب ہے یہ خلاف قول محمد کے یہی مصنف نے ذکر کیا ہے صحت جو زمین ثبوت تفسیر ہے یعنی صیوم کہ قاضی نے شہادت ابر میں قبول کر لی ہر آسمان صاف ہو لیکن قاضی زمین سے ہے جو ایک کی گواہی قبول کر لیتے ہیں کذا فی الفتح یعنی شافعی لزم ہے یا قول لہامی پر عمل کرتا ہو ایک شخص کی گواہی مان لیتے ہیں جب آسمان صاف ہو لیکن ایک کنگل سے آیا ہو یا شہر بزرگ اونچے مکان پر ہو اور سابق میں اس روایت کی ترجیح گند چکی اور غم لال افطر حلال ہے یہی قید اس واسطے لگائی کہ فعل خلاف ہو جیسا مصنف ذکر کیا ہے قال الشافعی لکن نقل ابن الکمال عن الذخیرۃ انہ ان غم لال افطر حل اتفاقاً لیکن ابن کمال نے ذہیر سے نقل کیا ہے کہ اگر مال صیوم کے نظر آنے کے روز ابر ہو تو بالاتفاق افطار حلال ہے ہم یہ استدراک ہے اس پر جو مصنف ذکر کیا کہ خلاف امام محمد کا اس وقت ہے کہ عید کے دن ابر ہو صیوم کہ ذہیر میں ہے اور معراج میں مجتبیٰ ہے تبصر ہے کہ افطار کی علت بالاتفاق ہے اور خلاف اس صورت میں ہے کہ ابر نہ ہو اور چاند نظر نہ آوے تو شیخین کے نزدیک افطار نہیں حلال اور امام محمد کے نزدیک حلال ہے جیسا شمس اللہ نے لکھا ہے اور شرب لالی نے امداد میں تحریر کیا ہے وغایت البیان میں لکھا ہے کہ محمد کے قول کیوہم کہ وہی قول اسے ہے کہ افطار ایک شخص کے قول سے ثابت نہیں ہوا ابتداً و بلکہ ثبات ہو اور بہتری چیز میں ضحائیت ہو جاتی ہیں اور قصد انہیں ثابت ہوتی اور امام محمد

ملکہ جہ شہرت پکڑے
افشاءت ہو رہی ہے اور شہرت
صوم لازم ہے

سے پوچھا تو جواب میں یہ کہا کہ افطار قاضی کے حکم سے ثابت ہوا واحد کے قول سے نہیں یعنی جب قاضی نے رمضان کے چاند میں ایک کیسی کوئی
 قول پر حکم لگا یا تو اس بنا پر افطار بعد یہ دن کے ثابت ہو گیا قالہ الشامی وفي الزیلعی الاشبه ان غم حل لکالا اور زلیعی میں ہے کہ مشائخ
 یہ کہ اگر ابراہیم جو افطار حلال ہے اور جو نہ تو نہیں وہ لال الاضیعی وبقیۃ الاشہد التسعة کا لفظ المذہب اور بقیۃ کا چاند اور باقی بولنا
 مانند عید کی صحیح مذہب پر ہم قولہ والا ضعیفی کا لفظ یعنی ذوالحجہ شوال کے مانند پہلے برین ثابت ہوگا مگر دو مردوں سے یا ایک مرد و دو عورتوں سے
 اور صفائی کی حالت میں زیادتی عدد کی ضرورت ہے اور نوادین امام صاحب سے روایت نقل کی ہے کہ وہ مانند رمضان کے ہے اور تحفہ میں اس کی تصریح کی ہے
 لیکن روایت اول ظاہر الذہب ہے اور پہلی تصریح دایہ اور اسکی شرح اور تبیین میں کی ہے پھر تصحیح مختلف ہوئی اور پہلی کو ترجیح اس واسطے ہے کہ وہ
 مذہب ہے کذا فی البحر اور باقی نو حینے کا چاند مثل عید کے چاند کے ہے یعنی انہیں قبول ہوگی مگر گواہی دو مردوں کی یا ایک مرد و دو عورتوں کی جو
 آزاد ہوں اور تحت زمانہ میں ہزار یا فتنہ ہوں جیسے اور احکام میں کذا فی البحر عن شرح مختصر الطحاوی اور ماہادین ذکر ہے کہ ان مہینوں کا حکم
 صفائی کی حالت میں مانند رمضان اور عید کے ہے یعنی جماعت عظیم چاہیے لیکن خیر انہیں میں نے کہا ہے کہ ظاہر ہے کہ باقی مہینوں میں ابراہیم وغیرہ میں
 کچھ فرق نہیں کیونکہ جماعت عظیم کی شرط نہیں پائی جاتی یعنی سب لوگوں کا متوجہ ہونا چاہیے دیکھنے کو پہلے مرد و مردوں سے گواہی دی صفائی کی صورت
 میں شعبان کے چاند کی اور شعبان بہ ثبوت شرعی ثابت ہو گیا تو ہم دن کے بعد رمضان ثابت ہو جاوے گا اگرچہ رمضان صفائی کی حالت میں دو
 شخصوں کی گواہی سے ثابت نہیں ہوتا کیونکہ اس صورت میں اس کا ثبوت ضمنی ہے اور ضمنیات میں پیشی باقرین میں درگزر ہوتی ہے جو
 جو قصبات میں نہیں ہوتی قالہ الشامی ورفیقہ بالتمہ واللہ الا یہ مطلقا علی المذہب شکرہ الحداد اور جو بلاغین کو نظر آوے وہ اگلی
 رات کا شمار کیا جاوے گا ہر صورت میں صحیح مذہب پر ذکر کیا اسکو حدادی سے ہم یعنی قبل زوال کے نظر آئے یا بعد زوال کے اور مذہب کے سنی
 یہ کہ قول ابی حنیفہ و محمد کا جو بدل میں کہا ہو پس وہ دن رمضان کا ہوگا طرفین کے نزدیک راہیوسف کہتے ہیں کہ اگر بعد زوال کے نظر آیا تو
 شبیک آئینہ شب کا ہے اور اگر قبل زوال کے نظر آیا تو پچھلی شب کا ہے اور وہ دن رمضان کا ہوگا اور اسی خذات پر شوال کا چاند ہے کہ طرفین
 کے نزدیک آئینہ شب کا ہے ہر صورت میں اور وہ دن رمضان کا ہوگا اور ابوسف کے نزدیک اگر زوال سے پیشتر نظر آیا تو چاند شب
 گذشتہ کا ہے اور بعد عید کا ہے اسلئے کہ لال قبل زوال کے نظر نہیں آتا حکوۃ مگر یہ کہ دو رات کا ہو پس لال رمضان میں وہ دن رمضان کا ہونا
 ضروری ہوا اور شوال کے چاند میں عید کا دن اور طرفین کے نزدیک اصل یہ ہے کہ دن کی ریت کا اعتبار نہیں اعتبار ریت بعد الغروب کا ہے کیونکہ
 حضرت نے امر فرمایا صوموا لرویتہ وافرطوا لرویتہ پس مرموم و افطار کا ریت کی سبقت کو صوم اور افطار پر اعتبار ریت سے ہر مہینے کے آخر وقت تمام کی ریت
 انتہی لغت مفت القدیر میں ہے کہ حدیث شریف موجب ہے ریت کی سبقت کو صوم اور افطار پر اعتبار ریت سے ہر مہینے کے آخر وقت تمام کی ریت
 ہونے کا ایک صحابہ اور تابعین میں بعد ہم کے بخلاف ما قبل الزوال کے متفقین تاریخ اور شمار امام ابو حنیفہ و محمد کا قول ہے قالہ الشامی اختلاف مطالع
 و ریتہ ہذا قبل الزوال و بعدہ خیر معتبر علی ظاہر المذہب علیہ لکثر المشاکم و علیہ التوجہ عن الخلاصۃ اور اختلاف مطالع کا اور دن
 چاند دیکھنا زوال سے پہلے یا بعد زوال کے غیر متبرجہ ظاہر مذہب پر اور اسی پر اکثر مشائخ ہیں اور اسی پر فتویٰ ہے کہ کذا فی البحر عن الخلاصۃ م
 جانتا چاہیے کہ نفس تطلعات میں نزاع نہیں ہے یعنی کسی دو شہر میں اتنا بعد ہوتا ہے کہ ایک میں لال ایک تاریخ نظر آوے دوسرے
 میں نظر نہ آوے کیونکہ انفصال لال کا شعل شمس سے مختلف ہوتا ہے باعتبار اختلاف ملکوں کے اور یہی حال ہے اختلاف مطالع شمس کا کہ جب
 ایک ملک میں صبح ہوگی تو بعض میں سورج نکلیگا اور بعض میں غروب ہوگا اور بعض میں آدھی رات بلکہ مطالع کے اعتبار کرنے میں خلاف

کے دن نظر آنا نہ ہو
 ایک رات کے
 اس اعتبار سے دوران
 کہ ایک رات کے
 رات کا حوالہ
 اس وقت نظر آتا
 ایک رات کے
 پھر مذہب کے بعد چاند
 قبل زوال نظر آیا تو چاند
 ظاہر ہونے کے دوران
 کہ اس شمس مطالع
 دیکھ چاند کے دیکھ
 اور افطار کر دے
 دیکھ چاند

ہو کہ ہر قوم کو اپنے مطلع کا اعتبار لازم ہو اور غیر کے مطلع پر عمل کرنا لازم نہیں یا یہ کہ اختلاف کا بالکل اعتبار نہیں بلکہ جس جگہ چاند پہلے نظر آئے
سب کو اسی پر عمل کرنا لازم ہو یا نہ ہو کہ اگر مشرق میں جمعہ کی رات کو چاند نظر آیا اور مغرب میں ہفتہ کو تو اہل مغرب پر لازم ہو کہ بموجب رویت
اہل مشرق کے عمل کریں پس بعضے قول اول کے قائل ہوئے ہیں اور زبیری اور فیض نے اسی پر اعتماد کیا ہے اور شافعیہ کے نزدیک بھی یہی صحیح
ہو کیونکہ ہر قوم کو خطاب اللہ کے موافق ہے صیوات و قات صلوٰۃ میں اور ظاہر الروایت قول ثانی ہے اور وہی ہمارے یہاں معتبر ہے اور انکیون اور غیلان
کے نزدیک بھی کیونکہ خطاب عام ہر مطلق رویت کے ساتھ حدیث صوم الرویت میں بخلاف اوقات صلوٰۃ کے قالہ الشافعی فیلزم اہل المشرق برویت
اہل المغرب یا ثابت عندہم رویۃ اولئک بطریق موجب کما ہیں اہل مشرق کو روزہ با انظار لازم ہوگا اہل مغرب کی رویت سے جبکہ ثابت ہو
مشرق والوں کو ان لوگوں کی رویت اس طریق سے کہ عمل کو موجب ہو جیسا سابق میں گذرا ہے یعنی دو آدمی شہادت پر شہادت دینے حکم کا ضعیف پرستار ہے
یا نہ مستغنی ہے بخلاف اس صورت کے دو آدمی شہادت دیوں کہ قائلے شہد الون نے دیکھا ہے کیونکہ یہ حکایت ہر طبعی و قال الزلیجی لا شبہ اند
یعتبر اور زبیری نے کہا کہ مشابہت یہ ہو کہ اختلاف مطلع مستبرہ قال الکمال الاخذ بظاہر الروایۃ احوط کما نے کہا ہے کہ ظاہر الروایت
اعتدین اعتدایا زیادہ ہو فرسہ ملکہ مقتضی حاج کا اذا راوا الهلال بیکہ ان یشعروا الیہ لانہ من عمل الجاہلیۃ کما فی السراجیہ
و کما فی الذاریۃ جب چاند دیکھیں تو کمرہ ہو کہ اسکی طرف اشارہ کریں کیونکہ عمل جاہلیت کا ہو جیسا سراجیہ میں ہے اور بزازیہ کے باب الکلیۃ
میں م یمنی اگرچہ بقصد دکھلانے دوسرے شخص کے ہو جسے نہیں دیکھا ہے اور علت بظاہر دلالت کرتی ہے کہ گراہت تشریحی ہو قالہ

باب ما یفسد الصوم وما لا یفسدہ

بہ باب ہر ان چیزوں کے بیان میں جو روزہ کے مفسد ہیں اور جو مفسد نہیں م مفسد کی دو قسمیں ہیں ایک جس سے صرف قضا لازم ہو دوسرے جس سے قضا
اور کفارہ دونوں لازم ہوں اور جو مفسد کی بھی دو قسمیں ہیں ایک وہ جسکا کرنا مباح ہو دوسرے وہ جسکا کرنا مکروہ ہے الفساد والیطلاب
والعیادات سیات فساد اور طبلان عبارات میں برابر ہیں م اور معاملات میں فرق ہے اگر معاملہ کا اثر کچھ مرتب نہ ہو تو طبلان ہے اور اگر اثر مرتب
ہو پھر اگر اثر عارض مطلوب ہو تو فساد ہے نہیں تو صحت ہر طبعی عن الجریان اسکا یہ ہے کہ اگر عینہ کو بجا تو اثر معاملہ کا یعنی ملک اثر غیر مرتب ہے تو بیچ باطل
ہوئی اور اگر غلام کو شرط فاسد سے بچاؤ شتری کے حوالہ کر دیا تو شتری اسکا ملک ہو جائے گا لیکن اسکا فسخ کرنا دونوں کے ذمہ واجب ہے تو بیچ فاسد ہوئی
اور اگر غلام کو بدو ن شرط فاسد سے بچاؤ شتری اسکا ملک صحیح ملک کے ساتھ ہو گا بیچ صحیح ہوئی قالہ الشافعی اذا اکل الصائم او شرب او جامع حال کونہ
ناسیا فی الفرض والنفل قبل النیۃ او بعد ہلک الصائم صحیح عن القنیۃ اذا اکل الخ شرط ہو اسکی بیۃ الم نظر کے آدمی یعنی روزہ نہیں ٹھیک
کھاوے روزہ دار یا پیوستہ ایماں بھول کر فرض میں یا نفل میں نہ سے پہلے یا بعد صحیح الروایت پر کہ انی البحر عن القنیۃ علی الصحیح قبل النیۃ کے ساتھ مطلق ہے
اور اسکی تصحیح تا نارخانیہ میں بھی نقل کی ہے اور اسکی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے رمضان ثابت ہونے کے انتظار میں افطار کی چیزوں کو کھنکھایا اور
بھول کر کچھ کھا لیا تو بعد چھی بیت روزہ کی کر سکتا ہے اور یہ مسئلہ پہلے گذر چکا بخلاف مستقل کے کیونکہ اگر وہ پہلے نیت کے کھائے تو اسکو تاسی نہیں کہتے اور اسکی
حکم جو صوم قضا و کفارہ میں ان النیۃ نسیان تصور ہو سکتا ہے ادا سے رمضان میں اور زمرہ میں قالہ الشافعی ان ان ینکس فخلع ینکس کما مر حکم یہ دلائل
پر نہ یاد کرے م یعنی جب بھول کر کھاوے پھر کوئی شخص اسکو روزہ یاد دلاوے اور وہ نہ یاد کرے پھر کھائے تو صوم فاسد ہو جائے گا صحیح روایت میں
برخلاف بعض کے کہ ان فی الطبیۃ اس واسطے کہ خبر ایک شخص کی دانات میں مقبول ہے میں عسیر واجب تھا کہ نال کہتا اور اور صحت انکس کرنا کہ انی
کہتا ہوں لیکن اسپر کفارہ نہیں مختار ہے جیسا تا نارخانیہ میں ہر متقول انصاب کذا فی الشافعی دینا کہ لو قویہ والا کلا اور یاد دلاوے روزہ دار کو

باب ما یفسد الصوم وما لا یفسدہ

اہل لغت کے پھر کہا ہے کہ قبل اور بعد دونوں فیجہن حکم میں قال الشامی دکن الاستمناء بالکف وان کرہ تحریرا لحدیث ناظم المید ملعون
اولیایا ہی منی نکالنا ہاتھ سے غیر منہ ہے اگرچہ مکروہ تحریری ہے بموجب حدیث ناظم المید لکھوون کے ہم یہ حکم اس صورت میں ہے کہ انزال نہ ہو
لیکن اگر انزال ہو تو قضا لازم ہوگی جیسا منقذات میں تصریح آئی اور یہی شہا ہے کہ شراح کے کلام سے متبادر انزال ہی ہے بقریہ مابعد کے پس
یہ مبنی ہے غیر متبادر پر قال الشامی ولو خاف النجس جہا ان لا وبال علیہ اور اگر زمانہ کے خوف سے منی ہاتھ سے نکالی ہو تو توقع ہے خضاسے
کہ اس فعل کا اسپر کچھ وبال نہ ہو مگر سراج میں ہے کہ اگر اس فعل سے ارادہ تکلیف نہ ہو تو مفرط کا ہر جو د لکھو احاطہ کر رہی ہے اور شخص نے نکاح ہر نہ بی بی کر
تہ باندی یا ہر لیکن اس تک پہنچنے کی قدرت نہیں تو ابوالیث نے کہا ہے کہ میں توقع رکھتا ہوں کہ اسپر وبال نہ ہو لیکن جس صورت میں کہ مفرط لینے
کے لیے کریگا تو نگار ہوگا کذا فی الشامی او اذ دخل ذکرہ فیہیمۃ او مینۃ من غیر انزال یا اپنا عضو مخصوص کسی چوبایہ میں داخل کیا
یا انسان مردہ میں بغیر انزال کے یعنی اس سے صوم نہیں جاتا اگر انزال ہوگا تو قضا لازم ہوگی او مس فرج بھیۃ او قبلہا فانزل یا کسی
جانور کی پیشانی گاہ کو ہاتھ لگایا اسکا منہ چوم لیا پھر انزال ہوام یعنی باوجود انزال کے اس صورت میں روزہ نہیں جاتا تو بغیر انزال بطریق
اولی بخا دیگا اور پھر اور زلیجی وغیرہ میں اجماع نقل کیا ہے کہ روزہ نہیں جاتا اس صورت میں اگرچہ انزال بھی ہو جاوے قالہ الشامی او اذ
فاحلیہ ماء او دھنا وان فصل لے المئانی علی المذہب یا ٹیکا یا اپنے عضو کے سوراخ میں پانی یا تیل اگرچہ نشانہ تک پہنچ جاوے
صبح مذہب پر مبنی اس سے بھی روزہ نہیں جاتا یہ قول ہے ابو حنیفہ کا اور محمد بھی اُنکے ساتھ ہیں اظہر روایت کے موافق اور ابویوسف کہتے
ہیں کہ روزہ جاتا رہتا ہے اور اختلاف مبنی ہے اس بات پر کہ نشانہ اور جوت میں تنفس ہر بائین اور ظاہر ہے کہ اسپر منفذ نہیں اور پیشاب اسپر براہ
مسات شل حرق کے معج ہوتا ہے اطباء ایسا ہی بیان کرتے ہیں زلیجی اس سے معلوم ہوا کہ پانی یا تیل اگر ذکر کی گئی میں رجاوے تو بالاتفاق روزہ
فاسد ہوگا قالہ الشامی واما فی قبلہا ففسد اجماعا لانه کا کھنڈہ لیکن پانی یا تیل عورت کی شرمگاہ میں ڈالنا روزہ کا منفس ہے بلا اجماع
کیونکہ وہ مانند حنہ کی ہے او اجمع جنبا وان بقی کل الیوم او اعتاب من العنبة یا حالت جنابت میں صبح ہو گئی اگرچہ تمام روزہ جنب میں
رہا یا غیبت کی تب بھی روزہ نہیں جاتا او دخل انفہ مخاط فاستنمہ فدخل حلقہ وان نزل لہ من الفہ یا دخل ہوا لکی ناک میں یعنی خڑ
سے او تر یا ریشٹ پھر اوپر کو کھینچ لیا پس حلق میں چلا گیا اگرچہ ناک کی پھنگ تک آ جاوے ہم یعنی ان سب سے روزہ فاسد نہیں ہوتا کما لو
توطب شفاہ بالبراق عند الکلام ونحوہ فاتبعہ او سال رقیقہ لاذقہ کا کھنڈہ فاستنمہ جیسا کہ مرہو جاوین ہوئے تھو کہ
سے بات کرنے وغیرہ میں پھر اسکو نگل جاوے یا پونچ جاوے لہا ب اسکا تھوڑی تک شل دھاگے کے اور نارڈ ٹوٹے پھر اسکو سانس سے چڑھا
لیوے ہم بعض نسخ میں فاستنمہ ہے استنشق سے اور وہ مناسب نہیں کیونکہ استنشق ناک سے ہوتا ہے ولو عد خلافا للشافعی فی القادر علیہ
فیض الاحتیاط اگرچہ اوپر چڑھا لینا یا کھینچ لینا ریشٹ اور تھوک کا بالقصد ہو یعنی اسے روزہ نہیں جاتا برخلاف امام شافعی کے اسپر جو قدرت
رکھتا ہے کفار کے پھینک دینے پر یعنی باوجود قدرت کے اگر نگل جاوے تو اُنکے نزدیک روزہ فاسد ہو جاوے لگا پس احتیاط چاہیے ہم کیونکہ
اختلاف کی رعایت مندوب ہے اور یہ فائدہ ابن شہنہ نے بیان کیا ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر بغیر نگل جاوے مہد اسکے کہ کھنڈہ کا رنے
کے باعث حلق سے منہ میں آ گیا ہے تو ہمارے نزدیک روزہ فاسد نہیں ہوتا قالہ الشامی او ذاق شتیاً بقعہ وان کرہ یا کچی کوئی چیز منہ
سے اگرچہ کھنڈہ ہو لہو لعیط جوا الشرط نہیں ٹوٹتا روزہ ان صورتوں مذکورہ میں شاح نے کہا کہ لم یطرحوا اب ہر شرط
کا جو شرط باب میں مذکور ہے یعنی اذا اکل الخ وکذا لو قتل کھنڈہ بنزاقہ مراد ان بقی فیہ عقد البزاق اور یہی حکم ہے اگر

شہدے اور اہل لغت کے

یعنی منی میں جابو

سے
کے سب کے خدو نہ
مبائے ہر

اگر دھاگا یا ثما متھوک میں ترک کر کے چند بار اگرچہ بھیج متھوک کی گرد باقی رہ گئی ہو مگر یعنی جب ناگاہانہ کا ۱۱۰ دیکھو ۱۱ متھوک میں اسکو بھگو دے
 سچا اسکو منہ میں چند بار ڈالے اگر کچھ متھوک تھوٹا گئے ہوں لگا سچا سے تو روزہ نجاو گیا اور زندگی کے نظم میں ہر کہ روزہ جاتا رہتا ہے اگر کئی
 القیہ تالہ الشامی کا ان یون مصلوباً وظہر عذ فی الرفقہ وابتلعہ ذاکل مگر مکیہ ہونا گانگین اور اسکا رنگ متھوک میں ظاہر ہو سچا بھگو
 نکل جاوے اور روزہ یاد ہو تو اس صورت میں روزہ ٹوٹ جاوے لگا و تطہیرہ ابن الشخہ فقال سے مگر بدل انخطا بالمریق فالتلاہ بادخالہ
 فینہ لا یتضرہ اور اسکو این شمنہ نے نظم کیا ہے اور کہا کہ بار بار ناگاہ بھگوئے والا متھوک میں بانٹتے ہوئے نہیں نقصان و ثلما ہوتا ہے اگرچہ میں
 داخل کرنے سے یعنی صوم ناسد نہیں ہوتا مگر بہت اضعاف ہو اور بالریق متعلق بل کے اور بادخالہ متعلق خبر کے ہے سے وعن بظہر حان
 بیام الریق بعد ذالک فیہ کصبغ لونہ فیہ طیرہ اور بعض مشائخ سے مروی ہے کہ اگر متھوک نکل جاوے بعد تکرار ادخال کے تو روزہ کو نقصان نہیں ہوتا
 جیسا رنگ کہ اسکی رنگت متھوک میں ظاہر ہو مگر یعنی جیسا نکلنا رنگ روزہ توڑتا ہے اور اس میں خلاف نہیں ہے اور لونہ کی ضمیر صغ کی طرف پھرتی
 ہے اور فیہ کی ضمیر ریق کی طرف اور یہ متعلق ہے بظہر کے کہ انی الطحاوی دان افطر خطاء کان تمضض فسبقہ الماء وشرب نائماً او تسخر
 او جامع علی ظن عدم کفر اور اگر افطار کیا خطا سے جیسے کلی کی اور منہ میں پانی چلا گیا یا پی لیا سوئے میں باہر کھائی یا جماع کیا اس گمان پر کہ صبح نہیں
 ہوئی مگر ان افطار شرط پر اسکی جزا آگے مذکور ہوگی یعنی تفسہ فقط اور بیان سے شروع ہے قسم ثانی کا یعنی جس سے قضا لازم آوے نہ کفارہ اور
 خطا سے افطار کرنے کے یہ معنی کہ ایسا فعل مقصود کرے جس سے روزہ ٹوٹ جاوے لیکن مقصد روزہ ٹوٹنے کا نہ کہ انی اہل عن الفطر حاصل یہ کہ اگر کلی
 کرتے ہوئے پانی حلق میں چلا گیا پس اگر روزہ یاد ہو تو جانا رہا نہیں تو نہیں جانا اور سوتے کو غلطی ٹھہرنے میں کلام ہے کہ نائم کا فعل مقصد نہیں بل ان
 نہر میں البتہ قصر یرج کی ہے کہ کرہ اور نائم غلطی کے مانند ہیں بھونے والے کے حکم میں نہیں کیونکہ نائم اور مجنون کا صحیح حلال نہیں بل سبب نے
 والیکذا ذیہ حلال ہے کہ انی اہل عن الثانیہ رحمتی نے کہا کہ اسکے معنی یہ ہیں کہ نیاں عذر سمجھا گیا بلکہ نہ کرنے میں بخلاف نوم اور مجنون کے سو اخطار منقطع
 میں نیاں عذر ہوا کیونکہ اکثر واقع ہوتا ہے اور زوج کرنا اور غلطی کا احتمال کہ نا حال نوم میں یا جنون میں نا اور الوقوع ہوا سببے نیاں کے ساتھ ملحق ہوا
 قال الشامی ما وادرج مکسھا کا جسکے حلق میں کوئی چیز ڈالی جاوے نہ وہ حلق میں ڈالنا شرط نہیں ہے بلکہ اگر کھلایا یا پی لیا نہ ہوتی سے تب بھی روزہ
 فاسد ہو جاوے گا پس لفظ او اگر اسکا قطع کیا جاوے تو بہتر ہے کہ شامل ہو صورت مذکورہ کو اور شامل ہو اس ارادہ کو کہ جماع پر کیا گیا ہو قال الشامی او نا شحاً
 یا حلق میں ڈالی جاوے کوئی چیز سونے کی حالت میں یعنی تب بھی قضا لازم ہوگی و اما حدیث رفع الخطاء فالمراد رفع الخطا اور وہ حدیث ہمیں خطا کے
 رفع کا ذکر ہے پس اس سے مراد رفع گناہ کا ہے ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے عن شعی الخطا والایضہ واما شحاً کہ امام شافعی
 اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ غلطی اور مذکورہ کار روزہ قائم رہتا ہے کیونکہ وہی مانند بھونے والے کے مرفوع القلم میں اسکے جواب کی تقریر یہ ہے کہ
 حکم بیان سے تصحیح کلام کے لیے مقدر ہے تو اقتضا و ثابت ہے اور مقتضی کے لیے عموم نہیں ہوتا یعنی جب رفع اثم مراد ہوا کہ لکم آخر وہی ہے تو دوسرے
 معنوں کا ارادہ یعنی حکم دنیاوی کا کہ فساد صوم ہے درست نہیں اور بھونے والے کا روزہ جو سلامت رہتا ہے تو وہ دوسری حدیث کی وجہ سے
 کہ آپ نے فرمایا جو شخص بھول جاوے اور روزہ سے ہو پھر کھائے یا پی لے تو چاہیے کہ وہ اپنا روزہ پورا کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسکو کھلا دیا
 ورنہ قیاس مجہد بھی یہی چاہتا تھا کہ روزہ فاسد ہونا اور اسکی بحث مطولات اور مہول میں جو فی التخریر المواخذة بالخطا جائزہ عندنا
 خلاف المعتزلة اور تحریر میں ہے کہ خطا پر مواخذہ ہمارے نزدیک جائز ہے یعنی عقلاً کما فی شرح الترمذیہ بخلاف معتزلہ کے
 اوکل او جامع ناسیا واخلعوا نزل بنظر وذرعه القی فظن انہ افطر فاکل عدل الشبہة یا کما یا جماع کیا ہے لکھا یا اخلعوا

۱ خطا یا کما میری دست
 چو کہ اور بھونے والے میں
 تو روزہ بھونے کی وجہ سے

یا انزال ہو گیا نظر سے یا تو آگئی اور ان صورتوں کو رہ میں آسنے گمان کیا روزہ توٹ گیا پھر جانکر کھا لیا یا جماع کیا تو قضا لازم ہو گیا نہ
کفارہ شہد کی جہت سے مہینی کفارہ اس جہت سے لازم نہیں ہوا کہ گمان اشتباہ کی صورت میں جماع ایسا کہ کھانا پینا جماع کرنا سہو سے شاک
ہو کھانے پینے جماع کرنے قصدی کے تو جیسے قصدی جماع سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اُسے جماع سہو کو اُسی پر گمان کر لیا اور شہدہ اختلاف علماء کا بھی
ہو کیونکہ امام مالک کہتے ہیں کہ روزہ جاتا رہتا ہے پھر لکھائے سے اور قرآن شہد بھی قصد کر کے کرے کو اور ایسا ہی ہے احتمال کیونکہ آخر خرچ منی کا ہے
شہوت سے پس قضا شہوت عمدہ کے مشابہ ہے اور اگر وہ جانتا ہو کہ ان امور سے روزہ نہیں گیا پھر کھا لیا تو بیشک لازم آوے گا کیونکہ شہدہ اختلاف
کا ہونہ اشتباہ کا کلامی لاشعری لوعلم عدم فطرہ لزمہ الکفارة الا فی مسالة المان فلا کفارہ مطلقا علی الذہب بشہدہ خلا فاما مالک خلا
لہما کما فی المجموع و شرحہ فقیدالظن انما ہو لیسان لا اتفاقا و اگر جانتا ہو کہ روزہ نہیں ٹوٹا تو کھو کفارہ لازم ہو گیا مہینی کے مسئلہ میں جہتی جب
جماع کرکھاوے یا جماع کئے پھر جانے کہ روزہ ٹوٹ گیا پھر کھلے قصد کیونکہ اس میں کفارہ نہیں صورت میں صحیح مذہب یعنی فطرہ کا علم ہوا نہ ہو خلافت قبل
صاحبین کے کہ ان کے نزدیک تن کے مسئلہ میں بھی کفارہ لازم ہو جاتا ہے کہ روزہ نہیں ٹوٹا جیسا مجمع اور بعضی شریعت میں ہے پس ظن کی قیاد سوا سے ہے
مسئلہ متفق علیہ ہے نہ واسطے حرارہ مسئلہ علم کے واحتقن واستغط فی لفظہ مثیلا و اقصر فی اذ نہ دھن یا حقیقہ لایا تاک کی راہ کوئی ہے پھر
یا چکا یا کان میں نل اوداوی جائفۃ او امة فوصل الیہ و اء حقیقۃ الجوفہ و دماغہ جائفۃ اس زخم کو کہتے ہیں جو جوت نکلتے پھر پا پا ہر چہ
اور اس زخم کو کہتے ہیں جوام الدماغ یعنی دماغ کی جھلی تک پہنچ جاوے ہڈی توڑنا کہ یعنی یاد و اکی جائفۃ کی یا اس کی پھر ہونچی و حقیقت میں
جوت تک لفظ میں اور دماغ تک اس میں مہجر میں کہا ہے کہ تحقیق یہ ہے کہ درمیان جوت باس جوت عمدہ کے مستفاد صلی علیہ وسلم جہیز میں پہنچی ہے
وہ بہت تک پہنچ جاتی ہے اور حقیقت میں دوا پہونچنے سے اشارہ ہوا اس بات کی طرف کہ جوتا بلر دیتا ہے بین اقع ہوا ہے کہ شاد و دوا کے ساتھ مقید ہے یہ عادت
پر مبنی ہے کہ دوا سے تر پہونچ جاتی ہے نہ خشک نہ فی حقیقت حصول معتبر ہوا تاک کہ جانے کنشک و اپونچ گئی تو فاسد ہو گیا یا جاگر و اگر تر نہیں پہونچی
تو فاسد ہو گا اور خلافت ہ صورت میں کہ معلوم نہ ہو قیقا تو ترکیہ صورت میں فاسد ہو گا امام کے نزدیک نظر العاۃ اور صاحبین کے نزدیک غفلت فادہ
فی الفتح تالاشامی و ابلع حصاة و نحوہا مالا یا کلة الا لسان و بعاۃ و استقدیرہ بالکبری و غیرہ نکل گیا یعنی ایسی چیز جسکو انسان نہیں کھاتا
ہو یا کہ وہ جانتا ہو یا نفرت کرنا ہو مکنارہ وغیرہ کے کھانے میں قضا واجب ہے کیونکہ صورتہ افطار موجود ہے اور کفارہ لازم نہیں آتا کیونکہ معنی افطار منہ
یا گیا یعنی جوت میں پہونچنا ایسی چیز کا جس میں نفع بدن ہو غذا ہو یا دوا ایسا کہ کفارہ متفق ہوا تالاشامی عن الزہری و نظیرہ ابن شہنہ قال سے مستفاد
مع غیرہ کول مثلنا ففۃ اکلہ التکفیر یلغ و یجیر اور سکاوا بن شہنہ نے نظم کیا ہے اور کما جوش کہ طبیعت اس نفرت کرتی ہے اور غیرہ کول ہر نوع انسانی
تو اس کے کہ نہیں کفارہ نہوا و نہوا کہ ہوا و لدنیو فی رمضان کلہ صوما و کافظہ مالا مسالہ و لشہدہ خلا فافز باینت کی تمام ہضائیں روزہ
کی نوافطار کی باوجود ہسا کہ کیونکہ یہ خلیف زفر کا جو مہینی صرن قضا لازم ہے کفارہ ہو اسے نہیں امام زکریا اختلاف ہے کہ ان کے نزدیک صائم ہو کیونکہ
ان کے نزدیک صحت اقامت ہسا کہ ہے گویت نہوا و تعلیل میں لی ہے کہ بیان کیا جاوے کہ عدم نیت کی جہت سے صوم ہی تحقق ہوا جس کے ٹوٹنے سے کفارہ
لازم آتا اور تسک شہد کے ساتھ توصل کے تحقق کے بعد ہوتا ہے جیسا مسئلہ آئندہ میں ہے تالاشامی اور ہم غیروا و للصوم فاکل عدا و لو بعد النیۃ
قبل الزوال الشہدہ خلا فاشافہ باصبح کی اس حال میں کہ نیت صوم کی نہیں کی پھر پھر جانکر کھا لیا اگر چہ زوال سے پہلے نیت کرنے کے بعد کھا یا ہو تو
قضا لازم ہے نہ کفارہ بشہد بہ خلاف شافعی سے کہ کیونکہ صوم کے نزدیک تین صحیح دلی نیستے جیسا مطلق نیستے بھی نہیں صحیح ہے تو ان کے نزدیک نہ ہی نہیں
جس کے ٹوٹنے سے کفارہ لازم ہے تالاشامی و سفادہ ان الصوم مطلق النیۃ کن الہ اور اس سے مستفاد ہوا کہ روزہ کا حکم مطلق نیستے ساتھ بھی نہیں ہے

ادخل حلقه مطر و تلج بنفسه لا مکان التحرن عنه بضره بخلاف نحو الغبار والفطرتین من موعه او عرقه و خل مخلوق من یمنه یارب ان
 کہ ہمیں بھی قضا لازم ہو کیونکہ اس سے احتراز ہو سکتا ہی منہ منہ کرنے سے بخلاف مثل غبار کے اور غبار ان ایک دو قطرہ آنسو کے یا عرق کے کہ جس سے
 چٹا ٹکڑ بنیں اس لیے قضا بھی نہیں و اما الا کثر فان وجد الملوحة فی جميعه و اجتمع شئ کثیر و ابتلعہ افطر الا خلاصه و رد و قطر و س زباده من
 اگر شوریہ تمام منہ میں پکا و بہت سی جمع ہو جاوین اور انکو بگل جاوے تو روزہ ٹوٹ جاوے ورنہ نہیں ٹوٹے گا کذا فی خلاصہ ہم یعنی ایک دو قطرہ
 اگرچہ انکا ضرر منہ کی کسی جانب میں پایا جاوے لیکن قات کی جیسے مطلق تک نہیں پہنچ سکتے متفرق ہو جائیں قال الشامی او دلی امر لا
 با دلی کی مردہ عورت کے ساتھ ہم اور ہمیں اور اس کے بعد میں کفارہ لازم نہ آیا اس بات سے کہ کفارہ کے لزوم کے لیے محل پوری شہوت لافطر
 کذا فی البحر و صغیرہ لا تشتهی نهار یا دلی کی نر کی غیر شہوتہ کے ساتھ کذا فی النہر و بیہمة او فذا او بطنا او قبل و لو قبلہ فاحشہ بان
 ید غدا و یصل شغبتہا یا دلی کی بہیمہ کے ساتھ یا ران میں یا پیٹ میں یا بوسہ لیا اگرچہ بوسہ فاحشہ ہو یعنی اس طرح کہ گدگد آوے عورت کے ہونٹوں کو
 چوسم مرد کے بوسہ کا ذکر کیا کیونکہ اگر عورت مرد کا بوسہ لے اور لذت انزال کی پاؤ اور طوبت ظاہر نہ ہو تو عورت کا روزہ ٹوٹ جاوے گا و یصل
 نزدیک غلات قول امام محمد کے اور یہی حکم غسل میں ہو کذا فی البحر عن المعراج اور دفعہ سے مراد شاید ہونٹوں کا ٹٹا ہو یا فرج کا بوسہ و تماموں میں
 کہ دفعہ ایک حرکت اور گدگدانا ہو بغیر او تلو سے وغیرہ میں قات الشامی او لمس لو بجائی لا ینم للمراۃ یا چھو آدمی کو اگرچہ پیسی چیز کی ٹرسے ہو
 جو وصول حرارت کو مانع نہ ہو آدمی کی قید ہو اسے بڑھائی کہ اگر مسکن فرج بہیمہ کو او انزال ہو گیا تو روزہ فاسد نہیں ہوتا بالاتفاق اور اگر میں عیان
 حرارت ہونے کی اس لیے ہو کہ اگر عورت کو چھو سے کپڑوں سمیت حرارت جلد کی محسوس ہو تو روزہ نجاوے گا او استغنی بکفہ او بمباشرة فاحشہ ولو بین
 المرأتین یا منی نکالی اپنے ہاتھ سے یا اپنی بی بی کے ہاتھ سے کذا فی اسراج یا مباشرت فاحشہ اگرچہ دو عورتوں میں ہو ہم مباشرت فاحشہ کہ
 دونوں نکلے ہوں دونوں کی فوج ملی ہوں اور یہ قید ہزاری نہیں ہو اور یہی حکم مقطوع الذکر کا ہو عورت کے ساتھ قال الدلی کذا فی الشافعی فانی
 ا قید للکلی لولم یزل لہ لفظ کما صرح پھر انزال ہو گیا یا قید ہو مساکل میں یعنی وطی امرأۃ الخ سے آخر تک یا نکاح اگر انزال نہ ہو تو روزہ فاسد نہیں ہو
 جیسا سابق مذکور ہوا یعنی او جامع فیما دونین افرج ولم یزل الخ اذ افسد غیر صوم رمضان اداء کا اختصاص ہا ہنک رمضان یا فاسد کر دیا کوئی بڑا
 سولے رمضان کا روزہ واداکے توقفہ لازم نہ ہو کہ کفارہ کفارہ رمضان ہی ہوتا ہے اس کے واسطے مخصوص ہو یعنی رمضان میں روزہ نہ کھنا یا نہ بنائے گا اور
 اور روزہ جو کفارہ میں اسکے ساتھ طبع نہیں ہو سکتے کیونکہ کفارہ ہمیں وارد ہوا ہو غلات قیاس فی الشامی او وطئت نائمة او صغیرہ بان صحیح
 صائغہ فحجت یا بطل کی گئی عورت سوتی ہوئی یا در حالت جنون یعنی اس طرح کہ پہلے بحالت فاقت صبح کی وقت سے تھی پھر جنون ہو گئی جم طبعی
 نے کہا یہی حکم وجوب سے نیست کی تھی پھر جنون ہو گئی رات ہی کو اور وطی واقع ہوئی دن کو یا قبل ضحہ کبری کے روزہ کی نیست کی پھر جنون ہو گئی
 پھر وطی واقع ہوئی او تسبیح او فطر یظن الیوم ای الوقت الذی اکل فید لیلہ و اکل ان الفجر طالع و الشمس یغیر فی الشافعی اس
 گناہ سحر ای رات ہر حال تک صبح ہو گئی یا افطار کیا ان خیال سے کہ رات ہو گئی حالانکہ کتاب نہیں ڈوبا تو قضا لازم ہو شارح نے کہا کہ ما تن کی عبارت پر
 لن و نشر مرتبہ جو اس لیے ترجمہ اسکے مطابق کیا اور یوم سے مراد وہ وقت ہو جن میں روزہ نہ کھایا و لکنی المشک فی الاول دون الثاني
 اور کافی ہو استطاق کفارہ کے لیے شک ل صورت میں یعنی سر کھٹے کی صورت میں دوسری صورت یعنی فطاریں اس لیے کہ اولی صورت میں شک کا حصول
 اور اسکے خروج میں شک ہو اور دوسری صورت میں دن ہونا مہمل ہو اور غروب میں شک ہو تو غروب میں شک کا ہونا استطاق کفارہ میں کافی ہو گا چنانچہ
 شاح کہتا ہو عملاً بالاصل فیہما یعنی دونوں صورتوں میں اصل پر عمل کرنے سے ایک اول صورت میں اصل بقاے شب ہو سکا کفارہ واجب نہوا اور ثانی

میں فصل بقا روزہ ہوئیں آئیں ایک روایت پر کفارہ واجب ہوا تا لا الشامی ولہ تبیین الحال لہ فیض فظاہر الروایۃ اور اگر حال منکشف نہ ہو تو قضا لازم نہیں ظاہر روایت میں ہم یعنی جس صورت میں کہ بقاے شب گمان ہو یا شک ہو یا سحر کھاوے اور یقین صبح ہوئے گا نہ تو قضا بھی لازم نہیں کیونکہ حاصل یہ ہو کہ شب باقی ہو پس خروج شک ثابت نہ ہو گا کذا فی البحر والمسالۃ تنقیر علی ستۃ وثلثین محلہا المطبوعہ است

اور مسئلہ نکل سکتا ہو ۲۷ طور پر اسکے ذکر کی جگہ بڑی کتاب میں ہیں ہم نہیں مذکور ہے کہ صورت مذکورہ اس طرح نکلتی ہیں کہ یہاں دو چیزیں ہیں ایک مباح کرنے والی انظار کی چیزوں کی یعنی راست ہونا دوم حرام کرنے والی یعنی دن کا ہونا تو ان دونوں میں ہر ایک میں یا گمان غالب ہو یا صرف گمان ہی یا شک ہو تو یہ چھ ہوئیں پھر ان میں ہر ایک کی تین قسمیں ہیں یا یہ کہ جو کچھ اُسے سمجھا وہی صحیح نکلا یا غلط یا کچھ حال صحت و غلطی منکشف نہ ہو اور ان اٹھارہ قسموں میں سے ہر ایک یا ابتدا صوم میں یعنی حرکت کی وقت ہو یا انتہا صوم میں یعنی انظار کی وقت سو یہ ۲۷ ہوئیں اور ہمیں نظر ہو کہ یہ تقسیم اول میں فرق کیا نظر میں اور غلطی میں یا در سبب قائمہ نہیں کیونکہ یہ دونوں احکام میں متحد ہیں اگرچہ مفہوم مختلف ہوں اس واسطے کہ ایک جانب کے راجع ہونے کو ظن کہتے ہیں پس اگر وہ ترجیح زیادہ ہو کہ قریب یقین کے ہو تو اس کا غلط نہ ہو اور اگر رای ہوتے ہیں اسی جہت سے کہ ہمیں کی ہیں پھر نہر اور بعد دونوں پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ شک کے دو باب شمار کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے کہ مباح کرنے والی چیز بن بھی لیا جائے اور حرام کرنے والی نیز بھی کیونکہ جب ایک میں شک ہو تو دوسری میں شک یقیناً ہو گا اسی جہت سے کہ شک میں دونوں طریقین برابر ہوتی ہیں بخلاف ظن کے پھر تقسیم صحیح اس طرح کرنی چاہیے کہ باوجود ہمیں کا ظن ہو یا وجود محرم کا ظن ہو یا شک ہو اور ہر ایک ان میں سے یا ابتدا صوم میں ہو یا انتہا میں اور یہ چھوں صورتیں ہیں کہ منکشف ہو جاوے و جو بیچ کا یا وجود محرم کا یا نہ منکشف ہو سبق اٹھا رہے تو ابتدا صوم میں اور نہ انتہا میں اس واسطے زلیعی نے سوا اٹھا کے اور نہیں کر کے اور انہیں کے احکام بیان کیے یعنی اگر سحر کھائی رات کے گمان سے پس اگر رات ظاہر ہوئی یا کچھ ظاہر نہ ہو تو اسکے ذمہ کچھ لازم نہیں اور اگر معلوم ہو کہ فجر طلوع ہو گئی تو پھر صرف قضا ہی اور یہی حال ہے جب رات میں شک ہو اور اگر سحر کھائی طلوع فجر کے گمان میں ہے اگر واضح ہو کہ فجر ہو گئی تب اسکے ذمہ صرف قضا ہی ہے اور اگر کچھ منکشف نہ ہو تو اسکے ذمہ کچھ نہیں ظاہر روایت میں اور کہا گیا ہے کہ قضا کے احتیاط اور اگر واضح ہو کہ ابھی رات ہی تو اسکے ذمہ کچھ نہیں پس یہ دو صورتیں ابتدا صوم میں ہوئیں اور اگر گمان کیا کہ سورج غروب ہو گیا پس اگر عدم غروب واضح ہو تو پھر صرف قضا ہی اور اگر غروب واضح ہو یا کچھ واضح نہ ہو تو اسکے ذمہ کچھ لازم نہیں اور اگر غروب میں شک ہو پس اگر کچھ واضح نہ ہو تو پھر قضا ہی اور اگر عدم کفارہ میں دور و اہت میں اور اگر موجود ہو یا شمس کا یا گیا تو پھر قضا اور کفارہ دونوں لازم ہیں اور اگر ظاہر ہو کہ آفتاب غروب ہو گیا تو کچھ لازم نہیں اور اگر گمان کیا تھا عدم غروب کا پھر ظاہر ہو یا عدم غروب یا کچھ ظاہر نہ ہو تو پھر قضا اور کفارہ دونوں لازم ہیں اور اگر غروب منکشف نہ ہو تو کچھ لازم نہیں اور یہ نوا انتہا میں ہوئیں حاصل یہ ہے کہ اشارہ میں سے مثل صورتوں میں کچھ لازم نہیں ہے یعنی قضا لازم ہے نہ کفارہ اور چار صورتوں میں صرف قضا لازم ہے اور چار صورتوں میں قضا اور کفارہ دونوں لازم ہیں کذا فی الشامی عن النجلی فی فی الصوۃ علیہا فقط تمام صورتوں کو ہمیں صرف قضا کے کفارہ لازم نہیں ہم صورتوں سے مراد وہ ہیں جو مذکور ہوئیں وان افطر خطا الخ نہ تفریح کی صورتیں جو ہمیں بیان کیں شامی کا کہ لو شہدا علی الغروب واخوان علی عدمہ فافطر فظہر عدلہ ہی طرح صرف قضا لازم ہے اگر شہادت دی دو شاہدوں نے غروب پر اور دوسرے عدم غروب پر پھر انظار کیا پھر ظاہر ہو یا عدم غروب ہم کفارہ اس لیے لازم ہے یا کہ اس نے شہادت غروب پر اعتماد کیا کذا فی الطحاوی ولو کان ذالک فی طلوع الفجر ففطر وکفر لان شہادۃ الفجر لا تعارض شہادۃ الاثبات اور اگر یہ اختلاف شہود کا طلوع فجر میں ہو تو قضا اور کفارہ دونوں لازم ہیں کیونکہ شہادت نفی کی نہیں معاشر

۱۔ صحت میں سورج میں
۲۔ داخل بنی بنی رات میں
۳۔ کھٹا اور رات میں
۴۔ طلوع سورج کے بعد کچھ
۵۔ نہ کھٹا ہو
۶۔ سورج کے بعد کچھ

کر سکتی شہادت اثبات کو واسطے کہ گواہ اثبات کی واسطے ہوتے ہیں نہ نفی کے لیے تو شہادت کی شہادت مقبول ہوئی نہ نفی کرنے کے لیے
کی کذا فی البحر و اعلم ان کل ما انتفی فیہ الکفارة محله ما اذا لم یقع منه ذلک من بعد اخری لاجل قصد المعصیۃ فان فخل وجبت
ذکر الہ بدلائل اثبات کلام صار و علیہ القیوۃ و ہذا حسن ظنا اور جان تو کہ جس مرتبہ میں کفارہ لازم نہیں ہو مخصوص اس محل میں ہو کہ اس شخص سے
وہ منسل تکبر یا صا در نہ گناہ کے قصد سے پس اگر اسکو مکرر کرے تو کفارہ واجب ہوگا اسکے زجر کے لیے یہی حکم دیا ہو شروک یا ما سونج اور کسی
فتویٰ ہو کذا فی التنبیہ اور یہ خوب ہو کذا فی النہر و الاخیوان یسکان بقیۃ یومہما وجوباً لا حکم اور دونوں پچھلے (یعنی جسے سحر کھالی
یا افطار کیا رات جا کر اساک کرین باقی روز براہ وجوب صحیح روایت پر ہم در قول ضعیف یہ ہو کہ اساک مستحب ہو کذا فی الفتح اور اجماع پر
اسپر کہ حائض اور نفسا اور مریض اور مسافر پر اساک واجب نہیں اور یہ کہ جو براہ خطا افطار کرے یا عمدہ یا یوم الشک میں پھر ظاہر ہو کہ وضو
کا دن ہو کہ اسپر اساک بقیہ یوم واجب ہو ذکرہ قاضی خان اور اخیرین کی تخصیص کی وجہ معلوم نہیں ہوتی جیسا شلح بھی اسکی طرف اشارہ
کرے گا لان المفطر قیوم و ترکہ اہتیم شوعا واجباً سو اسطے کہ افطار رمضان میں قیوم ہو اور شفع کا ترک شرعاً واجب ہو م فطر سے مراد مفطر
کے طور پر کھا پینا ہی کیونکہ صوم تو پہلے ہی فاسد ہو چکا قال الشامی کمسا فراقام و حائض نفساء طہرنا و نجوۃ فاقا در فیض جیسا اساک
واجب ہو مسافر پر کہ سقیم ہو گیا اور حائضہ اور نفسا پر کہ پاک ہوئی ہوں اور مجنون کہ ہوش میں آیا اور مریض جو اچھا ہو گیا م مسافر قیوم
یعنی دوپہر کے بعد یا دوپہر سے پہلے مگر کھانا کھانے کے بعد اور اگر دوپہر اور کھانے سے پیشتر متقی ہوگا تو روزہ لازم ہوگا اگر چہ نیت افطار کی
کر چکا ہو جیسا اگلی فصل میں آوے گا اور ان مسائل میں قیام عدہ یہ ہو کہ جو شخص آخر روز ایسی حالت پر ہو جائے کہ اگر اس حالت پر اول روز ہوتا تو روزہ
لازم ہوتا پس اسے ذمہ اساک لازم ہو کذا فی الخلاصہ و النہایۃ و العنایۃ اور چونکہ یہ قاعدہ جمیع افراد کو جامع نہیں ہو کیونکہ بعض میں کچھ خارج ہو
وہ شخص جو یوم الشک میں صبح کو مفطر ہو اور وہ جو رات کے گمان سے سحر کھالی یا افطار کر لے غروب کے گمان سے یہ واسطے قاعدہ مذکورہ کہ بعد از غروب
میں یہ کہا ہو اور صلیح حال ہو اس شخص کا کہ اسپر روزہ واجب ہو اسباب کے موجود ہونی اور اہلیت کے متحقق ہونے سے مگر اسکا پورا اگر استعذر ہو گیا ہو
جیسے جا کر افطار کر ڈالے یا یوم الشک میں مفطر ہو پھر ظاہر ہو کہ یہ روز رمضان کا ہو یا سحر کھالی یا شب یا اس سے کہ ابھی صبح نہیں ہوئی پھر معلوم ہو گیا
کہ صبح ہو گئی ان صورتوں میں بھی اساک واجب ہو صائنین کی مشابہت انتہی پس بدلے میں وجوب اساک کے دو قاعدے قال الشامی
اور حائض جو پاک ہوئی یعنی بعد فجر کے یا فجر کے ساتھ کذا فی الفتح اور مجنون ہوش میں آیا یعنی کھانے کے بعد یا جب نیت کا وقت جاتا رہا روزہ واجب
نیت کی طرح ہر روزہ صحیح ہوگا اور ظاہر ہو کہ اساک سب پر بھی واجب ہو جیسا مسافر پر قال الشامی و مفطر ولو مسکرها او خطا ع اور جیسے
اساک واجب ہو افطار کرنے والے پر اگر چہ کیکے دبا سے افطار کیا ہو یا خطا سے مفطر کے لفظ سے تعبیر کیا تاکہ معلوم ہو کہ مفطر سب برابر میں کسی میں
کچھ فرق نہیں نہیں اشارہ ہو کہ مصنف کے قول یعنی والاخیر ان میکان الخ کی کوئی وجہ نہیں و صبی بلغ و کافر مسلح اور جیسے اساک واجب ہو
لو کہ پر کہ بائع ہو یا کافر پر کہ مسلمان ہو او کافر یقضون ما قاتلہم کاکون اور یہ سب جو مذکور ہوئے تضار کے چھ گننے فو ہوئی اس کا روزہ
مگر دونوں پچھلے یعنی لڑکا جو بائع ہو یا کافر جو مسلمان ہو او اس روز کے روزہ کی قضا مکربن وان افطر العدم اہلیتہما فی الخبر الاول معلوم
گو وہ دونوں پچھلے افطار کر لیں کیونکہ یہ دونوں اس روز کے اول جزو میں ہونگے اہل سنت میں یہی اصل موجب ہے کے اہل نہیں بخلاف حائض و مریض کے
کہ انکے اوپر روزہ واجب ہے تاہم لیکن وجوب ادا آنے سے قطع ہو اس لیے قضا واجب ہوتی ہے و ہوا السبب الصوم اور یہی جزو اول سبب ہے صوم میں
یعنی سبب ہر روز کے روزہ کا اور یہ خلاف ہے اس کے جو شرعی نے اختیار کیا ہے اور مصنف بھی اس کے اول میں بیان کیا ہے کہ آج تا ماہ رمضان

کے دن یا رات کے ایک جزو کا سبب نہ ہو کہ جو کہ لو تو یا قبل الزوال کان تفلاً فیقضہ بالافساد کما فی الشرب لا لیلۃ علی النجاسة لیکن اگر وہ دونوں پہلے روزہ کی نیت کرین زوال سے پہلے تو روزہ نفل ہوگا توڑنے سے اس کے قضا لازم آوے گی کذا فی الشرب لا لیلۃ علی النجاسة یہ ہستدرک ہے اس سے ایک سے مفطرم ہوا کہ دونوں کا روزہ صحیح نہیں ہے اسو بیان کر دیا کہ فرض صحیح نہیں ہوا ظاہر الروایت میں برخلاف امام یوسف کے اور نفل صحیح ہو اگر نیت کرین زوال سے پہلے یہاں تک کہ اگر اسکو توڑ دین گے تو قضا واجب ہوگی قالہ الشامی ولو توی المسافر والمجنون والمریض قبل الزوال صحیح علیہم اور اگر نیت کر لی مسافر یا مجنون یا مریض نے زوال سے پہلے تو درست ہے بجز فرض کے م زوال سے مراد نصف النہار شرعی ہے اور یہ لفظ ہی بہتر ہے کتب میں متعدد جگہ واقع ہے قضا صحیح یا بنا بر قول ضعیف قالہ الشامی ولو توی الحائض النفساء لم یصح اصلاً للمنافی ادکا الوقت وهو یتجزئ سے اور اگر حائض نے یا نفساء نے نیت کر لی تو صحیح نہیں ہے بالکل یعنی نہ فرض نہ نفل کیونکہ دل وقت میں منافی صوم کا موجود ہے اور صوم عبادت واحد ہے تجربی نہیں ہوتا یعنی جب مفسد ایک جزو میں پایا گیا تو اسے باقی کو بھی فاسد کر دیا کذا فی الطحاوی ویوم من یصح بالصوم اذا طاقہ و یصح بعلیہ ابن عثیم کا صلوات فی الاصح اور اگر کسی کو روزہ کا حکم کرین جب اسکی طاقت رکھتا ہو اور مارین روزہ رکھنے پر میں اس کی عمر میں مثل صلوات کے اصح روایت یہ ہے یعنی اگر کسی کا ولی یا وصی حکم کرے اور ظاہر یہ ہو کہ یہ امر واجب ہے اور پہلیج منکر تہ سن کرین تاکہ خیر کی الفت حاصل ہو اور شر سے باز رہے اور اگر تمام نینے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو جقدر کی طاقت رکھتا ہو جقدر کا امر کرین اور مارنے سے مراد ہاتھ کی مار یہ نہ لکڑی کی اور اگر روزہ توڑے تو قضا لازم نہیں قالہ الشامی وان جامع المكلف اد ميا مشتملی فی رمضان اداعا لما من اور اگر جماع کیا مکلف یعنی قائل بالغ نے آٹھ شہری کے ساتھ رمضان کے ادارہ میں ادا کی قید ہو جو سے ہے کہ گذری یعنی کفارہ ہتک حرمت مضان کے یہ لازم ہے اور قضا میں ہتک مضان نہیں پشتم الث قضا کا بیان شروع ہوا یعنی جن صورتوں میں قضا کفارہ روزوں لازم ہیں اور مکلف کی قب سے نکلنا یہی ہے اور جنوں و ارادی کی قید سے جنی اور شہتی سے مراد شہتی علی الکماں ہے یہی ہے مستی یا بھم کے جماع سے کفارہ لازم نہیں گوانزال ہے جو جاذب فی الجماع و جموع و توارث کحشفۃ فی حد السبیلین انشور کا اوکلا یا جماع کیا اس کے ساتھ اور غائب ہو گیا اس ذکر قبل بادبین انزال ہے یا انہوم جو سے شامل ہے اسکو کہ زوج صغیر جماع کر عورت کے ساتھ کیونکہ قضا میں ہے کہ جیسا مرد کے ذمہ مشتماتہ کے جماع سے کفارہ لازم ہے ایسا ہی عورت کے ذمہ ہے صبی یا مجنون کے جماع سے اور وہ ان صورتوں میں شائع کا ہٹلا و نہ ہو کہ انی اہتر باشی اور حشفہ کا غائب ہونا اس واسطے کہ انہما کہ بغیر اسکے جماع تحقق نہیں اور انزال و عدم انزال اس واسطے برابر ہوا کہ عدم انزال کی صورت میں بھی قضا کی شہوت تحقق ہو جس سے حد لازم ہوتی ہے جو عقوبت محض ہے لیکن اگر جہیز سے عبادت کے بھی ہیں بطریق اولی لازم ہوگا کذا فی البیروا کل او شوب غدا بکسر الخین ویا الذال المجہین والمدا یغدی بہ ۱۵ و ۱۶

ما بنداوی بہ یا کھاوے یا پیوسے غذا یا دوشلج نے کہا کہ غذا خین کے کسرہ اور زوال منقوط اور بد کے ساتھ یعنی جو صلاحت خیریت کی کے جیسے گیہوں کی روٹی گوشت اور پانی کو غذا میں ہو اسطے شمار کیا ہو کہ وہ غذا کی اعانت کرتا ہو کو غذا نہیں اور دوا دہ کہ جس سے شفا طلب کیا وے والضا بط وصول ما فہ صلاح بدنہ لحو فہ ومنہ ریق جیدہ فیکفر لوجود معنی صلاح البدن فیدل فیہ انہ یجوز اور قاعدہ کل غدا اورا کی شناخت کا یہ ہے کہ پہونچنا ایسی شوکا پیٹ میں جہیز کے بدن کی اصلاح ہو غذا یا دوا کھلاتی ہے اور جہیز میں ہر لعاب دماغ محبوب کا سو اگر نکلیا وے تو سہم کفارہ لازم ہے کیونکہ صلاح بدن کی موجود ہے کذا فی البدایہ و بنبر ما نقلہ الشرب لا لیلۃ علی النجاسة فی النہار اور جو شرب لا لیلۃ نے حدادی سے نقل کیا اسکو نہ میں رد کیا ہے جو شرب لا لیلۃ میں ہے کہ تغذی کے یعنی میں اختلاف ہے بعض نے کہا ہے جسکے کھانے کی طبیعت چاہے اور پیٹ کی خوشبش دفع ہو اور بعض نے کہا ہے کہ وہ چیز جسکا نفع صلاح بنبر عائد ہو اور فرق اسطرح کا معلوم ہوتا ہے کہ کسی شخص نے نقل

شہوت دوا

کفارہ و جہیز

بہ

چسبا کر منہ سے نکالا پھر اسکو کھا گیا تو دوسرے معنی کے لحاظ سے اگر کفارہ لازم ہوا اول کے اور اسکے برعکس حکم بھنگ میں ہو کیونکہ مسمین بدن کا نفع کچھ نہیں ہو بلکہ عقل کم ہو جاتی ہو تو قول ثانی کے بموجب کفارہ نہ ہوگا بلکہ طبیعت اسکی طرف میل کرتی ہو اور پیٹ کی خواہش دفع ہوتی ہو تو کفارہ واجب ہوگا بموجب قول اول کے اور نہ میں کہا ہو کہ تحقیق سے بعید ہر واسطے کہ اس تقدیر پر فقہا کا قول و دوا لغوی ہو جائے اور نیز وہ قول جو محققین ذکر کیا ہو کہ فطر کے معنی ہیں جن میں پہونچنا ایسی چیز کا جس میں صلاح بدن کی ہو خواہ غذا ہو یا دوا یہ بھی لغوی ہوگا کیونکہ یہ قول مقابل ہر اول قول کو اور محل خلاف کی تحقیق میں یہی مناسب ہو رہی ہیں کہتا ہوں کہ اسکا حاصل یہ ہو کہ تعدی کے معنوں میں اختلاف نہیں ہو بلکہ فطر کے معنوں میں لیکن صاحب نے جو محققین سے نقل کیا ہو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ تعدی میں اختلاف نہ ہو کیونکہ تحقیق یہ ہو کہ نہ تعدی کے معنی میں اختلاف ہے نہ فطر کے واسطے کہ علمائے ذکر کیا ہو کہ یہ کفارہ واجب نہیں ہو مگر جس صورت میں کہ افطار صورت و معنی ہوساں کل میں افطار صورت موجود ہو یعنی نگلنا اور فطر معنوی یہ کہ اس سے بدن کی صلاح ہو خواہ دوا ہو یا غذا تو اس سے نکلتا ہو کہ کفارہ واجب نہ ہوگا کنگری کی نگلنے سے کیونکہ صرف صورت اکل کی ہو اور نہ حقیقہ وغیرہ میں کیونکہ صرف اکل معنوی ہو چنانچہ ہدایہ وغیرہ میں اسطرح مصلح کیا ہو اور بدائع میں کیا ہو کہ کفارہ واجب نہ ہو اگرچہ چیز کے جن میں پہونچانے سے جس سے قصد تعدی کا یا تداوی کا ہو منہ کی راہ سے بخلاف غیر اس صورت کے پس کفارہ واجب نہ ہوگا اگرچہ دوا یا اثر طوط ثابت خشک حلق میں اقرار کیا کیونکہ اکل صورت و معنی نہیں ہو واسطے کہ ان اشیا کو اسطرح کھانے کی عادت تین تو مانند کنگری کی و گیشلی کے ہو اور سوکھا آنا بھانکنے میں یا ترانا کھانے میں بھی نہ ہوگا کیونکہ اس سے مقصد تعدی اور تداوی نہیں ہو اور ایسا ہی درست کہتے اگر عساة ماکول ہیں تو کفارہ واجب ہو ورنہ صرف قضا لازم ہو اور ایسا ہی اگر شکوک منہ سے نکالا پھر نگل لیا یا کسی دوسرے کا تھوک چاٹ لیا کیونکہ اسکی طبیعت کروزہ جاتی ہو اور اگر کسی پیاز یا دوست کا لعاب ہو تو کفارہ واجب ہو کیونکہ اسکی طبیعت نشتر نہیں کرتی ہو اور اس کا ہر جوا کہ مراد انکی مانتعدی ہے وہی ہو کہ جس میں صلاح بدن کی ہو واسطہ کہ عادی ماکول جو یا بقصد تعدی یا تداوی یا لذت کذا فی الشامی منقصہ عبد اراجہ للکل لفظ عمد اس کے ساتھ متعلق رکھتا ہو یعنی اکل و شرب و جماع قصد ہر قسم سے مخطی و زائد نگل گئے کہ ان فی البحر میں تادمون کذا ہی بھی لکھا گیا کیونکہ مراد ان چیزوں کے عمد کرنے سے قصد افطار کا ہو اور ناسی اگرچہ فطر کا استعمال بقصد کروزہ بلکہ کروزہ کا قصد نہیں کرتا قالہ الشامی و اوجھوا فی فعل ما لا یظن لفظ ہر قصد و کحل و لیس حارہ ہیمة بلا انزال و ادخال صبری دبر و نحو ذلک یا بچنے لگوئے یعنی کیا کامیاب سے افطار کا کامیاب ہوتا جیسا قصد اور سریر لگانا اور عورت کو ہاتھ لگانا اور ہیمہ کا جماع بلا انزال و زائد نگل خشک مقعد میں ہونی وغیرہ مباح شائع نے ہی فعل کنہ سے اشارہ کیا ہے جو خاص کچھنوں کا نہیں ہو اور اس احتراز ہو گیا ان اشیا سے جن میں گمان افطار کا ہو سکتا ہو مثلاً اول بھوک لکھا لیا پھر روزہ ٹوٹ جانے کے گمان سے عمد لکھا لیا تو کفارہ لازم نہیں شہرہ کی جہ سے جیسا سابقہ مذکور ہوا قالہ الشامی فظن فطرہ بہ فاکل عمد اسچھ گمان کیا کہ حجامت وغیرہ سے روزہ ٹوٹ گیا پھر جانکر کھا لیا قضا فی الصور کھا و کفر قضا کرے اور کفارہ تمام صورتوں میں ہم معنی و ان جامع سے پانچ اور وقت وجوب قضا اور کفارہ کا بیان کرنے سے قبل دیا کہ وجوب علی التراخی جیسا امام محمد کہتے ہیں اور ابو یوسف کہتے ہیں کہ علی الفور ہو اور ابو حنیفہ سے دور و تہیں ہیں کہ ان فی التراشی لانه ظن فی غیر محلہ واسطے کہ یہ گمان ہر موقع ہو یعنی بچنے لگوئے کی سطح مسطر نہیں تو انکو نہ اسچھنا ہر موقع ہو حتی لو افتاہ مفت بعد علی قولہ و سمع حدیثا و لم یعلینا و لیلہ لم یکر الشہۃ ہاتھ لک اگر کسی مفتی مستند علی ہے اس پر فتویٰ دیا یا حدیث سنائی اور اسکی تاویل نہیں جانتا تو کفارہ نہ واسطے شہرہ کے ہم غرض یہ ہو کہ اگر ظن اپنے موقع پر ہو تو کفارہ نہیں و مفتی کا مستند ہونا اسلیئے کہ انہا میں کہا ہو کہ شرط یہ ہو کہ مفتی وہ ہو جس سے فقہ اخذ کرتے ہوں اور شہرہ میں اس کے فتوے پر اعتماد ہو کیونکہ اس صورت میں اس کے فتوے سے شہرہ ہوگا اور

حاصل یہ ہے کہ اس جگہ تک کو طی قطع نہیں کرتی رات کو قصد یا دن کو نیا نیا نجاف کفارہ طہار کے قائلہ اشامی ثنائی کفارہ نوبی لیلاد
لو بکن مکھا دلہ لطرہ مسقط لمر جن و حیض پھر کفارہ اسی صورت میں لازم ہے کہ روزہ دار نے رات نیت کی ہو کیونکہ دن کی نیت میں
کا خلا دینے میں شبہ سے کفارہ لازم ہوگا اور پھر کبھی طرف سے اگر وہ نہ ہو اور نہ حادث ہو بعد عمدہ افطار کرنے کے کوئی عذر ساموی کہ کفارہ کو قطع
کرتے جیسے امرض میں افطار مباح ہو یا حیض کہ عذر ہو جائے اور اگر وہ کی صورت میں بھی کفارہ لازم نہ آوے گا و اختلاف فی مالومض یجرہ نفسہ ہا و
سابقہ مکھا والمعتد لمر وہما اور اختلاف کیا ہے اس صورت میں کہ بیمار ہو جائے آپنے آپ زخم لگا یا زبردستی کوئی اسکو سفر میں لے جاوے اور معتدیر
کہ کفارہ لازم ہے سفر کو اگر وہ کے ساتھ مقید کیا ہو اسلئے کہ اگر اپنی خوشی سفر کرے تو بالاتفاق کفارہ ساقط نہیں ہوگا لیکن اگر افطار کرے
بعد اسکے کہ سفر کب تک کفارہ واجب نہیں گذافی النہر یعنی اگر چہ روزہ توڑنا پھر حرام ہے اگر سفر فجر کے بعد کیا جیسا کہ مذکور ہوگا قالہ اشامی
وفی المعتاد صحی و حیضاً و المتیقن قتال عد ولو اضطرر لم یحضر العذر للمعتد موقوفہا اور اختلاف ہے اس میں جسکو عادت مقررہ ہے تپ کی یا حیض کی
یا یقین کرتا ہے دشمن کے مقابلے کا اگر افطار کیا اور عذر مقرر یں کیا گیا اور معتدیر ہے کہ کفارہ ساقط ہے اسکی تصحیح کی ہے نیز از یہ میں و قاضی
نے شرح جامع صغیر میں اور شرنبلالی نے بھی یہی اختیار کیا ہے لیکن یہ مخالف ہے مجر کے کہ اس میں کہا ہے کہ اگر عورت نے افطار کیا اس خیال پر کہ
اسکے حیض کا دن ہو اور اسکو حیض نہ آیا تو اظہر ہے کہ کفارہ واجب ہے جیسا افطار کیا اس گمان سے کہ یہ یوم امرض ہے اور صحیح ہے کہ کفارہ واجب
ہو جیسا تا نا رخانیہ میں منصوص ہے اور اسلئے سراج اور فیض میں موجب کا جزم کیا ہے دونوں سلون میں اور حاصل یہ ہے کہ تپ و مرض کی عادتوں میں
تصحیح کا اختلاف ہے اور جو قتال دشمن کا یقین رکھتا ہو پھر سے سقوط کفارہ میں میں نے کسی کا خلاف نہیں دیکھا اور فرق یہ ہے کہ قتال دشمن کے لئے تقدیر
افطار کی طاعت حنیج ہوتی ہے تاکہ قوت ہو بخلاف مریض کے جہاں منصوص میں یہ فرق لکھا ہے قالہ اشامی ولو نکر فطرہ ولم یفہر للادل یغنیہ
واحد ولو فی رمضان عند محمد و طہر لا اعتداد بنزایہ و محبت و غلہا اور اگر اسے مکرر روزے توڑے اور پہلے کا کفارہ ادا
نہیں کیا تو اسکو ایک ہی کفارہ پس ہے جو کہ دو رمضانوں میں روزہ ہوں امام محمد کے نزدیک اسی پر عتقاد ہے کذا فی البنزایہ و محبتی وغیرہام مجتہدین
اسکو اصرار سے نقل کیا ہے اور جو ہر روزہ نقل کیا ہے کہ اگر دو رمضانوں میں کے ہوں تو دو کفارہ لازم ہیں اگرچہ پہلے کا کفارہ ادا کیا ہو ظاہر لہذا یہ میں
اور یہی صحیح ہے میں کہتا ہوں کہ ترجیح مختلف ہوئی اور دوسری تقویت اس جہت سے ہے کہ ظاہر لہذا یہ ہے قالہ اشامی واختار بعض مہم للفتوی
ان الفطر عند الجماع تد اخل ولا لا اور بعض نے فتویٰ کے لیے یہ اختیار کیا ہے کہ اگر افطار کھانے میں سے ہو تو کفارہ مستعمل ہوگا یعنی ایک ہی
ہوگا اور اگر افطار کر جماع سے ہو تو جدا جدا کفارہ ہوگا اگرچہ پہلے کا کفارہ ادا کیا ہو مگر کیونکہ جماع بڑا قصور ہے اور یہی جہت امام شافعی کے نزدیک
جماع ہی میں کفارہ ہے کھانے پینے میں نہیں قالہ اشامی ولو اکل عمدہ شہرۃ بلا عذر یقتل و تمامہ فی شوح الوہبۃ ینہ او اگر کفارہ سے قصد
علی الاطلاق عذر رمضان میں تو قتل کیا جاوے اور شرح دہبانی میں اسکو پورا بیان کیا ہے وہ دہبانی میں کہا ہے ولو اکل الانسان عمدہ شہرۃ
ولا عذر فیہ یقتل لومرۃ و شرنبلالی نے کہا ہے کہ اسکی صورت یہ ہے کہ بقصد کھانا کسی شخص نے بے عذر سے کھانے کو قتل کیا جاوے کیونکہ وہ کھانے
مستحق کرتا ہے یا منکر کا جو دین میں بالضرورت ثابت ہے اور اسکے قتل کی حلت میں اور حکم دینے میں خلاف نہیں ہے پس قتل جو مومن دہبانہ نے کہا ہے منع
سبب میں ہے قالہ لہبی وان ذرعه القی و خرہ و لہبید لا یفطر مطلقاً ملاو لا اور اگر تم آگئی اور نکل گئی اور نہ میں اگر پھر حلق میں نہیں گئی تو
روزہ میں ٹوٹتا ہے عورت میں یعنی منہ بھر کے آئے یا نین ہم یہ مسئلہ ۲۲ طے ہے ہو سکتا ہے کیونکہ تو آپ آوے یا قطعاً کرے اور دونوں صورتوں میں مجتہدین
یا حکم چاروں صورتوں میں یا خارج ہو جائے یا خود حلق میں جو دیکرے یا بقصد گلے میں او تار اور ان بارہ صورتوں میں یا یہ کہ روزہ یا دہی یا نین اور روزہ

ملہ اور اگر کفارہ سے ار
تقدیر اور علی الاطلاق
اسکو کہ عذر نہ ہو
ہیں کہ اسے قتل کا حکم ہے

کم میں روزہ نہیں جائز ہے جس کی مقدار کو صدر شہید نے اختیار کیا ہے اور وہی ہے یہ اختیار کیا ہے کہ جس کا ناکنا ممکن ہو بدون استعانت لعاب و ہر
اور کمال نے اس کو پسند کیا ہے اس لیے کہ مانع افطار سے وہ چیز جس سے بچاؤ مشکل ہو اور یہ اسی صورت میں ہے کہ خود تھوک کے ساتھ جوف میں جاو
تہ وہ جو بقصد جوف میں لیجاو والا اذا اخرجه من فمہ فاکلہ مگر جبکہ منہ سے نکال لے پھر کھا جائے یعنی اس صورت میں نہ ٹوٹ جاو گیا و کھاؤ
لان النفس تعافہ اور کفارہ لازم نہیں آتا کیونکہ نفس اس کو مکر وہ سمجھتا ہے واکل مثل سمۃ من خلخ لم یفطر بل یفطر فی الاصلہ اور کھا لینا
ایک تل کے بھی خراج سے روزہ توڑتا ہے اور کفارہ بھی لازم ہے جو روایت ہے الا اذا مضغ بحدث تلاشت فی فمہ مگر جبکہ چپا سے اس طرح کہ اس کے
اجزاء متفرق ہو جائیں منہ میں م یعنی اس واسطے کہ وہ تھون میں چپٹ جائیگا اور جوف میں کچھ نہ پہنچے گا اور تھوک کے مانع ہوگا کذا فی المسراج پس
روزہ سلامت رہیگا الا ان یجد الطعم فی حلقہ کما مر فیہ کہ مکر وہ اپنی حلق کے اندر تو روزہ ٹوٹ جاو گیا جیسا سابق مذکور ہوا واستحسنہ
الکمال قال وھو الاصل فی کل قلیل مضغہ اور اس کو کہاں سے پسند کیا ہے اور کہا ہے کہ یہی قاعدہ کلیہ ہے ہر قلیل شے میں جس کو چپا کر اگر مکر وہ حلق
کے اندر پاو گیا تو روزہ جانا رہیگا ورنہ نجایگا وکرہ لہ ذوق شئی وکذا مضغہ بلا عذر قید فیہا قال العینی اور مکر وہ ہر صائم کو چھینا کسی چیز کا
اور ایسے ہی چپا نا بے عذر یہ قید و نون میں ہر قال العینی م ظاہر ہے کہ یہ کراہت تنزیہی ہے قال الرلی لکون زوجھا و سیدھا سیدھا خلق قداف
مثل اسکے کہ عورت کا خاندان مالک بدخلق ہو اور وہ نمک چکھ لے م یہ مثال چکھنے کی ہے اور چپانے کی مثال ہے کہ کوئی شخص بچے کے منہ میں
کچھ چپا کر دیوے جب کوئی شخص چپا والا یعنی حائض یا لڑکا وغیرہ موجود ہو فی کراہۃ الذوق عند الشراء قولان اور جبکہ مول لینے کے وقت
چکھنے میں و قول میں ووق فی النہر یا نہ ان وجد بعد ولحم یخف عذاکرہ والا کہ اور نہ تھون تھون تو نون میں توفیق کی ہے اس طرح کہ اگر بدون چکھنے
کے کسی اور طرح نے سکنا ہے اور غبن کا خون نہیں چکھنا مکر وہ ہے اور اگر بدن چکھے چارہ نہیں اور غبن کا خون ہے تو مکر وہ نہیں م کراہت کہ کسی قید
کے ساتھ مقید کیا ہے کہ چکھنے کے سوا کوئی تدبیر ہو شرکے لیے یعنی غبن کا خون ہو یا نویس شاج کا قول وکم یخف عذاکرہ کے مخالف ہے
البتہ والا لانہ کے موافق ہے قال الشامی وھذا فی الفرض لا النفل لکذا قالوا و فیہ کلام لخرۃ الفطر فیہ بلا عذر علی المذہب فی الکراہۃ
اور چکھنا فرض میں مکر وہ ہے نہ نفل میں اس طرح علمائے کہا ہے لیکن میں کلام ہے کہ کیونکہ نفل میں بھی انظار بے عذر مکر وہ ہے صحیح مذہب پر پس اہت باقی
ہے ہم رہی ہے کہا ہے کہ فرض میں مکر وہ ہے اس کی قوت کہ جہت سے اس کی حفاظت رکھنی چاہیے اور ایسا نفل نکڑا جائے جس سے انظار کا خوف ہو اور
نفل میں مکر وہ نہیں اس واسطے کہ نفل روزہ صوم میں جائزہ لطف میں تھا گو اس وقت شروع کے بعد توڑنا درست نہو پس نفل کا مرتبہ فرض سے نیچے ہے
کہ جو چیز اکثر انظار کو نوبت نہیں ہو چنچائی ہو نفل میں جائز رکھنا فرض میں قال الشامی وکرہ مضغ حلت ابیض مضغ ملشہ وکالا فی قطر
اور مکر وہ ہے چپا نا گوند کا جو سفید ہوتا ہے چپانے کا ڈلی بندھا ہوا ورنہ روزہ ٹوٹ جاو گیا م خاک کو جدا بیان کیا اس لیے کہ عورتیں اس کو بجا سے مسوا
چپا کر تھیں تو اس سے شبہ ہوتا تھا کہ شاید جائز ہو محال ہے کہ اس قسم کا گوند جوف میں عادیہ نہیں پہنچتا اور سیاہ گوند اور جس کو نہیں چپاتے اور
پسا ہوا جوف میں چلا جاتا ہے اگر یہ بھی جوف میں پہنچ جاو گیا تو روزہ ٹوٹ جاو گیا اور اگر ویسا گوند بھی جوف میں پہنچے گا تو روزہ نہیں
ٹوٹے گا وکرہ لم یفطرین الا فی الخلوۃ بعد فیہ اور مکر وہ ہے استعمال ملک مفرط وکو مگر خلوت میں عذر سے اس واسطے کہ دلیل یعنی تھون
کی مشابہت مقتضی ہے کراہت کو مردوں کے حق میں اور کوئی اسکا معارض نہیں اور ظاہر ہے کہ کراہت تحریمی ہے کہ ان فی الطحاوسی
وقل بیاح اور ایک قول یہ ہے کہ گوند کا چپا نا مباح ہے مگر خرا لا سلام ہے کہ امام محمد کے کلام میں اشارہ ہے کہ غیر صالحہ کے
لیے مکر وہ نہیں ہے بلکہ مردوں کو اس کا کتب مستحب ہے مگر عذر کی جہت سے مثلاً منہ میں بدبو ہو و یتجنب النساء لاقہ سوا کھن حنہ

اور متحب ہر عورتوں کے لیے کیونکہ وہ عورتوں کی مسواک ہر دم یعنی سبب اسکے کہ عورتیں ضعیف البسم ہیں تو مسواک شاید سوڑھوں کو نقصان کرے یا دانتوں کی کذا فی الفتح ذکرہ قبلة و معانقہ و مباحثہ فاحشۃ ات لحم یا من المفسد وان آمن لا باس اور مکر وہ ہر بوسہ لینا اور چھونا اور ممانقہ اور مباشرت فاحشہ اگر خوف ہو جماع یا انزال کا اور اگر نہ کا خوف نہیں تو کچھ مضایقہ نہیں ہم سراج میں جزمہ کیا ہو کہ قبلہ فاحشہ یعنی اسکے جو ٹٹوں کو اپنے منہ میں لیکر دانا مطلقا مکروہ ہر خوف ہو یا نہ ہو کہ دھن شاد بے کلا کلمہ ذی القعدة لزینۃ الطویل المحیة اذا کانت بعد للمسنون وهو لقبضہ نہیں مکروہ ہر تیل لگانا مویچوں کو اور نہ سر نہ لگانا بشرطیکہ تقبض نہ ہو یا تیل لگانے سے مقصود ڈھری کی دلاوری نہ ہو جبکہ بقدر سنون یعنی ایک مشت ہو جو ہر دم واضح ہو کہ قصد زینت اور تیز ہوا اور قصد جمال و مریحہ کیونکہ قصد جہاں سے عیب کا دور کرنا اور وقار کا قائم رکھنا اور نعمت کا اظہار بطور شکر مقصود ہوتا جو نہ فقر کے طور پر اور یہ بات نفس کی دلاوری کا اثر ہو اور قصد زینت نفس کے ضعف کا اثر ہوتا جو صمیم فقر تکبر کا لحاظ ہوا کرتا ہو کذا فی الفتح مختصا و صرح فی النہایہ بوجوب قطع ما زاد علی القبضۃ بالضم و مقتضاہ الا تہتبرکہ اور نہ یا میں تصریح کی ہو کہ جو زیادہ کثرت سے ہو گا کاٹنا واجب ہو اور یہ اس بات کو چاہتا ہو کہ زائد کے نہ تراشنے سے گنہگار ہو ہم کیونکہ نہ یا میں کہا ہو و ما رواہ ذلک بحسب قطعہ کذا عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان باخذ من اللحيۃ من طولہا و عرضہا رواہ ابو یسیر یعنی الترمذی فی جامعہ اور ایسا ہی احمد بن حنبل میں ہے اور فتح القدیر میں اسکو نقل کیا ہو اور برقرار رکھا ہو نہ میں کہا ہو کہ بعض موالی سے میں نے سنا ہو کہ نہ یا میں بحسب بجائے ہمارے تو اس صورت میں اند کو نہ کاٹنے کا مضایقہ نہیں شیخ اسمعیل نے کہا ہو کہ یہ خلاف ظاہر ہو کیونکہ ایسے مواقع میں مستحب استعمال کرتے ہیں تاکہ انسانی الا ان یحیل الوجوب علی الثبوت مگر یہ کہ وجوب کے معنی ثبوت کے لیے حاوین ہم اسکی تفسیر یہ ہو کہ ہتدلال صاحبنا یہ کا وجوب پر دلالت نہیں کرتا کیونکہ لفظ کان بغیر تکرار و دوام پر دلالت نہیں کرتا ایسے زلیجی نے لفظ بحسب کو حذف کیا اور کہا کہ وازاد لفصل و بسط یطرح شرح شیخ اسمعیل میں منسب میں ہوا در یہ سنت ہے جسے قننی میں ہے اور یحییٰ اور یسایع وغیرہما میں مذکور ہو کہ کچھ مضایقہ نہیں ڈاڑھی کترانے میں اطراش سے جب لازم ہو اور نہ بڑے بال اٹھا ڈالنے میں مگر جو زینت کے اور نہ مجبور کے بال لینے میں اور نہ کھڑے بالوں میں جب تک کہ غنٹ کی مشابہت نہ ہو اور خلق کے بال نہ منہ ٹٹے اور ایک روایت ابو یوسف سے ہے کہ کچھ مضایقہ نہیں ہوا ما الاخذ منها وھی دون ذلك كما فعله بعض المغاربة و غنٹ الرجال فلم یجہ احد واخذ کما فعل یهود الهند و مجوس الکافر و فیہ اور ڈاڑھی میں لینا اس حال میں کہ وہ منہ سے کم ہو جیسے بعض مغربی اور غنٹ کرتے ہیں پس کہہ گئے نہیں مباح کیا اور کل کا منہ نہ ہونے کے لفظ کا فعل ہوا در یہ کہ جو سیو لگا کذا فی الفتح و حدیث التواسعۃ علی الیال یوم عاشوراء صحیح و احادیث الا کتھال فیہ ضعیفہ کہ مودعہ کا نام ابن عبد اللہ بن زید و حدیث و صحت طعام کی عیال پر عاشوراء کو روز جمعہ ہے اور حدیث میں مرسل ہے کہ اس کی اس روز میں ضعیف ہیں موضوع جیسا ابن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ ان کیا ہو ہم حدیث تو سہلی ہے یہ ہو کہ جو شخص و موالین شرم کو اپنی عیال پر نہ کرے یعنی بہت راکھا لگا پکوائے تو اللہ تعالیٰ تمام سال پھر دست کرے حضرت جابر نے کہا کہ میں نے اسکو ہم پر جس تجربہ کیا خلاف نہیں ہوا او کہ جمال کی حد وہ ہو جو بیقی نے روایت کی ہو اور کہا ہو کہ ضعیف ہو جو کوئی عاشوراء کے دن ٹڈ کا سر نہ لگا و سہلی آٹھ کچھنی دسے کی کذا فی الفتح میں کہتا ہوں کہ مناسبت اسکے ذکر کی یہاں یہ ہو کہ صاحبنا یہ نے ہتدلال کیا ہو کہ سر نہ لگانا روزہ دار کو مکروہ نہیں ہر سطح کہ سوا اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رعیت لائی ہر لگانے پر عاشوراء کو روز اور جس لفظ کے روزہ کی طرف بھی نہیں کہا گیا اربعین کے روز نے ہر اعتراض کیا ہو کہ انج حضرت صلعم سے ہیں تیز روزہ اور کچھ ثابت نہیں ہے انچہ روفض بدعات اتم وغیرہ کے قائم کیے اسکے جواب میں ہے انجیون شیخ اطہار صرور و طعام و احتیاج ان لفظ نے کھڑے کیے اور احادیث میں نہ ہوا کتھال اور نہ یوم عاشوراء کی روایت کہ انج رتول میں لکھا کہ مودعہ پر ہے کہ احادیث کتھال کی خبر میں موضوع ہیں اور اس معلوم کا قائل ہیں تیز روزہ جیسا تھرا روزہ شیخ اسمعیل نے فرمایا ہے

صلوات اللہ علیہ
کتاب الصوم باب ایضا الصوم والایضا
من ثبوتہ
یا فرقا کا چھونا
فرق جمال اور
زینت میں
معدوم یعنی نہیں
لگانا اور سر نہ
لگانا اور نہ منہ
بسم ہر اولین
دونوں درست
ہیں ایک اول
اولیٰ ہر اول
اور ایک سوا
کا قطع کرنا در یہ
جو در یہ سبب
مذکور ہو سوا
صلی اللہ علیہ وسلم
کے روزہ کی زینت
بیکر کرکول
اور غنٹ بیکر
تاش تاش
روایت کیا ہو
اسکو ترمذی میں
صحیح ہے یا در یہ
میں نہ ہے

[illegible]

مجلس شورای عالی
تاریخ ۱۳۰۲/۱۲/۲۵

یہ منہ نہ دانت سر میں کہتا ہوں کہ جب یہ طبیعت کو اسے افطار کرے جس میں یہ شرط موجود نہ ہو وہین تو افطار ہر افکارہ نہ ضرر ہو جیسے ایسا افطار
 کرے بدون علامت و تجربہ کے کیونکہ غلبہ نظر شر اور دیگر اس غافل میں قائلہ الشامی واقاد فی النہج تبعاً للبحر جواز التطیب بالکافر غیاظ فیہ
 ابطال عبادۃ اور نہ میں تبعاً للبحر کسی کہ علاج میں کافر کا قول مانا جس جگہ بطل عبادت کا نہیں جو جائز ہے قلتہ و فیہ کلام لان عندہم نصیحہ اسلام
 کفر فالتطیب بہ حرام کہتا ہوں کہ میں کلام میں کیونکہ کفار کے نزدیک مسلمان کی خیر خواہی کفر ہے پھر کہنے کہ ان علاج کو باجاسکتا ہو فی البحر عن الطہر
 للامۃ ان تمتنع عن امتثال امر المولی اذا کان یحججها عن اقامۃ الفرائض لانہا مباحۃ علیہا من حیث فی الفرائض اور بحر میں نقل کیا ہے کہ یہ
 کہ باغی کو یہ بچتا ہے کہ مولی کے فرمان کو غلط جب امر مذکور ہو جائے کہ فرائض کے اور اسے کیونکہ فرائض کے باب میں اسکو اصل حرمت پر باقی رکھا ہے
 امر شداً لئلا یزاکا وقت تنگ ہو جائے تو رعایت خداوندی مولی کے حکم پر مقدم ہوگی اور اس سے معلوم ہوا کہ اگر مولی کی اطاعت کی یہاں تک کہ روزہ
 افطار کر لیا تو باغی پر کفارہ روزہ ہو گا نہ فی الشامی الفطر یوم العذر الا السق کما سیح یعنی مسافر وغیرہ کو افطار جائز ہے جس روزہ عذر حادث ہو
 مگر نہ یہاں میں کہ روزہ ہو گا جیسے بحر میں سفر کرے اس روز کا اسام و جب ہو گا فی الجلی وقضا الزوا قد رو ا بلا فدیۃ اور قضا کرین مسافر
 وحال وغیرہ جیسے روزہ افطار کرین بدین فدیہ کے مہین شارہ ہوا نام شافعی کے خلاف کا کہ اس کے نزدیک قضا اور فدیہ واجب ہے ہر روز کے لیے
 نصف صاع کہ ہوں کہ فی البیاح و بلا ولا کلا علی التراخی ولذا جاز التطوع قبلہ بخلاف قضا الصلوٰۃ اور قضا کرین بدین شرط پائے ہونے کے
 اس واسطے کہ قضا صوم فوراً واجب نہیں آتی جیسے قضا سے پہلے نفل روزہ جائز اور اگر علی الفور وجوب ہے تا تو نفل روزہ کر وہ ہوتا کیونکہ تاخیر واجب
 کی ہو اس کے تحت گناہ فی البحر بخلاف قضا نماز کے کہ وہ علی الفور ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی نماز سے سوجا
 یا اسکو بھول جاوے تو پائے کہ اسکو پڑھے جب پائے تو یاد کرنا شرط ہے قضا پڑھنے کی اور جزا شرط ہے پیچھے نہیں ہوا کرتی اس سے معلوم ہوا کہ نماز
 فوت شدہ کو فوراً پاد آتی ہے جیسے اور ظاہر ہے کہ سیکے ذمہ فوائت ہوں اسکو نفلین مکروہ ہوں لیکن میں نے مصرح نہیں دیکھا کہ انی النہر میں
 کہتا ہوں کہ قضا سے فوائت میں ہمہ یزاد کر چکے کہ ایسے شخص کو نوافل مکروہ میں مگر مکروہ کثرت میں مکروہین کذا فی الطحاوی ولوجاء رمضان الثانی
 قدم الاداء علی القضاء ولا فدیۃ نہما بخلاف الشاک فیہ اور اگر وہ رمضان آگیا تو اداء کو قضا پر مقدم کرے اور فدیہ لازم نہیں کیونکہ قضا
 وجوب علی الفور نہیں ہو خلاصہ نام شافعی کے کہ وہ قضا کے ساتھ یکسکین کا کھانا دیتا بھی ہر روز کے لیے کہتے ہیں قائلہ الجلی ویندب لمسافر الصوم
 لایۃ وان تصوموا خیر الکھ و الخیر فیضا البواقل التفصیل ان المیزۃ اور مستحب ہے مسافر کو روزہ بمقتضی آئینہ شریف روانہ تصوموا خیر الکھ کے
 یعنی تمہارا روزہ رکھنا اچھا ہے تمہارے لیے کہ رمضان تک یعنی خوات باک کا نہ روزہ افطار وجوب کا کذا فی البحر وغیرہ معنی نیک کے ہونے فعل التفصیل کیونکہ
 فعل التفصیل کہنے سے یہ معنی ہوتا ہے کہ روزہ رکھنا بہت بہتر ہے اور افطار بھی بہتر حالانکہ افطار مباح ہے نہ بہتر کذا فی الطحاوی فان شق علیہ و علی
 رفیقہ فالعطر افضل لوافقۃ الباعثین اگر دشوار ہو روزہ پھر اس کے رفیقوں پر تو افطار افضل ہے بسبب موافقت پانے گروہ کے کہ رفیق ہم جنس ہوتا ہے اگر
 واحد اور جمع کو اور بعض خون میں نشہ ہے یعنی جب اس کے سبب قی با اکثر منظر ہوں اور نفقہ شکر ہے تو افطار افضل ہے جیسا خلاصہ وغیرہ میں ہوا وجاہت
 کی موافقت یعنی پھر نفقہ کے حصہ کی تقسیم دشوار ہو اسکا ساتھ نہ دینا شاق ہے قائلہ الشامی فان ما توافیہ ای فی ذلک العذر خلاصہ علیہ
 الوصیۃ بالندیۃ لعدم ادراک قصۃ من اہل اخیس اگر مر جاوے حذر نہ کر دے عذر میں تو پھر وصیت فدیہ کی واجب نہیں ہے کیونکہ انکو نہیں ملی
 فرصت شمار دوسرا نام کی جو آیت قرآنی میں مخصوص ہے یعنی چونکہ نہ قضا واجب ہوئی نہ فدیہ تو وصیت واجب ہوئی کہ وصیت وجوب کی فرع ہے
 اور معلوم رہے کہ وصیت جب واجب ہوتی ہے جب تک اس مال ہو کذا فی شرح الملتقی ولو ما توافی العذر وجبت الوصیۃ بعد ادراک کھ

وجوب رمضان اور اس میں ازفان تمام ہے جب ہر ایسی روزانہ شایع مذکور ہے مع حوائج پنجہ بن شریف سوانی النہر

عدۃ من ایام اخر اور اگر مرن زوال عند کے بعد تو وصیت وجب ہو بقدر شمار ان ایام کے جو انکو ملے واما من افطر عدا فوجوہا علیہ بالاولے لیکن جس شخص بلا عذر افطار کیا ہو پس وجوب صیت اسکے ذمہ بطریق اولیٰ ہوم حتمی نے کہا کہ یہ شخص کسی ایسے فرصت رکب زمانہ قضا کی شرط نہیں کیونکہ ادا وقت پر رکعہ سکنا تھا اسنے وقت کو بے عذر کھو دیا وہی لزوم اعنہ ای عن اللبت ولیہ الذی یتصرف فی مالہ کا لفظ قدر اور قدر یہ دیکو وجوب صیت کی طرف اسکا ولی جو اسکے مال میں تصرف کرتا ہے یا مانند فطرہ کی مقدار ہم یعنی ولی کو قدر یہ داکثر ثلث مال کا لازم جب صیت کی ہو اور نہیں تو لازم نہیں بلکہ جائز ہو سراج میں کہا ہے کہ اسطرح زکوۃ وارث کے ذمہ اسکا اخراج لازم نہیں مگر صیت پر لکھ کر کہ وارث تبرعا ادا کرے اور الذی تصرف اشارہ ہے کہ لفظ ولی وحی کو بھی شامل ہے کذا فی البحر اور تشبیہ فطرہ کی ساتھ صرف مقدار ادا کی قیمت کے بعد ازین ہر بیان کے تمسک بمان شرط نہیں بلکہ اباحت کافی ہے بخلاف فطرہ کے اور قستانی نے کہا ہے کہ اطلاق کلام کالات کرنا ہے کہ اگر ایک فقیر کو بیس دیکو تو جائز ہے ہر عدد شرط ہو نہ مقدار لیکن اگر نصف صاع سے کم دیا تو نہ شمار میں نہیں ہی پرفتنوی نے بھی بخلاف فطرہ کے ایک قیل پر جیسا کہ چکا قال الشامی بعد قدر یہ علیہ ای علی قضاء الصوم وفوتہ فوفی القضاء بالوۃ بعد اسکے میت کو قدرت قضا ہوم کی حاصل ہوئی پھر موت کی جہت قضا فوت ہوئی اور طرف میں بعد از متعلق قدری کے ہو اور فوتہ کا عطف قدر یہ پر ہو فلو فاقہ عشرۃ ایام فقدر علی خمسۃ فداھا فطیس لکے دس روزے میت سے فوت ہوئے پھر مسکو پانچ روز کی قدرت ملی تو پانچ ہی کا قدر یہ دے ہم اس تقریر میں اشارہ ہے کہ طحاوی نے جو کہا ہے کہ یہ قول محمد کا ہے اور شخصین کے نزدیک وصیت اور فدا تمام روزوں کا وجب ہے اگر ایک روز کی بھی قدرت ملے سو یہ قول طحاوی کا مردود ہو اس واسطے کہ یہ خلاف صرف مذہب میں ہے نہ رمضان میں کیونکہ وجوب فقیر قدر کے ہوتا ہے جیسا ہر ایک وغیرہ میں تنبیہ کی ہو بوصیۃ من الثلث متعلق بقدی وھذا لولہ وارث والا فکل فقستانے میت کی وصیت کی جہت سے ولی فقیر ثلث مال سے اور یہ اس صورت میں ہے کہ میت کا کوئی وارث ہو اور اگر وارث نہ ہو تو کل مال سے دیکو کذا فی فتاویٰ ام ایسیہ کے زیادتی کی مانعت وارث کے حق کے سبب ہے پھر جب وارث نہ ہو تو منع نہیں ہے جیسا اس صورت میں کہ وارث ہو اور اجازت دے اور یہی حکم ہے اگر وارث ایسا ہو جسکو روزہ ہونا یعنی زوجین میں سے کوئی ہو تو وارث کے جہت سے بعد زیارت علی ثلاث کی کنجائش ہو قال الشامی وان لھ لوصی فیتبرع ولیہ بدہ جاز ان شاء اللہ ویکون الثواب للولی اختیار اور اگر میت نے وصیت نہیں کی اور ولی نے بطور حسان قدر یا تبرعا یا انشاء اللہ تقانے اور ثواب اسطے ولی کے ہو گا کذا فی الاختیار ہم اختیار کی عبارت میں اسطرح دیکھی ہے و ان لم یصل یصل لورثۃ الاطعام لانما عبادۃ فلا تودی الابامرہ وان مغلو ذلک جاز ویکون لہ ثواب انتہی اور کچھ شبہ نہیں کہ فقیر کی میت کی طرف ہر اور یہی ظاہر ہے کہ وہ وصی نے میت ہی کی طرف صدقہ دیا ہے نہ اپنی طرف سے پس ثواب میت کو ہو گا جیسا ہر ایک میں تصریح کی ہے کہ انسان کو پہنچ سکتا ہے کہ اپنے عمل کا ثواب کسی غیر کو وصول ہو یا صوم یا صدقہ وغیرہ ان کسی غیر کی طرف صدقہ دیا تو اسکے ثواب میں کچھ کمی نہ ہوگی قال الشامی وان صام او صیط عند الولی لا یصل عند النساۃ لا یصل احد عن احد لکن بطعم عند لیر اور اگر روزہ رکھے یا نماز پڑھے میت کی طرف اسکا ولی و نہیں جائز ہو واسطے حدیث نسائی کے کہ نہ روزہ رکھے کوئی کسی طرف سے اور نہ نماز پڑھے کوئی کسی طرف سے لیکن کھانا کو تو کسی طرف سے اسکا ولی و کذا يجوز لو تبرع عنہ ولیہ بکفارۃ عین وقل بالعام او کسوة لبیغ عتاف اور اسطرح جائز ہے اگر تبرع کیا کسی طرف سے لیکن اگر کھانا یا کفارہ عین یا بل میں ساتھ کھانا کھلا کر اپنے بھائی کے سوا ہر ادا کرنے کے ہم اسطرح ہی ملے اور درلر و ہر اور نہیں لیکن شریک الیہ میں کہا ہے کہ تبرع وارث کا کفارہ قتل میں کسی چیز کے ساتھ صحیح نہیں ہے کیونکہ ہمیں احبب عتاق رقبہ کا ہے اور وارث کا عتاق اسکی طرف سے صحیح نہیں جیسا ذکر کیا ہے اور عتاق کا بدلہ صوم ہے یا ہمیں نہ یہ صحیح نہیں ان اطعام اور کسوة اس کفارہ میں ہوتا ہے نہیں تو کفارہ قتل کو کفارہ عین میں شریک کرنا سوجو نہیں مافی الشر نلایذکذافی العرفہ اور علامہ قسطلی نے اسکا جواب دیا ہے پانچہ ابواسمخو ذلک فقل کیا ہے کہ قتل سے مراد قتل العید ہے نہ قتل انش میں کتا ہوں کہ اس پر بھی اردو ہوا جو کہ صوم قتل العید

سلفہ
انما استیض
اسو اسطے کہا
کہ اس میں
نفس ہوتی ہے
ہر اور میں
مالہ کی
متر سے
اصل میں
ماط ہو
لو بالظہن
کہ یہ کہتے ہیں
اور اگر میں
جہت کی
یہ شخصیت
جو وصیت نہیں
کے ثواب میں
میں اسکا
ارث کے
میں اسکا
ارث کے

ح

اصل نہیں ہو بلکہ وہ بدل ہوا سو اسلئے کہ واجب نہیں یہ کہ اگر کسی تمیز سے ہی خریدی جاوے جو مردم میں ذبح ہو یا طعماس کہ حدتہ دیا جاوے ہر فقیر کو نصف صاع یا ہر شخص کے بدلے ایک ذکار روزہ اور کافی کا نصف ہو کہ جو شخص ایسے روزے سے عاجز ہو کہ بدل ہو غیر کا جیسا کہ انارہ میں ہے اور قتل پہلے فقیر دیکھ اپنی طرف سے اپنی حیات میں اسلئے کہ شیخ فانی ہو تو نہیں صحیح ہو دونوں کفاروں میں اور اگر صییت کی فدیہ کی توجیح ہو دونوں میں اور اگر کسی طرف سے اسکے ولی نے تبرع کیا تو کفارہ قتل میں صحیح نہیں کیونکہ نہیں جب عتیق ہو اور تبرع اسکا درست نہیں اور کفارہ میں میں صحیح ہو لیکن کسوتہ و طعماس میں قتل میں جیسا کہ بیان کیا یہ مقام ہی طرح پہننا چاہیے غنیمت جاتا کہ یہ ان تمام کے قدم نقرش کھانے میں قالہ الشامی وسطہ لما فیہ من الزام الواک للیت بلا رخصنا عہ یعنی عتیق کے ساتھ تبرع ولی کا اسلئے جائز نہیں کیونکہ صییت کے ذمہ دلاؤ کا لازم کرنا جو بد دن نہیں فدا کے یعنی اگر عتیق صییت کی طرف سے صحیح کیا جاوے تو لایق ہے کہ غلام آزاد کر دیا کو کا دوسرے نوئے اسکے کسی وارث نہیں کیونکہ یہ چھگیا ہم سو اسلئے کہ دلاؤ ایک طاقہ جو مانند طاقہ نسک کے علاوہ ہرین الانفعالی نہیں کیونکہ آقا اپنے غلام آزاد کا مال بھی ہو کہ اسکی طرف سے خوشیا دیتا ہو اور ایسے ہی اسکے عصبان بعد اسکی موت کے اور بیان نہیں وارہ ہوا جو ہر ہر شیخ کہ انسان کو جائز ہو کہ اسکا ثواب غیر کو دیکھا دے اعتناق کو بھی شامل ہو کیونکہ یہاں مراد اعتناق بطور نیابت کے ہے صییت کے روزے کے بدلے بخلات میں رہتا کہ اپنے غلام کو آزاد کرے اور اسکا ثواب صییت کے لئے کرے سو اسلئے کہ اعتناق معتق کی طرف سے اصلاً ہوا اور دلاؤ اسکی رہی صرف ثواب صییت کو ہوا اور بخلات میں کسوتہ و اطعام کے کہ نیا ہے ہو سکتا ہی واسطے نوئے الزام کے قالہ الشامی و ذیہ کلی صلوۃ ولو تو الکماہ فی فضاء القوائم لعموم یوم علی المذہب اور فقیر ہر روز اگرچہ وتر ہو جیسا فقہائے اہل سنت میں مذکور ہو مثل فدیہ ایک روز کے ذمہ کے جو صحیح مذہب میں اور جو محمد بن مقاتل نے امام محمد سے اولا روایت کیا ہے کہ ہر روز کا پانچون نمازوں کے لئے نصف صاع ہو پس اسکو صحیح شمس سے جمع کیا ہو اور کہا ہو کہ ہر نماز فرض ہو جیسا ہر روز کا روزہ فرض ہو اور یہی صحیح ہو کہ انانی السراج کذا الفطرۃ اور ہی طرح فطرہ میں عید کا فطرہ مانند فدیہ ایک دن کے روزے کے جو پانچ پہلے مسلم ہو چکا اور ممکن ہو کہ پشیمیلہ تبرع کی ہو اور علی نے کہا کہ الفطر کے معنی یہ کہ ولی فطرہ نکالے صییت کی صییت قالہ الشامی والاعتکاف الواجب بطبعہ عن کل یوم کا لفظاً ولو الجسیدہ اور اعتکاف واجب میں کھانا کھانا یا جو صییت کی طرف سے ہر روز کے لئے مانند فطرہ کے یعنی مقدار میں کذا فی الولوچہ ہم اگر صییت کی صییت کی جو ترکہ و مالٹ سے رہا جاوے گا ورنہ حلالاً والحاصل ان ما کان عبادۃ بدینۃ فان الوصی بطبعہ عن بعد موتہ عن کل واجب لفظاً والمالۃ کا الزکوۃ بخارج عند القدر المتجاوز والمال کا کچھ عند رجلا من مال الیت عی اور محال ہو کہ جو عبادت بدنی جب نیاز تو وصی صییت کی طرف سے کھانا دے اسکے مرنے کے بعد ہر وجہ کے مثل فطرہ کے اور جو عبادت مالیہ جو صییت کے لئے نکالے صییت کی طرف سے بقدر وجہ عبادت مرکب ہو بدنی اور مالی سے یعنی جو ترجیح کرے اسے صییت کی طرف سے ایک شخص کو بھیج کر صییت کے مال سے کذا فی البحر والشیخ الفانی العاجز عن الصوم لفظاً یقین وجوباً ولو فی اول شریعتی فکان وجوب روزہ سے حاضر ہوا فطرہ جائز ہو فدیہ ویسے وجوب اگرچہ پہننے کے شروع میں دیکھ فدیہ ہو اسلئے وجہ ہو کہ یہ غدر جانے والا نہیں جو کہ قضا لازم آوے کذا فی انہر اور فدیہ دیکھ میں مضائق اول و آخر برابر ہو کذا فی البحر و بلا تعدد فیکر لفظاً لو موسر والا فیستغفر اللہ اور فدیہ میں تعدد فقیروں کا شرط نہیں ہوا فدیہ بدین مثل فطرہ کے دے اگر تو اگر ہو ورنہ اللہ تعالیٰ سے متفکر کہ ہم متفکر کا ذکر فقر القدر اور بحر میں مسئلہ مذکور الکی کے بعد بیان کیا جو جبکہ ذکر کرنے والا روزہ نکالے اور یہ میں مشغول ہو چکا ہو پس یہ ہو کہ یہ اسی کے ساتھ متعلق ہو شیخ فانی کے مسئلہ کے ساتھ جو اس پہلے ہو کہ کو شیخ فانی سے کسی کے قصیدہ نہیں پائی کسی بخلات نادر کے سو اسلئے کہ روزہ چھوڑ کر جب عیشت میں مشغول ہو تو ایک قسم کی تقصیر ہو کی اگرچہ عیشت کی مشغولی وجہ ہو اسلئے کہ اس میں غلطی کی وجہ سے فلا لانی هذا اذا کان الصوم اصلاً بنفسہ وخطبہ یا دائرہ وجوب فدیہ شیخ فانی و غیرہ ہمیں صورت میں ہو کہ صوم بذات خود اصل ہوا ورنہ اسکی مالکیت مالک ہے ہمیں ہر مضائق اور اسکی قضا اور نہ مثلاً کسی نے صوم کی کسی کی فدیہ اور وہ دن میں گذر گیا تو فدیہ جائز ہو کذا فی البحر و فی لفظہ الصوم

لکفارۃ یمیزا وقت تعین لہ تعین الفذی لان الصوم ہذا بدلتی یہاں تک کہ اگر لازم ہو صوم کفارہ یحییٰ یا قتل کا بھجرا جز ہو گیا تو نہ یہ جاسکے
نہیں ہو کہ صوم یہاں غیر کا بدل ہو ہم یہ تفریح ہو اصلانفک کے مفہوم پر اور کفارہ یحییٰ اور قتل کے ذکر کرنے سے اسے ان کو کفارہ ظہار اور فہار سے تہیب
اعتقاد سے عاجز ہونے تکستی کے سبب روزہ سے زیادت عمر کے سبب تو اسکو بعض جائز ہو کہ ہو سکے نہ کہ کفارہ ظہار و طعام کفارہ یحییٰ ہو کہ
چل نہیں بلکہ صیام بدل ہو طعام کا کدانی السلیج اور بحرین غایۃ البیان غایۃ یفضل کیا ہو کہ سہ طرح اگر بعد البیاس حالت حرام میں تکلیف کی جہت سے اور تہیب سے
نہیں اور تہیب صیام بدل ہو طعام کی کہ چھ سکینوں پر تقسیم کرے اور وہ شخص شیخ فانی ہو روزہ کی طاقت نہیں رکھتا بھروسہ نہ کہ بدلے کفارہ ظہار و طعام ہو کہ
صوم بدل ہو قال الشامی دلوکان مسافر اذات قبل الاقامۃ لہ تجلای صعاء اور اگر مسافر ہو بھرم جاؤا قاسم سے پہلے تو فدیہ کی وصیت ہو سکتی ہے نیز
م یہ تفریح ہو شرط بادائہ پر و غیر کان کی حالت ہو عاجز کی طرف یعنی وصیت اس پر حرج سے وجہ نہیں کہ ہو سکے تو قدر فرصت نہیں ملی کہ ایام صیام کی نقصان
ومتی قدر قضی لان استمرار العجز شرط الخلفۃ اور جب قدرت ہو یعنی شیخ فانی کو جو فدیہ ادا کر چکا ہو تو قضا کرے ہو اسطے کہ دوام عجز کا شرط ہو
خلفہ ہونے فدیہ کا صوم میں م بھرین کہا ہو کہ صوم کی فدیہ ہو اسطے لگائی کہ تیم خارج ہو جاؤ کہ جب پانی پر قدرت ہو تو نماز نہیں ملے ہو تو اسطے کہ تیم
کا خلفہ ہونا شرط ہو صرف عجز پر پانی سے نہ دوام عجز پر قال الشامی وھل تکلف الا باحۃ فی الفدیۃ قولان المتہود تم داعمدہ الکمال اور اہل حق
میں کافی ہو یا نہیں ہمیں دو قول ہیں مشہور یہ ہو کہ کافی ہو اور ہی پر کمال نے اعتماد کیا ہو ہم ہمیں لفظ طعام واروہا ہو ہمیں اباحت او تکلیف دون
جائزین بخلاف اسکے ہمیں لفظ اعتبار ادا کا ہو اسلئے کہ وہ صرف تکلیف کی واسطے ہو قسمتان عن المضمرات وغیرہ و لزم نفل شرع فیہ قصداً کما
فی الصلوۃ اور لازم ہو وہ روزہ نفل کہ شروع کیا ہو اسکو قصداً جیسا صلوۃ میں مذکور ہو و افلو شرع ظناً فاظہر لے فوراً ف لا قضاء
پس اگر شروع کیا وجب کما ان پر بھرم معلوم ہو کہ وجب فدیہ پر نہیں ہو بھرم فطار کیا اسی وقت یعنی بھرم معلوم ہونے کے تو قضا اسکے ذمہ لازم نہیں ہو
اما الوضوء اساعۃ لزمہ القضاء لانه مضیہا صار کانه نوى المقضی علیہ فی هذه الساعۃ فہو یجب لیکن اگر بعد علم کے ایک ساعت گذر گئی ہو بھرم فطار
کیا ہو بھرم روزہ قضا لازم ہو کیونکہ سب ساعت گذری ہو گویا اسے نیت روزہ کے تھا کی اس ساعت میں کی گذری ہو بھرم فطار کی وجہ سے و لم یوضأ
اتمامہ فان فسد ولو جرد عن حیض فی الاصح وجب القضاء لازم ہو نفل اور یا قضا یعنی وجب ہو پورا کرنا ادا کی صورت میں بھرم
فاسد ہو جاؤ اگرچہ نہا یعنی آئے کی جہت سے ہو تو اصح روایت میں قضا وجب ہو الا فی العیدین وایام التثویق فلا یلزم لصیورۃ صائناً
بنفس الشریع فیصیور تکالیف لکریعیدین اور ایام تشریق میں کہ ان میں تمام لازم نہیں اور نہ قضا اس واسطے کہ روزہ کے شروع کرتے ہی صائم ہو گیا
پس تکب ہو انہی کام میں اسکی حفاظت وجب کی بلکہ ابطال وجب ہو اور وجب قضا مبنی وجب حفاظت پر جو پس جیسے تمام وجب قضا بھی
وجب ہوئی بخلاف اسکے کہ ان ایام کے صوم کی تذکر کی واسطے کہ نہ لازم ہو جاتی ہو اسطے کہ ایام غیر منہیہ میں انکی قضا کو کیونکہ نفس نہ میں رکاب
معصیت کا نہیں ہو بلکہ شروع صوم معصیت ہی پس نہ منع ہوئی اور قضا لازم ہوئی اور دونوں میں کدانی اطحاوی واما الصلوۃ فلا یكون مصلیاً
مالہ یجد بدیل مسئلہ الیمین اور نماز میں تو مصلی نہیں تھا کیا جاتا ہو جب تک سجدہ کر چکے بدیل سہل نہیں کہ ہم پر جواب ہو ایک سوال کا سوا حاصل یہ ہو کہ
اوقات منہیہ میں پیسے تھا کہ نماز بھی واجب ہوئی شروع کرنے سے جیسا روزہ ایام منہیہ میں شروع کرنے سے نہیں جیسا نا جواب کا حاصل یہ ہو کہ نماز میں معصیت کا مبرا
شروع نہیں ہو نا جب تک سجدہ کرے کیونکہ اگر کسی شخص حرم کھائی کہ نماز نہ پڑھے گا تو بغیر سجدہ کیسے حالت نہیں ہو نا بخلاف صوم کا ایام منہیہ میں صرن شروع
معصیت کا مبرا ہو گیا کدانی المتحرک لا یفعل الشاہ فی نفل بلا عذر فی دواۃ وھی الصیحة اور نہ افطار کرے شروع کرنے والا نفل میں یعنی روزہ کو کھینچ
ایک روزہ میں ہی روزہ میں ہو ہی ظاہر روایت ہو کدانی المتحرک لا یفعل الشاہ فی نفل بلا عذر فی دواۃ وھی الصیحة اور نہ افطار کرے شروع کرنے والا نفل میں یعنی روزہ کو کھینچ

یعنی حالت حیض میں
یا ان میں صورت
کہ نہ پہلی وصیت کو
یہاں مذکور ہو

کہ تاہی تو نفل روزہ رکھنا بجا ہے بدون اجازت اور اگر نقصان نہیں کرتا تو اسکو روزہ جائز ہو و لو نوى مساخر الفطر لکھ سوا فقام ونوى الصوم
 وقتہا قبل الزوال صم مطلقا اور اگر نیت کی مسافر نے افطار کی یا نہ نیت کی پھر مقیم ہو گیا اور نیت کر لی روزہ کی نیت کی وقت میں زوال سے پہلے یعنی نصف
 النہار شرعی سے پہلے اور کھانے سے پہلے تو صحیح ہے ہر صورت میں ہم یعنی نفل ہو یا نذرہ معین با د اے رمضان اس سے معلوم ہوا کہ کھانا محل وہ روزہ جو نہ نیت
 رات سے نیت کرنی شرط نہیں پس اگر اس روزہ کی نیت کی جس میں نیت ضروری تو نفل ہو گا کہ انی الحطانی قال الشامی وجب علی الصوم لو کان فی رمضان
 لم یزال المرخص اور واجب ہو روزہ اگر وہ واقعہ رمضان میں ہو بسبب اہل ہونے خاص کے یعنی نیت صریح کہتے تھے جب غیر اہل ہو گیا اور نیت اقامت
 کی کر لی روزہ واجب ہو گیا لکھا یجب علی مقیم اقام صوم یوم منہای رمضان ساخر فیہ ای ذلک ایوم جیسا کہ ہم نے بیان کیا کہ اس روزہ رمضان
 جس میں غرض واقع ہو رہی ہو اس واسطے کہ سفر روزہ شروع کرنے کو صباح کرتا ہے نہ روزہ توڑنے کو پس اگر خبر کے بعد سفر کیا تو افطار حلال نہیں ہو مگر میں کہتا ہوں کہ اگر
 حکم جو اگر مسافر نے نیت کی رات کو اور صبح ہوئے تک اس نیت کو نہیں توڑا پھر روزہ رکھا تو اس روزہ افطار حلال نہیں اگر افطار کرے تو کفارہ لازم نہیں لیکن
 اگر کفارہ علیہ لواء فطر فیما للشیعہ فی اولہ و آخرہ اور لیکن کفارہ نہیں لازم اگر افطار کیا وہ دنوں مسلمان نہیں یعنی مسافر کہ مقیم ہوا اور مقیم جسے سفر کیا وہ مسافر
 شہر کے اسکے اول و آخرین میں یعنی اول مسلمانین شہر اول وقت میں ہو اور دوسرے مسلمانین آخرین یاف و شہر میں جہاں قال الشامی الا اذا دخل مصلی
 فطر فطر فطر لیکن اگر اس صورت میں کہ اپنے شہر میں داخل ہو کسی چیز کے لینے کو کہ بھول آیا تھا پھر افطار کر لیا تو اس صورت میں کفارہ دہم اس واسطے کہ کھانے کی وقت
 وہ مقیم ہو کہ کھانے کی جہت سے سفر کو چھوڑ دیا اور بیان کیا اس پر عمل ہوئے تھیں پھر وہ پلٹ کر پھر سفر کیا یا اگر کسی غرض سے کھانا پھر سفر کیا یا اگر سفر کیا اگر کفارہ
 نہیں تھا تو کفارہ ان فی النوى و لو نوى الصائم الفطر لکھ مطلقا کما مر لہ لونی التکلم فی صلوتہ و لکھ تلمذ شرح الوہابینہ قال فیہ خلاف الشافعی اور
 روزہ رات سے نیت افطار کی تو مطلقاً نہ جاد لکھا جیسا مذکور ہوا یعنی لا یصام یوم الشک سے پہلے بطرح نماز میں نہ کی بولنکی اور نہ بولالکذا فی نوح الوہابینہ اگر شہر
 نے لکھا کہ ہمیں خلاف ہر شافعی کا موطاوی نے لکھا کہ متقدم مذکور ہوا یعنی لا یصام یوم الشک سے پہلے بطرح نماز میں نہ کی بولنکی اور نہ بولالکذا فی نوح الوہابینہ اگر شہر
 مستقر قال الشہر لندرق امدادہ اور قضا کرے صیام ایام میوشتی کے اگرچہ تمام ماہ رمضان پہنچوڑ رہا ہو کیونکہ میوشتی کا بڑھ جانا نارہم جو ہم یعنی بغیر کھانے
 پینے کے اعتدال جتنا ہے یہ نارہم روزہ اوقات میں شیخ نہیں ہو گا فی الزیومی سوی یوم حدث الاغاء فیہ اوفی لیلۃ فلا یفیضہ الا اذا
 علم انہ لہ یوہ سوائے اس روز کے جس میں میوشتی طاری ہوئی یا شکی رات میں ہو اسکو قضا کر کے کہتے ہیں کہ اسکی نیت نہیں کی م قضا کر کے اس واسطے
 کہ ظاہر حال مقتضی ہے کہ رات سے نیت کی ہوئی اور اگر جنہوں دن کو حادث ہو جائے تو بطریق اولیٰ پس کر سکتے ہیں یہاں تک کہ اگر وہ شخص ایک ہو رمضان میں
 کھانے کی عادت رکھتا ہو یا مسافر ہو تو کل کو قضا کر کے کذا قالوا کذا فی الشامی و فی الجنودان لکھ سیتو علی الشہر قضی ما مضی اور جنہوں میں اگر تمام
 ماہ نہ رہے جو بقدر ایام گذرے ہوں انکی قضا کرے م اور اگر تمام ماہ رہا ہو تو مطلقاً قضا لازم نہیں بل خلاف قال الشامی وان سیتو علی جمیع ما یکند انشاء
 الصوم فیہ علی ما لا یفیضہ مطلقاً لکھ اور اگر جنہوں جملہ اوقات کو احاطہ کرے جن میں موجود ہے ہو سکتا ہے جیسا کہ اول کتاب الصوم میں گذرا تو نہ قضا کرے
 بالکل واسطے دن و حج کے م انشاء صوم ہمیں ہو سکتا ہے وہ مدت طلوع فجر سے نصف النہار تک ہر دن میں پس معمولی فاقہ کا بعد زوال کے اور تمام شب کا
 میوشتی میں یعنی اگر حیض آئیں ہو سکتی ہے لیکن انشاء صوم افضل رات کو نہیں ہو سکتا اور بعد نصف النہار کے لیکن یہ مخالف ہے مصنف کی مراد کو
 کہ اسے قضا کر کے مطلق کیا ہو یعنی وہ مقتضی ہے کہ اگر ایک ساعت کا بھی فاقہ ہو اگرچہ نہ ہو یا بعد نصف النہار کے تو قضا کرے ورنہ نہیں اور یہ شرط
 کتاب الصوم میں خلاف کا بیان کیا ہے اور یہ کہ دونوں قول صحیح ہیں و محمد و سر اس کو کہ وہ ظاہر لہ روایت ہے اور متون میں مذکور ہے اور مطلقاً سے مراد یہ
 کہ جنہوں معمولی ہو یا بعد یوم کے حاض ہو گیا ہو اور یہ ظاہر لہ روایت ہے اور امام محمد سے ایک روایت ہے کہ ان دونوں میں فرق ہے اس لیے کہ جب بالغ

مسلم لکھ انشاء
 اصحاب
 کہ پہلے سے نیت
 افطار کی ہو
 یا نہ روزہ
 ہو اگرچہ
 صبر ہو
 نیت افطار کی
 ہو تو صوم
 کو مانع نہیں
 نہ نیت
 کسی جو روزہ دار
 نیت نہیں ہو
 اس کے
 نیت سے
 کہ اگرچہ
 صبر ہو
 صبر ہو
 صبر ہو

ہو احوال جنہوں میں تو کسی کے ساتھ ملحق ہو پس خطاب سبکی طرف توجہ ہوا بخلاف اس صورت کے کہ بالغ ہو احوال عقل میں پھر مجنون ہو گیا اور یہی
 مختار ہو بعض متاخرین کا کذا فی البدایہ اور شریک الدین برہان سے اسے موقوف سے نقل کیا ہو کہ مجنون اصلی پر کھچلے ایام کی قضا نہیں ہو صحیح روایت میں
 یعنی ان ایام کی کہ انہ سے پہلے گذرنے والا شامی و لوند صوم ایام المنہیۃ او صوم هذه السنة صوم مطلقاً علی التمام و اگر روز کیے روز سے ایام منہیہ کے
 یا اس برس کو نذر میجر ہو مطلقاً نہ جب مختار برہم بیان سے شروع ہو ان معصام کا جو بندہ اپنے قول سے اپنے کو عیال لازم کرے اور سابق میں ان روزوں کا مذکور
 تھا جو عیال کی طرف سے لازم ہوئے ملتقی کی شرح میں کہا ہو کہ مذکور زبان کا ہو اور اسکی صحت کی شرط یہ ہو کہ معصیت نہ ہو جسے شراب پینا اور نہ بچہ فی الحال
 وجوب وجوب نماز روزہ وجوب ہو چکے ہیں نہ آئندہ کو وجوب ہو چکے ہیں وہ نماز روزہ ہوا کہ کو وجوب ہو گئے اور یہ شرط ہو کہ اسکی جنس کوئی وجوب علیہ نہ مقصود ہو و وجوب
 ہو اور نہیں قضاے قاضی کو دخل نہیں ہو اور مطلقاً کہ یہ سنی کہ منہی عنہ کا ذکر سنی ہو یا نہ وجوب یا بحر میں ہو اور جو زبان بولے وہ مقصود ہو یا نہ سنی اگرچہ کہ
 کچھ کا کچھ کہد یا تب بھی نذر منعقد ہو جاوے گی چنانچہ ولو اجماع میں کہا ہو کہ کسی شخص نے کھانا چاہا یا شہد علی صوم یوم اور اسکی زبان سے نکل گیا صوم فہر تو اس پر ایک ہیستے
 روز سے لازم ہو گئے کذا فی البحر اور اس طرح اگر کوئی اور کا نام بولنا چاہتا تھا اور جسکے منہ سے نذر کا کلمہ نکل گیا تو نذر لازم ہوگی کیونکہ نذر میں ہر لفظ بمنزلہ جملہ کے ہی
 مثل طلاق کی کذا فی الفتر اور علی التمام اس واسطے کہ ما کہ ابو یوسف نے امام صاحب روایت کی ہو کہ یہ نذر نہیں صحیح ہو اور یہی قول زفر کا ہو اور حسن نے امام صاحب
 روایت کی ہو کہ اگر عین کہا تو صحیح نہیں اور اگر کل کے روز سے کی نذر کی اور اتفاقاً وہ دن یوم الخمر کا ہو تو صحیح ہو کذا فی الشامی و فرقا بین النذر والشرع فیہا
 بان نفس الشرع ومعصية ونفس التذرة طاعة فصم اور نذر کرنے اور عین شروع کرنے میں فقہاء نے اس طرح فرق بیان کیا ہو کہ شروع کرنا گناہ ہو اور نذر نہ
 عبادت ہی پس نذر درست ہوئی یعنی لازم ہوئی و لکنہ فطر کا ایام المنہیۃ وجوباً نہ واجباً عن المعصیۃ و قضاها اسقاطاً للواجب لیکن نادر
 ایام منہیہ میں افطار کرے وجوباً نہ گناہ سے بچے پھر انکی قضا کرے اپنے ذمہ سے وجوب ساقط کرنے کو دان صامہا خرچ عن العہدۃ مع الحرمة اور
 اگر انہیں نون میں روزہ رکھ لیا تو عمدہ سے بری ہو گیا مگر فیصل حرام ہو و هذا اذا نذر قبل الايام المنہیۃ فلو بعدہا لم یقض شيئاً وانما یلزمہ
 باقی السنۃ علی ما هو الصواب اور یہ محو قوت ہو کہ نذر ایام منہیہ سے پہلے واقع ہوئی ہو پس اگر بعد ایام منہیہ کے نذر کی مثلاً چودھویں تکچہ کو تو کچھ نہ قضا کرے
 اور اسکو صرف باقی سال کے روزے یعنی تکچہ کی تمامی کے لازم ہو گئے اور یہی صواب ہے ہم نہا کا مشاوالیہ وہ مسئلہ ہو کہ اگر سال معین کے روزے نذر کیے تو
 قضا ایام منہیہ کی لازم ہوتی ہو اور بقیہ ایام سال کے روزوں کا لازم ہو یا صواب سوا سے ہو کہ سال معین عربی ایک مدت عین ہو محرم سے تکچہ تک تو بڑھتا
 اشارہ دلالت کرتا ہو کہ وہی مدت معین مراد ہو عین شخص ہو پس نہ حقیقت میں زمان ماضی اور زمان مستقبل یہ واقع ہوئی پس بقدر زمان ماضی کے
 مقابلہ میں ہوئی مستقدر لغو ہوگی اور زمان مستقبل کی لازم ہوئی چنانچہ اگر کسی شخص علی صوم نہیں تو لغو ہوتا ہی کذا فی الشامی و کذا الحکم لو نذر السنۃ
 او شوط التناہم فی فطر ہا اور یہی حکم ہو یعنی جو معین سال میں مذکور ہوا اگر سنہ کو نذر کیا یا یا پھر رکھنا شرط کیا یا پھر افطار کرے ایام منہیہ کو مگر اور اگر
 انہیں ایام میں روزہ رکھ لے تو عمدہ سے خارج ہو جاوے گا کیونکہ جیسا الترام کیا تھا ویسا ادا کیا لکنہ بقضیہا هنا متتابعة لیکن بیان ایام منہیہ
 کی قضا کرے ہر دو میں یعنی آخر برس کی تمامی سے ملی ہووے بغیر فصل کے تاکہ نتائج بقدر الامکان متحقق ہو و بعد لو افطر بوجہ بخلاف المعیۃ
 اور اعادہ کرے یعنی جتنے ایام کے روزے افطار سے پہلے رکھ چکا ہو اگر ایک روزہ بھی توڑے اگرچہ سارے رکھ چکا ہو صرف ایک ہی
 ہو و بخلاف سال معین کے کہ انہیں قضا ایام منہیہ کی پڑ در پڑ واجب نہیں ہو اور ان میں نتائج صرف بغیر وقت کے لازم آگیا ہو
 اسی واسطے اگر ایک دن افطار کرے تو صرف اسی دن کی قضا لازم ہوگی کذا فی الطحاوی و ولو لم یشتو ط التناہم یقضی خمسة و ثلثین و لا یجزئہ
 صوم الخمسة فی هذه الصورة اور اگر نتائج شرط کیا ہو تو وہ کی روز قضا کرے اور اس صورت میں صرف پانچ روز کے روز نہیں کی فی ہر پانچ یوم

صلی
 اللہ علیہ وسلم
 روزہ ایک دن کا ہو

ع
 خدا کے واسطے پھر روزہ
 کل گزشتہ کا

آٹھ آیام کی شنبہ کے روزہ کی تو دو روزے رکھے شنبہ کے دن اگر نذر کی سات دن کی شنبہ کے روزہ کی تو روزہ رکھے سات شنبہ اور دو دنوں صورتوں میں
 فریق ہو شنبہ کا روزہ سات روز میں و بارہ میں آتا اسلیئے دوسری صورت میں سات پر محمول ہوا بخلاف اول صورت کے کہ یعنی آٹھ روز میں و شنبہ مکرر ہو سکتا ہے
 تو عدد مذکور میں جو مکرر ہو سکتا ہے وہی مراد ہو گا یا یوں کہا اسبب لکائن فی ثمانیۃ ایام یعنی وہ روز شنبہ کہ آٹھ روز میں واقع ہوا اور وہ دن کذا فی النحر اور غنی
 نہیں ہے کہ یہ اوقات ہو کہ نذر کے نیت معلوم نہ ہو نیت تو جیسی نیت ہوگی وہی لازم ہوگا کذا فی الخطا وے واعلم ان النذر الذی یقع للاحوال من
 الذل العوام وایوخذ من الدہام والشم والزہد ونحوہا لے ضرائح الاولیاء الکلام تقریبا لیس فیہ بالاجماع باطل و حرام اور جان کہ نذر جو دم کی مراد
 سے مردوں کے لیے واقع ہوتی ہو اور جو کچھ لیا جاتا ہو پسیا اور دم اور تیل وغیرہ اولیاء کے کرام کی قبروں پر تاکہ اولیاء کا تقرب حاصل ہو سو یہ سبب لاتفاق باطل
 اور لازم ہوا بطلان کئی وجہ سے جو بخلاف نکلے ایک یہ کہ یہ تہذیب مخلوق کے واسطے اور نذر مخلوق کے لیے جائز نہیں کیونکہ یہ عبادت ہو اور عبادت مخلوق کی نہیں
 ہوتی دوسری وجہ یہ کہ جسکی مذکور ہو وہ مردہ ہو اور مردہ مالک نہیں ہوتا تیسری یہ کہ نذر والا گمان کرتا ہو کہ مردہ امور میں تصرف کرتا ہے سو خدا سے تعالیٰ کے
 اور یہ کہ یہ اعتقاد کفر ہو ان اگر یوں کہے کہ یا اللہ میں تیرے لیے نذر کرتا ہوں کہ اگر تو میرے مریض کو شفا دے یا میرے غائب کو میری طرف پھیر دے یا میری حاجت کو
 روا کر دے تو میں ان فقیروں کو کھانا کھلاؤں جو درو اور پر فلا نے سیدہ الامام کے ہیں یا انکی مسجد کے لیے فرش یا تیل خریدوں یا انکی مسجد کے خدمت گزاروں
 کو اتنا روپیہ دیں یا اور سولے اسکے جس میں نفع فقیروں کا ہو اور نذر خاص خدا سے تعالیٰ کے لیے ہو اور ذکر اس بزرگ کا صرف اسلیئے ہو کہ رباط میں یا مسجد میں
 جو لوگ تہذیب مقیم ہیں وہ مصرف تہذیب میں ہیں اس اعتبار سے نذر جائز ہوگی اور یہ مصرف جائز کسی منصب علیہ یا سید یا زلیٰ منسب با عالم پر جائز نہیں ہے جب تک
 کہ محتاج نہ ہو اور شرع میں ثابت نہیں کہ اخذ کیا کو نذر کا دینا جائز ہو کیونکہ مخلوق کے بننے نذر کرنی بالاجماع حرام ہے جو یہ تہذیب منعقد ہوتی ہو اور نہ ذمہ پر لازم
 ہوتی ہو اور اسوجہ سے کہ وہ حرام محض ہو اس بزرگ کے خادم کو اسکا لینا جائز نہیں مگر یہ کہ خود فقیر ہو اور اسکے عیال فقر عاجز ہوں تو اسکو نذر
 بطور صدقہ اتنا دے سکتا ہو اور اسکا لینا بھی مکروہ ہے جب تک نذر کرنے والے کا قصد تقرب الی اللہ اور صرف فقر کی طرف نہ ہو اور اس بزرگ سے
 بالکل قطع نظر نہ کرے کذا فی البحر المحیط ص ۱۸۱ قاسم مالم یقصد الا صیغۃ الفقراء الامام وقد ابطل الناس اللک ولا یسائی ہذا کا خلاصہ
 وقد مبطلہ العلائق قاسم فی شرح در البیضا یعنی نذر مذکور جو عوام سے واقع ہوتی ہو اور جو در اہم وغیرہ لیے جاتے ہیں ام میں جب تک کہ قصد کرنے
 انکی صرف کا فقر کے لیے ہو اس میں لوگ بتلی میں خاص کر ان ایام میں اور اسکو علامہ قاسم نے شرح در البیضا میں مبطل سے بیان کیا جو ہم نے بھی اسطورہ نذر
 ہو سکتی ہو کہ صیغہ نذر کا خدا سے تعالیٰ کے لیے ہو واسطے فقر کے اور شیخ کے ذکر سے اسکے فقر مراد ہوں اور نہیں مخفی ہو کہ اس شخص کو اسکا صرف غیر کی طرف
 یہی جائز ہو جیسا پہلے مذکور ہو چکا اور بھی ضروری ہے کہ نذر میں تم کی وجہ سے نذر کرنا صحیح ہے در اہم صدقہ کے لیے یا مثل اسکے لیکن جب نذر کرنے تیل
 کے چراغوں کے لیے قبر یا میناروں میں جیسے عورتیں حضرت سیدہ القادر جیلانی کے لیے تیل نذر کیا کرتی ہیں اور شرقی مینار وغیرہ محکوم و سن کرتی ہیں
 یہ باطل ہے اور اس سے زیادہ قبیح ہے نذر کرنا مولد کے پڑھنے کا نذر میں کہ ان میں راگ اور لعل نا ہو اور اسکا ثواب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بخشا جاتا ہو قالہ
 الشامی ولقد قال الامام محمد لو کان العوام عبدا لا اعتقدہم وسقطت ولاوی ذلک لا یفعل ولا یفعلون فالکل یجب تعذیرہ اور امام محمد نے کہا ہے
 کہ اگر عوام میرے غلام ہوتے تو میں انکو آزاد کرتا اور اپنی ولا ساقط کر دیتا اور یہ اسوجہ سے کہ عوام ہر ایت پر نہیں ہوتے ہیں سب لوگوں کو اسنے عار ہو
 م والا کے ساقط کرتے سے یہ مراد کہ اسنے مواخذہ بالکل نہ کرنا ورنہ ولا ساقط کرنے سے ساقط نہیں ہوتی جیسے منسب نہیں ساقط ہوتا کذا فی الخطا وے

باب الاعتکاف

یہ باب ہو اعتکاف کے احکام میں وجہ المناسبتہ لما لا یشترط الصوم و بعضہ والطلب الا لک والسر الاحتیث

وجہ مناسبت اعتکات کی رمضان کے ساتھ اور وجہ تاخیر اعتکات کی شرط ہونا صوم کا ہو بعض اقسام اعتکات میں اور طلب ہو کہ وہ عشرہ اخیرہ میں ہو یعنی
اعتکات واجب میں ہوم شرط ہو اور شرط مشروط سے مقدم ہوتی ہو ایسی رمضان کو مقدم کیا اور اخیر عشرہ رمضان میں اعتکات کی تاکید ہو اور روزہ اربعہ
شعبہ جو تو مناسبت ہے کہ کتاب الصوم کے ترمیم میں مسائل اعتکات مذکور ہوں قالہ الشامی ہولعۃ اللبث وشرعاً لبث لفتح الام وتضمن الملک ذکرہ لومعینا
فی مسجد جماعت لغت میں اعتکات کے معنی ٹھہرنا یعنی کسی مقام میں ہوا اور اپنے نفس کو صبر کی نام اور لبث لفتح الام اور ضمہ صبیحی سب سے اور شرح
میں ٹھہرنا مذکور ہے کہ اگر کوئی عاقل ہی ہو مسجد جماعت میں ہم بلوغ میں شرط نہیں جو جیسا بحر میں ہو اور یہ حکم غلام کو بھی شامل ہے کہ اگر اعتکات بھی مولیٰ کی جائے
سے صحیح ہو اور ذکر کی قید لگائی گئی اعتکات عورت کا بھی مسجد میں متحقق ہو اس لحاظ سے کہ یہاں تعریف اعتکات مطلوب کی مقصود ہے اور اعتکات عورت کا مسجد میں
مکروہ ہے جیسا آگے مذکور ہو گا قالہ الشامی وهو ما لا یام وموذن ادب فیہ الخمس والاسی جماعت وہ ہو کہ اسکے لیے امام اور مؤذن ہوں خواہ نماز پنجگانہ
لوگ انہیں پڑھتے ہوں یا نہیں وعن الامام اشتراط اداء الخمس فیہ وصحیحہ بعضہم اور ایک روایت امام صاحب ہے کہ نماز پنجگانہ کا ادا ہونا مسجد میں اعتکات
میں شرط ہے اور بعض فقہائے اہل تفسیر کی ہوم بحر میں بن ہمام سے اسکی تفسیر نقل کی ہو وقال یصح فی کل مسجد وصحیحہ السیروسجے اور صاحبین نے
کہا ہو کہ اعتکات صحیح ہے ہر مسجد میں اور اسکی تفسیر کی ہوم سوجی نے اور یہی اختیار کیا ہو طحاوی نے دامالجامع فیہ مطلقاً اتفاقاً اور جامع مسجد میں
مصحح ہو مطلقاً یعنی نماز پنجگانہ ہوتی ہو یا نہ ہوتی ہو یا اتفاق سے یہ مذکور ہو یا بیان صحت کا ہو نہ میں اور فتح القدیر میں کہا ہو کہ اعتکات مسجد الحرام میں افضل ہے پھر
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں پھر بیت المقدس میں پھر جامع مسجد میں بشرطیکہ انہیں جماعت ہوتی ہو اور اگر جماعت نہ ہوتی ہو تو اپنے محلے کی مسجد میں
ہو کہ اگر کسی کو نکلنے کی حاجت ہو پھر جہین نمازی زیادہ ہوں قالہ الشامی اولیٰ امتاۃ فی مسجد بیتہا یا ٹھہرنا عورت کا جو اپنے گھر کی مسجد میں ہم
مسجد البیت سے مراد وہ جو عورت کو اور سب کو گھر کے اندر ایک جگہ نماز کے لیے بانی بنی بن وہ ہو جیسا بنی بن ہو کذا فی النہر اور اس سے معلوم ہو کہ مرد و عورت
بھی تخصیص کسی موضع کی گھر میں نوافل کے لیے مستحب ہے اور قرین اور اعتکات تو مسجد میں ہوتا ہے چنانچہ ظاہر ہے قالہ الشامی ولکہو فی المسجد اور اعتکات
عورت کو مسجد میں مکروہ ہے ہوم یعنی تشریحی جیسا ناہی بن ظاہر معلوم ہوتا ہے کذا فی النہر اور بدل میں تفسیر کی ہو کہ افضل نہیں ولا یصح فی غیر موضع صلا
من بیتہا کہا اذا لہد یکن فیہ مسجد اور نہیں صحیح عورت کا اعتکات سوائے موضع مقرری نماز کے گھر کے اندر جیسا نہیں صحیح عورت کا اعتکات ہوم اور
وقت اعتکات کے کسی موضع کو اس کام کی واسطے مقرر کرے تو چاہیے کہ جائز ہو قالہ الشامی وھل یصح من الختہ فی بیتہ لہذا والظاہر لا
لاحتمال ذکور تہ اعتکات ختہ کا صحیح ہو اسکے گھر میں میں نے اس مسئلہ کو نہیں دیکھا اور ظاہر ہے کہ نہیں صحیح ہو کیونکہ ختہ میں
احتمال مذکور ہونے کا ہو نفی نفی اعتبار موث ہونے کے مقتضی ہو کہ اسکا اعتکات گھر میں مع الکلاہت جائز ہو اور باعتبار مذکور ہونے کے کاسر
بات کو چاہتا ہو کہ کسی وجہ درست ہو قالہ الحلبي بینه فاللبث هو لوکن والکون فی السجود والتیۃ من مسلم حاقلاً ظاہر من جنایۃ
وحیض ونفاس شش طارت یعنی اعتکات ٹھہرنا بشرطیکہ نہ ٹھہرنا ہو اور مسجد میں ہونا اور نہی مسلمان عاقل کی کہ ظاہر ہو جنابت اور حیض اور نفاس
سے یہ دونوں شرطیں ہیں ہم ہائے میں طہارت جنابت اور حیض اور نفاس سے شرط اعتکات کی ٹھہرائی ہو نہ میں کہا کہ ہون چاہیے کہ اشتراط طہارت
کا حیض و نفاس سے اعتکات میں مبنی ہو اشتراط صوم پر نقلی اعتکات میں اور جس روایت میں صوم شرط نہیں تو یہ چاہیے کہ صرف عت کی شرط ہو
جیسے طہارت جنابت سے اور میں نے نہیں دیکھا کہ کسی نے اسکا تفسیر میں کیا ہو اور حاصل ہے کہ طہارت ان تینوں سے شرط ہو عت کی اور طہارت
حیض و نفاس سے شرط صحت کی بھی ہو اعتکات مندور میں اور ایسے ہی نقل میں بنا ہائے روایت کے جس میں صوم شرط ہو جنابت جنابت کے
اگر جنابت کے ساتھ صوم ممکن ہو قالہ الشامی وهو ثلثۃ اقسام واجبت الذہد بلسانہ وبالشرع وبالعلق ذکرہ ابن الکمال اور اعتکات میں

سلفہ اسلام
کی تفسیر کی ہو
من اور نہ میں
اور شش و سبیل
شش نہ میں
طہارت نہیں اور
رازیہ اور
اشعار و سبیل
غلام و عورت
استدلال
یہاں لومین اس پر
دار و اور نام
کھانا لبتہ
تفصیل لومین اور
تفصیل شش
تو در بیت
جو ہی
میں شش
شش و سبیل
حاشا و سبیل
سبب نہ میں
ہوتی ہوں
اسلام و سبیل
سے ہیں و سبیل
نہیں نہ میں
چین ہوش

قسم ہر ایک واجب ہو سبب ذکر کرنے کے اپنی زبان سے اور سبب شروع کرنے کے اور سبب شرط کرنے کے ذکر کیا ہو سکو ابن کمال نے ہم زبان کی قسم ایسے لگائی کہ واجب کرنے میں صرف نیت کافی نہیں کذا فی المنع اور شروع کرنے سے واجب ہونا توں نہ عین پر متفرع ہو یعنی حسین نفل احتکات ہی روزہ شرط ہو اور مذہب صحیح یہ ہو کہ احتکات نفل کے لیے کمتر زمانہ ایک ساعت ہی نہ تمام دن ہے اس کے بموجب شروع کرنے سے واجب ہوگا اور یا بتعلیق عطف ہو یا لفظ پر اس سے بظاہر معلوم ہوتا ہو کہ غذا اور چیز جو اور تعلیق دوسری چیز کیوں کہ معطوف اور معطوف علیہ ایک دوسرے کے خیر ہوتے ہیں لہذا اگر تعلیق بھی نہ رہی ہو تو شلج کو مناسب کہ یوں کہتا واجب بالکدر منجزاً و متکلاً یعنی واجب ہوتا ہو مذہب سے خواہ نہ ردون شرط کے ہو یا کسی شرط پر مشروط ہو جیسا بحر میں اور امداد میں ہو قال الطحاوی وے دسنة موكدة في الشهر الا حذر من رمضان قسم دوم موكدة ہو رمضان کے خیر عشرتوں ای سنتہ کفایتہ لکما فی البرہات یعنی سنت کفایتہ ہو کہ بعض نے کرنے سے اور دن کے ذمہ سے ساقط ہوگا جیسا برہان میں ہی ہم اس کی نظر حیات سے تراویح کا پڑھنا ہوگا اگر بعض لوگ انکو پڑھیں کہ باتیوں سے ساقط ہو جاتی ہیں پس اگر باقی اشخاص بے قدر ترک پر مواظبت کریں گنگنگا نہوں کے اور اگر سنت ہر ایک شخص پر ہو تو ترک کرنا سنت موكدة کا گناہ ہوتا جو ترک واجب کی نجات کم ہو کذا فی الشامی لا فتوا انہا بعد الامتناع من لم يفعلہ من الصلوات کیونکہ صحابہ میں سے جس شخص نے انکو اور انہیں کیا تو حضرت نے اس پر انکار نہیں کیا اور نہیں ٹوکا ہم یہ جواب ہو اسکا جو بدایہ کے قول پر کسی نے اعتراض کیا ہو بدایہ کا قول یہ ہو کہ صحیح یہ ہو کہ احتکات سنت موكدة ہو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر اخیر عشرہ رمضان میں مواظبت کی ہو اور مواظبت دلیل پر سنت ہونے کی اعتراض کی تقریر یہ ہو کہ مواظبت بغیر ترک کے دلیل ہو واجب کی تو واجب کہنا چاہیے نہ سنت موكدة اسکا جواب یہ ہو کہ حضرت نے تارک پر انکار نہیں کیا اگر وہ جب تک تا ضرور ٹوکے کذا فی الشامی و مستحب ہے غیورہ من الا زمنة ہو بمعنی غیر الموكدة قیسری قسم احتکات مستحب ہو جو اسکے سوا اور زمانوں میں ہو اور مستحب بمعنی سنت غیر موكدة کے ہو و شرط الصوم لصحة الاداء اتفاقاً فلفظ علی المذہب اور شرط کیا گیا ہو روزہ واسطے صحت قسم اول یعنی واجب کے فقط بالاتفاق بنا بر مذہب صحیح کہ علی المذہب فقط کے ساتھ علاقہ رکھتا ہو اور یہی روایت جو اصل کی اور اسکے مقابل روایت حسن کی ہو کہ نفل احتکات میں بھی شرط ہو اور یہ بنی بر اختلاف پر اس بات میں کہ نفل میں تقیید و تقدیر یوم کی ہو یا نہیں پس اصل کی روایت پر یوم کی قید و تقدیر نہیں ہو ایسے روزہ بھی شرط نہیں اور جس روایت میں یوم کی قید ہو یعنی حسن کی روایت میں تو انہیں صوم شرط ہو جیسا بدایہ وغیرہ میں ہو میں کہتا ہوں کہ اسکا مقتضا یہ ہو کہ احتکات مسنون میں بھی صوم شرط ہو کیونکہ وہ رمضان کے عشرہ اخیرہ میں ہوتا ہو یا نہ ہو بلکہ اگر احتکات کرے بلا صوم کسی مرض یا سفر کی جہت سے تو چاہیے کہ سنت نہ شمار کیا جاوے بلکہ نفل ہو اور اس سے سنت کفایتہ کی بجائے اور حاصل ہو تو قار الشامی و بطل فلو نذرا احتکات فلیلة لم یصح وان توی معھا البوم اعدم محلیتھا للصوم اما لو توی بہا البوم حم والفرک لا یصح پس اگر رات کے احتکات کی نذر کی تو نہیں صحیح ہو اگرچہ اس کے ساتھ دن کی نیت بھی کرے کیونکہ رات محل صوم کا نہیں ہو لیکن اگر رات بولے اور یوم ارادہ کرے تو درست ہو اور فرق مخفی نہیں ہو فرق یہ ہو کہ پہلی صورت میں یوم کو تابع رات کے کیا ہو اور جب متبوع میں نذر درست ہوئی تو تابع میں بھی نادرست ہوئی اور دوسری صورت میں لیلہ بولا اور یوم مراد لیا یعنی مجامعت کا اس طرح کہ پہلے مقید کو یعنی لیلہ کو مطلق زمانہ میں استعمال کیا پھر اس مطلق کو مقید میں استعمال کیا پس یوم مقصود ہوا قالہ الحلبی میں کہتا ہوں کہ یہ فرع مشکل ہو کیونکہ اطلاق نہار کا مطلق زمانہ پر جائز ہو نہ لیل کا اطلاق اور اگر اس طرح بولنا اطلاق و تقیید کے علاقہ سے جائز رکھا جاوے تو چاہیے کہ اطلاق آسمان کا زمین پر یا درخت خرما کا کسی چیز طویل پر انسان کے سوا جائز ہو حالانکہ کتب اصول میں اسکے خلاف کی تصریح کی ہو قالہ الشامی بخلاف ما لو قال فی نذرہ لیلہ و تھا رات نہ یصم

ملکہ قارہ
راہ نفل احتکات
اسم صحیح
اس پر کہ
احتکات سنت
لی اور اسکا
ساعت رات کی
یعنی نفل کی نذر
لازم ہو سکتا
کذا فی البحر

وان لم یکن اللیل محلاً للصوم لانه بدخل اللیل تبعاً بخلاف اسکے کہ کہ اپنی تدرین رات اور دن کہ یہ نذر درست ہی اگرچہ رات محل صوم کا نہیں ہو کیونکہ رات بالیق داخل ہو واصل ان الشرط فی الصوم مراعاة وجودہ کا ایجادہ للشروط قصداً اور واضح ہو کہ صوم میں شرط ہی لحاظ روزہ کے موجود ہونے کا نہ قصداً کہ نہ مستان کا صوم کو واسطے اعتکاف شرط کے ہم یعنی اعتکاف میں روزہ کا وجود ضروری ہے نہ اعتکاف بہرہ اعتکاف جیسا وہ وجود نماز کے لیے شرط ہے نہ یہ کہ قصداً نماز کے لیے وضو کیا ہو فلو نذر اعتکاف شہر رمضان لزمہ واجزا صوم رمضان عن صوم الاعتکاف پس اگر ماہ رمضان کے اعتکاف کی نذر کی تو اعتکاف لازم ہوگا اور روزہ رمضان کا صوم اعتکاف کی حکم کافی ہوگا لکن قالوا لو صام تطوعاً ثم نذر اعتکاف في ذلك اليوم لم يصح الاعتقاد من اوله تطوعاً فتعد رجلاً لکن فقہائے کہا ہے کہ اگر نفل روزہ رکھا پھر اس روز کے اعتکاف کی نذر کی تو صحیح نہ ہوگی کیونکہ روزہ شروع میں نفل تھا پھر اسکو واجب کرنا مستند ہے اور یہ بھی وجہ ہے کہ دن بھر کا اعتکاف پورا نہ ہو اعتکاف واجب کی اقل مقدار مقررہ ہو کہ انی انشائی وان لم یعتکف رمضان للمعین ففقد شہراً غیرہ بصوم مقصودہ اور اگر اس رمضان کا اعتکاف کیا تو قضا کرے کسی دوسرے مہینے میں ساتھ صوم مقصود کے ہم یعنی پیچہ کیونکہ اسے التزام کیا تھا اعتکاف معین مہینے میں اور وہ فوت ہو گیا تو کسی قضا بھی بپاؤں کی جیسا اگر واجب کیا اپنے ذمہ اعتکاف جب کا اور مہینے اعتکاف کیا کہ انی البدائع لعود شرط ہے لکمال الاصل واسطے جمع کرے شرط اعتکاف یعنی صوم کے طرف کمال اصلی کی ہم یعنی نذر کی حجت سے صوم مقصود اولاً لازم ہوا تھا لیکن بسبب شرف رمضان کے ساقط ہو گیا تھا جب رمضان گذر گیا اور اسے اعتکاف کیا تو وہ نذر بمنزلہ اس نذر کے ہوئی جیسے دن وقت کی متینہ نہ ہوگی شرط نے کمال کی طرف جمع کیا کہ اعتکاف واجب ہوا ساتھ صوم مقصود علیہ کے بسبب رائل ہونے مانع کے یعنی رمضان کے قائلہ انشائی فلو یجوز فی رمضان اخذوا فی واجب صوم قضاء رمضان الاول لانه خلف عنه وتحقیقہ فی الاصول فیمحش الاصل پس جائز نہ ہوگا اعتکاف دوسرے رمضان میں کسی دوسرے واجب صوم میں سوائے قضاے رمضان اول کے کیونکہ قضاے رمضان خلیفہ ہوا اول کا یعنی دوسرے رمضان کا تحقیق پس اس کی اصول فقہین ہوا امر کی بحث میں واقفہ فلا ساعۃ من لیل او نهار عند محمد بن یوسف و ظاہر الروایۃ عن الامام لبناء النفل علی المساحۃ وہ یقینے اور اقل مدت اعتکاف نفل کی ایک ساعت ہوا رات کی یا دن کی نزدیک امام محمد کے اور یہی ظاہر الروایت ہے امام صاحب سے واسطے مبنی ہونے نفل کے سوائے اور اسی پر فتویٰ ہو یعنی نفل میں آسانی کی وجہ سے دو باتیں جائز ہیں کہ فرض و واجب میں نہیں ہوتیں مثلاً نماز نفل بیچکر ٹپھنا باوجود قدرت قیام کے کہ انی الحط وی والساعۃ فی عرف الفقہاء جزء من الزمان لا جزء من اربعۃ وعشرین مکافولہ المنجھون کذا فی غیرہ الا ذکارہ عنیرہ اور ساعت فقہاء کی مطلقاً میں ایک اونی جزو جزا نہ کا نہ جو بیسواں حصہ شب و روز کا جو منجھون کی مطلقاً ہے نہ چار جزو زکا رو غیرہ میں مذکور ہے فلو شرع فی نفلہ ثم قطعہ لیلزمہ قضاء لانه لا یشترط للصوم علی الظاہر من المذہب پس اگر شروع کیا نفل اعتکاف میں پھر توڑ دیا تو نہیں لازم ہو قضا اس کی کیونکہ صوم شرط نہیں ہوا اعتکاف نفل کے لیے بنا بر ظاہر مذہب کے و ما فی بعض المعتبرات انه یلزم بالشروع مفرغ علی الضعیف قالہ المصنف وغیرہ اور وہ جو بعض معتبر کتابوں میں ہے جیسے بدائع کہ اعتکاف شروع کرنے سے لازم ہوتا ہے سو مفرغ ہو ضعیف روایت پر ذکر کیا اسکو مصنف نے اور اسکے غیر نے ہم یعنی حسن کی روایت پر مفرغ ہو جیسے یہ ہے کہ اعتکاف کی اقل مدت ایک یوم ہے قالہ انشائی و حرم علیہ ای علی المعتکف اعتکافاً واجباً اما النفل فله الخرج لانه منه لا یصل کما مر او حرام ہے سب سے نکلتا اس مسئلہ کو کہ اعتکاف واجب کر رہا ہو لیکن نفل میں اسکو خرچ جائز ہو اسواسطے کہ خرچ اعتکاف کو ختم کرنے والا ہو نفل اس کے حق میں نہ باطل کرنے والا جیسا مذکور ہو کہ نفل اعتکاف کی کثرت ایک ساعت ہو مگر اعتکاف واجب میں کثرت حرام اسواسطے ہوا کہ یہ باطل ہو مگر اور باطل عمل کا جائز نہیں ہے

قال الله تعالى ولا تأكلوا مما أكل الكلب يعني اوردنه باطل کرو اپنے عملوں کو آخر درجہ کمال حاجت الانسان طبعیۃ کبول وغائط و خسل و اجتم و لا یکنہ الا غسال
 فی المسجد کذا فی النہی حرام ہو متکلف کو خرچ مسجد سے کرواٹے حاجت انسانی کے حاجت طبعی ہو جیسے بول و براز و غسل اگر اسلام ہو جائے
 اور مسجد میں غسل کرنا ممکن نہ ہو کذا فی النہی ہم پس اگر ممکن ہو اسطرح کہ مسجد ملوث نہ ہو تو مضایقہ نہیں اور اگر متعل پائے سے مسجد ملوث ہو تو غسل سے منع
 کیا جاوے کیونکہ تطافٹ اور صفائی مسجد کی وجہ ہو کذا فی البدائع او شرعیۃ کعید و اذان لوموڈنا و بالبیانہ خارج المسجد و بھتہ وقت الزوال
 یا حاجت شرعی ہو جیسے عید اور اذان اگر متکلف مؤذن ہو اور منارہ کا دروازہ مسجد سے باہر ہو اور واسطے عید کے وقت زوال کے ہم اذان کیسے مؤذن کی ہے
 قول ضعیف ہو اور صحیح یہ کہ مؤذن اور غیر مؤذن میں فرق نہیں جیسا بحر ارداد میں ہو اور بحرین کہا ہے کہ چڑھنا اُس جگہ پر جہاں اذان و بجاتی ہو مفسر
 نہیں ہو اگر دروازہ مسجد میں ہو اور جو مسجد سے باہر ہو تب بھی حکم ہو طہارہ روایت میں انتہی میں کہتا ہوں کہ بدائع سے ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ
 اذان بھی شرط نہیں ہو کیونکہ اُسے کہا ہے کہ اگر منارہ پر چڑھنا عتکات فاسد نہوا بلا خلاف اگرچہ دروازہ منارہ کا مسجد سے باہر ہو کیونکہ منارہ مسجد
 میں ہو اس واسطے کہ جو چیز مسجد میں ممنوع وہ منارہ میں بھی ممنوع ہو نفس بول وغیرہ کے پیش پا ہوا مسجد کے گوشہ کو انتہی لیکن جس صورت میں کہ دروازہ خارج
 ہو اسکو مقید کرنا چاہیے کہ نکلنے اذان کے لیے کیونکہ منارہ کو داخل مسجد ہو لیکن مسجد سے نکل کر جو دروازہ منارہ تک جاوے گا وہ نکلنا بے عذر ہو اور اس
 تقدیر پر کلام شایع کا ضعیف مذہب پر مستقر نہیں رہتا و بالسنارۃ النہی حال ہو مؤذن سے جسکا مفہوم مخالف متبرجہ قال الشامی ومن بعد منزله
 ای متکلف خرچ فی وقت بدیکھا مع سنتھا حکم فذلک سراسر ایہ اور جو شخص کہ مسجد عتکات اسکی دور ہو یعنی جامع مسجد سے تو نکلے ایسے وقت کہ مجرم
 اس اسکی سنتوں کے پاوے اسباب میں اپنی رائے کو حکم کہ ہم یعنی مع خطبہ کے پاس جیسا بدائع میں ہو مگر اسکو ذکر نہیں کیا کیونکہ سنتین پہلے خطبہ کی ہوتی
 ہیں قال الشامی ولیسنن بعدھا اربعاً مستاعلم الخلف اور سنتین پڑھے بعد جمہ کے چار اچھے بنا پر خلاف امام صاحب کے اور صاحبین کے
 یعنی امام کے نزدیک یا اور صاحبین کے نزدیک چھ کذا فی البدائع ولو کثرت اکثر لا یفسد لانه محل لہ و کثرۃ تنزیہا بخلاف ما التزمہ بلا ضرر و رفق
 اور اگر جامع مسجد میں زیادہ ٹھہرے یعنی جیسے ایک رات دن یا عتکات و اذان پڑھ کر کذا فی البدائع تو فاسد نہوگا کیونکہ جامع مسجد میں عتکات ہو لیکن ٹھہرنا
 مکروہ تریبی ہو کیونکہ جو التزام کیا تھا اسکی مخالفت کی بضرورت ہم اور ہمیں اشارہ ہو کہ جامع مسجد میں ٹھہرنا اور گھر میں نہ واجب حاجت کے لیے
 جاوے ان دونوں میں فرق ہو کہ گھر میں ٹھہرنے سے عتکات فاسد ہو جاتا ہو اور بدائع میں مذکور ہو کہ جو حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے
 روایت کیا گیا ہو یعنی رخصت عیادت مریض اور صلوة جنازہ کے باب میں پس ابو یوسف نے کہا ہو کہ محمول ہو عتکات نفس پر اور ممکن ہو کہ رخصت
 محمول ہو اُس صورت پر کہ نکلے کسی حاجت کے لیے یا جمہ کے لیے اور راہ میں مریض کی عیادت کیے اور جنازہ کی نماز پڑھنے بغیر اسکے کہ
 قصد اسکے واسطے نکلے اور یہ جائز ہو انتہی اور اس سے معلوم ہوا کہ جب کسی ضرورت کیواسطے نکل آتا تو ٹھہرنا اسی صورت میں مضر ہو کہ مسجد
 میں نہوا اور عیادت کیواسطے نہوا قال الشامی فلو خرج ولونا سیبا ساعۃ زمانیۃ کلامیۃ لما ہر بلا عن ذہن فقیہہ پس اگر کلام متکلف
 گو بولے سے ایک ساعت یعنی ایک جزو زمانہ کا نہ ساعت مدلی جیسا پہلے مذکور ہوا بغیر عذر کے تو عتکات فاسد ہو گیا پس اسکی تصنا کرے ہم یعنی
 اگر عتکات واجب بالنذر ہو اور تطوع کو اگر یوم کے تمام ہونے سے پہلے قطع کیا تو نہیں قضا ہو مگر موافق روایت حسن کے چنانچہ مذکور
 ہو چکا اور قضا کرے عتکات متعدد کو مع صوم کے اتنی بات ہو کہ اگر مینا سمیع ہو تو قضا بقدر نسا کے ہوگی اور نہ استیفات کرے کیونکہ
 عتکات لازم ہوا تھا پیادہ اور فرق نہیں ہو اگر نسا صوم کے بدون عذر کے جیسے جماع یا عذر سے ہو جیسا مریض کیواسطے نکل آنا
 یا بغیر من عید کے جیسے عین و نفاس و جنون و بہت یا بہوشی اور اسکا حکم یہ ہو کہ جب اپنے وقت سے فوت ہو جاوے تو اگر بعض فوت ہوا

۱۲
 ۱۳
 ۱۴
 ۱۵
 ۱۶
 ۱۷
 ۱۸
 ۱۹
 ۲۰
 ۲۱
 ۲۲
 ۲۳
 ۲۴
 ۲۵
 ۲۶
 ۲۷
 ۲۸
 ۲۹
 ۳۰
 ۳۱
 ۳۲
 ۳۳
 ۳۴
 ۳۵
 ۳۶
 ۳۷
 ۳۸
 ۳۹
 ۴۰
 ۴۱
 ۴۲
 ۴۳
 ۴۴
 ۴۵
 ۴۶
 ۴۷
 ۴۸
 ۴۹
 ۵۰
 ۵۱
 ۵۲
 ۵۳
 ۵۴
 ۵۵
 ۵۶
 ۵۷
 ۵۸
 ۵۹
 ۶۰
 ۶۱
 ۶۲
 ۶۳
 ۶۴
 ۶۵
 ۶۶
 ۶۷
 ۶۸
 ۶۹
 ۷۰
 ۷۱
 ۷۲
 ۷۳
 ۷۴
 ۷۵
 ۷۶
 ۷۷
 ۷۸
 ۷۹
 ۸۰
 ۸۱
 ۸۲
 ۸۳
 ۸۴
 ۸۵
 ۸۶
 ۸۷
 ۸۸
 ۸۹
 ۹۰
 ۹۱
 ۹۲
 ۹۳
 ۹۴
 ۹۵
 ۹۶
 ۹۷
 ۹۸
 ۹۹
 ۱۰۰

ہو تو اس قدر رضا کرے فقط اور ہتھکڑیاں اور کڑیاں فوٹ ہووے تو کل کی رضا کرے سیم پس اگر قادر ہوا و رضا کی یہ بات تک کہ مگر کیا
تو وصیت کرے ہر روز کے لیے سیکھن کا طعام اور اگر بعض پر قادر ہوا تب بھی یہی حکم ہو اگر وقت نذر کے صیغہ و سالم ہو اور اگر وقت نذر کے تنہا
نہیں تھا پھر اگر ایک روز بھی نذر ہو گیا تو وہ اسی خلاف پر ہو جو روزہ کے باب میں مذکور ہوا اور اگر ایک روز کو بھی نذر ہو گیا تو اس پر
کچھ لازم نہیں کذا فی البدایہ لمختصاً الا اخذوا الصدق بالرجاء مگر مکہ فاسد کرد یا اعتکاف مقرر ہو کر ہم اس واسطے کہ ارتداد و ساقط کرنا ہو اسکو جو پہلے وجہ تھا
خود خدا تعالیٰ کے ایجاب سے ہو یا بندہ کے اور نذر بندہ کے واجب کرنے سے ہو قالہ الشامی و عتب اللہ اللہ انہما قالوا و هو الا استحسان اور
خروج میں استحسان اگر نذر کا اعتبار کیا ہو علمائے کما ہو کہ یہی احسان جو ہم واسطے کہ خروج قلیل میں ضرورت ہو کذا فی البدایہ اور شامی نے اسکو
لم یقتضی ان کیا جس سے خلاف اور وضع کی طرف اشارہ ہو جو سے کہ کمال نے محض بحث کی ہو قالہ الشامی و محبت فیہ الکمال اور اس میں کمال نے
بحث کی ہو جس کا حاصل یہ ہو کہ مدار خفیف کا ضرورت ہوتی ہو اور بے عذر نکلنے میں ضرورت نہیں ہو پس اسکا احسان ہونا مسلم نہیں و ان خرج بعد سر
یغلب و قوعہ و هو ما لا یغلب علیہ و اما ما لا یغلب علیہ فخریق و انہما ام مسجد فمستقل لا یتعد الا لطلان والا لکان النبیان او لعدم انفسا
لما حقق الکمال اور اگر انکا کسی عذر سے جو غالب ہو تو قوعہ ہو اور وہ سابقاً مذکور ہو چکا یعنی طبی یا شرعی نہ سوا اسکے تو نہیں فاسد ہوتا اور جو عذر غالب ہو تو قوعہ نہیں
ہو جیسا آؤتے کا بچانا یا مسجد اگر ناسوگناہ کو ساقط کرنا جو نہ بطلان کو ورنہ نسیان کی صورت میں بطریق اوے فاسد ہوتا جیسا کمال نے تحقیق کیا ہو خلافاً لما
افضلہ اللہ علیہ وغیرہ لا بطلان اسکے جو زلیمی وغیرہ نے تفصیل کی جو زلیمی نے نفسیات میں شمار کیا ہو نکلنا مرین کی عبادت کو اور جنازہ کی نماز کو
اور غیرت کے بچاؤ کو اور آگ بجھانے کو اور جہاد کو جب نفیر عام کو اور آوازشاد کو بطلان اسکے کہ مسجد کے اندام کی جو سے کسی اور سری مسجد میں چلا گیا یا مسجد کے متفرق
ہونے کے معنی میں صلوة خمسہ کی جماعت نکلے کی یا عالم نے بزور نکلایا اپنی جان کا اہل کا خون ہو لیکن فی النضر و فیہ جعل عدم لفساد کا بعد اہم
او بطلان جماعتہ و اخراج کما استحسننا لیکن ضرور غیرہ میں ہو کہ اگر مسجد کے جامعہ یا جماعت باطل ہو جائے تو کسی شخص نے درگاہ سے تو متکا فاسد نہیں
ہوتا بلیل احسان حاصل یہ ہو کہ امام غفرلہ کا مذہب یہی کہ متکا فاسد ہو جاتا ہو اگر بطلان کا شرط اور وجہ کی نماز کے لیے اور بعض مشائخ نے بعض مسائل میں عدم
مناد کو مستحسن ٹاپا ہو اور شامی نے یہی کہا ہے طے کیا ہو فی الدار خانیہ عن الحجۃ و لو شرط وقت النذر ان یخرج لبعادۃ مریض و صلوة جنازہ و حضور
مجلس علیہ جاز فلیحفظ او نازنا خانہ میں جہ سے نقل کیا ہو اگر شرط کیا تو متکا کے نکلے کا مریض کی عبادت کے لیے اور جنازہ کے لیے اور مجلس میں حاضر ہونے کے لیے
تو جائز ہو یا رد ہم فقط شرط سے ایما ہو کہ صرف نیت پرانہ نہیں حاصل کہ اسباب غالباً اوقوع ملکاً مستثنیٰ میں اگر شرط کی ہو اور جو غالباً اوقوع نہیں ہیں تو مستثنیٰ نہیں
ہیں مگر بشرط کہ فی قالہ الشامی و خصا لمختلف باکل و شرط نوم و عقد احتاج الیہ لنفسہ و عیالہ اور مخصوص ہو مستکف مانتہ کھانے اور پینے اور
کے اور عقد کے جسکی ضرورت ہو خواہ اپنے لیے یا اپنے عیال کے لیے یعنی سب میں ہم باطل ہو مقصود علیہ یعنی مستکف مقصود ہو کھانے وغیرہ جو مسجد میں اسکو چیزین حلال
نہیں ہو مسجد کے یعنی نہیں کھانا اور عقد وغیرہ متکا کے سوا دوسرے مسجد میں کرے کیونکہ عقد نکاح و زوجت غیر مستکف کو بھی مسجد میں مکروہ نہیں قالہ الشامی تبرع و لو
لجنازہ کما کہ پس اگر عقد تجارت کے لیے ہو تو مکروہ جو ہم یعنی اگر چاہا سب تجارت کا مسجد میں حاضر کیا جاوے اور اسکو قاضی خانہ اختیار کیا ہو اور علی نے ترجیح دی کہ اگر
وہ خدا تعالیٰ کی طہارت متوجہ ہو دنیا سے منقطع ہو اسکو ان امور دنیاوی کی طہارت انتقال بخا تہ کذا فی البدایہ الشامی لکیم و نکاح و رجعت فلو خرج لا جہا فہد
لعدم الضرورۃ مانہن و اور نکاح اور رجعت کے رجعت کا عطف اکل پر ہو کیونکہ رجعت پر عطف نہیں ہو سکتا جب تک عقد میں ایسا ویل مگر کہ بعض رجعت کو بھی شامل ہو
کذا فی الشامی پس اگر بطلان امور کے لیے تو متکا فاسد ہو گیا کیونکہ ضرورت خروج کی نہ تھی ہم نہ یہ میں ہو کہ نکلے بعد غروب کھانے پینے کے لیے اگر وہ یہ محمول ہونا چاہا
میں صورت پر کہ اس کے پاس کوئی آدمی ایسا نہ ہو کہ کھانا ہو چاہے اس لیے کہ ہر وقت یہ نکلنا حوائج ضروریہ میں چاہے مثل بول کے کذا فی البدایہ و کما ایضا یا لا ینہا حل

اصح رہا۔ تب میں اسو اسے بکالت اعتکاف کی یاد دلاؤ۔ جو در اسکاتیل سے یہ قسم کی ہو اس میں اشارہ ہو کہ عتایہ وغیرہ میں جو مذکور ہو وہ مرد و ہی یعنی متکلف تو
 ہو۔ تب میں رجھا جو اسکو وطی کہان میں ہو کہ اسکی تاویل علمائے یہ کی ہو کہ جب اپنی حاجت کے لیے نکلے تو اسوقت وطی کرنی حرام ہو اور شرح
 آریغہ میں ذکر کیا ہو کہ صحابہ کرام کرتے تھے اور اپنی قضاء حاجت یعنی جماع کر کے غسل کر کے پھر اعتکاف کے مقام میں چلے جاتے تھے اس پر یہ آیت نازل
 ہوئی **وَلَا تَبَايَسُوا هُنَّ وَأَنْتُمْ حَالِفُونَ** فی الملسا جدم یعنی اسنے صحبت کر جو وقت کہ تم مسجد میں متکلف ہو شیخ اسماعیل نے کہا کہ اس میں نظر ہو
 کیونکہ مسجد میں وطی ممکن ہو اگرچہ نہیں حرمست دوسری جہت سے ہو یعنی مسجد میں بکالت جنابت رہنا علاوہ برین ہو سکتا ہو کہ زوجہ متکلف ہو اپنے گھر کی مسجد
 میں اور اسکا خاندان اس سے مباشرت کرے تو عورت کا اعتکاف باطل ہو جو اسے گا اور اصح کا مقابل ابن سماعہ کا قول ہو کہ بھول کر وطی سے اعتکاف
 نہیں جاتا صوم پر قیاس کر کے کذا فی البرہان اور اصح مذہب کی علت یہ ہو کہ اعتکاف اور صوم میں فرق ہو کیونکہ اعتکاف میں حالت بارائے الی موجود ہو
 یعنی مسجد میں ہونا بخلاف صائم کے قائلہ شامی و بطلان با نزال بقبلۃ اللہ تعالیٰ اور باطل ہوتا ہو اعتکاف انزال سے بسبب برسد لینے کے یا باعتہ
 لگنے یا ران میں دینے کے کہ یہ فعل انزال سے بمنزلہ جماع کے ہو گئے ولہذا بطلان صوم و ان حرم الکلی لعدم حرج اور اگر انزال نہ ہو تو نہیں باطل
 ہوتا اگرچہ دواعی وطی کی تمام حرام ہیں واسطے نہوئے حرج کے اور عدم بطلان سے علت لازم نہیں آتی ولا یبطل بانزال بفقہاء و نظر کا بسکولید
 اور نہیں باطل ہوتا اعتکاف انزال سے ساتھ فکر یا نظر کے اور نہ سے راعی کو لا یا کلی ناسیا لبقاء الصوم بخلاف کلمہ عمد اور نہ
 اور نہیں باطل ہوتا اعتکاف کھانے سے بھول کر کینہ کہ روزہ باقی رہتا ہو بخلاف اسکے کہ عذر کھائے یا مکر ہو جو اسے لائے باطل ہوتا جو ممانعت
 اعتکاف کے ہیں یعنی اعتکاف کی جہت سے منع ہوئی ہیں نہ روزے کی جہت سے تو ان میں ہوا اور جدا دردن اور رات برابر ہیں جیسے جماع اور خروج مسجد سے
 اور جو خطوط صوم کے ہیں یعنی روزہ کی جہت سے اعتکاف میں ممنوع ہوئے ہیں تو ان میں عمد اور سوء اور رات اور دن میں فرق ہو جیسے کھانا پینا کذا
 فی السہلۃ و کذا اعماء و جنوبان دامایا ما فان دام جنوبہ سنتہ قضاء لیتھنا نا اور سطح باطل نہیں ہوتا بیہوشی اور جنون اگرچہ چند روز ہیں
 یا ہم سے مراد یہ کہ صوم فوت ہو جائے بسبب عدم امکان نیت کے پس اگر ٹھہر گیا جنون ہیں روزہ اعتکاف قضا کرے اعتسامام اور قیاس یہ ہو کہ قضا کرے جیسا
 صوم رمضان میں وجہ اعتسامان کی یہ ہو کہ رمضان کے روزوں میں جو قضا سا قسط ہوئی تو دفع حرج کی جہت سے سا قسط ہوئی کیونکہ جنون جب لاحق ہوتا ہو تو
 گنہگار ہو چونکہ رمضان ہر سال آتا ہو تو روزوں کی قضا میں تنگ ہوگا اور اعتکاف میں یہ بات تحقق نہیں کذا فی الفتر قائلہ الشامی و لزمہ اللہ بالکے
 بندہ بلسانہ اعتکاف ایام ولاء صلتا بعتہ وان لم یستقر طالقہ اور لازم ہیں کی جگہ پیہم راتیں یعنی ان میں اعتکاف بسبب مذکر کرنے کے زبان سے
 اعتکاف ایام کا مثلاً دس دن کا اگرچہ پابندی ہونی کی شرط کی ہوم دلا حال ہو لیائی سے اور اصل یہ ہو کہ جب رات اور دن اعتکاف میں داخل ہو گئے تو دونوں پابندی
 لازم ہوں گے اگر متفرق اعتکاف کرے گا تو کافی ہوگا کذا فی البحر اسطیح اگرچہ میں غیر معین کے اعتکاف کی مذکر کی تو لازم ہوگا اعتکاف ایک دینے کا کوئی سا
 ہو پور رات دن بخلاف روزہ کے کہ جب مذکر کرے میں غیر معین کے روزوں کی اور پیہم کا ذکر کرے اور نہ نیت کرے تو اسکو اعتبار ہو کہ متفرق
 رکھے اسواسطے کہ اعتکاف عبادت دائرہ ہو اسکی بنا افعال پر ہو لکھ لایا ذکر حد الحد دین بلغظ الجمع و کذا التنبیہ
 یتناول الا حذر جیسا اسکے برعکس اور وہ یہ کہ مذکر راتوں کے اعتکاف کی تو ایام لازم ہوں گے اسواسطے کہ ذکر ایک کا
 دونوں عدد دن میں سے لفظ جمع کے ساتھ اور اسطیح تنبیہ کے ساتھ شامل ہو دوسرے کو بھی ہم یعنی یکجہ عت اور عادت کے مثلاً عرف میں کہتے
 ہیں کہ ہم وہاں تین روز رہے یعنی تین دن مع راتوں کے اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کے قصہ میں فرمایا **ثَلَاثَ لَيَالٍ سَوِيًّا** اور ثلثہ ایام
 لازم ایک جگہ لیا لی سے تعبیر کیا دوسری جگہ ایام سے اور قصہ ایک ہی جگہ رات اور دن دونوں جگہ رات اور دن دونوں ہیں اور جمع عام ہو

صلو
 شرح میں
 کیا ہو کہ اگر
 کیا جائے کیون
 نہیں صوم
 ہو سکے دولت
 صوم میں اور
 میں جیسے دلی
 حرام ہو توین
 کتا ہوں کہ صوم
 اور نہیں کر شہر
 الوجود ہیں اگر
 ان میں دواعی
 تمام ہو سکتے
 نہ ہو سکتے
 جیسے جنون
 پابندی اور جہ
 شیخ میں تو
 جو اعتکاف میں
 نہ حکم کر دین
 سخت رات
 پابندی اور جہ
 حکم کر دین
 سے تین دن
 حکم کر دین

خواہ صیوم ہو جسے ایام اور لیالی گنا خواہ منہا ہو جسے تلخین ہو گنا اور ثقیل کی صورت میں اعتکاف دوروز کا مع دوراتون کے طریقین کے نزدیک لازم ہو اور امام ابو یوسف کے نزدیک پہلی رات اُیمین داخل نہیں قال الشافعی فلو نوى في نذرا الايام المنهار خاصة صحته يتبدل لئلا الحقیقة پس اگر نذر کیے ایام اور نیت کی خاص نہار کی یعنی نہرات کی تو اسکی نیت صحیح ہو کیونکہ اسے حقیقت لغوی کی نیت کی گوشت میں یوم آٹھ پر کو یعنی مجرور شب دروز کو کہتے ہیں اور جب کسی لفظ کی واسطے حقیقت لغوی ہو اور حقیقت عرفی بھی ہو تو اطلاق کے وقت حقیقت عرفی کی طرف معصوف ہوتا ہے اسی جهت سے یہاں نیت کی ضرورت ہوئی اور جب اسکی نیت صرف نہار میں درست ہوئی تو اسکو اعتکاف ایام کا لازم ہوگا بغیر رات کے اور قبل طلوع فجر کے مسجد میں داخل ہوا کرے اور بعد غروب شمس کے نکلے قال الشافعی وان نوى بهما لا یكفي الا بالیلا بل یلزمه كلاهما اور اگر نیت کی ایام سے لیالی کی تو یہ نیت صحیح نہیں ہوگی بلکہ لازم ہوں گے رات اور دن دونوں میں کیونکہ ایسی نیت کی جو کلام کی محتمل نہیں ہو کہ ذانی البحر اور حاصل یہ کہ لفظ بغیر ہو یا تشبہ یا جمع اور ہر ایک ان میں سے یا یوم ہو یا لیل اور ہر ایک میں ان چودون میں سے یا حقیقت کی نیت ہو یا مجاز کی یا دونوں کی یا بالکل نیت نہ ہو یہ چوبیس صورتیں ہوتی ہیں اور ضمنی اور مجموع کا حکم مع انکی اقسام کے مذکور ہو چکا مگر باقی رہا پس اگر ایک یوم کے اعتکاف کی نذر کی تو فقط یوم ہی لازم ہوگا نیت اسکی کرے یا لکھے اور اگر اسکے ساتھ رات کی بھی نیت کی ہو تو دونوں لازم ہونگے اور اگر اعتکاف لیل کی نیت کی ہو تو دن لازم ہوگا جب تک اُیمین نیت یوم کی نہ ہو کہ ذانی البحر قال الشافعی كما لو نذر اعتكاف شهر نوى للنهار خاصة او نوى عكسها لیل خاصة فانه لا تصح نية لان الشامل اسم لمقدر يشمل الايام والليالي فلا يحتل ما دونه جیسے اگر نذر کیا اعتکاف ایک مہینے کا اور نیت کی دنوں کی خاص کر نیت کی اسکے عکس یعنی راتوں کی صرف تو اسکی نیت صحیح ہوگی کیونکہ شہر یعنی مہینا نام جو ایک مقدار میں کا جو شتمل ہو ایام و لیالی کو پس اُیمین کثر پر اطلاق کا احتمال نہیں ہو مگر یہ جب ہو کہ بلفظ شہر تعبیر کرے اور اگر تلخین ہو مگر گنا کا تو اسکا حال سابق مرتوم ہو چکا قال الشافعی الا ان يستثنى الليالي فيختص بالليالي لغيره لگواس صورت میں کہ تنہا کو راتوں کا پس خاص ہو جاوے گا اعتکاف دنوں ہی کا مگر نہار جمع جو نہار کا ولعاستثنى الايام صحو ولا تنه عليه بل ما اور اگر دن کو استثنا کیا تو استثنا صحیح ہو اور اگر جمع لازم ہوگا چنانچہ مذکور ہو چکا معنی ابابول میں کہ رات محل صوم نہیں حاصل ہو کہ جب ایام کا یعنی دنوں کا استثنا کر لیا تو باقی صرف راتیں رہیں ان میں اعتکاف مندرج صحیح نہیں ہو کیونکہ رات کو اعتکاف کی شرط یعنی صوم کے منافات ہی قال الشافعی واعلم ان الليالي تابعة للايام الاليلة عرفة وليالي النهار فتجمع للنهار الماضية رافقا بالليالي كما في اخصية الاول والجميع هذا اور جان لو کہ راتیں تابع ہیں ایام کے مگر عرفہ کی رات اور تشریفاتی کی راتیں سو یہ تابع ہیں گذشتہ روز کی لوگون کی سہولت کے لیے جیسا دلوا بھیجی کی اجماع میں مذکور ہو اسکو یاد کروم یعنی ہر شب تابع ہو اسکی روز کی جو اسکے بعد ہو چنانچہ تراویح رمضان کی اول شب میں پڑھی جاتی ہیں نہ شوال کی اول شب میں تو اس تقدیر پر جب ذکر کرے قدر میں تشبہ یا جمع کو تو سہی میں داخل ہو قبل غروب کے اور نکلے نذر پوری ہوئے کے دن غروب کے چنانچہ خانہ میں اسکی تصریح کی ہو اور یہ بھی تصریح کی ہو کہ جب ایام یا بولے تو دن سے شروع کرے پس داخل ہو مسجد میں طلوع فجر سے پہلے انصر اس تقدیر پر لیل جسٹل ہوگی ایام کی تدرج میں اگر جب کہ ایام کے عدد معین ذکر کرے کہ ذانی البحر اور عرفہ کی رات تابع ہو یوم لازم کے اور سحر کی رات تابع ہو عرفہ کے یہاں تک کہ دسویں رات کو تو تین عشرات جائز ہو ولیلۃ القدر ودايرة فی رمضان انفا قالوا لانها تقدم وتاخر حلالا لهما اور شبہ رمضان میں داخل ہوا انفا

طریقین کے نزدیک
کی باہون
میں سے یا حقیقت کی نیت ہو یا مجاز کی یا دونوں کی یا بالکل نیت نہ ہو یہ چوبیس صورتیں ہوتی ہیں اور ضمنی اور مجموع کا حکم مع انکی اقسام کے مذکور ہو چکا مگر باقی رہا پس اگر ایک یوم کے اعتکاف کی نذر کی تو فقط یوم ہی لازم ہوگا نیت اسکی کرے یا لکھے اور اگر اسکے ساتھ رات کی بھی نیت کی ہو تو دونوں لازم ہونگے اور اگر اعتکاف لیل کی نیت کی ہو تو دن لازم ہوگا جب تک اُیمین نیت یوم کی نہ ہو کہ ذانی البحر قال الشافعی كما لو نذر اعتكاف شهر نوى للنهار خاصة او نوى عكسها لیل خاصة فانه لا تصح نية لان الشامل اسم لمقدر يشمل الايام والليالي فلا يحتل ما دونه جیسے اگر نذر کیا اعتکاف ایک مہینے کا اور نیت کی دنوں کی خاص کر نیت کی اسکے عکس یعنی راتوں کی صرف تو اسکی نیت صحیح ہوگی کیونکہ شہر یعنی مہینا نام جو ایک مقدار میں کا جو شتمل ہو ایام و لیالی کو پس اُیمین کثر پر اطلاق کا احتمال نہیں ہو مگر یہ جب ہو کہ بلفظ شہر تعبیر کرے اور اگر تلخین ہو مگر گنا کا تو اسکا حال سابق مرتوم ہو چکا قال الشافعی الا ان يستثنى الليالي فيختص بالليالي لغيره لگواس صورت میں کہ تنہا کو راتوں کا پس خاص ہو جاوے گا اعتکاف دنوں ہی کا مگر نہار جمع جو نہار کا ولعاستثنى الايام صحو ولا تنه عليه بل ما اور اگر دن کو استثنا کیا تو استثنا صحیح ہو اور اگر جمع لازم ہوگا چنانچہ مذکور ہو چکا معنی ابابول میں کہ رات محل صوم نہیں حاصل ہو کہ جب ایام کا یعنی دنوں کا استثنا کر لیا تو باقی صرف راتیں رہیں ان میں اعتکاف مندرج صحیح نہیں ہو کیونکہ رات کو اعتکاف کی شرط یعنی صوم کے منافات ہی قال الشافعی واعلم ان الليالي تابعة للايام الاليلة عرفة وليالي النهار فتجمع للنهار الماضية رافقا بالليالي كما في اخصية الاول والجميع هذا اور جان لو کہ راتیں تابع ہیں ایام کے مگر عرفہ کی رات اور تشریفاتی کی راتیں سو یہ تابع ہیں گذشتہ روز کی لوگون کی سہولت کے لیے جیسا دلوا بھیجی کی اجماع میں مذکور ہو اسکو یاد کروم یعنی ہر شب تابع ہو اسکی روز کی جو اسکے بعد ہو چنانچہ تراویح رمضان کی اول شب میں پڑھی جاتی ہیں نہ شوال کی اول شب میں تو اس تقدیر پر جب ذکر کرے قدر میں تشبہ یا جمع کو تو سہی میں داخل ہو قبل غروب کے اور نکلے نذر پوری ہوئے کے دن غروب کے چنانچہ خانہ میں اسکی تصریح کی ہو اور یہ بھی تصریح کی ہو کہ جب ایام یا بولے تو دن سے شروع کرے پس داخل ہو مسجد میں طلوع فجر سے پہلے انصر اس تقدیر پر لیل جسٹل ہوگی ایام کی تدرج میں اگر جب کہ ایام کے عدد معین ذکر کرے کہ ذانی البحر اور عرفہ کی رات تابع ہو یوم لازم کے اور سحر کی رات تابع ہو عرفہ کے یہاں تک کہ دسویں رات کو تو تین عشرات جائز ہو ولیلۃ القدر ودايرة فی رمضان انفا قالوا لانها تقدم وتاخر حلالا لهما اور شبہ رمضان میں داخل ہوا انفا

گرامام صاحب کے نزدیک رمضان کی تاریخوں میں مقدم موخر ہوتی رہتی ہو اختلاف متابعین کے کہ اُنکے نزدیک تاریخ معین ہو مقدم موخر نہیں ہوتی و فتوہ میں قال بعد ليلة من ايام حرا وانت طالق ليلة القدر فعند الايقاع يبلغ شهر رمضان الا في بعض كونها في الاولى وفي الاخرى وقال يفتيها خاصة مثل تلك الليلة فلا ياتي ولا خلاف انه لو قال قبل دخول رمضان وفتح بمضيقه او بفتح اس اختلاف کا ظاہر ہوتا ہو اس صورت میں کہ کسی شخص نے رمضان کی پہلی تاریخ کے بعد اپنے غلام کو کہا کہ تو آزاد ہو یا بی بی کو کہا کہ تجھ کو طلاق ہو شب قدر میں تو امام اعظم کے نزدیک عتق و طلاق واقع نہ ہون گے جب تک کہ دوسرا رمضان تہماسہ گزر جاوے کیونکہ ہو سکتا ہو کہ اس رمضان کی شب قدر پہلی تاریخ ہو چکی اور دوسرے کی شب قدر آخری تاریخ میں ہو اور صاحبین کہتے ہیں کہ اس رمضان کی جس تاریخ یہ قول کہا ہو جب دہی تاریخ دوسرے رمضان کی گزر گئی تو عتق و طلاق واقع ہو گئے اور اگر رمضان کے شروع سے پہلے یہ قول کہا ہو تو بالاتفاق اسی رمضان کے گزرنے پر عتق و طلاق واقع ہون گے قال في المحيط والفتوى على قول الامام لكن قيد لا يكون المحالف فیهما بعرف الاختلاف والا فیه ليلة السابيع والعشرين والله اعلم محيط میں کہا ہو کہ فتویٰ امام صاحب کے قول پر ہو لیکن صاحب محیط نے قول امام پر فتویٰ کو مقید کیا ہو اس بات سے کہ جسے عتق و طلاق کو شب قدر پر عتق کیا ہو وہ فقیہ ہوا اور اختلاف کو جانتا ہو اور اگر شخص مذکور عوام میں سے ہو تو شب قدر ستائیسویں ہو مگر کیونکہ اول تو عوام اسی کو شب قدر کہتے ہیں دوسرے ایک قول اقوال میں سے یہ بھی منقول ہو کہ ستائیسویں رات کو شب قدر ہوتی ہو اور احادیث کثیرہ اس پر دلالت کرتی ہیں امام صاحب نے یہ جواب دیا ہو کہ اس برس میں اسی تاریخ میں تھی اور یہ جو شایع ہے نہ کہ کیا کہ شب قدر رمضان میں دائر ہو آگے پیچھے ہوتی ہو یہ ایک قول جو امام کا اور بحر میں غایہ سے منقول ہو کہ مشہور قول امام صاحب کا یہ ہو کہ تمام سال میں دائر ہو کبھی رمضان میں ہوتی ہو کبھی غیر مہینے میں کہتا ہوں کہ اسی کا مؤید ہو وہ قول جو شیخ محی الدین ابن عربی نے فتوحات مکیہ میں ذکر کیا ہو کہ لوگوں نے لیلة القدر کی تاریخ میں اختلاف کیا ہو بعض کہتے ہیں کہ تمام سال میں دائر ہو اور میں بھی یہی کہتا ہوں کیونکہ میں نے اُسکو کبھی شعبان میں دیکھا اور کبھی ماہ ربیع الاول میں اور اکثر رمضان کے عشرہ حنیفرہ میں اور ایک یا عشرہ اوسط میں اور کبھی جفت راتوں میں کبھی طاق میں سو مجھ کو یقین ہو کہ وہ سال بھر میں دائر ہو مہینے کی جفت رات ہو یا طاق انتہی اور اس باب میں علماء کے اور اقوال بھی ہیں جو شمار میں چھپا لیس کو پورے نچتے ہیں +

سلفین
امامین
متابعین
لیلة القدر
مذکور
نسب
مذکور
مذکور
مذکور
مذکور

خاتمہ

واضح ہو کہ لیلة القدر بڑے مرتبہ کی رات ہو اُسکی طلب محب ہو اور وہ برس میں افضل شب ہو قرآن مجید میں اُسکو ہزار مہینے سے افضل فرمایا ہر عمل خیر اس میں ہزار عمل کے برابر ہو نسبت دوسرے اوقات میں کرنے کے مسلمانوں میں سے جب کو خدا بتلا جائے ہو یہ وقت نصیب نہ ہو اور خوشی شب قدر کو دیکھ جائے کہ چھپا دے اور اخلاص یہ دعا کرے اللهم انسا لك الاخلاص في القول والعمل وحسن الختام عند انتهاء الاجل والحمد لله والثناء والحمد لله واخو الصلوة والسلام على سيدنا ومولانا محمد وآلہ وصحبہ
یہاں تک ترجمہ مترجم نامی کا تمام ہوا دوسرا حصہ

کتاب

له

و

الحج

اس کتاب میں احکام حج کا بیان ہے حج کو بعد صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور صوم کے اس واسطے مذکور کیا کہ یہ رائج ہے عبادات کا اور مرکب ہے عبادات مالی اور بدنی سے ہونے لگے احکام و کسما لخت القصد لا مطلق القصد لکما طنہ بعضہ صرح بفتح و کسر اول لغت عرب میں عظیم الشان چیز کی طرف تفسیر کرنے کو کہتے ہیں مطلق ہر قصد کو چنانچہ بعض علماء نے کہا کہ کیا ہجرت حقیقیہ ہی صاحب حج القصد کی نہیں تا مومن غیر و کتب لغت سے معلوم ہوتا ہے کہ حج عبارت ہے مطلق قصد سے اور قصد خاص بھی یعنی مکہ منظر کا قصد کرنا واسطے ادا ہے عبادت کے و شرعا زیادہ ای طواف و وقوف و مکان مخصوص ہے الکعبۃ و عرفہ فی ذی من مخصوص فی الطواف من طلوع فجر النحر الی آخر العمر فی الوقوف من زوال شمس عرفۃ الی فجر النحر فبعض مخصوص ہاں یکن عمر ما بینہ الحج ساقا لکما یصح لہ یقل کا داء رکن من مکان الدین لیسع حج النفس اور اصلاح شرع میں حج عبارت ہے زیارت سے مکان خاص میں زمانہ مخصوص میں مخصوص نفل سے زیارت کے مراد طواف اور وقوف ہے اور مکان خاص کے معنی مظلہ و عرفات مراد ہے یعنی بیت المقدس کے گرد گھومنا عید قربانی کی فجر سے آخر عمر تک عرفات میں ٹھہرنا عرفہ کے دن دو پہر و صبح سے عید قربانی کی فجر تک حج کی فرض ہے حرام باندھ کر طواف اور وقوف سے پہلے خلاصہ یہ ہے کہ حج کی فرضیت اصل احرام باندھ کر طواف اور وقوف کو اوقات مخصوصہ میں داکرنا اسکا نام حج ہے چنانچہ تفصیل اس حال کی آگے آدگی مفسر نے حج کی تعریف میں یونہی نہ لکھا کہ حج عبارت ہے زیارت مکان خاص سے زمانہ مخصوص میں واسطے ادا کرنے ایک کن کے ارکان میں سے اگر حج نفل کو بھی تعریف شامل رہی اور اگر ادا ہے رکن کی قید لگاتا تو حج نفل تعریف حج سے علیحہ آنا اس واسطے کہ رکن فرض کو کہتے ہیں نفل کو مراد کان دین یا پنج میں کلمہ شہادت اور نماز اور زکوٰۃ اور صوم اور حج بیت المقدس فرض سنۃ نسیم و انما اخرہ علیہ السلام لعشر اعذار مع علیہ بقاء حیوانہ لیکل التبلیغ حج مفروض ہوا ہجرت کے نوین سال اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا حج میں سوین برس تک تاخیر فرمائی بسبب غلبہ کے اسکے ساتھ یہ بھی تھا کہ حضرت کو اپنی بقاء حیات کا علم تھا تا کہ تبلیغ رسالت کامل ہو جائے نوین سال یہ آیت نازل ہوتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج البیت من استطاع الیہ سبیلا م یعنی خدا کی وسطے لوگوں پر لازم ہے حج بیت المقدس کا جسکو استطاعت راہ و اسکی طرف ہر یک فرضیت حج کی ثابت ہوئی اور حضرت نے جو نوین سال حج کیا تو عذر سے کیا عذر یہ کہ یہ آیت بعد گزشتہ ایام حج کے اوتری بانفوت تھا کہ اگر مدینہ خالی ہوگا تو مشرکین اس پر ہجوم کریں گے یا مشرکین کے ساتھ حج کرنا مکہ و جانا جب نوین سال صدیق اکبر علیہ السلام نے فرضی حج کیا کافرون کو بیت المقدس میں گئے سے منع کر دیا تب صدیق اکبر حج ادا کیا اور عذر پر دلیل یہ ہے کہ تقدیر فی فضل جو الاجماع تو اگر حضرت کو عذر نہ ہوتا تو تاخیر کیا متصور نہ تھا لہذا انی حاشیۃ الحلبی علی ابن ابی نعیم فرقا لان سبب البیت وهو واحد والزيادة نطوع تمام عمر میں ایک راجح فرض ہے اس واسطے کہ سبب حج کا بیت المقدس اور مکہ ہے لہذا سبب بھی واحد ہوا اور ایک طرف سے زیادہ حج کرنا نفل ہے عید الشہد بن عباس کہ وہی ہے کہ اربعین عابس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ کیا حج کرنا ہر سال فرض ہے یا ایک بار یا ایک بار یا ایک بار سو جو کہ ایک بار سے زیادہ حج کرے تو وہ نفل ہے اور حج البودا و حج چکر فرضیت حج کی قرآن مجید اور احادیث کثیرہ اور اجماع ہر یک ثابت ہے لہذا اسکا منکر کافر ہے اور باوجود قدرت رکھنے والا تاکر فاسق ہے و قد یجب کما اذا جاوز المیقات بلا احرام فانه کیا یجب علیہ احد التلبین فان اختار الحج المتصف بالوجوب اور کبھی واجب ہو جاتا ہے چنانچہ جب احرام باندھنے کے مقام کو بلا احرام لکھ جائے تو اگر چہ حج یا عمر واجب ہو جاتا ہے چنانچہ ذکر اسکا آئے گا سو اگر وہ شخص حج کرنا اختیار کرے گا تو وہ حج واجب کہلاوے گا و قد یصفت بالخصیۃ کا حج بجال حرام اور اگر حج حرام کہلا جائے چنانچہ مال حرام سے حج کرنا جیسے رشوت یا چوری یا غصب یا سود لینے کے مال سے حج کرنا اس طرح کا حج کرنا حرام ہے جسکو حج کا شوق ہوا حکم اول حلال ہے اگر لازماً ہو طر ائی نے ہجرت اور طعن البہرہ پر روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب حجی حج کرنا ہو تو حلال ہو یا حلال لیکر اور نہ کہ سب میں بانوں رکھ کر لیکر کہتا ہے تو آسان سے مناوی نہ کرنا ہی لیکر و سعدیک تیرا زاد حلال ہے اور حج تیرا مقبول ہے اور جب

کتاب الحج

کتاب الحج سے پہلے از حج تہجد و سجدات اور اول کی اور احرام و تلبک

علم یعنی اگر نری ہوگی اور وہ دو ہفتہ میں

حج کے فرض ہونے کو جانتا ہی یا دارالاسلام کے رہنے سے یا دارالحرب میں ایک متقی کے خبر دینے سے یا ان دو شخصوں کی خبر دینے سے جنگا تقویٰ اور مسکین پوشیدہ ہو
 تو معلوم ہوا کہ غلام اور نوٹدی پر اور غیر اور یوش پر بقول فخر الاسلام اور اس سلمان پر جو دارالحرب میں فضیلت حج سے مطلع نہیں حج فرض نہیں ہو
 صحیح البکدین حج فرض ہو تندرست ہو تو جاہل و لولے اور فاجع والے اور جسکے دونوں پائوں کٹے ہوں اور بیمار اور ایسے بڑھے پر جو اونٹ پر نہیں
 شحم سکتا ہو حج کرنے کو جائز نہیں بصیرت پر جو سبب و خائف من سلطان ینم منہ حج فرض ہو بصارت والے پر جو فقیہین اور حکم سے
 ڈرتا نہیں جو اسکو حج کرنے سے روکتا ہو توفیری اور خائف مذکور اور اندھے پر حج فرض نہیں اگرچہ اندھے کو ہاتھ پیر لپٹنے والا ہے تو بھی اس پر حج فرض نہیں ہوا
 قول شہور کے امام سے اس واسطے کہ غیر کی قدرت سے آدمی کو فادہ نہیں کہنے لگانی حاشیۃ الطحاوی ذی زاید یصل بہ بدنہ فالتعداد للحکمۃ و اذا
 قدر علی غیرہ جین کلا بعد فادہ حج فرض ہو صاحب زادہ پر ایسا تو شہ جس سے اسکا بدن صحیح سالم رہے تو جسکو گوشت وغیرہ نفیس خوراک کھانے کی
 عادت ہو جسکو سکوروٹی اور پیس پر قدرت ہو بدول گوشت کے تو وہ قادر نہیں گنا جاتا اس واسطے کہ طواف عادت سے صحت بدن دشوار ہو دراصل حاشیۃ
 بہ دھو المسائے بالقتب ان قدر دلا فیستطیع القدرۃ علی الخیر و حج فرض ہو صاحب زادہ پر جو کسی کے واسطے مخصوص ہو یعنی اسکو
 نوبت نبوت اور زائر چرھنا نہ پڑے اور راحلہ کو مقرب کتے میں یعنی چھوٹی کاٹھی والا اونٹ سواری کے واسطے کافی ہو اگر اس پر سوار ہو سکا اور اگر کاٹھی
 سوار نہ ہو سکے سبب مرفوعہ الحال کے اور ناک مزاجی کے تو فرضیت حج کی شرط یہ ہو کہ محمل پر قادر ہو اس واسطے کہ مرفوعہ الحال سے کاٹھی پر سفر نہیں ہو سکتا بلکہ طح
 اسکی ہلاکی کا خوف ہو تو شخص کے واسطے وہ راحلہ معتبر ہو چہرہ پہنچ جاوے کذا فی النہر ابن ماجہ نے عبد اللہ بن عمر سے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
 ایک شخص لے پوچھا کہ حج کس چیز سے فرض ہوتا ہے فرمایا زادہ اور راحلہ سے اور ابن عباس سے روایت کی کہ حضرت نے استطاعت سبیل کی زادہ راحلہ نفسہ فرمائی راحلہ
 اس اونٹنی کو کہتے ہیں جو کجاوہ باندھنے کے لائق ہو اور بعضے مطابق مرکب بشکر کو راحلہ بولتے ہیں نہ ہو یا مادہ کذا فی الاصرار للادانی لا یستطیع المشی
 للشیبۃ بالتسلی للجمۃ راحلہ شرط ہے آفاقی کے واسطے جو مکہ معظمہ سے دور رہتا ہو نہ مکی کے واسطے جو عرفات تک پہنچ سکتا ہو اس واسطے کہ کس
 عرفات تک پہنچنا ناممکن ہو کے واسطے اس جائے کے مشابہ ہو اگر سبب شت تقاہت کے چلنے کے تو اس کے واسطے بھی راحلہ شرط ہے کذا فی النہر و افا دانہ لوقد راحلہ
 الراحلۃ من یغیر زحماً لویحیبال فی البحر و لھا ارجل صریحاً و اسماء صریحاً بالکراہۃ اور شرط راحلہ سے مصنف اشارہ کیا کہ اگر راحلہ
 سوار اور داری پر قدرت ہو جیسے خیرا گدھے پر توجہ واجب نہ ہو گا بحر الرائق میں کہا کہ میں نے اس مسئلہ کو کتب فقہین میں صریح نہیں پایا اور قبلانے تو گدھے اور خیر کی
 سواری کی کہ مستحج کیواسطے صاف صاف بیان کی ہو یعنی کہ اگر بہت نرہی کذا فی حاشیۃ الطحاوی حاشیۃ الانبیاء میں ملی نے کہا کہ سوکا اونٹ کے اور داری سے
 حج کو نہ واجب کہنا مسلم نہیں اس واسطے کہ ہر چند اہل لغت میں راحلہ اونٹ کو کہتے ہیں لیکن راحلہ سے مراد وہ ہے جس پر سواری ہو و قستانی نے تصریح کی کہ راحلہ سے مراد وہ
 جس پر انسان سوار ہو اور ضروریات سفر مثل کھانے اور پینے اور لباس وغیرہ کے اس پر لاد جائے اور آتے اتنی اور شرح منکب ترمذ میں ہے کہ شرط وجوب حج یہ ہے کہ مسلمان
 قادر ہو اونٹ پر یا گھوڑے پر یا خیر لیکن گدھے کی سواری ساف بعیدہ میں مکروہ ہے تکلیف کشی کے سبب و فی السراجۃ النجراکب افضل منہ حاشیۃ
 یفتی و المقتب افضل من الخیرۃ اور سراجیہ میں ہے کہ سوار ہو کر حج کرنا بہتر ہے یا وہ چل کر حج کرنے سے اس واسطے کہ پیدل چلنے والا شقت رام سے ناک مزاج
 ہو جائے اور فریقوں سے سخت کلامی کرتا ہے اور اگر مرفوعہ نہ ہو تو پیدل افضل ہے سواری سے اور کاٹھی والے اونٹ پر سوار ہو کر محمل سے افضل ہے کہ میں یا و فادہ کا خون
 نہیں کذا فی الطحاوی و فی اجابۃ ائمۃ لاصۃ جمل الجمل مائتان واربعون متا و لکھا و ائمۃ و خمس و الطحاوی ان البغل کما یار و غلامہ کی
 کتاب لاجارہ میں ہے کہ اونٹ کا بوجہ ۴۰۰ من ہو اور گدھے کا بوجہ ۵۰۰ من ہو و شرط ہر پنج بوجہ میں گدھے کی برابر ہر بوجہ شرعی میں ۴۰۰ اشارہ کیا ہے اور اشارہ
 چہرہ رم کا ہوتا ہے کذا فی الطحاوی و لودھب الالبۃ لابنہ ملائیم بہ لم یجب قبولہ لان شراطہ الوجوب لا یجب تحصیلہا و ہذا فی

ترجمہ اردو و مختار جیل اول
 حاشیۃ الطحاوی
 حاشیۃ الانبیاء
 حاشیۃ السراجۃ
 حاشیۃ النجراکب
 حاشیۃ النہر
 حاشیۃ البکدین
 حاشیۃ البکدین

بما تفاق الفقہاء علی خلاف الأصل ولینا ورا اگر آپ اپنے بیٹے کو مال دے حج کرنے کی واسطے تو اسپر مال کا قبول کرنا واجب نہیں اس واسطے کہ وجوب کی شرط کو حاصل کرنا واجب نہیں اور یعنی قدرت زاد اور راعی کی شرائط وجوب ہوتا ہے باتفاق فقہاء بخلاف اصل اصول کے کہ ان کے نزدیک وجوب کی شرائط سے ہر فصل کا عتقاد بدعت منہ کہ اس میں لڑکے کو جگہ زور اور احاطہ حاصل ہو ضروریات شخص سے چنانچہ اس کی تصریح کتاب الزکوۃ میں ہو چکی منع لغو میں ہر ضروریات انسانی جیسے سبک گھر اور حرمت کا غلام اور استعمال کا لباس اور اسباب خانگی تو ان شیا کے ہونے سے استطاعت ثابت نہیں ہوتی ومنہ المسکن ومنہ ملوکہ کہ ایک کھانا لا سنا وغیرہ بیعضہ والکچہ بالکافضل فائدہ لایزیدہ ببعہ الذائد معہ عولہ فضل وعلیہ عدم لزمہ ببعہ الكل والا کتفاء بسکنة الاجارۃ بالاولیٰ اور ضروریات میں داخل ہر گھر اور مکان مرمت اگرچہ سیار گھر ہو کہ انہیں سے تنویر امکان رہنے کو کفایت کرے اور باقی کو بیکسیرج ہو سکے تو یہی زائد از حاجت کا چھینا حج کے واسطے اسپر لازم نہیں ہاں زائد مکان کا بیچہ لانا اس حج کے واسطے افضل ہے اور اس تقریر سے معلوم ہوا کہ سب مکان کا چھینا اور کرایہ کے مکان میں رہنا بطریق اولیٰ لازم نہیں وکذا لو کان عندہ مالوا اشتروا بہ مسکنًا و خادما لایقبل عندہ ما یکفہ الخ لایزیدہ خلاصہ اور سیطیح اگر کسی شخص کے پاس تمام مال کا اگر اس مال سے گھر اور خادم کو مول لے لے تو اس کے پاس اتنا مال باقی نہ رہے جو حج کو کفایت کرے تو اسپر لازم نہیں کہ حج ہی کرے اور گھر نہ لے کذا فی خلاصہ اس واسطے کہ یہ مال حاجت جہلی سے زائد نہیں اور حج فرض نہیں ہوتا مگر اس مال سے جو حاجت جہلی سے زیادہ ہو وحرر فی التہذیب فی شرائط بقاء رأس المال بحرفۃ ان احتاجت لذلک والا کلا اور تحریر کی ہر نہر الغنائق میں کہ وجوب حج میں باقی رہا اس مال کا جو اپنے پیشے کے واسطے شرط ہو اگر کسی کے پیشے میں مال کی حاجت ہو اور اگر حاجت نہ ہو تو قاعے مال نہیں غلام یہ ہر کمال حرفہ کے واسطے بجمع کے بقاے مال شرط نہیں چنانچہ درزی کٹے پیشے میں مال کی حاجت نہیں بخلاف کاشتکار کے کہ وہ آلات کاشتکاری کا محتاج ہے اور سود اگر کی کہ بدون مال کے تجارت تصور نہیں دی الاشبہا معہ الف وخلاف الغریبہ امکان قبل خروج اہل بلدہ فلما لندرج ولو وقتہ لزمہ الحج اور شاہد میں ہر کسی شخص کے پاس ہزار درہم میں اور وہ مجرد رہنے سے ڈرتا ہو تو اگر حج کے قافلہ چلنے سے پہلے وہ ہزار کا مالک ہو تو اس کو نکاح کر لینا جائز ہے اور اگر شہر سے قافلہ چلنے کے وقت مالک ہو تو اسپر حج لازم ہے وفضلہ عن نفقۃ عیالہ فمن تفرغہ نفقۃ لتفقد حق العیالہ اور زور اور احاطہ زیادہ ہو اس کے مال وعیال کے خرچ سے اہل وعیال سے مراد وہ لوگ ہیں جن کا نفقہ اسپر لازم ہے بسبب مقدم ہونے حق العبد کے یعنی عہد کا حق خدا کے حق پر مقدم ہے حکم شرع اس واسطے کہ خدا بے نیاز ہو اور بندے محتاج نہ رہیں عودہ وقیل بعدہ بیوم قبل بشعبہ ترشہ زائد ہر عیال کے خرچ سے حج سے پھر نہ کیا اور بعض علماء نے کہا کہ بعد پھر نہ کے ایک دن کا نفقہ زیادہ ہو اور پھر نہ کے کہا کہ مہینے کا نفقہ زیادہ ہو ایک دن کی روایت امام سے ہے اور مہینے کی روایت ابو یوسف اور نفقہ سے تو سوا نفقہ مرد و یتیم کی کا نہ اسراف کا کذا فی حاشیہ الطحاوی معہ اصح الطرق بغلبة التلاذذ ساتھ اس راہ کے بسبب غلبہ سلامتی کے یعنی اس راہ شرط ہے وجوب حج کے اس واسطے کہ بدن امن کے حصول حج متعسر ہو اور اس قافلہ چلنے کے وقت چاہیے اگرچہ غیر وقت میں امن نہ ہو اور امن راہ مراد ہے کہ لوگ اکثر باسلامت آتے جاتے ہوں اور خوف قلیل ہو جو معتبر نہیں اور یہی قول ختمیہ اہل بیت کا مختار ہے اور یہی معتبر ہے اسکے سوا اور قول لایق تھا کے نہیں اور جس ملک سے بدون سواری جہاز کے حج نہ ہو سکتا ہو چنانچہ ہندوستان سے تو ایسے ملک کے سقوط حج میں اختلاف ہو کر مالی نے کہا کہ اگر گھر سمندر میں سلامتی غالب ہو اور اس ہند سے سواری جہاز کی مروج ہو تو حج واجب ہے اور اگر غلبہ سلامتی کا نہیں تو حج بھی واجب نہیں اور یہی قول صحیح ہے کذا فی معنی اختصار مہمل ہندوستان میں اس راہ کی اور حری میں بخوبی حامل ہے اور شرق جہاز کی کی بسبب اختلاط نصاریٰ کے جواب حامل ہے کہ کسی بھی ثواب اہل ہند پر وجوب حج میں ہرگز نہ ہو نہیں ہزاروں شخص ہر سال ہند سے جاتے ہیں اور حج کر کے باسلامت پھرتے ہیں دلوا دل شوق علیہ ما حققہ الصالح اگرچہ اس راہ شروت دیکر حامل ہو بنا بتجربہ کمال الدین محقق کے یعنی اگر قطع طریق کو شروت دیکر امن حاصل ہو تو شروت مرناسطے دفع ظلم ظالم کے ماننے پر اور مرام شروت وہ ہو جس کی حق تلفی کے واسطے ہر دو سیبغ آخر الحکات قتل بعض اچھے آدمی خدا کا اور کتاب میں آویگا کہ مقتول ہوا بعضے مایوں کا مضر ہے یعنی اگر ہر سال با اکثر کچھ حجاج مارے

حالتے ہوں تو سقوط حج میں غرضیج ہر اس واسطے کہ غلبہ سلامتی کا نہیں بھل مایہ بخذ فی الطريق من المکس وانما عذراً فلو ان المأمرا حکمان
انقیبہ والجنبتی وعلیہ الفتویٰ فحتسب فی الفاضل عما لا بد منه القدر علی المکس بخوہ کما فینا لک لطر الباسی اور کیا وہ مال جو بطریق
وہ ایک اور راہداری کے لیا جاتا ہو راہ میں عذر ہو سکتا ہو سقوط حج کا سمین و قول ہیں اور قول متمیز ہو کہ اس طرح دنیا عذر نہیں کذا فی اقصیہ و المجتبیٰ اور اسی
قول پر فتویٰ ہو تو اس صورت میں ایسے مال دینے کی قدرت کو بھی زائد از ضروریات میں حساب کرنا چاہیے اس طرح تکویر جو طرابلسی کے مناسک میں مذکور
اد محرم دلوعبد اذ میتا ادبک صاع اور شرط ہر ساتھ ہونا زوج یا محرم کا اگرچہ زوج اور محرم غلام ہو یا ذمی محرم ہو یا یمنعی محرم محرم عورت کا وہ جو بیک
گاہے نکاح اس عورت سے درست ہو خواہ نسب سے یا رضاعت یا مصاہرت سے کذا فی النہر سلم و ابو داؤد و ابن حبان و ابن ماجہ و ابن کثیر و ابن کثیر و ابن کثیر
نے فرمایا کہ عورت مومنہ کو حلال نہیں تین منزل یا زیادہ سفر کرنا بدون اپنے باپ یا بھائی یا بیٹے یا زوج یا محرم کے کذا فی العینی شرح الکفر بکلمہ قید
لہا فی المسح بحثا بالغ زوج اور محرم دونوں کی قید ہر کما فی النہر بحثا تو اگر زوج یا محرم صغیر ہو تو عورت پر حج واجب نہ ہو گا عاقلاً ہر ای زوج یا محرم
ہو یا ثیاری شرط ہو تو جنہوں زوج یا محرم سے وجوب نہیں المراقب کما فی جوہر اور قریب البلوغ بالغ کے مانند ہو کذا فی الجواہر غیریہ جو سستی
و کذا فی سابق لعدم حفظہا بشرطیکہ محرم مجوسی نہ ہو اور سلم فاسق نہ ہو بسبب عدم حفاظت دونوں کے اس واسطے کہ مجوسی کے دین میں مان بن حلال ہو
اور فاسق بھی لائق اعتماد کے نہیں مہم وجوب لثقیلہا بشرطیکہ کما فی جوہر علیہا لکنہ مجوسی علیہا ساتھ واجب ہونے نفقہ محرم کے عورت پر یعنی جب محرم سلم
ہو تو اس کا نفقہ عورت پر واجب ہو اس واسطے کہ وہ اسکے کام میں بند ہو گیا لاہرۃ حذرۃ و لو جوزا فی سفیر سفر حج میں مرد عورت کے واسطے زوج یا محرم
مشروط ہر اگر عورت بڑھی ہو دھل میلزمہا التزوج فلو ان اور کیا لازم ہو عورت کو نکاح کر لینا سمین و قول ہیں یعنی اگر عورت مالدا ہو او اسکا کئی
محرم نہ ہو تو وہ حج کے واسطے نکاح کر لے اور دوسرا قول یہ ہے کہ اگر نکاح لازم نہیں و لیس عبدہا محرم لہا اور عورت کا غلام عورت کا محرم نہیں اگرچہ وہ خصمی ہو
تو غلام کے ساتھ سفر کرنا حرام ہو کذا فی حاشیۃ الطحاوی عن البرزازیہ و لیس لزوجہا منع ہا عن حجۃ الاسلام اور زوج کو جائز نہیں کہ عورت کو حج اسلام
منع کرے یعنی حج فرض سے بشرط محرم مان حج لفظ سے روکنا درست ہو کذا فی منع الغفار و لو حجت بلا محرم جائزہم الکفر اھۃ و اگر عورت نے بدون
محرم کھج کیا تو جائز ہو گا اگر بہت کے ساتھ کہ بہت سے مراد کہ بہت شرمی ہو کذا فی الطحاوی و مہم عدم عدۃ علیہا مطلقاً ایۃ حدیث کے استنباط
ملک و بشرطیکہ عورت پر مطلقاً عدت نہ ہو کوئی عدت کیوں نہ ہو خواہ عدت وفات کی خواہ طلاق یا بن یا رجعی کی کذا صحیح ابن ماکہ العبدۃ لو جویہا بالملقۃ
المانعۃ من سفرها وقت خرم اھل بلد ہا و کذا سائر الشرط و اور اعتبار اس عدت کے واجب ہونے کا جو عورت کو سفر سے مانع ہو سکے شہر و اہل
کے نکلنے کے وقت کا ہو یعنی جب اہل شہر حج کے واسطے نکلیں اگر عورت عدت میں ہوگی تو سفر حج کر سکیگی کہ عدت میں سفر کرنا جائز نہیں اور اگر مرد سفر کرنے
کے عدت واجب ہوئی تو اسکی تفصیل کتاب العدة میں مذکور ہے اور چنانچہ اعتبار وجوب عدت کا سفر حج کے وقت متمیز ہے اس طرح سب شرط سابقہ کا اعتبار خارج ہے کی
وقت ہو یعنی اسلام اور خیریت اور بطن اور صحت بدن و بیانی اور قدرت زاد اور راحلہ کے وقت سفر حج مہم جو قبل حج کے نہ بہر حج کے مثلاً قبل حج کا فلق قدر زاد کا
تھا اور خروج کے وقت غلظ ہو گیا یا خروج کے وقت غلظ تھا اور بعد فاقہ طے جانے کے قدر زاد والا ہو گیا تو اس حال کا حج آپس لازم نہیں فلو احرمت صبی عاقل و احرمت
عنه ابوہ صار محرم ما وینبغی ان یحج وہ قبلہ و یکسب از ارادۃ مبسوط و ظاہر ان احرامہ عنہ مع عقلہ صحیح فمہم عدم ما وینبغی
سوا اگر احرام باندہ صغیر ہو یا باندہ بزرگ یا اسکی طرف سے اسکے اپنے اسکا احرام باندہ عاقل و دونوں طرح سے صغیر محرم ہو گا اور باپ کو چاہیے کہ صغیر کو باپ سے چھو کر اسے اور اسکو چھو کر اسے
پھانوس کذا فی المبسوط اور مبسوط کا ظاہر احرام ہر اولات کرتا ہے کہ اگر احرام کرنا باپ کا صغیر کی طرف باوجود اسکے عقل و رشک کے صحیح ہو تو اسکی بیوٹی اور انقباض میں باپ کا احرام
باندہ دنیا بطریق دل صحیح ہو گا قبلہ او بعد فمہم قبل لو قوت فمہم کل حال احرامہ لم یسقط فرضہما لا منعاً و لا غلاً پھر صغیر احرام باندہ ہونے کے بعد مانع ہوگا

یہ تہجد احرام باندھ کر زاد ہو گیا قبل عصر نے عرفات کے بعد اسی اگلے احرام پر ہر ایک چلا گیا یعنی دوسرا احرام نہ باندھا تو دونوں کا فرض حج ساقط نہ ہوگا اس لیے
 کہ شروع سے نفل تھا پھر نفل کی نیت سے فرض ہو گیا اور وہ تو بدلتا ہی اور زیادہ کی وجہ سے فرض نہیں رہتا بلکہ پہلا احرام قبل دو فوجہ عرفہ
 و نون سے اس کے اسلام استراۃ پھر اگر غیر کے بعد بلوغ کے نیا احرام باندھا قبل قوت عرفات کے اور اس احرام جدید سے فرض حج کی نیت کی تو کافی ہے
 یعنی وضو و نیت و انگلیں احرام جدید سے نکال کر چاہیے کہ یہ نیت تک پلٹ جاوے اور وہاں دوسرا احرام باندھ کر حج کی نیت سے لیکر کے دلو فعل العبد المعنی
 ذلک التجدید بالحدیث کو ملحوظ رکھ کر لاہذا لا یجوز احرام الصبی والکافر و الجھون و اگر اگر آزاد و غلام اس طرح سے نیا احرام باندھ گیا تو اس کو کفایت
 کرے یعنی اس سے فرض حج ساقط نہ ہوگا اس واسطے کہ غلام نفل حج شروع کرنے سے لایم ہو گیا تو اس کو تو زمین سکتا بخلاف صغیر آزاد کا تو زمینوں کے اس واسطے
 کہ صغیر کا احرام لازم نہیں تو اس کو احرام تو باندھا جائے اور کافر کا احرام سر سے صحیح نہیں بسبب عدم اہلیت کے و ایچہ قرضہ ذلک احرام اوجج بین بین کا فرض
 ہیں اول احرام باندھنا تو نہیں وہ ہر جس کے ترک سے حج باطل ہو جاوے اور مال آئندہ میں اس کی قضاء لازم آوے و ہوسنہ ابداء و دل حکم الکن انتہا حتی
 ایچہ لغایت الحج اسناداً منہ لبقضہ بہ مرتب ہے اول احرام شرط ہے باعتبار ابتدا کے انداز اس کی تصدیق کے مہینوں پر جائز ہو جیسے وضو قبل وقت نماز
 جائز ہو اور احرام کو کر کے کا حکم ہو باعتبار اتمام کے تاکہ انیکہ جبکہ احرام باندھ کر حج فوت ہو گیا ہو اس کو احرام کا باقی رکھنا اگر سال آئندہ اس سے حج کی قضا کرے
 جائز نہیں اور اگر شرط ہو تا ہر طرح سے تو اس کا باقی رہنا جائز ہوتا و الوقوف بعرفہ فرائض سیدت ہی بلکہ ان احرام حلیہ السلا و حوا تعارف فیہا
 اور دوسرا فرض عرفات کا شعبہ زہر اس کے خاص وقت میں عرفات کا نام اس واسطے رکھا گیا کہ آدم اور حوا علیہم السلام میں وہیں تعارف ہوا یعنی بہشت سے زمین پر
 متفرق و تیسرے شعبہ بعد عرفات میں کیا ہوئے اور ایک دوسرے کو پہچانا و معظوظات الزیارت و ہمار کندان اور تیسرے فرض اکثر طواف زیارت اور
 دونوں یعنی وقوف عرفات و زیارت الزیارت کر کے ہیں حج کے لیکن وقوف عرفات قوی تر طواف سے اس واسطے کہ جماع قبل وقوف سے حج فاسد ہو جاتا ہے اور
 جماع قبل طواف سے فاسد نہیں ہوتا لہذا فی عالم گیر یہ دو وجہ نیفت و حشر دن اور وجہات حج کے بیل اور کئی ہیں چنانچہ ہمیں کام میں چنانچہ شمار وجہات
 رقم ہر سے معلوم ہوگا واجب وہ ہر جس کے ترک سے حج باطل نہیں ہوتا بلکہ بیچ کر لازم آتا ہے وقوف جمیع و ہوا لزد لقة شکتبت بذلک لان آدم جتمع
 بحد و ارد لفظ الیہا اسی دن آمنہ ہا اٹھ کر جماع کا یعنی مزولفہ کا اسکا فردفہ اس واسطے نام ہوا کہ آدم حوا کے ساتھ وہاں جمع ہوئے اور ان سے قریب ہو گئے و السبعہ
 عند لا یئہ الثلثہ ہو رکن البین الصفاستی یہ کہ جلس علیہ ادم صفوۃ اللہ و الذرۃ و لا تہ جلس علیہا امرتہ و حی حواء و لا التثت ۲ اور
 پلٹنا صفا اور مردہ کے درمیان اور عینون اماموں کے نزدیک سعی کرنا کر کے صفا اور مردہ و پہاڑیان میں مسجد الحرام کے پاس صفا اس واسطے اسکا نام ہوا کہ
 آدم صفی السدسیر شیعہ اور مردہ اس واسطے نام ہوا کہ امراۃ یعنی عورت آپس میں عورت سے حوا مردہ ہیں اور اس واسطے لفظ مردہ مونث ہے ہم بعضے علماء نے
 و تہ سمیہ یوں بیان کی ہے کہ صفا ایک مرد کا نام تھا اور مردہ ایک عورت کا نام تھا سو وہ وفون نے بیت الدین حرام کاری کی حق تعالیٰ نے ان کو پھر کو الاد و نون
 صور نون کو و نون پہاڑیوں پر لوگوں کی عبرت کے واسطے رکھا لہذا فی ما شیعہ الخطاوی و السدس علیہم الجمع ربحل من چہ ۳ اور کنکریان مارا بمزنا
 پر حج کرنے والے کو خواہ قارن ہو خواہ شیعہ خواہ منفرد و طواف الصفا و الیہا فانی لود اعلا لافانی یعنی بد الحاکش فی ۴ اور طواف الصفا یعنی نیت کا طواف
 افانی کو سو اس کا خالص کے تو کی اور بہتانی اور حائضہ پر طواف الصفا واجب نہیں و الحلق و التقصیر ۵ اور سر شہدانا یا بال کترنا و انشاء الاحرام
 من الیقین ۶ اور احرام کا شروع کرنا یہ مقامات سے یعنی احرام کے مقام سے و مذالوقوف یغزو الی العروبان وقف نھار گئے اور بزرگوار وقوف عرفات
 غروب آفتاب تک گردن میں وقوف کیا ہونی کچھ دن اور رات کے وقوف کو جمع کرنا واجب ہے و البداء بالطواف من الحجرا لاسود علی الاشعب ملو اظہر علیہ
 السلام حلیہ لم قبل فرض قبل سنہ ۷ اور واجب ہے ہر عمر اسود سے طواف کا شروع کرنا بشرط قبول کے اس واسطے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ قبل طواف ہر عمر اسود سے

کرتے تھے اور بعضوں کے نزدیک یہ فرض ہوا اور بعضوں کے نزدیک سنت ہوا التیامر منہ ای فی الطوائف الاصلیہ ۱۱ اور طواف کو اپنے دہائی طرف سے کرنا یا
قول صحیح کہ کسی جب حجر اسود کے مقابل کھڑا ہو تو اپنی دہائی طرف سے طواف کرے جو ہر مترم اور روانہ ہو بیت السکاء والمشی فیہ لیمن لیکن نہ خدا
یمنعہ منہ و لہذا شرط اولاً زحفاً لزمہ ما شیئاً ولو مشرعاً متفقاً لا حرجاً فمشیاً افضل ۱۱ اور واجب ہر طواف میں اپنے پاؤں چلنا جسکو ایسا مذر
نہیں جو چلنے کا مانع ہو اور جسے ندائی طواف کی زمین پر گھسکر تو اس پر پھیل طواف کرنا لازم ہوا اور اگر نفل طواف زمین پر گھسکر شروع کیا تو اسکو طواف میں پاؤں سے
چلنا افضل ہوا اظہاراً فیہ من البیضا سبب الحکمۃ علی المذہب قبل الحقیقۃ من ثوب بدن مکان طواف الاکثر علی انہ سنتہ مؤکدۃ
کما فی شرح ثبای المناہج ۱۱ طواف میں طہارت نجاست حکمی سے واجب ہونا یہ قوی مذہب کے اور قول ضعیف یہ ہر طہارت نجاست حقیقی کی کڑے
اور بدن اور طواف کے مکان سے واجب ہونا اور اکثر علماء کا یہ قول ہے کہ نجاست حقیقی کی طہارت سنت مؤکدہ ہونہ واجب چنانچہ لبالب النساک کی شرح میں لکھا ہے
دستر العوزۃ فیہ وبکشف لیم العضوف اکثر کما فی الصلوۃ یجب اللزم ۱۲ اور سرگاہ کا دھکنا طواف میں اور جو تھالی عضو یا زیادہ کھلنے سے طواف میں
وجہ کرنا واجب ہوتا ہے چنانچہ کشف عضو کا بیان کتاب الصلوۃ میں گذار دیا بدایت السعی بید الصفا والمروۃ من الصفا ولو بدلاً بالمرۃ لا یعتد بالشوہ
الاصل فی الاصل ۱۳ اور صفا و مروہ کے درمیان کی سعی کو صفا سے شروع کرنا اور اگر مروہ سے شروع کر گیا تو شرط اول میں اسکا شمار نہ ہو کا قول
صحیح میں یعنی اول مروہ سے چلنا صفا تک یہ شرط اول میں داخل نہیں بسبب ترک واجب کے بلکہ شوط اول عبارت ہر ابتدائے صفا سے مروہ تک کے نشی فیہ
الشع لب لبس نہ عذر کما مر ۱۱ اور چلنا سعی میں جسکو چلنے میں کچھ عذر مانع نہیں چنانچہ طواف میں مذکور ہوا ذبح الشماۃ القارن اول المقسم ۱۵
اور ذبح کرنا بھی بکبری کا قارن یا ستمتع کو وصولۃ رکعتین لکل سبوع من ای طواف کان قلو ترکما اهل علیہم قبل نعم فیوضیہ ۱۶ اور دو رکعت
نماز پڑھنا واجب ہر سات بار بیت السکاء کے گرد گھومنے کے بعد کوئی طواف کیوں نہ ہو یہاں تک کہ طواف نفل میں بھی دو رکعتیں واجب ہیں سو اگر دو رکعت کو طواف کرنے
نے ترک کیا تو اس پر ذبح کرنا کیا واجب ہے بعض علماء نے کہا ہاں واجب ہے تو اگر قبل ذبح کے موت اشکو تو دسے تو ذبح کرنے کی وجہ سے کجاوے والذرتیب لکھا
بیانہ بین الرمی والخلق والذبح یوم الحرم ۱۱ اور ترتیب کرنا درمیان نگرمان مارنے اور سر منڈانے اور ذبح کرنے کے قربانی کے دن چنانچہ بیان اس ترتیب کا
آوگیا واما الترتیب بین الطواف بین الرمی والخلق فسنۃ فلو طاف قبل الرمی والخلق لا شی علیہ ویکفہ لباب اور وہ ترتیب جو طواف کے
درمیان اوکو نگرمان مارنے اور سر منڈانے کے درمیان میں ہر سو تو سنت ہے و واجب نہیں تو اگر طواف کیا قبل سعی اور خلق کے تو کوئی چیز سپر لازم نہیں لیکن مکروہ ہے
ہو بسبب ترک سنت کے کذا فی باب المناہج سببی ان المکرہ لا ذبح علیہ و سنحۃ قہ او اگر آوگیا کہ مفرد یعنی جو حفظ حج کی نیت کرے ہاقرن و ذبح
اس پر ذبح واجب نہیں اور عنقریب باب الجنایات میں ہم اہل تحقیق کریں گے و فضل طواف الافاضۃ ای الزیادۃ فی یوم من ایام التحس ۱۸ اور طواف الافاضۃ
یعنی طواف الزیادۃ کا کرنا کسی دن میں قربانی کے دنوں سے دمن الواحیات کون الطواف لرا الحظیم ۱۹ اور واجبات سے ہر طواف کرنا بیت السکاء کا حظیم
کے ساتھ حظیم اس جگہ کا نام ہے جو بیت السکاء کی جانب غرباً و شمال واقع ہو اسکے گرد چھوٹی دیوار ہو کہ ان کے مانند حدیث صحیح میں ثابت ہے کہ ابامہم علیہ السلام
کے وقت میں حظیم بیت السکاء کے اندر داخل تھے قریش نے ایام جاہلیت میں جب کعبہ بنایا تو بسبب قلت مصارف کے حظیم کو کعبہ سے جدا کر دیا پھر حظیم حظیم بیت
میں داخل ٹھہری لہذا طواف میں آیکسا داکل کرنا واجب ہوا اور فضل سوا سطرہ ہوا کہ دخول اسکا بیت السکاء میں دلیل قطعی ثابت نہیں و اسد اعلم کون السعۃ
بعد طواف معتد بہ ۲۰ اور سعی کا ہونا بعد طواف کے جو شمار کے لائق ہے یعنی چار شوط یا زیادہ کے بعد سوا سطرہ و تین شوط سے طواف
معتبر نہیں و توقیت الحلق بالمكان والذمان ۲۱ اور سر منڈانے کی تعین مکان خاص اور زمانہ مخصوص میں بغی حلق کرنا حرم کے
اندر ایام نحر میں واجب ہے ترک الخطو رک الجماع بعد الوقوف ۲۲ اور ممنوعات غیر مفسدہ کا ترک کرنا بعد وقوف عرفات کے واجب ہے

۱۲
۱۳
۱۴
۱۵
۱۶
۱۷
۱۸
۱۹
۲۰
۲۱
۲۲

کو بیجا نکال بے ادبی ہو اور نفقہ حلال کی طلب میں نہایت کوشش کرے اور اس سفر میں ضروری فتن صامح کی صحبت کہ غفلت کے وقت میں ہوشیار کر دے اور صبر جمیل اور ناشکیبائی کی حالت میں صبر کی تعلیم کرے اور جب یہ عاجز ہو تو وہ اعانت کرے اور حج کرنے والے کو مناسب ہر کہہ کر ایہ والے کو اپنا اسباب و کملا دیوے اور بدول اسکی اجازت کے زیادہ سواری پر نہ لادے اور بیجا حالت کے بھی جانور کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ رکھے اور سفر حج میں ہنسی نہ کرے کہ تجارت کی نیت نہ کرے اگرچہ تجارت سے ثواب کم نہیں ہوتا مانند غازی کے اور لازم ہے کہ اس سفر میں ریا اور سحر اور تفاخر سے آپکو بچاوے و لہذا محل کی بعضے علمائے مکروہ جانی ہر اتنی مافی اللہ الفائق اور توحید القیدی میں کہ تحصیل نفقہ حلال میں کوشش مبالغہ لازم ہے اسواسطے کہ حرام نفقہ سے حج مقبول نہیں ہوتا اگرچہ فرض مطلق ہو جائے اور سقوط حج اور عدم قبول حج میں کچھ مخالفت نہیں عدم قبول کے یہ معنی کہ ثواب حاصل نہیں ہوتا اور سقوط کا یہ مطلب کہ آخرت میں عذاب نہیں جیسا کہ تارکین حج کو ہوگا اور دنیاوی تاضیخان میں ہر کہ جب آدمی کے پاس حلال مال ہو اور اس میں کچھ شبہ ہو حرجت کا تو اسکی تدبیر یہ ہے کہ نفقہ حج کے واسطے قرض لے اور اپنے اس مال سے قرض کو ادا کرے اور بیساع میں ہر کہ عیال کا خرچہ دیکھاوے اور خوش خرم سفر کرے اور وہ میں تقویٰ اختیار کرے اور ذکر اللہ کی کثرت کرے اور غلطی اور غصب سے پرہیز کرتا رہے اور لوگوں کی بخلی اور غصہ سہا کرے علم اور بردباری کرتا رہے کذا فی العالمگیریہ اور سفر کی دعائیں جن جن حصین وغیرہ کتب احادیث سے یاد کر لے یا لکھ لے تاکہ انکو اپنے موقع پر پڑھا کرے ہم یہ سہجیات اور آداب سفر تھے جو بقدر ضرورت مذکور ہوئے اب سنن اور ممنوعات حج کو دریافت کرنا چاہیے طوعات القدوم اور طواف میں رمل کرنا یعنی اکڑنا اور صفا مروہ کے اندر دو بزمینا رول کے درمیان شتاب چلنا اور بیام سحر کی راتوں میں منامین رہنا اور عربی کے دن بعد طلوع آفتاب کے سنا سے عرفات کو جانا اور مزدلفہ سے سنا کی طرف چلنا قبل طلوع آفتاب کے سنت ہر کذا فی فتح القدیر اور درر المفیدین رات کو رہنا سنت ہے اور حجرات ثلاثہ کی رمی میں ترتیب سنت ہے کذا فی العالمگیریہ

اور منہو ماستی دوم میں ایک وہ جو انسان اپنی ذات پر کرے وہ چھ طرح پر ہر جمع کرنا اور سر نہانا اور ناخن کاٹنا اور خوشبو لگانا اور سر اور چہرے کو دھو کر دھو کر اور سنا کپڑا پہننا اور دوسری قسم وہ ہے جو آدمی اپنی ذات کے سوا غیر میں کرے جیسے سکا کرنا مل اور دم کے درخت کو کاٹنا کذا فی العالمگیریہ و اشہرہ شوال وذوالقعد و یفتم القاف و مکسر و عشر ذی الحجۃ بحکمہ الحاء و یفتم عند الشافعی منہا یوم النحر و عند مالک ذوالحجۃ و کذا فی عالمگیریہ

بالایۃ فلما استتم الحجیم بشتیرک فیہ فادراہ لعلہ لدرج کے معنیے شوال و ذیقعدہ اور ذی ذی الحجۃ کے ہیں اور امام شافعی اور ابو یوسف کے نزدیک قربانی کا دن حج کے مہینوں میں نہیں اور امام مالک کے نزدیک تمام ذی الحجہ حج کے مہینوں میں داخل ہے بدلیل آیت قرآنی کے من تعالیٰ نے فرمایا الحجۃ اشہر معلومات یعنی حج کے مہینے معلوم اور مشہور ہیں لفظ اشہر جمع ہے اور اقل جمع میں ہر شایع کہتا ہے ہم جواب دیتے ہیں امام مالک کے استدلال کا کہ صیغہ جمع میں ماوراء واحد بھی مشترک ہے یعنی دو اور دو سے زیادہ پر بھی اطلاق جمع کا قرآن مجید میں ثابت ہے حق تعالیٰ نے فرمایا (فَقَدْ صَعَّتْ فُلُوبُکُمْ لَمَیْتُمْ وَ تَوَدُّونَ کَیْ تَمُوتُوا وَ تَمُوتُونَ) کے دل مانگے ہو گئے فلوب جمع ہے اور مراد مٹنی ہے یعنی دو چنانچہ محشری نے اسکو صریح کیا ہے تو جمع کا اطلاق دو پر ہوا تو اشہر کا اطلاق دو میں اور بعض ثبات پر بطریق اولیٰ صحیح ہوگا کذا فی ماشیہ الطحاوی اگر کوئی کہے کہ ثمرہ ائمہ ثلاثہ کے اختلاف کا کیا ہے شایع نے اسکا جواب قول آئندہ میں زیادہ فائدہ التا قید انہ لو فعل شیئا من افعال الحج خارجا لا یجوز فیہ اور فائدہ اس توفیق اور بصیرت کی یہ ہے کہ اگر افعال حج میں سے کوئی فعل اس مدت سے باہر کرے تو کفایت نہ کرے لکن اگر متتابع اور قارن تین روز سے رکھیں شوال سے توجانز نہیں باکوئی قسمی کرے بعد طواف القدوم کے اشہر حج سے پہلے تو صحیح نہیں اور احرام باندھنا اشہر حج میں مکروہ نہیں اور اس سے قبل جائز ہے مع الکرہت جبکہ یہ معلوم ہو تو وہ ریا کرنا چاہیے کہ شایع کو لازم تھا کہ بجائے لایحیہ کے لایکل کہتا تاکہ احرام قبل اشہر حج کا شامل رہنا اسواسطے کہ احرام قبل اشہر حج کے کفایت کرتا ہے مگر حلال نہیں ہوتا تانی نے کہا کہ رمی اور طواف الزیادۃ بعد اشہر حج کے کفایت کرتے ہیں لیکن حلال نہیں بلکہ حرام ہیں کذا فی تحفۃ

کرنا سا قہ ہو گیا و نولہ یومہا تجزی و احراز احادی احکام و بعد ہا افضل و ان لم یکن یجبت بآذی فضل امہ جلدین اور اگر ایسی راہ
 مکہ کو جاوے کہ کوئی میقات نہ ملے تو وہاں سوچے اور نکل کرے اور ہانسے احرام بانو جو مقابل و برابر پڑے کسی میقات کے اور اگر کسی مکان میں دو میقات سے مقابلہ ہو
 تو جو زیادہ تر ہو و موجود افضل ہو اور اگر ایسی راہ پیش آوے کہ وہاں سے کسی میقات کا سامنا نہ ہو تاہوں اکل میں آتا ہو تو جب مکہ معظمہ و منزل پر پہنچے تو
 وہاں سے احرام باندھے پہلے کہ کوئی میقات و منزل سے کتر نہیں و حرم باحرام لا حرام علیہا کلمہ لمن ای کافاق قصد دخول مکہ یعنی احرام
 دلوں حاجۃ غیر الحج اور حرام ہر احرام کی تاخیر کرنا ان سب مواقیت سے اس باہر و آنے کے واسطے جسے دخول یعنی دخول حرم کا قصد کیا اگر کسی
 اور حاجت کے واسطے وہاں گیا سو حج اور عمرے کے اس واسطے کہ حرام اس مکان پاک کی تعظیم کے واسطے ہو تو اس میں ہر طرح کے جانے و آنے براہین
 اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جرح نہ میں بلا احرام تشریف لگئے تھے تو یہ امر حضرت کو مخصوص تھا چنانچہ حاجت صحیحہ میں اسکی تصریح موجود ہے کہ ذی
 النحر اما لو قصد موضعاً من اجل کذبہ جددہ حل لہ عجا ذرت بلا احرام فاذا حل بہ التحق باہلہ فلہ دخول مکہ بلا احرام و ہوا لکھیلہ
 لمن برید ذلک الا ما مورباً الحج لھا الفت لیکن اگر اتفاقی یعنی باہر والا حرم کے سوا محل میں کسی مکان کے جانے کا ارادہ کرے جو اندر میقات
 چنانچہ فقط خلیص کا اور جہدہ کا ارادہ کرے تو اسکو میقات سے بلا احرام گذرنا حلال ہے پھر جب وہاں گیا تو وہاں کے لوگوں میں لگیا اور وہاں کے لوگوں کو
 مکہ میں جانا بلا احرام درست ہے تو اسکو بھی بلا احرام جانا جائز ہے اور یہ جیلہ ہر اس شخص کے واسطے جو دخول مکہ کا بلا احرام قصد کرے مگر ما مورباً الحج کو جیلہ
 لڑنا جائز نہیں بسبب اسکی مخالفت کے اسواسطے کہ اسکا سفر حج کے واسطے مخصوص نہ ہو اور دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ حج آفاقی کا ما مورباً ہے پھر وہ مکہ میں
 بلا احرام داخل ہوا تو اسکا حج کی ہو گیا نہ آفاقی اور یہ مسئلہ دیلے شور کے مسافریں کو اکثر واقع ہوتا ہے مثلاً ایک شخص ما مورباً حج ہو و وصال کے درمیان کتا پڑ
 پہونچا تو اسکو جائز نہیں کہ بندر جہدہ کا کہ وہ حرم سے باہر قصد کرے تاکہ مکہ میں بلا احرام داخل ہو کہ مدت تک احرام باندھے رہنا نہ پڑے اور اگر
 ما مورب نے احرام حج کا باندھا تو اسکو عمرہ کر کے احرام چھڑنا درست نہیں بسبب مخالفت امر کے کہ فی البحر و نظام اگر ما مورباً حج نہ ہو کہ کا تھکرے پھر جب
 ایام حج کے قریب ہوں تو کسی نزدیک میقات پر جا کر وہاں سے احرام باندھے آوے تو جائز ہو کہ ذی حاشیۃ الخطا ہی لا یجوز التقدیم بلا احرام علیہا بلی
 ہوا افضل ان فاشلہ الحج و امر علی نفسہ حرام نہیں تقدیم احرام کی ان مواقیت پر بلکہ مقدم کرنا احرام کا میقات سے فضل ہر بشرطہ حج کے مسنون
 میں ہوا و اپنی ذات پر عتاد ہو مسنوعات کے کرنے کا اور اگر عتاد ہو تو میقات ہی سے احرام باندھنا افضل ہے کہ ذی فی مسجودہ او ثیوال سے پہلے اوامر باندھنا
 بالاتفاق مکروہ ہے عتاد ہو تا نہ کہ ذی منخ انظار و محل اہل داخلہا یعنی لکل من وجد فی داخل المواظیت دخول مکہ غدر محرم عالم بردنسہ کا لکھ ہے
 کما لو حاورھا خطاً ابو امحسۃ اور ان لوگوں کے واسطے جو مواقیت کے اندر رہتے ہیں خواہ عین میقات میں ہوں یا غلجہ حرم کی طرف لڑاں ہو و داخل
 مکہ مکرمہ و احرام کے بواسطہ تخلیک کے کثرت آمد و رفت سے تا وقتیکہ حج یا عمرے کا قصد کیا ہو اور اگر حج یا عمرے کا ارادہ ہوگا تو بدو احرام کے کلو بھی دخول جائز نہ ہوگا
 جیسے حلال ہے بلا احرام داخل ہونا مکہ و الوان کو جو مکرمین کے واسطے کہ سے باہر نکل گئے بشرطہ مواقیت آفاقی سے تجاوز نہ ہو اور اگر کسی وہاں سے بھی باہر نکلے گا
 تو وہ آفاقی ہو جاوے گا اب اسکو بدو احرام کے مکہ میں داخل ہونا جائز نہیں کہ ذی حاشیۃ الخطا وی قصد امبقاتہ الحیل الذی بین المواظیت و احرام
 سوا کا میقات حل ہے یعنی جزیقات کے اندر ہی وہ حج یا عمرے کے واسطے حل سے احرام باندھنے کا کسرا و تشدید لام اس موضع کو کہ میں جو مواقیت و حرم
 کے درمیان ہو و المیقات لمن ہمکۃ یعنی من یدخل الحرم للحج الحکم و للعمرۃ النحل اور مکہ و الوان کا یعنی جو حرم کے اندر ہیں کیا میقات حج کے واسطے حرم ہی
 چاہیں اپنے گھروں کے اندر سے احرام باندھیں و عمرے کی واسطے حل میقات ہے لہذا تحقق فتوہ مسعد اہل حرم کے واسطے یہاں تک کہ اسواسطے مختلف ہوا
 تاکہ کچھ سفر کرنا بات ہو اسلئے کہ حج ہوتا ہے غرات میں اور وہ حل میں واقع ہے تو جب اہل مکہ نے حرم میں احرام باندھا تو غرات تک احرام باندھے جا پاڑا اور عمرہ ہوتا ہے مسعد

میں اور وہ حرم میں ہو تو جب عمرے کا احرام صل میں باندھا تو بیت المقدس کا احرام باندھتا ہے تا پھر او و نون صورتوں میں سفر کا حرم باندھتا ہے یا گیا و التبعیم انصل اور عمرے کا احرام تنعیم سے باندھنا افضل ہے تم تکمیل مکان کا نام ہو کہ سے تین کو تنعیم کا احرام سوا سطل افضل ہو کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ صدیقہؓ کو فرمایا کہ عمرے کے واسطے وہیں سے احرام باندھیں و نظروحد و د انحرہا بن الملقن فقال **و للحرم التحدید من ارض طیبہ** ۱۰ ثلثہ امیال اذا رمت اقلانہ و سبعة امیال عراقی و طائف و جدہ عشرہ تم تسع جعرا نہ و من بعین سبعہ بتقدیم سینہا ۱۱ و قد کملت فاشکر لربک احسانا و رابن یاقن نے حرم کی حدوں کو یوں نظم کیا ہے کہ حرم کی حد یہ طیبہ کی جانب سے تین کوں ہو جبکہ یہ مخاطب تو اسکے حفظ کا قصد کرے اور سات کوں عراقی و طائف کی طرف سے اور جدہ کی طرف سے دس کوں ہو پھر جعرا نہ کی طرف سے نو کوں ہو و ربن کی جانب سے سات کوں ہو اور البتہ ہر طرف سے حدود حرم کی پوری ہو گئی سوائے رجب احسان کا شکر ادا کرنا نظم کے کما کہ بیت اخیر میں لفظ سبع کا تقدیم سین سے تیسرے کے لفظ سے متنبہ ہو

فصل فی الاحرام

و صفة المفرد بالکح اس فصل میں مسائل احرام اور حج مفرد کا بیان ہے مفرد کا معنی ہے جو خالص حج کے واسطے احرام باندھتا ہے عمرے کی شرکت احرام میں کرے و من شاع الاحرام اور جو احرام کا ارادہ کرے م احرام طاعت عربین میں دخول فی السحرۃ کو کہتے ہیں یعنی یہ تہمتی نہ کرنا اور شرع میں احرام عبارت ہے حرمت مخصوصہ کے دخول سے بشرط نیت مع التکرار یا سوق ہی کذا فی فتح القدیر و انہر الفائل و ہون شرط صلیۃ النسک کتکب برة الافتتاح لا صلوة فالصلوة والجماعا تحریم و تحلیل ۱۲ بخلاف الصوم والذکوۃ اور احرام شرط ہے حج یا عمرے کے صحیح ہونے کے جب تک یہ فیض نہیں یعنی اول بار اگر کبر کبرنا صحت نماز کی شرط ہے تو نماز اور حج کے واسطے تحیم اور تحلیل ہی بخلاف صوم اور زکوۃ کے کہ ان کے لیے تحیم اور تحلیل نہیں مفسک یعنی اطلاق عبادت کے ہو لیکن حج اور عمرہ میں کثیر الاستعمال ہے لہذا حج اتوی من و جمہین الاول ان بقضہ مطلقا ولو مظلونا بخلاف الصلوة پھر حج قوتیر ہر نماز سے دو وجہ سے اول وجہ یہ ہے کہ حج کا قضا کرنا بہر صورت لازم اگر حج مظلون ہو بخلاف نماز کے یعنی اگر آدمی کو گمان ہو کہ مجھے حج واجب ہے اور اس نے احرام باندھا پھر ظاہر ہو کہ حج واجب نہیں تو اسکو ادا کرنا لازم ہے اور اگر لوگ کرنا تو اسے قضا کرنا واجب ہو گا بخلاف نماز مظلون کے کہ اس کے فاسد کرنے سے قضا لازم نہیں کذا فی الموطا و من البحر الثانی انہ اذا اتم احرام الحج او عمرۃ لا یجوزہ عند الایامع ما احرم بہ ان افسدہ الا فی الفرات فیعمل العمرة والا الا احصا ر فضیذہا لہد و دوسری وجہ یہ ہے کہ جب احرام کو پورا کرے یعنی شروع کرے حج یا عمرہ کے واسطے تو احرام سے نہ جھکا سکے بدن عمل کے جس کے واسطے احرام باندھا اگرچہ اسکو فاسد کر دے مگر حج کے فوت ہو جانے میں ابتداء حرام سے قطع عمرہ کر کے اور احرام میں احرام سے کچھ بعد زچ کرنے ہی کے یعنی جب احرام شگل حج کے واسطے باندھا تو بدو ن حج کے ترک کرنا احرام کا جائز نہیں مگر دو صورت میں ایک یہ ہے کہ حج فوت ہو جاوے بسبب گذر جانے موسم کے تو بعد عمرہ کے احرام ترک کرے تو دوسری صورت یہ ہے کہ سبب احصاء کے حج کے واسطے نہ پاسکے تو بعد زچ کرنے ہی کے احرام کو چھوڑے بخلاف نماز کے کہ اس میں گناہ ہے بعض امنوی کے عمل سے نکلتا جائز ہو جاتا ہے بشرط ایک شخص نے پارکحت کی نیت کی اور رکعت پر سلام پھیرا تو جائز ہو اور کوئی چیز اس پر لازم نہیں کذا فی حاشیہ الموطا و منی نو صرا و غسل احدہما للظافة لا للظہارۃ فنجبت بماء مسمیۃ فی حق سائض و نفساء و صبی جوا حرام باندھنا چاہے وہ وضو کرے او غسل کرنا اسکا مستحب ہے اور غیر غسل صناعی اور شہرائی کے واسطے ہر نہ کہ واسطے طہارت اور دفع نجاست کے تحضیر و زفاف و دلی عورت اور صغیر کے حق میں بھی غسل کرنا مستحب ہے و الذی حملہ عند العی عن الماء لیس بضر و لا لاہما و لا جمعة و عید ذکرا الذی یلیع و غیرہ لکن سوا فی الکافی بینہما و دین الاحرام و ر حجتہ فالعی و تمیم کرنا احرام کے واسطے پانی نہ ملنے کے وقت شروع نہیں ہوا سطل کہ تمیم سے خاک الودگی ہوتی ہے و صفائی کہ مقصود حاصل ہو بخلاف جبہ و ر عید کے کہ ان میں تمیم شروع ہو اگر غسل کے واسطے پانی نہ چنانچہ زلیعی وغیرہ نے اسکو ذکر کیا ہے اور کافی میں جمہل و عیدین کو و احرام کو عدم مشرعیۃ تمیم میں برابر کہا ہے و

و فصل فی الاحرام

کافی کن۔ روایت کی ترجیح دی ہے نہ میں اس دلیل سے کہ مٹی کو تحصیل نفاذ میں کچھ اثر نہیں ہوا سیکے کہ مٹی ملوث اور غیر مکذافی نہ ہو شرطہ لنیل
 السنۃ میں جو علیٰ طہارت اور وضو غسل کے واسطے مائل ہونے ثواب سنت کے یہ ہے کہ احرام باندھے غسل کی طہارت پر تو اگر غسل کے بعد وضو نہ ہو گیا پھر احرام
 باندھ لگا اور وضو کر لگا تو اس فضیلت سے محروم ہو گیا کہ مکذافی النہر عن الغبایۃ وکذا الاستحباب لم یبدأ لاجرام از اللہ ظفرہ وسانہ وحاتتہ وحلق زائداً عنکادہ
 وایضا بستر تحتہ اور غسل کی طرح سبب ہو کر ادا کرتے والے کو اپنے ناحیہ کا دور کرنا اور مچھون کا کترانا اور زیریناٹ کے بانوں کا صاف کرنا اور اپنا
 سر نہ رانا اگر منڈانے کی عادت ہو اور اگر سر پر بال ہوں تو انہیں لگھکی کر ہم بدن اور بالوں کا گرد اور خرابا اور میل چھڑنا غلطی و شہمان وغیرہ سے سبب ہو
 مکذافی ماشیہ لطمطادی جماع زنجہ و جارتیہ لومعہ وکلامانہ منہ کبضہ و سترت بکھنکھن کر مٹی یا اپنی زوجہ یا اپنی لونڈی سے جماع کر لینا قبل
 احرام کے اگر اس کے ہمراہ ہو اور کوئی جماع کا مانع نہ ہو چنانچہ حیض ولبس ازار من السنۃ الی الرکبۃ اور ازار پہننے یعنی تہ بندا باندھے ناف سے زانو تک دراز
 علیٰ مہر و دیکھیں ان یدخل تحت یمینہ و یغنیہ علی کتفہ الایہ فان ذلک اوخلل او عقدہ اساع و لادام علمہ و رجا و کرنا اپنی ٹھیکہ پر ڈالے اور سنون
 یہ ہے کہ چادر کو ٹھیکہ پر ڈال کر دانت ہاتھ کی طرف بغل کے نیچے کہے اپنے بائیں ہونڈھے پر ڈالے سو اگر چادر میں گھنڈی لگائے یا اسکو کانٹے سے لٹکایا یا گرہ لگا
 تو جبر کیا لیکن یہ صورتیں کہ بیچ کرنا اسپر لازم آوے جدیدین او غسلین طاہرین بیضین کھن لکھنا آیتہ وھذا بان السنۃ و الا فتر العوین کلہ
 یہ جہاد و چادر مٹی ہوں یا دونوں پرانی دھوئی پاک سفید ہوں جیسا کہ فن کفایت کا ہوتا ہے اور یہ جو مذکور ہوا نہ بندہ اور چادر کا سوسیاں ہر سنت کا والا احرام
 واسطے ستر عورت کافی ہے و طیب بدن نہ ان کان عندہ لا ثوبہ بما بقی عینہ ہو الا حرام او یغسل اور لباس نہ کو کے قبول احرام کے اپنے بدن میں
 خوشبو لگا دے اگر اس کے پاس ہو اور نہ تو کسی سے طلب نہ کرے اور اپنے کپڑے میں ایسی خوشبو لگا دے جسکا نشان باقی رہے اور نظر دے بھی قول صحیح تر ہے
 دوسرے قول سے ہم بدن میں خوشبو لگانا بطرح سے درست ہے ظاہر روایت میں خواہ انکی ذات باقی رہے جیسے شکسا و غالب باد باقی رہے صحیح مسلمانین و السنۃ
 سے روایت ہے کہ احرام کے وقت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر پاک پڑی نہ بندہ لگایا اور انکی کپڑاں تھکی ہوئی یا پھولے ہوئے یا پیرے میں بسی خوشبو لگا نا درست
 نہیں جو وہ ہر واصلہ نہ با بعد ذلک شفعاً یعنی رکعتین فی غبر وقتہ مکروہ تجرید المکتوبۃ اور بچل کے خارو گناہ مستحب پڑھے اسوقت میں جو
 مکروہ نہیں اور کافی ہو اسکو نماز فرض مانہ تھیمہ السجود کے و ذال المرء بالکچ بلسانہ طافاً لجانہ اللہ ہر فی ارید الحج فیسترہ لی لشقیہ و طول منہ و تقبلہ
 منی ثری ابراہیم واسمعیل علیہما السلام ربنا تقبل منا اور فقط حج کا کرنے والا اپنی زبان سے موافق اپنے دل کے ہو و مارے اپنی
 زبان پر فیسترہ و تقبلہ منی یعنی خدا و نما میں حج کا راہ کرنا ہو جو اسکو میرے واسطے آسان کر دے اور اسکو قبول فرمائی جانے ستا سالی کی دعا اس واسطے
 کہ حج میں شریعت راہ و اورت راز اسکا اور کینہ نہ لگتی ہو تو ہمیں جو اسکا سالی کی دعا ہے وہ قبول ہو جائے کہی جو پیش کی تیرا نہ ہو جائے اور ہمیں
 اور ہمیں ہمیں اسلئے کہ وہ دنوں حضرت نے فرمایا کہ جو میرے رجبہ قبول کرے جو میری دعا ہے وہ قبول ہو جائے کہی جو پیش کی تیرا نہ ہو جائے اور ہمیں
 الصلوۃ لان قد تہا سیرۃ کے ذالہ ایتہ اور بطرح سے عمرہ کرنے والا اور قرآن کرنے والا آسانی مانگے بجا شقت کے بجلان نماز کے کہ
 ائمن آسانی کی دعا حاضر نہیں اسواسطے کہ نماز پڑھنے کی متلیل ہوتی ہو بلا شقت کہ مکذافی الصلوۃ و قیل یقول کذلک فی الصلوۃ و حتمۃ النوبلی فی کلی
 عبادۃ و مان اللہ انہ اذ لے اور بعض علماء نے یعنی صاحب تحفہ و فنیہ نے محمد سے روایت کی کہ نماز میں بھی بطور حج کے آسانی کی درخواست کرے اور زیلعی نے
 ہر عمارت میں اسکو عام کہا ہے اور جو پادشہ میں ہی بہتر ہو تم لیں دُبر صلوۃ نماز یا یا تلبیۃ الحج بیان الامک ذال فیصمہ الحج بمطلق التبیۃ ولو
 تقبلہ لکن بشرط معارفہا بذکر بقصد ببالہ عظیم کتسیم و تھلیل و لو بالفارسیۃ و ان احسن العربیۃ یہ پھر دو گانہ احرام کے بتعلیہ
 کرے یعنی لیک کہ ایک کہ ایک کہنے سے حج کی نیت کرے یہ بیان ہے شروع حج کا بطریق کامل و الامراج و طہل نیت بھی صحیح ہے اگر عید ہی میں نیت حج کی کر کے زبان

وایک ارغیہ لایا اور بعد از آنکہ چھ پرستشیں پڑھیں پھر چرب سنا بن داخل ہو تو یہ دعا پڑھے **اللّٰهُمَّ هَذَا فِیْهِ وَهَذَا مَا دَلَّ عَلَیْهِ النَّبِیُّ**
 فمن حلینا بنحو اصحابنا **اے اللہ! ہم نے اپنے پیغمبر کے ساتھ کیا اور یہاں پر ہے جس پر آپ نے گواہی دی ہے**
 بعد از چھت طاعت نماز پڑھیں پھر چرب سنا بن داخل ہو تو یہ دعا پڑھے **اللّٰهُمَّ هَذَا فِیْهِ وَهَذَا مَا دَلَّ عَلَیْهِ النَّبِیُّ**
 حضرت چھ قرآن کے پڑھنے کے بعد عرفت کہ جاوے ضبط کی راہ پر کہ یہی سنت ہے اور عرفات کے چلنے کے وقت یہ دعا پڑھے **اللّٰهُمَّ اے اللہ! تو ہی ہے**
 تو کلت و درجہ اشارت فاعمل فیہ من غیر ما یجوز وادار حاضری و لا تجلب وادق ضرب فانت حاجتی انک عنی کل شیء
 اور ایک کہے اور کٹر توحید پڑھے پھر چرب عرفت کے قریب پر پونچھا و جیل صحت نظر آوے تو کہے **سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ اَحْمَدُ اللّٰهِ وَ لا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اللّٰهُ اَکْبَرُ** پھر ایک
 کہتا رہے یہاں تک کہ عرفات میں داخل ہو کذا فی الفتح و عرفات کا مقام موقوف الابل صحرہ بقعة الداء و ضمہ اواد من الحرم عکر مسجد عرفہ
 اور تمام عرفات ٹھہرنے کا مکان ہر گز لعل عنہ بن ٹھہرنا جائز نہیں عریضہ مل وضع ثانی اور ضمہ بھی اسکو جائز نہیں مگر حرم میں مسجد عریضہ کی طرف و عرفات جل
 میں ہر بعد الزوال قبل صلوۃ الظهر خطبہ لا عام فی المسجد خطبتین کا جمع پھر دوپہر چلنے کے بعد ظہر کی نماز سے پہلے امام مسجد میں دو خطبے پڑھے
 مانند جمعہ کے یعنی جیسے خطبہ جمعہ میں امام در بیان دو خطبوں کے منبر پر بیٹھتا ہوں وہی ہے اس میں بھی بیٹھے اور جیسے جمعہ میں امام کے سامنے مؤذن اذان کہتا ہے
 وہی ہے یہاں بھی اذان کہے کذا فی حاشیہ الطحاوی و علمہا المناسک و بعد الخطبہ صلے ہم الظہر و العصر اذان و اقامتین و قرأ سورۃ
 و تلو یصل بینہما شیعۃ علی المذہب لا بعد اداء العصر فی وقت الظہر و امام ہن خطبہ میں احکام حج کے تعلیم کرے یعنی تو تو عرفات
 اور فردقہ اور وہاں سے پھر تار اور رمی اور نحر اور طواف زیارت کرنا سکھاوے اور بعد ظہر کے لوگوں کو ظہر و عصر کی نماز پر حلو سے ایک اذان اور دو اقامت سے
 ایک اقامت ظہر کے واسطے اور دوسری عصر کے واسطے اس کے بعد عرفات کا وقت پڑھی جاتی تو اعلام اور اطلاع کرنا ضرور ہوا اور امام قرأت کو ہر شے پڑھے
 اور ظہر اور عصر کے درمیان میں کوئی نماز نہ پڑھے یہاں تک کہ سنت ہو کہ وہ بھی نہ پڑھے بنا برہم مسجد کے اور نہ بعد اذان کے عصر کے کوئی نماز پڑھے ظہر کے وقت میں کوئی
 کہ فضل چھنا بعد عصر کے مکروہ ہو شرط صحتہ هذا الجمع الا مام الا حطما وناکبہ و الاصل و حدنا و الا حراما یا تجہا ای الصلوۃ اور اس واسطے
 صحت میں جمع بین الصلوۃ کے دو شرط ہیں امام عظم کے نزدیک ایک شرط یہ کہ بادشاہ ہو یا اسکا نائب چنانچہ قاضی اور اگر بادشاہ یا اسکا نائب ہو
 تو لوگ علیحدہ علیحدہ نماز پڑھیں بلا جماعت اور دوسری شرط یہ کہ حج کا احرام ہو دو فون نمازوں میں تو اگر ظہر کی نماز عمرہ کے احرام سے پڑھے اور
 عصر کی حج کے احرام سے تو جمع بین الصلوۃ جائز نہیں اس واسطے کہ دونوں نمازوں میں حج کا احرام شرط ہو اور یہ شرط اگر مطلق احرام کے دونوں
 نمازوں کو جمع کر گیا تو بھی جائز نہیں کذا فی حاشیہ الطحاوی فلا یجوز العصر المنفرد فی احد التما فلو صلے الظهر وحده لم یصل العصر مام الا عام
 تو جائز نہیں عصر کی نماز ظہر کے وقت پڑھنا اس شخص کو جسے ظہر عصر کی نماز تہما پڑھی ہو اگر اسے ظہر کی نماز تہما پڑھی ہو امام کے ساتھ عصر نہ پڑھے
 بلکہ عصر کے وقت پڑھے فلا یجوز العصر لم یصل الظهر یجوز احرام الحج ثم احرام الا وقتہ اور بیت قبل احرام حج کے ظہر کی نماز
 جماعت سے پڑھی پھر آنے حج کا احرام باندھا تو اسکو عصر کا پڑھنا جائز نہیں مگر عصر کے وقت میں نہ امام کے ساتھ ظہر کے وقت میں اس واسطے کہ
 شرط انفق و دال لا یشتط لصحتہ العصر الا احرام وہ قالہ الثلث و هو لا ظہر و شربلا ہی المذہبان اور صاحبین نے
 کہا کہ شرط جماعت عصر کے واسطے اگر احرام ہی جمع بین الصلوۃ کے واسطے فقط احرام حج کافی ہوا شرط نہیں اور یہی منسب ہے چونکہ اماموں کا اور جلیل
 تھا ہر تہری باعتبار دلیل کے کذا فی سہ نبلا لی عن البرہان جم برہان میں کہا کہ یہ قول اس واسطے ظہر کی عرفات میں بین الصلوۃ ہو
 ہر کہ استدلال و توقف غروب تک واجب ہے اور موقع کی زمین نہایت لمپی ہے ہر سفر کا وہاں پر ہونا ممکن نہیں تو اگر عصر کوئی وقت پر ہوتی تو

یہی سنت ہے اور یہاں پر ہے جس پر آپ نے گواہی دی ہے
 اس میں بھی بیٹھے اور جیسے جمعہ میں امام کے سامنے مؤذن اذان کہتا ہے
 وہی ہے یہاں بھی اذان کہے کذا فی حاشیہ الطحاوی و علمہا المناسک
 و تلو یصل بینہما شیعۃ علی المذہب لا بعد اداء العصر فی وقت الظہر و امام ہن خطبہ میں احکام حج کے تعلیم کرے
 اور فردقہ اور وہاں سے پھر تار اور رمی اور نحر اور طواف زیارت کرنا سکھاوے اور بعد ظہر کے لوگوں کو ظہر و عصر کی نماز پر حلو سے ایک اذان اور دو اقامت سے
 ایک اقامت ظہر کے واسطے اور دوسری عصر کے واسطے اس کے بعد عرفات کا وقت پڑھی جاتی تو اعلام اور اطلاع کرنا ضرور ہوا اور امام قرأت کو ہر شے پڑھے
 اور ظہر اور عصر کے درمیان میں کوئی نماز نہ پڑھے یہاں تک کہ سنت ہو کہ وہ بھی نہ پڑھے بنا برہم مسجد کے اور نہ بعد اذان کے عصر کے کوئی نماز پڑھے ظہر کے وقت میں کوئی
 کہ فضل چھنا بعد عصر کے مکروہ ہو شرط صحتہ هذا الجمع الا مام الا حطما وناکبہ و الاصل و حدنا و الا حراما یا تجہا ای الصلوۃ اور اس واسطے
 صحت میں جمع بین الصلوۃ کے دو شرط ہیں امام عظم کے نزدیک ایک شرط یہ کہ بادشاہ ہو یا اسکا نائب چنانچہ قاضی اور اگر بادشاہ یا اسکا نائب ہو
 تو لوگ علیحدہ علیحدہ نماز پڑھیں بلا جماعت اور دوسری شرط یہ کہ حج کا احرام ہو دو فون نمازوں میں تو اگر ظہر کی نماز عمرہ کے احرام سے پڑھے اور
 عصر کی حج کے احرام سے تو جمع بین الصلوۃ جائز نہیں اس واسطے کہ دونوں نمازوں میں حج کا احرام شرط ہو اور یہ شرط اگر مطلق احرام کے دونوں
 نمازوں کو جمع کر گیا تو بھی جائز نہیں کذا فی حاشیہ الطحاوی فلا یجوز العصر المنفرد فی احد التما فلو صلے الظهر وحده لم یصل العصر مام الا عام
 تو جائز نہیں عصر کی نماز ظہر کے وقت پڑھنا اس شخص کو جسے ظہر عصر کی نماز تہما پڑھی ہو اگر اسے ظہر کی نماز تہما پڑھی ہو امام کے ساتھ عصر نہ پڑھے
 بلکہ عصر کے وقت پڑھے فلا یجوز العصر لم یصل الظهر یجوز احرام الحج ثم احرام الا وقتہ اور بیت قبل احرام حج کے ظہر کی نماز
 جماعت سے پڑھی پھر آنے حج کا احرام باندھا تو اسکو عصر کا پڑھنا جائز نہیں مگر عصر کے وقت میں نہ امام کے ساتھ ظہر کے وقت میں اس واسطے کہ
 شرط انفق و دال لا یشتط لصحتہ العصر الا احرام وہ قالہ الثلث و هو لا ظہر و شربلا ہی المذہبان اور صاحبین نے
 کہا کہ شرط جماعت عصر کے واسطے اگر احرام ہی جمع بین الصلوۃ کے واسطے فقط احرام حج کافی ہوا شرط نہیں اور یہی منسب ہے چونکہ اماموں کا اور جلیل
 تھا ہر تہری باعتبار دلیل کے کذا فی سہ نبلا لی عن البرہان جم برہان میں کہا کہ یہ قول اس واسطے ظہر کی عرفات میں بین الصلوۃ ہو
 ہر کہ استدلال و توقف غروب تک واجب ہے اور موقع کی زمین نہایت لمپی ہے ہر سفر کا وہاں پر ہونا ممکن نہیں تو اگر عصر کوئی وقت پر ہوتی تو

اور محسوس کیا کہ نماز اور مزدلفہ کے درمیان میں ہر اگر کوئی محسوس یا بطریق عزم میں ٹھہر گیا تو جائز ہے کہ بقول مشہور صحیح بخاری وغیرہ کتب حدیث میں مصرح ہے کہ عرفات میں بطن عزم سے اور مزدلفہ میں محسوس سے منع فرمایا کہ وہاں کوئی نہ ٹھہرے۔ بعض فقہاء نے یہ بھی لکھا کہ اس وادی کا نام ہی جہان صاحب الفیل غارت ہو محسوس کے معنی ٹھہکا دینے والا اور عاجز کر دینے والا چونکہ اصحاب الفیل وہاں عاجز ہوئے لہذا اسکا نام محسوس کو کذا فی الخطاوی وذلک عند جبل قریح بعض فقہاء نے منصرفاً للعلمیۃ والعدل من قاریح بمعنی منصرف اور مزدلفہ میں قریح کے پہاڑ پائس اور قریح بمعنی ول قریح ثانی لفظ غیر منصرف ہے بسبب علمیت اور عدل کے یعنی معدول ہر قاریح سے جس کے معنی اونچا یا بالا تھا نہ المشرق الاحرام وعلیہ مقدمۃ فیل کا انون آدم اور قول صحیح تبرکاً لشعر الاحرام صحیح جبل قریح کو کذا فی الکشاف اور اس پہاڑ پر گئے جیسے کہ ایک مکان پر بعضوں نے کہا کہ وہ آدم علیہ السلام کی بھٹی ہے ہم قرآن مجید میں فرمایا کہ جب تم عرفات سے رجوع کرو تو بشعر الاحرام کے پاس حق تعالیٰ کو یاد کرو خدا شاہ نے تصریح کر دی کہ شعر الاحرام سے مراد قریح کا پہاڑ ہے حصۃ العشائیں باذان واقامۃ لان العشائیں وقتہا قلہ فیہ انکلام علام حکم لا احتیاج ہذا للاحرام اور غریب اور عشاکا وہاں نماز پڑھے ایک انسان اور ایک اقامت سے اس واسطے کہ عشاکا نماز اپنے وقت پر ہو اور اعلام کی حاجت نہیں چنانچہ بیان مجمع بین الصلوٰتین میں امام کی حاجت نہیں ہم بیان سوال وارد ہونا ہے کہ بیان مجمع بین الصلوٰتین میں کیوں دو بار اقامت نہ ہوئی جیسے کہ عرفات کی جمع بین الصلوٰتین میں ہوئی تھی شایع نے جواب دیا کہ بیان دوسری نماز یعنی عشا اپنے اصلی وقت پر ہو اور لوگ سب مجمع ہیں تو اعلام کی کچھ تاہنیں کہ دوسری بار اقامت ہو بخلاف عرفات کے کہ وہاں دوسری نماز اپنے وقت پر نہیں لہذا اعلام کی حاجت ہے اور ایام عظیم کے نزدیک اس جمع بین الصلوٰتین میں امام اور جماعت شرط نہیں جیسے کہ عرفات میں شرط ہے حالانکہ احادیث سے دونوں میں جماعت ثابت ہے اس واسطے کہ مغرب بیان اپنے وقت سے تاخیر ہو اور نماز کو پڑھنا وقت گزرنے کے بعد محقق ہے بخلاف عرفات کے کہ وہاں عذر اپنے وقت سے مقدم ہے اور تقدیم نماز کی اپنے وقت پر مخالفت قیاس ہے ہر شرط سے لہذا ہمیں ہر دن کی جمیع شروط وارہ واجب رعایت ہیں کذا فی ردائل الاسرار ابن الکلب اور دونوں نمازوں کے حج میں سنت اور نفل نہ پڑھے بلکہ مغرب اور عشا کی سنت کو اور ترک کرے مغرب اور عشا کے پڑھے کہ انہی انک التوسط لملکہ رحمہ اللہ وحصۃ المغرب اور نعت اذان الطریق وقت دعا اعادة بعد صلیب العشائیں امام کا اور اگر مغرب کی نماز یا عشا کی نماز راہ میں عرفات میں پڑھے تو مزدلفہ میں دوسری بار پڑھے بریل اس حدیث کے کہ نماز تیرے آگے ہر صحیحین میں اسامہ بن زید سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب عرفات سے روانہ ہوئے تو راوی میں اور تیرے اوپر شتاب کیا پھر تاتمام وضو کیا سو میں نے عرض کیا کہ نماز پڑھے فرمایا کہ نماز تیرے آگے ہے پھر حضرت سوال ہوئے تو جب مزدلفہ میں آئے تو پورا وضو کیا پھر مغرب کی نماز اور عشا کی نماز پڑھی تو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پھر مزدلفہ کے عرفات اور راہ میں نماز جائز نہیں تو واجب الاعادة ہوگی فتوقفتنا بالذمیان والمکان والوقت فالزمان لیلۃ النحر والمکان من حلقۃ الوقت وقت العشاء حتی لو وصل مرد لوقت قبل العشاء ولو قصل المغرب حتی مدخل وقت العشاء فوصل لثغر من وجہ تو یہ مقتضی ہے حدیث مذکور کہ نماز مغرب کی تاخیر کے واسطے جسے زمان اور مکان اور وقت کو مقرر اور عزم کر لیا سو زمانہ تو یوم النحر کی رات ہے اور مکان خاص مزدلفہ ہے اور وقت مخصوص عشا کا وقت ہے یعنی مغرب کی نماز کو مقرر کرنا مزدلفہ میں لیلۃ النحر عشا کے وقت مخصوص ہے ہر اس تک اگر کوئی مزدلفہ میں پہنچے قبل عشا کے تو مغرب کی نماز نہ پڑھے بابت تک کہ عشا کا وقت آوے تو یہ مسئلہ پیشیان اور پہیلی کے لائق ہے چند وجوہ سے یعنی یہاں ایسے سوال مقبول ہیں جس کے جواب میں فقہ کو چھڑنی ہو چنانچہ ہم چند سوال اور جواب کو ذکر کرتے ہیں خطاوی سے نقل کر کے سوال کون فرض نماز جو چہین اذان ہو نہ اقامت جو اب عشا کی نماز مزدلفہ میں بشرطیکہ مغرب اور عشا میں فاصلہ نہ ہو سوال کون نماز ہے جو بیوقت پڑھی جاوے اور نقصان ہو لگا وہو جواب مزدلفہ کی مغرب ہے سوال کون نماز ہے جو اپنے وقت پر پڑھی جاوے اور واجب الاعادة ہو جواب مزدلفہ کی مغرب ہے اور اس طرح عشا کی نماز جبکہ راہ یا عرفات میں پڑھی جاوے سوال کون عشا ہو جسکو صاحب ترتیب قبل مغرب کے پڑھے اور صحیح ہو جو اب مزدلفہ کی عشا ہے جو اپنے وقت پر

پر پڑھی گئی پھر صیغہ صادق ہو گئی سوال کون نماز ہو چکا پھر ایک خاص مکان میں واجب ہو جاوے اب مزدنہ کی مغرب اور عشا میں ظلم یطلم
 الجوز فیعود الی الجواز و هذا اذا لم یحفظ طلوع الفجر فی الطريق فانما فصلاً عما راہ کی نماز کا اعادہ اس وقت تک ہو جب تک صیغہ صادق ہو نہیں
 ہوئی اور بعد صبح کے وہ نماز جائز ہو جاوے گی خواہ مغرب ہو خواہ عشا اس واسطے کہ اعادہ واسطے جمع بین الصلوات کے جمع عشا کے وقت میں سوا اب
 باقی نہ رہا اور یہ معنی مغرب اور عشا کا راہ میں پڑھنا اس وقت تک ہو جب تک طلوع فجر کا خوف نہ ہو راہ میں سوا اگر خوف نہ ہو طلوع کا تو وہ نون نماز کو راہ میں پڑھنا
 اس واسطے کہ راہ میں نہ پڑھیکا تو قضا ہو جاوے گی کذا فی منع انفراد الوصل العشاء قبل المغرب بعد لفظة فصل العشاء فان
 لم یصلها حثاً طهراً فوجہ عاد العشاء الجواز اور اگر عشا کی نماز اپنے وقت پر پڑھی قبل مغرب کی نماز کے مزدلفہ میں تو پھر مغرب پڑھے اور عشا
 کا اعادہ کرے سوا اگر عشا کا اعادہ کیا یہاں تک کہ فجر ظاہر ہو گئی تو وہ عشا اب جائز ہو جاوے گی چنانچہ امام عظیمؒ نے نزدیک ایک شخص نے ظہر کی نماز ترک کی
 پھر اس کے بعد پانچ وقت کی نماز پڑھی حالانکہ ظہر متروک اسکو یاد ہو تو پانچ نمازیں جائز نہیں پھر اگر اسے چھٹی نماز پڑھی تو اب سب نمازیں صحیح ہو گئیں کذا فی المنع
 عن البحرین الظہیر وینوی المغرب اذا عودت ترک سئلہا اور مزدلفہ میں عشا کے وقت اول مغرب کی نیت کرے بقضا کی اور مغرب کی سنتوں کو ترک
 کرے بنا بر قول صحیح کے کذا فی الطحاوی و یحییٰ ہذا فیہ اشرف مریلۃ القدر حکماً اتی بصاحب النہر فیہ یوم الفجر کی رات کو بیدار رہنا
 اس واسطے کہ وہ رات لیلۃ القدر سے شریف تر ہو چنانچہ صاحب نہرو وغیرہ نے اسکا فتویٰ دیا ہم نہ الفاقی کا یہ مضمون ہے کہ کسی نے سوال کیا کہ لیلۃ الفجر لیلۃ الحج
 سے اشرف ہے یا نہیں اور میرا سیلان خاطر اس طرف تھا پھر میں نے جوہرہ میں دیکھا کہ لیلۃ الفجر سارے سال کی راتوں سے افضل ہو طحاوی نے کہا کہ مکہ کا مقدس
 کلام سے فتویٰ ثابت نہیں ہوتا بالکل شب شرف مکانی اور زمانی کی جامع ہو تو مناسب ہے کہ نماز اور تلاوت قرآن اور نذر سے من بسرمو اور فضیلت لیلۃ الفجر کی نقطہ
 مزدلفہ میں منحصر نہیں بلکہ اشرفیت اسکی اس وجہ سے ہے کہ اسکی عبادت کا ثواب لیلۃ القدر سے زیادہ ہے کذا فی حاشیۃ الطحاوی و جزم حشر الخاری سیم
 القسط لانی بان حشر تروی الحجۃ افضل من العشر الاخیر من رمضان و یقین کیا ہے صحیح بخاری کے شارحوں نے خصوصاً قسطلانی نے اس پر کہ دور
 ذی الحجہ کے افضل ہیں رمضان کے عشرۃ اخیرہ سے صحیح بخاری وغیرہ میں عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی دن
 ایسا نہیں جس میں عمل صالح خدا کے نزدیک محبوب تر ہو ان دنوں سے یعنی عشرہ ذی الحجہ سے اور طبرانی میں یون کہ اندھون میں عمل کرنا خدا کے نزدیک عظیم
 و محبوب تر ہو سوال و جواب میں تسبیح اور تہلیل و تہلیل کثرت سے کیا کرے کذا فی الترغیب والترہیب لابن حجر و صلی الفجر بغسل لا جمل الوقت اور فجر کی نماز پر
 انور حیرے میں معنی ہو طلوع صبح صادق کے اصل وقت نماز پڑھے واسطے وقوف مزدلفہ کے نمود قف بعد لفظة دو وقت من طلوع الفجر الی طلوع الشمس
 ولو مار احکامی عرفۃ لکن ہونکہ بعد از کھلا شمس علیہ پھر وقوف کرے مزدلفہ میں اور مزدلفہ کے ٹھہرنے کا وقت طلوع صبح صادق سے
 طلوع آفتاب تک اگرچہ وہاں گذران چلا جاوے مانتہ عرفات کے لیکن اگر وقوف مزدلفہ کا بسبب عذر کے ترک کرے جیسے کم حجم کے سبب تو اس پر کوئی چیز لازم
 نہیں و کثر وہل یلبی صلی علی المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم و کھا اور وہاں حالت وقوف میں بکلی تہلیل کرے اور بیکس کے اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر
 درود پڑھنا اور دعا کر کے سامان کی طرف ہاتھ اٹھا کر ہم ہی سنت ہے چنانچہ حدیث جاہلیہ میں ہے ہر روز تیار شمع غنائین ہو کہ چون دعا کرے (اللہم تخیر مصلوب
 و خیر مرغوب الیہ الہی کلک لہ جانتو و قری فاجعل جانتو فی غزائک فان تقبلتو توبتی و تقبلا و تبتو خطی یتجمع علی الہدی امری فبذل
 الیقین من اللہ فی الہی اللہم ارحم الراحمین و جرنے میں النار و اسے علی لوزق الکحل اللام لا تجعلہ اخر العهد لہذا الموقد و ان رقی ابدالہ
 احببتی بجمعتک یا ارحم الراحمین) و اذا اسفر جہد الی منی لئلا تصدیک فاذا ابانم رطیر فحجہ اسے حرم قدر رمیۃ حجر
 لاقہ موقع انصار نے اور جب خوب روز روشن ہو جاوے تو مناکا طرن چے تہلیل کرے اور درود پڑھتا اور سفار کی یہ حد کہ جب طلوع شمس ہو تو کویت

ترجمہ دارہ درختہ جلد اول
 کذا فی منع انفراد الوصل العشاء قبل المغرب بعد لفظة فصل العشاء فان لم یصلها حثاً طهراً فوجہ عاد العشاء الجواز اور اگر عشا کی نماز اپنے وقت پر پڑھی قبل مغرب کی نماز کے مزدلفہ میں تو پھر مغرب پڑھے اور عشا کا اعادہ کرے سوا اگر عشا کا اعادہ کیا یہاں تک کہ فجر ظاہر ہو گئی تو وہ عشا اب جائز ہو جاوے گی چنانچہ امام عظیمؒ نے نزدیک ایک شخص نے ظہر کی نماز ترک کی پھر اس کے بعد پانچ وقت کی نماز پڑھی حالانکہ ظہر متروک اسکو یاد ہو تو پانچ نمازیں جائز نہیں پھر اگر اسے چھٹی نماز پڑھی تو اب سب نمازیں صحیح ہو گئیں کذا فی المنع عن البحرین الظہیر وینوی المغرب اذا عودت ترک سئلہا اور مزدلفہ میں عشا کے وقت اول مغرب کی نیت کرے بقضا کی اور مغرب کی سنتوں کو ترک کرے بنا بر قول صحیح کے کذا فی الطحاوی و یحییٰ ہذا فیہ اشرف مریلۃ القدر حکماً اتی بصاحب النہر فیہ یوم الفجر کی رات کو بیدار رہنا اس واسطے کہ وہ رات لیلۃ القدر سے شریف تر ہو چنانچہ صاحب نہرو وغیرہ نے اسکا فتویٰ دیا ہم نہ الفاقی کا یہ مضمون ہے کہ کسی نے سوال کیا کہ لیلۃ الفجر لیلۃ الحج سے اشرف ہے یا نہیں اور میرا سیلان خاطر اس طرف تھا پھر میں نے جوہرہ میں دیکھا کہ لیلۃ الفجر سارے سال کی راتوں سے افضل ہو طحاوی نے کہا کہ مکہ کا مقدس کلام سے فتویٰ ثابت نہیں ہوتا بالکل شب شرف مکانی اور زمانی کی جامع ہو تو مناسب ہے کہ نماز اور تلاوت قرآن اور نذر سے من بسرمو اور فضیلت لیلۃ الفجر کی نقطہ مزدلفہ میں منحصر نہیں بلکہ اشرفیت اسکی اس وجہ سے ہے کہ اسکی عبادت کا ثواب لیلۃ القدر سے زیادہ ہے کذا فی حاشیۃ الطحاوی و جزم حشر الخاری سیم القسط لانی بان حشر تروی الحجۃ افضل من العشر الاخیر من رمضان و یقین کیا ہے صحیح بخاری کے شارحوں نے خصوصاً قسطلانی نے اس پر کہ دور ذی الحجہ کے افضل ہیں رمضان کے عشرۃ اخیرہ سے صحیح بخاری وغیرہ میں عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی دن ایسا نہیں جس میں عمل صالح خدا کے نزدیک محبوب تر ہو ان دنوں سے یعنی عشرہ ذی الحجہ سے اور طبرانی میں یون کہ اندھون میں عمل کرنا خدا کے نزدیک عظیم و محبوب تر ہو سوال و جواب میں تسبیح اور تہلیل و تہلیل کثرت سے کیا کرے کذا فی الترغیب والترہیب لابن حجر و صلی الفجر بغسل لا جمل الوقت اور فجر کی نماز پر انور حیرے میں معنی ہو طلوع صبح صادق کے اصل وقت نماز پڑھے واسطے وقوف مزدلفہ کے نمود قف بعد لفظة دو وقت من طلوع الفجر الی طلوع الشمس ولو مار احکامی عرفۃ لکن ہونکہ بعد از کھلا شمس علیہ پھر وقوف کرے مزدلفہ میں اور مزدلفہ کے ٹھہرنے کا وقت طلوع صبح صادق سے طلوع آفتاب تک اگرچہ وہاں گذران چلا جاوے مانتہ عرفات کے لیکن اگر وقوف مزدلفہ کا بسبب عذر کے ترک کرے جیسے کم حجم کے سبب تو اس پر کوئی چیز لازم نہیں و کثر وہل یلبی صلی علی المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم و کھا اور وہاں حالت وقوف میں بکلی تہلیل کرے اور بیکس کے اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا اور دعا کر کے سامان کی طرف ہاتھ اٹھا کر ہم ہی سنت ہے چنانچہ حدیث جاہلیہ میں ہے ہر روز تیار شمع غنائین ہو کہ چون دعا کرے (اللہم تخیر مصلوب و خیر مرغوب الیہ الہی کلک لہ جانتو و قری فاجعل جانتو فی غزائک فان تقبلتو توبتی و تقبلا و تبتو خطی یتجمع علی الہدی امری فبذل الیقین من اللہ فی الہی اللہم ارحم الراحمین و جرنے میں النار و اسے علی لوزق الکحل اللام لا تجعلہ اخر العهد لہذا الموقد و ان رقی ابدالہ احببتی بجمعتک یا ارحم الراحمین) و اذا اسفر جہد الی منی لئلا تصدیک فاذا ابانم رطیر فحجہ اسے حرم قدر رمیۃ حجر لاقہ موقع انصار نے اور جب خوب روز روشن ہو جاوے تو مناکا طرن چے تہلیل کرے اور درود پڑھتا اور سفار کی یہ حد کہ جب طلوع شمس ہو تو کویت

ثوباً للعقبۃ سبغاً سبغاً وکبر بکل حصاً پھر حجرۃ العقبۃ کو رمی کرے تینوں جہاں کو سات سات لنگریاں مارے اور ہر لنگری کے ساتھ اس کے کچھ حجرۃ العقبۃ میں اڑان دونوں کے درمیان میں ۴۸ ہتھکا فاصلہ ہو اور جو شخص جایا ہیوش ہو اور رمی کرے تو اس کی طرف سے دوسرا آدمی رمی کرے کذا فی الطحاوی ورمی جبر میں یہ ترتیب سنوں ہو واجب نہیں کذا فی انہر ووقف حامداً مہملاً مکباً مصلیاً قدر قرأ البقرۃ بعد تمام کل مدی بعد انی فلا یقف بعد الثالث لا بعد رمی یوم النحر لایستحب بعدہ رمی اور پھر ارہے تحمید و تلیل تو کہہ کرتے ہو سارے روز رو پڑھتے ہو بعد پڑھنے سورۃ بقرہ کے اور ستانی میں مسفرت سے مروی ہے کہ بقدر ۲۰ بیت پڑھتے کے توقف کرے اور یہی زیادہ تر اسان ہے کذا فی الطحاوی توقف کرنا اُس رمی کے بعد چاہیے جس کے بعد دوسری رمی ہو یعنی حجرۃ الاولیٰ اور حجرۃ الوسطیٰ کے بعد تیسری حجرے کے بعد یعنی حجرۃ العقبۃ کے بعد پھر ناسخا ہے تینوں دنوں میں اس واسطے کہ اس کے بعد رمی نہیں اوزہ یوم النحر کے رمی کے بعد پھر ناسخا ہے اس لیے کہ اس کے بعد بھی رمی نہیں شایع ہے توقف میں تمامی رمی کی قید لگا کی یعنی سات لنگریوں کے مارنے کے بعد پھر نہ بدوں اس کے کذا فی النفس وغیرہ ورافع کفیت نحو التسمیاء والقبلیات وروعا کرے اپنے واسطے وغیرہ دن کے واسطے دونوں تہلیلان آسمان کی طرف اٹھا کر چنانچہ بعد نماز کے معمول ہے یہ قول ہے ابو یوسف کا یا دعلی کے وقت کعبہ منظمہ کی طرف تہلیلان کرے اور یہی ظاہر الروایت ہے کذا فی انہر ثوباً غداً لکذا لکذا تم بعد کذا لک ان حکم دھوا کھٹ پھر جمرات ثلاثہ کی رمی کرے اس طرح بارہویں تالیخ کو پھر تیرہویں تالیخ کو بھی اس طرح سے رمی کرے اگر وہاں ہے اور تیرہویں تالیخ کا رہنا سنا میں مستحب ہر دن قدم الرمی فیہ اسی فی البوم الرابع علی الزوال جائز فان وقف الرمی فیہ من العجالی الغروب اما فی النانی والثالث فی النفل الطلوع ذکاء اور اگر یوم النحر کے چوتھے دن یعنی تیرہویں تالیخ رمی کو دپہر ڈھلنے سے مقدم کرے تو جائز ہے ہر کسبت کے ساتھ امام عظیم کے نزدیک اس واسطے کہ اس دن میں رمی کا وقت فجر سے غروب تک اور دوسرے اور تیسرے دن بھی گیا دھویں اور بارہویں کی کا وقت زوال غروب سے بوقت طلوع ہونے تک لیکن زوال سے غروب تک سنوں ہو اور باقی مکر وہ کذا فی الطحاوی دلالت النفر من منی قبل طلوع فجر الرابع لا بعد کذا دخول ذنت الرمی اور تالیخ کو چ کرنا سنا سے قبل طلوع ہونے تیرہویں تالیخ کی فجر کے بعد طلوع ہونے فجر کے اس واسطے کہ رمی کا وقت آگیا تو بعد فجر کے بدوں رمی کے کوچ کرنا جائز نہیں وچان الرمی کذا رکبوا لکن لا ولین الا ولی فی الوسط ما شیت افضل لانه یقف لانی الا خیر فی العقبۃ لانه یصرف والکلب اذہ علیہ واطلاق افضلۃ الشمس فی الظہر وحق الکمال غیر وکل رمی سوار ہو کہ درست ہے لیکن حجرۃ الاولیٰ اور حجرۃ الوسطیٰ میں پیدل افضل ہے اس واسطے کہ دونوں کے بعد پھر ناسخا ہو تاکہ وہاں سوار ہوگا تو اور پھر ناسخا والوں کو تکلیف ہوگی نہ حجرۃ اخیرہ میں نہیں حجرۃ العقبۃ میں سوار ہو کر رمی کرنا افضل ہے اس واسطے کہ انسان اس کے پاس نہیں پھر تاکہ اس کی رمی کرنے کے بعد پھر ناسخا ہو اور سوار پھر نے پر زیادہ تر قافہ ہو اور یہ تفصیل ابو یوسف سے منقول ہے اور ظہیر میں فضیلت پیدل ہونے کی مطلقاً بیان کی ہے یعنی تینوں مقام میں پیدل رمی کرنا افضل ہے اور کمال الدین وغیرہ نے اسی قول کو ترجیح دی کہ اس دلیل سے کہ پیدل رمی کرنا تواضع اور ششوع سے قریب تر ہے علی الخصوص اس زمانہ میں کہ اکثر مسلمان پیدل ہونے میں جا بلشتہ کے رمی میں تو سوار ہوئے ہیں تاکہ تکلیف رسائی ہو اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جو سوار ہو کر رمی کی تھی تو تعلیم کے واسطے تھی تاکہ لوگ رمی کرنے کا طریقہ سیکھیں اور اتنا کریں چنانچہ حضرت کا طواف کرتا تھا سوار ہو کر کذا فی النحر و لوقد تم نقلہ بفتحین متاعہ وخذ مالی ملکہ و اقام بمنی اذہب بعفتہ کہ ان سلم با منی کا ان کو دیکھو اللہ جل جلالہ خلقہ خلفہ لشغل قلبہ اور اگر اپنے اسباب و خادموں کو مکمل طرفہ کے روانہ کیا اور جو دن میں رہا یا کہ میں اسباب چھوڑ کر عفات لگیا تو مکر وہ ہے اگر اطمینان نہ ہو اسباب کی حفاظت پر اور اگر اسباب محفوظ رکھا ہو کچھ تر و نہ تو سنا سے مکہ میں اسباب کاروانہ کرنا یا عفات کو اتے مکہ میں چھوڑنا مکر وہ نہیں اور اس طرح نماز پڑھنے والے کو اپنے اسباب کو چھوڑنا مکر وہ ہے بسبب تعلق خاطر کے کذا فی النحر عن الجوزی یعنی عبادت میں کہ غلط چاہیے ایسا کام کرے جس میں غلطی کا رعبہ میں عبادت کا لطف نہیں رہتا واذ انفر الحاج المکۃ نزل استیذاناً و لوسا عتبا لخص یضو ففتحین لا یطعم و لیس است لبقہ و منہ جب

لعنوم انحط أبسألوه فخر دلیس لخصوص او عورت مردے مانند ہوا حکام حج میں جو مذکور ہو چکے بسبب عموم خطاب کے یعنی عورت و مرد کو سب
 نکلت ہوئے کے حکم شرع برابر ہو چکا کہ دلیل خصوصیت کی نہ ثابت ہو چنانچہ ہوا اور جمعہ میں عورتیں مردوں کے شامل نہیں لکھتا نکشت حرمہا کلا نہ
 وکوستد لکت شیعنا علیہ وجافقہ عندہ جال کل کذب لیکن عورت بعد احرام کے اپنا چہرہ کھولے رہے ہو اسے کہ عورت کا احرام اسکے چہرہ میں ہی
 نہ اسکے سر میں تو سر کو نہ کھولے اور اگر چہ وہ کہ اوپر کوئی چیز ڈالے اور چہرہ سے اسکو جدا کھے تو جائز ہے بلکہ مستحب ہے کہ کذا فی فتح القدیر اسواسطے کہ نکشت وجہ سے مراد یہ ہے
 کہ کوئی چیز چہرہ سے نہ لگی ہے ولذا برقع ڈالنا مکروہ ہے کہ وہ چہرہ کو لگا رہتا ہے معمول ہے کہ ایک چیز مانند تہ کڑیوں سے بناتے ہیں عورت اسکو اپنے چہرہ پر رکھتی ہے
 اور کثیرا اسپر ڈال لیتی ہے تو چہرہ بھی نظر نہیں آتا اور کثیرا بھی چہرہ کو نہیں لگتا کذا فی الخ سنن ابوداؤد اور ابن ماجہ میں عائشہ صدیقہ سے مروی ہے کہ شتر سوار ہمارا
 سامنے گزرتے تھے اور ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محرم تھے جب سوار ہمارے برابر گزرتے تھے تو ہم چادر اپنے چہرے پر سر پرستے ڈال لیتے تھے پھر جب
 وہ ہمارے آگے نکل جاتے تھے تو ہم چہرہ کھول دیتے تھے کذا فی البرہان کالہ جہرا بل تسمیع نفسہما دفعاً للفتنة فیما قبل انہ عورت کا ضعیف اور
 عورت کا کہ لیکش کہے دفع فساد کے واسطے بلکہ اس طرح کہہ کر آپ سے اور یہ جو بعض نے کہا ہے کہ عورت کی آواز عورت پر یعنی چھپانے کی چیز ہے سو قول ضعیف ہے
 ولا توصل ولا تضطبع ولا تسعیر المیلین کا تحقیق بل قطعی میں کچھ شعر ہا لکھنا اور عورت طواف میں بڑا کمر سے اور چادر سے دھاتا ہوا ہوتا ہے جیسا
 مرد نکالتا ہے اور دونوں میانوں کے درمیان چھپٹ کر نہ چلا ورنہ منشا سے اسواسطے کہ عورت کو سر نہ ڈالنا ایسا ہے جیسا مرد کو دھڑی منڈانا بلکہ چوتھائی
 کے بال ہو کر برابر کمر سے چنانچہ اسکا ذکر مفصل ہو چکا و تالیس الخیط و الخفین و الخلے اور سیالکھ اور روزے اور زیور پنے بشطیکہ کثیر اور اس ورنہ غفران
 یگین خواہ شیمی کی کپڑا بھی عورت کو احرام میں ہنسا دوست ہو کذا فی الطحاوی ولا تقرب العجفی الزحام لمنہا من جملة الرجال اور حرمہا سود کے قریب نہ جاؤ
 ہجوم کے وقت اسواسطے کہ عورت کو مردوں سے بدن ملانا منع ہے و الختہ المشکل کا اگر آؤ فیما ذکر احتیاطاً و غشی مشل عورت کے مانند ہر جمع امونہ کو
 میں بطا برضا کے و حیضہا لا یحکم نسکا الا الطواف اور عورت کا حیض حج کی کسی عبادت کا مانع نہیں سوائے طواف کے اسواسطے کہ طواف
 مسجد الحرام میں ہوتا ہے اور خانقہ کو مسجد میں جا جا کر نہیں دلا شئی علیہا بتاخیرو اذالو قطرہا لا بعد ایام النحر فلو طهرت فیہا بقدر انکثر الطواف
 لزم لہم بتاخیرو لباب اور عورت پر کوئی چیز لازم نہیں نہ صدقہ نہ بیع نہ نکاح نہ طواف کی تاخیر سے جبکہ وہ حیض سے پاک نہ ہو مگر ایام نحر کے بعد سو اگر
 وہ ایام نحر میں بقدر اکثر طواف کے پاک ہوے اور طواف کیا تو اب بیع کرنا اسپر لازم ہوگا بسبب تاخیر طواف کے کذا فی لباب الناسکے ہو بعد حصول لکنیہ
 یسقط طواف الصید و مثله التیفاس اور حیض و ورن کے بعد یعنی وقوف عرفات اور طواف الزیادہ کے بعد طواف الوداع کو سا قاطر کر دیتا ہے اسواسطے کہ
 وجہات غرض سے سا قاطر ہو جائے میں کذا فی الطحاوی اور نفاس حیض کے مانند ہر جمع احکام مذکور وہ میں والبدن جمعہ بدلتہ میں اہل تقیرا ورنہ نفث اور شرع
 میں اونٹ کو بھی کشتہ میں اور گائے کو بھی کشتہ میں تو جیسے شرع میں منہ واجب ہوا ورنہ گائے کو کشتہ تو واجب دہا ہو گیا اور اہام شافعی کا ہے کہ وہ زمین کہتے
 والہدی منہما و من الغنم کما سیجے اور وہی اونٹ اور گائے کی ہوتی ہے اور بچہ بکری کی بھی ہوتی ہے چنانچہ اسکا ذکر کر کے اور گائے کو بھی کہہ دیا وہ جانور جو کہ غنم میں جا کر بیچ ہو

القرآن

یاب ہر قرآن کے احکام میں قرآن کے معنی لغوی اور شرعی عقرب مذکور ہو گئے ہو افضل الحدیث اتانی ایہ من ربی وانا بالحقین فقال بال محمد وعلو
 یجہد عمیرہ معاً ولا تاشق امام او صاحبین کے نزدیک قرآن افضل ہر جمع اور افراد اور عمر سے اس حدیث کی دلیل سے کہ میرے پاس ایک آنے والا میرے
 اس سے آیا اور قرآن عقیق میں تھا سو آنے کے کمال احوال مجتہم حج اور عمو کا ساتھ ہی احرام باندھو اور اسواسطے کہ قرآن زیادہ شقت والا ہے نسیج وغیرہم لفظ دانا
 بالحقین اور حدیث میں محال نہیں بلکہ طحاوی نے ام لہ سے یوں روایت کی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ابوایال تلخیر وانی جہد یعنی میں نے سنا حضرت

باب النکاح

کتاب النکاح

پہلے عمر سے کا طواف کرے یہاں تک کہ اگر حج کی نیت سے طواف کرے تو وہ طواف فقط عمر سے کا ہوگا اور اس کی نیت لغو ہو جائیگی لیکن اس نیت سے تو حج کرنا لازم ہوگا
اس واسطے کہ تقدیم اور تاخیر سنا سکے کی وجہ کو واجب نہیں کرتی بلکہ انھی سبب سے استواء یا بیکرمل فی الثلثۃ الاولیٰ ویسے بلا حلق عمر سے کا طواف
سات شہوار کرے اور پہلے تین شہوار میں دن کرے اور وہاں رہے کے درمیان بھی کرے بدین سرمنہ انے کے فلو حلق لہو لیل بن عمر نہ ولیمہ دعائے
سو اگر قارن نے بعد عمر سے کے سرمنہ یا تو اسکے عمر سے کا احرام نہ تو ٹیکا اس واسطے کہ قارن کے عمر سے کا احرام یوم النحر کو ٹیکتا ہو اور پھر وہ جو نوج کرنا لازم ہوگا اس واسطے
کہ وہ احرام میں سب حلق کے بے ادبی ہوئی کہ لانی لغ واطحاوی خود کھما کر فطوٹ لاقدم ویسے بعد ان شاء پھر حج کرے چنانچہ تفصیل حج کی
مذکور ہوئی تو طواف القدوم کرے اور اسکے بعد سعی کرے کرچا ہے وچاہے تو طواف الافاۃ کے بعد بھی کرے اور یہی افضل ہے چنانچہ مذکور ہو چکا تھا انی بطوافین
متوالین خیر سعین لہما جازا ساء لہما کلام سہم وروا حج کو اسطے کہ طواف متصل کیے یعنی حدود شوط بلا فاصلہ کیے پھر دوبار سعی کی یعنی ہر سعی میں سات
شوط کیے تو جائز ہو اور اسنے بڑا کیا کہ طواف القدوم کو عمر سے کی سعی پر مقدم کیا لیکن اسپر اس تقدیم اور تاخیر سے تو حج کرنا واجب نہیں ہے بلکہ اگر طواف
وہود ثم شکر فیما علی منہ بعد ہی یوم النحر لوجود الترتیب اور بعد ہی یوم النحر کے یعنی جموعہ عقبہ کے رمی کے بعد بکری یا گائے کو فوج کرے
بسیب قرآن کرنے کے اور یہ قربانی ادا سے شکر کی ہر کہ ایک احرام میں دو عبادتیں ادا ہوئیں تو قارن اس قربانی سے کھائے ماتن نے قربانی کو بعد ہی
تو کر گیا اس واسطے کہ فوج کرنا قبل رمی کے جائز نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں ارشاد ہو و فسن کعبہ یا لکرم و الی الحج فاما اسکتس من الہدی فمن
الذبح فوصیتم انکم لایا تم ذابح و سبعة اذ اسعتم و لایا تم ذابح و لایا تم ذابح یعنی جو قائمہ عمر سے سے حج مکہ سو جو ہی مسرے یعنی فوج کرے اور جو نہ تو تین
روزہ کے حج میں نہ جبکہ تم ذابح کرو پورے دن روزے میں تمتع سے مراد تمتع عرفی ہے جو قرآن کو بھی شامل ہے تو قارن پر فوج کرنا اور صورت عدم قدرت دس
روزہ رکھنا اس آیت سے واجب ہے ان بخوصام ثلثۃ ایاام و لو منفرۃ اخرها یوم عرقہ نذیجاء القد سے عمل الا فصل اور اگر قربانی کرنے سے عاجز ہو
بسیب تمام حج کے تو تین روزے رکھے اگرچہ متفرق کرے رکھے بعد احرام کے مگر تیسرے روزہ عرفہ کے دن رکھنا مستحب ہے یا سید قادر ہونے کے صل پر یعنی شاید عرفہ کے
دن تک قربانی خرید کرنے کا مقدور ہو جاوے و سبعة بعد تمام حج فوضا اور واجباً و هو بعضی ایاام التشریق ابن سناء لکن ایاام التشریق کا بخیرہ لکولہ
تعالیٰ و سبعة اذ ابجدتکوی فرغتم من اعمال الحج فتمنوطہ معنی داخل ہوا موطنا اور سات روزے بعد تمام ہونے حج کے رکھے خواہ فرض حج ہو خواہ
واجب اور عامی حج کی بعد گذرنے ایاام تشریق کے ہر اور سات روزے جہاں چاہے رکھے خواہ مناسبتیں خواہ کہ میں خواہ اپنے وطن میں لیکر یا یا تم تشریق کا
روزہ کفایت نہیں کرتا اس واسطے کہ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ صوم سات دن کا جبکہ تم رجوع کر یعنی جبکہ تم افعال حج سے فراغت پاؤ تو فراغت پا نا عام ہے سو سب کو بھی لازم
ہو سکا منا وطن ہو یا جسے مناکو بھیج کے وطن ٹھہرایا یا جسکا کہیں وطن مقرر نہیں خلاصہ یہ کہ رجوع اس آیت میں یعنی فراغت ہو مجازاً اس علاقہ سے کہ فروع سب
ہو رجوع کرنے کا طرف وطن کے اور امام شافعی نے رجوع کو حقیقی یعنی پر رکھا لہذا ان کے نزدیک کہ میں سات روزے رکھنا جائز نہیں کہ لانی لغ واطحاوی فقلت الثلثۃ سعین
۱۲۲ سو اگر تین روزے فوت ہوئے یعنی ایاام حج میں یوم النحر تک نہ سکے تو اب فوج کرنا لازم ہو گیا اس واسطے کہ روزے عوض قربانی کے قرآن میں مخصوص وقت حج
تھے سو وہ وقت جا آ رہا اب روزہ رکھنا کافی نہیں اور اہل قربانی بھی اب وہی زمین ہو گئی فلو لم یقدروا تھقل و علیہ ذما ان سو اگر بعد فوت ہونے صوم کے قربانی پر قادر
نہو تو احرام اتارے اور پھر دو قرائن واجب ہیں ایک قرآن کی اور دوسری احرام اتارنے کی کہ لانی لغ واطحاوی و لو قدر علیہ فی ایاام الحج قبل الحلق بطل صومہ
اور اگر قارن عادیہ و قربانی پر یا مخرجین قبل حلق کے تو اسکا صوم باطل ہوگا اس واسطے کہ تین دن کا صوم در صورت عدم قدرت تھا سو قدرت حاصل ہوئی تو قربانی
اسپر لازم ہو گئی اور اگر بعد طواف کے قادر ہو تو صوم صحیح ہے اب قربانی اسپر واجب نہیں کہ لانی لغ واطحاوی عن الجحرفان فقلت القارن یدبر فہ قبل اللطواف العریضات
عمرتہ سو اگر قارن نے عرفات میں وقوف کیا طواف عمر سے کے چار شوط کرنے سے پہلے تو عمر و اسکا باطل ہو گیا اس واسطے کہ اب ادا کرنا عمر سے کا مستعد ہے

اور اٹھویں تاریخ کے پہلے احرام باندھنا افضل اور بہتر ہے اور حج کو ادا کرے یا نہ کرے متعلق طواف الزیارتہ میں مل کرے اور عظام و مہ کے سعی طواف الزیارتہ کے بعد کرے اگر احرام حج کے بعد پہلے سعی نکھر چکا ہو اور زیارتہ کے متعلق مثل کارن کے یعنی جیسے قارن پر فوج واجب ہو ویسے ہی تمتع پر بھی واجب ہو و کثرت الاضحية جنتہ اور قربانی اس فوج کے قائم مقام نہیں ہو سکتی اس واسطے کہ مسافر پر قربانی واجب نہیں اور یہ فوج واجب ہو فانی عجز عن دم صحاح کا لفظ ان چکر تمتع عاجز ہو فوج کرنے سے سبب محتاجی کے تو قرآن کی طرح روزے رکھے یعنی تین روزے ایام حج میں اور سات بعد فراغت کے و جاز صوم الثلاثہ بعد احرام ہا ہی المعصی لکن فی اشہار الحج لا قبل لای لا حرام و تاختہ افضل و جاء وجود الہدیٰ کما مر اور جائز ہر تین روزے رکھنا عمرے کے احرام کے بعد لیکن حج کے معینوں میں اقرب الی احرام کے تین روزے رکھنا جائز نہیں اور تاخیر کرنا صوم میں عزم کے دن تک افضل ہے وہی کے پاجانے کی امید پر چنانچہ قرآن میں گذرا وان اراکذا التمتع الشوق لا ہدیٰ دھوا افضل احرام ثم ساق ہد بہ مہہ اور اگر تمتع ارادہ کرے وہی کے ہانک لیچانے کا اور یہ ال فضل ہے اس تمتع سے جس میں ہدیٰ ساتھ نہ ہو اس واسطے کہ سنت نبوی کے موافق ہے تو پہلے احرام باندھے یعنی احرام کی نیت سے لبیک کہے پھر وہی کو ہانک لیچانے ساتھ اور بدل لبیک کہنے کے فقط ہدیٰ کے ہانکنے سے بھی احرام جائز ہے لیکن افضل نہیں دھواؤ من قد ذہا الا اذا کانت لا تنساق فیقول دھسا اور ہدیٰ کا ہانک لیچانا بہتر ہے اس کے لیچانے سے مگر جبکہ ہانکنا مشکل ہو جائز کی تکلیف سے یا اسکی وحشت سے تو کھینچ لیجائے قلیدنتہ دھواؤ من التخیل اور ٹیگالے میں ڈالے اپنے اونٹ یا گائے کے اوپر سیاوا لانا افضل ہے جھول ڈالنے سے اس واسطے کہ جھول کبھی ترائش کے واسطے بھی ہوتی ہے بخلاف تقلید کے کہ وہ ہدیٰ ہر کے واسطے مخصوص ہے تقلید یہ کہ جانور کے گلے میں پٹا دالے یا جوقی اس میں باندھے یا ٹکڑا چمڑے کا یا کھجور کی چھال یا معلوم ہو کہ یہ جانور سواری کا نہیں بلکہ حرم کو جانا ہو کہ وہ کشتادہ و شوق سار مہا الا یسرا و الا یمن لان کل واحد لا یحسدہ فاما مہ کسنتہ فان قطع الحبل فلا بأس بہ اور اشعار مکر وہ ہر اشعار یہ کہ اونٹ کے کوہاں کو بائیں یا داہنی طرف سے چمڑے اشعار اس واسطے کہ وہ ہر شخص اسکو خوب نہیں کر جانتا گوشت اور ہڈی تک صدر نہ پہنچتا ہے سو جو شخص کہ اشعار خوب کرے یعنی فقط کھل کا کاٹ دے گوشت اور ہڈی کو تو کچھ ضائع نہیں بلکہ ایسا اشعار تجب ہر کذا فی اطحاوی ام سجت احرام میں مفصل مذکور ہو چکا کہ امام عظیم کے نزدیک اپنے ہل زمانہ کا اشعار مکر وہ محتاج بہت زخم کر دیتے تھے اور یہ نہیں کہ مطلقا اشعار مکر وہ ہر دھماکہ لا ینخل منها حتی یخیر ثمارا و للہ کما مر فیمن لو کسبوا اور عمرہ ادا کرے اور عمرہ کرنے سے احرام نہ ڈالتا مارے اس واسطے کہ ہدیٰ کا ہانکنا مانع ہے احرام اوتارنے سے شریک پھر اٹھویں تاریخ حج کا احرام کو چنانچہ مذکور ہو چکا اس تمتع کے بیان میں جس نے ہدیٰ کو نہیں ہانکا و حلقی یوم النحر و اذا حلق حل من احرامک علی الخطا و ہر منڈا و سے یوم النحر میں اور جبکہ اسے سر منڈا یا تو طلال ہو گیا اپنے دونوں احرام سے یعنی حج اور عمرے کو دونوں احرام حلق کے بعد موقوف ہوئے بنا بیظاہر کلام علماء کے تو معلوم ہوا کہ عمرے کا احرام بعد دونوں عرفات باقی تھا مندرجہ ملک لنگی دمن فحکمہ یقرض خطا و مکرہ کاربہ والا اور جو اسکے حکم میں ہے یعنی جو موافقت کے اندر رہتا ہے وہ ہر حاج کو ہے فقط یعنی قرآن اور تمتع نکرے اس واسطے کہ حق تعالیٰ نے فرمایا و لا ذلک لمن توکل علی اللہ و احب الی اللہ و احب الی اللہ یعنی وہ تمتع اس شخص کے واسطے ہے جس کے اہل و عیال سب احرام میں حاضر نہیں و لوقرن او تمتع جاز و اساء و علیہ دم جبکہ لا یجوز یہ المصنوع لومسکرا در کی نے اگر قرآن یا تمتع کیا تو جائز ہے اور اسے تبرک کیا اور اس پر بعض اس تصور کے فوج کرنا واجب ہے اور اسکو روزے رکھنا واجب نہ ہوگا اگر وہ محتاجی سے فوج نکرے مہ ماٹن نے اپنی شیع میں کہا کہ کتب حقہ میں جو یہ مذکور ہے کہ مکی قرآن اور تمتع نکرے توفقی سے مراد حلت کی نفی ہے نہ صحت کی نفی دمن اعظم بلا سوق ہد بعد عمرہ عادالی یلایا و حلقی فقد العلم لانا صحیحاً قد یجلی تمتعہ و جس تمتع نے عمرہ کیا بدون ہدیٰ کے ہانکنے کے پھر بعد عمرے کے چکر گیا اپنے شہر کو اور پھر منڈا یا تو اسے الام صحیح کیا تمتع اسکا باطل ہو گیا و مہ سقودہ تمتع کا لفظ قرآن اور اگر تمتع ہدیٰ لگیا اور عمرہ کر کے اپنے گھر چلا آیا تو وہ تمتع کرے یعنی تمتع کو نہیں اسکو اختیار ہے اور اگر بعد اس عمرے کے اس سال حج نکرے تو اس پر کچھ مواخذہ نہیں اس واسطے کہ حج ہنوز شروع نہیں کیا اور چونکہ ہدیٰ کے سبب سے

بلکہ دونوں
سوں پر
پہنچا تو زبردستی
میں

[illegible]

پہلے بتائی پھر یہ آیت اور تری (فمن سگان منك فريضا او بهما اذى من راسهم ففدية من صيام او صدقة او نساء) یعنی جو شخص تم میں سے عیال ہو یا اسکو تکلیف ہو اس کے سر سے توفیہ ہر صوم سے یا صدقہ یا زوجہ کرنے سے کذا فی تفسیر الوصول لی جامع الاصول اور مجمعین کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت نے کعب بن جحر سے فرمایا کہ تجھ کو بکری مسخر ہونے کا نہیں فرمایا تین روزے رکھ یا چھ سکن کو کھا دو سے ہر سکن کو نصف صاع جو کہ صدقہ و صوم و تری میں محل تھا حضرت نے اسکی تفصیل بیان فرمائی و ذکر طہیہ فی الخدی السبیل کی مراد تھی و لو ناسیہا او نكها او نامة او صبیحا و محنوا فاذکرتہ احدکم اذ لکن لاکم کذا قضاء علیک قبل وقوف فرض بقصد حجتہ اور محرم کا جماع کرنا انسان سے قبل وقوف عرفات کے لئے حج کو فاسد کرنا اور خواتین میں جماع کیا ہو خواہ ویرین محرم نے عمدہ اجماع کیا یا بھول کر اپنی خوشی کیا یا زبردستی جاگتی عورت سے یا سوتی سے محرم صغیر ہو یا جوان ہو یا بزرگ ہو یا بچہ صغیر اور بھون کی عداوی نے قصرت کی ہو لیکن صغیر اور بھون پر اس جماع سے نسیح اور قضا سے حج لازم نہیں طحاوی نے کہا وطی انسان کی بہر صورت مفسد و مرجعی انزال ہو یا خور و یا فوری وطی مطلقا مفسد نہیں لہذا شافعی نے آدمی کی قید لگائی اور یہ جو حج القدر میں ہو کہ وطی صغیر کی مفسد حج نہیں سو یہ قول ضعیف ہو و لو اجمعا و ناسک بن نبیاء کے منافع ہو کہ فی النہر و کذا لا یستد حکم ذکر حار و ذکر موطوعا فسد حجھا اجماعا اور اس طرح اگر عورت نے ذکر حار کر دیا تو مطلق کو اپنی شرمگاہ میں داخل کر لیا تو اسکا حج فاسد ہو گیا بالاتفاق و محضی وجوہ کافی فاسدہ کجاء و کذا ہو فی فسدہ و لیس لکما برہانہ کہ اپنے فاسد حج کو کیسے جابے جیسے حج جائز کر دیتے ہیں یعنی فاسد حج کو اسکو بالکل ترک کر دے بلکہ بسقدینا سک باقی رہے ہوں اکثر پر اگر سے اور نسیح کرے اور اگر سال اس حج کو قضا کرے اگرچہ حج فاسد نہیں ہو بلکہ افضل ہو تو بھی قضا واجب ہم اصل اس مسئلہ کی وہ حدیث ہے جو جابر و زید کے مرسل میں مروی ہو کہ ایک مرد نے اپنی عورت سے محبت کی اور دونوں محرم تھے سو سبیل خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکا مسئلہ پوچھا حضرت نے فرمایا کہ تم دونوں اپنے حج کو قضا کرنا اور ہدی لانا اور تہی نے بھی اسکو روایت کیا ہے اگرچہ یہ حدیث مرسل ہو لیکن مرسل امام غلام کے نزدیک حجت ہو علاوہ اسکے دارقطنی نے عبد اللہ بن عمر سے روایت کی ہو کہ جماع سے حج باطل ہوتا ہے مسائل نے پوچھا جب حج باطل ہو تو پھر رہے کہا نہیں بلکہ لوگوں کے ساتھ جاوے جو لوگ کرتے ہیں سو وہ بھی کرے یعنی مناسک کو عمل میں لاوے و سیال آئندہ قضا کرے اور ہدی لاوے اور عبد اللہ بن عباس اور عبد اللہ بن عمر و بن العاص کا فتویٰ اس مسئلہ موافق ہے یہی ہے کہ اسکا کہ ان کی اسناد صحیح ہیں ابو امام الک کے موطا میں علی رضی اللہ عنہما و عمار و زید اور ابو ہریرہ اسی قسم کا فتویٰ ثابت ہو کذا فی فتح القدر و لو انفسد القضاء هل یجب قضاءہ ثارک و الذی یظہر ان المراد بالقضاء الاحادیث و لو اگر سال آئندہ میں قضا سے حج کو بھی فاسد کرے تو کیا قضا کی بھی قضا کرنا واجب ہو یا نہیں شافعی کہتا ہے میں نے یہ مسئلہ کسی کتاب فقہ میں نہیں دیکھا اور ظاہر قضا سے مراد یہاں اقلہ ہر حج کا یعنی لغوی معنی مراد ہیں ہم یہ تقریر صاحب نہر کی ہے جو مصر کے جامع ازہر میں کسی طالب علم کے سوال کے جواب میں مذکور ہوئی تھی کذا فی النہر و لو یفرقا و جو کمالی دنا بان خاف الوقاع اور جب زوجین فضلے حج کو دوسرے سال وین تو انہیں حرام بناو واجب نہیں بلکہ سبب ہو اگر وقوع جماع کا خوف ہو سو اسلئے کہ مشقت قضا حج کی ترک جماع میں کافی ہو طہیہ بعد وقوفہ لم یفسدہ و یجب بدتہ و بعد لکن قبل بطونہ قبل الطواف سناہ الحجة الجکایہ اور جماع محرم کا بعد وقوف عرفات کے حج کو فاسد نہیں کرتا اسواسلئے کہ حدیث میں ثابت ہو چکا کہ جو عرفات میں ٹھہر اسکا حج تمام ہو یعنی فساد سے محفوظ رہا اور اس جماع سے ایک اونٹ یا گائے کا فسخ کرنا واجب ہو چنانچہ ابن عباس سے بھی مروی ہو کذا فی فتح القضا اور بعد سرشدانے طحاوی الزاویہ کے قبل جماع کرنے سے ایک بکری کا فسخ کرنا واجب ہو سو اسلئے کہ ہلکا تصور ہو کیونکہ بعد خلق کے سولہ عورتوں کے استیسا پھر کو طال ہو جاتے ہیں تمام متون فقہ میں یہی روایت ہے ابن ہمام نے کہا کہ اس میں بھی اونٹ یا گائے کا فسخ کرنا لازم ہو اور جو المرائن میں اسکو رو کیا ہو کذا فی الطحاوی و طہیہ فی عمرہ قبل طوافہ اربعۃ مفسدہا کھضی او ذبیحہ و قضی و جو با و طہیہ بعد اربعۃ ذبیحہ و کسور

مفسد خلافتا دلش کفی در وطنی محرم کی اپنے عمر میں قبل طواف کرنے چار شوط کے مفسد ہر عمر کی تو بید فاسد ہونے کے عمر کے کھٹھال کو کیے جاوے
اور ایک بکری فوج کرے اور عمر کے کو قضا کرے بنا بر وجہ اور وطنی کرنا محرم کا عمر سے میں بعد چار شوط کے مفسد عمر کے کا نہیں بلکہ میں اس قسم کی جنا میں
ایک بکری ذبح کرے بخلاف امام شافعی کے کہ ان کے نزدیک چار شوط کے بعد وطنی سے عمر فاسد ہوتا ہے اس واسطے کہ عمر ان کے نزدیک فرض ہے کہ ان فی بطحا وی ذاب
قل محرم صید ای حیوانا رجا متوجہا بآصل خلقہ اگر قتل کرے محرم صید یعنی شکار کو تو اسپر خبر واجب ہے صید کہتے ہیں شکاری کے جانور کو چرائی
اسل پسندیش ت جشی ہر شکاری کا جانور وہ ہر جسکا تو والد و تناسل شکاری میں ہو اگر چہ پانی میں رہا کرتا ہو اور دریائی جانور وہ ہر جسکا تو والد و تناسل پانی میں ہو
اگرچہ وہ شکاری میں رہا کرتا ہو چنانچہ مچھلی اور سنڈک اور کیڑا اور دریائی کتا اور کچھو اور گھڑیاں اور گرتے تو ان کے قتل میں محرم پر خبر واجب نہیں اور شکاری کے جانور میں
دوسری قید ہے کہ اپنی اصل خلقت میں وحشی ہو وحشی سے مراد ہر وہ جو اسکو پکڑا ہے تو بھاگ جاوے خواہ پانوں سے خواہ پردن سے تو یا دوسرے صید میں نہ ہو
اس واسطے کہ اصل وحشی ہر اور وحشی اور شاہد گائے صید میں داخل ہیں اس واسطے کہ ان کی اصل خلقت میں وحشت نہیں اور صید جانور کا کول اور غیر کا کول دونوں کو
شامل ہے تو سب کا قتل محرم کو حرام ہے اصل اور حرم دونوں میں سوائے ان جانور دن کے جو شکاری ہیں اور صفت انکو بیان کر چکا کہ ان فی الفتح و بطحا وی ذاب
ذل علیہ قاتلہ مضمداً قلادہ غیر عالو انصل القتل بالکلالۃ لا یساق و الدلیل والمشارق علی الجراح واخذہ قبل ان ینقلب عصب کالہ
یا محرم نے صید پر اسکے قاتل کو دلات کی یعنی قاتل کو شکار بتا دیا کہ فلا نے مکان میں ہر دلات کی پانچ شرطیں ہیں ایک یہ کہ قاتل دلات کرنے والے کی تصدیق کرے
تصدیق کا یہ مطلب نہیں کہ محرم سے یوں کہہ کہ تو اس دلات میں بچا ہر بلکہ تصدیق سے مراد ہر وہ شکاری کہ تکیب کرے تو اگر قاتل نے ایک محرم کی تکیب کی اور دوسرے
محرم کی دلات کی تصدیق کرے صید کو مارا تو اول محرم پر خبر واجب نہوگی اور دوسری شرط یہ ہے کہ قاتل صید سے واقع نہو اور اگر وہ جانتا ہو تو محرم کی
دلات سے خبر لازم نہوگی تیسری شرط یہ ہے کہ قاتل کو صید کا دلات اور اشارت کے متحمل واقع ہو چوتھی شرط یہ ہے کہ محرم دلات کرنے والا اور اشارہ کرنے
والا اپنے احرام پر باقی رہے صید کے قتل ہونے تک تو اگر تین کے وقت حرام ہو اور قتل کے وقت حرام آتا چکا ہو تو اسپر خبر لازم نہوگی پانچویں شرط یہ ہے
کہ قاتل نے صید کو لیا ہو قبل اسکے کہ وہ اپنی جگہ سے بھاگے یعنی جان محرم نے قاتل کو صید بتایا تھا وہیں آئے اسکو گرفتار کیا اور اگر صید وہاں سے اٹھ گیا
اور دوسرے مکان میں گرفتار ہو تو محرم پر خبر لازم نہوگی دلات اور اشارہ میں یہ فرق ہے کہ دلات غیبت میں ہوتی ہے اور اشارہ سامنے ہوتا ہے پکڑی اور چوڑا گھاس پھوس
اور عمدہ مٹکاٹا اور مملو کے محرم کا قتل کرنا صید کو یا اسکا بتانا اور اشارہ کرنا اول حج میں ہو یا دوسرے تیسرے حج میں اول یا قتل یا دلات
واقع ہوئی ہو یا دوبارہ بھول کر صید صلیع ہو یعنی جگہ یا کسی کا ملک لیکن صید ملک میں دو تین محرم یہ واجب نہوگی ایک قیمت مالک کے واسطے اور دوسری
قیمت احرام کی خرابی میں کہ ان فی حاشیہ بطحا وی ذاب جہلہ جہلہ و لو سبعا غیر صلا کل مستانسا و حما و لو مسر و لا یفتح الوا و ما و رجلہ ریش کالتر اویل
یعنی اگر محرم صید کو قتل کرے یا دلات کرے تو اسپر اسکی جہاد واجب ہے اگر صید لیا دزدہ جانور ہو جسے جملہ نہیں کیا یا صید مانوس اور مالوت ہو جسے پلاؤ ہر
یا کبوتر ہو اور یہ سرول کبوتر ہر سرول ضمیمہ و فتح میں و سکون را و فتح و اس کبوتر کو کہتے ہیں جسکے پاؤں میں پیرچہ یا شل یا جامہ کے اہم مالک کے نزدیک
مسروں کبوتر وغیرہ میں اس واسطے کہ وہ مانوس ہو وحشی نہیں تو اسکا حکم بط کی برابر ہے ہر محرم کہتے ہیں کہ وہ یا متبانی یعنی قاتل خلقت کے وحشی ہے لیکن وہ اپنے بھائی پر
از نہیں سکتا کہ ان فی النع اد هو مضطر لانی اکلہ کما یکرّمہ القصاص لو قتل انسانا ذاکل حکم یا محرم بسبب گرسلی وغیرہ کے صید کے کھانے میں مجبور اور مضطر
ہو تو بھی اسپر خبر واجب ہے چنانچہ محرم پر قصاص لازم ہے اگر وہ کسی انسان کو قتل کرے اور اسکا گوشت کھاوے مضطر میں یعنی مضطر سے صید کی جہاد اور انسان
مقتول کا قصاص ساقط نہیں ویقدّم المتضرر علی الصید و علی الغیر و یجوز لانی ان ینزل لکھیا و حالت مضطر میں مردہ جانور کھانا مقدم ہے
صید پر اور صید مقدم ہے مال غیر اور انسان کے گوشت پر اور قول ضمیمہ میں صید مقدم ہے سو پریم تقسیم دار کی صید پر میں اختلاف روایت ہو فتاوی

قاضی خان میں مردار کو تقدیر پر صید پر قبضہ ہو طبعی صید کو تقدیر پر مردار پر ذرا صدمہ کذا فی فتح القدر ولو للیث فیتا الحیل بحال کما لا یجوز طعاً مر
مضطر آخر اور اگر میت پر قبضہ ہو تو کسی حال میں ہلال نہیں جیسے ایک مضطر کو دوسرے مضطر کا طعام کھانا جائز نہیں و فی البزازیة الصید الذی یوسر
اولی اتفاقاً اور نرائز میں ہر کوئی کھانا ہر شکار کا کھانا ہر کھانے سے بالاتفاق اس واسطے کہ مردار میں حرمت ذاتی ہر شکار میں عافیت کذا فی
الطحاوی عن الزیلعی الجواز عموماً قوی بعد لان قبل الطحان ولو القائل یکتفی بمقتلہ او فی اکثرہ مکان منہ ان لم یکن مقتلاً قیمۃ فاذا لا یشترط
لا التخییر و صید کی ہر وہ قیمت ہر جسکو دو عادل مسلمان ہر قدر دین جس مکان میں کہ صید مقتول ہو یا اس مکان میں جو مقتول کے نزدیک ہو اگر اس کے مقتول میں
قیمت ہو بسبب جنگل ہونے کے تو کھانہ کا مصنف کی عبارت میں تقسیم کے واسطے ہر نہ واسطے اختیار دینے کے اور قول ضعیف میں ایک مال کا قیمت مقرر کر دینا کافی ہر
اگرچہ قائل ہی قیمت کو ٹھہرے اور ہم ایک مال کا قیمت ٹھہرانا اس واسطے ضعیف ہر کہ ظاہر النص قرانی کے خلاف ہر انصاف میں ظاہر اردو عادل کھانا واجب معلوم ہوتا ہر
مستحب مذاق فتح القدر بام عظم اور بدینہ کے نزدیک جزا صید میں قیمت لازم ہر اور بام شافعی اور مجر کے نزدیک شکل ہونا صید کا ہر میں ضروری ضابطہ ہر میں
بکری اور گوسفند میں بکری کا بچہ اور بکری میں اونٹ اور گوسفند کے قتل میں گائے کے نزدیک لازم ہر حق تعالیٰ نے فرمایا لا تھنوا الضیعة والذی حرم و من ثلک
میکون مستعد فخر او قتل من النعم یمکون ذوا عدل و مثکون عند یا افر الکتبۃ او کفار لا طعام مساکین او عدل ذلک صیاماً
یعنی صید کو نہ مار دے محمد ہو کہ اور جو تم میں سے قصد مارے تو جزا ہر شکار جسکو مارا جائے نورون میں سے وہ جزا جسکو دو عادل شخص تم میں سے حکم میں ہر ہر ہر ہر
کعبہ کو یا گناہ بام عظم کا یا بکری کے صیام تو بام شافعی کے نزدیک ممانعت ظاہری لازم ہر اور بام عظم کے نزدیک ممانعت معنوی واجب ہر معنی باعتبار قیمت
اس واسطے کہ ممانعت مطلقہ تو وہ ہر جو صورت اور معنی دونوں ہر چنانچہ شکل النوع میں ہر ممانعت مطلقہ تو بیان بالاتفاق ہر ان میں لہذا ممانعت معنوی مراد ہوتی ہر
کہ شرع میں ممانعت جنوں ہی شعیں ہر چنانچہ حقوق العباد میں کذا فی الہدایہ و شرعاً و ما انجزا فی سبع ای حیوان لا یوکل و لو حذر و لا یلاک الا ان لا یحکم
قیمہ شایء وان کان السبع کبر منہ لان الفساد فی غیر المال کول لیس الا کیا راقۃ الدم فلا یجوز فیہ الا دم و کذا لو قتل معکماً ضمیمہ
لکن اللہ تعالیٰ غیر معکماً و لا لک معکماً اور زندہ جانور کا بدلہ لایا وہ لکھا جاوے بکری کی قیمت سے و زندہ جانور سے یہاں وہ جانور ہر جو طلال
نہیں اگر یہ سور ہو یا بکری یا باندہ تو غیر مالکول اللحم اگرچہ بکری سے جسم میں ہر ہر بکری سے اسکی قیمت زیادہ لکھا جائیگی اسلیے کہ غیر مالکول اللحم کے قتل میں سوا
خونریزی کے کوئی فساد نہیں کیونکہ اسکا گوشت لائق کھانے کے نہیں تو جسمیں واجب نہیں مگر خونریزی سو بکری میں حاصل ہر اور ہر طرح اگر محمد نے حکم
وزندے کو قتل کیا مثلاً شکاری جتیا مارا تو حق اللہ میں غیر حکم کی جزا دیوے اور اسکے مالک کو معلوم کی قیمت دے اس واسطے کہ ضمان مالک کا باعتبار اسکے کھانا
کے ہر اور حق شرع باعتبار اسکی ذرات کے ہر قطع نظر تعلیم سے کذا فی النعم ثلثہ ای للقاتل ان یشترط یہ ہڈی یا وید مجہ بکۃ او طعاماً و یتصدق
میں ساری کل مساکین کو دینے نصف منہ و کذا فی مواکام و شعیں کا لفظ و پھر دریافت کیا چاہیے کہ جب مقتول ہر کی دو عادل قیمت شمار دیوں تو قاتل
کو اختیار ہو کہ اس قیمت سے ہر مالے اور اسکو مکہ میں جا کر فوج کرے یا اسقدر قیمت کا طعام مولے اور جہاں چاہے تصدق کرے ہر متاع کو نصف منہ
گیون یا ہر اصل کعبہ ایچا نہ صدقہ عید الفطر کے اگرچہ محتاج دمی ہر ملایا وی نے کہا کہ دمی کو دینا ہفتی کے خلاف ہر اس واسطے کہ صدقات و ہبہ کا دمی
کو دینا جائز نہیں چنانچہ کتاب الکوۃ میں کو یہ چکا کہ تیغ یہ افل الذکر منہ بل یکن تقو عا کفایت نہیں کرنا اس سے کتر دینا یا کتر دینا بلکہ اکثر دینا افضل
صدقہ ہو کتا نہ واجب صدقہ طعام کل مسکین جو مگاہر ہر مسکین کے طعام کی حوص ایک ایک دن روزہ رکھے خلاصہ یہ ہر قاتل کو تین امر میں اختیار ہر
کہ صید کی قیمت سے گائے یا بکری خرید کر کے حرم میں لایا کر فوج کرے یا اس قیمت سے شکاریوں کو مل لہوے اور ہر مسکین کو نصف نصف صاع دیوے یا ہر
نصف صاع کے ایک روزہ رکھے یعنی اگر اپنی فقیروں کو نصف نصف صاع گیون پہنچے ہوں تو پانچ روزہ رکھے اور اگر دس کو پہنچے ہوں تو دس روزہ رکھے

بکری
نصف منہ
و کذا فی
مکعبہ

اولا حتى قالوا لو تلت في ملكهم غداً نقتطعها انساناً فعليه عتمة لما لكها ونحوه مني الشرع بناء على قولهما المفتة بعد من تلك ارض الحرم
 اور قیمت واجب ہر حرم کی گھاس اور حرم کے درخت کاٹنے سے بشرطیکہ درخت غیر ملوک ہو یعنی خود چمکھا ہو بدو ن بونے انسان کے خواہ کسی کا ملوک ہو یا نہ ہو
 بیان تک فقہانے تصریح کی ہے کہ اگر بول کا درخت جسکو کیکر بھی کہتے ہیں حرم میں کسی شخص کی ملوک زمین کے اندر چمکھا اور کوئی آدمی اسکو کاٹ ڈالے تو
 کاٹنے والے پر قہر تین واجب ہیں ایک قیمت اسکی مالک کو اسلے اور دوسری قیمت حق شرعی کیواسلے اس مسئلہ کی بنا پر صاحبین رحمہ کے مفتی بہ قول پر کہ
 زمین حرم کی ملک ہو اور ارام اعظم رحمہ کے نزدیک ہیں حرم وقف ہو تو ملوک نہیں ہو سکتی و لامکتبت اشیاء بلیس من جنس ما یکتبہ الناس فلو من جنسہ فلا یفتی علیہ
 اور دوسری شرط وجوب قیمت کی یہ ہے کہ وہ جانے کا درخت نہ ہو یعنی اس قسم کا درخت نہ ہو جسکو لوگ باعتبار اپنی عادت کے بونے اور جاتے ہیں تو اگر اس کے ہم جنس ہو یعنی
 ایسا خود درخت ہو جسکو لوگ بونے اور جاتے ہوں تو اس کے کاٹنے سے اس شخص پر شرعاً مواخذہ نہیں ہاں اگر کسی کی ملوک زمین پر ہو گا تو مالک کو البتہ
 قیمت لینا لازم ہو گا کذا فی حاشیۃ الطحاوی ہم کتب فقہ علیہ الخسوس شرح ہدایہ میں صرح ہے کہ حرم کی گھاس اور حرم کا درخت دو قسم میں ایک قسم تو وہ درخت ہے جسکو
 لوگوں نے بویا اور دوسری قسم وہ ہے جو خود رو ہو جیسے اکثر جنگلی درخت تو جو انسان کا بویا ہو اسکی دو قسمیں ہیں یا ایسا درخت ہے جسکو لوگ بونے ہیں بطور عادت کے
 یا ایسا جو جسکے بونے کی عادت نہیں ان دونوں قسموں کے کاٹنے میں جزا واجب نہیں اور جو خود رو درخت ہو اسکی بھی دو قسم ہیں یا اس جنس سے جسکو لوگ
 بونے ہیں تو اس کے کاٹنے میں بھی جزا واجب نہیں یا ایسا خود رو درخت ہے جسکو انسان نہیں بوتا تو فقط اسی جو بھی قسم کی گھاس اور درخت کاٹنے میں جزا واجب
 ہے کذا فی الدرر اور اس میں اصل وہ حدیث ہے جو صحاح ستہ میں ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ جب کہ فتح ہوا تو رسول اللہ علیہ السلام نے کھڑے ہو کر
 حمد الہی کی بعد اس کے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے مکہ سے ہاتھی کیلئے اصحاب لیل کو ہلاک کیا اور اپنے رسول اور مومنین کو کوہ برسلط کیا اور کبریا کے واسطے ساعت بھر مکہ
 حلال ہو گیا پھر اسکی حرمت باقی رہی قیامت تک نہ کاٹا جائے اسکا درخت اور نہ سا یا جاوے یہاں تک اسکا راونہ کاٹی جاوے یہاں کی گلی گھاس حلال
 نہیں یہاں کی گری چیز تو عباس نے کہا مگر اذخر کے کاٹنے کی اجازت ہو ہماری قبروں اور گھروں کے واسطے تو حضرت صلعم نے فرمایا مگر اذخر یعنی اسکا کاٹنا حرام
 نہیں مگر چند بظاہر حدیث میں سوا اذخر کے کوئی گھاس اور درخت نشی نہیں لیکن فقہانے دلیل جماع کے اقسام ثلثہ مذکورہ کو مستثنیٰ کیا ہے اسواسلئے حضرت صلعم کے
 وقت سے اب تک وہاں زراعت کرنے اور کاٹنے کی عادت جاری رہی بلا اسکا رعلوہ اسکے منوع تو حرم کا درخت اور گھاس ہے تو حرم کی طرف ہی درخت اور
 گھاس کی نسبت کا مل ہوگی جو خود رو ہو اور انسان کی طرف منسوب نہیں اور جسکو انسان نے بویا خواہ اسکے بونے کی عادت ہو یا نہ ہو وہ انسان کی طرف منسوب ہو گیا
 کذا فی الہدایۃ والاختیار شرح المختار کہ مقطوعہ وورقہ لایضی بالشجرہ هذا کل قطع الشجر المفیتر لان الثارۃ اقلہ مقام لانیات چنانچہ حرم کے مقطع درخت اور تو نہیں
 سوا خود شرع کا نہیں بشرطیکہ تو بیکار تو نہ درخت کو ضرر نہ کرے اور چونکہ اس گھاس اور درخت کے کاٹنے میں کچھ جزا نہیں جو مجانس ہو انسان کے بونے کا لہذا حلال ہے کاٹنا
 اسی قیمت کا جو بھٹتا ہو اسواسلئے کہ اسکا بھٹنا قائم مقام ہے اس کے بونے اور جانے کے قیمتہ کی ماذکور لہما جف او انکسر لحدی الثیاء او ذہب نحو کافون
 او ضرب منسوط لحدیہ امکان باختیار عند کاندہ تبصر واجب ہے قیمت اس چیز کی جسکے برائے گھاس کے یا مقطع یا کسے یا بیلچے ہونے سے جس سے مال کا کورا
 میں چنانچہ تفصیل انکی ترجمہ میں مفصل مذکور ہو چکی مگر جو گھاس یا درخت خشک ہو گیا یا ٹوٹ گیا تو اس کے قطع کرنے میں قیمت واجب نہیں بسبب عدم منسوبیہ اسلئے کہ جب درخت
 میں نمونہ ہو تو وہ درخت نہ راجح ہو گیا یا درخت ضائع ہو گیا بسبب کھنڈے یا خیمہ کاڑنے کے اسواسلئے کہ ایسے امور سے بچا ممکن نہیں اور دوسری علت یہ کہ
 اسلئے سے ضائع ہونا یا طبع سے نہ بالاصالت والحدیۃ لا یضی بالشجرہ اور باعتبار درخت کی خبر کا یہ نہ شاخ کا لیکن اگر ایک درخت کی جڑ حرم میں ہو اور ضامن
 اسکی حل میں تو وہ درخت حرم کا ہے اس کے کاٹنے سے قیمت مینا واجب ہو گا اور اگر کھڑا اسکی حل میں ہو اور ضامن حرم میں تو وہ حل کا درخت ہے نہ جسم کا
 و بعضہ لای لا یصل کھڑا جیسا انہیۃ اور تھوڑی جڑ کا ہونا حرم میں تمام ہر جڑ کے برابر جڑ کا ہونا حرم کے والحدیۃ لکان الطیونان کانت

اور اس وقت میں یعنی جبکہ محرم مالک ہی نہ ہو تو محرم نہ لیا گیا صید کو اس شخص سے جس نے اس سے لے لیا اگرچہ چل میں ہو کذا فی الطحاوی والصدیق کا بکلمہ
 المحرم بسبب اختیاری کثیر و ہبہ بل السبب جود السبب المحرم فی احد عشر مسئلہ مسبوطہ فی الاشارة لذلک قال تبعاً للبحر المحیط کا لا یتجدد جعلہ
 فی الاشیاء بالانقضاء لکن فی التبع عن السراج انه لا یملک بالملکات دھو الطاہر اور صید کا مالک نہیں ہوتا محرم اختیاری سبب مانہ بیع
 اور ہبہ و وصیہ و ہبہ کے لئے اختیاری سبب مالک ہوتا ہی اور جبری سبب کا اصل ہوتی ہی گیا رہ سبب نہیں ہوتا شہادہ میں مستحکم
 ہیں اسیر اسطیغہ باتباع مجاز الواقع عن المیہ صنف جبری سبب کی مثال دی کہ جیسے وراثت یعنی محرم صید کو بوارثت المیہ مالک ہوتا ہی اور اسکو اشہاد میں
 صاحب بحر نے اتفاقی قول قرار دیا لیکن ہر الفائق میں مرجع سے منقول ہے کہ محرم صید کو میراث سے بھی مالک نہیں ہوتا اور یہی قول ظاہر اس واسطے کہ
 محرم کے حق میں صید محرم یعنی ہر سبطاً لقولہ تعالیٰ (وَحَرَامٌ عَلَیْکُمْ صِیدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرَّ مَا شَارَحَ نے اشارہ کیا کہ ماں کا قول خلاف
 ظاہر تو میں میں داخل کرنا اسکا مناسبت تھا فان قتله محرم اخوانہ مسئلہ صفینا جازین الاخذ بالاختیار یا اقتل پھر اگر محرم کے پکڑے
 صید کو دوسرے بالغ مسلم محرم نے قتل کیا تو دونوں محرم ہوا جزا کا ضمان دین پکڑنے والا محرم تو پکڑنے والی جزا سے اور قاتل قتل کرنے کی ہم محرم قاتل میں جیسے
 بالغ اور مسلم کی قید شارح نے لگائی و سیاہی عاتل کی بھی قید لگانا تھا کہ بخون نکلتا جیسے ضعیف اور نصرانی دونوں قید و کھل گیا کذا فی حاشیہ
 الطحاوی و جمع اخذ علی تالیہ لاندہ قود علیہ ما کان بغير سقوط اور پکڑنے والا محرم قاتل محرم سے پھیر لے جسقدر کہ اُس نے ضمان دیا اس واسطے
 کہ قاتل نے پکڑنے والے پر اسکو ثابت کر دیا جو معرض سقوط میں تھا یعنی اگر قاتل اسکو قتل نہ کرتا اور پکڑنے والا صید کو چھوڑ دیتا تو جزا ساقط ہوجاتی اور جبکہ
 قاتل نے اسکو قتل کر دیا تو اب جزا پکڑنے پر متعین ہو گئی و هذا ان کفر بآل وان یصوم فلا علی ما اختیاریہ الکمال لاندہ یغیر شیعہ اور یہ پھیر لیا
 قاتل سے اس شرط پر جبکہ پکڑنے والے نے مال کا کفارہ دیا ہو اور اگر اسے اسکی جزا میں رخصت رکھے ہوں تو پھر لینا نہیں ہو چکا بنا براس قول کے
 جسکو کمال الدین بن الہمام صاحب فتح القدر نے پسند کیا ہی اس واسطے کہ اُسے کچھ ڈانڈ نہیں دیا جسکو پھیرنے اور زمین سے بھی اس قول پر یقین کیا
 ہی اور محیط میں متقی سے ہی قول صحیح ہے کذا فی المنع ولو کان القاتل بھیمۃ لا یجوز علی ذبحہا و وصیاً او ذبوا فیما فلا یجوز علیہ لہ تعالیٰ و لکن یجوز الاخذ
 علیہ بالقبضۃ لاندہ یلزم حقوق العباد دون حقوق اللہ تاکہ اگر صید حرام کا مار ڈالنے والا جانور ہو تو اسکا مالک نہ پھیرے اور اگر اسکا قاتل
 اگر کا ہو یا نصرانی یا نصرانی سے کافر ہی تو اس پر جزا واجب نہیں بنا برحق اللہ کے لیکن محرم صید کا پکڑنے والا کافر سے اسکی قیمت پھیر لے اس واسطے کہ
 کافر پر حقوق العباد لازم ہیں نہ حقوق اللہ دکل ما علی المفردہ بدہم بسبب جنایتہ علی احرامہ یعنی بفعل شیء من محظوراتہ لا مطلقاً اذ لو ترک
 و اجبات الحج او قطع نبات الحرم لم یعد الجناۃ لاندہ لیس جنایۃ علی الاحرام علی الفاروق و مثلاً مقتضی ساق الہدے دمان
 اوجس قصو میں نہناج کرنے والے پر ایک خون واجب ہوتا ہی بسبب احرام کے جنایت کے تو اس فعل میں قاتل پر دو خون واجب ہوتے ہیں ایک حج کا
 خون اور دوسرا عمرے کا خون اس واسطے کہ قاتل دو احرام کا محرم ہی اور جنایت احرام سے اس چیز کا کرنا اور وہی جو احرام کے منوعات سے ہی نہ ہر طرح کی
 جنایت اس واسطے کہ اگر نہناج کرنے والا کوئی واجب فعل حج کے واجبات سے ترک کرے یا حرام کی گھاس گائے تو اس پر ایک خون واجب ہو گا اور جبکہ قاتل اس
 واجب کو ترک کر گیا تو اس پر جزا مستعد نہ ہوگی یعنی دو خون لازم نہ آویں گے اسلئے کہ یہ جنایت احرام پر نہیں اور قاتل کے سنا نہ نہ جزا میں وہ تمنع ہی جو
 ہدیٰ کو ہانک لیچلا اسواسطیکہ وہ بعد عمرے کے احرام نہیں اتار سکتا بدون حلق یوم الحج کے و کذا الحکم فی الصدقۃ منشی ابضا لجنایتہ
 علی احرامہ اور ایسا ہی حکم ہی وجوب صدقہ میں تو صدقہ بھی دہرا واجب ہو گا قاتل پر بسبب قصور کرنے کے اپنے دو احرام پر لہذا لہذا البقا
 غیر محرم استثناء منقطع علیہ ثم اذ لا نہ حبیب اللہ ہارین مگر اُسے بڑھنے میں میقات بدون احرام کے تو اس پر ایک خون لازم ہی اس واسطے کہ

اسوقت میں وہ فارغ نہیں کیونکہ ہنوز اسے احرام نہیں باندھا تو یہ اشتنا منقطع ہے کہ صدہا میں داخل نہیں ہوگا۔ لیکن حدیث میں ہے کہ اگر وہ حرم میں داخل ہو گیا اور اگر وہ حرم نے ایک صید کو قتل کیا تو جزا مستعد ہوگی بسبب تعدد نفس کے یعنی حرم دو ہیں تو جزا بھی دو لازم ہوگی۔ ولو حلّ لکان صید الحرام کا
کھانا الحل اور اگر وہ حرموں نے صید حرم کو قتل کیا تو جزا مستعد نہ ہوگی۔ بلکہ جزا لازم ہوگی بسبب اتحاد محل کے یعنی صید ایک ہی تو جزا
بھی ایک ہی ہوگی۔ و یطیٰ بیحرم صیدا کذا کل تصرف وثبوته این اصطلاحات جو محرم ولادۃ سے منع فاسد اور بیحرم محرم کا صید کو باطل ہو اور
اسی طرح جمیع تصرفات مذکورہ در وصیت کے باطل ہیں اور محرم کو اسکا خرید کرنا بھی باطل ہے اگر کسی نے اسکو اللہ عزوجل کے حرام میں پڑا ہو اور اگر احرام کی حالت میں
نہ گرفتار کیا ہو تو بیحرم فاسد ہو قتل و قبض مشتری قطع فی یدہ خلیفہ و علی المائتہ الخیراء سوا اگر فقہ کیا مشتری نے صید پر پھر وہ اسکے ہاتھ میں ملا
ہو گیا تو مشتری پر اور بایع پر جزا واجب ہے اگر دونوں محرم ہوں اور اگر ایک محرم ہو گا تو فقط محرم پر جزا لازم ہوگی کذا فی المنہج فی الفاسد یضمن قیمتہ
ایضا حکما مسئلہ اور بیع فاسدین مشتری قیمت کا بھی ضامن ہوگا وجوب جزا کے ساتھ چنانچہ مذکور ہو چکا ہے ایک شخص نے قبل حرام کے صید حرم کو
گرفتار کیا اور بعد احرام کے بیجا اور مشتری کے پاس نہ صید مر گیا تو مشتری پر جزا بھی واجب ہوگی اور بایع کو ثمنیت کا بھی دینا پڑے گا اسواسطیکابائع اسکا
مالک تھا بخلاف بیع باطل کے کہ سیمن بائع مالک نہیں ہوتا لہذا انہیں مشتری پر ضمان قیمت کا نہیں یہ حکم اس صورت میں ہے جبکہ مشتری محرم ہو اور اگر محرم
نہو گا تو اسے فقط قیمت دینی لازم ہوگی نہ جزا کذا فی المنہج والحق لا بد کے و کذا ت طلبیۃ بعد ما اخرجت من الحرم وما تاخر صیداً ہر فی جنی حرم سے نکالنے
کے بعد اور مان اوپر اسکا دونوں مر گئے تو نکلانے والا دونوں کا ضمان دے اسواسطے کہ صید حرم کا بعد اخراج کے بھی جس شخص سے ہر امن کا شرعاً ولذا اسکا حرم نہیں بنانا
نیا واجب ہے تو صفت شرعی اس کی اسکے پیچ میں بھی سرایت کر گئی تو دونوں کا ضمان برابر لازم ہو گیا دین ادنیٰ خواہا ہی لام شدہ ملکت لم یخیر
ای الولد عدم سترایہ الامتن حیثین ذہل عجب ردھا بعد الاداء الظاہنم اور اگر سرہنی کی جزا اسنے ادا کی پھر وہ جہنمی تو سچے کی خزانہ سے سبب
سراست کرنے اس کے اسوقت یعنی جبکہ ان کا بدلہ ادا کیا تو وہی مستحق اس سے ہوئے میں کہ اسے کو اس سرایت کر گیا اور بعد ادا کر کے سرہنی کی جزا کے کیا
واجب ہے اسکا پورا نچا دینا حرم میں طاس جواب ہے کہ ہاں واجب ہے کذا فی التمراتی مسیلم بالذبح والحج ولو نفلا والعرۃ فلو لم یرد واحدًا منه ولا یحب
علیہ ثم یجادۃ المبیقات وان وجب حج او عمرہ اذا ابزاد دخول مکة او المحرم علی ملسانی فی الثبت فویبا وجاز وقتہ ظاہر ما فی النہود عن البدائم
اعتبار الکرادۃ عند المجادرۃ ثم احرم لزمتہ دم کما اذا لم یجرم آفاق سلم بالغ نے حج کا ارادہ کیا اگرچہ نفل حج یا عمرہ کا قصد کیا اور یہاں تک
اسکے بڑھ گیا پھر اسے احرام باندھا تو اسے فرج کرنا لازم ہوا چنانچہ احرام نہ باندھنے میں لازم ہے اور اگر حج یا عمرہ کا ارادہ کیا تو بلا احرام میقات سے آگے
بڑھنے میں فرج کرنا واجب نہوگا اگرچہ حج یا عمرہ واجب ہوگا جبکہ دخول مکہ یا حرم کا ارادہ کر گیا چنانچہ میں یہ مسئلہ غریب نہوگا اور نہ الفائق میں
جو بذائع سے منقول ہے اسکا ظاہر مطلب یہ ہے کہ میقات سے بڑھنے کیوقت ارادہ کا اعتبار ہے یعنی بعد مجامدت میقات کا ارادہ معتبر نہیں بلکہ عادی
میقات ما ثم احرم او عاد الیہ حال کو نہ یحرّم ما دلشہ عن نسک صفۃ لحم کطوف ولو شرط اذ انما قال لبی لان الشرط عند الاحرام فجدید التلبیۃ
وعند المبیقات بعد العود الیہ خلافاً لیسما سقط مدہ پھر اگر لیل آبائی میقات کی طرف پھرتے وہاں احرام باندھا یا ایسا محرم ہو کر میقات کی
طرف ہلٹ آیا جسے کوئی عبادت ہنوز نہیں شروع کی مثلاً طواف کا ایک شرط بھی نہیں کیا اور میقات پر لیبیک بولا تو فرج کرنا اسے سے سابقہ ہو گیا
باتن نے لیبیک کہنے کو اسواسطے کہا کہ امام اعظم رحمہ کے نزدیک دوبارہ لیبیک کہنا میقات کے پاس بعد پھرنے کے شرط ہے کہ بدون اسکے فرج کرنا ساقد نہیں رہتا
بخلاف صاحبین رحمہ کے کہ ان کے نزدیک تجدید تلبیہ سقوط دوم میں شرط نہیں میقات کی طرف ہلٹ آنا کافی ہے ولا فصل عودہ الا اذا خاف فوت الحج
اور افضل ہے بلٹ آنا میقات کی طرف مگر جبکہ خوف ہو حج کے فوت ہونا تو نہ پھرے والا ہی دان لم یبدأ دعاء بعد شروع ولا یسقط الدعاء اگر میقات

اور پھر ذبح کرنا واجب ہے بہ سبب تک کرنے کے اور حج اور عمرہ واجب ہے اس واسطے کہ مکی مذکر اس کے مانند جو کجا حج فوت ہو گیا اور نفاس حج عمرہ کے احرام اتمدا پر اور
دوسرے سال حج قضا کرنا ہی نہیں بلکہ اگر مکی مذکور اسی سال حج کر گیا بعد عمرہ کرے تو دوسرا عمرہ اس پر سے ساقط ہو جائیگا اور اگر عمرہ کو ترک کر گیا حج کو تو غنط عمرہ کی
قضا کرے کذا فی المنح فلو انتم صحت و اساء و ذبح و هو دم حرم فی الا فانی دم شکر سوا اگر مکی مذکور نے حج یا عمرہ ترک کیا بلکہ دونوں کو ادا کیا تو یہ
صحیح ہے اس واسطے کہ جب ان التزام کیا تھا اسکو ادا کیا لیکن اگر ایک نہ منع کا م کیا اور ذبح کرے اور یہ ذبح کرنا جب نقصان کی واسطے ہے تو خود نکھارے اور افاقہ کے حج ادا
عمرہ کو جمع کرے ذبح کرنا واسطے شکر کے تو خود اسکا کھانا جائز کر کذا فی المنح و من اخوم مج و حج تقد احرام یوم النحر با خرفان کان قد خلق للذول لومہ لا خرفی
العام المقابل بلادیم لا نسیجاء الاول اور جس نے حج کا احرام باندھا اور حج کو ادا کیا پھر یوم النحر میں دوسرے حج کا احرام کیا تو اگر سر مندا چکا ہوا دل حج
کی واسطے تو دوسرا حج اس پر لازم نہیں اور دوسرے سال میں بلا وجوب ذبح اس واسطے کہ پہلا حج تمام ہو چکا تو یہ شخص باعتبار ادا کر نیکی جاسم بین الاحرامین نہ ٹھہرا کر ذبح کرنا
اس پر واجب ہو کذا فی المنح عن البحر ولا یخلق للذول نہ دیم نصیحتہ بہ لبعثہ المواتی ولا یجانبہ علی احرامہ بالتقصیر والتاخیر و اگر حج اول کے
واسطے سر مندا یا تو دوسرے سال اس پر دوسرا حج لازم ہو گا ساتھ ذبح کر نیکی بالون کو کتر ابو یا نہ کتر ابو ماتن نے بلفظ تقصیر اس واسطے تعبیر کی تاکہ یہ مسئلہ عورت کو بھی
شامل ہے ذبح کرنا اس واسطے واجب ہو کہ اس نے جناب تکمال کتر نے اپنے دوسرے حج کے احرام پر یا واسطے تاخیر کے واجب ہو ام جبیم النحرین قبل حلق کے دوسرے
حج کا احرام کیا تو ہر طرح سے اس پر ذبح کرنا لازم ہو گیا اس واسطے کہ وہ حال سے خالی نہیں کہ اول حج کے احرام اتارنے کو اسے سر مندا یا یا نہیں سر مندا یا تو حج
ثانی کے احرام پر خیانت واقع ہوئی اس واسطے کہ ذبح کرنا لازم ہوا اور اگر سر نہیں مندا یا تو اول حج کی عبادت میں یعنی یوم النحر کے سر مندا نے میں تاخیر واقع ہوئی
تو بھی ذبح کرنا لازم ہو گیا کذا فی المنح و من فی بجمہ الا الخلق فا حرام باخر من ذبح الا صل ان الجمع بین الاحرامین احسن من مکہ کا تحریما قبل ذبح الدم لا یجوز
فی ظاہر الودایۃ فلا یلزم ذبحہ کعمرہ او کیا سو سر مندا نیکی پھر دوسرے عمرہ کا احرام کیا تو وہ ذبح کرے اہل یہ کہ وہ عمرہ کے دو احراموں کو جمع کرنا مکروہ تحریمی ہے
اس واسطے ذبح کرنا لازم ہے اور دو حج کے احراموں کو جمع کرنا ظاہر الروایت میں مکروہ نہیں کذا فی البحر عن المحيط لندا اس میں ذبح کرنا واجب نہیں اور غایۃ البیان میں جو
دو حج کے احراموں کو حرام اور بدعت کہا ہے صاحب بحر الرائق نے کہا وہ سہو کی کذا فی المنح افاقہ احرام مجتہدین حیرۃ لواءہ وصاروا نامسینا کا حرام و الذی بطل
عمرتہ بالوقوف قبل افعالیہا لہا کذا فی شرح مرقیۃ علی المجتہد لا بالتوجہ الی عرفۃ آفانی نے حج کا احرام کیا پھر عمرہ کا احرام کیا تو
دونوں اس پر لازم ہوئے اور یہ شخص قارن بدکار ہو گیا چنانچہ گزرا اور اس واسطے باطل ہو گا عمرہ اسکا سبب قون عرفات کے قبل افعال عمرہ کے اس واسطے کہ
عمرہ مشروع نہیں حج پر مرتب ہو کر نہ باطل ہو گا عمرہ عرفات کی طرف متوجہ ہوئی ہے سوا اگر بدون وقوف کے عرفات کی طرف سے پھر آدے اور عمرہ اول کر کے حج کرے
تو ممکن ہے کہ ان فی الطحاوی قان طاف لہ طواف القدوم ثم اخروا لہا مضی علیہا ذبح و هو دم جید و ندب و فضا لیتا لک بظاہر فان رخص قضی لقصۃ
الشرع فیما دانی ذمما لوقضیہا پھر اگر آفاقہ نے حج کا طواف القدوم کیا پھر عمرہ کا احرام کیا پھر دونوں کو ادا کیا تو ذبح کرے اور یہ ذبح کرنا واسطے جبر نقصان کے ہے کہ
کہ حج کے افعال میں عمرہ داخل کر دیا اور جب ترک کرنا عمرہ کا اس واسطے طواف القدوم کر نیے حج متا کر ہو گیا سوا اگر اسے عمرہ ترک کیا تو اسکی قضا کرے بعد حج کے
اس واسطے صحیح ہونے شروع کے اور ذبح کرے بہ سبب تک کرنے عمرہ کے حج فاعلا بعد یوم النحر و فی ثلثۃ ایام بعدہ لا یتمہ بالشرع لکن مع کواہۃ النحر بعد و فضیلت
وجوباً تختصا من لا یدر و فضیلت مہ دیم للوقوف بان مضی علیہا و علیہ دم لا ذکایہ انکواہۃ فہو دم جید ایک شخص نے حج کیا پھر عمرہ کا احرام کیا یوم النحر
میں یا اس کے بعد کہ میں نہیں تو عمرہ کرنا اسکو لازم ہو گیا بہ سبب شروع کے لیکن اگر است تحریمی کے ساتھ اس واسطے کہ افعال حج سے مندرغاث نہیں و لاند عمرہ بترک کرنا
واجب ہے بالاس گناہ سے نجات ہوا اور عمرہ کی قضا کیجاوے ساتھ ذبح کر نیکی ذبح واجب ہے بہ سبب ترک کے اور اگر عمرہ کو ترک کرے اور اسے تو صحیح ہو گا
اور پھر ذبح کرنا واجب ہے کا بہ سبب تکب ہونے اگر است کے تو یہ ذبح جبر نقصان کی واسطے ہے فانی المجتہد اذا احو قریہ او بها و حبب الرض لان الجمع

بین احرامین محتبئن اور عمرتین غیر مشروع فائت الحج نے جبکہ دوسرے حج یا عمرے کا احرام کیا تو اس پر احرام ثانی کا ترک کرنا واجب ہے اسلوبیکہ دو حج کے احراموں کو اور دو عمرے کے احراموں کو جمع کرنا مشروع نہیں ہے دو حج کے احرام تو ظاہر میں ایک احرام اس حج کا جو فوت ہو گیا اور دوسرا احرام حج ثانی کا اور دو عمرے کے دو احرام ہونے کے باوجود احرام تو یہ جو بعد فوت حج کے کیا اور دوسرا احرام اس طرح کہ فائت الحج عمرہ کر کے احرام سے باہر آتا ہے چنانچہ بعد اسکے مذکور ہوتا ہے ولما فات الحج بقى فی احرامه فیلزم ان یحلل من احرام الحج بانفعال العمرة ثم بعدہ یفیض ما اخرج به لصفحة التذرع ویدفع للنفل قبل ان یدلوا بتذرع وحرکات اس کا حج فوت ہوا تو احرام اس کا باقی رہا تو اس پر لازم ہے حج کا احرام اتنا زاعر کے افعال کو کہ پھر بعد اسکے تصدق کرے اس کی جس کا احرام کیا اس واسطے کہ شروع کرنا اس کا صحیح تھا اور حج کرے اس واسطے کہ سبب ترک کرنے احرام ثانی کے وہ سہل ہو گیا اسکے وقت سے پہلے یعنی واجب تو یہ تھا کہ بعد افعال حج ثانی کے یا عمرہ کے احرام ثانی سے باہر آتا لیکن سبب عدم مشرعت جمع میں احرامین کے احرام ثانی کا ترک واجب ہو گیا لہذا فرج کرنا لازم ہوا واللہ اعلم فی حاشیہ الطحاوی

باب الاحصاء

هو لغة المنع وشرعا منعه عن دکن یہ ماہر احصار کے احکام میں احصار لغت میں معنی منع اور جس کے ہوا اور اصطلاح شرع میں احصار عبارت ہے منع کر کے خواہ حج کا کن ہو خواہ عمرے کا اکثر کتب فقہ میں منع وقوف اور طواف کو احصار قرار دیا ہے لیکن اس میں عمرہ داخل نہیں ہا حالانکہ عمرہ میں بھی احصار تھا تو لہذا شائع کرنے احصار کی تعریف منع کر کے کی تا عمرہ بھی داخل رہے اور اذا اخصی بعد رد و عرض او موت فحرم او هلك نفقه حلال التخلل جائز محرم نہ ہو جائز سبب دشمن یا بیماری کے یا محرم یا زوج کے مرجع سے عورت محرم نہ ہو جاوے یا خراج کے ملاک ہو جائے تو حلال ہے اس کو تخلل یعنی احرام کا اتنا زاعر و تمن عام ہے کہ قادیانی ہو یا غیر اسکے اور ہ بیماری مانع ہے جو جانے اور سوار ہوئے سے زیادہ ہوتی ہو اور ملاکی نفقہ راہ میں اس شرط سے مانع ہے کہ تبدیل چلنے کی قدرت نہ ہو بعد شروع کے اور اگر تبدیل چلنے پر قادر ہو تو مانع نہیں اگرچہ گھر سے تبدیل جاننا حج کی واسطے لازم نہیں جیسے حج نفل استبدال نہ نہیں لیکن بعد شروع کے لازم ہے اور یہ قول محمد کا ہے کہ کذا فی الحیط اور ابو یوسف نے کہا کہ اگر نفل تبدیل چلنے پر قادر ہو اور آئندہ خوف ہو عاجزی اور تھک جانا کا تو اس پر حج لازم نہیں کہ فی النہر فحیت بعث المفرد دقا او قیمتہ لی یحید بنی محرم حتی یجد او یحلل بطوف وعینا ثانی انہ یقوم بالدم بالطعام ویتصدق به فان لم یجد سامع کل نصف صاع یوماً جب رات مذکورہ سے محرم حج کو نہ جائے تو اس وقت میں تنہا حج کا کرنے والا ایک شخص یعنی ایک بکری یا بھیڑ حرم میں بھیجے یا اس کی قیمت واد کرے تاکہ خرید کر کے حرم میں ذبح کی جاوے سو اگر بکری یا اس کی قیمت تیار نہ ہو تو محرم بنا رہے یہاں تک کہ پاوے یا عمرہ کا طواف اور سعی مقام وہ کی کر کے احرام اتنا رہے اور ابو یوسف سے منقول ہے کہ بکری کی قیمت اناج سے کی جاوے اور اس کا صدقہ دیا جاوے ہر سیکس کا نصف صاع سو اناج بھی تیار نہ ہو تو ہر نصف صاع کی عوض ایک ایک دن روزہ رکھے م طحاوی نے کہا کہ یہ روایت ابو یوسف کی ضعیف ہے بہتر یہ تھا کہ شراح اس کو مذکور نہ کیا ولقانون دمنین اور قارن دو کمران روزانہ کرے حرم کو ایک بکری حج کے بدلے اور دوسری عمرے کے احرام کے عوض فلو تعنت و لحدام یحلل عنہ سو اگر قارن ایک بکری بھیجے ایک احرام کی واسطے تو اس احرام سے باہر ہوگا اس واسطے کہ مشروع یہ ہے کہ دونوں احراموں کی بیکاری خلیج ہو تو احرام کو قائم رکھنا اور دوسرے کو اتنا زاعر مشروع ہے کذا فی الطحاوی ووعین بوم الذبح لیعلمہ مستے یحلل او عین کرے حج کا دن کہ ظانی تاریخ ہدی کو ذبح کرے تا معلوم رہے کہ کب احرام اتنا زاعر اس واسطے کہ تخلل قبل ذبح کے جائز نہیں وبقی جہ فی الحرم وبقی بوم الذبح خلافا لہما اور ذبح ہدی کو حرم میں اگرچہ ذبح یوم النحر سے پہلے ہو ان حواف صابن رحم کے نزدیک اصح حج میں یوم النحر سے پہلے ذبح کرنا جائز نہیں لیکن عمرہ کے احصار میں جائز ہے ولولہ یفعل ورجع الی اہل بدیر یحلل و صبر طحاوی خال الخوف جاز فان ادرك الحج منہا و تعنت و لا یحلل بالعمرة لان التخلل بالذبح انما هو الضار و لا یحکم لا یحکم خافہ فیشق علیہ ذلیعی اور اگر محرم محض نے ہدی کو نہ روانہ کیا اور اپنے گھر میں یا احرام باندھے یا احرام باندھے ہوئے

بہار

وہیں ٹھہرا یا یہاں تک کہ خوف زائل ہو گیا اور مانع مرتفع ہوا تو جائز رہے بعد زوال خوف اور مانع کے اگر حج کو پایا تو کیا خوبیات ہی اور اگر تو محرم حج کا جائز ہوا تو عمرہ کے احرام کو اتارے اس واسطے کہ حج کرے احرام کا اتارنا سبب ضرورت کے تھا تاکہ احرام کی مدت نہ راز ہو جاوے کہ اگر بشرط کل ہر جاوے کذا فی الزیلعی و بدیعہ عین ولہ بلہ خلق و تفصیل اور یہ کہ حج کرنے سے احرام خارج ہو جائے اگرچہ سر نہ نہایا ہو اور بالکل نہ لے کر لے ہوں لیکن خلق افضل ہو کذا فی المنہج فلو طقت ذبحہ ففعل کا محال قطعاً کہ نہ یذبح و نہ یحرم فی حل لہ جہا و ما جئے پھر اگر محرم نہ ہوئے ہئی کہ حج ہو جائے ناگاہ کیا ہو ممنوعات احرام سے کوئی فعل کیا جسے غیر محرم کرتا دیکھنا ہر وہ کہ ہئی ذبح نہ ہوئی تھی یا صل میں ذبح ہوئی تھی نہ حرم میں تو اس پر اپنی جانب کرنے کی سزا لازم ہوگی و حجت علیہ ان حل من حجہ ولو نقلہ حجۃ بالشرع و عدمہ للخلل ان لم یحرم من عامہ اور اگر حج کا احرام اتار ہی اگرچہ نفل ہی حج ہو تو اس پر حج واجب ہے سبب شروع کرنے کے اور عمرہ واجب سبب بطل کے بشرطیکہ اس سال حج کیا ہو اور اگر بعد زوال نفل کے اسی سال حج ادا کیا تو فقط حج لازم ہو گا نہ عمرہ کذا فی الطحاوی و علی المحترم عمرہ اور عمرہ کا احرام باز ہونے والا اگر دیکھا جاوے تو اس پر فقط ایک عمرہ واجب ہے و علی الفارید حجۃ و عمرتان احداً لہما للتحلیل اور فاران نزدیک حج ادا ہو کر واجب ہیں ایک عمرہ سبب بطل کے اور دوسرا قرآن کا مفسرین اسکو اختیار کر چکے ہیں قرآن کریم سے چھ تینوں کو علویہ علیہ فضلہ کر کے کذا فی الطحاوی فان بعث ثم ذل الاحصار وقد لا علی ادراک الحد و الحج معاً وجباً پھر اگر محض ہئی کو روانہ کیا بعد اسے احصا زائل ہو گیا اور قادی ہئی اور حج کے پانے پر ساقی تو اس پر واجب ہے کہ حج کرنے کو روانہ ہو اور اس وقت تک ہرگز جائز نہیں احرام سے خارج ہونا ہئی بھیجا اس واسطے کہ ہئی بھیجے اور لا تھا حج کا اور حال انکے اب خود اہل بر قادی ہو گیا تو عوض کا کچھ اعتبار نہ رکھنا کذا فی المنہج ولا یقدر علیہ ما لا یلزمہ التوجہ وھی ربا عتہ اور اگر ہئی اور حج کے پانے پر ساقی قادی ہو تو اس پر روانہ ہونا لازم نہیں اور یہ مسئلہ باعی سے فیض چار صورتوں کا محتمل ہے پہلی صورت یہ ہے کہ ہئی اور حج دونوں باوجود دوسری صورت یہ ہے کہ دونوں کو نہ پاوے تیسری صورت یہ کہ فقط ہئی کو پاوے نہ حج کو جو بھی صورت یہ کہ فقط حج کو پاوے نہ ہئی کو جو بھی صورتیں جاننا لازم ہے اور باقی تین صورتوں میں لازم نہیں لیکن اگر تحلیل کیواسطے جاوے اور عمرہ کرے تو جائز ہے کذا فی المنہج اور چونکہ امام کے نزدیک حج کرنا قبل یوم النحر کے جائز ہے تو ادراک ہر حج کا بدو نہ ہر کے ممکن ہے اور صحابین حج کے نزدیک ادراک حج کو ہئی لازم ہے اس واسطے کہ ان کے نزدیک قبل یوم النحر ذبح کرنا جائز نہیں کذا فی شرح الوقایہ وکلا احصار بعد ما وقف بعثتہ لہ من القواف اور احصار نہیں بعد وقوف عرفات کے اس واسطے کہ بعد وقوف عرفات فوت ہو جانا حج کا متصور نہیں تو اس میں حاصل ہو گیا پھر اگر بعد وقوف عرفات کے احصار قائم رہا تو ترک اجابت سے بنے وقوف مزدلفہ اور رمی جبار کے ترک سے ذبح کرنا لازم ہو گا اور اس طرح تا خبر خلق اور طواف الزیارتہ سے ذبح لازم ہو گا کذا فی الطحاوی و لا یمنع و لو بکلمۃ من اللہ کتب محض علی حد و رخص کہ دو رکعت یعنی وقوف عرفات اور طواف الزیارتہ سے روکا جاوے اگرچہ وہ کہ میں ہو وہ محض قبول الصبح والقیام علی احد ہما لا اطاق الوقوف فلتتمام حجہ بہ و اما علی الطواف فلتخللہ بہ کما تروہ و رجو کہ قادر ہو یا نہ کن پر وہ محض نہیں خود وقوف عرفات قادی ہو وہ اس واسطے محض نہیں کہ وقوف سے حج تمام ہو گیا اور جو طواف پر قادر ہو وہ اس واسطے محض نہیں کہ وہ طواف کرنے سے احرام سے خارج ہو گیا چنانچہ مذکور ہو چکا کہ طواف اصل ہی تحلیل میں اور ذبح کرنا بدیہ کا اسکا بدلہ ہی اصل کے ہوتے بدلہ کی کچھ حاجت نہیں

باب الحج عن الغير

یہ باب ہی غیر شخص کی طرف سے حج کرنے کا یعنی بطور نیابت کے دو طرح سے حج کرنا اولاً اصل ان کل من ائی بعبادۃ مالئۃ جعل تو ابوالغنیۃ و ان لہا عند الفعل لنفسہ نظائر لادۃ اصل ہی کہ جو شخص کوئی عبادت کرے نماز یا روزہ یا خیرات یا قرأت قرآن یا ذکر یا حج یا عمرہ یا طواف یا اور نیکیاں تو اسکو جائز ہے کہ اسکا ثواب غیر شخص کے واسطے کر دے اگرچہ عبادت کرنے کی بوقت اپنی ذات کیواسطے نیت کی ہو یہ اصل

ترجمہ اردو و تفسیر جلد اول

کتاب الحج میں اموات کی ایصال ثواب کا منکر ہو گیا ہے اور اسکو مذہب اہل حق اور اہل عدل کا ٹھکانہ ہے اور آیات اور احادیث ثواب سانی کو تاویلات بعیدہ کر کے نکال کر پھیرا کر کذا فی الخطاوی الہی بہ محمد وآلہ بکرمہ صراط مستقیم پر ثابت رکھنا اور تعصب اور کج فہمی سے بچنا اور مرنے کی بوقت اس عاجز مسکین کی دلگیری کرنا انہیں

العبادة المالیة لوزنة وكفاية تقبل النيابة عن المتكفف مطلقاً عند القدرة والعجز ولو الدائبة فعیالات العبرة لنية الموكل ولو عند دفع اوکیل عبادت الی جیسے زکوٰۃ اور صدقہ فطر اور عشر اور نفقات اور کفارہ اعتاق اور اطعام اور کسوۃ نیابت کو قبول کرتی ہے مگر کبیر سے بہ طرح کی علت کی بوقت بھی اور عاجز ہونے کے وقت بھی اگرچہ نائب کا نزدیکی ہو اسواسطے کہ موکل کی نیت کا اعتبار ہے اگرچہ موکل نے وکیل کے دینے کی بوقت نیت کی ہو تو بھی صحیح ہے ہم عبادات مالی میں نیابت اسواسطے جائز ہے کہ عبادات مالیہ میں آزمائش مالدار اور دفع حاجت محتاج مقصود اسلی ہے یہی عبادت کے فعل میں بھی حاصل ہے اور ہم چند عبادت میں نیابت کے صحیح نہیں اور کافر ذمی اہل نیت کا نہیں لیکن جب نیابت کی نیت معتبر نہ ہو تو نیابت کی تو مسلم اور ذمی نیابت میں دونوں برابر ہو گئے اور نیابت کو اختیار نیابت کے دینے کی بوقت نیت کرے یا جب نائب محتاج کو دینے لگے اسوقت نیت کرے یا دریں میں ایسی عبادت کے نیت کرے کذا فی المنع والخطاوی والنسروالبدن نیۃ لصلاوة وصیوم لا تقلیداً مطلقاً اور عبادت بدنی جیسے نماز اور روزہ اور اعتکاف اور قرآن قرآن اور اذکار نیابت کو نہیں قبول کرتے بہ طرح سے نہ قدرت میں نہ عجز میں اسواسطے کہ عبادات بدنیہ میں عرض صلی یہ ہے کہ انفعال مخصوصہ سے روح اور بدن پر محنت اور مشقت بڑے تاکر روح کو صفائی اور قرب الہی حاصل ہو تو بہ احوال نہیں ہو سکتا نائب کے فعل سے جب تک کہ خود نکرے لہذا اس میں مطلقاً نیابت جائز نہ ہوئی نہ قدرت میں نہ عجز میں اور یہی مطلب ہے اس حدیث کا کہ لا یضم احدکم عن احد ولا یقتل احد عن احد اخر جبرہ النسائی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ یعنی کوئی روزہ نہ رکھے کسی کی طرف سے اور نماز نہ پڑھے کوئی کسی کی طرف سے یعنی نیابت صوم و صلوٰۃ سے فرض ساقط نہیں ہوتا غیر سے ہاں نفل کا ثواب تو قریب ہے بخیر اس حدیث میں صریح ہے کہ جو کد اپنے والدین کیواسطے نماز پڑھے اور روزہ رکھے و لکیرکت منہما کما یحیی النیر فی تقبل النيابة عن العجز فقط اور جو عبادت کمال اور بدن سے مرکب ہے جیسے فرض حج مونیات کو قبول کرتی ہے عاجز ہو نیکیہ وقت فقط ہم چند کی حج کی حقیقت میں مال کو دخل نہیں اسواسطے کہ حج عبادت ہے وقوف اور طواف سے لیکن چونکہ یہ مردوں زاد اور ماحلہ کے حال نہیں ہوتا تو گویا مال کا جبر ہو کذا فی الخطاوی

حج میں عجز کی بوقت نیابت جائز ہوئی مال کی جہت سے اور قدرت میں نیابت جائز ہوئی بدن کی جہت سے کذا فی النہر لکن بشرط دوام العجز الی الموت لانه فرض العمر حتی تلزم الاعادة بعود الی العذر عاجزی میں نیابت حج کی جائز ہے بشرطیکہ موت تک عمر ہمیشہ برابر رہے اور اگر عجز دائمی نہیں تو نیابت صحیح نہیں اسواسطے کہ حج نام عمر میں ایک بار فرض ہے یہاں تک کہ اعادہ لازم نہ ہو ورنہ عذر سے یعنی نیک شخص حج کرے یا عجز ہو سوائے مال فیکر نائب سے اپنے واسطے حج کر دیا یا عجز کے عاجزی کا عذر ہوا رہا تو اس پر واجب ہے کہ خود دوسرا حج کرے اسواسطے کہ موت تک عجز دائم نہ رہا و بشرطیکہ حج عذر سے ہی عجز کا عذر ہے ای عن الامیر فیقول احرقت عن فلاہن وکتبت عن فلاہن لیسما اسمہ فتویٰ عن الامیر صحیح وکتبی نیۃ القلب اور اس شرط سے نیابت جائز ہو گئی کہ نائب اپنے عجز کی طرف سے حج کرے تو نہیں کہ اس کی بوقت میں عجز ہو جائے یا عجز کی طرف سے اور حج کرے لیکن کہ عذر کے کی طرف سے اور اگر نیابت کا عذر مہول جاوے اور اگر مرنے والے کی طرف سے عجز کرے تو صحیح ہے اور دل کی نیت کافی ہے تو تصریح بلطافہ فیہین ہذا علی اشتراط دوام العجز الی الموت اذ اکان العجز کالحیض المرضی زوجی ذوالہ وراثت لم یکن کذلک کا لفظی الزمانہ سقط المرضی حج الیہ عنہ فاذا اعادۃ مطلقاً سوائے استموا ذلک العذر وہ اما لیس فی مشروط ہر نام عجز کا مرتکب اسوقت تک ہے کہ عجز استموا ورنہ عجز کے زوال پر عجز اور اگر ایسی نہ ہوئی اب عجز ہو کذا فی الخطاوی

انہما ہونا اور لو لا ہونا تو اسکی طرف سے عجز کے حج کرنے سے فرض ساقط ہو جائیگا تو اس حالت میں اعادہ حج کا مطلقاً لازم نہیں خواہ یہ عذر عدم بصارت وغیرہ کا ہمیشہ جاری یا نہ رہے اسواسطے کہ عجز لازمی بجائے موت ہے کذا فی النہر ہم کفر وغیرہ متون میں فرض زوال پذیر کا کچھ فرق نہ گزرتا لیکن ماتن اور شایعہ بقائے صاحب بجز تفصیل محیط اور مذاق قاضی خان او مہبوط سے نقل کی اور کہا ہے کہ کسی حق ہو اس واسطے کہ کذا فی الخطاوی دھو صحیح نہ ہوئی واستمر لم یجۃ نفقہ شریعہ اور الیک شخص نے حج کر دیا اپنی

طرف سے حالت صحت میں پھر وہ بعد فراغت ہونے تک کے حج سے عاجز ہو گیا اور ہمیشہ عاجز بنا رہا موت تک تو وہ حج ستوط فرض میں کافی نہ ہو گا بسبب نہ یا نے جانے شرط کے
 یعنی ہائیکے حج کر نیکی وقت منیب عاجز نہ تھا تو حج نفل کا ثواب اس کو حاصل ہو گا کذا فی المطحطاوی و بشرطہ لا مفریہ ای با حج عندہ فلا یجوز حج الفرج بغیر اجبہ لا انا
 حج اور حج الواوٹ عن موردہ لوجود الامور کلا لہ اندہ جائز نہ یا بسبب امر کر کے منیب نائب کو اپنی طرف سے فرض حج کرنے کا وجہ نہیں حج فرض کا
 باب کیواسطے یہ دن ایجابات بائیکے کہ جبکہ وارث خود حج کرے یا غیر سے حج کرے اورے صورت کی طرف سے تو البتہ جائز نہ یا بسبب ایجابات امر صورت کے بنا پر دلالت حال کے یعنی جبے ارش
 صورت کے مال پر تصرف ہوا تو کو یا صورت غیر اس سے کیا کرے اور فرض ادا کر کے ان فی المطحطاوی و بقی من الشرائط الذفقہ میں مال الامور کلا ادا کثروا و حج
 الامور بنفسہ و نصبتہ ان عتیقہ فلو قال حج عتیق فلو ان لا غیر لم یجوز حج غیرہ و لولہ یقل کا غیرہ جہاذا و لولہ ایجابات سے باقی رہا فقہ یعنی
 شرط کی کل نفقہ نائب کیسے ہاتھ سے ہو یا اکثر نفقہ اس کے مال سے ہو تو اگر نائب منب کا مال نہ لے جائے مال سے حج کرے بطول احسان کے تو منیب کی طرف سے حج نہ ادا ہو گا کذا فی
 العالمکثرہ عن البدائع اور حج کرنا امیر کا بذات خود اور اسکا متعین ہونا شرط ہے اگر اسکو متعین کر دیا ہو سو اگر آمر نے یوں کہا ہو کہ نماز پیری طرف سے حج کرے نہ غیر اسکا تو غیر
 زید کا حج کرنا جائز نہیں اور اگر غیر کو اپنی ہی متوغیر زید کا حج کرنا جائز نہ یا واصل فی الباب الی عشرین شرطاً منہا عدم اشتراط الاجرة فلو استباح
 لہ ان قال استباحہ تک علی ان حج عتیق لکن لم یجوزہ و اما بقیہ ان منک ان حج عتیق بل و کذا لایجاب لہ انک من شرائط نیابت کو منب کو تک ہو نہ یا یا منب
 سے ایک شرط ہے کہ نیابت میں اجرت مشروط ہو تو اگر اجارہ کچھ رہا ایک مرد سے اس طرح کہ اس سے کہا کہ میں نے تجھے کچھ کا کیا اتنی طرف سے حج کرنے کا اتنے مال کے عوض
 تو اسکا حج جائز نہیں بلکہ یوں کہے کہ میں نے تجھ کو کچھ دیا اپنی طرف سے حج کرنے کا بلا ذکر اجارہ ہم شایع کا کلام اسکو تصفی ہوا کہ اجیر کو اجرت ملے اور حج اجیر کا ہونہ مستاجر
 اور غایب میں صرح ہے کہ نظائر امر استہین حج مستاجر کے واسطے واقع ہو گا اور اجیر کو اجرت ملے گی تو عبارت خانیہ اسکو تصفی ہے کہ یہ اجارہ فاسد ہے کذا فی حاشیہ المطحطاوی
 ووافق من مال نفسه او خلط النفقة بما لہ ووافق کلا و اکثرہ جاز و بری عن لصانہ و ادراک امور نے کچھ ذاتی مال سے خرچ کیا اور حالانکہ منب کے نفقہ میں
 وضع کر لیں کی گنجائش ہے یا یا مور نے منب کے نفقہ میں اپنا مال ملا دیا اور سب مال خرچ کر ڈالا یا اکثر نفقہ بمقدار کل مال آمر کے یا اکثر مال آمر کے صرف کیا تو جائز نہ یا ورا سو
 نہ انت سے بری ہو گیا کذا فی المطحطاوی و شرط الحج المذکور علیہ الفرض لا لیساق با بہ اور شرط عاجزی کی جو مذکور ہوئی تو حج فرض کیوں ملے گی
 و نفل حج کے واسطے پہلے کہ نفل میں وسعت ہو تو قادر کو نائب حج نفل کہنا صحیح و یقیناً الحج الفرض عن الامر علی الظاہر من المذنب و قیل عن الامور نفلاً
 و لا یجوز نائب النفقہ کچھ التفیل اور حج فرض آمر کی طرف سے واقع ہوتا ہے یا ظاہر مذہب کے اور قول ضعیف یہ کہ امور کی طرف سے حج نفل واقع ہوتا ہے اور آمر کو
 نفقہ دینے کا ثواب ہے جبے نفل حج میں اور یہ قول اخیر محمد کے قول ہے لیکن اس اختلاف کا کچھ فرق نہیں اسواسطے کہ مستحق میں اس بات پر کہ آمر سے فرض ساقط ہو جائے
 اور اسکو ساقط نہیں ہوتا کذا فی المنع اور ظاہر مذہب کی وحدیث بول ہے جو صحاح ستہ میں ابن عباس سے مروی ہے کہ حجۃ الوداع میں ایک عورت ختم کی قوم کی آئی اسے
 کیا یا رسول اللہ صلعم میرے باپ پر حج فرض ہوا اور وہ بہت بدھا ہے اسکو طاق نہیں کہ اونٹ پر نہایت دھکے کیا میں انکی طرف سے حج کروں حضرت صلعم نے فرمایا ہاں اور بخاری
 اور مسلم میں ابن عباس سے مروی ہے کہ ایک مرد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا سو اسنے کہا کہ میری بہن سوچ کی مذہابی تھی سو وہ مر گئی حضرت صلعم نے فرمایا
 کہ اگر اس پر فرض ہوتا تو کیا تو ادا کرتا سنے کہا ہاں میں ادا کرتا فرمایا تو خدا کا فرض ادا کر کہ وہا حق بالقضا ہے کذا فی التیسر تو اس حدیث سے صاف حاکم ہوا کہ آمر کی طرف سے حج
 واقع ہوتا ہے نہ امور کی طرف سے لکنہ تبشیر طرۃ النیابۃ اہلیۃ الامور نفقۃ بالافعال ثم فرغ علیہ بقولہ فجاء حج البقر و دۃ بمعہ مملۃ
 من لم یجد المواء و ذواتہ و العبد و غلبہ کالمراہق و غیرہم اولی العدم الخ لا لیکن صحت نیابت کیواسطے مشروط و اہلیت امور کی یعنی اسلام اور عقل و عاقل و عاقل
 لازم ہے تاکہ اس کے افعال صحیح ہوں پھر ماہر نے اشتراط اہلیت پر کلام تو لے کر کہے کہ اگر نائب پر حج کرنا اسکا جسے خود حج نہیں کیا اور عورت کا حج جائز نہ یا اگرچہ فقہی
 اور عبد الملک وغیرہ کا بھیہ صغیر قریب البلوغ کا حج کرنا جائز نہ یا ورا ان اشخاص کے سوا اور شخص بہتر نیابت کیواسطے تا خلاف شافعی رحمہ نورہ بصلوہ و مقصود اسکو

جاء کیا تو ضمان نہیں بہ سبب حصول مقصود کے اس واسطے کہ حج تمام ہو گیا وان مات المأمور أو سبق نفعه في الطريق قبل وقوعه حج من منزل أموره
بشلت ما بقي من ماله فان لم يبق فممن حيث يبلغ فان مات أو سبق ثانياً حج من ثلث الباقي بعد ما هلك الثاني أن لا يبقى من ثلثه ما يبلغ الحج فيبطل الوصل
اور اگر مامور راہ میں مر گیا یا اس کا نفقہ چوری کیا راہ میں قبل وقوف عرفات کے تو حج کیا جاوے امر کے وطن سے اس کی تمام باقی مال سے یعنی باقی متروکہ میرٹ کے ٹکس سے
سوا گزشتہ باقی کفایت نہ کرے وطن سے تو جس مکان سے پہنچ سکے وہاں سے حج کیا جاوے پھر اگر دوسری بار بھی مامور مر جاوے یا نفقہ چوری جاوے تو اس کے بعد پھر میرٹ کے باقی مال
ثالث سے حج کیا جاوے اس طرح تیسری بار اور چوتھی بار حج کروایا جاوے گا یہاں تک کہ متروکہ میرٹ سے اتنا نہ باقی رہے جس کے ٹکس سے حج ہو سکے پھر جب بقدر حج باقی نہ رہے تو وصیت
حج کی باطل ہو جاوے گی قبیل امام اعظم رحمہ کا اور ابو یوسف کے نزدیک کل مال کے ٹکس سے حج کیا جاوے گا باقی متروکہ سے اور محمد رحمہ کے نزدیک اگر اس مال سے جو مامور کو دیا گیا ہے ہر
بقدر کفایت نوج کیا جاوے اور نہیں تو وصیت باطل ہو گا انی فتح القدیر والنہر قلت وظاہرہ انہ لا رجوع فی تركة المأمور فلیأجر شراح کتابہ ظاہر قول ماتن
یعنی ثلث باقی سے حج کروانا اس پر دلالت کرتا ہے کہ ترکہ مامور سے صرف حج کا پھر لینا جائز نہ ہو تو اس کی تصریح کو کتب فقہین تلاش کرنا چاہئے مخطاوی نے کہا میں نے مر جیت
کی کتب فقہ کیرط تو اس کو دیکھا کہ ترکہ مامور سے پھر لینا جائز نہ ہو لیکن مخطاوی نے کسی کتاب کا نام نہ ذکر کیا و اللہ اعلم لا میں حیث مات خلا فالیہ ما دونهما استحسن
یعنی اگر مامور راہ میں مر جاوے تو پھر امر کے وطن سے حج کیا جاوے نہ وہاں سے جہاں مامور مر گیا بخلاف صاحبین رحمہ کے اور قول صاحبین کا اتحسان ہوا اور قول امام رحمہ کا قیاس ہے
لیکن ابن اتحسان بمقابلہ قیاس کے متروکہ ہر چنانچہ عنقریب مکرر ہو چکا **فروع** مسائل مختصہ شراح کے یضیر بخلاف القرائن والتمسک کا مکرر بالاثنا عشر
عن السنۃ الا دلی وان عینت لانه لا استیصال لا للتقید مامور بخلاف امر کے قرآن یا تمتع کرے چنانچہ مذکور ہو چکا نہ مخالف ہو گا سال اول کے تاخیر
گرتے اگرچہ امر نے سال اول کا حج مقرر کر دیا ہو اس واسطے کہ تعیین جلدی کیو اس واسطے کہ تعیین کیو اس واسطے کہ سب سال برابر ہیں اور اسے فرض میں لیکن اول سال فضل ہے
کہ شاید نفقہ باقی نہ رہے کذا فی المخطاوی والافضل ان یعقد الیہ اور افضل یہ ہے کہ مامور بعد حج کے امر کے وطن کیرط پھر آوے اور مکہ میں قیامت نہ کرے
نماز آنے جانیکے نفقات کا ثواب کم کرے و علیہ رد ما فضل من النفقة وان شرط له فالشرط باطل الا ان یؤکله بعبۃ الفضل من نفسه او یؤتی البیت بالمعین
اور مامور پر واجب ہے کہ جو خرچ آنے جاتے سے زیادہ بچے اس کو پھر دے وارث یا حبی کو اور اگر مامور فاضل مال کی اپنے واسطے شرط کر لی ہو تو یہ شرط باطل ہے مگر اس طرح فاضل مال کا
پھر دینا درست نہیں کہ مامور کو اپنی طرف سے فاضل مال کے مہر کر دینے کا دلیل کر دیا ہو یعنی یون کہا ہو کہ جو فاضل مال بچے اس کے مہر کا میں نے مجھ کو دیا کیا تو اس مال پر اپنی
ذات کی واسطے قبضہ کر لیو کذا فی الفتح یا میرٹ مال زائد کی وصیت کی ہر شخص معین کیو اس واسطے اور شخص معین خواہ مامور ہو یا غیر اس کا کذا فی المخطاوی یا وارث فاضل مال کو اپنی
خوشی مامور کو دے پھر دینا اس واسطے لازم ہو گا کہ نفقہ مامور کا ملوک کنین ہو گیا حج کروا کر اسے آنے جانے میں فقط ضروریات کے صرف کرنے میں اس کو اختیار ہو گا مگر مال
بیت کا ملوک کیو اس واسطے کہ اگر مامور مالک ہو تو بطور اجارہ مالک ہو تا حال کہ طاعات پر اجارہ جائز نہیں کذا فی فتح القدیر ولندا مامور کو اپنے مال کو کس کو کھانا اور حکام
کی اجرت دینا اور جزیع کا تیل مول لینا اور حجام کو اجرت دینا اور دوا خرید کرنا اس مال سے جائز نہیں الا بالاجازت بیت یا وارث کذا فی النہر والفتح ولو ارشده
ان یسترد المائ من المأمور و لم یجزم اور بیت کے وارث کو جائز ہے کہ مال پھر لے لے مامور سے جب تک اسے احرام نہ باندھا ہو و کذا ان احرام وقد دفع الیہ شیخ
عند بلو وصیۃ فاحرم ثمرات الاموال و اس طرح اگر احرام باندھا اور حالانکہ اس کو مال دیا تھا میت کیرط سے حج کرنے کو بلا وصیت پھر اسے احرام باندھا پھر آخر عمر
تو اس کے وارث کو مال لینا بعد حرام کے بھی درست ہے واللہ اعلم ان یجرب بنفسہ لہ ان یامرہ بالذبح او یكون وارثا ولم یجز البقیۃ اور وہی کو جائز ہے کہ خود وصیت کی
طرف سے حج کرے مگر مصور میں اس کو حج کرنا جائز نہیں کہ میت اس کو حکم کیا ہو مال دینے کا یعنی یون کہا ہو کہ اس قدر مال دینا اس کو جو میرٹ سے حج کرنے کذا فی الفتح یا حبی وارث
ہو اور باقی وارث اس کے حج کرنے کو جائز نہیں تو بھی اس کو بذات خود حج کرنا جائز نہیں ولو قال میت عتق کذا بؤہ لہ یصدق لہ ان یکتب مولا ظاہر اہل اہل اگر
اس پر کہا کہ میں حج کرے پھر دعا گیا فلا نے غدر سے اور وارثوں نے اس کی تکذیب کی تو مامور کی تصدیق نہ کی جاوے گی لہذا اگر مال خرچ کیا ہو گا تو اس کو دینا پڑے گا

لوگوں کا حج بوجہ کیا کہ انہی فتح القدر و قبلہ ای قبل و قبلہ قبلت ان امكن التدارك ليدفعهم ولا لا اور قبل وقوف عرفات کے گواہی مقبول ہو
 یعنی اگر کوئی ایسی جگہ دیکھ کر کہ وہیم الترویہ یعنی اٹھوین تاریخ میں لوگوں نے عرفات کا وقوف کیا تو حکم الہی گواہی مقبول کرے بشرطیکہ اگر وہ عرفات کا حکم ہدایت کو
 و کثر لوگوں کے ساتھ اور اگر تک نہ ہو سکے تو گواہی مقبول نہیں ہم اگر اٹھوین تاریخ گواہی دی کہ یہ دن عرفہ کا ہے تو غور کرنا چاہئے اگر امام کو سب لوگ کے ساتھ یا اگر
 لوگوں کے ساتھ وقوف عرفات ممکن ہو تو گواہی مقبول ہوگی قیاس میں بھی اور استحسان میں بھی اس واسطی کہ وقوف عرفات کی ہنود قدرت حاصل ہو تو اگر اس قدر بھی
 وقوف نہ کیا تو ان کا حج فوت ہوگا اور اگر رات کو امام کل یا کثر لوگوں کے ساتھ وقوف کر سکے تو بھی گواہی مقبول ہوگی لیکن استحسان میں قیاس میں اور اگر رات کو بھی
 اکثر لوگوں کے ساتھ وقوف نہ ہو سکے تو گواہی مقبول نہ ہوگی اور امام ان کو حکم کرے کہ دوسرے دن دوبارہ چلنے کے بعد وقوف کریں کذا فی المنع وغیرہ دمی فی الیوم الثاني
 او الثالث او الرابع الوسطی والثلثی وکثر یوم ملاولی ففقد القضاء این و فی الحکم بالتوبت فحسن دان قضیہ اولی جاز السنیۃ التوبت یک شخص نے
 ذی الحج کی گیارہویں یا بارہویں یا تیرہویں تاریخ حجرۃ ثانیہ اور ثالثہ کی رمی کی اور حجرۃ اولی کی رمی نہ کی تو قضا کے وقت اگر حجرات ثلثہ کی ترقیب ہی کی تو خوب ہی
 اور اگر فقط حجرۃ اولی کی رمی کی قضا کی اور حجرۃ ثانیہ اور ثالثہ کی رمی نہ کی تو جائز ہی اس واسطی کہ رمی حجرات کی ترقیب مسنون ہے نہ واجب اس واسطی کہ حجرۃ ثانیہ
 مستقلہ ہے ایک و سرکار تاریخ نہیں کذا فی المنع نذر المكلف تجا ما شیا مشی من منزله وجوزا فی الاصح حتی یطوف الفرض لا من حیاء الا رکاب
 نذر کی حافل بالغ نے حج کی پیدل تو پہاڑ پہاڑ اپنے گھر سے بنا پر وجوب کے قول صحیح میں بیان تک کہ طواف الزیارة سے فراغت کرے اس واسطی کہ طواف الزیارة تک سب
 ارکان حج آخر ہو گئے و لودیک فی کلہ و اکثرہ لازمہ دم و فی اقلہ بحسب ما یہ و اگر پیدل حج کا نذر کرنے والا تمام راہ یا اکثر راہ سوار ہوگا تو اس پر فرج کرنا لازم ہوگا اور کسوا
 کی سواری میں موافق اسکے تصدق لازم ہوگا یعنی اگر چارم راہ سوار ہو تو چارم حصہ بکری کی قیمت کا تصدق کرے اور اگر نصف راہ سوار ہو تو نصف قیمت خیرات
 کرے و لو نذر المشتی الی المسجد المحرم و مسجد المدینۃ او غیرہا لا سنی علیہ اور اگر نذر کی پیدل چلنے کی مسجد الحرام تک یا مسجد مدینہ تک یا
 سوائے ان کے اور ساجد کھڑے پیدل جانے کی تو اس پر کچھ واجب نہیں اور اس کے مانند ہی حرم اور صفا اور مردہ اور مقام ابراہیم اور سارکعبہ اور باب کعبہ اور میرابعت
 اور فزانہ اور بیت المقدس اس واسطی کہ انہیں نکلان الفاظ اور مکانات سے معذور نہیں کذا فی الطحاوی اشترے محرمة ولو بالاذن له ان یحلیا بارہ
 کما ھو بعد خلف و عیدہ یتقی شجرہا او قل ظفرہا و یغسل طیب ثم یحجام و ھو اولی من التحلیل یجاءع ایک شخص نے خرید کیا محرم لونڈی کو اگر چہ
 اس نے بائع کے اذن سے احرام باندھا تو مشتری کو جائز ہی لونڈی کو احرام سے خارج کرنا اسکے بال کٹر کرنا یا خن کاٹ کے یا خوشبو لگا کر کچھ بعد اس تحلیل کے قربت کرے ہی
 اولیٰ ہی جماع کر کے تحلیل کرے بلحاظ اعظم امر حج اور مشتری کو تحلیل لونڈی کی بلا کر است جائز ہی کیونکہ مشتری کی طرف سے خلاف وعدگی نہیں اس واسطی کہ اس نے
 بائع کے اذن سے احرام باندھا تھا نہ مشتری کے اذن سے وکن الوکھ حرۃ مہرۃ ینفل بخلاف الفرض ان کما یحرم الا انھی مخصوصۃ خلوا تتحلل الا
 بالعتق و اسطرط اگر ایک مرد نے اس حرہ سے نکاح کیا تو نفل حج کا احرام باندھنے ہی تو زوج کو اس کی تحلیل جائز ہی بخلاف فرض حج کے اگر عورت کے ساتھ اس کا
 کوئی محرم ہو اور اس نے نکاح کیا تو زوج کو اس کی تحلیل کا اختیار نہیں اور حج کے جانے سے اس کو روک بھی نہیں سکتا و صحت اجتماع شرائط اور اگر منکوحہ محرم کے
 ساتھ اس کا محرم ہو تو وہ محصرہ ہی یعنی شرعاً وہ ہند ہوگی بدون محرم یا زوج کے حج کو نہیں جاسکتی اور زوج پر واجب نہیں کہ اس کے ساتھ سفر میں جاوے
 بھر جب وہ محصرہ ہوئی اور زوج اس کی تحلیل چاہے تو وہ حلال نہ ہوگی بدون ہرے بھیجنے کے اور بعد ہی بھیجنے کے فوراً تحلیل جائز ہو فوج ہی پر وقوف
 نہیں کذا فی الفتح و المنع و لو اذن لا یوانہ ینفل لیس لھا ان جو فیہ لیلکھا متا فیھا و کذا المکاتبۃ بخلاف الامۃ الا اذا اذن لا یتہ
 فیس لزوجھا منعھا اور اگر اجازت دی زوج نے اپنی زوجہ کو مسلسل حج کی تو اس کو اس میں پھرنا جائز نہیں اس واسطی کہ حرہ اپنے منافع کی
 مالک ہے اور اسی طرح لونڈی مکاتبہ کا حکم یہ خلاف خالص لونڈی کے کہ بعد اذن دینے کے بھی مالک کو پھرنا درست ہے اس واسطی کہ اسکے منافع کے مالک

بالیقین ثابت نہیں چہ جائے حقوق العباد اور اگر حقوق اللہ اور حقوق العباد کل کی تکفیر کے قائل ہو جائے تو بھی اسکا وہ مطلب نہیں جو اکثر لوگ غلط سمجھتے ہیں کہ حج سے
لوگوں کا فرض وام ساقط ہو جائے یا اور اسے طرح صلوة اور صوم اور زکوٰۃ کی قصا ساقط ہو جاتی ہے بلکہ یہ مطلب ہے کہ اسے حقوق کی تاخیر کا گناہ ساقط ہو جائے
بنا علیہ حج میں جو احادیث تکفیر سیئات کی وارد ہیں انکے عموم و إطلاق کا کوئی قائل نہیں کذا فی المنہج عن البحر و حدیث ابن ماجہ اند علیہ الصلوٰۃ والسلام سبب
خروج الدنیا و الدنیا منہ و حدیث ابن ماجہ کی ضعف ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا مقبول ہوئی یہاں تک کہ خنزیر یوں در مظالم میں ہم پوری سوا بیت بن ماجہ کی
جاس میں ہر دس آدمی سے یوں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کی مغفرت کیواسطے عرفات میں دعا کی تو اسکا مظالم کے اور گناہوں کی مغفرت ہوئی اور ارشاد
ہوئے میں مظالم کیواسطے مواخذہ کرو گناہ حضرت صلعم نے عرض کیا کہ رب اگر توجا ہے تو مظالم کو حجت عطا کرے اور مظالم کو بخش دے سو میں دعا قبول نہ ہوئی پھر حضرت صلعم نے
سج کو فرما دیا میں وہی دعا کی سو جو حضرت صلعم مانگتے تھے انکی اجابت ہوئی علماء حدیث کہنا کہ حدیث ضعف ہے اسواسطے کہ عباس بن مرداس اسکا راوی منکر الحدیث ساقط
الاحتجاج ہے ہر چند حدیث ضعف ہے لیکن اسکے خلاف احادیث صحیحہ کثرت ہیں از انجملہ جنہا حدیث مذکور ہوتے ہیں حافظ منندی نے عبد اللہ بن مبارک نے روایت کی
سفیان ثوری سے اور انھوں نے زبیر بن عدی سے اور انھوں نے انس بن مالک سے کہ انس نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ صحابہ وسلم نے عرفات میں
وقوف کیا اور قریب تھا کہ آفتاب ڈوئے سو حضرت صلعم نے فرمایا کہ اے بلال لوگوں کو خاموش کر دو بلال نے کھڑے ہو کر لوگوں کو خاموش کیا پھر فرمایا لوگو جبریل علیہ السلام
ہر ایک سے آؤ اور میرے رب کا مجھ کو سلام پہنچایا اور کہا کہ اللہ عزوجل نے اہل عرفات اور اہل شعر کو بخشا اور انکے نبغات یعنی مظالم کا مٹا دیا ہوا تو عربین خطاب کھڑے ہوئے
اور کہا یا رسول اللہ یہ مغفرت ہم لوگوں کو مخصوص ہے حضرت صلعم نے فرمایا یہ تمھارے واسطے ہے اور جو لوگ تمھارے بعد آئیں گے تیا تک انکے واسطے بھی تو عربین خطاب نے
کہا کہ ہمارے رب کی خیر کثیر اور طبیب ہے اور امام مالک کی موطن میں طلحہ بن عبید اللہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ صحابہ وسلم نے فرمایا کہ کسی دن عرفے سے
زیادہ تر ذلیل اور خوار اور غضبناک شیطان نہیں ہوتا اور اسکا سبب کچھ نہیں مگر یہ کہ دیکھتا ہے کہ نزول رحمت کو اور ذنوب عظام کی مغفرت کو کذا فی فتح القدر اور صحیح
بخاری میں ضریف مرفوع ہے کہ جس نے حج کیا سو عورت کی طہارت مخاطب ہوا اور گناہوں سے بچا تو گناہوں سے اسیا پاک ہو جاتا ہے جیسے ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا
شیخ الاسلام زکریا سے اس حدیث بخاری کا سوال ہوا کہ اس حدیث میں صفائے اور کبار کی مغفرت مراد ہی یا فقط صفائے کی جواب دیا کہ ظاہر حدیث سے صفا
اور کبار دونوں کی مغفرت معلوم ہوتی ہے اور بعض احادیث میں اسکی تصریح بھی ہے لیکن حقوق العباد کے سوا اور معاصی پر محمول کرنا اقرب بدلیل ہے اور شیخ
شہاب الدین ربیع شافعی رحمہ سے اسکا سوال ہوا تو جواب دیا کہ صفائے اور کبار کے معنی کی بھی مغفرت مراد ہی اسواسطے کہ طہرائی اور برزاور میں جہان اپنی صحیح
میں عبد اللہ بن عمر سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عرفے کے دن دو چہرہ چلے حتعالیٰ فرشتوں سے فرمایا کہ میرے بندے پریشان منو عباد اللہ وہ ہر طرف سے
آئے ہیں میری رحمت کے امیدوار ہو کر تو اگر انکے گناہ مانند شمار رک کے یا مثل قطرات باران یا مانند کے کف کے برابر ہوں تو البتہ میں بخشتو گا جاؤ میرے بندو مغفور
ہو کر اللہ اعلم کذا فی المنہج الغفار اور ملا رحمت اللہ کی مشک متوسط جسکا باب المناسک نام ہے انہیں مذکور ہے کہ حج انکے صغیرہ گناہوں کو جو بختمہ حقوق اللہ
میں بالاتفاق قطعاً ہم کر دیتا ہے اور کبار متعلقہ حق اللہ اور مطلقاً مظالم میں اختلاف ہے طبیقی قائل ہے کہ حج مظالم کو کبار کو ہم کرتا ہے لیکن قول معتد بہ ہے کہ مظالم اور
کبار تو مت مشیت حاکم علی الاطلاق ہیں تمام اہل سنت اور جماعت کے نزدیک چنانچہ شیخ نور سنی وغیرہ ائمہ کبار نے اسکو مصرح مذکور کیا ہے اور احادیث
مغفرت حج میں اور جمہور اہل سنت کے قول میں کچھ منانات نہیں اسواسطے کہ احادیث مذکورہ وعدہ مغفرت پر محمول ہیں در صورت مشیت حق یا ان لوگوں کے
مغفرت مظالم مراد ہی جسکا حج مقبول ہے چنانچہ روایت میں ثابت ہوا کہ جسکا حج مقبول ہوگا اسکے مظالم بھان ہو جائیں گے اس طرح کہ حق تعالیٰ اہل حقوق کو
ایسا کچھ عطا کرے گا کہ وہ راضی ہو جائیں گے واللہ اعلم ہندوب دخول البیت اذا لم یستعمل علی یداع نفقہ او غیرہ مستحب ہے و داخل ہونا اند بیت اللہ کے تطہیر
اپنی ذات کو یا غیر کو تکلیف نہ ہو جو ہم میں تخلیفات ہونا قلیل الوجود ہے اور اندرجانے والے کو مستحب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صلی پر نماز پڑھے اور عبد اللہ

[illegible]

نفل ہوا امام غلام اور امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک کعبہ فضیل ہے اور امام مالک کے نزدیک یہ فضیل ہے کہ انہی النحر و زیارتہ فیہ الشریف منہ یتہ
 بل قبل واجبہ من لہ سعة اور زیارت کرنا قبر شریف مصطفوی کا مستحب ہے بلکہ بعض علماء نے اسکو واجب کہا ہے جسکو مقدور اور طاقت ہو ہم انشاء اللہ تعالیٰ غفریب
 طرق زیارت کا تفصیل تمام خاتمہ حج میں مذکور کیا جاوے گا واسطے امتناع مسلمین مشاقین کے دیکھا جائے تو نوضاً و بخیر او بفلک ما لم یمر بہ علیہ الصلوۃ
 والسلام فیہ زیارتہ لا یحالیہ و لیتمتعہ زیارۃ مسجدہ الشریف فقد احبوا ان الصلوۃ فیہ حیو من اللف صلوۃ فی غیرہ لا الہ الا اللہ
 الحرام و کذا بقیۃ الغراب اور پہلے حج ادا کرے اگر فرض حج ہو اور اگر نفل حج ہو تو اس میں مختار ہے چاہے پہلے زیارت کرے یا حج لیکن نفل حج میں اختیار اسوقت تک ہے جب
 مدینہ میں ہو کر نہیں نکلا اور اگر حج کی واسطے مدینہ میں ہو کر چلا تو زیارت کرنا ضروری خواہ حج فرض ہو یا نفل اور قبر شریف کی زیارت کے ساتھ چاہے کہ حضرت صلعم کی زیارت
 کی بھی نیت کرے اس واسطے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ اسی کی ایک نماز ہزار نماز سے افضل ہے اسکی غیر مسجد میں سو مسجد الحرام کے اور اسی طرح باقی عبادات مانند
 اعتکاف اور جواروب کشی کے کہ اسکا ثواب سو مسجد الحرام کے اور ساجد سے زیادہ تریہم منہ مسجد اور صحیح ابن خزیمہ اور ابن جہان میں عبد اللہ بن زبیر سے روایت ہے
 کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک نماز میری اس مسجد میں در ساجد کی ہزار نماز سے افضل ہے سو مسجد الحرام کے اور ایک نماز مسجد الحرام میں نفل ہے اسکی سو نمازوں سے
 نیچے مسجد مدینہ ابن ہمام رحمہ نے فتح القدیر میں لکھا کہ عبد جعفر کے نزدیک شہر مدینہ میں فقط قبر شریف کی زیارت کی واسطے نیت کو خالص کرے غرض اجلال و تعظیم
 سید العالمین اسکی مقتضی ہے اور تاکہ ظاہر حدیث و قطعی کی موافق ہو چکا کہ جسکو کوئی حاجت ہو مسجد مدینہ یا زیارت کی اسکا میں شفع ہو گا قیامت کے دن و لا تسکرا
 بالمجاورۃ بالمدینۃ و کذا عکۃ لمن یتق بنفسہ اور مکہ مدینہ میں رہنا مدینہ کا اور اسی طرح مکہ کا اس شخص کو جسکو اپنے نفس پر اعتماد ہو حفظ ادب حرمین ضروری کام
 مجاہد مکہ معظمہ میں اختلاف ہے علماء کا بعض شافعیہ نے مذکور کیا کہ مجاورت مکہ مستحب ہے اگرچہ قویٰ امر منہ ہے کا فتن غالب ہو اور یہی مذہب ہے صحابین کا اور امام ابو حنیفہ رحمہ
 اور امام مالک رحمہ کے نزدیک مکہ وہ ہے اسواسطیکہ انسان کی غالب عادت یہ ہو کہ مسجحت میں خلافت خواہش نفسانی سے متکدل اور افسردہ خاطر ہو جائے یا ہو کر کثرت مشاہد
 سے جیسے تعظیم اور توقیر چاہیے وہی باقی نہیں رہتی غالباً اور یہ بھی ہے کہ انسان خطائے محفوظ نہیں اور حرم میں تصاعف معاصی کا خوف ہو چنانچہ ابن مسعود رحمہ مروی ہے اگر
 یہ روایت صحیح ہو والا سمین تو شک نہیں کہ وقوع معاصی حرم میں زیادہ تر قبیح اور خوفناک تر ہو لہذا عبد اللہ بن عباس نے طائف کا رہنا اختیار کیا تھا اور فرماتے تھے کہ اگر
 میں پاس گناہ طائف میں کروں تو میرے نزدیک محبوب تر ہے مکہ میں ایک گناہ کرنے سے اور ابن مسعود سے روایت ہے کہ کسی شہر میں سو کا کہ نیت پر قبل عمل کے ہونے نہیں
 اور عبد اللہ بن عباس نے فرمایا (وَمَنْ تَوَدَّ فِيهِ بَطْلُهُ مِنْ قَدِّهِ مِنْ عَذَابِ السَّعِيرِ) یعنی جو حرم میں مجروری ظلم کا ارادہ کرے گا اسکو عذاب رذاک چکھا ویٹھے
 اور عرفا روق سے روایت ہے کہ اگر مجھے ایک گناہ مکہ میں ہو چکا ہو تو غالب تر ہو کہ شہر کے شرکنا ہوں یا بعض خاص منہب اللہ تعالیٰ کے چوٹ کش متفقا طبیعت
 انسانی سے پال ہیں وہ اہل ہیں اس سعادت عظمیٰ کے کہ وہ تصاعف حسات نصیب ہل مکہ میں ہوں یا مدینہ میں عبد اللہ بن عباس سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 فرمایا کہ جسے مکہ میں رمضان پایا سو روزہ رکھا اور قیام شب کیا جتنا کہ ہو سکا تو اسکو واسطے لاکھ رمضان لکھے جاویں گے اور حق تعالیٰ ہر دن میں ایک گروں
 آواز کرنے کا اور ہر رات میں ایک گروں آواز کرنے کا ثواب لکھیکا اور ہر دن فی سبیل اللہ گھوڑا دینے کا ثواب ہوگا اور ہر حید مدینہ میں تصاعف
 سیات کا خوف نہیں لیکن افسردگی اور قلت ادب کا خوف ہے کہ وہ مخالف ہے احرام اور توقیر کے تو وہاں کی مجاورت کراہت سے خالی نہیں مگر اہل ہر
 اور اہل ادب کے واسطے وہاں کا رہنا اور وہاں کامرنا عمدہ وسیلہ نجات کا صحیح مسلم میں حدیث مرفوع ہے کہ جو تکلیف ہو رشتہ مدینہ پر صبر کرے گا
 میری لامت میں سے ہوگا میں اسکا شفع ہوگا قیامت کے دن یا شاہد ہوگا اور ترمذی وغیرہ نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی
 کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس سے ہو سکے مدینہ کا فرادہ وہاں ہے کہ میں مقرر شفاعت کروں گا وہاں کے ہرنے والے کی کذا فی فتح القدیر اور سنن
 طبرانی میں ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اور جماعت محتاطین بخون لال اور قلت ادب اور خوف قلب مجھے سے مجاورت مکہ کی کراہت کے قائل ہیں اور ابو یوسف رحمہ

ابن مسعود

اور محمد کے نزدیک کچھ مضائقہ نہیں اور یہی افضل اور مستحب ہے اور اسی پر بالفعل لوگوں کا عمل ہے کہ ذی المنہ حاتمہ شعلی و وفصل یہ
فصل اول کیفیت حج مصطفوی میں ترجمہ نے چاہا کہ بقصد تبرک رسول کریم کے حج کا طریقہ بروایت صحیح بیان کرے تا موجب اطمینان اور باعث تہذیب و
 اشتقاق ہو اور چونکہ کتب حدیث میں شل حدیث جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے کوئی حدیث جامع اکثر مسائل کی ابتداء سفر حج سے آخر تک میں لہذا اسید کا ترجمہ
 اگرچہ انکشاف کے ساتھ مقدم جانا سنن ابی داؤد میں امام محمد صریحاً سے مروی ہے کہ امام محمد باقر نے جابر بن عبد اللہ سے کہا کہ مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 اپنے حج کرنے کا طریقہ بتلائے تو جابری نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نو برس تک حج نہیں کیا پھر سو برس اسلام کیا اپنے حج کرنے کا تو بہت لوگ بنہ میں آئے
 ہر شخص چاہتا کہ حضرت کی پیروی کرے اور ان کے عمل کے مانند ہو کرے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک معنی دینے سے اور ہم لوگ بھی آپ کے ساتھ گئے یہاں تک کہ وہ اکلہ فیہ میں پہنچے
 تو وہاں سے ماؤنہ میں محمد بن ابی بکر کو جی سوا ہمارے حضرت صلعم کے پاس کیسکو بھیجا کہ اب میں کیا کروں فرمایا کہ غسل کر اور کپڑے کا لٹوٹ باندھا کر احرام باندھ پھر
 حضرت صلعم نے مسجد میں احرام کی نماز پڑھی پھر اسے اونٹنی پر سوار ہو کر چلا گیا کہ وہ اونٹنی حضرت صلعم کو لکیر کھڑی ہو گئی میدان میں جابری نے
 کہا کہ یہ عین جواب ہے آگے نہ نظر کر دیکھا تو سوار اور پیدل تھے اور وہی طرف بھی اسقدر اور بائیں طرف بھی اسقدر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 ہمارے سامنے تھے اور زبیر قرآن اترتا تھا اور وہ اس کے مفسر کو جانتے تھے سو جو کچھ حضرت صلعم نے عمل کیا ہم نے بھی اسی پر عمل کیا سو حضرت صلعم نے توحید کو بجا کر کے
 ہیطر فرمایا لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرَّكَ لَكَ لَبَّيْكَ إِنَّكَ لَبَّيْكَ إِنَّكَ لَبَّيْكَ إِنَّكَ لَبَّيْكَ إِنَّكَ لَبَّيْكَ إِنَّكَ لَبَّيْكَ إِنَّكَ لَبَّيْكَ إِنَّكَ لَبَّيْكَ
 ایک ماہ جسے تم کہتے ہو حضرت صلعم نے اس میں لوگوں پر کچھ روکا دیا اور حضرت صلعم نے لیبیک کہنا لازم کر لیا جابری نے کہا کہ حج کے لوگوں کو کچھ نیت بھی ہم عمرے کو نجات دے
 دینے اشہر حج میں عمرہ کرنا معروف نہ تھا یہاں تک کہ ہم حضرت صلعم کے ساتھ بیت اللہ میں پہنچے تو حضرت صلعم نے رکن کا اسلام کیا اپنے حواس کو بوجہ پھر نین بار دہل کیا اور
 جابری نے اسے چھوٹے بیٹے طواف میں پھر حضرت صلعم مقام ابراہیم کے پاس پہنچے اور یہاں پر بھی وہی دعا پڑھی وَأَمِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مَصْلَعِ اور مقام ابراہیم کو اپنے اور بیت اللہ
 کے درمیان یعنی مقام ابراہیم کے نیچے نماز پڑھی دو رکعت قل ہذا اللہ احد اور قل یا ایہا الکافرون کی قرات سے پھر حضرت بیت اللہ کی طرف پھرتے اور حجر الاسود کا اسلام کیا
 پھر دروازہ سے صفا کی طرف نکلے جب صفا سے قریب پہنچے تو یہ پڑھا اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِن شَعَائِرِ اللَّهِ فَمَنْ حَجَّ اللَّهَ فَمَسَّهُمَا فَهِيَ مِنَ الْحُمْرِ الْمَسْنُونِ
 تو صفا سے ابتدا کی اس پر چڑھ گئے یہاں تک کہ بیت اللہ نظر آیا تو اللہ کی بکیر اور توحید کی اور فرمایا اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ الْاِسْمَ الَّذِیْ لَکَ الْاِسْمُ الَّذِیْ لَکَ الْاِسْمُ الَّذِیْ لَکَ
 الْحَمْدُ الْحَمْدُ وَتَمِیْتُ وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ الْاِسْمَ الَّذِیْ لَکَ الْاِسْمُ الَّذِیْ لَکَ الْاِسْمُ الَّذِیْ لَکَ الْاِسْمُ الَّذِیْ لَکَ الْاِسْمُ الَّذِیْ لَکَ
 دعا کی اور سیطرہ میں بار فرمایا پھر اسے مروہ کی طرف نا اینکا آپ کے قدم نیچے آگے تو میں بارنا لے کے اندر دل کیا یہاں تک کہ جب چڑھ گئے تو آہستہ چلے یہاں تک کہ
 مروہ پہنچے تو مروہ پر اسے مانند کیا جو صفا پر کیا تھا یہاں تک کہ آخر طواف مروہ پر ہوا فرمایا اگر مجھ کو آگے سے معلوم ہوتا تو مجھے معلوم ہوتا تو میں ہی کو نہ ہانک لیا ہوتا
 اس عبادت کو میں عمرہ کر ڈالتا سو تم لوگوں میں سے جس کے ساتھ ہوائی ہو وہ حلال ہو جاؤ اور اس کو عمرہ کر ڈالے تو تمام لوگ حلال ہو گئے اور بال کترائے مگر نبی
 اور جس کے ساتھ ہوائی تھے وہ محرم بنے رہے پھر شراذین جہنم کھڑے ہوئے سو کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ کرنا اشہر حج میں اسی سال کو مخصوص ہے
 یا ہمیشہ کہی تو دونوں ہاتھ کی انگلیوں کو جو فنی کیا پھر فرمایا کہ داخل ہو گیا عمرہ حج میں اس طرح اس کو دو بار فرمایا اور میں بار فرمایا کہ ہمیشہ کو ہمیشہ کو جابری نے
 کہا اور علی مرتضیٰ علیہ السلام میں سے حضرت صلعم کے ہدی کے اونٹ لیکر تو پایا فاطمہ ہر رضی اللہ عنہا کو کہ احرام میں باندھے ہیں اور ان کی کپڑے ہیں اور
 سر لگائے ہیں تو علی مرتضیٰ ناخوش ہوئے اور کہا کہ تم نے تم کو اس کا حکم دیا ہے تو فاطمہ ہر رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میرے پاس کچھ دیا ہے تو جابری نے کہا کہ علی مرتضیٰ
 عراق کے ملک میں کہتے تھے میں گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس فاطمہ ہر چٹکی کر دے انے کو سبب اس امر کے کہ انھوں نے کہا تھا اور حضرت صلعم کی
 اجازت کو دریافت کرنے گیا پھر فاطمہ ہر نے مذکور کی سوین کے کہا کہ میں جو اپنے ناخوش ہوا تھا سو انھوں نے کہا کہ میرے پاس کچھ دیا ہے تو جابری نے فرمایا حج کیا

ترجمہ درود و نماز جلد اول

جی کہ حضرت صلعم نے فرمایا تو نے کہا کہ انا صاحب حج کی نیت کی تھی علی مرتضیٰ نے بولے میں نے یوں کہا تھا کہ اتنی میں وہ نیت کرنا ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نیت کی حضرت صلعم نے فرمایا کہ میرا ساتھ تو بدی ہو سو تو حلال نہ ہو جو جاہل نے کہا کہ جو بدی کی علی مرتضیٰ بن سے آئے تھے اور جو بدی حضرت صلعم کے ساتھ بدی تھی سو ب ملا کر سو نہ تھے پھر جب مع المذہبی اٹھوین تارخ مناکو چلے توج کا احرام کیا اور حضرت صلعم سوار ہوئے اور سارے حج کا طہر اور عہد و عشا اور صبح کی نماز پڑھی پھر پھوڑا ٹھہرے کہ آفتاب نکلا اور حضرت صلعم کے حکم سے کل کا خیمہ ٹہرہ میں کھڑا کیا گیا پھر حضرت صلعم روانہ ہوئے اور زمین نہ تھا تو پیش کو کہ حضرت صلعم وقوف کر شیعہ و فہم میں شعر الاحرام کے نزدیک جیسے کہ زمین قریش وہاں وقوف کیا کرتے تھے سو حضرت صلعم وہاں سے بڑھے چلے گئے یہاں تک کہ عرفات میں پہنچے تو خیمہ لٹا دیا پھر وہاں سے سو گئے تشریف لیاں تک کہ آفتاب ہلا پھر موجب حکم کے قصدا وٹنی پر کجا وہ باندھا گیا سو حضرت صلعم سوار ہوئے یہاں تک کہ نالے کے اندر پہنچے خطا پڑھا لوگوں کے وسط سو فرمایا کہ تمہارے خون و جھگڑا مال ہزاروں میں جیسے یہ تمہارا دن اس تمہارے شہر میں اس تمہارے مینے میں حرام ہے خبردار ہو کہ ہر خبر حرام جاہلیت سے میرا یوں نیچے دہائی لگی یعنی باطل ہو گئی اور جاہلیت کی خونریزیان دہائی لگیں یعنی آسچا و عوی کرنا اور جاہل نہیں اور ہمارے خون جو میں با ہوں اپنے خاندان سے خونوں سے اس بن و بیجا یا رجین عبد المطلب کا خون ہے جو شیر خوار تھا یا سید بن جہش کی قوم نے قتل کیا تھا اور جاہلیت کا بیان دبا گیا اور پہلا بیان جہش کو بن عبد المطلب کا بیان ہے سو وہ سب کاسب و باؤ لاگہ پھر درود اللہ سے عورتوں کے متعلق یہ نمنے آنگو لیا یا اللہ کی امانت سے اور انکی شمر کا ہوں کو حلال کر لیا ہے تو نے اللہ کے کلمے یعنی حکم سے اور تمہارا عورتوں میں حق ہے کہ تمہارے بستروں کو نہ روندنا یوں اس شخص سے جسکو تم نہیں پسند کرتے یعنی زنا کرین اور عیو کو اندر آئے نہ دین سو اگر ایسا کریں تو انکو مارو ایسی مار جو سخت اور مزہم یعنی اعنا نلو و عورتوں کا حق پھر کھانا اور کپڑا ہی دستور کے موافق اور میں نے تم میں ایسی چیز چھوڑی ہے کہ تم کبھی مگر اہو کے بعد اس کے اگر تم اسکو مضبوط کر لے رہو گے وہ چیز کتاب اللہ ہے اور تم سے سوال کیا جاوے گا میری پیام رسانی کا سو تم کیا کہو گے لوگوں کو کہ تم کو ہی دیتے ہیں کہ آپ نے تبلیغ احکام کی اور پیام ادا کیا اور خیر خواہی کی پھر حضرت صلعم نے شہادت کی انگلی آسمان کی طرف اٹھائی اور لوگوں کی طرف جھکا مئی اور فرمایا خداوند اگواہ رہنا خداوند اگواہ رہنا خداوند اگواہ رہنا پھر بلال نے بعد اس خطبہ کے اذان دی اور اقامت کی سو حضرت صلعم نے ظہر کی نماز پڑھی پھر دوسری بار اقامت کی سو حضرت صلعم نے عصر کی نماز پڑھی اور دونوں فرضوں کے درمیان میں کچھ نماز نہیں پڑھی یعنی سنت اور نفل کچھ نہ پڑھے پھر حضرت صلعم قصدا وٹنی پر سوار ہوئے یہاں تک کہ موقف میں مئی ٹھہرے کہ مقام میں سے آسوا پی اٹھنی وقف و کا بیٹ پھروں کی طرف لو کیا اور جبل النشاء کو اپنے سامنے کیا پھر حضرت صلعم فیکہ کی طرف متوجہ ہوئے اور برابر واقف رہے یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا اور ٹھوڑی زبردی بھی جاتی رہی یہاں تک کہ گرد آفتاب کا غائب ہو گیا اور وٹنی برابر پنے چھپے آسمان کو بھانپا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے روانہ ہوئے اور وٹنی کی ٹیس کی رسی حضرت صلعم نے ہونٹے یہاں تک کہ اسکا سر کجا وہ کو لگ جاتا تھا اور حضرت صلعم داسے ہاتھ سے اشارہ کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ ای لوگو آہستہ چلو پڑو لوگو آہستہ چلو تسکین سے چلو یعنی جلد بازی نہ کرو کاری نہیں اور جب کوئی ٹیلا یا پیاری آتی تھی تو حضرت صلعم ہالکو ٹھوڑا ٹھیکلا کر دیتے تھے تاکہ پڑے جاسکے یہاں تک کہ وہ واقعہ میں پہنچے تو غریب و عشا کو جمع کیا ایک اذان اور دو اقامت اور درمیان میں نوافل کو نہ پڑھا پھر استراحت فرمائی یہاں تک کہ فجر نمودار ہوئی پھر فجر کی نماز پڑھی جب فجر ظاہر ہو گئی اذان اور اقامت پھر حضرت صلعم قصدا وٹنی پر سوار ہوئے یہاں تک کہ شعر الاحرام میں آئے اور اُسپر چڑھ گئے اور توجہ قبلہ ہوئے سو حق تعالیٰ کی تحمید و تکریم اور توحید کھڑے فرماتے رہے یہاں تک کہ خوب دروڑن ہو گیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے روانہ ہوئے آفتاب نکلنے سے پہلے انور بن عباس نے کو بچے بھلایا یہاں تک کہ محرم میں آئے تو وٹنی پر چڑھایا پھر حضرت صلعم وہ درمیان والی راہ چلے جو حمرۃ الکبریٰ یعنی حمرۃ العقبہ تک پہنچی یہاں تک کہ حمرۃ العقبہ تک پہنچے جو درخت کے پاس ہے سو اسکو سات نگر یان مارین یا شکر نگریہ کے ہر نگریری کے ساتھ اللہ اکبر کہتے تھے اور نالہ کے اندر سے رمی کی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے پھر اور نگر کرنے کے مقام میں آئے سو اپنے دست مبارک سے تر شہ اونٹ نحر کئے اور علی رضی اللہ عنہ کو حکم کیا سو باپی سوادنٹ کو نحر کیا اور اپنی ہڈی میں نگر کرک کیا پھر حکم کیا کہ ہارونٹ سے گوشت کا ٹکڑا لیا جاوے شو گیس میں گوشت ڈال لیا اور حضرت صلعم نے اور علی رضی اللہ عنہ نے اسٹھن سے گوشت کھایا اور اسکی دونوں نے

ایک ایک جگہ لکھا ہے
درود نخواستہ
جبل النشاء
سے چلے آئے
اور حضرت صلعم
کا بیان ہے کہ
میں نے اسکو
دیکھا ہے
اور حضرت صلعم
کا بیان ہے کہ
میں نے اسکو
دیکھا ہے
اور حضرت صلعم
کا بیان ہے کہ
میں نے اسکو
دیکھا ہے

شہید ہوا۔ حضرت صلعم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بھائی ابی طالب کی نماز پڑھی پھر عبدالمطلب کی اولاد کے پاس آئے اور دعہ زفرم پر پانی پلاتے تھے اور فرمایا پانی نکالو اور عبدالمطلب کی اولاد سو اگر اس کا خیال نہ ہو کہ دو گت تمہارے پانی پلانے پر غلبہ و رجحان ہو کر لگتے تو میں بھی تمہارے ساتھ پانی کھینچتا پس عبدالمطلب کی اولاد نے حضرت صلعم کو ایک گیل دل پانی دیا تو حضرت صلعم نے ایمین سے پیا اتنے صاحب فتح القدر بنے لکھا کہ اس حدیث کو مسلم نے اپنی صحیح میں اور ابن ابی شیبہ و سنائی اور عبد بن حمید اور نزار و زری نے اپنی مسانید میں بھی روایت کیا ہے۔ **فصل ثانی فی قبر شریف کے آداب زیارت میں** من ابی داؤد و ابن ابی شیبہ و ربیعہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی ایسا نہیں جو سلام کرے مجھ کو مگر حق تعالیٰ میری روح کو بچتا ہے یا انکے میں اسکو سلام کا جواب دیتا ہوں روح بچنے سے مراد یہ ہے کہ مجھ کو سلام کرنے کے حضرت صلعم اس عالم کی طرف متوجہ ہونے میں سلام کے جواب دینے کی واسطے اور ابوبکر بن ابی شیبہ وغیرہ نے ابوبکر مرثیہ سے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو درود پڑھیں گا میری قبر کے پاس میں اسکو سنتا ہوں اور جو درود پڑھتا ہے وہ مجھ کو بچتا ہے یعنی فرشتے بھیجتے ہیں و ارقطنی اور ابوبکر بن زرارہ نے عبد اللہ بن عمر سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص میری قبر کی زیارت کرے گا میری عفت اس کے واسطے واجب ہو گئی یعنی بالفرض زیارت ہو گئی جو صادق کے وعدہ صادق سے اور ارقطنی نے امالی میں اور ابوبکر مرثیہ نے اپنے مجموعہ میں اور طبرانی نے مجمع کبیر اور مسوط بن ہشام نے عبد اللہ بن عمر سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو میری زیارت کرے گا اسکو اس طرح کہ اسکا کچھ طلب نہ رہے نہ سو میری زیارت کے بعد مجھ پر لازم ہو گیا کہ میں اسکا شیعہ ہوں گا قیامت کے دن ہم حضرت کی زیارت عام پر حیات میں کیا عبادت کے چنانچہ اگلی حدیث میں مصرح ہے ارقطنی اور طبرانی نے عبد اللہ بن عمر سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے حج کیا اور گویا اسے میری زیارت کی سیات میں اور ارقطنی اور ابن عدی نے روایت کی ہے عبد اللہ بن عمر سے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی تو اسے مجھ پر تم کیا اور حافظ ابن عساکر نے فی مضمون السن بن مالک سے روایت کیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسکا کچھ حد نہیں جسکو وصیت و مقدمہ جو میری امت کے اور میری زیارت نہ کرے لکھا فی المسخ و تاریخ المدینہ للسید السمنونی اور حافظ منذری نے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علم میرا بعد وفات کے ویسا ہے جیسا علم حیات میں ہے اور ابن عدی اور ابی نعیم نے جبرائیل ثقات روایت کیا انس رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انبیاء زندہ ہیں اپنی قبور میں نماز پڑھتے اور پھرتے اس حدیث کی تصریح کی ہے قاضی عیاض نے تقامین لکھا کہ زیارت قبر پر سنی اجماعی سنت سلیمین ہے اور تاج الدین سیفی نے زیارت پر اجماع نقل کیا ہے قولہ فخطا کذا فی تاریخ المدینہ جب تک فضائل زیارت قبر تفصیل لیں کہ معلوم ہو تو زیارت کرنا چاہئے کہ علماء حنفیہ کے نزدیک زیارت قبر شریف کی فضائل مستحبات و عظم وسائل نجات ہے بلکہ قریب ہے جہنم و جہنم سے مقدمہ و کواکب و سلیمین کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہترین شفقت ہماری بہتری کی واسطے کسی کچھ ترغیب لائی اور کیا کچھ مبالغہ آئین فرمایا چنانچہ احادیث سابقہ سے معلوم ہو چکا کہ کذا فی شرح المختار و نسک الطرابلسی اور مذہب محبت میں زیارت محبوب بے لطف المین کی فرض عین ہے انھیں کہ معشوق عاشق نواز مرید کرم سے اپنے خشتاقوں کو بلاوے اور سر فرازی کا مژدہ منلوے اور نہ حاضر ہونے پر عقاب و توبہ و نفع قلیل ع از دست یکا شارت و زما بسر و میدان با کجا جب بعد از حج کے در دولت معظنوی کا ارادہ کرے تو بعد از استخارہ کچھ خیرات کرے پھر فریاد و ادب کے مدنیہ طبع کی طرف روانہ ہوا اور راہ میں کثرت درود کرے اور فراغت اوقات کو درود خوانی سے مستغرق کرے تاکہ قبل ہو پچنے کے تحفہ درود کے پہنچنے سے حضرت صلعم کو اس کے حاضر ہونے کی اطلاع ہو پھر چہ بنہ منورہ کی آبادی اور درخت نظر میں تو کمال خشوع اور حضور سے درود کی کثرت کرے اور یہ دعا پڑھے اللہم ھذا حرم رسولک فاجعلہ دقائے لی من الثار و آمنات العذاب و سوء الحسب اللہم افقر لی أبواب رحمتک دار ذمینی من زیارتک رسولک صلی اللہ علیہ وسلم ھذا رقتہ اوکیاءک و اھل طاعتک و اغفر لی و ارحم منی یا خیر مستغیر

۲۰
 چنانچہ اگر میں پانی نکالوں اور عبدالمطلب کی اولاد سو اگر اس کا خیال نہ ہو کہ دو گت تمہارے پانی پلانے پر غلبہ و رجحان ہو کر لگتے تو میں بھی تمہارے ساتھ پانی کھینچتا پس عبدالمطلب کی اولاد نے حضرت صلعم کو ایک گیل دل پانی دیا تو حضرت صلعم نے ایمین سے پیا اتنے صاحب فتح القدر بنے لکھا کہ اس حدیث کو مسلم نے اپنی صحیح میں اور ابن ابی شیبہ و سنائی اور عبد بن حمید اور نزار و زری نے اپنی مسانید میں بھی روایت کیا ہے۔
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو درود پڑھیں گا میری قبر کے پاس میں اسکو سنتا ہوں اور جو درود پڑھتا ہے وہ مجھ کو بچتا ہے یعنی فرشتے بھیجتے ہیں و ارقطنی اور ابوبکر بن زرارہ نے عبد اللہ بن عمر سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص میری قبر کی زیارت کرے گا میری عفت اس کے واسطے واجب ہو گئی یعنی بالفرض زیارت ہو گئی جو صادق کے وعدہ صادق سے اور ارقطنی نے امالی میں اور ابوبکر مرثیہ نے اپنے مجموعہ میں اور طبرانی نے مجمع کبیر اور مسوط بن ہشام نے عبد اللہ بن عمر سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو میری زیارت کرے گا اسکو اس طرح کہ اسکا کچھ طلب نہ رہے نہ سو میری زیارت کے بعد مجھ پر لازم ہو گیا کہ میں اسکا شیعہ ہوں گا قیامت کے دن ہم حضرت کی زیارت عام پر حیات میں کیا عبادت کے چنانچہ اگلی حدیث میں مصرح ہے ارقطنی اور طبرانی نے عبد اللہ بن عمر سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے حج کیا اور گویا اسے میری زیارت کی سیات میں اور ارقطنی اور ابن عدی نے روایت کی ہے عبد اللہ بن عمر سے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی تو اسے مجھ پر تم کیا اور حافظ ابن عساکر نے فی مضمون السن بن مالک سے روایت کیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسکا کچھ حد نہیں جسکو وصیت و مقدمہ جو میری امت کے اور میری زیارت نہ کرے لکھا فی المسخ و تاریخ المدینہ للسید السمنونی اور حافظ منذری نے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علم میرا بعد وفات کے ویسا ہے جیسا علم حیات میں ہے اور ابن عدی اور ابی نعیم نے جبرائیل ثقات روایت کیا انس رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انبیاء زندہ ہیں اپنی قبور میں نماز پڑھتے اور پھرتے اس حدیث کی تصریح کی ہے قاضی عیاض نے تقامین لکھا کہ زیارت قبر پر سنی اجماعی سنت سلیمین ہے اور تاج الدین سیفی نے زیارت پر اجماع نقل کیا ہے قولہ فخطا کذا فی تاریخ المدینہ جب تک فضائل زیارت قبر تفصیل لیں کہ معلوم ہو تو زیارت کرنا چاہئے کہ علماء حنفیہ کے نزدیک زیارت قبر شریف کی فضائل مستحبات و عظم وسائل نجات ہے بلکہ قریب ہے جہنم و جہنم سے مقدمہ و کواکب و سلیمین کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہترین شفقت ہماری بہتری کی واسطے کسی کچھ ترغیب لائی اور کیا کچھ مبالغہ آئین فرمایا چنانچہ احادیث سابقہ سے معلوم ہو چکا کہ کذا فی شرح المختار و نسک الطرابلسی اور مذہب محبت میں زیارت محبوب بے لطف المین کی فرض عین ہے انھیں کہ معشوق عاشق نواز مرید کرم سے اپنے خشتاقوں کو بلاوے اور سر فرازی کا مژدہ منلوے اور نہ حاضر ہونے پر عقاب و توبہ و نفع قلیل ع از دست یکا شارت و زما بسر و میدان با کجا جب بعد از حج کے در دولت معظنوی کا ارادہ کرے تو بعد از استخارہ کچھ خیرات کرے پھر فریاد و ادب کے مدنیہ طبع کی طرف روانہ ہوا اور راہ میں کثرت درود کرے اور فراغت اوقات کو درود خوانی سے مستغرق کرے تاکہ قبل ہو پچنے کے تحفہ درود کے پہنچنے سے حضرت صلعم کو اس کے حاضر ہونے کی اطلاع ہو پھر چہ بنہ منورہ کی آبادی اور درخت نظر میں تو کمال خشوع اور حضور سے درود کی کثرت کرے اور یہ دعا پڑھے اللہم ھذا حرم رسولک فاجعلہ دقائے لی من الثار و آمنات العذاب و سوء الحسب اللہم افقر لی أبواب رحمتک دار ذمینی من زیارتک رسولک صلی اللہ علیہ وسلم ھذا رقتہ اوکیاءک و اھل طاعتک و اغفر لی و ارحم منی یا خیر مستغیر

اور تہجد کی قبل اہل ہو گئے غسل کرے اور نہو سکے تو وہ منور کفایت کرے چنانچہ دخول مکہ میں گور ہو چکا اور پاک صاف کپڑے پہنے اور خوشبو لگا دے کہ باقرب ہو تو غنیمت سے
 اودھنے کپڑے پہنا افضل ہے اسے جو بھینے لوگ مدینہ منورہ کو دیکھ کر سوار ہوں سے اتر پڑتے ہیں اور پیدل چلتے ہیں تو اسکا کچھ مضائقہ نہیں اسواسطیکہ قوم عبدالقحس
 مدینہ میں داخل ہوئے تو حضرت صلعم کو دیکھا اتر پڑے تھے اور حضرت صلعم نے اسپر کھڑا کیا نہیں فرمایا تھا اگرچہ انکے سروار کی جو بعد غسل کرنے اور پوشاک
 بدلنے کے تنکین تمام خدمت میں حاضر ہوا تھا تعریف تو انکی کروانی تھی کہ اگر انکو پھر شہر کے غسل نہیں سنا ہوتا اندیشہ کے غسل کرے اور اس پر پیر کرے جو بعض جاہل
 سیاکر نہیں سمجھتے ہیں انشا بہت احرام بھجرب قبہ شریف میں آئے اور اسے تو انکی عظمت اور فضیلت کو چھپان کیسے کہ یہ مکان پاک ہے جسکو حق تعالیٰ نے اپنے
 حبیب مصطفیٰ علیہ السلام کو پہلے پسند فرمایا سو کمال شوق اور غم سے وہ شہر بھجرب قبہ شریف پر آیا جہاں وہ یوں کہ **بِسْمِ اللّٰهِ دَخَلْتُ مَدِیْنَةَ مَدِیْنَةِ صَلَواتِہِمْ** اور جو
 شخص صدقہ و اچھل لی میں لکھ لکھ نہ لکھنا فاعلم انہم سئل علی فہم مدینہ علیہ السلام **اَلَا بُحَیْرٰی وَ اَخِیْرٰی ذُو نُوْبِیْ وَ اَفْخَرٰی اَبْوَابِ**
رَحْمَتِكَ وَ فَضْلِكَ اور انھم کی کمال فرقتی اور عافری سے اس شہر غنیمت کی نزلت کو دیکھ کر کہتے ہوئے وہ بڑے تہوار طے ہوا یہ تصور کرے کہ اس شہر کو کس نے اس
 پاک کے پہنچنے سے شرف و بلالت حاصل ہے وہ مقام کی جتنی تعالیٰ نے اپنے حبیب علیہ السلام کو اس مقام پر لگا دیا ہے **بِرَبِّکَ لَکَ سَمْعٌ** اور یہ مکان مطہر مطہر اور اصل احکام امتحان
 اسلام اور منبع ایمان اور چشمہ عرفان ہے فتح القدر میں نایب مدنیہ نے فرمایا ہے **اَلَمْ تَرَ کَیْفَ تَقَدَّلَ لَکَ اَمَامَ اللّٰہِ تَمَیْمٌ مِّنْ اَمَلِکَ** تمام بلاد و نواہ سے فتح ہوئے مگر مدینہ قرآن سے فتح ہوا ہے اور
 چاہے کہ اپنے دل کو پیٹ اور عظمت مصطفوی سے بھر لے اور وہاں چلتے ہوئے یہ تصور کرے کہ یہ مکان کجا حجاب سرور عالم علیہ السلام کی شاہد میرا قدم حضرت صلعم کے
 موضع قدم مبارک پر پڑ جاوے و لہذا امام مالک رحمہ اللہ میں سوار ہوتے تھے اور کہتے تھے کہ مجھ کو حیا آتی تھی کہ میں وہاں سوار ہوں جہاں خود بدلت موجود ہوں بھجرب قبہ شریف
 میں داخل ہو تو وہ کہے جو دخول مساجد میں کرتے ہیں یعنی دامنایانوں پیر لے اور یوں کہے **اَللّٰہُمَّ اَغْفِرْ لِيْ ذُنُوْبِيْ وَ اَفْخَرْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ**
 اور روضہ شریف کا اول قصد کرے بھجرب شریف میں روضہ اس مکان کا نام ہے جو تہذیب و تہذیب شریف کے درمیان میں ہے حدیث صحیح میں ثابت ہے کہ میری قبر اور
 منبر کے درمیان میں روضہ ہے ریاض جنت سے اور میرا منبر میرے محمد پر ہے پھر درگت تحت السجد اس سنون کے آگے جسکے پیچے مندوق ہے یہی ہے اس طرح
 کہ منبر کا عمود وہاں پہنچے منبر کے مقابل ہوا اور جو منبروں کوئی کہ قبلاً مسجد میں ہے وہ وہ دونوں آگھوں کے سامنے ہو کہ یہی مقام ہے حضرت صلعم علیہ السلام کا صاحب و علم کے
 کھڑے ہو کر کذا فی فتح القدر کرمانی اور صاحب اختیار نے لکھا پھر بعد نماز کے سجدہ شکر کا کرے کہ یہ دولت نصیب ہوئی اور اسکی نامی اور مقبولیت کی دعا کرے اور
 حق تعالیٰ اسے انکی مدد دے کہ حضور مصطفوی کی رعایت و ادب میں کوئی ادب تجھ سے غوث نہو بھجرب شریف کی طرف کمال عجز و انکسار سے آگھوں جھکا لے منوج ہو
 اور وہ انکی آرائش اور زینت کی طرف نظر نہ ڈالے کہ ادب سے بعید ہے اور سبب فضیلت کے سامنے کھڑے ہو کر زیارت کرے اسواسطے کہ حجرہ شریف کے گرد شاہک
 خاصی یعنی تلنجکی جالیان تلنجی ہیں رت سے اور سابق میں موقوف ساعت جالیوں کے اندر حجرہ شریف کی دیوار کے قریب تھا و لہذا انسانا سکتہ قبہ میں مذکور ہے کہ
 دیوار سے چار ہاتھ پائین ہاتھ پٹ کر کھڑا ہو کذا فی تاریخ المدینہ للسید السنہودی بالجملہ بھجرب شریف کے سامنے قبلہ کو پشت دیکر زیارت کیواسطے کھڑا ہوا اور
 اکثر کتب فقہ میں مذکور ہے کہ زیارت کیوقت حضرت صلعم علیہ السلام کے سر مبارک کے قریب قبلہ رو کھڑا ہوا ابن ہمام رحمہ اللہ نے فتح القدر میں لکھا کہ استقبال
 ضیہ ابواللبث رح کی روایت لائق اعتماد نہیں اسواسطے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اپنی سند میں ابن عمر سے روایت کی کہ سنت یہ ہے کہ حضرت صلعم کی قبر کی طرف
 قبلہ کی سمت سے آوے اور پشت اپنی قبلہ کی طرف کرے اور حضرت صلعم کی قبر شریف کی طرف منہ کرے پھر کہے السلام علیک ایہا البنی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
 اتے کلامہ اور یہی مذہب ہے ائمہ ثلثہ رحمہم کا اجماع زیارت کیوقت مودب بطور نماز کھڑے ہو کہ صورت مقدسہ رسول کریم صلعم علیہ السلام کو تصور کرے
 کیا حضرت صلعم مبارک میں آکر فرمانے میں اور بیکر حاضر ہونے کو جانتے ہیں اور میرا کلام سنتے ہیں اسواسطیکہ حضرت کی حیات و رسالت حدیث میں مخصوص ہے بھجرب کمال حیا
 اور بیکر یوں عرض کرے **اَللّٰہُمَّ عَلَیْکَ اَیُّهَا النَّبِیُّ دَرَجَۃُ اللّٰہِ وَ دَرَجَۃُ نَبِیِّہِ** یا رسول اللہ رب العالمین **اَللّٰہُمَّ عَلَیْکَ**

شہر مدینہ
 تہذیب و تہذیب
 کمال حیا
 و رسالت
 حدیث میں
 مخصوص ہے
 بھجرب کمال
 حیا اور بیکر
 یوں عرض کرے
 اَللّٰہُمَّ عَلَیْکَ
 اَیُّهَا النَّبِیُّ
 دَرَجَۃُ اللّٰہِ
 وَ دَرَجَۃُ
 نَبِیِّہِ

يا خَيْرَ الْخَلْقِ اجْعِيزِ السَّادِمُ عَلَيْكَ يَا سَيِّدَ الْمُسْلِمِينَ خَاتَمَ النَّبِيِّينَ السَّادِمُ عَلَيْكَ يَا اِمَامَ الْمُتَّقِينَ السَّادِمُ عَلَيْكَ يَا فَائِزَ الْغُلَامَةِ الْمَحْجَلِينَ

ایہ ممبرین جب خلق کے سلام پیرای سرور اور پیغمبروں کے
اور ختم کرنے والے نبیوں کے سلام پیرای بنو ابراہیم و نوح کے سلام پیرای بشیر و نصیحہ اور باقیمتہ فیہ والوں کے

السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا الْمُبْعُوثُ رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا سَتِيعَ الْمُنْبِئِينَ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا حَبِيبَ اللَّهِ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَيْرَ أَوْلِيَاءِ اللَّهِ

سلام نبی را بھیجے ہوئے واسطے حضرت عالم کے لوگوں کے سلام نبی را سفارشی گنا ہگار۔ ون کے سلام نبی را حبیب اللہ کے سلام نبی را حبیب اللہ کے

السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا صَفْوَةَ اللَّهِ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَيُّهَا الْهَادِي إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مَن وَصَفَهُ اللَّهُ بِقَوْلِهِ وَإِنَّكَ لَعَلَى خَلْقٍ عَظِيمٍ

سلام تہسرای برگزیدہ اللہ کے سلام تہسرای راہ تپانے والے سیدھی راہ کے سلام تہسرای وہ لہذا و معنی کیا اللہ نے اپنے اس قول سے کہ تم میرا ابو بڑے خلق ہیں

وَيَقُولُ بِالْمُؤْمِنِينَ رُؤُوفٌ رَحِيمٌ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مَنْ اسْتَحْصَى فِي يَدَيْهِ وَحْنَ الْجُدُجِ إِلَيْهِ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مَنْ آمَنَ اللَّهُ بِطَاعَتِهِ

وَالصَّلَاةَ وَالسَّلَامَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَعَلَى سَائِرِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ وَعَلَى ذُرِّيَّتِكَ الطَّيِّبِينَ وَأَزْوَاجِكَ الطَّاهِرَاتِ أَمْهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ

اور آپ کی جیمنوں پاؤں مسکنہوں کی ماؤنیں پر۔

اور دو روز سلام پیر پختہ کا انجیر سلام پیر اور تمام اہل اور مرسلین پر اور اپنی اولاد پال پر اور اپنی بیویوں پال سے خون کی مانی پر

وَأَصْحَابُكَ أَجْمَعِينَ كَثِيرًا إِذَا أَمَّا أَبْدَاكُمْ أَحِبَّ رَبَّنَا يَرْضَىٰ جَزَاكَ اللَّهُ عَنَّا أَفْضَلَ مَا جَزَاكَ بِهِ رَسُولُكَ عَنْ أَمَّتِهِ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

اور اے کے سامنے ساجیدین بہت سلاسل ہمیشہ امام کو جیسا کہ پسند کرے رہا۔ اور جو شہنشاہ بیکہ خارجہ کج خیر ہے ہماری نظر بڑھکر اس کے تجزیہ کی ہو کسی رسول کو اس کی استغفر سے من گواہی دیتا ہوں کہ کوئی جہنمیوں

وَحَدَّثَنَا عَنْكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّكَ عَبْدُ اللَّهِ وَخَيْرُهُ مِنْ خَلْقِهِ أَشْهَدُ أَنَّكَ قَدْ بَلَغْتَ إِلَيْنَا وَادَّيْتَ الْأَمَّةَ وَنَصَحْتَ الْأُمَّةَ

[illegible]

وہ الیامی اور لونی اسکا سر پہنیں اور میں نے اس سے کہیں کیا تو وہی دیکھا کہ میں نے اب رستہ کی پہچان کر لی ہے۔

وَكُفِّرَ الْعُثْمَةُ وَأَقِمَّتِ الْحُجَّةَ وَأَوْصَحَتِ الْحُجَّةَ وَجَاهَدَتْ فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادٍ وَقَالَتْ عَنْ دِينِ اللَّهِ حَتَّى أَمُوتَ

اور پیغمبات کو واضح کیا اور حجت کو قائم کیا اور راہ کو واضح کیا اور مجاہدہ کیا اپنے اللہ کے لیے جس کے مجاہدہ کا اور آپ لڑے اللہ تعالیٰ کے دین کیلئے یہاں تک کہ آپ کو

لَقَدْ نَزَّلَ اللَّهُ عَلَيَّ رُوحَهُ وَجَسَدَكَ وَقَبْرَكَ أَفْضَلَ وَأَكْمَلَ وَأَزْكَى وَأَمَرَنِي صَلَواتُهُ إِلَى يَوْمِ

موت آگنی ہے، رحمت کرے اللہ آپ کی روح اور آپ کے بدن اور آپ کی قبر پر افضل اور مکمل تر اور زیادہ ستھری اور بہت بڑھیا میں شکر کو قیامت تک

موت الی پس رحمت کے اقداب پی روح اوداب کے بدن اوداب پی برسر پر اسل اور مکمل تر

لَذِينَ يَأْتُونَ رَسُولَ اللَّهِ حِينَ وَزَّارَ قَبْرَكَ حِينَكَ مِنْ بِلَادٍ شَاسِعَةٍ وَيُؤَاجِرُ بَعِيدٍ وَأَقْصَدِينَ

اور رسول اللہ کے ہم آہن آپ کے پاس آئے ہیں اور آپ کی غیرت کرنے والے ہیں آپ کے پاس حاضر ہوئے ہیں بہت مسافت کے شہروں اور دور کے ملکوں سے قصد کر کے

وَالنَّظَرَ إِلَى مَا يَمُرُّ بَيْنَ يَدَيْكَ وَالْإِسْتِغْنَاءَ بِكَ إِلَى سِتْرِكَ فَإِنَّ الْحَطَايَا قد تَقْتُمُ

بے حق بودا کرنے کو اور دیکھنے کو آپ کے نشانات اور برکت لینے کو آپ کی زیارت سے اور غبارِ جہنم کو تم سے طرد اپنے رب کے کہ خطاؤں نے ہماری کمر بنی ٹوڑ دی ہیں

وَالْمُشْفَعُ الْمُبِينُ وَهُوَ رُفَعُ الشَّفَاعَةِ وَالْمَقَامُ الْحَمِيدُ

هؤرا و الاوزار قد انقلت لوا هيلنا وانت الشافع المستمع الموعود بالاستغاثة والمقام محمود

اور تم شہزاد شمس کو کہنے والے شفاعت قبول کیے ہوئے ہو، میرے وعدہ پہ اسے سفارتش کرنے اور مقام محمود کا اور

لَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا

اسد تھلے نے یوں فرمایا کہ اگر وہ لوگ جب بُرا کیا تھا اپنے اوپر آتے تھے پاس اور بخشوانے اس سے اور بخشوانا انکو رسولِ نوبانے

لَهُ تَوَّابًا رَحِيمًا وَقَدْ جِئْنَاكَ ظَالِمِينَ لَذُنُوبِنَا فَاسْتَغْفِرُونَ لَّذِينَ نَبِإُهَا شَفَعْنَا لَكَ إِلَىٰ رَبِّكَ وَأَسْأَلُهُ

مکہ تو بار حیماء وفد چنانک ظالمین کہ فہمنا مسیح غیبراہین یکا پین یک ستم کاری لایا کہ

أَنْ تَجْعَلَنَا عَلَى سُنَّتِكَ وَأَنْ تُجَنِّسَ نَافِيَهُ مَرَاتِكَ وَأَنْ يُؤْمَرَ نَاحِيَتُكَ وَأَنْ يَسْقِنَا بِكَ سِكَ عِيَا حَرَا يَا

کہ ہو آپ کے طریق پر اسے اور یکساں کردہ میں ہو کہ آپ کے دوسرے پر ہو چکا ہو اور آپ کے پیارے سے پانی پلاوے نہ ہم رسوا ہوں

وَلَا نَادِمِينَ الشَّفَاعَةَ يَا رَسُولَ اللَّهِ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا دَهَبْ لَنَا مِنْ

نہ شرمندہ سفارش کیجئے سفارش کیجئے ای رسول اللہ کے اور رب ہمارے مت بڑھے کر دل ہمارے بعد اس کے کہ تو نے ہم کو ہدایت کیا اور دے ہو اپنے

لَكَ نَفْسُكَ رَحْمَةً أَنْتَ الْوَهَّابُ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا

پاس سے رحمت بنیک تو بڑا دینے والا رب ہمارے بخند سے ہو اور ہمارے ان عبادتوں کو جو ہمیں پہلے ہوئے ہیں ایمان میں اور مت کہ ہمارے دلوں میں

غُلَّةً لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَؤُوفٌ رَحِيمٌ بِحَسْبِ عِلْمٍ لَكَ بِمَا نَعْمُ بِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مِنْ قُلُوبِنَا

غلامان لوگوں کا جو ایمان لائے اور ہمارے بنیک تو بخشت کر دے

يَا رَبِّكَ فَاسْتَقِمْ لَكَ وَجْهٌ مُسْلِمٌ بِحَسْبِ عِلْمٍ لَكَ بِمَا نَعْمُ بِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مِنْ قُلُوبِنَا

ای رب کے پاس تو آپ کی سفارش فرمائے اور ہمارے بنیک تو بخشت کر دے

سُؤْلِ اللَّهِ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا صَاحِبَ رَسُولِ اللَّهِ فِي الْغَايَةِ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَفِيقَهُ فِي الْأَسْفَارِ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَمِينَهُ

رسول خدا کے سلام ہم پر اور ساری رسول خدا کے اندر خدا کے سلام ہم پر اور ان کے رفیق سفر و زمین سلام ہم پر اور ان کے امین

عَلَى كُلِّ سَرَارٍ حَزَاكَ اللَّهُ أَفْضَلُ مَا جَزَاكَ إِمَامَةً نَبِيَّهُ فَلَقَدْ خَلَقَنَّهُ بِأَحْسَنِ خَلْقٍ دَسَلَّتْ طَرِيقُهُ وَمِنْهَا جَعَلَ

بہمدون پر ہو خود تعالیٰ جزا دے بڑھ کر اس سے کہ جزا دی ہو کسی چیز کو اپنے نبی کی امت سے کہنے نیابت کی بہتر نائب ہو کر اور تم چلے ان کے طریق اور راستہ پر

خَيْرٌ مَسْلُوكٍ قَاتَلْتَ أَهْلَ الْبِرَّةِ وَالْبِدْعِ وَمَهَّدْتَ إِلَيْنَا سُلُوكَ وَوَصَلْتَ إِلَيْنَا حَامٍ لَمْ تَزَلْ قَائِمًا لِلْحَقِّ وَنَاصِرًا لِلْهَيْلِ حَتَّى أَتَاكَ

اچھا چلتا تم لڑے مرتدوں اور بدعت والوں سے اور تم نے درستی کی اسلام کی اور ملا یا قرابتوں کو تم ہمیشہ رہے قائم حق کے لئے اور مددگار رہے اہل حق کے یہاں

الْبَقِيَّةُ فَالَسَّلَامُ عَلَيْكَ دَوْحُهُ اللَّهُ دَوْحًا ثَمَرُهُ اللَّهُ ثَمَرًا عَلَى حَبِّهِ وَلَا تَحْبِيبَ سَعِينَا فِي زِيَارَتِهِ بِرَحْمَتِكَ يَا كَرِيمُ بِحَسْبِ عِلْمٍ لَكَ بِمَا نَعْمُ بِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مِنْ قُلُوبِنَا

کہ فی ایکو ہو نہیں سلام آپ پر اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور ان کی برکتیں الہی ہو موت دے ان کی محبت پر اور بجاوت کہ ہماری کوشش ان کی زیارت میں اپنی رحمت کی کریم

طَرَفٌ كَوْنُهُ تَوْحِيدٌ وَفَرْقٌ رُبِّيٌّ فَتَرَكْنَا تَوْبُونَ كَيْسَ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مَظْهَرَ الْإِسْلَامِ يَا مُكْرِمَ الْأَصْنَافِ حَزَاكَ اللَّهُ

سلام ہم پر اور نظام کرنے والے اسلام کے ان کو کرنے والے نبیوں کے ہو جزا و اللہ

عَنْ أَفْضَلِ الْجَنَاءِ وَرَضِي عَنْكَ اسْتَخْلَفَكَ فَلَقَدْ كَفَلْتَ الْبَنَاءَ وَوَصَلْتَ لَنَا حَامٍ وَقَوِي بِكَ الْإِسْلَامَ وَكُنْتَ لِلْمُسْلِمِينَ أَمَامًا وَضِيًا دَهَابًا

ہماری طرف بہتر جزا اور رضی ہو اس سے ہو پنا نائب کیا کہ تم نے ذمہ داری کی نبیوں کی اور ملا یا نبیوں کو اور قوی ہو اسے اسلام اور تم تھے مسلمانوں کے بنیو اپندیرہ اور راہ بتا

مَهْدٍ يَجْعَلُ شَمْلَهُمْ وَأَغْنِيَتْ فَقْرَهُمْ وَجَبَرَتْ كَسْرَهُمْ فَالَسَّلَامُ عَلَيْكَ دَرْجَةُ اللَّهِ وَبَوَكَاتُهُ بِحَسْبِ عِلْمٍ لَكَ بِمَا نَعْمُ بِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مِنْ قُلُوبِنَا

راہیاب جمع کیا تھے ان کے فقر کو اور غری کیا ان کی احتیاج کو اور باندھا ان کی شکستگی کو پس سلام ہم پر اور رحمت اللہ کی اور ان کی برکتیں

خَيْرَتَيْنِ يُونُ عَرْضَ كَرَى السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَصْحَابَ رَسُولِ اللَّهِ دَرْجَتُهُ دَرْجَةُ نَبِيِّهِ وَمُسْلِمِيهِ وَالْمُعَادَيْنِ لَهُ عَلَى الْقِيَامِ فِي الدِّينِ

سلام ہم دونوں پر اور دو ہزار رسول خدا کے اور ان کے دو رفیق اور دو وزیر اور دو مشورہ دینے والے اور دو مددگار دین میں قائم رہنے کے اور

الْقَائِمِينَ بَعْدَهُ بِعَصَائِهِمُ الْإِسْلَامِ جَزَاكَ اللَّهُ أَحْسَنَ جَزَاؤِنَا نَسْتَغْفِرُكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلِّ اللَّهُ عَلَيْكَ وَسَلِّمْ لِيَسْتَفْعِلْنَا وَيَسْأَلُ بَنَانُكَ يَقْبَلُ

بجائے ان کے بعد مسلمانوں کی عصمتیں جزا دے تم دونوں کو اللہ بہتر جزا ہم آئے ہیں تم دونوں کے پاس وسیلہ پر تین ہو طرف رسول خدا علیہ السلام کے تالاہ سفارش کریں ہماری

بِحَسْبِ عِلْمٍ لَكَ بِمَا نَعْمُ بِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مِنْ قُلُوبِنَا

بِحَسْبِ عِلْمٍ لَكَ بِمَا نَعْمُ بِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مِنْ قُلُوبِنَا

بِحَسْبِ عِلْمٍ لَكَ بِمَا نَعْمُ بِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مِنْ قُلُوبِنَا

بِحَسْبِ عِلْمٍ لَكَ بِمَا نَعْمُ بِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مِنْ قُلُوبِنَا

بِحَسْبِ عِلْمٍ لَكَ بِمَا نَعْمُ بِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مِنْ قُلُوبِنَا

بِحَسْبِ عِلْمٍ لَكَ بِمَا نَعْمُ بِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مِنْ قُلُوبِنَا

بِحَسْبِ عِلْمٍ لَكَ بِمَا نَعْمُ بِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مِنْ قُلُوبِنَا

بِحَسْبِ عِلْمٍ لَكَ بِمَا نَعْمُ بِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مِنْ قُلُوبِنَا

بِحَسْبِ عِلْمٍ لَكَ بِمَا نَعْمُ بِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مِنْ قُلُوبِنَا

بِحَسْبِ عِلْمٍ لَكَ بِمَا نَعْمُ بِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مِنْ قُلُوبِنَا

ایک بہت اچھا کتاب ہے۔ اس کی زبان سادہ اور آسان ہے۔ اس میں جو باتیں لکھی ہیں وہ سب سچ ہیں۔ اس کی تعلیم دینا ہر والدین کی ذمہ داری ہے۔ اس کتاب کو پڑھ کر بچے کو سچا انسان بنائیں۔

428

ترجمہ پروردگار مجاہد، اول

اور انکو سلام کیا کہ وہیں قسم ہے اس ذات پاک کی کہ جسکے قابو میں میری جان ہے کہ جو انکو سلام کرے گا اسکو جواب دینگے قیامت کے دن تک کذا نے فتح الفتیر اور مستحب یہ ہے کہ شنبہ کے روز مسجد قبا کو جاوے اسواسطے کہ صحیحین میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم مسجد قبا کی زیارت کرتے تھے ہر شنبہ کے دن سو بار اور سیدل اور اس میں دو رکعت نماز پڑھتے تھے اور نسائی میں سہل بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مسجد قبا کو گیا پھر وہاں دو رکعت نماز پڑھی تو اسکو عمر کے برابر ثواب ملیگا مسجد قبا اول مسجد ہے جو اسلام میں تعمیر ہوئی اور اول اسمین حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے پھر رکھا پھر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پھر عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اور مستحب ہے کہ قبل دخول مسجد قبا نہ کہ یہ دعا کرے یا مَؤْتِجُ الْمُسْتَضَرِّ خَيْرٌ وَبَاعِيَاتُ الْمُسْتَغْنِيَيْنِ دِيَامُ فَرَجِ الْكَرْبِ عَنِ الْمَكْرُوبَيْنِ وَيَا مُجِيبَ دَعْوَةِ الْمُضْطَرِّينَ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ أَجْمَعِينَ وَكُشِفَ عَنِّي كُرْبِي وَحُرْنِي كَمَا كُشِفَتْ عَنْ رَسُولِكَ كَرْبُهُ وَحُوتُهُ فِي هَذَا الْمَقَامِ يَا حَسَنَاتُ يَا مَنَاتُ يَا كَثِيرَاتِ الْمَعْرُوفِ يَا دَائِمَاتِ الْإِحْسَانِ پھر اس کنوین پر آوے جسکے پیرائیں کہتے ہیں جس میں حضرت علیہ اللہ علیہ آلہ واصحابہ وسلم نے لعاب بہن مبارک ڈالا اور دوسرا کنواں ہے مسجد کے قریب وہاں وضو کرے اور اسکا پانی پیئے پھر مسجد الفتح میں آوے جو خندق کے اوپر ہے اور اس کا کوٹھے جو ابھی مذکور ہوئی اسبطر جمع مشاہد متبرکہ اور سنا ہند مظہ میں جاوے جو شمار بتنیس میں جنگواہل مدینہ جانتے ہیں اور وہاں سات کنوین مشہور ہیں تلاش کر کے وہاں جاوے اور انکا پانی پیئے یا بتابع سنت اور بہ نیت شفا کے کذا فی مناسک الکرامی وفتح الفتیر اور جب ربوع وطن کا قصد آوے تو یہ مستحب ہے کہ حضرت ہونے کو قبر شریف مصطفوی کے پاس آوے اور جو ادعیہ کہ اول زیارت میں مذکور ہو چکی ہیں انکو اعادہ کرے پھر یوں کہ دَعْنَاكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ غَيْرَ مُؤَدِّعِينَ وَلَا سَاحِيَيْنَ بَعْدَ قَتْلِكَ وَنَحْنُ نَسْأَلُكَ أَنْ تَسْأَلَ اللَّهَ تَعَالَى أَنْ لَا يَقْطَعَ أَفَارِئَنَا مِنْ زِيَارَتِكَ وَأَنْ يَبَارِكَ لَنَا مَا دَهَبَ لَنَا مِنَ الْوَلَدِ وَخَوَّلَ مِنَ الْبَعْدِ وَأَنْ يُؤَدِّقَنَا الشُّكْرَ عَلَى ذَلِكَ يَمْنِهِ اللَّهُمَّ لَا تَجْعَلْ هَذَا آخِرَ الْعَهْدِ مِنْ زِيَارَةِ قَبْرِ نَبِيِّكَ اللَّهُمَّ فَإِنْ تَوَفَّيْتَنِي قَبْلَ ذَلِكَ فَأَيُّ أَشْهَدَ فِي مَمَاتِي مِثْلَ مَا شَهِدَتْ عَلَيْهِ فِي حَيَاتِي لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَنْ مُحَمَّدٌ عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعَزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ یہ بھی مسجد کے اندر وضو شریف میں آوے اور دو رکعت نماز پڑھے اور دعائے عافیت کرے اور مسجد سے نکلنے کی وقت پہلے یا ان پانوں بڑھائے اور مغارقت بھی شریف اور قبر مبارک کمال نعمت اور متاع ہو اور چند قطرات آنسو کالے اسواسطے کہ فراق خیر البراءت میں رونا علامت ہے قبول کی پھر یوں کہ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ اللَّهُمَّ لَا تَجْعَلْ هَذَا آخِرَ الْعَهْدِ بِسَبِيلِكَ وَحُطَّ أَوْ زَارِي بِيَارِئِهِ وَاسْتَجِبْنِي فِي سَفَرِي هَذَا يَا لَبِودَ النُّفَى وَبَيْتِي رُبُّنِي يَا أَهْلِي يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ پھر مساکان مصطفوی یعنی اہل مدینہ پر کچھ خیرات کرے جو ہو سکے کہ اس خیرات کو قبولیت اور سلامتی راہ میں اثر ہے پھر وہاں ہوسوا اگر مدینہ سے مکہ کی طرف آوے چنانچہ اہل ہند کو اتفاق ہوتا ہے تو ذی الخلیفہ سے احرام باندھ بیاج کا یا عمرہ کا اور حرمین کے درمیان میں مساجد متبرکہ میں ہیں انکو فحش اور تحقیق کرے کہ انہیں نماز پڑھے کذا فی المناسک الکرامی پھر جبکہ اپنے وطن کے قریب پہنچے تو آگے سے اپنے لوگوں کو اطلاع کرے اور وقفہ کرے علی الخصوص رات کو گھر میں بیجا کہ حدیث میں منع ہے پھر جب اپنے شہر میں پہنچے تو مسجد میں دو رکعت نماز پڑھے پھر جب گھر میں جاوے تو وہاں بھی دو رکعت نماز پڑھے اور حمد اور شکر بجا لاوے کہ یہ دولت نصیب ہوئی اور عافیت اور سلامت سے آملے اہل عیال کو ملا اور جدوج کے لازم ہے کہ آخرت کو نہ بھولے اور معاشی سے پرہیز کرے اور غفلت نکلس شہر میں یعنی بعد شفا اور صحت کے بٹھا کھانا

آداب زیارت

بیاری سے تبرہ اور اپنے مولیٰ کی عبادت پر سابق سے زیادہ تر مستعد ہو جاوے کہ حج مقبول کی یہی علامت ہے کہ آگے سے بہتر ہو جاوے کہ زانی فتح الفیض
والکرامانی حقتالی ہو اور ہمارے اہل خانہ میں کو حج مبرور اور زیارت مقبول اپنے کرم سے غایت کرے اور ہماری دستگیری فرماوے آمین ثم آمین
فائدہ جلیلہ بعض آداب زیارت کی واسطے اسفل سلیم کے خلاصہ الوفا تاریخ مدینہ منورہ سے مذکور ہوتے ہیں مخلد آداب زیارت کے یہ ہے کہ قبر شریف کی
دیوار کو ہاتھ سے نہ چھوئے نہ چومے نہ وہاں طواف کرے کہ مکروہ ہے اسلئے کہ طواف بیت اللہ کے لئے مخصوص ہے اور بیٹھ کر دیوار سے لگا نا بھی مکروہ ہے بلکہ
مستحقاے ادب یہ ہے کہ دو در پر جس قدر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں اگر حاضر ہوتا تو دور رہتا ہی حق ہے اور اسی پر علماء کا اجماع ہے اور جو بکھٹے کہ چھوئے
جوئے میں محبت اور برکت زیادہ ہے تو یہ محکم جہالت اور غفلت ہے اس واسطے کہ برکت اور محبت پسندیدہ ایمین ہے جو شرع شریف کے موافق اور قول علماء کے مطابق ہے
احیاء العلوم میں صرح ہے کہ قبور کا جھوننا اور چونا یهود و نصاریٰ کی عادت ہے اسلئے کہ ہاں کٹ مٹھانی نے ایک مرد کو دیکھا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی
قبر شریف پر ہاتھ رکھے یہ تو مسکونہ کیا اور کہا کہ یہ امر حضرت صلعم کے زمانہ میں معروف نہ تھا اور آداب ہے کہ قبر شریف کے پاس جھٹک کر سلام نہ کرے کہ بدعت ہے
اور اس سے بڑا زیادہ یہ ہے کہ زمین کو چومے جاہل لوگ جانتے ہیں کہ تعظیم کا کام ہے حالانکہ یہ غلط ہے علامہ عزالدین بن جماعة نے کہا کہ جھٹکنا جہلون سے تعجب
نہیں آتا بلکہ بعض علماء سے جھٹکنا تعجب آتا ہے جو اسکی خوبی کا فتویٰ دیتے ہیں جان بوجھ کر اور آداب ہے کہ قبر مقدس کو پشت نہ نہ نمازین نہ غیر نمازین اور
نہ قبر کے سامنے نماز پڑھے ابن عبدالسلام نے کہا کہ جب نماز کا ارادہ کرے تو حجر شریفہ کو پیچھے دیکر نہ نظر اٹھائے اور نہ نماز کے آگے گھرے اور لازم ہے کہ قبر شریف کے
اوپر سے آنکھ نہ مچھکے کہ رے اور بیہودہ گفتگو نہ کرے اور چلا کر نہ بولے اس واسطے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب و وفات کے بطور حواجب ہے یہاں کہ حیات میں اسوسلیم
حیات اور ساعت حضرت صلعم کی حدیث میں صرح ہے اور حسب قبر شریف کی طرف ہو کر ٹھکے اگر بدعت ہے کسی کیطرف سے ٹھکے تو لاگو ہو کہ کھڑا ہو جو کہ اور سلام عرض کرے
امام مالک کا یہ مذہب ہے کہ اہل مدینہ تو لازم نہیں کہ جب مسجد میں آویں تو سلام کہیں لیکن مسافروں کو لازم ہے کہ آویں یا نہ آویں واجب ثلثہ میں ہر شخص کو سلام کرنا لازم ہے ہر
بطور استحباب کے اس واسطے کہ خیر کی کثرت بھی خیر ہے محمد بن صاحب قاموس نے کہا کہ حجر شریفہ کا دیکھنا عبادت ہے بقیاس رویت کہیہ کے اور مسجد سے باہر قبر شریف کو
نمایت تعظیم اور محبت سے دیکھنا ہے اور آداب ہے کہ قیام مدینہ کی مدت میں درود کی کثرت کرے اور درود رکھے اور مسجد شریف کی نماز جماعت پر حاضر رہے
اور اعتکاف کرے اور ایک ات مسجد میں بیٹھ کر اور قرآن ختم کرے اور سجدے کی تعداد سب سے زیادہ کرے اور قرآن ختم کرے اور سجدے کی تعداد سب سے زیادہ کرے
کہا علی الخصوص جمعہ کے دن اور آداب ہے کہ مدینہ کے رہنے والوں سے محبت رکھے خصوصاً علماء اور صاحبان اور سادات اور مسجد کے خادموں سے علی
حسب مراتب یہاں تک کہ عوام اور وہائیکے غلام خیم کوئی نفیلت نہیں وہ بھی واجب الاحترام ہیں بدب ہائی خبر الامام کے علی الصلوۃ والسلام اگرچہ
وہاں کے عوام تارک لہنت اور مرتکب بدعت ہوں لیکن شرف سکونت مدینہ اور ہائی حضرت صلعم بلاشبہ انکو ثابت ہے ہر صورت ہمارے حق میں واجب تعظیم میں ہیں
ہو کہ خانہ کعبہ کا خیر ہو اور قرظا ہر قرب باطنی میں تاثیر کرے ۱ فَبَا سَا كُنِي الْكَافَ طَيِّبَةً مَلَكُةً ۲ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَجِلُ الْحَبِیْبُ الْحَبِیْبُ
کذا فی تاریخ السید اسمودی ہم جیسے اہل مدینہ واجب تعظیم ہیں ویسے ہی اہل کہ لازم التکریم ہیں اس واسطے کہ اہل مدینہ ہمایہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور
اہل کہ ہمایہ بیت اللہ ہیں تو محبت اور تعظیم اہل حد میں بشریفین انسان ایمانی کی نور العین ہیں
خاتمہ الطبع الحمد للہ کہ جلد اول غایت الاوطار ترجمہ اردو در مختار مطبع نامی منشئ نول کشور مستام نعتوین بجاہ نہیر شمس عیسوی
مطابق ماہ صفر سنہ ۱۲۸۰ ہجری نبوی میں طبع ہوئی

پیش اور سبب
مدینہ منورہ کے احکامات
کے تحت میں
ہر شخص کو واجب
ہو کہ خانہ کعبہ کا خیر
ہو اور قرظا ہر قرب باطنی
میں تاثیر کرے

کثر الدقائق - فقہ کی معتبر کتاب مصنفہ
نصیر الدین کرمانی۔
مالایہ منہ وصیت نامہ - مصنفہ
قاضی سناہ اللہ بانی تہی۔

فقہ عربی

فتاویٰ عالمگیری - علمائے متفق ہو کر
مسائل ضروریہ فقہ عبادات اور معاملات کو
ایک اعلیٰ درجے کا ذخیرہ عمدہ دولت
عالمگیری میں بموجب مجوزہ بادشاہ کے بنایا
جسکی چار جلد ہیں کاغذ سفید۔
۱۔ جلد اول - جس میں مسائل کتاب الطہارۃ
سے تا کتاب الحج ہیں۔

۲۔ جلد دوم - کتاب النکاح سے تا
کتاب الوقف مسلسل ہندسہ جلد اول
دوم کیجائی۔

۳۔ جلد سوم - کتاب البیوع سے
کتاب الفصص تک۔

۴۔ جلد چہارم - کتاب النکاح سے تا
کتاب الفرائض۔

یہ فتاویٰ کثیر الضمانت کمال درجہ کا مستند
اور شدہ اول ہو کہ تمام قلم و زیر جراست بلاد

اسلامی میں اسی فتاویٰ کے مسائل پر
خواہ وہ مسائل عبادت سے ہو یا معاملات

سے علم و آراء اور آرائے فاریہ اللہ اعلم
اسی کتاب کے مسائل پر جو تفسیر اور

علمائے ہند کا اس پر اتفاق ہو گیا غریب بحث
چسپا کی اختراع ہوئی ہے کہ جس کے ذریعے

ایسی کتابیں بڑے بڑے حجم کی خوشخط اور
اصحت میں خوب میسر آجانی ہیں اور اس
بارزانی کے ساتھ تمام ملک محروسہ اسلامی
وغیرہ شہر میں مل سکتی ہیں یہ انسان کو ایک
مہربت مہربت عظمیٰ الہی سے تصور کرنا اور شکر
نہج بالائے کمال کا مقام ہے لہذا اہل علم ایسے گوہر
بے بہا کو نقد جان سے اگر خرید فرما دیں تو
بجائے ہو۔

عینی شرح ہدایہ - حامل المتن اور حاشیہ پر
پورا ہدایہ بھی چڑھا ہے مولفہ شیخ ابا محمد بن
احمد العینی یہ شرح بہت کیا اب اور زادات
سے یہ سارے ہندوستان میں بکاش
صرف ایک کتاب ہم پہنچی جسکی نقل ہو کر
بصحت و کوشش تمام چھپی یہ کتاب
چار جلد میں ہے۔

۱۔ جلد اول - کتاب الطہارت سے
تا کتاب الحج - دو کڑے - یعنی دو حصے ہیں

۲۔ جلد دوم - کتاب النکاح سے تا
کتاب الوقف دو کڑے یعنی دو حصے ہیں

۳۔ جلد سوم - کتاب البیوع سے
تا کتاب الفصص۔

۴۔ جلد چہارم - کتاب النکاح سے
تا مسائل شنی۔

اور مختار فی شرح توفیق المصنفین
عمدہ فتاویٰ اہل اسلام کے مسائل اور
فتوویٰ کا اس کتاب پر زور دیا ہے

تو اس کا تفسیر توفیق المصنفین کے

اور جب اسکی شرح ہوگئی پھر تو کوئی مسئلہ
کوئی احتمال کوئی جزئی مسئلہ باقی نہ رہا مولانا
بالفضل اولنا مشہور خاص و عام گروہ
اسلام محمد علاؤ الدین حنفی اسکے مصنفین
سبحان اللہ خداے تعالیٰ نے استخراج
مسائل اور اختراع جزئیات کی قوت
استعدادی اور ملکہ رحمتہ انکوائی عطا فرمائی
کہ حتی الوسع انھوں نے اپنے تجر و فضیلت سے

کوئی بات نا تمام نہیں چھوڑی۔ احتمال سے
احتمال اور جزئی سے جزئی اور مسئلہ سے مسئلہ
پیدا کیا ہے اگرچہ علم فقہ کے بہت سے فتاویٰ
مثل فتاویٰ عالمگیری اور فتاویٰ قاضی خان
اور فتح القدیر اور عینی اور کثر الدقائق وغیرہ
تصنیف ہوئے ہیں مہلک کی شان علمہ
علمہ ہے مگر حسن خوبی اور سبب اور انکشاف
مسائل کی یہ کتاب تصنیف ہوئی ہے جسکی

طرز ہی سب سے نرالی ہے عبارت نہایت
صاف اور سلیس ہے جس میں اجنبی اور غریب

لغت نامہ کو بھی نہیں اور فی الحقیقت اسے
عالیشان فتاویٰ کی ایسی ہی عام فہم

عبادت ہوئی ہے۔

۱۔ جلد اول - کتاب الطہارۃ
تک۔

۲۔ جلد دوم - کتاب النکاح
تک۔

۳۔ جلد سوم - کتاب البیوع
تک۔

۴۔ جلد چہارم۔ کتاب الشفۃ سے
تا مسائل شتی۔

فتاویٰ قاضی خان۔ مصنفہ قاضی حسن
بن منصور بن محمود آذر جندی مع فتاویٰ
حاشیہ پر پڑے رتبے کا فتاویٰ ہے مقبول
بڑی کوشش سے بصحت تمام چھپا ہوا
چار جلد میں۔

۱۔ جلد اول۔ کتاب الطہارت سے
کتاب الحج تک۔

۲۔ جلد دوم۔ کتاب النکاح سے
کتاب الوقف تک۔

۳۔ جلد سوم۔ کتاب البیوع سے
کتاب الغصب تک۔

۴۔ جلد چہارم۔ کتاب الشفۃ سے
تا مسائل شتی۔

اور اکثر اباب افتا کا اسی کے مسائل پر
عمل ہے۔

عینی شرح کنز الدقائق۔ محشی کتاب البیوع
سے کتاب الغصب تک مصنفہ عبد اللہ
بن احمد المنفی۔

جامع الرموز۔ فتاویٰ بین العلماء
کتاب الطہارت و کتاب القضاء حصہ ۱۔

شرح وقایہ۔ مصنفہ محمد بن عبدالعزیز
بن عبد اللہ بن جمال الدین البجوی محشی

مع رسالہ دائرہ ہندیہ مولوی خادم احمد
فقہ حنفیہ کی درسی کتاب ہے جلدین اولین

کتابات میں چھپیں۔

شرح وقایہ مع جلیبی۔ حاشیہ شرح وقایہ
نہایت مستند ہو کمال درجہ کا محشی ہو کر
چھپا ہوا چار جلدیجے کتاب الطہارت و کتاب النکاح
و کتاب البیوع و کتاب الشفۃ اور جو حاشی
کثرت سے تھے اور کاغذ حاشیہ کا کٹنی نہ تھا
لہذا علیحدہ اوراق پر چھاپ کر اپنی جگہ پر
لگا دیے ہیں۔

ذخیرۃ العقبی۔ حاشیہ شرح وقایہ کا
مصنفہ علامہ انجمی یوسف بن جنید چھاپہ
کلمتہ سے نقل ہو کر چھپا۔

ملا مٹھ۔ حاشیہ شرح وقایہ مصنفہ
ملا اخوند مٹھ کتاب البیوع سے کتاب الوصایا
مختصر وقایہ۔ مصنفہ صدر الشریعہ عبد اللہ
اسمیں کتاب الطہارت و کتاب النکاح و
کتاب البیوع و کتاب الشفۃ کے چاروں
حصوں کا بیان ہے۔

فتاویٰ کنز الدقائق۔ محشی مصنفہ عبد اللہ
بن سعود المنفی چار جلد میں کتاب الطہارت
و کتاب النکاح و کتاب البیوع و کتاب الشفۃ

و ما يتعلق بہا سب مذکور میں دوسرے حاشیہ
قدوری۔ مصنفہ ابو الحسن بن احمد بن

محمود بن جعفر البغدادی تصحیح علمائے فرائی علی
طبع ہوئی۔

شرح الیاس۔ محشی چاروں جلد
کتاب الطہارت سے تا کتاب الشفۃ آئیں

مذکور ہیں۔

جلدین اولین۔

جلدین آخرین۔

ایضاً۔ کاغذ فاختائی۔

ایضاً۔ مطبوعہ قدیم کاغذ سفید۔

عمدۃ البصائر فی مسائل الصناعة بچوں کے
دو دھ پلانے کی مدد میدی از راہ شریعت۔

اصول فقہ عربی۔

حسامی محشی۔ متن متین مصنفہ مولانا سہام
بصحت علمائے فرائی محل لکھنؤ چھپا۔

کتاب التحقیق۔ معروف بن غایۃ التحقیق
یہ شرح حسامی کی ہے از مولوی عبد الغفرین
بن احمد البخاری بصحت علمائے فرائی محل
چھپا۔

اصول شناسی۔ محشی۔

توضیح تلویح۔ مع سہ حاشیہ کیا ب
مصنفہ صدر الشریعہ۔

۱۔ حاشیہ جلیبی۔ مصنفہ حسن جلیبی
۲۔ حاشیہ شرح الاسلام۔ از ملا شیخ الاسلام
۳۔ حاشیہ تفسیر۔ مصنفہ ملا تفسیر۔

اشباہ النظائر۔ شرح حموی از سید احمد
بن محمد حنفی۔

شرح مسلم الثبوت۔ مصنفہ بحر العلوم
ملا عبد الحلیم بصحت فرائی محل چھپا۔

نور الانوار۔ شرح منار اصول فقہ میں تصنیف
مشہور از ملا شیخ اہمار عالمگیر محشی بخوشی نقل

حاشیہ تخریر الافکار و رسالہ احکام النفاث
در سالہ ترویج النجاش۔